أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ

الحمد للہ کہ کتاب لاجواب مجموعۂ حالات حضرات قلندریہ مشہور بہ نفحات العنبریہ

موسومہ باسم تاریخی

اذکار الابرار

سنہ ۱۳۵۷ھ

مولفہ

سلالۂ اولیاء اطہار جناب مولانا مولوی شاہ محمد تقی حیدر صاحب

سجادہ نشین آستانہ عالیہ کاظمیہ کاکوری

باہتمام

منشی محمد عابد علی خاں

شاہی پریس لکھنؤ سے چھپکر نور سرور افزائے دیدۂ دل شائقین اہل نظر ہوا

حضرات تکیہ شریفیہ کاظمیہ کاکوری ضلع لکھنؤ اور اُنکے منتسبین کے بیش بہا

تصنیفات و تالیفات

نمبر شمار	نام کتاب مع خلاصۂ مضمون	قیمت
	حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ	
(۱)	مجاہدات الاولیا (فارسی) بزرگان متقدمین و متاخرین کے مجاہدات کا بیان ہے	عہ ر
	حضرت شاہ حمایت علی قلندر قدس سرہ	
(۲)	نور لاریب۔ ترجمہ فارسی فتوح الغیب یعنی حضرت غوث الثقلین کی عربی کتاب فتوح الغیب کا فارسی ترجمہ اسمیں حضرت غوث پاک کے مواعظ حقایق کے متعلق ہیں	۸ر
	حضرت شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ	
(۳)	روضۃ الازہر فی مآثر القلندر (فارسی) یہ دراصل حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ کا ملفوظ ہے لیکن اسمیں مختصر حالات تمام پیران سلسلۂ قلندریہ کے مذکور ہیں۔ اس کتاب کا تکملہ موسومہ بحوض الکوثر مصنفہ حضرت شاہ علی انور قلندرؒ اور مقدمہ موسومہ بہ مواہب القلندر مصنفہ حضرت شاہ حبیب حیدر قلندرؒ بھی اصل کتاب کے ساتھ طبع ہوئے ہیں۔ بہت ضخیم اور ہر مسئلہ تصوف پر حاوی کتاب ہے	للعہ ر
	حضرت شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہ	
(۴)	اصل الاصول فی بیان السلوک الوصول۔ اصل رسالہ بزبان فارسی تھا جسکا اُردو ترجمہ منشی شبیر احمد علوی بی۔اے (علیگ) نے کیا ہے۔	۴ر
	حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ	
(۵)	تحریر الانور فی تفسیر القلندر (فارسی) قلندر کی مفصل شرح ہے۔	۴ر

فہرست مضامین کتاب اذکار الابرار مشہور بہ نفحات العنبریہ من انفاس القلندریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبحان من اطاعۃ العاصی بعصیانہ سبحان من ذکرہ الناسی
بنسیانہ اللھم صل علی محمد و علی ال محمد کلما ذکرہ الذاکرون
وکلما غفل عن ذکرہ الغافلون حضرات ناظرین ۔ میں نے سنہ تیرہ سو اکتیس ہجری
میں حسب ارشاد حضرت خداوند نعمت وارث الانبیا مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر قدس
سرہ الاطہر و حسب فرمایش جناب مولوی محمد حسن عباسی کاکوروی عموماً حضرات
قلندران کرام و خصوصاً حضرات پیران عظام کے حالات بابرکات میں کتاب لکھنا
شروع کی تھی جو دو ڈھای سال کی محنت میں تمام ہوی تھی اور جسے میں نے
ایک مقدمہ اور سولہ نفحات اور خاتمہ پر مرتب کرکے نفحات العنبریہ من انفاس القلندریہ
موسومہ بہ اسم تاریخی اتحاف الاخیار کیا تھا وہ کتاب سنہ تیرہ سو اڑتیس میں منشی
وحید الدین حیدر بیرسٹر ایٹھوی نے چھپوای خدا کا شکر ہے کہ میری محنت ٹھکانے
لگی اور وہ کافی مقبول ہوی چند سال میں سب جلدیں نکل گئیں اور لوگوں کا اصرار
اسکے دوبارہ چھپوانے کا ہوا تب میں نے سنہ تیرہ سو پینتالیس سے اسکو دوبارہ
بغرض درستی عبارت و حذف بعض مضامین و اضافہ اکثر و بیشتر حالات دیکھنا شروع
کیا چار پانچ سال تک دیکھتا رہا اور مضامین وقتاً فوقتاً بڑھاتا رہا اسقدر مضامین
بڑھے کہ کتاب پہلے سے زائد بڑھ گئی جسکا اندازہ قدیم و جدید نسخوں کو پیش نظر
رکھکر کیا جا سکتا ہے ۔ سنہ تیرہ سو اکاون میں میری آنکھوں میں نزول الماء کی
شکایت پیدا ہوگئی لکھنے پڑھنے سے معذوری ہوگئی تب میں نے اُس مسودہ کو طاق
نسیاں پر رکھدیا اور منتظر تائید غیبی رہا سنہ تیرہ سو چھپن میں داہنی آنکھ قدح ہوی جس
سے وہ معذوری کچھ رفع ہوی مگر آنکھ کھلتے ہی عالم نظر میں تیرہ و تار ہوگیا یعنے دو

ماہ کے بعد ہی حضرت خداوند نعمت نے وصال فرمایا جسکے صدمہ و رنج نے بینائی پر بہت اثر ڈالا بہرحال رضینا بقضاء اللہ اپنی زبوں حالی و پریشان خاطری پر اشک حسرت بہاتا اور وقت گذاری کے تدابیر سوچتا رہا وسط سنہ تیرہ سو چھپن میں دفعۃً کتاب درست کرڈالنے اور مسودہ صاف کرنے کی خواہش نیز حضرت خداوند نعمت قدس سرہ کے حالات اسمیں بڑھانے کی فرمایش ہوی میں نے ہمت کی اور اس امر اہم کی انجام دہی پر متوکلاً علی اللہ مستعد ہوگیا اور تقریباً چھ ماہ کی مدت میں اس کام کو ختم کرلایا اور اب اس کتاب کو ایک مقدمہ اور سترہ نفحات اور خاتمہ پر مرتب کیا اُسوقت اسکا تاریخی نام اتحاف الاخیار نکلا تھا اور اب تاریخی نام اذکار الابرار ظاہر ہوا اگرچہ اس کتاب کی درستی میں بہت محنت کیگئی ہے اور مسودہ کو بار بار پڑھکر مفید سے مفید تر بنانیکی کوشش کی گئی ہے تاہم یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ اب اسمیں سقم نہیں رہ گئے ہونگے اور ضرور رہ گئے ہونگے لیکن ناظرین کو میری حالت گذشتہ و موجودہ کو پیش نظر رکھ کر درگذر کرنا چاہیے۔ پہلی تالیف کے وقت جو کتابیں پیش نظر رہیں اب اُنمیں اتنی کتابوں کا اور اضافہ ہوا۔

بیاض قلمی حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر قدس سرہ کاکوروی

بیاض قلمی جناب مولوی حسین بخش شہید علوی کاکوروی

تذکرۃ الاصفیا قلمی از حضرت شیخ رحمت اللہ بجنوری

تحفۃ الاحباب فی احوال الاجداد والانساب از مولوی حامد علی مرصع رقم

چراغ نور از مولوی نور الدین زیدی ظفرآبادی

طبقات الکبریٰ مطبوعہ مصر از امام عبد الوہاب شعرانی

سمات الاخیار مطبوعہ از مولوی عبد المجید کاتب جونپوری

نسب نامہ منشی فیض بخش کاکوروی۔ قلمی رسالہ مناقب القلندریہ و اصداف الدرر قلمی

ریاض عثمانی و صبح بہار مولفہ قاضی خادم حسن علوی کاکوروی ثم الامیٹھوی۔

پہلے وقت تالیف ستائیس کتابیں پیش نظر تھیں اور اب اُنمیں بارہ کتابوں کا اضافہ ہوا۔
کتاب ہٰذا میں اشارات تحتی سے حضرات ذیل مراد ہیں۔

آنحضرت صلعم	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
حضرت سید المجذوبین	حضرت سید خضر رومی قلندر قدس سرہ
حضرت غوث الدہر	حضرت سید نجم الدین غوث الدہر قدس سرہ
حضرت قطب صاحب	حضرت قطب الدین بینا دل قلندر قدس سرہ
حضرت شیخ الاسلام	حضرت شاہ عبد السلام قلندر قدس سرہ
حضرت قطب جہاں	امام عبد الرحمن جانباز قلندر قدس سرہ
حضرت قطب العالم	حضرت شیخ عبد القدوس قلندر قدس سرہ
حضرت سید العرفاء	حضرت شاہ مجا قلندر لاہرپوری قدس سرہ
حضرت رئیس العارفین	حضرت شاہ فتح قلندر قدس سرہ
حضرت غوث العالمین	حضرت شاہ الہدیہ احمد قلندر قدس سرہ
حضرت حجۃ العارفین	حضرت شاہ عبد الرحمٰن قلندر ثانی قدس سرہ
حضرت کلید عرفاں	حضرت شاہ باسط علی قلندر قدس سرہ
حضرت قطب الوقت	حضرت شاہ مسعود علی قلندر قدس سرہ
حضرت ابو الوقت	حضرت شاہ علی مظہر قلندر الہ آبادی قدس سرہ
حضرت عارف باللہ	حضرت شاہ محمد کاظم قلندر علوی کاکوروی قدس سرہ
حضرت باقی باللہ	حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر قدس سرہ
حضرت غوث ملت	حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ
حضرت قطب الافراد	حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ
حضرت مقتدائے جہاں	حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ

حضرت فخر الکاملین
حضرت قطب الاقطاب
حضرت وارث الانبیاء

حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہ
حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ
حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر قدس سرہ

خاک نشین عتبۂ قلندر بندۂ احقر
تقی حیدر غفرلہ اللہ العلی الاکبر

مقدمہ

لفظ قلندر اور اسکے معانی اور دیگر خاندانوں کے

قلندر مشرب بزرگوں کے بیان میں

حضرت حق عز اسمہ نے جو اپنی ذات کو معہ اسماء و صفات کے اپنے وہم کامل کے آئینہ میں ملاحظہ فرمایا۔ اس کا نام عالم ہے اور چونکہ وہم کامل ہے لہذا ہر صفت نے اس وہم میں متشکل ہو کر ہر چیز بنا دی ہے اور اُسی صفت کی مناسبت سے اُس چیز کا ایک نام ہو گیا ہے چنانچہ ہنگامۂ ظہور میں صفات مختلفہ کے تشکل نے عرش سے لے کر فرش پر مرتبۂ جمادات نباتات و حیوانات تک مرتب کر کے ایک عظیم الشان اور مفصل عالم دکھایا ہے۔ پھر حیوانات کے بعد صفات مع ذات کے اجمالاً بیک دفعہ اس وہم میں منعکس ہوئی جس سے ہیکل انسانی قائم ہوئی اور چونکہ انعکاس ذات کا وہم میں ہوا۔ لہذا انسان وہم میں مبتلا ہو گیا اور اُن وہمی صفات کو اپنی صفات اور اس وہمی ہیکل کو اپنی صورت سمجھ بیٹھا اور چونکہ وہم حقیقی کا کمال اسی کا مقتضی ہے کہ ذات صرف کا ظہور بھی قطع نظر اسماء و صفات کے وہمی کر دکھائے لہذا اس تعین میں انسان نے اپنے کو ایک جداگانہ شئے سمجھ لیا ہے اور ہر انسان اپنے کو دوسرے کا غیر سمجھے ہوئے ہے

گویا ذات نے اس آئینہ وہمی میں اپنے کو ایک ایک تعین کے مدرکات تو لذذات راحت و تکلیف کا رنج وسرور حاصل کرنے کے لیئے رہن کر دیا ہے۔ اسی مقام سے کہا ہے ؎

گردکردن بباده خویشتن را	نهادن بر سری جان وتن را

اور یہ اُس کی تشبیہ کا کمال ہے پھر جب کسی تعین میں وہ اپنے کمال اطلاقی و علم یقینی کا ظہور کرنا چاہتا ہے تو اُس کو ایک الجھن اس ہنگامۂ وہمی سے پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ ارادہ کرتا ہے کہ یہ جو جال بندھا ہوا ہے اس کو توڑ کر کسی طرح اپنے مرتبہ بیرنگی و بیکیفی پر فائز ہو جائے جو اُس کا ذاتی مرتبہ ہے اور جو ان تمام بکھیڑوں سے پاک ہے اس شخص کو سالک کہتے ہیں حضرت مولانائے رومی فرماتے ہیں ؎

چونکہ بیرنگی اسیر رنگ شد چون بہ بیرنگی رسی کان داشتی	موسئی با موسئی در جنگ شد موسئی و فرعون کردند آشتی

چنانچہ سالک جب اپنے تعین اور ہر شے کے شکل کو وجود مطلق کا وہم سمجھ لیتا ہے تو جاذبہ اطلاقی کی مدد سے اپنے وہمی افعال و صفات بلکہ اپنی وہمی ذات کو بھی فانی کر دیتا ہے اس وقت اُس کے دیدۂ اعتبار و چشم بصیرت کے سامنے سے ہر شے کی شیئیت اُٹھ جاتی ہے اور وہ ان سب کو مراتب وجود سمجھ کر ان میں عروج کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ عالم تکوین سے بالاتر قدم رکھتا ہے اور مقام واحدیت کے مشاہدہ میں مستغرق ہو کر واحدیت کی تفصیل میں عین وحدت کا اجمال مشاہدہ کرتا ہے۔ اور مقام وحدت سے دفعتاً نیستی و بیکیفی احدیت میں گم ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر وہ واصل کہا جاتا ہے اور اس طرح گم ہو جانے پر حضرت حق اُس کو مرتبہ وحدت پر واپس کرتا ہے کیونکہ احدیت سے مراد ذات حق ہے جو بالکل بیچون و بے چگون ہے۔ لہذا مراتب سے بالاتر ہے اسی وجہ سے گم ہو جانے پر سالک کا قیام احدیت میں غیر ممکن ہے۔ لہذا نزول ضروری ہے اس سیر کے بعد اُس کو بغیر اپنے مرتبہ سے جدا ہوئے مرتبہ احدیت کا شہود شروع ہوتا ہے اور وہ اپنی ذات کو آئینہ وہم حقیقی

ہیں حسبِ ظہور مشاہدہ کرتا ہے - اس مرتبہ پر وہ عارف کہا جاتا ہے یہاں تک کہ اپنے کمال ذاتی کو اپنے آئینہ وہم کامل میں بصورت اسماء و صفات و بہیئت عوالم و اشیا ملاحظہ کرتا ہوا اور اُس سے ذات حقہ کا یقین حاصل کرتا ہوا آخری مرتبہ نزول یعنی مرتبۂ انسانی پر پہنچ جاتا ہے اور عبودیت اختیار کرتا ہے تب اُس کو نزول عروج ایک ہو جاتا ہے اور وہ لاہوت کو ناسوت اور ناسوت کو لاہوت میں اور کل میں جزو اور جزو میں کل کو دیکھتا ہے اور اپنی حقیقت کو سمجھ کر لاہوت و ناسوت و جزو و کل سب سے مستغنی ہو کر ہر وقت ایک سرور میں رہتا ہے جس کو حیرت محمودہ کہتے ہیں اس مقام پر اُس کو انسان کامل یا عارف تام المعرفت اور قلندر کہتے ہیں جس کی نسبت حضرت مولانا احمد جام فرماتے ہیں ؎

قلندر پرتو نور الٰہی است   قلندر مطلع انوار شاہی است

قلندر را مقام کبریائی است   قلندر دُر بحر آشنائی است

قلندر موج بحر لایزالی است   قلندر نور شمع ذو الجلالی است

قلندر قطرۂ دریای عشق است   قلندر ذرۂ صحرای عشق است

قلندر سرّے از اسرار بیچون   قلندر از ہوا و حرص بیرون

قلندر سایۂ پروردگار است   قلندر محض ذات کردگار است

قلندر را نباشد کفر و ایماں   قلندر را نباشد علم و ایقاں

قلندر را نباشد خانمانے   قلندر را نباشد این و آنے

قلندر را نباشد آرزوئے   قلندر را نباشد تار موئے

قلندر را نباشد ابتدائے   قلندر را نباشد انتہائے

قلندر از ہمہ بیزار باشد   قلندر مخزن اسرار باشد

قلندر بے زبان بی مکان است   قلندر بانشانِ بی نشان است

قلندر ہست دریائے معانی   قلندر ہست مرد لا مکانی

قلندر قلزم توحید باشد — قلندر چشمۂ تفرید باشد

قلندر از ہمہ مذہب برون است — قلندر را نداند کس کہ چون است

قلندر را نباشد ہیچ دینے — قلندر را نباشد حرص و کینے

قلندر کو مبرا از خودی شد — قلندر غرق بحر بیخودی شد

قلندر خرقۂ از عشق دوزد — قلندر خرقۂ کونین سوزد

قلندر را علم از عشق باشد — قلندر را قدم از صدق باشد

قلندر فارغ از کون و مکان است — قلندر را نمیدانم چسان است

قلندر مرغ لاہوت است ایدوست — قلندر باز جبروت است ایدوست

قلندر کسوت مردم گزیند — قلندر را بعالم کس نہ بیند

قلندر گاہ پنہان گاہ پیدا — قلندر گاہ صورت گاہ معنے

قلندر ہر زمان اندر شہود است — قلندر ہر زمان در ہست و بود است

قلندر ہر زمانے غرق نور است — قلندر دائما اندر ظہور است

قلندر گہ تجلے کرد بر طور — قلندر را دو موسیٰ را ہمہ نور

قلندر لی مع اللہ گفت در راز — قلندر با حبیب اللہ دمساز

قلندر گہ در آمد در دل یار — قلندر گہ بر آمد بر سر دار

قلندر را تجلی ہست بسیار — قلندر می نماید بس نمودار

قلندر گہ بشکل آدم آمد — قلندر گہ بناز آدم آمد

قلندر گہ حبیب اللہ باشد — قلندر گہ خلیل اللہ باشد

قلندر شجرۂ این پست و بالا — قلندر ذات پاک حق تعالیٰ

قلندر شو کنون احمد قلندر — قلندر را ہمین کار است بہتر

رسالہ غوثیہ میں ہے کہ "القلندر بلسان السریانیة اسم من اسماء اللہ" مرادالمریدین

میں ہے کہ حضرت قاضی محمد تقی قلندر کے نزدیک قلندر و صوفی ہم معنی لفظ ہیں چنانچہ اصطلاحات کاشی میں بھی ہے کہ رند اور قلندر کے ایک معنی ہیں۔ رند کی تعریف شارح گلشن راز فرماتے ہیں کہ جو اوصاف و علامات و احکام تعینات سے نکل چکا ہو اور ان سب کو محو و فانی پا کر دور کر چکا ہو اور عین قید میں آزاد ہو ۔

خوشا رندی جدا گردیدن از خود دق آموش	دو عالم گر خورد بر ہم بجنبد دست افسوش

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی کے نزدیک قلندر وہ ہے جو علائق زمانہ سے ظاہری و باطنی تجرید حاصل کر چکا ہو اور شریعت و طریقت کا پابند ہو اور بحر وجود و شہود میں غرق رہتا ہو اور مقصود الطالبین میں ہے کہ قلندر وہ ہے جو اپنی امیدیں و آرزوئیں چھوڑ کر صاف ہو گیا ہو اور جو روحانی ترقی کر کے قیود و تکلفات رسمی چھوڑ کر فوائد کونین سے قطع نظر کر کے سب سے منقطع ہو کر اسی کا ہو رہا ہو اور اس مرتبہ پر پہنچ کر قیود نفس و عقل سے نجات پا کر نشاط و انبساط و اشارت و بشارت سے بے تعلق ہو گیا ہو اور ملامتی و صوفی و قلندر میں فرق یہ ہے کہ قلندر تجرید و تفرید میں کامل ہو کر اپنے محامد و عبادات چھپانے میں کوشاں رہتا ہے اور ملامتی اپنے عبادات چھپاتا تو ہے مگر اپنی اچھائیوں کے اظہار یا برائیوں کے اخفا سے لاپرواہ ہوتا ہے اور صوفی خلق سے فارغ ہونے کے ساتھ مطلقاً آزاد ہوتا ہے اور اس کو کسی کی رد و قبول سے سروکار نہیں رہتا ہے۔

رسالہ غوثیہ میں ہے کہ "بلغنا املاۂ ان حال الملامی حال شریف و مقام عزیز بالتمسک بالسنن و الآثار و التحقق بالاخلاص و الصدق و لیس مما یزعم المفتونون بشیء و اما القلندریۃ فھو اشارۃ الی قوم ملکھم سکرۃ طیبۃ القلوب حتی خربوا العادات فطرحو التقید بآداب المجالسات و المخالطات و ساحوا فی میادین طیبۃ قلوبھم فقلت اعمالھم من الصلوٰۃ و الصوم الا الفرائض ۔

بر در میکدہ رندان قلندر باشند	کہ ستانند و دہند افسر شاہنشاہی
خشت زیر سر و بر تارک ہفت اختر پائے	دست قدرت نگر و منصب صاحب جاہی

اگر ترا سلطنت فقر بہ بخشند اے دل / کمتر ملک تو از ماہ بود تا ماہی

با گدایان در میکدہ اے سالک راہ / با ادب باش گر از سرِ خدا آگاہی

قطع ایں بادیہ بی ہمرہی خضر مکن / ظلمات است بترس از خطر گمراہی

ہمچو جم جرعہ مے کش کہ بسیر ملکوت / پر تو جام جہاں بین دہدت آگاہی

حضرت سیّد العرفا شاہ مجا قلندر لاہرپوری نے اکیسویں مکتوب میں حضرت رئیس العارفین شاہ فتیح قلندر جونپوری کو لکھا ہے کہ

"قلندر کسی است کہ از حالات و مقامات و کرامات گذشتہ باشد چوں شیخ عبدالعزیز کی براں درجہ رسید آنحضرت صلعم ویرا بخطاب قلندر ممتاز ساخت" ؎

چونکہ از مصطفیٰ ایں نام یافت / در جہاں معرفت آرام یافت

عارف محقق مولانا مغربی اسی مقام سے فرماتے ہیں ؎

تا اسرِ تو دیدیم ز ذرّات گذشتیم / و ز جملہ صفات از پی آں ذات گذشتیم

چوں جملہ جہاں مظہر و آیات وجود اند / اندر طلب از مظہر و آیات گذشتیم

با ما سخن از کشف و کرامات مگوئید / چوں ما ز سر کشف و کرامات گذشتیم

بسیار ز احوال و مقامات بلا قید / با آنکہ ز احوال و مقامات گذشتیم

از خانقہ و صومعہ و زاویہ رستیم / ز اوراد رہیدیم و ز اوقات گذشتیم

اندر رہِ درس و مقالات بجستیم / واز شبہ تشکیک و سوالات گذشتیم

از کعبہ و بتخانہ و زنار و چلیپا / وز میکدہ و کوے خرابات گذشتیم

در خلوتِ تاریک ریاضات کشیدیم / در واقعہ از سبع سموات گذشتیم

دردِ سرِ ارشاد زما دور کن اے پیر / کز پیر و مریدی و ارادات گذشتیم

دیدیم کہ اینہا ہمگی خواب و خیال است / مردانہ ازیں خواب و خیالات گذشتیم

ای شیخ اگر جملہ کمالات تو این ست / خوش باش کزیں جملہ کمالات گذشتیم

اینہا بحقیقت ہمہ آفات طریق اند	المنۃ للہ کہ ز آفات گذشتیم
ما ازپے نوریکہ بود مشرق انوار	از مغربی و کوکب و مشکوٰۃ گذشتیم

فقرات حضرت خواجہ عبیداللہ احرار نقشبندی میں ہے کہ

"قلندری تجرید حقیقت خوداست از موانع و دور کردن انچہ از جانب خود است و باقی داشتن انچہ از جانب حق است سبحانہ و تعالیٰ و گم کردن خود را بحیثیتے کہ ہر چند خود را جوید نیابد چنانکہ مرید ذوالنون مصری قدس سرہ از حضرت بایزید بسطامی پرسید کہ بایزید کجاست وی گفت کہ سی سال است کہ بایزید را میجویم نمی یابم اگر بتوانی یافت بجو"

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کا ارشاد ہے کہ فرقۂ قلندریہ کو ایسا دلی اطمینان اور سرور حضور حق و مشاہدہ و مستی و سکر حاصل ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے اُن کے اعمال ظاہر یعنی نوافل وغیرہ میں کمی ہوجاتی ہے وہ محض سرور و حضور باطن پر اکتفا کرتے ہیں مگر ترک فرائض نہیں کرتے۔ حضرت شیخ رکن الدین لطائف قدوسی میں اپنے والد حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے اس ارشاد کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ شیخ الشیوخ نے برعایت شرع ایسا فرمایا ورنہ میں نے تو حضرت شاہ شرف بو علی قلندر و خواجہ محمد قلندر وغیرہ سے ترک فرائض بھی ہوتے سنا ہے۔

خود میں نے حضرت شیخ حسین قلندر سرہر پوری کو باوجود عالم متبحر ہونے کے تارک فرائض پایا چنانچہ ایک روز اُن کے بابت حضرت شیخ محمد فخرالدین جونپوری سے میں نے پوچھا بھی تو انھوں نے فرمایا کہ ہم اس کی بابت کچھ نہیں کہہ سکتے اس لیئے کہ وہ قلندر ہیں اور ہم صوفی اور بظاہر ترک فرائض کا طعن بھی نہیں کرسکتے اسلئے کہ خدا نے ان حضرات کو مرتبہ وہی ایسا عطا فرمایا ہے کہ ایک حال اور ایک وقت میں روحانی قوت سے وہ اپنے کو کئی جگہ دکھا سکتے ہیں اگر ایک مقام پر ترک فرائض کرتے ہوں تو کیا عجب کہ دوسرے مقام پر فرائض ادا کرتے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ چونکہ دارمدار تکالیف شرعیہ کا عقل پر ہے اور ان کی عقلیں بوجہ غلبۂ حال

کے مغلوب ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا اہل سکر کے حکم میں ہوں جن پر تکالیف شرعیہ نہیں ہیں السکارٰے معذوروں اگرچہ بعض امور میں وہ ہوشیار معلوم ہوں، انتہی حضرت شاہ نعمت اللہ قلندر رسالہ قلندریہ میں لکھتے ہیں کہ۔

"صوفی منتہی چوں بمقصد رسد قلندر گردد ذکر قلندر حق است کہ از ہمہ عالم مستحق است
وین قلندر داناکہ اوست برہمہ توانا دنیائے قلندر تفرید کہ بشارت سید ہد بتوحید علم قلندر سہو
علی قلندر محو دراۃ قلندر عشق ہست والعشق ہو اللہ"

غرض جو شخص ان اوصاف سے متصف ہوگا اُس کو قلندر مشرب کہیں گے خواہ وہ کسی سلسلہ یا خاندان کا ہو چنانچہ حضرت شیخ محمد چشتی دہلوی مطلوب الطالبین میں خانوادہ قلندریہ کے بیان میں لکھتے ہیں کہ ہر سلسلہ میں سے جو شخص مرتبہ بدلیت پر پہونچا وہ قلندر مشرب ہوا جیسے حضرت شمس تبریزی سہروردی حضرت مولانائے رومی سہروردی حضرت فخرالدین عراقی سہروردی خواجہ حافظ شیرازی خواجہ مسعود بک چشتی وغیرہ قلندر مشرب حضرات تھے حضرت شیخ عبدالرحمن چشتی صابری مراۃ الاسرار میں لکھتے ہیں کہ بارہویں خانوادہ میں حضرات قلندریہ ہیں اور یہ حضرات مختلف سلاسل کے بزرگان دین ہیں جنھوں نے مشرب قلندریہ اختیار کیا۔ چنانچہ حضرت شیخ محمد قلندر نیز اُن کے مریدین یہی مشرب عظیم القدر رکھتے تھے یہ شعر انھیں کا ہے ؎

	ایں سخن داند کسیے کو آشناست		ما ز دریائیم و دریا ہم زماست

خواجہ ابواسحاق مغربی و حضرت ابو تراب نخشبی اور اکثر سلسلوں کے بزرگان دین اسی مشرب پر ہوئے ہیں ابدال اکثر اسی مشرب میں ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ محمد اکرم چشتی اقتباس الانوار میں خانوادہ قلندریہ کے بیان میں لکھتے ہیں کہ خلفائے حضرت فرید گنجشکر میں حضرت سید علاء الدین علی احمد صابر اور اُن کے خلیفہ حضرت سید شمس الدین ترک پانی پتی قلندر مشرب تھے اور حضرت سید محمد گیسو دراز خلیفہ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی بھی

قلندر مشرب تھے اور یہ اشعار انھیں کے ہیں ؎

زمین و آسماں ہر دو شریف اند نظر ور دیدۂ ناقص فتادہ	قلندر را دریں ہر دو مکاں نیست دگرنہ یار من از کس نہاں نیست

حضرت سید محمد بن جعفر مکی خلیفہ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی بھی قلندر مشرب تھے یہ اشعار اُن کے ہیں ؎

اندر رہ عشق سرسری نتواں رفت خواہی کہ پس از کفر بیابی ایماں	تا دیدہ رہ قلندری نتواں رفت تا جاں ندہی بکافری نتواں رفت

حضرت خواجہ مسعود بک خلیفہ شیخ رکن الدین بن شہاب الدین امام حضرت سلطان المشائخ بھی قلندر مشرب اور بڑے عارف بیباک تھے یہ شعر اُن کا ہے ؎

مجرد شو از دین و دنیا قلندر	کہ راہِ حقیقت ازیں ہر دو برتر

اور حضرت مخدوم شیخ عبد الحق ردولوی خلیفہ حضرت شیخ جلال پانی پتی چشتی و حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی و حضرت شیخ مودود لاری استاد حضرت شیخ امان پانی پتی اور خود حضرت شیخ امان شارح لوائح اور حضرت شیخ جلال الدین قریشی بھی قلندر مشرب تھے یہ شعر انھیں کا ہے ؎

من مست می عشقم ہشیار نخواہم شد	از رندی و قلاشی بیزار نخواہم شد

حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی کابلی کا بھی یہی مشرب تھا چنانچہ وہ ایک مکتوب میں حضرت شیخ تاج الدین سنبھلی اپنے خلیفہ کو تحریر فرماتے ہیں کہ

شما کتب محققین مطالعہ کردہ اید کہ طریقہ رسول اللہ صلعم بے تفاوتے طریقہ ایشانست اخفاء و عدم امتیاز از خلق و شکستگی و متواضع بودن و خود را در دائرہ عوام انداختن و اکتفا بسنن معتادہ نمودن و با اسباب ظاہری توسل نمودن طریقہ حضرت مصطفیٰ صلعم چنانکہ شیخ محی الدین بن عربی در کتاب فتوحات مکیہ گوید۔ ھذا مقام رسول اللہ و مقام ابی بکر الصدیق

ومن المشائخ ابی یزید البسطامی وحمدون القصار وابی سعید الخراز
ومن السادات ابوالسعود ابن الشبلی وھذا احالنا"

خواجہ عبیداللہ المعروف بہ خواجہ خورد خلف رشید حضرت خواجہ باقی باللہ
وحضرت شاہ گلشن نقشبندی مجددی بھی قلندر مشرب تھے حضرت فخرالدین عراقی
فرماتے ہیں ؎

تا صومعہ و مدرسہ ویران نشود	ایں کار قلندری بساماں نشود
تا ایماں کفر و کفر ایماں نشود	یک بندہ حقیقتاً مسلماں نشود

حضرت مولانائے رومی فرماتے ہیں ؎

بزم شراب لعل و خرابات کافری	کار قلندر است و قلندر ازو بری
سیمرغ کوہ قاف مقام قلندری	وصف قلندر است و قلندر ازو بری

حضرت سید المجذوبین شیخ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی فرماتے ہیں ؎

برو راہ قلندر را بہ پیما و سراسر بیں	بہر گامی ازو صد سر فگندہ افسر سر بیں
چہ موسیٰ و چہ عیسیٰ و چہ پیر و رسلان احمد	چہ ترسا و چہ مغ آنجا ہمہ گشتہ برابر بیں
نہ ملک آنجا نہ درویشی نہ پیوند ست نہ خویشی	نہ کیش است و نہ بی کیشی بحرفی جملہ مضمر بیں
نہ آنجا کفر و نے ایماں نہ آنجا حجت و برہاں	نہ آنجا آیۂ قرآں ہمہ کج راست باور بیں
قلندر را اگر از شہا خدائے را اگذ ارش ہا	خدا اندر قلندر دان قلندر را خدا خور بیں

حضرت غوث ملت لسان الحق شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ الاطہر فرماتے ہیں ؎

اے بیخبر چہ پرسی از مذہب قلندر	بر حق بود انا الحق در مشرب قلندر
اہل حقیقت ست و قائل بوحدت است او	حرف دوئی نشنود کس از لب قلندر
از بکذر و زہستی کو شد بحق پرستی	جز نور حق نشاید در کوکب قلندر
روز و شب حضور با حق نہ غیبت است از خلق	زنگی عجیب دارد روز و شب قلندر

عبدالعزیز کی شیخ است مقتدائیش تعلیم حق گرفتم شل تراب من ہم	ازلطفِ او برآید ہر مطلب قلندر تا نام حق بخواندم در مکتب قلندر	

جناب منشی وہاج الدین صاحب رسالہ کبریت الاحمر میں لکھتے ہیں کہ قلندری مقام رسول اللّٰہی کا نام ہے جس کی نسبت کتاب بحر المعانی میں میں نے یہ حدیث دیکھی ہے۔ انی اعرف رجالاً من امتی فی لیلۃ المعراج مقامھم فی مقامی عنداللّٰہ۔ صحابہ کرام کو یہ مقام قلندری یکے بعد دیگرے نصیب ہوا اور اُن میں کوئی فرق بعد اس مقام کے حاصل ہونے کے ایک دوسرے سے نہیں ہے اور یہی مقام دوازدہ امام کو بالترتیب یکے بعد دیگرے حاصل ہوا اور حضرت اُویس قرنی بھی اس مقام پر فائز ہوئے ہیں اور بعد اس کے دیگر خاندانوں میں جن کی تعداد مجھے مفصل طور پر ٹھیک نہیں معلوم ہے۔ اُن میں سے یہ حضرات میرے علم میں بھی خاص کر مقام قلندری پر فائز ہوئے ہیں حضرت منصور۔ حضرت جنید حضرت شبلی۔ حضرت غوث الاعظم قلندران سلسلۂ قلندریہ وقادریہ جن میں ہمارے یہاں کے حضرات داخل ہیں اور متقدمین سلسلہ نقشبندیہ۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی۔ حضرت بابا فرید گنجشکر۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا۔ حضرت مخدوم علی احمد صابر۔ حضرت مخدوم عبدالحق ردولوی حضرت شمس تبریز حضرت مولانائے رومی۔ حضرت حکیم سنائی۔ حضرت فریدالدین عطار۔ حضرت محی الدین ابن عربی حضرت محمود تبریزی۔ حضرت نجم الدین رازی۔ حضرت فخرالدین عراقی۔ حضرت مولانا حافظ شیرازی۔ حضرت شمس الدین محمد مغربی۔ حضرت عبدالکریم جیلی۔ حضرت شاہ بوعلی قلندر حضرت سرمد وغیرہ وغیرہ۔ ان حضرات میں کوئی فرق نہیں۔ اگر کچھ فرق ہے تو ذاتی نسبتوں کا باقی جس خاندان میں جن حضرات کا مقام قلندری نہیں ہوا ہے اُس خاندان کے نسبتیں اسمای وصفاتی مختلف ہیں۔ مثلاً خاندان قلندریہ کی نسبت مردی کہی جائے گی۔ اور خاندان قادریہ کی نسبت بھی مردکی کہی جائے گی۔ مگر یہ نسبت بسبب جامعیت کے قلندر سے اعلیٰ ہے۔ اور

قلندریہ کی نسبت بسبب رندی و آزادی کے قادریہ سے اعلیٰ ہے اور چشتیہ کی نسبت عورت کی ہے۔ متاخرین نقشبندیہ کی نسبت چونکہ تقلیدی مجاہدہ کی ہے یعنی تحقیقی نہیں ہے لہٰذا قلندری و قادری نسبت سے کم ہے اور وہ نسبت برقلب موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام ہے لہٰذا جو فرق حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام اور آنحضرت صلعم میں ہے وہی فرق نقشبندیہ و قلندریہ خاندان میں ہے اور طریقہ قلندریہ عظیم الشان ہے جس کی کوئی حد نہیں مگر بسبب اخفا و گمنامی کے اس خاندان کے حضرات نے اپنے آپ کو خاک میں ملا دیا ہے۔ اس مقام قلندری کے بیان میں کلام مجید میں اصحاب کہف کا قصہ ہے۔ جو اُن کی بے خودی ہے وہ قلندر کا محو ہے اور جو اُن کی بیداری ہے وہ قلندر کا صحو ہے اور ہر شخص کو یہ مقام از روئے نص ہذا کے حاصل ہو سکتا ہے بشرطیکہ جاذبہ الٰہی شامل حال ہو۔ قل یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم۔ اور یہ وہ مقام ہے جس کے حصول کے واسطے حضرت موسیٰ کو خداوند عالم نے شیطان کے پاس بھیجا تھا جس کا ذکر حضرت فریدالدین عطار کے قصیدہ میں ہے اور جس کی حصول کے لئے حضرت عیسیٰ آخر زمانہ میں امت محمدی میں داخل ہو کر حضرت امام مہدی کی اقتدا کریں گے۔

مجکو ایک واقعہ میں یہ مشاہدہ ہوا ہے کہ صف اول حضورِ حق میں ایسے قلندروں کا ہر شخص ہر شخص ہے اور وہ ایسی بہشت ہے کہ جہاں صور کے بیچ و شرا ہوتی ہے اور یہ صف اول فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر کی ہے جس کو حضرت نجم الدین رازی نے کتاب مرصاد العباد میں لکھا ہے المختصر اعلیٰ ترین ہر خاندان میں مقام قلندری ہے۔ حضرت شیخ حسین بلخی فرماتے ہیں ؎

قلندر کے بباید در عبارت	قلندر کے بگنجد در اشارت

اب میں اس مضمون کو حضرت شاہ حفیظ اللہ خلیفہ حضرت قاضی محمد تقی قلندر مھونوی کے اشعار پر ختم کرتا ہوں ؎

قلندر مظهر خاص الٰهی ست — قلندر محرم سرّ کماهی است
قلندر ذات حق برجاے دیده — قلندر دیده گوید نے شنیده
قلندر رهبر هر دو جهان است — قلندر واقفِ سرّ نهان است
اگر خواهی که باشی پیر و رهبر — قلندر شو قلندر شو قلندر
قلندر گو قلندر گو قلندر — قلندر جو قلندر جو قلندر
قلندر شد خدا دان و خدا بین — قلندر باشش و اسرار خدا بین
قلندر داند از اسرار تشبیه — قلندر بیند از تشبیه تنزیه
قلندر شد معرا از علایق — قلندر شد مبرا از خلایق
قلندر پادشاه دین و دنیاست — قلندر راز دار سرّ مولیٰ ست
قلندر را چه بیند کور مهجور — قلندر را چه داند از خدا دور
چه گویم من ز اوصاف قلندر — چه ذاتِ عالی ست الله اکبر
خداوند از لطف بنده پرور — مرا کن از غلامان قلندر

نغمۂ اوّل

ذکر قدوۂ اصحاب صفا علیہ رحمۃ سلسلہ قلندریہ حضرت شیخ عبدالعزیز

مکی معروف بہ عبداللہ علمبردار قلندر

آپ حضرت صالح پیغمبر علیہ السلام کی اولاد سے اور حواریین حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہیں اُن کے بعد اور بھی اکثر انبیا علیہم السلام کی شرف زیارت سے مشرف ہوئے۔ قبل بعثت حضرت رسالت پناہ صلعم آپ منتظر بعثت تھے جب آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے تو مشرف بہ اسلام ہو کر اصحاب صفہ میں داخل ہوئے۔

رسالۂ غوثیہ[1] میں ہے کہ

"طریقہ مشایخ ما یا اصحاب صفہ می ماند کہ اسرار از حضرت بابرکات پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بالمشافہہ گرفتہ اند وایشاں از خواص اولیاے خدا اند و مخدعیان قومی از اولیاء اللہ اند و مخدع اسم ظرف است بمعنے مکانے پوشیدہ و در اصطلاح نہانخانہ اسرار را گویند یعنی ایں گروہ از نسبت قرب وصول بہ نہانخانہ رسیدہ اند کہ آنجا کسی را دستی نہ دہران بساط دیگرے راگذر نہ۔

ع انا الحسنی والمخدع مقامی قول حضرت سید عبدالقادر شعر از ان آنست

مناقب القلندریہ میں ہے کہ حضرت غوث الدہر رضی نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم اصحاب کے پاس تلقین ذکر کیلئے خلوت میں تشریف لیجاتے تھے اور اُس خلوت گاہ میں سوراخ تھے تو

[1] یہ رسالہ غوثیہ کی عبارت کا ترجمہ ہے کیونکہ وہ اصل رسالہ عربی میں ہے ۱۲-

بعض صحابہ باہر سوراخوں سے ایک آنکھ سے یہ دیکھتے تھے کہ آنحضرت صلعم اصحاب صفہ کو ذکر کیونکر تلقین فرما رہے ہیں تو اُسی قدر ادراک کرتے تھے جو ایک آنکھ سے ادراک کیا جاتا ہے لیکن جو اصحاب خلوت کے اندر ہوتے تھے وہ دونوں آنکھوں سے دیکھتے تھے تو اصحاب صفہ دیگر صحابہ سے زیادہ واقف اسرار و عالم تھے کیونکہ وہ خواص صحابہ سے تھے۔

صُفَّہ بضم صاد و تشدید فا ایک چبوترہ مسجد نبوی میں تھا جس پر فقراء مساکین صحابہ رہتے تھے اس لیئے اُن کو اصحاب صفہ کہتے ہیں اُن لوگوں کی تعداد بسبب نکاح یا سفر یا موت گھٹتی بڑہتی تھی حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اُن کی تعداد سو سے زائد لکھی ہے۔

قاضی ناصرالدین بیضاوی لکھتے ہیں کہ اصحاب الصفۃ[1] کانوا نحواً من اربعمائۃ من الفقراء المهاجرین یسکنون صفۃ المسجد یستغرقون اوقاتھم بالتعلم والعبادۃ وکانو یخرجون فی کل سریۃ[2] بعثھا رسول اللہ صلعم یہی تعداد جواہر التفسیر میں بھی مذکور ہے فضائل اصحاب صفہ کتب سیر و احادیث میں بہت ہیں۔

آپ کا نام کتب اسماء الرجال میں نہ ہونا منافی آپ کی صحابیت کی نہیں ہے کیونکہ اکثر صحابہ ایسے ہیں جن کا ذکر کتب اسماء الرجال میں نہیں۔

تعلیم و تلقین اولاً آپ نے حضرت رسالت مآب صلعم سے پائی پھر حضرت خاتم الولایت جناب امیر کرم اللہ وجہہ سے حاصل کی۔

ایک بار آپ آنحضرت صلعم کے ہمراہ کسی غزوہ میں گئے راستہ میں آپ پر ایسا سکر طاری ہوا کہ اُس حالت میں تیئس[2] برس گذر گئے جب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ مع لشکر جنگ صفین کے لیئے اِدہر سے گذرے تو آپ ہوشیار ہوکر اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بمقتضاے ارشاد نبوی صلعم کہ انا مدینۃ العلم و علی بابھا میں آپ کے

---

[1] اصحاب صفہ تقریباً چار سو فقراء مہاجرین تھے جو چبوترہ مسجد پر رہتے اور اپنے کل اوقات تعلیم عبادت میں صرف کرتے تھے اور جس سریہ میں حضرت رسالتمآب صلعم بھیجتے تھے جاتے تھے [2] سریہ وہ لڑائی جس میں آنحضرت خود بنفس نفیس تشریف نہیں لیجاتے تھے

دست مبارک پر بھی بیعت کرنا چاہتا ہوں یہ فرما کر بیعت کی اور شریک جنگ ہوئے مراد المریدین میں ہے کہ بعض رسائل میں ہے کہ تعلیم و تربیت آپ نے حضرت رسالتمآب صلعم سے پائی پھر چاروں خلفائے راشدین سے یکے بعد دیگرے بیعت کی خلیفہ چہارم سے بیعت کرنے کے بعد گوشہ نشین ہو گئے مگر اور کتابوں سے آپ کی بیعت بجز حضرت رسالتمآب صلعم و جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے اور کسی خلیفہ سے ثابت نہیں ہوتی۔

مولانا عبدالقادر رباسطی رسالہ منظومہ ربط المشائخ میں فرماتے ہیں ؎

خواجہ عبدالعزیز عبداللہ	آن علمدار مصطفیٰ زسپاہ
بابنی بود در سفر بوفاق	در مکانی گرفتش استغراق
تا زمانیکہ حیدر صفدر	سوئے صفین راند با لشکر
شغب لشکرش بگوش رسید	با فاقت درآمد و بدوید
گفت کو مصطفیٰ و لشکر او	من فدائے غلام و چاکر او
قوم گفتند رفت از دنیا	وز پس او سر مرد از خلفا
این وصی دیست و شیر خدا	علی مرتضیٰ امیر ہدیٰ
تا بدولت بدانجناب رسید	بیعتش کرد و حب متش بگزید
ہر کہ نہید ستر مرتضوی	خواند مارا قلندر علوی

مگر بعد وفات خلفائے ثلاثہ اُن کی ارواح مقدسہ سے فیضیاب اور مجاز ہونا ممکن ہے آپ کو سکر و جذب میں تیس تیس چالیس چالیس سال گذر جاتے تھے اور پھر اُس سے افاقہ بھی ہو جاتا تھا۔

فصول مسعودیہ میں ہے کہ شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالعزیز مکی معہ اپنی جماعت کے ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے۔ ایک جگہ پر پہونچ کر فرمایا کہ ما احسن ھذا المکان[1] پھر

[1] کیسی اچھی جگہ ہے ۱۲۔

وضو کرکے نماز تحیت الوضو کی نیت باندھی اور اُس میں ایسے مستغرق ہوگئے کہ پہلی رکعت میں چالیس سال گذر گئے۔ مریدین اور رفقاء یہ دیکھ کر متفرق ہوگئے چالیس برس کے بعد اتفاقاً ایک مرید پھر اُدھر سے گذرا اُس نے قدمبوس ہوکر عرض کیا کہ ایّھا الشیخ کم تقوم قد مضی اربعون سنۃ آپ نے آنکھ کھولدی اور نماز تمام کرکے پوچھا کہ کتنا زمانہ گذرا اُس نے کہا چالیس[۱] سال تب وہاں سے روانہ ہوئے اور ممالک کی سیر کرتے ہوئے پاک پٹن پہونچے یہاں لوگوں سے فرمایا کہ میں سردابہ میں اُترتا ہوں تم اُسے بند کر دینا۔ جب آپکے سردابہ سے نکلنے میں چند روز باقی رہے تو حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی حضرت شیخ فریدالدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہما اپنے حل شبہات سلوک کیلئے آپکے سردابہ پر حسب بشارت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ حاضر ہوئے آپ نے سردابہ سے نکل کر اُن کی شبہات حل فرمائے اور حضرت بابا صاحب کو اُن کی حسب خواہش قبر کی جگہ مرحمت کرکے فرمایا کہ پھر میں سردابہ میں جاتا ہوں اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں نکلوں گا۔ اب آیندہ کوئی ہرگز سردابہ نہ کھولے۔ بارہ ذالحجہ کو آپ سردابہ میں گئے چنانچہ اسی تاریخ پر آپکا عرس شریف ہوتا ہے۔ سردابہ کے گرد صرف احاطہ ہے صاحب مراد المریدین لکھتے ہیں کہ مجھے زائرین مزار اقدس سے بہ تحقیق معلوم ہوا کہ مزار حضرت بابا صاحب اندرون شہر اور آپ کا سردابہ بیرون شہر ہے۔ حضرت غوث ملت اصول المقصود میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے بھی وہیں کے ایک صالح وحاجی شخص سے جو یہاں آئے تھے یہی سُنا ہے۔ کتاب مظہر محبت مولفہٗ شاہ محبت علی خلیفہ حضرت شاہ شکر اللہ قلندر کاکوروی میں ہے کہ ولہ اربعۃ قبور وقام من کل قبر بعد اربعین سنۃ والقبر الرابع فی اجودھن وما قام من ھذا القبر و

۱؎ اے شیخ کب تک کھڑے رہئے گا چالیس سال تو ہوگئے ۲؎ واضح ہو کہ مراد المریدین میں یہ قصہ حضرت شیخ خضر رومی قلندر کے حال میں لکھا ہے مگر اسکو ملفوظات میں آپ ہی کے حال میں لکھا ہے ۳؎ اور اُنکی چار قبریں ہیں ہر قبر سے چالیس سال کے بعد نکلے اور چوتھی قبر اجودھن میں ہے اور اس قبر سے نہ نکلے اور شیخ فریدالدین نے اونکے پائیں اپنی قبر کیلئے جگہ لی اور (بقیہ صفحہ آیندہ)

(بقیہ صفحہ آیندہ)

قد اخذ الشیخ فرید الحق والدین تحت قدمیہ مقام القابر وقد عاش الشیخ عبد العزیز المکی علے وجہ الارض ستمائۃ سنۃ باختیارہ اور اسی کی مؤید عبارت رسالہ غوثیہ ہے[۱] قال الراوی کان لہ ای الشیخ عبد العزیز المکی اربعۃ قبور وفی کل قبر مکث اربعین سنۃ والناس یحسبون انہ توفی وھو لم یتوف ویخرج من قبرہ ویدور علے وجہ الارض ھکذا فعل ثلث مرات وقد یخرج من قبرہ بعد اربعین سنۃ والرابع ھذا القبر الذی کان عندہ قبر شیخ الاسلام فرید الدین ومن ھذا القبر لم یخرج ومدۃ عمر الشیخ عبد العزیز ستمائۃ سنۃ وھو من اصحاب الرسول کان بیدہ لواء النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ رسالہ مناقب القلندریہ (جس کا سنہ تالیف ماہ رجب ۸۷۰ھ ہے) میں ہے کہ قبر سے نکل آنے کی قدرت صرف اسی کو ہوتی ہے جسکو ذات الٰہی میں استغراق ہو اور جو مراقبہ اور خلوت مع اللہ میں زندہ ہویں اولیاء اللہ اپنی قبر میں مرتے نہیں بلکہ زندہ اور مراقبہ وذات الٰہی کے استغراق میں رہتے ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ الانبیاء یصلون فی قبورھم۔ شیخ ابو تراب نخشبی قبر میں بغیر کسی سہارے کے کھڑے ہوگئے لوگوں نے چاہا کہ انھیں لٹادیں تو آواز سنی کہ اللہ کے ولی کو اللہ کے ساتھ چھوڑ دو۔

آپ کا لقب علمبردار اس لیئے ہوا کہ بعض سفروں میں علم نبوی صلعم آپکے پاس رہا حضرت سید العرفا شاہ مجا قلندر نے حجۃ العارفین میں لکھا ہے کہ

"شیخ عبد العزیز مکی در بعضے اسفار علم رسول اللہ صلعم برداشتہ اند ازاں مشہور اند بعلمبردار"

(بقیہ صفحہ گذشتہ) حضرت شیخ عبد العزیز کی اپنے اختیار سے چھ سو برس زندہ رہے[۱] راوی نے کہا کہ انکی یعنی حضرت شیخ عبد العزیز مکی کی چار قبریں ہیں اور ہر قبر میں چالیس سال رہے اور لوگ سمجھتے تھے کہ انھوں نے وفات پائی حالانکہ وہ وفات نہیں پاتے تھے اور قبر سے نکلکر روئے زمین کا دورہ کرتے تھے اسی طرح تین مرتبہ کیا چوتھی قبر وہ ہے جسکے قریب حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر قدس سرہ کی قبر ہے اس قبر سے پھر نہ نکلے اور انکی مدت عمر چھ سو برس ہے اور وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے اور انکے ہاتھ میں علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ ۱۲

اور اس علم کے متعلق شیخ وجیہ الدین اشرف کتاب بحر زخار میں لکھتے ہیں کہ

"آن علم پیش فرزندان شاہ قطب الدین بنیا دل قلندر سرانداز غوثی در قصبہ نیگوکہ قریب جونپوست موجوداست مردمان زیارت می نمایند نگارندہ زخارہم بشرف زیارت آن علم مشرف شدہ از آہن است بقدر یک عصا شنیدم از ثقات کہ وقتے شخصے آں را بدزدی بردہ بود بخانہ آں دزد آتش افتاد وآں علم خود بخود بخانہ فرزندان شیخ قطب الدین آمد۔"

مرآۃ المریدین میں بھی یہی ہے۔ حضرت غوث ملت اصول المقصود میں تحریر فرماتے ہیں کہ سن بارہ سو پچیس ہجری میں جب میں حضرت بنیادل قلندر کے مزار اقدس پر فاتحہ خوانی کو جونپور گیا تھا تو راستہ میں ایک مقام پر ایک معلم سے جو وہاں کے قاضی زادوں میں تھے علم مبارک کا تذکرہ آیا انھوں نے کہا کہ واقعی قصبہ نیگو میں (جہاں حضرت شاہ نصیر قلندر خلیفہ حضرت شیخ قطب الدین بنیادل قلندر کا مزار ہے) وہ علم تھا اور میں نے بھی اس کی زیارت کی تھی مگر اب چند سال سے کھو گیا خدا معلوم کیا ہوا اگر اس زمانہ میں موجود ہوتا تو ضرور جاکر زیارت کرتا۔ لہذا اسکے وہاں ہونے میں مجکو کوئی شک شبہ نہیں کیونکہ اپنے حضرات مرشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے معنعن سنا ہے انتہی

آپ کی عمر بعد حصول زیارت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو سال کی شمار کیجاتی ہے اس سے پہلے کی عمر کے متعلق اختلاف ہے جسمیں دو قول ہیں ایک قول میں ہزار سال کی عمر اور دوسرے قول میں چھ سو برس کی مگر مشہور دوسرا ہی قول ہے کیونکہ حضرت کلید عرفان شاہ باسط علی قلندر کو کشف سے ایسا ہی معلوم ہوا۔[۱]

---

[۱] فصول مسعودیہ میں حضرت کلید عرفان کے کشف و کرامات کے بیان میں ہے جب کہ انھوں نے حضرت امیر سید خضر رومی قلندر کی تحقیق عمر و سنہ وفات وغیرہ خود انھیں کی روحانیت سے فرمائی تھی نیز حضرت سید نجم الدین غوث الدہر قلندر کی بھی عمر وغیرہ بیان فرمائی تھی انکے حال میں اس کا ذکر آئے گا ۱۲

لوگوں کو اتنی عمر ہونے پر تعجب ہوگا حالانکہ تعجب کی کوی بات نہیں اکثر جوگیوں نے صدہا سال کی عمر پای۔ اس کے علاوہ اگر صفحات تاریخ پر گہری نظر ڈالی جاوے تو امم سابقہ کے سوا ایسے معمر لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کی امت میں بھی ملیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اکثر اعمار امتی بین ستین وسبعین سے اکثریت مراد ہے نہ نفی کلیت مناقب القلندریہ میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میری امتیوں کی عمر ساٹھ اور ستر کے درمیان ہے میں نے اپنے شیخ حضرت غوث رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا فرمایا کہ اس حدیث میں یہ تاویل کی گئی ہے کہ زیادہ تعداد امتیوں کے عمر کی ساٹھ اور ستر کے درمیان ہوگی اللہ تعالے کا ارشاد ہے وقلیل من عبادی الشکور یعنی میرے بندوں میں شکر کرنے والے تھوڑے ہیں تو ایسے شکر کرنے والے اور بھی کم ہیں جو رب کا شکر رب سے کرتے ہیں اور ایسے لوگ اور بھی کم ہیں جو رب کو رب سے پہچانتے ہیں کیونکہ عارف وہ ہے جسکو اللہ نے اپنے نور سے وجود دینے کے بعد اُس کی صورت بنای اور تمام اعضا اپنے نور سے بنائے جو بی ینطق وبی یبصر وبی یسمع کے مصداق ہے وہ اللہ کو پہچانتا اور شکر کرنے والا بندہ ہے اور ایسے لوگ کم ہیں۔ حضرات صحابہؓ اولیاء اللہ وصلحا وغیرہ میں بھی بہت ایسے حضرات ملیں گے۔ جن کی عمریں زیادہ ہوئیں۔ مثلاً عمر بن مسیح کی عمر ایک سو پچاس برس کی ہوی۔ لبید ابن ربیعہ وحضرت ابو عبدالرحمن نسائی نے ایک سو ستاون سال کی عمر پای۔ مستو غر بن ربیعہ تین سو تئیس سال زندہ رہا۔ دینوری نے اپنے مجالستہ میں لکھا ہے کہ عبید بن شربتہ الجرہمی تین سو سال زندہ رہا۔ ابن ظفر کی کتاب النصائح میں ہے کہ عبدالمسیح بن قیس الغسانی کی عمر ساڑھے تین سو سال سے زیادہ تھی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اصابہ فی تمیز الصحابہ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام میں ایسے بھی لوگ تھے جن کی بڑی عمریں ہوئیں۔ مثلاً حضرت ربیع ابن صنع بن وہب بن بغیض بن مالک بن سعد بن عدی بن فزارہ الفزاری انکی عمر تین سو بیس سال

کی ہوی ۔ یہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ تک زندہ رہے ان سے جب عبدالملک نے انکی عمر پوچھی تو فرمایا کہ میں دوسو سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر رہا ۔ اور ساٹھ سال جاہلیت میں گذارے ۔ اور اب ساٹھ سال سے مسلمان ہوں یا حضرت حارثہ بن عبید الکلبی جنکی عمر پانچ سو سال کی ہوئی یا جدہ بن معاویہ بن القشیر بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعۃ العامری ہشام کہتے ہیں کہ میرے والد کہتے تھے کہ میں نے خراساں میں جدہ کو دیکھا تھا یہ بہزبن حکیم الفقیہ کے دادا ہیں زمانۂ جاہلیت میں تھے اور جب ہی انھوں نے حضرت عبد المطلب کو دیکھا تھا وفات ان کی ۹۶؁ھ میں بزمانہ ولید بن عبدالملک ہوی ۔ ابو حاتم سجستانی کہتے ہیں کہ جدہ ایک ہزار مرد و عورت کے عم تھے ۔ آمانا ۃ بن قیس بن شیبان بن عاتک بن معاویۃ الکندی طبری وذہبی نے ان کو صحابی لکھا ہے اُن کی عمر تین سوبیس سال کی ہوی ۔ آمد ابن ابد حضرمی کی تین سو سال کی عمر تھی انھوں نے ہاشم بن عبد مناف اور امیہ بن عبد الشمس کو دیکھا تھا اور حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں زندہ تھے اکثم بن صیفی بن رباح بن حارث بن مخاشن بن معاویہ بن شریف بن خراۃ بن رشید بن عمر بن یتیم الحکیم یہ حنظلہ بن ربیع بن صیفی صحابی کے چچا تھے ۔ ابو حاتم کہتے ہیں اُن کی عمر تین سو اور اُنکے والد صیفی کی عمر دو سو ستّر سال کی ہوی ۔ ان حضرات کے علاوہ اور بھی بعض صحابہ کی عمریں دراز ہوئیں ۔ جیسے دحیہ کلبی وحضرت صفوان ابن قصی وقس بن صاعدہ وغیرہم حافظ ابن حجر عسقلانی اصابہ میں حضرت سلمان فارسی کے حال میں لکھتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ پایا تھا جامع الاصول میں ہے کہ ان کی عمر اہل علم کے نزدیک ساڑھے تین سو سال کی ہوی اور حضرت صفوان بن قصی برادر عبد مناف کی بابتہ حضرت سید محمد بن جعفر مکی خلیفہ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کتاب بحر المعانی میں لکھتے ہیں کہ میں جب ان کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں تو ان کی عمر نوسو بانوے سال کی تھی ۔ یہ لوگوں سے پوشیدہ مکہ معظمہ کے پہاڑوں میں سکونت رکھتے

ہیں ان کو حضرت رسالت مآب صلعم نے درازی عمر کی دعا دی تھی حضرت شیخ محمد طاہر فتنی مجمع البحار میں لکھتے ہیں کہ قس[1] بضم قاف یذکر حدیثہ کثیرا وھو ممن آمن بہ صلعم قبل البعثۃ وبشربہ وکان من حکماء العرب وفصحائھم قیل ان عمرہ سبعمائۃ سنۃ وکان یلبس المسوح اور بابا رتن ہندی کا قصہ جو سن چھ سو میں ظاہر ہوئے اور دعواے لقاے نبوی صلعم کیا نفحات الانس میں مذکور ہے علامہ مجدالدین شیرازی صاحب قاموس ان کو صحابہ میں شمار کرتے ہیں اور حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی کا ان سے ملاقات کرنے اور خرقہ لینے اور اس پر فخر کرنے کے قصص لطائف اشرفی میں مذکور ہیں۔ ملا عبد العلی بحرالعلوم فرنگی محلی لکھنوی شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں کہ ینبغی[2] ان لا یذکر الرتن بالشر لاحتمال لصحتہ حذرا عن الوقوع فی الکبیرۃ پھر لکھتے ہیں کہ ثم[3] مثل الرتن ما یدعون الاولیاء القلندریۃ البررۃ الکرام صحبۃ عبد اللہ ویلقبونہ بعلمبردار وینسبون خرقتھم الیہ ویدعون اسنادا متصلا ویحکون حکایۃ عجیبۃ ویدعون بقائہ قریبا من ستمائۃ سنۃ فلا مجال لنسبۃ الکذب الیھم فانھم اولیاء اللہ صاحب الکرامات محفوظون من اللہ واللہ اعلم۔

محدثین کو حضرت عبد العزیز مکی کی وجود سے سخت انکار ہے مگر ملا بحرالعلوم نے شرح مسلم الثبوت

---

[1] قس بضم قاف ان کی باتیں بہت بیان کیجاتی ہیں یہ اُن لوگوں میں سے ہیں کہ جو آنحضرت صلعم پر ایمان لائے قبل بعثت اور آپ کی بشارت دی یہ حکماء وفصحاے عرب سے تھے بعض کہتے ہیں کہ اُن کی عمر سات سو برس کی ہوئی یہ صوف پہنتے تھے ۱۲

[2] مناسب یہ ہے کہ رتن کا ذکر برائی سے نہ کیا جاے بسبب احتمال صحت کے گناہ کبیرہ سے بچنے کے خیال سے ۱۲

[3] پھر رتن کی ہی ایسی بات کا دعوی حضرات اولیا کرام قلندریہ کرتے ہیں یعنی صحابیت عبد اللہ کے بارہ میں اور انکو علمبردار کے لقب سے ملقب کرتے ہیں اور اپنا خرقہ اُن کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اسناد متصل کا دعوے کرتے ہیں اور حکایات عجیبہ بیان کرتے ہیں اور چھ سو برس انکی زندگی کا دعوی کرتے ہیں پس ان ہر کو غلط خیال کرنے کی مجال نہیں ہے کیونکہ وہ اولیاء اللہ صاحب کرامات ہیں منجانب اللہ محفوظ ہیں واللہ اعلم ۱۲

ہیں لکھا ہے کہ انکار کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی کیونکہ محدثین و ماہرین رجال میں سے کسی نے
بھی احصاء کا دعوے نہیں کیا ہے کہ جس قدر ہماری معلومات ہیں بس اسی قدر صحابہ تھے
اور اُن کے علاوہ کسی اور صحابی کا وجود نا ممکن ہے۔ عمر کا اس قدر طویل ہونا اللہ کی ایک
نشانی ہے تاریخی طور پر ایسے لوگوں کی ایک فہرست تیار ہوسکتی ہے۔ دیکھو تبت کے لامہ
لوگوں کی عمریں اس سے بھی زیادہ ہوئیں ہیں آپ کا صحابہ کا سیر و رجال کی کتابوں سے اس
طرح گم رہنا تو یہ بھی زیادہ تعجب کی بات نہیں ہے۔ آنحضرت صلعم کی رحلت کے وقت
عرب کا بہت بڑا حصہ مشرف بہ اسلام ہوچکا تھا کیا سبھوں کے نام اور سبھوں کی تاریخ محفوظ
ہے عرب تاجر بھی اُس وقت سمندر کے ذریعہ دور دور ملکوں کے ساحلی مقامات سے تجارتی تعلق
رکھتے تھے عرب اُس وقت بھی دنیا سے منقطع نہ تھا غیر ممالک کے لوگ عرب جایا کرتے
تھے اور عرب کے لوگ دور دراز ممالک جایا کرتے تھے۔ اسلام کی تبلیغ عرب تاجروں کی
کے ذریعہ فاتحین اسلام کے کہیں پہلے بحر عرب کے تمام کناروں پر پہونچ چکی تھی۔ شہر
مدراس سے متصل سمندر میں ایک جزیرہ ہے اور اُس میں ایک مزار مرجع خلایق ہے۔ وہاں
کی یہ قدیم روایت ہے کہ وہ حضرت تمیم انصاری صحابی کا مزار ہے۔ سارے علاقہ مدراس
کا یہی عقیدہ ہے اور یہ کچھ بعید از قیاس نہیں کہ کوئی صحابی اپنی تجارت کے سلسلہ سے
اس طرف آگئے ہوں اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ہندوستان کا کوئی بحری سیاح عرب
گیا ہو اور آنحضرت صلعم کی خدمت وہاں نصیب ہوئی ہو اور وہ مشرف بہ اسلام ہوگیا ہو
لہذا آپ کی درازی عمر میں کوئی شیعہ قایل بوجود مہدی و سنی قائل بحیات انبیاء
انکار نہ کرے گا۔

حضرت شیخ عبدالعزیز مکی قلندر نے تمام عمر سیر و سیاحت و ریاضات شاقہ۔ کیئے
چالیس چالیس سال سیر و سفر کرتے اور پھر اتنی ہی مدت سرداب میں مراقب رہتے تھے آخری
مراقبہ میں سرداب سے باہر تشریف نہیں لائے۔ آپ کا حال حضرات اصحاب کہف کی

طرح ہے جو تین سو نو سال کے بعد ملک صالح کے عہد میں بیدار ہوئے اور پھر حضرت رسالت مآب صلعم کے عہد کرامت میں اور اب حضرت امام مہدی علیہ السلام کے زمان برکت نشان میں ظاہر ہو کر ان سے بیعت فرمائیں گے۔ لہذا جس طرح اصحاب کہف زندہ ہیں اور ان کا شمار مُردوں میں نہیں اسی طرح آپ کا شمار بھی مُردوں میں نہیں ہو سکتا اور اس قول کی تائید اس قصہ سے بھی ہوتی ہے کہ جب حضرت رئیس العارفین شاہ فتح قلندر نے حضرت سید العرفا شاہ مجا قلندر قدس سرہ سے بعد تکمیل کے اجازت وخلافت پائی تو حضرت سید العرفا نے امتحاناً ان سے پوچھا کہ کیا تم حضرت شیخ عبدالعزیز مکی کو بیدار کر سکتے ہو تو انھوں نے عرض کیا کہ نہ صرف انھیں کو بلکہ اگر حکم ہو تو میں لاہور سے جونپور تک تمام مُردوں کو زندہ کر دوں انھوں نے فرمایا کہ نہیں میں نے تو امتحاناً پوچھا تھا۔

آپ سے جو سلسلہ شایع ہوا اس کی دو قسمیں ہیں ایک قلندریہ بکیہ جو آپ نے بلاواسطہ حضرت رسالت پناہ صلعم سے حاصل کیا۔ دوسرا قلندریہ علویہ جو بواسطہ جناب امیر کرم اللہ وجہہ حضرت رسالت پناہ صلعم تک پہونچتا ہے۔

آپ سر حلقہ سلسلہ مداریہ بھی ہیں یہ سلسلہ آپ تک یوں پہونچتا ہے کہ حضرت شاہ بدیع الدین قطب المدار کو حضرت طیفور شامی سے اجازت تھی اور ان کو حضرت امین الدین شامی سے اور ان کو آپ سے اور آپ کو حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور ان کو حضرت رسالت مآب صلعم سے سلسلہ مداریہ کی کئی قسمیں ہیں مداریہ طیفوریہ جعفریہ مداریہ بصریہ۔ مداریہ صدیقیہ۔ مداریہ اویسیہ۔ مداریہ مہدویہ ان سب کی تفصیل فصول مسعودیہ میں ربط المشایخ سے منقول ہے۔

آپ کے علاوہ آپ سے سلسلہ مصافحہ بھی اب تک جاری ہے۔ خاندان فرنگی محل لکھنؤ میں یہ سلسلہ اس طرح آیا ہے کہ مولوی شاہ عبدالرزاق فرنگی محلی نے مولوی عبدالوحید محمد

سے مصافحہ کیا اور اُنھوں نے اپنے والد مولوی عبدالواحد سے اور اُنھوں نے اپنے جد ملا بحر العلوم عبد العلی محمد سے اور اُنھوں نے مولوی امین الدین سیدنپوری سے اور اُنھوں نے حاجی صفت اللہ خیر آبادی سے اور اُنھوں نے حضرت شیخ عبداللہ جنی سے اور اُنھوں نے حضرت شیخ عبدالعزیز علمبر دار قلندر سے اور اُنھوں نے حضرت رسالت مآب صلعم سے مصافحہ کیا۔ شیخ محمد یحییٰ الہ آبادی لکھتے ہیں کہ مصافحہ معمری مشایخ میں مشہور ہے حضرات القدس میں ہے کہ شیخ احمد سرہندی نقش بندی نے حاجی عبدالرحمٰن بدخشی کابلی مشہور بحاجی رمزی سے مصافحہ کیا اور اُنھوں نے حافظ سلطان اوبہی سے اور اُنھوں نے شیخ محمود سے اور اُنھوں نے شیخ سعید معمر حبشی سے اور اُنھوں نے حضرت رسالت پناہ صلعم سے اور اپنے اجازات کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ اجازت ہشتم حضرت شیخ بہار الدین جونپوری کو حضرت سید نصر الدین بن سید تقی الدین سے اُنکو سید صفی الدین اُن کو شیخ زین الدین خوافی سے اُن کو شیخ شہاب الدین احمد قراوینی سے اُنکو شیخ ابوالعباس احمد الملثم سے اُنکو شیخ معمر سے اُنکو جناب رسالت مآب صلعم سے شیخ معمر[1] وہ بزرگ تھے جنھوں نے حدود سنہ سات سو میں ظاہر ہوکر دعویٰ صحابیت کیا اور یہ فرمایا کہ میں نے حضرت رسالتمآب صلعم سے مصافحہ کیا اور آنحضرت صلعم نے مجکو دعا دی تھی کہ یا معمر[2] عمرک اللہ جسکی برکت سے

---

[1] حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی کی طبقات الکبریٰ جلد اول صفحہ ۱۷۳ مطبوعہ مصر میں ہے کہ آپ بزرگان محققین مشایخ مصر سے تھے آیندہ زمانہ کے متعلق آپکے مکاشفات عجیب ہوتے تھے جو کچھ فرما دیتے تھے وہی ہوتا تھا فرماتے تھے کہ میں اپنے ارادہ واختیار سے نہیں بولتا ہوں لوگ آپکی عمر کی متعلق مختلف رائیں رکھتے تھے بعض یہ کہتے تھے کہ یہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سے ہیں اور بعض کہتے تھے کہ انھوں نے حضرت امام شافعی کو دیکھا اور اُنکے پیچھے مصر میں نماز پڑھی۔ شیخ عبد الغفار توصی کہتے تھے کہ میں نے آپ سے اسکے متعلق دریافت کیا تو آپنے فرمایا کہ میری عمر اس وقت چار سو سال کی ہے آپ لباس میں کسی خاص طریقے کے پابند نہ تھے کبھی سبز عمامہ کبھی سپید کبھی گدڑی کبھی کرتہ پہنتے تھے آپنے حدود سنہ چھ سو میں وفات پائی اور محلہ حسینیہ مصر میں دفن ہوئے آپکا مزار وہیں احاطہ مسجد میں ہے انتہی بقدر الضرورت

[2] اے معمر اللہ تیری عمر دراز کرے ۱۲

وہ حدود سنہ سات سو ہجری تک زندہ رہے اور اُنھوں نے یہ حدیث بھی خود آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا۔ من شم الورد و لم یصل علیّ فقد جفانی کذا فی شرح سفرالسعادات مناقب القلندریہ میں ہے کہ حضرت شیخ عبدالعزیز مکی صحابی کے یہ چار و خلفا حضرت سید خضر رومی کھپرا ہاری و حضرت سید خضر پای دوز و حضرت سید میران محمود یکپا و حضرت سید میران نتھر اولیار کاملین سے تھے۔ سید میران محمود یکپا واصل باللہ تھے جنے اُنکے مزار کی زیارت کی اللہ نے اُس کی حاجت پوری کی اُن کا مزار نوساری ضلع گجرات میں ہے اور اہل عشق و عمل کے سردار میران نتھر ساکن پیلکوند دنیا کے سامان سے مجرد اور مقام فردانیت پر پہونچی ہوی تھے حضرت فخرالحق والدین معروف بگنج اسرار اُن کے مرید تھے جو اللہ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ تھے وہ ہر روز دو پیالہ بھنگ نوش کرتے تھے۔ خادم ایک پیالہ معہ سیپی کے داہنی طرف اور دوسرا بائیں طرف رکھدیتا تھا آپ ایک سیپی نوش کرتے پھر آنکھ کا اشارہ کرتے بمجرد اشارہ کے اُسمیں سے چھلک جاتی اور یہ بوجہ کثرت سطوات روحانیہ و واردات الہیہ کے تھا پھر بائیں طرف والا پیالہ نوش کرتے اور آنکھ سے اشارہ کرتے وہ بھی فوراً چھلک جاتا شیخ تاج العارفین فرماتے تھے کہ اُنکے پاس ایک بار فقرا کی ایک جماعت آی اُن کا سردار آپکے پاس بیٹھ گیا آپ نے اُسے اُسمیں سے ایک سیپی بھردی اُس نے نیں لی اور اپنی جماعت میں واپس گیا وہاں اُس کے پیٹ میں شدید درد اٹھا جو کسی طرح کم نہ ہوتا تھا جماعت کے لوگ آپکے پاس آے اور حال کہا فرمایا کہ جبتک وہ نہ پیئے گا درد نہ جاے گا کیونکہ وہ مولہین سے ہے اور مولہین کی غذا بھنگ ہے آخر اُس نے پی اور صحت پای۔ شیخ تاج العارفین فرماتے تھے کہ اُنکی ایک کرامت یہ ہے کہ اُن پر جواہرات کی بارش ہوی اُنھوں نے اُنکو پھینکدیا مگر ایک جواہر اُنکے پٹکہ میں رہ گیا پھر وہ اپنے پیر و مرشد میران نتھر کے پاس گئے شیخ نے فرمایا دور ہو تجھ سے دنیا کی بو آتی ہے اور اُنکی ناک [illegible] وڑی بابا فخرالدین نے عرض کیا کہ میری پاس اس پٹکہ کے سوا کچھ نہیں اور اُسے اپنے شیخ کے پاس ڈالدیا تو اُس میں سے وہ جواہر گرا شیخ میران نتھر نے حکم دیا کہ یہ کھرل میں

پیا جائے پھر معہ اصحاب اُسے نوش کیا حضرت تاج العارفین نے فرمایا کہ اُنکے بھنگ پینے کا سبب تبدیل اخلاق کا مقام ہے شراب شہد اور بھنگ شکر ہو جاتی تھی۔ مناقب القلندریہ میں ہے کہ حضرت شیخ عبدالعزیز مکی نے اپنے خلیفہ سید حسینی حضرت خضر رومی کمپراوہاری کو لباس قلندریہ پہنایا اور ارکان دم کرتا کر اس قول کے معنی بھی بتائے کہ جسکے دونوں پیر پتھر میں مٹی کیطرح جم جائیں تو اُس پر امر الٰہی نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس پر قرآن کریم نازل کرتا ہے اور وہ کشش الٰہی سے مل جاتا ہے اور اپنے دوسرے خلیفہ طریقت اور سردار اہل حقیقت شیخ خضر پای دوز کو حکم دیا کہ جس جگہ تمہارے دونوں پیر پتھر میں مٹی کی طرح جم جائیں وہیں رہ پڑنا کیونکہ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ لا ہجرۃ بعد الفتح اور فتح کی علامت یہ ہے کہ اُس پر امر الٰہی اور قرآن کریم نازل ہو اور وہ کشش الٰہی سے مل جائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یتنزل الامر بینھن یا لو انزلنا ھذا القرآن علیٰ جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ یا فرماتا ہے کہ انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض یا یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ جب ایک پتھر پر حضرت شیخ خضر پای دوز کے دونوں قدم جم گئے تو شیخ نے اپنے مرشد کے حکم سے وہیں قیام فرما دیا قدم کا پتھر میں جمنا اس کی دلیل ہے کہ آپ میں امر الٰہی نازل ہوا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے الا لہ الخلق والامر ہماری شیخ نجم بن نظام بن مُبارک غزنوی فرماتے تھے کہ امر سے مراد عشق اور نفخہ اور جذبہ ہے اور یہ روح کا براق ہے اور پتھر میں پیر کا جم جانا اُس پر قرآن نازل ہونے کی دلیل ہے اور کوئی چیز قرآن سے زیادہ وزنی نہیں جب شیخ خضر قرآن حقیقی کے حامل ہو گئے تو اُنکے دونوں پیر پتھر میں مٹی کی طرح جم گئے جیسے حضرت داؤد کے ہاتھ میں لوہا زبور کے بوجھ سے نرم ہو جاتا تھا اور قدم کا جمنا اُس امانت پیش ہونے کی علامت ہے جس کو آسمان وزمین بوجہ اُس کے وزن کے اُٹھا نہ سکے لیکن انسان نے جو ظلوم وجہول تھا اُٹھا لیا پس اُس امانت کی عظمت کا اثر سخت پتھر پہ پڑا کہ وہ مٹی کی طرح ہو گیا اور یہ وصول جذبہ کی علامت ہے آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ جذبۃ

من جذبات الحق توازی عمل الثقلین اور ثقلین کا عمل بہت وزنی ہے پس ضرور ہوا کہ پتھر پگھل جائے اور جذبہ الٰہیہ اللہ کی طرف جانے کا سبب ہوا کرتا ہے اسی لیے شیخ خضر پای دوز سدرۃ المنتہیٰ تک پہونچے جو جبرئیل علیہ السلام کا مقام ہے شیخ تاج العارفین نے کہا ہے کہ محققین کے نزدیک جذبہ اور جبرئیل ایک چیز ہے طریقت میں اس کا نام جذبہ اور شریعت میں جبرئیل ہے۔ میں نے حضرت غوث کو فرماتے سنا ہے کہ ایک شب حضرت شیخ خضر پای دوز ایک گنبد میں مراقب تھے اور آپکے ساتھی آپکے گرد سو رہے تھے انمیں سے ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا کہ یا حضرت میں نے خواب میں دیکھا کہ یہ گنبد گرنے چاہتا ہے یہاں سے اُٹھ چلیے حضرت شیخ نے فرمایا سو رہو ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے پھر دوسرا شخص اُٹھا اور یہی عرض کیا حضرت نے پھر فرمایا کہ سو رہو ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے۔ پھر تیسرا اُٹھا اور اُس نے بھی وہی کہا شیخ نے فرمایا کہ سو رہو ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کچھ دیر گذرنے کے بعد حضرت شیخ اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا اُٹھو اور نکلو گنبد گرنے چاہتا ہے۔ چنانچہ شیخ معہ ساتھیوں کے نکل آئے اور گنبد گر پڑا۔

نغمۂ دوم

ذکر حضرت سید التابعین سند العارفین امیر سید خضر رومی قلندر کھپرادھاری

آپکی ولادت حسب بیان خود شروع پانچویں صدی ہجری میں ہوی زمانہ تالیف کتاب فصول مسعودیہ میں حضرت قطب الوقت شاہ مسعود علی قلندر کو آپکے حالات و سنہ وفات میں شبہ پڑا جو رسالہ غوثیہ وغیرہ سے دفع نہ ہوا۔ تب حضرت کلید عرفان نے ان سے فرمایا کہ حضرت سید خضر رومی قلندر وغیرہ کے حالات مشتبہ کیوں لکھے جائیں۔ خود انھیں سے تحقیق کیوں نہ کرلی جاوے۔ چنانچہ اکیس شوال روز دوشنبہ ۱۲۹۶ھ آخر شب میں استفسار حالات کے لیئے وہ آپ کی طرف متوجہ ہوے۔ اُسی وقت آپ کی روح مبارک نے تشریف لاکر اپنے یہ حالات اُن سے بیان فرماے کہ میری ولادت سنہ پانچسو اور وفات سنہ سات سوپچاس ہجری میں ہے اور میری عمر ساڑھے تین سو برس کی ہوی۔ رسالہ غوثیہ میں میری عمر ایک سو نوے برس غلط لکھی ہے میں تمام عمر مجرد رہا نکاح نہیں کیا ریاضات شاقہ میں عمر بسر کی اور عرب وعجم کی سیر کی میرے مریدین وخلفا بہت ہوے اور سب میرے ایسے بلکہ مجھ سے اچھے ہوے خصوصًا سید نجم الدین غوث الدہر اُن کی عمر رسالہ غوثیہ میں دو سو سال کی ٹھیک لکھی ہے اُنکی ولادت سنہ چھ سو سینتیس اور وفات آٹھ سو سینتیس میں ہے! ور وہ اولا مجرد رہے۔ اور عرب وعجم کی سیر کی آخر عمر میں بحکم رسالت پناہ صلعم نکاح کرکے لباس مشایخ پہن لیا۔ یہ جو کچھ میں نے تم سے بیان کیا یہی ٹھیک ہے۔

آپ کو بیعت و تعلیم و تلقین اذکار و افکار معہ اجازت و خلافت سلسلۂ عالیہ قلندریہ مکیہ حضرت علمبردار قلندر سے ہے مدتوں ساتھ رہے اور بہت ریاضات و مجاہدات فرمائے۔

آپ کو کھپرادھاری اس لیئے کہتے تھے کہ آپ نے ایک کھپر محتاج و مساکین کے لیئے رکھوا دیا تھا جس کو جس چیز کی ضرورت ہوتی تھی۔ اُسی کھپرے سے لے لیتا تھا عرصہ تک یہی رہا پھر آپ نے خود ہی اُسے توڑ کر زمین میں دفن کر دیا۔

آپ چرم پوش تھے اور جذب و سکر ایسا بڑھا ہوا تھا کہ ایک مراقبہ چھ ماہ میں ختم ہوتا تھا رسالہ غوثیہ میں ہے کہ حضرت غوث فرماتے تھے کہ ایک سفر میں ہم آپ کے ساتھ تھے راستہ میں پانی برسنے لگا ایک مندر ملا اُس میں قیام کرنا چاہا۔ لوگوں نے روکا۔ آپ پشت مندر پر مراقب بیٹھ گئے جب بارش موقوف ہو گئی تو آپ نے ہم سب سے فرمایا دیکھو! اس وقت ان لوگوں نے ہم کو مندر میں جانے سے کیسا روکا آ و چل کر دیکھیں کہ یہ لوگ کس چیز کی پرستش کرتے ہیں مندر کی سیر کرنے کے بعد آپ نے اُن سے پوچھا کہ یہ تمہارے دیوتا تم سے باتیں بھی کرتے ہیں یا نہیں اُنھوں نے کہا یہ تو پتھر کے ہیں باتیں کیا کریں گے۔ مندر کے دروازہ پر ایک گائے بھی تھی آپ نے فرمایا کہ اگر یہ گائے زندہ ہو جائے تو مسلمان ہو جاؤ گے۔ اُنھوں نے اقرار کیا آپ کے ہاتھ میں ایک لوہے کی قمچی یا اور کوئی چیز تھی وہ آپ نے اُس پر مار کر فرمایا قم باذن اللہ وہ زندہ ہو کر بھاگی آپ نے حکم دیا کہ پکڑو لوگ اُسے بمشکل پکڑ لائے۔ آپ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ اس کے کباب بناؤ یہ دیکھ کر وہ سب مسلمان ہو گئے۔ مناقب الاصفیا میں ہے کہ

"مقرر است کہ فاتحہ نذر آنحضرت برائے حل مشکلات و برآمدن حاجات بر کباب گاو"[لے]

[لے] اور اصول المقصود کی عبادت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ طریقہ نذر خود حضرت سید نجم الدین غوث الدہر قلندر کے فاتحہ کی ہے اور پتھر کی گائے کا زندہ کر دینا بھی اُنھیں کی کرامت ہے اور اس عبارت کی تائید بھی اُس قصہ سے ہوتی ہے جو حضرت شیخ قطب الدین بینا دل قلندر کے حال میں مذکور ہے کہ اُنھوں نے اپنے پیر حضرت غوث الدہر کے فاتحہ کیلئے گائے منگائی تھی اور وہ بعد ذبح کے حاملہ نکلی پھر اُسکو اُنھوں نے زندہ کر دیا اور اُسی روز سے اپنے فاتحہ کیلئے گوشت کی ممانعت کر دی اللہ اعلم

جوانِ سالم از عیوب کہ بچہ نزائیدہ باشد می کنند و گوشت آں گاو را در سیخہا
کباب کردہ نذر آنحضرت فاتحہ می کنند انتہی ۔

رسالہ غوثیہ میں ہے کہ حضرت غوثؒ فرماتے تھے کہ ہم ایک مرتبہ آپکے ساتھ ایک شہر میں پہونچے وہاں ایک باغ میں جاڑوں میں ٹھہرے ہوئے تھے ایک روز آپ اپنے تخت پر مراقب تھے۔ دیر کے بعد مراقبہ سے سر اٹھاکر فرمایا کہ اے سید اس وقت حق تعالیٰ نے مجھ پر تجلی جلالی فرمائی ہے۔ لہذا جاکر کوئی ایسی ٹھنڈی چیز لاؤ جس سے مجکو فرحت ہو میں بازار سے ستو رشکر خرید لایا اور دونوں کو ملاکر پیش کیا آپ نوش فرماکر پھر مراقب ہوگئے۔ اتنے میں سلطان محمد تغلق شکار سے واپس ہوکر مع لشکر حاضر خدمت ہوا میں نے تخت کے قریب جاکر موافق آداب حضرات صوفیہ (کہ مشایخ کو مشغولی سے بیدار کرنے کے لیئے درود شریف پڑھتے ہیں) درود پڑھا آپ نے آنکھ کھولدی میں نے عرض کیا کہ ظالم آگیا فرمایا بیٹھو آنے دو پھر مراقب ہوگئے جب وہ باغ کے قریب پہونچا تب پھر میں نے عرض کیا۔ آپ نے سن لیا اور پھر مراقب ہوگئے اتنے میں بادشاہ سواری سے اترا۔ وزیر نے کہا کہ ادب کا لحاظ رکھیئے گا۔ یہ بزرگ نہایت صاحب جلال اور آگ کا ٹکڑا ہیں اس نے کہا کہ مجکو معلوم ہے میں صرف مصافحہ و قدمبوسی کو حاضر ہوا ہوں۔ کوئی اور خواہش نہیں ہے غرض وہ آیا آپ تخت پر بیٹھے رہے اس نے مصافحہ کیا اور قدم چومے آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر تخت کے نیچے بیٹھنے کو فرمایا۔ بادشاہ کا غلام قالین لے آیا جو موتیوں اور جواہر سے مرصع تھا۔ اور تخت کے نیچے بچھا دیا مگر وہ قالین الٹ کر زمین پر بیٹھ گیا اور اشرفیوں کی دو تھیلیاں نذر کرکے عرض کیا کہ یہ فقراء کو تقسیم کردی جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم خود تقسیم کردو اس نے کہا کہ میں نے نیت کی تھی کہ حضرت مخدوم اپنے ہاتھ سے تصدق فرمائیں آپنے فقراء سے فرمایا کہ جس کو جس قدر ضرورت ہو سے لے۔ میں نے اور ایک اور شخص نے صرف دو نے مٹھی مٹھی بھر دینار لے لیئے۔ پھر بادشاہ رخصت ہوکر چلا گیا۔ راستہ میں میں نے اسکو وزیر سے کہتے سنا کہ میں نے اکثر مشایخ کی زیارت کی ہے نوں کا ہاتھ مجھ سے مصافحہ کرنے میں کانپ گیا مگر ان بزرگ کی ہیبت میرے

دل میں قائم ہوگئی یہاں خود میرا ہاتھ کانپ گیا۔ وزیر نے کہا کہ انھیں کا نام حضرت سید خضر کھپرا دھاری ہے تمام لوگ کہتے ہیں کہ یہ بزرگ آگ کا ٹکڑا ہیں جب اللہ تعالیٰ اُن پر تجلی جلالی فرماتا ہے تو لوگوں پر اُن کی ہیبت بڑھ جاتی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد آپ وہاں سے اٹھ کر ایک دوسرے شہر میں جاکر رہے جب بادشاہ کو معلوم ہوا تو اُس نے وہاں کے حاکم کو لکھ بھیجا کہ آپ کے مصارف کے لئے پانچ اشرفیاں یومیہ دی جائیں پھر آپ نے اُسی شہر میں قیام فرمادیا اور وہیں اٹھارہ رجب سنہ سات سو چھپن ہجری میں ساڑھے تین سو سال کی عمر میں وفات پائی غانچی شہید خواہرزادہ سلطان شمس الدین التمش کا مقبرہ بھی اُسی شہر میں[1] ہے

[1] اصول المقصود روضۃ الازہر و انتصاح میں بحوالۂ مناقب الاصفیا و مراد المریدین وغیرہ یہی ہے۔ میں نے اسی کی تحقیق وتلاش میں تاریخ فرشتہ و طبقات، کبری ومنتخب التواریخ وغیرہ دیکھیں۔ مگر کسی میں غانچی شہید کا پتہ نہ چلا البتہ یہ معلوم ہوا کہ سلطان شمس الدین التمش کی لڑکی سلطان غیاث الدین بلبن کو بیاہی تھی (جو بعد سلطان ناصر الدین اپنے سالے کے ۶۶۲ھ میں تخت پر بیٹھا اور بائیس سال سلطنت کی جس سے اُس کا بیٹا شاہزادہ محمد سلطان المعروف بعد الشہادت بخان شہید پیدا ہوا اسی کو سلطان غیاث الدین نے اپنا ولی عہد کیا تھا اور اسی شاہزادہ کی خدمت میں امیر خسرو وحسن دہلوی رہتے تھے حکومت ملتان اسی شاہزادہ سے متعلق تھی اور یہ شاہزادہ مغلوں کی جنگ میں جن کا افسر تمیرخاں منجانب ارغون خاں نبیرۂ ہلاکو خاں تھا نواح ملتان میں شہید ہوا۔ اس واقعہ میں غور کرنے سے مجکو یہ پتہ چلا کہ یقیناً انھیں خانِ شہید کی خرابی کاتبیں وناقلین نے غانچی شہید کی ہے۔ اُس زمانہ میں خان جی شہید کہتے ہوں گے خان کے بعد لفظ جی قدیم محاورہ ہے۔ جیسے دیوان جی، میاں جی تو یہی خانِ شہید خان جی شہید مشہور ہوگا جس کو بعد میں لوگوں نے غلطی یا کثرت استعمال سے غانچی شہید کردیا اور اس کا خواہرزادہ سلطان شمس مشہور ہونا بھی غلط معلوم ہوتا ہے وہ سلطان شمس الدین کا نواسہ تھا نہ کہ بھانجا۔ ممکن ہے جس طرح غانچی شہید غلط مشہور ہوگیا۔ اُسی طرح یہ بھی غلطی سے کسی نے لکھدیا ہو جسکے بعد پھر کسی کو تصحیح کا خیال نہ ہوا بجنسہ غلط نقل ہوتا چلا آیا۔ جدید امر آپ کے مزار کے متعلق یہ معلوم ہوا ہے کہ شہر خاندیس باون برا میں حضرت سید خضر رومی قلندر کا مزار مبارک گنبد میں غانچی شہید کے احاطہ میں گھرا ہوا ہے نقرا و قلندر یہ برابر جاکر قیام کرتے ہیں (بقیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ ہو)

آپ تمام عمر محلوق و مجرد رہے مگر آخر عمر میں وفات سے ایک سال یا چھ ماہ قبل داڑھی رکھ لی تھی رسالۂ غوثیہ میں ہے۔ قال[1] الراوی سمعت الغوث یقول ان شیخنا الاجل الکبیر العارف بحقایق اسرار الالوھیۃ السید خضر رومی قدس سرہ کان فی صورۃ القلندریۃ مدۃ ثم فی آخر العمر خلی المحاسن الشریفۃ مدۃ سنۃ او ستۃ اشھر ثم توفی مضجعہ طھر وطاب وما صار معیلا وھکذا اتوفی۔ انتہی رسالہ میں ہے کہ بعض اصحاب غوث کہتے تھے ایک بار ہم حضرت غوث کے ساتھ آپ کے روضۂ مبارک پر پہونچے تو وہیں اتر پڑے پہلے دن خود بخود ایک گائے آئی جس کو حسب الحکم حضرت غوث ہم نے ذبح کر کے پکایا کھایا دوسرے اور تیسرے روز بھی ایسا ہی ہوا چوتھے روز حضرت غوث نے فرمایا کہ حضرت سید خضر رومی قلندر نے تین دن ہماری ضیافت کی اور تین ہی دن حق ضیافت بھی ہے۔ اب اپنا سامان خورد و نوش خود کرنا چاہیئے۔ پھر حضرت غوث روضۂ منورہ پر دو ماہ مقیم رہے اور آپ ہی کے حجرۂ خاص میں چلے وغیرہ کیا کیئے۔ رسالہ اصداف الدرر میں ہے کہ میں نے حضرت شیخ المشایخ تاج العارفین سے سنا ہے کہ حضرت سید الاولیار

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اُن کے خورد و نوش کا انتظام ایک صاحب ہیں جن کا نام معلوم نہیں کچھ جائداد بے اُس سے کرتے ہیں۔ اُسی کے قریب ایک ندی ہے دو تین میل کے فاصلہ پر اس جگہ حضرت نے چلہ کھینچا تھا وہاں پر بھی گنبد بنا ہوا ہے اور ایک جگہ اور جہاں سے قیام فرمایا تھا وہاں بھی روضہ بنا ہوا ہے جس جگہ چلہ کیا تھا وہاں سے ریلوے لائن قریب ہے جب ٹرین اُس طرف سے گذرتی ہے حضرت کی سلامی بذریعہ سیٹی کے انجن والے دیتے ہیں ورنہ ریل کے چلنے میں انواع اقسام فتور پیدا ہو جاتے ہیں حضرت سید نجم الدین غوث الدہر کے مزار سے چودہ پندرہ کوس کا فاصلہ ہو موٹر لاری جاتی ہے روضۂ قدس حضرت سید خضر رومی قلندر شہر خاندیش سے باہر کچھ فاصلہ پر ہے۔۱۲

[1] راوی نے کہا کہ میں نے حضرت غوث سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ہمارے شیخ بزرگ عارف حقایق اسرار الوہیت سید خضر رومی قلندر قدس سرہ ایک عرصہ تک قلندر صورت رہے پھر آخر عمر میں سال یا چھ ماہ داڑھی چھوڑ دی پھر وفات پائی خواب گاہ اُن کی پاک و صاف رہے۔۱۲

خضر رومی کھپراداری ایک ماہ تک حجرہ میں مشغول رہتے تھے جب بال اور ناخن بڑھ جاتے تو باہر نکلتے ایک بار حجرہ کا دروازہ کھلا تھا ایک قبر پر ایک بکری بیٹھ گئی ایک فقیر نے اُسے لکڑی پھینک کر ماری لکڑی قبر پر لگی حضرت سید الاولیا اُس پر ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ صاحب قبر فریاد کر رہا ہے پس اہل قبر کی بذریعہ فاتحہ تعظیم کرنا چاہیئے۔

آپ کو علاوہ سلسلہ عالیہ قلندریہ کے سلسلہ طیفوریہ کی بھی اجازت تھی مگر اہمیں دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ آپ کو اس سلسلہ کی اجازت حضرت شیخ عبدالعزیز مکی قلندر سے تھی اور اُن کو حضرت میر جمال مجرد ساوجی[1] سے دوسرے یہ کہ اس سلسلہ کی اجازت بلاواسطہ آپ کو حضرت میر جمال سے تھی فصول مسعودیہ میں ہے کہ جابجا سے دریافت ہوتا ہے کہ سلسلہ طیفوریہ بلاواسطہ آپ کو حضرت میر جمال مجرد سے ملا نیز حضرت شاہ نور ابن حضرت شاہ نصیر قلندر کی اولاد کے بیاض میں بھی یہی ہے کہ آپ کو بلاواسطہ حضرت میر جمال مجرد سے سلسلہ طیفوریہ حاصل ہوا چنانچہ مولانا عبدالقادر قلندر باسطی فرماتے ہیں ؎

از روایات دیگران ثقات	می شود کشف بعد تحقیقات
کاندرین سلسلہ کہ شکی نیست	شیخ عبدالعزیز مکی نیست
بلکہ خضر از جمال یافتہ است	واسطہ درمیان نیافتہ است

اور حضرت شاہ مراد علی مصنف مراد المریدین نے سلسلۂ طیفوریہ کی مثال اسی طرح لکھی ہے حضرت میر جمال مجرد چار ابرو کا صفایا کرتے تھے اور کمر میں چمڑا لپیٹتے تھے۔ اس لیئے

[1] ساوجی ساوہ کی طرف منسوب ہے اور ساوہ آوہ کے قریب متعلقات طوس میں ایک گاؤں ہے کرامات الاولیا میں لکھا ہے کہ آپ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے روش قلندری اختیار کی ابتدا میں مفتی شہر تھے۔ وفور علم سے لوگ آپ کو کتب خانہ رواں کہتے تھے جب کسی کو کوئی مشکل مسئلہ پوچھنا ہوتا تھا وہ آپ سے دریافت کرتا تھا۔ آپ بلا تامل بغیر کتاب دیکھے شافی جواب دیتے تھے۔ ایک روز ایک خاص حالت آپ پر طاری ہوئی۔ داڑھی مونڈ کر آسمان کی طرف ٹکٹکی لگا کر متحیرانہ ایک غار میں بیٹھ رہے جب آپکے پیر کو خبر ہوئی۔ (بقیہ صفحہ آیندہ پر ملاحظہ ہو)

آپ نے بھی وہی وضع اختیار کر لی۔ اصول المقصود میں ہے کہ

مخفی مباد کہ حضرت شاہ عبد العزیز مکی کہ مخاطب بہ قلندر بود بسبب کبر سن موہائے وے ریختہ بود و ازیں جہت حلق لحیہ را صورت قلندریہ نامیدند نہ آنکہ ہر کہ ازیں سلسلہ باشد روئے حلق می نماید چرا کہ بعد حضرت سید نجم الدین غوث الدہر قلندر ہیچ کسے از پیران ایں سلسلہ حلق نہ نمودہ وایں طریق موقوف شد۔

اس سے معلوم ہوا کہ چار ابرو کا صفایا طریقہ قلندریہ نہیں ہے بلکہ طریقہ طیفوریہ ہے۔

اور سلسلہ چشتیہ کی اجازت آپ کو بطور مبادلہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے ملی جب آپ حسب ارشاد حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہندستان میں اشاعت واجراے طریقہ عالیہ قلندریہ کے واسطے تشریف لاے اور سیر کرتے دہلی کے قریب پہونچے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) انھوں نے سیسہ پگھلا کر آپ کے منھ میں ڈلوایا آپ اُسے بلا تامل ٹھنڈے پانی کی طرح پی گئے اور کچھ نقصان نہ ہوا اور نہ آپ کی حالت میں فرق آیا جب علما وقت نے داڑھی مونڈنے پر اعتراضات کیے تو آپ نے اپنے منھ پر ہاتھ پھیرا داڑھی موجود ہو گئی سب پشیمان ہو کر معتقد ہو گئے۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ آپ بہت خوبصورت تھے لوگ آپ کو بوجہ حسن وجمال کے یوسف ثانی کہتے تھے۔ ایک عورت آپ پر عاشق تھی مگر آپ اُس سے متنفر تھے جب وہ بے قرار ہو کر آپ کو فریب دینے کی تدبیریں کرنے لگی تو آپ اُس شہر کو چھوڑ کر دوسرے شہر چلے گئے وہ بھی آپ کو تلاش کرتی وہاں پہونچی آپ نے مضطرب ہو کر دعا مانگی کہ الٰہی اس خوبصورتی کو جو میرے لیے مصیبت ہو گئی ہے بدصورتی سے بدل دے اُسی وقت آپ کی داڑھی مونچھ کے بال گر گئے۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ اُس عورت نے آپ کو کسی حیلہ سے اپنے مکان میں بلا کر مقید کیا جب آپ نے کسی صورت سے مفر نہ دیکھا تو اُسترے سے چار ابرو کا صفایا کر دیا جس سے آپ کی صورت بدل گئی۔ آخر اُس عورت نے مکان سے نکال دیا آپ کے بعد جو آپ کا جانشین ہوا اُس نے بھی چار ابرو کا صفایا کرایا جس کو مریدین اور تابعین نے جزو مشرب سمجھ لیا۔ سنہ وفات وماہ وتاریخ دریافت نہیں ہوا مزار آپ کا تُن میں درمیان یزد دارستان کے ہے کذا فی الانتصاح۔

اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو آپ کی تشریف آوری کی اطلاع ہوئی تو وہ استقبال کرکے آپ کو دہلی میں لے گئے اور پندرہ روز اپنے یہاں مہمان رکھا۔ ایک روز آپ نے اپنے ہندوستان آنے کی غرض ان سے بیان کرکے فرمایا کہ چونکہ ہندوستان تمہاری ولایت میں ہے لہذا اگر تم اپنے سلسلہ چشتیہ کی اجازت مجکو دو تو میں اس کے ساتھ سلسلہ قلندریہ کو یہاں شایع کروں حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہاں مگر اس شرط سے کہ آپ مجھ کو اپنے سلسلہ کی اجازت دیجئے چنانچہ آپ نے انھیں سلسلہ قلندریہ کی اجازت دی ان سے اس سلسلہ کی اجازت حضرت شیخ شہاب الدین ان کے خلیفہ نے لی۔ ان کے مرید حضرت شاہ شرف الدین بو علی قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے بعد ان کے کوئی اور نہیں ہوا۔ تین ماہ آپ دہلی میں رہ کر پھر روم واپس گئے۔

ایک روایت یہ ہے کہ جب آپ دہلی پہونچے تو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ نعمت و اجازت سلسلہ چشتیہ سید خضر رومی قلندر کو دو حضرت خواجہ صاحب نے اپنا خرقہ آپ کے سامنے پیش کیا چونکہ آپ ان سے عمر میں بہت بڑے تھے لہذا فرمایا کہ "یاران بہ بینید کہ این طفل با ما بازی می کند" تب حضرت قطب صاحب کو یہ منکشف ہوا کہ محفل سماع میں بحالت وجد و سکر اون کو یہ نعمت دینا چاہیئے۔ لہذا مجلس کی گئی۔ اس وقت حضرت خواجہ صاحب نے پھر فرمایا حضرت قلندر صاحب نے پھر وہی جواب دیا۔ جب روح اقدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے یہ ارشاد فرمایا کہ ہمارے حکم ہی دیتے ہیں لے لو۔ تب آپ نے نعمت سلسلہ چشت حضرت قطب صاحب سے لی اور اپنے سلسلہ کی اجازت ان کو دی جب اذکار چشتیہ اپنے سلسلہ کے اذکار سے سہل پائے تو فرمایا کہ "چشتیان خدا را مفت یافتند" اخبار الاخیار میں ہے کہ حضرت شاہ خضر رومی مشرب قلندریہ رکھتے تھے اور روم کے رہنے والے تھے کرامات و خرق عادات ان سے بہت ظاہر ہوئے اگرچہ کسی کے مرید نہیں تھے مگر جب ہندوستان تشریف لائے تو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مرید ہوئے

خواجہ صاحب نے اپنا خرقہ دے کر اُن کو رخصت کیا۔ پھر وہ جونپور گئے جب سر ہرپور پہونچے تو حضرت شاہ قطب اُنکے مرید ہوے حضرت شاہ خضر اُن کو خرقہ دے کر روم واپس گئے ابتک ہندوستان میں اُن کا سلسلہ جاری ہے اور سلسلہ اُن کا چشتیہ قلندریہ ہے۔ حضرت شیخ عبدالرحمن دہیلنی۔ مرآۃ الاسرار میں لکھتے ہیں کہ اخبار الاخیار میں ہے کہ مشرب قلندریہ ہندوستان میں حضرت شاہ خضر رومی سے پھیلا اور وہ سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں بہ لباس قلندریہ دہلی آکر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کے مرید ہوے خواجہ صاحب نے اُن کو بعد تربیت و تعلیم کے اپنا خرقہ دے کر رخصت فرمایا مگر اُن کا لباس قلندریہ نہیں بدلوایا۔ یہ صاحب نہایت متقی وعظیم الشان تھے کرامات وخرق عادات اُن سے بہت ظاہر ہوے جب جونپور میں تشریف لاے تو شاہ نجم الدین قلندر اُنکے مرید ہوے آپ اُن کو خرقہ خلافت دے کر روم واپس گئے اب تک اُن کا سلسلہ بسبب شاہ قطب الدین بنیادل کے ہندوستان میں جاری ہے شیخ محمود قلندر لکھنوی و شیخ عبدالرحمن قلندر لاہرپوری اسی سلسلہ میں تھے۔ اس سلسلہ کو قلندریہ چشتیہ کہتے ہیں۔

مابین عبارت مرآۃ الاسرار و اخبار الاخیار یہ فرق ہے کہ حضرت شاہ خضر رومی قلندر کا آنا اور حضرت سید نجم الدین قلندر کو جونپور میں مرید کرنا یہ اخبار الاخیار میں نہیں ہے۔ اگرچہ واقعہ نسبت ارادت حضرت سید نجم الدین قلندر بحضرت سید خضر رومی قلندر صحیح ہے۔ مگر نہ اس طور سے جیسا کہ اُنھوں نے لکھا شاید اتنی عبارت صاحب مرآۃ الاسرار نے کسی اور کتاب یا ذاتی تحقیق سے لکھی ہے اور صاحب اخبار الاخیار نے جو حضرت سید خضر رومی قلندر کا ہندوستان میں آنا اور خواجہ صاحب سے خرقہ خلافت پانا لکھا پھر حضرت شاہ قطب الدین بنیادل قلندر جونپوری کا اُن سے بیعت کرنا یہ صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ حضرت شاہ قطب الدین بنیادل قلندر کی ملاقات حضرت سید خضر رومی قلندر سے ثابت نہیں کیونکہ حضرت سید خضر رومی قلندر کی وفات سنہ سات سو پچاس ہجری میں اور حضرت شاہ قطب الدین بنیادل

قلندر کی ولادت سنہ سات سو چھتّر ہجری میں ہوی۔ دونوں حضرات کی ولادت و وفات میں چھبیس سال کا فرق ہے۔ نیز حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی وفات جن سے حضرت سید خضر رومی قلندر نے خرقہ پایا سنہ چھ سو چونتیس ہجری میں ہوئی اور حضرت سید خضر رومی قلندر دہلی میں اُن کی حیات میں تشریف لائے تھے اور وہیں سے جونپور بروایت صاحب اخبار الاخیار گئے تھے۔ اس سے اور زائد فرق پیدا ہوتا ہے یعنی درمیان سال ولادت حضرت شاہ قطب الدین بنیادل قلندرؒ و وفات حضرت خواجہ صاحب ایک سو بیالیس سال کا فرق ہے لہذا صاحب اخبار الاخیار کا حضرت شاہ قطب الدین بنیادل قلندرؒ کو حضرت سید خضر رومی قلندر کا مرید لکھنا کسی طرح درست نہیں اور نہ یہ لکھنا درست ہو کہ حضرت شاہ خضر رومی پہلے کسی کے مرید نہیں تھے۔ چنانچہ صاحب مراد المریدین لکھتے ہیں کہ

"مخفی نماند کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی در اخبار الاخیار نوشتہ است کہ سید خضر رومی برائے تربیت قطب الدین بنیادل سر انداز غوثی بہ جونپور رفتہ معلوم می شود کہ شیخ دریں معنی تحقیق را کار نہ فرمودہ محض بخبر احاد نوشتہ چنانچہ در احوال جلال الدین تبریزی مرقوم نمودہ کہ مزار شریف وے در بنگالہ است حالانکہ در دولت آباد دکن است و در آنجا الیعین برآوردہ تنورے کہ قصۂ آں معروف و در کتب مذکور است گذاشتہ

غرض آپ کے حضرت قطب صاحب سے خرقہ اور سلسلہ چشتیہ کی اجازت لینے اور اپنے سلسلہ کی اُن کو اجازت دینے میں تو کوئی شک نہیں ہے اس میں البتہ اختلاف ہے کہ حضرت عبدالعزیز کی قلندر کے بعد آپ نے حضرت خواجہ صاحب سے اجازت لی یا قبل اخبار الاخیار وغیرہ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ قبل ملاقات حضرت شیخ عبدالعزیز کی قلندر خواجہ صاحب سے آپ نے خرقہ پایا مگر اپنے حضرات مرشدین رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کی روایات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ حضرت عبدالعزیز کی قلندر کے پہلے ہی سے مرید و خلیفہ تھے بعدہ باشارہ غیبی جب ہندوستان

آئے تو خواجہ صاحب سے خرقہ پایا اور اجازت سلسلہ چشتیہ حاصل کی اور یہی صحیح ہے۔

سوا آنحضرت کے آپکے اور خلفار کا پتہ کسی کتاب سے نہیں ملتا ایک حضرت امیر سید نجم الدین غوث الدہر قلندر جنھوں نے عرب و عجم و ہند و چین وغیرہ کے سفر کیئے اور جہاں جہاں تشریف لے گئے لوگ بکثرت مرید ہوئے۔

دوسرے حضرت سید روح اللہ قلندر رہ عرصہ تک آپکے خدمت گذار رہے۔ صاحب خوارق جلیلہ و کرامات عظیمہ تھے۔ چاندی پر لب لگا کر آگ میں ڈال دیتے تھے سونا ہو جاتا تھا۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوا تو بہت عتاب فرمایا اور ملک فرنگ میں جاکر رہنے کا حکم دیا چنانچہ وہ وہاں چلے گئے اور عرصہ تک زندہ رہے۔

تیسرے حضرت مولانا بحری قلندر رح جو سفر عرب و عجم میں آپکے خادم رہے جب حضرت غوث سفر حجاز سے پلٹے تو آپ کی وفات ہو چکی تھی اور مولانا بحری قلندر رہ آپکے قائم مقام تھے مولانا بحری قلندر رہ اُن کو دیکھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ آپ کی جگہ ہے حضرت غوث نے فرمایا تم ہی بیٹھو اور خلق اللہ کو نفع پہونچاؤ ہم مسافر ہیں مولانا بحری قلندر رہ عمر بھر قلندر صورت رہے اور شادی نہیں کی اور داڑھی نہیں رکھی۔ مگر ایک ماہ قبل از وفات رسالۂ غوثیہ میں ہے۔ واما قدوة المرشدين وامام السالكين شيخ المشائخ اعني البحري رضي الله عنه كان في صورة القلندرية تمام العمر الا انه خلے محاسنه مدة شهر ثم توفي وما صار معيلاً فقط مولانا بحری قلندر رہ کے مرید و خلیفہ حضرت شاہ شرف الدین بو علی قلندر پانی پتی ہوئے مگر ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بلا واسطہ مولانا بحری قلندر آپکے مرید اور آپ ہی سے فیضیاب تھے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی

آپ کا نام بختیار بن موسی ہے سادات اوش فرغانہ سے تھے جو توابع اندجان میں مشہور

قصبہ ہے آپ کا نسب حضرت امام حسین علیہ السلام تک پہونچتا ہے اس طرح کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی بن سید موسیٰ بن سید احمد اوشی بن سید کمال الدین بن سید محمد بن سید احمد بن سید اسحٰق بن سید معروف بن سید احمد چشتی بن سید رضی الدین بن سید حسام الدین بن سید رشید الدین بن سید جعفر بن حضرت امام محمد تقی الجواد بن حضرت امام علی رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن حضرت امام محمد باقر بن حضرت امام زین العابدین بن حضرت امام حسین علیہ السلام۔

آپ کی ولادت باسعادت قصبہ اوش میں شب دوشنبہ ۵۸۲ھ ہجری میں ہوئی۔ وقت پیدائش سارا گھر نور سے ایسا منور ہو گیا کہ آپ کی والدہ کو صبح ہو جانے کا دھوکا ہوا پھر جیسے جیسے صبح ہونے لگی وہ نور بھی کم ہونے لگا۔ آپ نے پیدا ہوتے ہی کلمہ پڑھا اور ستر پوشی کا حکم دیا اور فرمایا جلد غسل دو یہ کہہ کر چپ ہو گئے جب عمر ڈیڑھ برس کی ہوئی تو آپکے والد کا انتقال ہو گیا والدہ ہی پرورش فرماتی رہیں جب پانچ برس کے ہوے تو حسب ہدایت حضرت خضر علیہ السلام مولانا ابوحفص اوشی کے پاس پڑھنے بیٹھے اور چار مہینہ چار روز میں قرآن مجید حفظ کیا پھر کچھ دنوں میں کل علوم سے فراغت حاصل کی بعدہ طلب حق میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی خدمت میں پہونچے اور حضرت امام ابو اللیث سمرقندی کی مسجد میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی و شیخ اوحد الدین کرمانی و شیخ برہان الدین چشتی و شیخ محمود اصفہانی کے سامنے حضرت خواجہ سے بیعت کی پھر کچھ دنوں کے بعد خرقہ خلافت پاکر سیر و سیاحت اختیار کی اور مختلف بزرگان دین سے ملتے رہے پھر بہ تمناے قدمبوسی حضرت خواجہ صاحب آپ ہندوستان آے پہلے ملتان پہونچکر حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی و حضرت شیخ جلال الدین تبریزی سے ملے پھر کچھ دنوں وہاں رہ کر دہلی تشریف لاے۔ اور ایک عرضی شوق قدمبوسی میں تحریر کرکے حضرت خواجہ صاحب کے حضور میں بھیجی انھوں نے جواب میں تحریر فرمایا کہ قرب روحانی کو بُعد مکانی مانع نہیں ہے بابا بختیار کو دہلی میں رہنا چاہیئے۔ اور آپ کو انھوں نے

وہاں کی قطبیت عطا کی۔ آپ دہلی سے دو تین بار اُن کی زیارت کے لئے اجمیر تشریف لے گئے اور خود حضرت خواجہ صاحب بھی دوبارہ اجمیر سے دہلی آے

آپ کو کاکی اس لیئے کہتے ہیں کہ ایک روز آپ حوض شمسی پر بیٹھے تھے ایک شخص نے گرم کاک مانگے آپ نے حوض میں ہاتھ ڈالا اور گرم کاک نکال کر اُسے دیے اور ایک روایت یہ ہے کہ گھر کے اخراجات کے لیے ایک بقال سے قرض لیا کرتے تھے اور اس سے فرما دیا تھا کہ جب تین سو روپیہ قرض ہو جایا کریں تب پھر تاوقتیکہ ادا نہ ہو جاے نہ دیا کرو۔ جب فتوحات ہوتے تو ادا کر دیتے تھے ایک روز ارادہ کر لیا کہ آج سے قرض نہ لوں گا۔ اُسی روز سے گرم کاک آپ کے سجادہ کے نیچے سے نکلنے لگے۔

شیخ محمد نوربخش سلسلۃ الذہب میں آپکے متعلق لکھتے ہیں کہ بختیار الاوشی کان من اولیاء السالکین المرتاضین بالخلوۃ والعزلۃ وقلۃ الطعام وقلۃ المنام وقلۃ الکلام والذکر بالدوام فی الاربعینیات ولہ فی احوال الباطن شان کبیر

فوائد الفواد میں ہے کہ آپ کو بیشتر وقت استغراق رہتا تھا اگر کوی ملنے آتا تھا تو معمولی بات چیت کر کے جلد رخصت کر دیتے تھے۔ ایسا استغراق بڑھا ہوا تھا کہ صاحبزادہ کا انتقال ہو گیا اور آپ کو خبر نہ ہوی۔ سیر الاولیا میں ہے کہ جب آپکی عمر پچاس سال کی ہوی اور چہرہ سے آثار ضعف ظاہر ہونے لگے تو ایکروز حضرت قاضی حمید الدین ناگوری نے پوچھا کہ آپکے بعد آپکا صاحب سجادہ کون ہوگا تو فرمایا کہ حسب ارشاد حضرت رسالتمآب صلعم میں نے فرید کو اپنا جانشین کیا۔ تم یہ کرنا کہ جب وہ ہانسی سے دہلی آوے تو بزرگوں کے یہ تبرکات اسکو دیدینا۔

نقل دسویں ربیع الاول کو خانقاہ شیخ علی سنجری میں مجلس سماع تھی آپ بھی مدعو تھے علاوہ آپکے اور بھی بزرگان دہلی تھے۔ آپ کو حضرت شیخ احمد جام کے اس شعر پر کہ ؎

کشتگان خنجر تسلیم را	ہر زمان از غیب جانی دیگر است

ایسا وجد ہوا کہ بیہوش ہو گئے جب مجلس ہو چکی تو حضرت قاضی حمید الدین ناگوری وغیرہ

آپ کو معہ قوال مکان پر لائے۔ قوالوں سے آپ نے اُسی شعر کی تکرار کرانا شروع کی چار شبانہ روز آپ کو اُس پر کیفیت رہی اوقات نماز میں اتنا افاقہ ہو جاتا تھا کہ نماز ادا کر لیتے تھے۔ اُس کے بعد پھر وہی کیفیت ہو جاتی تھی تین روز کے بعد ہر رونگٹے سے تسبیح اسم ذات جاری ہو گئی اور خون کے قطرے ٹپکنے لگے ہر قطرہ سے نقش اللہ بن جاتا تھا پھر ہر عضو سے آواز سبحان اللہ آنے لگی اور قطرات خون سے نقش سبحان اللہ والحمد للہ بننے لگے جب قوال پہلا مصرعہ کہتے تھے تو آپکی روح پرواز کر جاتی تھی اور دوسرے مصرعہ پر واپس آجاتی تھی آخر قوالوں نے پہلے مصرعہ کی اس قدر تکرار کی کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ کی وفات شب دوشنبہ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ بعمر باون سال کے ہوئی نماز جنازہ سلطان شمس الدین التمش نے پڑھائی۔ آپ کا مزار دہلی میں بمقام مہرولی زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ آپ کو بالمبادلہ سلسلہ عالیہ قلندریہ کی اجازت حضرت سید التابعین سید خضر رومی قلندر رکھپرا دہاری سے تھی جس کا واقعہ اُن کے حال میں بیان ہو چکا۔

۸

آپکے مفصل حالات سیر الاقطاب۔ خیر المجالس۔ سیر الاولیاء۔ مرآۃ الاسرار۔ اقتباس الانوار۔ سیر العارفین وغیرہ میں ہیں۔ مرآۃ الاسرار میں ہے کہ آپکے دو صاحبزادے تھے۔ ایک شیخ احمد جن کی قبر آپکے پہلو میں ہے دوسرے شیخ محمد جنھوں نے خورد سالی میں انتقال کیا۔ حضرت شیخ احمد کو شیخ تماجی بھی کہتے تھے۔ آپ کی اولاد حضرت سلطان المشائخ کے زمانہ تک زندہ رہی۔

آپکے خلفاء یہ حضرات ہوئے۔ حضرت شیخ فریدالدین گنجشکر۔ مولانا بدرالدین غزنوی۔ شیخ برہان الدین بلخی۔ شیخ ضیاء الدین رومی۔ سلطان شمس الدین التمش۔ شیخ بابا سجزی بحر دریا۔ مولانا فخر الدین حلوائی۔ شیخ احمد تماجی۔ شیخ حسین۔ شیخ فیروز۔ شیخ بدرالدین موئے تاب بدایونی۔ حضرت سید خضر رومی قلندر۔ شیخ سعدالدین۔ شیخ بیر۔ شیخ محمد بہاری۔ مولانا احمد خاجزی سلطان نصیرالدین۔ قاضی حمیدالدین ناگوری۔ شیخ محمد۔ شیخ برہان الدین حلوائی شیخ عوفی بہنی۔ مولانا خضر معین۔ شیخ جلال الدین ابوالقاسم۔ شیخ نظام الدین ابوالموئید۔

شیخ تاج الدین منور۔ شیخ جلال الدین تبریزی قدست اسرارہم اکثر ملفوظات چشتیہ میں ہے۔ کہ حضرت سید نجم الدین غوث الدہر کو بھی آپ سے اجازت و خلافت تھی مگر یہ غلط معلوم ہوتا ہے اس لیئے کہ ان کی ولادت آپ کی وفات کے تین سال بعد ہوئی۔ البتہ انکو حضرت سلطان المشائخ سے اجازت و خلافت تھی۔

حضرت شیخ شرف الدین شاہ بوعلی قلندر پانی پتی

آپکا نسب حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے۔ اس طرح کہ حضرت شاہ بوعلی قلندر بن مولانا فخر الدین زبیر بن سالار حسین بن سالار عزیز بن ابابکر غازی بن فارس بن عبدالرحمن بن عبدالرحیم بن محمد بن داؤد بن امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن نعمان کوفی۔

آپکے والدین پانی پت میں تشریف لائے اور وہیں سنہ چھ سو تیس میں آپ پیدا ہوئے حضرت شیخ قطب جمال ہانسوی آپکے خالہ زاد بھائی تھے۔ ابتدا میں آپ نے تحصیل علوم کی اور بارہ سال مسجد قوت الاسلام دہلی میں وعظ فرمایا۔ ایک روز ممبر پر وعظ فرما رہے تھے۔ کہ ایک فقیر آیا اور دروازہ مسجد سے چلا کر اس نے کہا کہ شرف الدین جس کام کے لیے پیدا ہوا ہے اس کو بھول گیا کب تک اس قیل وقال میں رہے گا۔ مگر اس کا یہ اثر ہوا کہ آپکے دل میں طلب الٰہی پیدا ہوئی مرشد کامل کی تلاش ہوئی۔ آخر حضرت شیخ شہاب الدین عاشق خدا کے مرید ہوئے جو حضرت شیخ بدرالدین غزنوی کے اور وہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے خلیفہ تھے حضرت شیخ امام الدین ابدال کو بلا واسطہ حضرت خواجہ صاحب سے بھی خلافت تھی مگر ان کی بیعت کے متعلق مختلف روائتیں ہیں ایک ضعیف روایت یہ ہے کہ آپ کو حضرت سلطان المشائخ سے بیعت تھی مگر یہ صحیح نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ آپ حضرت مولانا بحری قلندر خلیفہ حضرت سید خضر رومی قلندر کے مرید و خلیفہ تھے اور ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ سلسلہ طیفوریہ میں حضرت سید خضر رومی قلندر ہی کے مرید اور انھیں سے

فیضیاب تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ حضرت سید نجم الدین قلندر غوث الدہر سے فیضیاب تھے منبع الانساب میں ہے کہ

شرف الدین بوعلی قلندر اول بخدمت شیخ شہاب الدین خلیفۂ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علم ظاہر حاصل کردو نعمت باطنی از سید السادات حضرت سید نجم الدین قلندر یافت۔

غرضکہ ان روایات کے بناپر آپ کا حضرت سید خضر رومی قلندر یا حضرت سید نجم الدین غوث الدہر قلندر کا خلیفہ ہونا ضرور قرین صواب و عقل معلوم ہوتا ہے اور آپکے قلندر مشہور ہونے کا اقتضاد قیاس بھی یہی ہے۔

آپ بزرگان مشایخ ہند سے تھے علم توحید و تصوف میں یکتاے روزگار تھے اولیاء وقت نے آپ سے رجوع کی حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی کو اگرچہ باطنی نعمتیں حضرت شمس الدین ترک پانی پتی سے ملیں مگر کشود کار آپ ہی کی توجہ سے ہوا آپ حضرت سلطان المشایخ کے معاصر تھے اور حضرت مولانا شمس الدین تبریزی و مولانا جلال الدین رومی کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر فیضیاب ہوے تھے چنانچہ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ

در روم بمولانا شمس الدین تبریزی و مولانا جلال الدین رومی رسیدہ ام واز ایشان نوازش یافتہ بہ پانی پت آمدہ مقیم گشتہ ام۔

آپ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے بھی اویسی فیضیاب تھے۔ آپ کا ایک مختصر دیوان بھی ہے جس میں حقایق خوب بیان فرماے ہیں یہ رباعی آپ ہی کی ہے ؎

آوازۂ عشق ما بہر خانہ رسید	درد دل ما بخویش و بیگانہ رسید
از دست غم عشق تو ہر جا کہ روم	گویند ز راہ دور دیوانہ رسید

اسکے علاوہ آپکے مکتوب بھی ہیں مشتمل بر حقایق و معارف توحید وغیرہ و حکمنامہ شیخ شرف الدین و مثنوی وغیرہ بھی آپکے تصنیفات سے ہیں۔

جذب وسکر آپ پر بیشتر طاری رہتا تھا۔ اخبار الاخیار میں ہے کہ حالت جذب و مستی میں لبیں آپ کی بڑھ گئیں تھیں کسی کی مجال نہ تھی کہ مزاحم ہو آخر مولانا ضیاء الدین سنامی نے جوش شریعت سے خود قینچی لے کر داڑھی پکڑ کے مونچھیں کترِیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا مبارک ریش ہے جو راہ شریعت میں پکڑی گئی۔ مبارک خاں آپ کے محبوب ترین مرید تھے بغیر اُن کی سفارش کے آپ کے حضور میں کسی کا گذر نہیں ہوتا تھا حضرت شمس الدین ترک پانی پتی خلیفۂ حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری جب کلیر سے پانی پت آئے اور شہر میں قیام کیا تو اُس زمانہ میں آپ بھی وہیں تھے ایک روز اُن کا خادم آپ کی فرودگاہ پر سے گذرا دیکھا کہ آپ شیر سبنے بیٹھے ہیں دل میں ڈرا اور اُن سے جاکر بیان کیا اُنھوں نے فرمایا کہ اب پھر اگر جانا اور اُن کو اُسی شکل میں دیکھنا تو کہنا کہ شیر کو جنگل میں رہنا چاہیئے نہ کہ آبادی میں اُس نے جاکر عرض کیا۔ آپ اُٹھ کر شہر سے باہر جنگل میں چلے گئے وہ مقام باگھولی کہلاتا ہے چند روز وہاں رہ کر پھر موضع بڈھا کھیڑہ ضلع کرنال میں جاکر سکونت اختیار فرمائی۔

آپ کی وفات بعمر چورانوے سال تیرہ رمضان المبارک روز پنجشنبہ سنہ سات سو چوبیس ہجری میں ہوئی۔ مزار پانی پت میں ہے اور بعضوں کے نزدیک کرنال میں مشہور ہے کہ آپ کے وفات کے بعد پانی پت و کرنال والوں میں جھگڑا ہوا۔ ہر فریق یہ چاہتا تھا کہ ہم اپنے یہاں دفن کریں جب زیادہ طول ہوا تو ایک فقیر نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں فریق ایک ایک چارپائی نعش کے پاس بچھا کر ہٹ آئیں کچھ دیر بعد جب دونوں فریق یکے بعد دیگرے گئے تو اُنھوں نے چارپائیوں پر آپ کی نعش مبارک پاکر ایک دوسرے سے خفیہ کرنال و پانی پت لے گئے۔ واللہ اعلم بالصواب

آپ کے خلفاء بہت ہوئے سلطان علاء الدین و جلال الدین خلجی۔ شاہان دہلی بھی آپکے خلیفہ تھے۔

انجاح حاجات و حل مشکلات کے واسطے آپکے فاتحہ سہ منی کا عمل بہت مجرب ہے جس قدر اس نذر کا رواج خاندان قلندریہ میں عموماً اور اس قصبہ کاکوری میں خصوصاً ہے اتنا غالباً

کہیں اور نہ ہوگا طریقہ فاتحہ سہ منی یہ ہے کہ ایک من وہی ایک من روٹی ایک من گاے کا گوشت پکا کر اس پر گیارہ بزرگوں کا فاتحہ کرے فاتحہ کا طریقہ یہ ہے کہ اول و آخر درود شریف دس دس بار۔ الحمد دس بار۔ آیۃ الکرسی دس بار۔ الم نشرح دس بار۔ سورۂ اخلاص دس بار پڑھے اسامی بزرگان فاتحہ یہ ہیں حضرت سرور انبیا صلعم۔ جناب امیر کرم اللہ۔ حضرت قلندر صاحب حضرت حمید الدین عارف والد قلندر صاحب۔ حضرت بی بی حافظہ جمال والدہ قلندر صاحب حضرت مبارز خاں حضرت شیخ احمد حضرت مولانا فخر الدین عراقی۔ مولانا نظام الدین عراقی حضرت شرف الدین یحییٰ منیری۔ مولانا لعل شہباز قلندر۔

نفحۂ سوم

ذکر حضرت قبلۃ الاولیا کعبۃ الاصفیا سیّد السّادات

سیّد نجم الدّین غوث الدّہر قلندر

بن سید نظام الدین غزنوی بن سید نورالدّین مُبارک غزنوی معروف بمیر میران دہلوی بن سید عبداللہ ابوالفضل ملقب بمیر حاج بن سید شرف الدین حدث مکہ ابن سید ابوالحسن محمد سالوسی ابن سید محمد فارسی بن ابوالحسن سید یحیٰی بن ابو عبداللہ سید حُسین بن سید عمر ابن سید احمد محدث شاعر ابن سید یحیٰی بزرگ ابن سید حسین ابن زید الشہید بن حضرت امام علی زین العابدین۔ بن حضرت امام حسین علیہ السلام ابن حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

آپکے جدامجد حضرت سید نورالدّین مُبارک حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے بھانجے اور خلیفہ تھے بی بی سارہ والدۂ حضرت شیخ نظام الدّین ابوُالموٗید اُن کی ہمشیر تھیں جب حضرت سید مُبارک پیدا ہوے تو اُن کے والد اُن کو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں لے گئے حضرت نے دیکھکر فرمایا کہ ہومنا چند روز کے بعد وہ بیمار ہوے ایک روز ایسی حالت ردی ہوی کہ سب کو نا امیدی ہوگئی اُنکے والد روتے ہوے حضرت شیخ کے پاس گئے اُنھوں نے فرمایا کہ شاید سکتہ ہوگیا ہوگا پھر دیکھنے تشریف لے گئے دیکھکر فرمایا کہ گھبراؤ مت اچھا ہے اُسی وقت سے صحت ہونا شروع ہوگئی چند روز میں اچھے ہوگئے جب ہوش دار ہوے تو حضرت شیخ نے تعلیم وتلقین کی اور خلافت دیکر

بغرض ہدایت خلق غزنین بھیجا۔ اُس زمانہ میں سلطان شہاب الدین غوری دہلی پر چڑہائیاں
کرتا تھا مگر فتح نہ پاتا تھا۔ جب یہ حال کسی امیر سے حضرت سید مبارک نے سنا تو فرمایا کہ چونکہ
تم کسی بزرگ کے حکم سے نہیں جاتے ہو اس لیے کامیاب نہیں ہوتے۔ جاؤ اور حضرت شیخ سے
جاکر عرض کرو اگر وہ توجہ فرمائیں تو فتح ہو سکتی ہے۔ اُس نے حضرت شیخ سے جاکر عرض کیا۔
اُنھوں نے دعاء فتح دے کر حضرت سید مبارک کو لشکر کے ساتھ کر دیا تب فتح ہوی۔ پھر وہ
دہلی ہی میں رہے اور وہیں آپ سنہ چھ سو سینتیس میں پیدا ہوے۔ رسالہ غوثیہ میں ہے کہ آپنے
فرمایا کہ جب حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار پر بغرض
فاتحہ خوانی تشریف لاے۔ والد نے مجکو لیجاکر اُنکے قدموں پر ڈالدیا۔ اُنھوں نے اپنی ٹوپی
میرے سر پر رکھدی اور فرمایا کہ ایں یکے از اخواہد بود اُس وقت میں دس برس کا تھا **نقل** آپکے
مکان کے قریب ایک مسجد تھی جس کے حجرہ میں ایک فقیر احمد ترمذی رہا کرتا تھا۔ وہیں آپ اور بہت
سے لڑکے کلام مجید یاد کیا کرتے تھے۔ ایک روز وہ لڑکوں کے شور وغل سے پریشان ہوکر پوچھنے
لگا کہ تم قرآن کس غرض سے حفظ کرتے ہو۔ لڑکوں نے کہا ہم نے سنا ہے کہ حافظ کا جسم قبر
میں خراب نہیں ہوتا۔ اُسنے کہا تم غلط سمجھے اس کا یہ مطلب نہیں ہے اگر یہاں قبرستان میں
کسی حافظ کی قبر ہو تو بتاؤ میں ابھی دکھا دوں۔ بس اُسی ایک حافظ کی قبر پر لے گئے اُس نے
کھودا تو حافظ کا جسم بالکل خاک ہو گیا تھا۔ یہ دیکھ کر سب کے دلوں سے جوش حفظ قرآن
جاتا رہا اور پھر اور علوم پڑھنے لگے۔ رات کو اُسی مسجد میں جمع ہو کر آپس میں مباحثہ کرتے تھے۔ ایک
روز اُس نے پھر پریشان ہو کر کہا کہ اب کس لیے اوقات ضایع کرتے ہو۔ لڑکے کہنے لگے کہ پہلے
تو کلام مجید یاد کرنے نہیں دیا اب صرف ونحو بھی پڑھنے پر خفا ہوتا ہے آخر کیوں۔ اُس نے کہا
کہ میں پڑھنے سے منع نہیں کرتا۔ مگر یہ کہتا ہوں کہ وہ علم حاصل کرو جو عاقبت میں کام آوے جس
کی ادنی برکت یہ ہے کہ اُس کی وجہ سے اجسام قبور میں خراب نہیں ہوتے لڑکوں نے کہا اگر یہ سچ
ہے تو ہم کو دکھا۔ اُس نے کہا اسی شہر میں ایسے بندگان خدا بہت ہیں۔ مگر میں اُنکی قبر کھود نہیں سکتا

تم کو اگر خواہش ہے تو میرے ساتھ سفر کرو میں دکھا دوں گا۔ اور تو سب نے انکار کیا مگر آپ باوجود کمسنی ساتھ ہو گئے اور سیر کرتے بنگال کے ایک شہر میں پہونچے۔ فقیر ترمذی نے کہا کہ یہاں ایک مرد بدرسلاح[1] نامی ایسا ہے جس کا جسم قبر میں محفوظ ہے اور اُس کی قبر شہر سے دور قدیم سے زیارت گاہ خلایق ہے جب رات ہوی تو کدال لے کر وہاں گئے اور قبر کھولی تختہ ہٹا کر آپ سے کہا کہ بیچو: آپ نے جھک کر دیکھا تو اُس میں سے ایک ایسا نور نکلا کہ آنکھیں چوندھیا گئیں اور خوف سے پیچھے ہٹ گئے۔ اُس نے کہا ڈرو نہیں خوب اچھی طرح دیکھ لو آپ نے دیکھا کہ ایک مرد نہایت روشن چہرہ سفید ریش چت لیٹا سو رہا ہے اور سب اعضا اُس کے صحیح و سالم ہیں۔ اُس نے دوسرا تختہ ہٹانا چاہا آواز آی مہ یا مجنون وقف علی ذالک فوراً قبر بند کر دی اور مٹی برابر کر کے واپس آے صبح کو مشہور ہوا کہ بدرسلاح کی قبر کسی نے کھود ڈالی۔ پھر لوگوں نے وہاں عمدہ عمارت بنوا دی

قبل بیعت اور مشایخ کرام کے خدمت میں حاضر ہونے کے یہ آپ کا پہلا سفر تھا۔ وہاں سے واپس ہو کر آپ حضرت سلطان المشایخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوے۔ اُنھوں نے آپ کو اذکار و اشغال و مراقبات تعلیم فرما کر اجازت و خلافت سلسلہ عطا کی۔ جب ایک مدت گذر گئی اور مقصود حاصل نہ ہوا تو آپ نے عرض کیا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ مجکو معلوم ہوا ہے کہ تمہارا مقصد حضرت سید خضر رومی قلندر سر حلقہ سلسلہ قلندریہ سے حاصل ہوگا عرض کیا کہ وہ مجھے کہاں ملیں گے۔ علاوہ اس کے میں صوفی ہوں اور وہ قلندر چار ابرو کا صفایا کرتے ہیں۔ مجھے اُن سے کیا مطلب؟ ارشاد ہوا کہ ملک روم جاو اور وہاں تلاش کرو ملجائیں گے۔ پھر اُن کا حلیہ بیان کر کے فرمایا کہ ہو[2] رجل نورانی یشعشع انوار وجہہ ظاہر اً

---

[1] کلکتہ سے چار کوس آگے آپ کا مزار ہے آپ کی کرامت اب تک یہ چلی آتی ہے کہ جب کشتی دریاے شور میں طوفان میں پھنس جاتی ہے تو اہل کشتی یکبارگی باآواز بلند آپ کا نام رٹنا شروع کرتے ہیں ببرکت اس کے وہ کشتی سلامت رہتی ہے اس سے زائد آپ کا حال دریافت نہیں ہوا۔ جسم زخار[2] وہ ایک نورانی شخص ہے جس کے چہرہ کی روشنی آفتاب و ماہتاب کی روشنیوں پر غالب آتی ہے ۱۲

باھرۃ[1] علٰے شعشات الشموس والاقمار اُن کی ظاہری حالت کے متعلق مت کچھ کہو اپنے کام سے کام رکھو۔ نظر[1] الخلق الی المواجب واللحی ونظر الخالق الی القلوب والنہیٰ ○

یکسر ہو گر بدے دین بجاں درست	کوس ولایت زدی کبش طویل اللحی
شستن قالب اگر قلب زدا آمدے	مردم آبی خدے پیشرو اصفیا

آپ وہاں گئے اور تلاش میں مصروف ہوئے ایک روز بازار میں بیٹھے تھے کہ قلندروں کی ایک جماعت اُدھر سے گذری جن کی شان یہ تھی ان[2] الشطار یین الطائرین الی اللہ السالکین بالجذبۃ متخلقون باخلاق اللہ تعالیٰ عاملون باسم القلندریۃ فی مقام الفردانیۃ والقلندر اسم من اسماء اللہ تعالیٰ فی لسان السریانیۃ۔

اور اُس کے سرگروہ ایک بزرگ نہایت باعظمت وجلال تھے آپنے جب اُن کا حلیہ حضرت سلطان المشائخ کے بتانے کے موافق پایا تو جاکر قدمبوس ہوئے اُنھوں نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ یا[3] نجم الدین جئت سالماً غانماً واخی نظام الدین فرحاً وانی اعلم ان الشیخ قد ارسلک الیّ فجئت فرحاً داللہ قبلتک۔ پھر آپ کو اپنے ساتھ رکھا۔ آپ مدتوں اُنکی خدمت میں رہے۔ اُس زمانہ میں آپکے سر کے بال لانبے اور واڑھی بہت خوشنما تھی۔ آپ نے منڈا ڈالی۔ ایک بار اُسی جماعت کے ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میں نے سالہا سال حضرت سید کی خدمت کی مگر تمہاری طرح مجھ پر کبھی عنایت نہیں ہوی۔ آخر تم میں کیا فوقیت ہے۔ اچھا آؤ ہم تم اپنے نفس پر حدادی کریں چنانچہ ناف پر تسکہ باندھکر مٹی ڈالی اور جَو بوئے یہ نہایت سخت ریاضت ہے اور اس میں خواب وراحت ممکن نہیں اس ریاضت میں چھ ماہ گذر گئے جب حضرت سید کو

---

[1] خلق کی نظر واڑھی اور مونچھ پر ہے اور خدا کی نظر قلوب اور نیتوں پر ہے ۱۲۔ [2] واقعی حضرات شطار طائرین الی اللہ ہیں۔ سلوک با لجذب کرتے ہیں متخلق باخلاق الٰہی ہیں اور عامل باسم قلندریت مقام فردانیت میں اور قلندر زبان سریانی میں خدا کا ایک نام ہے ۱۲۔ [3] اے نجم الدین تم بخیریت آئے اور بھای نظام الدین تو اچھے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ شیخ نے تمکو میرے پاس بھیجا ہے تم خوب آئے میں نے تمکو قبول کیا ۱۲۔

معلوم ہوا تو منع کیا اور فرمایا کہ ھٰذا اکلہ من حرکات النفسانیۃ۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اس راہ میں ہم نے بہت سخت محنت و مشقت اٹھائی۔

جب آپ کو ایک زمانہ اُن کے ساتھ گذرا اور انھوں نے کچھ تعلیم و تلقین نہ فرمائی تو آپ مایوس ہو کر چلے آئے اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کے مزار پر اسم اعظم کی دعوت میں مشغول ہو گئے جب حضرت سید کو معلوم ہوا تو انھوں نے مریدین سے فرمایا کہ اذہبوا وتعالوا بالسید نجم الدین فانہ اشتغل بغیر اللہ[۲]۔ چنانچہ وہ لوگ آکر آپ کو لے گئے جب اُن کی خدمت میں پہونچے تو انھوں نے آپ کو گوشت و روٹی جو آپ چھوڑ چکے تھے کھلائی۔ اور تعلیم و تلقین فرمائی۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے عند التحقیق حضرت سلطان نظام الدین اولیاء و حضرت سید المجذوبین امیر سید خضر رومی قلندر قدس سرہما کی تعلیم میں کوئی فرق نہیں پایا۔ مگر کشود کار حضرت سید المجذوبین ہی کی توجہ پر موقوف تھا پھر آپ پانچ سال اور اُن کی خدمت میں رہے اور نعمت قلندریہ معہ خلافت کبریٰ حاصل کر کے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ وہاں پچاس سال رہے اور سخت ریاضتیں کیں رسالہ غوثیہ میں ہے کہ قال الغوث[۳] رضی اللہ عنہ فمکثت فی صحبۃ السید خمس سنین حتی جعلنی من خلفائہ و صبت فی صدری ما فی صدرہ و اعطانی الوداع فسافرت جانب مکۃ۔ فصول مسعودیہ میں ہے کہ حضرت شیخ حسین بن معزن بن شمس البلخی قدس سرہ فرماتے تھے کہ مجھ سے ایک حاجی بیان کرتے تھے کہ میں نے حضرت غوث کو مکہ معظمہ میں ایک پتھر پر بیٹھے دیکھا اُنکے سینہ سے دیگ کھولنے کی ایسی آواز آرہی تھی۔ اور مکہ والے اُنکے گرد قدمبوسی کو جمع تھے اصول المقصود میں ہے کہ حضرت غوث پچاس سال مکہ معظمہ میں رہے اور پیری کی

---

[۱] یہ سب حرکات نفسانی ہیں ۱۲۔ [۲] جاؤ اور سید نجم الدین کو لے آؤ کہ وہ غیر خدا میں مشغول ہو گیا ہے ۱۲۔ [۳] حضرت غوث رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بعد تربیت حضرت سید کی خدمت میں پانچ برس رہا۔ یہانتک کہ انھوں نے مجکو اپنا خلیفہ کیا اور میرے سینے میں ڈالا جو کچھ کہ خود اُنکے سینہ میں تھا اور مجکو رخصت کیا۔ تب میں مکہ گیا ۱۲۔

پتیوں سے افطار کیا۔ چالیس سال حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مکان میں حاجیوں کو پانی پلایا کیے اور بیالیس حج کیے اور کئی حج اکبر پائے اور تیس سال ایک پتھر پر بیٹھے رہے آواز "ھو" بے اختیار آپکے سینہ سے نکلتی تھی اور آپنے فرنگ سے چین تک دوبار سفر کیا۔ مناقب القلندریہ میں ہے کہ حضرت غوث نے فرمایا کہ ہم چین کے سفرسے لوٹکر شیخ علاءالدین کے یہاں اترے اور شیخ اور میں دونوں مراقب ہوئے اُن کا لڑکا آیا اور اُسنے ایک گرم چادر اوڑھا دی جس نے مجھے گھٹنوں تک ڈھانپ لیا۔ اُس کی گرمی سے تکلیف ہوئی میں نے آنکھ کھولی اور غصہ سے اٹھ کھڑا ہوا شیخ نے اپنے کو میرے قدموں پر ڈالدیا۔ میرا غصہ رفع ہوگیا۔ پھر میں نے کہا کہ ستر عورت امام مالک کی نزدیک فرض ہے لیکن ہم اہل قلندریہ ادنیٰ رخصت پر عمل کرتے ہیں شیخ علاءالدین نے اس کو مستحسن قرار دیا حضرت غوث نے فرمایا کہ میں نے یمن کے بزرگان دین سے ملاقات کی فرماتے تھے کہ میں نے لباس قلندریہ میں سرزمین یمن کی سیر کی ہے اور یمن کی گھاٹیاں طے کی ہیں جو تین سو تیس ہیں۔

فرماتے تھے کہ ہم یمن کے ایک شہر میں پہونچے اُس میں ایسے کتے تھے جو اجنبیوں کو کھاجاتے تھے شہروالوں نے ہماری اُن سے حفاظت کی اور ہمکو شہرپناہ میں داخل کردیا جب ہم نے واپسی کا ارادہ کیا تو ہمکو اس طرح باہر پہونچا گئے کہ ہمارے گرد رہ کر کتوں سے حفاظت کرتے رہے یہاں تک کہ ہم شاہراہ پر پہنچ گئے۔

حضرت غوث نے فرمایا کہ بعض پہاڑوں میں بعض صحابہ زندہ ہیں وہ آدمیوں سے ایسے بھاگتے ہیں جیسے آدمی درندہ سے بھاگتا ہے۔ مرادالمریدین میں ہے کہ آپنے فرمایا کہ

من وبرادرم شیخ شرف الدین یحیٰی منیری در حجرہ او ہفت روز مشغول بودیم وحجرۂ او کوہے بود وایں درسفر بود کہ از چین بہ بنگالہ مراجعت فرمود۔ ونیز فرمود کہ در شہرے نزول کردیم کہ درآں چار شیخ صاحب سرالٰہی بودند شیخ الاولیا احمد چرم پوش وشیخ شرف الدین یحیٰی منیری

ذکر شیخ منہاج الدین سیاح و شیخ غلیک افغان رہ

نیز اُسی میں ہے کہ عارف باللہ شاہ حمایت اللہ قلندر سجادہ نشین درگاہ حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی و خلیفہ حضرت قاضی محمد تقی قلندر رہونوی بیان کرتے تھے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت غوث رضی اللہ اپنے زمانہ سیاحت میں ایک جہاز پر سوار تھے ناگاہ ایک پہاڑ نمودار ہوا جس کو دیکھ کر جہاز والے نہایت ہراساں ہوئے اور شدت یاس میں رونے لگے لوگوں نے پوچھا تو ملاحوں نے کہا کہ جب جہاز وہاں پہونچتا ہے تو پہاڑ سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتا ہے حضرت غوث الدہر نے فرمایا کہ پھر کوئی تدبیر نجات کی بھی ہے یا نہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ سکندر نے ایک ستون پہاڑ سے قریب بنوا دیا ہے جس وقت جہاز وہاں پہونچے اُس وقت اگر کوئی شخص اُس ستون کو جا کر ہلا دے تو جہاز کا رخ بدل جاتا ہے اور وہ پہاڑ سے محفوظ رہتا ہے۔ مگر جو کوئی ستون ہلانے جائے گا وہ جہاز کے تھپیڑے سے دریا میں گر جائے گا۔ حضرت غوث آمادہ ہو گئے اور تدبیر مذکورہ عمل میں لائے جہاز نکل گیا اور آپ دریا میں گر گئے۔ چونکہ زندگی تھی بدقت کنارے پہونچے وہاں آبادی سے دور جنگل میں ایک بہت بڑا قلعہ دیکھا جس میں بہت سے عمدہ مکانات و دلکش باغات تھے آپ سب جگہ پھرے لیکن کوئی آدمی نظر نہ آیا کچھ دیر کے بعد کئی سقہ آکر آبپاشی کر گئے اور فراش فرش بچھا گئے آپ یہ دیکھ کر گوشہ میں چھپ رہے کچھ دیر کے بعد بہت سے سوار آئے اور قاعدہ سے فرش پر بیٹھ گئے لیکن کسی کے منتظر معلوم ہوتے تھے۔ دیر کے بعد ایک شخص پاپیادہ آیا جسکو سبنے تعظیم سے لے جا کر صدر میں بٹھلا دیا۔ پھر خوانوں میں کھانا آیا وہ تقسیم ہوا ایک حصہ بڑھا سب نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی باقی رہ گیا تلاش کرو ایک شخص آپ کو تلاش کر کے لے گیا اور حصہ دیا۔ کچھ دیر کے بعد سب سوار ہو کر چلے گئے جب آخر میں وہ شخص بھی جانے لگا تو آپ نے پیادہ پائی کی وجہ پوچھی پہلے تو اُس نے ٹالنا چاہا پھر آپکے اصرار پر بیان کیا کہ ہم سب لوگ شہید ہیں ہر سال یہاں جمع ہوتے ہیں اور میں سب کا سردار ہوں اس لیے کہ میری شہادت

مرتبہ اُن سے اعلیٰ ہوی ۔مگر میرے ساتھ گھوڑا نہیں مارا گیا اس لیے پیادہ ہوں ۔آپ نے فرمایا
کہ اب تم کو سواری کسی طرح مل سکتی ہے اُنھوں نے کہا کہ ہاں اگر تم کوشش کرو گڈھ مانڈو
مضافات مالوہ متصل تالچہ میرا گھر ہے وہاں جا کر میرے اعزا سے کہو کہ فلاں جگہ میں نے چار سو
روپیہ دفن کر دیے ہیں ۔اُس سے گھوڑا خرید کرکے خدا کی راہ میں دے دیں مجکو مل جاے گا ۔
رخصت ہوتے وقت آپ نے پوچھا کہ مجکو کیسے معلوم ہوگا کہ گھوڑا انکو ملا یا نہیں ۔اُنھوں
نے کہا تالاب چندلاو کے قریب ایک متبرک مقام ہے فلاں تاریخ سب شہید وہاں جمع ہوتے
ہیں ملاقات ہو جاے گی ۔آپ نے جا کر اُنکے اعزا سے واقعہ بیان کیا اُنھوں نے روپیہ کھود کر
نکالا اور گھوڑا خرید کر خیرات کر دیا ۔جب وہ دن آیا تو آپ وہاں گئے ، تو دیکھا کہ وہ سوار آے
اور آپ کا شکریہ ادا کیا ۔ آپ نے اُن سے اپنی یہ خواہش ظاہر کی کہ بوجہ اس مقام کے متبرک
و پر فضا ہونے کے میں یہاں رہنا چاہتا ہوں ۔اُنھوں نے کہا یہاں اگرچہ کوی رہ نہیں سکتا ۔مگر
تم کو اجازت دی جاتی ہے ۔چنانچہ آپ نے وہیں اقامت فرمای اور وہیں دفن ہوے ۔

نقل ایک مرتبہ آپ تاجروں کی ایک کشتی پر جس میں گیہوں تھے سوار ہوے ۔کشتی چلی
چلتے چلتے دفعتاً ایک جگہ رک گئی سب کو حیرت ہوی ۔جب کئی روز گذر گئے تو لوگ تنگ
آ کر مایوسی سے رونے لگے ۔ایک شخص جو تجربہ کار عقیل تھا کہنے لگا کہ شمار تو کرو جس قدر لوگ سوار
ہوے تھے وہی ہیں یا کوی زائد ہے چنانچہ شمار سے ایک شخص اجنبی زائد نظر آیا ۔اُس سے
پوچھا گیا کہ کون ہو اور کہاں سے سوار ہوے تھے ۔اُس نے کہا میں ایک غیر شخص ہوں محض
ایک ضرورت سے تمہارے پاس آیا اور تم سب کو روکا ہے ۔ضرورت یہ ہے کہ میرے شہر
میں قحط پڑ گیا ہے غلہ باقی نہیں رہا لہٰذا تم یہ گیہوں مناسب قیمت پر مجکو دیدو اور میرے ساتھ
اپنا ایک معتبر آدمی کر دو میں اُسے قیمت دے دوں گا اور میں چور بد معاملہ شخص نہیں ہوں ۔
میری باتوں کا یقین کرو میں ہی نے کشتی روکی ہے ۔کشتی والوں نے کہا قیمت کی چنداں
ضرورت نہیں ہم غلہ مفت دینے کو تیار ہیں اس شرط سے کہ ہمکو اس حبس بیجا سے نجات دو ۔

مگر کیونکر لے جاؤ گے اُس نے کہا کہ غلہ کے بورے دریا میں ڈالدو اور اپنا ایک معتبر آدمی میرے ساتھ کر دیں اُسے قیمت دے دوں گا کسی نے ساتھ جانا منظور نہ کیا آخر آپ تیار ہو گئے فرمایا کہ ہر چہ بادا باد میں چلتا ہوں سب نے پوچھا کہ واپسی کب ہوگی اُس نے کہا کہ کل۔ غرض غلہ کے بورے دریا میں ڈالدیے گئے۔ آخر میں اُس نے بھی آپ کا ہاتھ پکڑ کر غوطہ مارا اہل کشتی حسب وعدہ انتظار کرنے لگے دوسرے روز آپ سطح آب پر نمودار ہوئے لوگوں نے آپکو کشتی پر کھینچ لیا۔ دیر کے بعد آپ ہوش میں آئے تو بیان فرمایا کہ جب میں نے دریا میں غوطہ لگایا تو ایک ایسی سرزمین پر پہونچا جہاں دریا کا نشان نہ تھا اور وہاں کے باشندے مومنین وصلحا تھے اور وہاں کل قواعد اسلامی جاری تھے جب بازار میں پہونچا تو گیہوں کے بورے ڈھیر نظر آئے پھر وہ مجکو اپنے گھر لیگیا اور غلہ کی قیمت دی میں شب کو اُسی کے یہاں رہا۔ آدھی رات کے بعد باجوں کی آواز سن کر میں نے پوچھا تو اُس نے کہا کہ یہاں کے بادشاہ کا انتقال ہو گیا ہے میں نے متعجب ہو کر کہا کہ موت میں باجے بجانا نئی رسم ہے اُس نے پوچھا کہ پھر تمھارے یہاں کیا کرتے ہیں میں نے کہا روتے ہیں وہ بہت ناراض ہوا اور قیمت واپس لے کر کہنے لگا کہ تم لوگ دیانتدار نہیں ہو موت میں روتے ہو یہ نہیں سمجھتے ہو کہ خداوند تعالیٰ مختار ہے اسی نے پیدا کیا اُسی نے مار ڈالا رونا کس بات کا۔ تمھارے یہاں کا غلہ یہاں کے لوگوں کے کھانے کے قابل نہیں۔ میں نے پوچھا کہ تم کون ہو اور اس شہر کا نام کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ ہم بھی خدا کی مخلوق ہیں اور یہ شہر منجملہ اُن شہروں کے ہے جس کا علم بجز خاصانِ حق کسی کو نہیں۔ یہاں بھی حضرت شیخ ابو اسحاق گازرونی کا ایک لنگر ہے جس میں وہی غلہ صرف ہوتا ہے جو نیک لوگوں کا بویا ہوا ہوتا ہے۔ اب تم جاؤ یہ غلہ بھی پہنچ جائے گا۔ آنکھ بند کرو میں نے آنکھ بند کی پھر جو کھولی تو اپنے کو یہاں پایا اب غلہ بھی آتا ہوگا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ غلہ کے بورے آنا شروع ہو گئے جب سب غلہ آگیا تو کشتی خود بخود چل نکلی۔

نقل ایک مرتبہ آپ کشتی پر سوار تھے اتفاقاً کشتی ظلمات کی طرف جانے لگی سب مایوس ہو کر رونے لگے۔ ناخدا نے کہا کہ ایک تدبیر میں نے اپنے بزرگوں سے سنی ہے اگر ہمت ہو تو کرو

وہ یہ کہ ظلمات عنقا کا مسکن ہو اگر ہم سب اپنی زندگی سے ہاتھ دھو کر اس کی فکر کریں کہ عنقا کشتی کو لے کر اپنے چنگل میں لے اڑے اور کہیں خشکی میں چھوڑ دے تو ممکن ہے کہ بچ جائیں ورنہ تباہی میں شک نہیں مجبوراً سب راضی ہوئے اور کشتی کے مستول وغیرہ مضبوط پکڑ کر خدا کی قدرت کے منتظر رہے یکایک دوپہر کے وقت ایک سخت مہیب آواز بلند ہوئی اور اندھیرا چھا گیا اور کشتی سمندر سے اٹھی جس سے محسوس ہوا کہ عنقا نے کشتی کو لے کر پرواز کیا ہے اسکے بعد کسی کو خبر نہ رہی آپ معہ ایک اور ہمسفر کے ایک ویرانہ مقام پر خشکی میں گرے اور دوں پر کیا گذری اس کی خبر نہیں۔

نقل۔ ایک بار آپ سیر کرتے ایک شہر میں پہونچے وہاں کچھ دنوں قیام فرمایا۔ ایک روز ہمراہیوں سے فرمایا کہ میں ایک مشغولی ایسی کرونگا جسمیں سب مجکو مردہ سمجھنے لگیں گے جب کئی روز گذر گئے تو بہت سے جاہل و نافہم آپ کو مردہ سمجھ کر تجہیز و تکفین پر آمادہ ہوئے مگر اُن لوگوں نے روکا آخر ستر روز کے بعد آپ یا غفور یا غفور فرماتے اُٹھ بیٹھے اور حوائج ضروری سے فراغت کر کے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ جب آپ کی اتنی بڑی مشغولی سے بیدار ہونے کا شہر میں شہرہ ہوا تو شہر کے تمام لوگ عقیدت و خلوص سے حاضر ہو کر قدمبوس ہوئے۔

روایت ہے کہ حضرت غوث کے اعضا سے سخت سردی کے موسم میں بھی وجد کی حالت میں پسینہ جاری ہو جاتا تھا ایک روز امام ہمام حافظ اسماعیل نبیرۂ عالم شاطبی معہ اپنے شاگردوں کے حضرت غوث کی قدمبوسی کو آئے حضرت سجادہ پر تشریف رکھتے تھے امام صاحب حضرت کی قدمبوسی کر کے بیٹھ گئے حضرت نے فرمایا کہ دوستو کچھ آیت پڑھو۔ ایک شاگرد نے شروع کی حضرت غوث پر حال طاری ہوا اور ہویت کا نعرہ بے اختیار بلند ہوا حضرت کے جبین مبارک پر پسینہ آ گیا جیسے کہ نزول جبرئیل کے وقت آنحضرت صلعم کے جبین مبارک پر پسینہ آجاتا تھا عارفوں کے نزدیک جذبہ اور جبرئیل ایک چیز ہے ہر شاگرد نے فرداً فرداً پنج آیت پڑھی اور حضرت غوث حال میں رہے روحانیت کی موجوں سے بے اختیار دائیں بائیں نظر فرماتے

اور پسینہ جاری ہوتا خادم رومال کو حضرت غوث کے پسینہ سے ترکرتا اور اپنے سینہ پر ڈال لیتا عجیب و غریب حالتیں ظاہر ہوتی رہیں جب حضرت غوث حالت صحو میں آئے اور آنکھ کھولی تو امام نے عرض کیا کہ میرا لڑکا ضعیف ہوگیا ہے صرف میوہ پر بسر کر رہا ہے حضرت غوث نے مطابق حکم الذی انزل الداء انزل الدواء کے فرمایا کہ ایک سیر گائے کے گھی میں ایک مرغ سپید پکاؤ اور میدہ کی روٹی کے ساتھ چند روز کھلاؤ صحت ہو جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک روز آپ کا خادم بازار سے چراغ کے لئے تیل لانے چلا آپ نے فرمایا کہ وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے تیل اسی تالاب میں بھر کر روشن کرلو جب یہ خبر مشہور ہوئی تو تمام لوگ اُس کا پانی لے جاکر چراغ میں جلانے لگے۔ ایک روز جب بہت ہجوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تالاب میں تو پانی ہے تیل کہاں سے آیا۔ اُسی وقت سے وہ پھر پانی ہوگیا۔

نقل ہے کہ جب حضرت سید خضر رومی قلندر نے آپ کو خلافت و لقب غوث الدہر عنایت کرکے رخصت کیا تو فرمایا کہ پورب کی سیر کرو وہاں ایک شاہباز تمھارے جال میں پھنسیگا آپ حسب الحکم معہ چند فقراء پورب کی سیر کرتے بنگالہ تشریف لے گئے اور مخدوم نور قطب عالم پنڈوی سے ملے۔ وہاں سے پھر کچھوچھے گئے اور حضرت قدوۃ الکبری سید اشرف جہانگیر سمنانی سے ملاقات کی۔ پہلے روز انھوں نے آپ کی دعوت کی دوسرے دن آپ نے اُن سے فرمایا کہ آج تمھاری اور تمام سب مسلمانوں کی ہم دعوت کرتے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ آپ مسافر ہیں آپ کی مہمانی ہم پر واجب ہے نہ کہ ہماری دعوت آپ پر۔ آپ نے نہ مانا اور سب کی دعوت کی۔ سامان کچھ بھی نہ تھا سب متعجب تھے کہ آخر کیا ہوگا۔ جب دعوت کا وقت آیا اور آدمی جمع ہونے لگے تو آپ نے کچکول چولھے پر رکھ دیا اور جو کچھ ساگ پات فقراء لائے تھے اُس میں ڈالدیا اور فرمایا کہ جو شخص جس قسم کا کھانا مانگے وہی اُس میں سے نکالکر اُسے کھلاؤ۔ چنانچہ ہر شخص کو اُس کی حسب خواہش مختلف کھانے اسی کچکول سے کھلائے گئے۔

نقل قاضی رفیع الدین مرید حضرت قدوۃ الکبرا کو اس بات کا بہت خلجان تھا کہ معلوم نہیں

حضرت قدوۃ الکبرا کس نبی کے قلب پر ہیں۔ آخر ایک روز اُن سے دریافت کیا۔ فرمایا کہ مجکو خود عرصہ تک اس کا خلجان رہا۔ تب میں نے حضرت شیخ نجم الدین کی خدمت میں بغرض استفسار تنکر قلی کو بھیجا۔ اُن سے انھوں نے فرمایا کہ "خوش آمدی نور آفتاب پرست دچیبی تو ہیدامی بینم آفتاب پرست تو خوش است" انھوں نے عرض کیا کہ "خوش ست و مشتاق لقاے شریف" پھر پوچھا کہ "آفتاب پرست تو درچہ کارست" عرض کیا کہ "نور آفتاب را در شیشہاے مختلف الاوان وروے خود را در آئینہاے مختلف الجواہر می بیند" فرمایا کہ "اگر چشم خیرہ ندارد چہا بر آسائش ہی نگرد و آئینہ اگر زنگ ندارد چرا اینہا را در خود نمی بیند"۔ تنکر قلی نے آکر مجھ سے واقعہ بیان کیا میں خوش ہوا کہ خدا نے مجکو حضرت عیسیٰ کے قدم پر پہونچایا۔ یہ قصہ لطائف اشرفی کے لطیفہ چہارم بیان معرفت صوفی میں مذکور ہے۔ لیکن اُس میں غالبًا بوجہ غلطی کاتب شیخ نجم الدین اصفہانی لکھ گیا ہے۔ اس لیے کہ وفات شیخ نجم الدین اصفہانی سنہ سات سو اکیس میں ہوی۔ اُس وقت تک قدوۃ الکبریٰ نے لباس درویشی اختیار نہیں کیا تھا اور کوی اس کا نام مشہور بھی نہیں تھا اور وفات حضرت قدوۃ الکبری بعمر ایک سو بیس سال سنہ سات سو ننانوے یا سنہ آٹھ سو آٹھ ہجری میں ہوی اور اُس زمانہ میں حضرت غوث رضی اللہ عنہ زندہ تھے۔ اسی طرح لطائف اشرفی میں اکثر حالات شیخ نجم الدین صفہانی اصفہانی کی طرف منسوب کرکے اُن کو تعظیم و تکریم سے یاد کیا ہے شیخ کبیر سرہروی و سید عبدالرزاق نورالعین بھی آپ کی زیارت سے مشرف و فیضیاب ہوے ہیں۔

آپ نے مشائخ چشت میں سے حضرت شیخ فرید الدین گنجشکر کو دیکھا اور حضرت سلطان نظام الدین اولیا کی صحبت میں بہت رہے ہیں اور گیارہ سال بعد حضرت سید محمد گیسو دراز خلیفہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی کے وفات پای ہے۔ ایک مرتبہ ایک شہر میں گئے وہاں کے لوگ یہ سُن کر کہ آپ نے حضرت گنجشکر کو دیکھا ہے زیارت کو آے اور آپ سے اُن کی تاریخ وفات و حلیہ دریافت کی آپ نے بیان کرکے فرمایا کہ اس وقت تک اُن کی وفات کو ڈیڑھ سو سال گذر رہے ہیں اور دوسرے موقع پر سرور پور میں فرمایا کہ وفات شیخ نظام الدین بدایونی کو اب تک

ایک سو ایک سال گذرے ۔ فصول مسعودیہ میں بحوالہ رسالہ غوثیہ مذکور ہے کہ راوی نے بیان کیا کہ میں نے ایک روز حضرت غوث کو دیکھا کہ آپ سفید ٹوپی و سفید قمیص و سفید پائجامہ پہنے بیٹھے تھے اور فرماتے تھے کہ جس نے شیخ المشائخ نظام الدین بدایونی کو نہ دیکھا ہو وہ مجھے دیکھے ۔ مناقب القلندریہ میں ہے کہ حضرت غوث لباس قلندریہ میں تھے ایک شخص آپکے ہاتھ پر بیعت کرنے کے ارادہ سے آیا کسی نے کہا کہ بیعت کیسی یہ شیخ تو قلندر وضع ہیں حضرت غوث نے فرمایا کہ ہم بیعت لیتے ہیں جو کوی ہماری کسوقت قلندریہ پر ہم سے بیعت کرنا چاہے تو کرے

آپ آخر عمر تک داڑھی و مونچھ منڈایا کئے مگر پندرہ سال وفات سے پہلے داڑھی رکھ لی تھی اور حضرت رسالت پناہ صلعم کے حسب ارشاد نکاح کیا اور صاحب عیال ہوے ! اذکار ابرار میں ہے کہ ایک مدت تک آپ نے سیاحت کی پھر تقدیر الہی آپ کو ملک ہند میں کھینچ لای جب آپ مندو (مانڈو) میں آے تو یہاں کی خوش گوار آب و ہوا نے آپ کو جانے نہ دیا ۔ اور آپکے قدموں کی زنجیرین کر سفر سے مانع ہوی ہر گروہ کے بزرگ اصحاب آپ سے محبت کرنے لگے ۔ جس کی وجہ سے سیر و سیاحت کا خیال آپ کے دل سے جاتا رہا منصف بادشاہ کی درویش پرستی و نیاز مندی آپ کی دلچسپی کا باعث ہوی ۔ القصہ اس اسلامی شہر کے انواع اقسام کی رعنای و دلربای کے سبب سے آپ قلعہ کے دامن میں قصبہ نعلچہ کے کنارے چند لا دنا لاب کے متصل جو جنات تجری من تحتہا الانہار کے ہم پلہ ہے گوشہ نشین ہوے اور تجرد کی آزادی سے نکلکر تاہل کی بھی زنجیر پیر میں پہن لی ۔

نقل آپ کی پیشانی نورانی پر کچھ خطوط ایسے مجتمع تھے جس سے لفظ قطب الاقطاب لکھا ہوا معلوم ہوتا تھا ۔

رسالہ غوثیہ میں ہے کہ وکان اولاً من البدلاء ثم صار قطباً ثم غوثاً والغوث

سلہ اور وہ پہلے زمرہ ابدال سے تھے پھر قطب ہوے پھر غوث اور غوث فرد الفرد زمین و آسمان میں ہوا اور انکو ابتدا سے انتہا تک سلوک کا دور مرتبہ اتفاق ہوا اور اس بات کو بجز اولیاء برگزیدہ کوی سمجھ نہیں سکتا ۱۲ ۔

فرد الفرد فی الارض والسماء وقطعه السلوک من البدایة الی النهایة مرتین ولا یفهم هذا الکلام الا المختارون من الاولیاء والاصفیاء وانا سمعت[1] الغوث رضی الله عنه یقول بین اصحاب الذین عرفوه حق معرفته یامعشر من الاصحاب والاخوان نحن من المستورین وکان قد اخذ بیده المحاسن المبارکة ویقول ان الله جعلنی صاحب العمر الطویل وفی هذا المدة لم یقف علیّ احد من العالمین الا من وقفه الله تعالیٰ علیّ ولو اظهرت شمّا مما اعطانی الرحمٰن فانتم حینئذٍ ترون العالم قسوت بجباههم تراب بابی هذا۔

رسالہ مناقب القلندریہ میں ہے کہ حضرت غوث نے فرمایا کہ جس پر جلال کی تجلی ہوتی ہے اس کا سایہ نہیں رہتا آنحضرت صلعم کے متعلق مروی ہے کہ آپ چلتے تھے اور سایہ نہیں پڑتا تھا اور حضرت غوث بعض اوقات جب آپ پر غلبہ حال ہوتا بے سایہ ہو جاتے تھے۔

آپکے چند ارشادات ایک بار فرمایا۔ ان[2] الذکر علی اربعة اقسام ذکر باللسان وذکر بالقلب وذکر بالروح وذکر بالسر فاذا صح ذکر الروح سکت القلب واللسان عن الذکر وذلک ذکر المشاهدة واذا صح ذکر القلب فینزل اللسان علی الذکر

---

[1] میں نے حضرت غوث سے سنا وہ اُن اصحاب سے فرما رہے تھے جنھوں نے اُن کو پہچانا تھا کہ ہم اولیاء مستورین میں سے ہیں اور آپ نے داڑھی ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ اللہ نے مجھکو عمر دراز عطا کی اور اس مدت میں اہل عالم سے میرے حال پر بجز اسکے کوئی مطلع نہ ہوا جس کو اللہ نے مطلع کیا اور اگر میں ایک شمہ بھی اُن عطیات رحمانی سے جو مجھ پر ہوئی ہیں ظاہر کردوں تو تم ابھی دیکھو گے کہ تمام عالم اپنی پیشانی میری خاک در پر رگڑیں گے ۱۲ [2] ذکر چار قسم پر ہے زبان سے قلب سے روح سے سر سے جب ذکر روح صحیح ہوتا ہے تو قلب و زبان ذکر سے ساکت ہو جاتے ہیں اور یہ ذکر مشاہدہ ہے اور جب ذکر سر صحیح ہوتا ہے تو قلب و زبان ذکر سے ساکت ہو جاتے ہیں اور یہ ذکر ہیبت ہے اور جب ذکر قلب صحیح ہوتا ہے تو زبان ذکر پر اتر آتی ہے اور یہ ذکر اوصاف و نعمات ہے اور جب قلب ذکر سے غافل ہو جاتا ہے تو زبان ذکر پر متوجہ ہوتی ہے اور یہ ذکر عادت ہے اور ان ذکروں میں سے ہر ایک کیلئے آفت ہے تو ذکر روح کی آفت یہ ہے کہ سر اس پر مطلع ہو جائے اور ذکر قلب کی آفت یہ ہے کہ نفس اس پر مطلع ہو جائے اور ذکر نفس کی آفت یہ ہے کہ وہ اسے دیکھنے لگے ۱۲

وذلك ذكر الآلاء واذا غفل القلب عن الذكر واقبل اللسان على الذكر وذلك ذكر العادة ولكل واحد من هذه الاذكار آفة فآفة ذكر الروح اطلاع السر عليه وآفة ذكر القلب اطلاع النفس عليه وآفة ذكر النفس رویۃ ذالک ۔

رسالہ اصداف الدرر (جس کا سنہ تالیف ۹۷۲ھ ہے) میں ہے کہ میں نے حضرت غوث کو فرماتے سُنا ہے کہ اس راہ میں اصل چیز ذکر ہے اور میں نے حضرت تاج العارفین سے سنا ہے کہ حضرت غوث الدہر تلقین ذکر کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے تم کو روٹی دی۔ گھی عمل سے حاصل کرو۔ گھی سے مراد علم ظاہر ہے۔

حضرت غوث فرماتے تھے کہ ہم مرید کو ایک روز میں درجہ کمال پر پہونچا سکتے ہیں اگر سلامت واپس آیا تو صاحب کمال ہو گیا۔ اور اگر گیا تو گیا۔ مگر بہر صورت اہل نجات سے رہے گا۔

حضرت غوث نے فرمایا کہ مرید جب خلوت میں آئے اور اس کی تاریکی کو روشنی دیکھے تو وہ قبر میں بھی روشنی دیکھے گا اور اگر خلوت اُسے اندھیری نظر آئے۔ تو قبر بھی اندھیری نظر آئے گی۔

ایک روز شیخ صامت علاء الدین حضرت غوث سے ملے اور دائرہ ہو کے متعلق باتیں کیں جب وہ چلے گئے تو حضرت غوث نے فرمایا کہ ان کا باطن دیگ کی طرح سیاہ ہے۔

حضرت غوث کا ارشاد ہے کہ سلوک سے مراد اپنی یافت ہے۔

حضرت غوث نے فرمایا کہ ہم جب خدا سے باتیں کرتے ہیں تو اُس مقام کی شدید دشواری کے باعث دیر تک ٹھیراؤ نہیں ہوتا جس قدر کلام سننا میسر ہوتا ہے اُس میں بشریت پگھلنے لگتی ہے۔

حضرت غوث کو فرماتے سنا ہے کہ ہمارے سامنے کثیر جواہرات پیش ہوتے ہیں اور ہم کنکھیوں سے بھی نہیں دیکھتے۔

اور فرمایا کہ اگر کسی کو بحالت ریاضت مختلف فرشتے نظر آئیں تو اعتبار نہ کرنا چاہیئے اور ان پر غرور نہ ہونا چاہیئے۔

اور فرمایا کہ جو آدمی مرتا ہے تو نہ کہیں سے آتا ہے نہ کہیں جاتا ہے۔ یہ بات بہت باریک ہے۔

اور فرمایا کہ ابلیس علیحدہ موجود نہیں۔ ہر شخص کا ابلیس اُس کے اندر ہے حضرت غوث سے سُنا ہے کہ ایک روز خواجہ بایزید بسطامی کا نفس لومڑی کی صورت میں ظاہر ہوا خواجہ اُس کے گھونسے مارنے لگے جیسے جیسے مارتے موٹا ہوتا جاتا حکم پہونچا کہ اس نفس کی پیدایش ہماری عجائبات قدرت سے ہے اس کی خلقت الٹی ہے جتنا مارو گے اُتنا ہی موٹا ہوگا اور جتنا بھوکا رکھو گے قوی ہوگا۔ اور جب سیر کرو گے تو ضعیف ہوگا۔

حضرت غوث نے فرمایا کہ پہلے مرید میں ریا آتا ہے اُس کے بعد نفس کی کثافت جھڑ کر نکل جاتی ہے۔

حضرت غوث نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے جو مولانا حسین نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے کہ الایمان استیناد نار الھویۃ فی القلب یعنی ایمان نام ہے دل میں ہویت کی آگ جلگانے کا۔

ایک روز تصوف کے متعلق فرمایا کہ التصوّف[1] ترک کلّ حظ النفس۔

ایک بار فرمایا کہ کلّ عمل ووجد لا یشھد لا الکتاب والسنۃ فباطل۔

ایک روز عشق کے متعلق فرمایا "چوں عشق کمند در گردن افگند ہرچند بکشند محکم گردد"

ایک بار متعلق ہمت ارشاد ہوا کہ "انسان راکمانے دادہ اند چوں نہ کشد ملک و ملک فرد و آمدن آں را نتوانند"

ایک روز فرمانے لگے "قلندر چالاک فقیر است واصل دریں راہ ذکر است"

---

[1] جملہ حظوظ نفسانی کے ترک کو تصوف کہتے ہیں ۱۲۔

ایک روز یہ شعر؎

کفر کافر را و دین دیندار را	ذرۂ درد دل عطار را

پڑھ کر فرمایا کہ "مراد از درد درد طلب است"

ایک بار اس شعر کے؎

مور مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد	دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

کے مطالب کے ضمن میں فرمایا کہ "پائے کبوتر" سے مراد عشق ہے۔

ایک روز اس شعر؎

راہ روانی کہ ملائک سپے اند	در رہ کشف از کشفے کم نیند

کے بیان میں فرمایا

"چنانچہ باخہ بنظر دور از بیضہ بچہ بر می آرد پیر کامل اگرچہ از مرید دور باشد زیاں نکند نظر پیر کافی است"

آپ کو سلسلہ قلندریہ علویہ وطیفوریہ و سلسلہ چشتیہ قطبیہ کی اجازت حضرت سید خضر رومی قلندر سے تھی رفصول مسعودیہ میں ہے کہ حضرت غوث اپنا شجرہ چشتیہ وقطبیہ یوں پڑھتے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و آلہ اجمعین اما بعد۔ فیقول الفقیر الحقیر نجم بن نظام ابن مبارک الحسینی الغزنوی انا لبست الخرقۃ من سید السادات خضر رومی قدس اللہ سرہ وھو لبس الخرقۃ من الشیخ قطب الحق والدین الاوشی وھو لبس الخرقۃ من الشیخ معین الحق والشرع والدین الحسن السجزی وھو لبس الخرقۃ من الشیخ عثمان الھارونی وھو لبس الخرقۃ من الشیخ حاجی شریف الزندنی وھو لبس الخرقۃ من الشیخ قطب الدین المودود الچشتی وھو لبس الخرقۃ من الشیخ ابی یوسف الچشتی وھو لبس الخرقۃ من الشیخ ابی محمد الچشتی وھو لبس الخرقۃ من الشیخ ابی احمد الچشتی وھو لبس الخرقۃ من الشیخ

ابی اسحاق الشامی وھو لبس الخرقۃ من الشیخ ممشاد علو الدینوری وھو من الشیخ ھبیرۃ البصری وھو من الشیخ حذیفۃ المرعشی وھو من الشیخ ابراھیم بن ادھم وھو من الشیخ فضیل بن عیاض وھو من الشیخ عبد الواحد بن زید وھو من الشیخ حسن البصری وھو من امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وھو من سید الاولین والآخرین رسول رب العالمین صلے اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وسلم تسلیماً کثیراً۔

اور جب حضرت غوث کسی کو سلسلہ چشتیہ میں مرید کرتے تھے تو اُس کی پگڑی اُتروا کر گلے میں بند ہوا کر اور اُسی کا دامن اُسے پکڑا کے اپنے سامنے بلاتے تھے جب آ کر وہ بیٹھ جاتا تھا تو آپ دامن چھوڑا کر مصافحہ کرتے تھے پھر۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پڑھوا کر یہ نصائح فرماتے تھے کہ کسی حال میں خدا کی نافرمانی نہ کرنا اور حرام و حلال پہچاننا۔ اور نماز پنج وقتہ وجمعہ جماعت سے ادا کرنا اگر جماعت نہ ملے تو تنہا پڑھنا کبھی نماز نہ چھوڑنا اور علاوہ ماہ رمضان ایام بیض کے روزے رکھنا واعلم ان اللہ تعالیٰ وجب صلوۃ الخمسۃ وقد قال علیہ السلام الصلوۃ عماد الدین فمن ترکھا فقد کفر وھدم الدین فبالصلوۃ تحقیق العبودیۃ واداء حق الربوبیۃ وسایر العبادات وسائل الی تحقیق سر الصلوۃ۔

پھر فرماتے تھے کہ یہ ہاتھ حضرت شیخ المشائخ معین الدین حسن سجزی و حضرت شیخ قطب الدین بختیار اوشی و حضرت سید السادات خضر رومی کا ہے پھر دو رکعت نماز نفل بہ نیت توبہ پڑھواتے تھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار پھر قینچی سے اُس سر کے داہنی اور بائیں پیشانی کے چند بال تراشتے اور "اللہ اکبر" کہتے جاتے تھے۔ اور جب کسی کو ٹوپی پہناتے تھے تو اولاً خود پہن کر تب اُس کو پہناتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللھم

البسہ لباس التقوٰے ولباس العافیۃ دم شیوخ چشت و دم علیؓ مرتضیٰ اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد۔

پھر دو رکعت نماز نفل بہ نیت شکرانہ پڑھواتے اور بعد وضو دو رکعت تحیۃ الوضو کی تاکید فرماتے تھے آپ کے بعض اصحاب کہتے تھے کہ ہم میں سے دو آدمیوں نے آپ سے لباس قلندریہ پہننے کی خواہش ظاہر کی آپ نے پہلے چار ابرو کا صفایا کرایا پھر لباس قلندریہ پہنا کر خطبہ پڑھا۔

پھر ایک سے فرمایا کہ میں نے تم کو لباس قلندریہ اس شرط پر پہنایا ہے کہ ضرورت سے زائد جو کچھ ملے وہ فقرا پر صرف کرو اور دوسرے سے فرمایا کہ تم گدائی کرکے کھاؤ اور فقرا کی خدمت کرو اور علایق سے مجرد رہو۔

اور سلسلہ قادریہ و سہروردیہ کی اپنے والد حضرت سید نظام الدین سے اور ان کو اپنے والد سید نور الدین مبارک غزنوی سے اور ان کو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے اور انکو سلسلۂ سہروردیہ کی اجازت اپنے چچا حضرت شیخ ابو النجیب سہروردی سے اور سلسلہ قادریہ کی حضرت محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی سے اور ایک روایت یہ ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کو سلسلۂ قادریہ کی اجازت اپنے چچا سے تھی اور ان کو حضرت محبوب سبحانی سے اور دونوں ثابت ہیں جیساکہ نفحات وغیرہ میں مذکور ہے۔ سلسلہ قادریہ کی تین قسمیں ہیں۔ اول قادریہ رضویہ منسوب بہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام۔ دوم قادریہ بصریہ منسوب بہ حضرت خواجہ حسن بصری سوم قادریہ حسنیہ منسوب بہ حضرت امام حسن علیہ السلام اور سلسلہ سہروردیہ نظامیہ کی چار قسمیں ہیں اول سہروردیہ نظامیہ علویہ حضویہ دوم سہروردیہ نظامیہ علویہ بصریہ سوم سہروردیہ زنجانیہ نوریہ چہارم سہروردیہ زنجانیہ بصریہ ان سب کی تفصیل بحر الانساب میں مرقوم ہے

آپ کی وفات بیس ذی الحجہ روز چہار شنبہ سنہ آٹھ سو سینتیس ہجری میں بزمانہ سلطان ہوشنگ غوری ابن دلاور خاں حاکم مالوہ ہوئی۔ آپ سترہ روز علیل رہے۔ زمانہ علالت میں ایک روز کسی مرید نے عرض کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ حضور ہمیشہ زندہ رہیں۔ آپ نے مراقبہ سے سر اٹھا کر

فرمایا کہ ہم کیسے رہ سکتے ہیں ہر وقت تو دوست کے یہاں سے طلبی کے پیام آرہے ہیں اور ہماری موت و زندگی دونوں یکساں ہے جس طرح زندگی میں ہم متصرف ہیں۔ اسی طرح بعد موت بھی متصرف رہیں گے۔

نقل وقت وفات آپ نے آنکھ کھول کر فرمایا کہ سید الاولیاء حضرت سید خضر رومی قلندر نے بہشت سے ایک ایسی عمدہ پھول دار چادر بھیجی ہے جس کا مثل دنیا میں ممکن نہیں اور یہ فرمایا ہے کہ سید نجم الدین کو اس میں لپیٹ کر لاؤ۔

نقل آپ وقت وفات ایک ہاتھ پہلو پر مار کر حق حق فرماتے واصل بحق ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ وجعل فی مقعد الصدق مسکنہ وماواہ تاریخ وفات از مولانا عبد القادر قلندر باسطی جونپوری سے

والنجم اذا ھویٰ چو خواندم زامام	آغاز ندارد ایں کلام و انجام
از بہر امام نجم دین غوث الدہر	تاریخ وفات قسم کردند کرام

عمر شریف دو سو برس کی ہوئی مزار مبارک صوبہ مالوہ میں قریب گڈھ مانڈو۔ قصبہ نعلچہ یا نالچہ میں متصل گھاٹی نونہرہ ہے یہاں پر سلطان غوری کا محل اور ایک بہت بڑا حوض ہے جانب غرب حوض روضہ شریف ہے اور جانب شرق محل اُس حوض کو تالاب چندلاؤ اور بی بی وباندی کا تالاب بھی کہتے ہیں۔ اذکار ابرار میں ہے کہ آپ کی رحلت کے چند سال بعد سلطان غیاث الدین خلجی نے آپکے مزار پر اسی تالاب کے کنارے ایک گنبد تعمیر کرا دیا تھا۔ اس وقت تک یعنی سنہ ایک ہزار اکیس ہجری تک عمارت مذکورہ میں ویسی ہی رونق وتازگی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو آفات سے محفوظ رکھے دریافت سے معلوم ہوا ہے کہ آپکے مزار اقدس کی زیارت کے لیے فی زمانہ یوں راستہ ہے کہ مہو تک ریل ہے اور وہاں سے موٹر ملتا ہے جو براہ راست نعلچہ تک لیجاتا ہے مہو سے دہار تک ۳۰ میل کا فاصلہ ہے اور وہاں سے نعلچہ پندرہ میل ہے پختہ سڑک ہے موٹر وتانگہ برابر ملتے ہیں سڑک پر جس جگہ پندرہویں میل کا پتھر گڑا ہے اس سے

ایک سمت باندی کا تالاب ہے اور دوسری طرف چندلا دتالاب ہے سامنے شاہ غوری کا قدیم محل ہے حضرت کے مزار کا گنبد گر گیا ہے روایت ہے کہ وہاں بدافعال لوگ جمع ہوتے تھے۔ اس لئے حضرت نے خود گنبد گرادیا۔ اب صرف دیواریں باقی ہیں کوی کتبہ وہاں نہیں ہے پہلے ایک کتبہ تھا جس پر عبارت ذیل کندہ تھی۔

"سید نجم الدین ولد سید نظام الدین عمر دو سو بیس سال"

مگر اب یہ کتبہ یہاں سے ہٹا دیا گیا ہے اور ریاست دھار میں رکھا ہوا ہے۔ تربت مبارک پتھر کی بنی ہوی تھی مگر وہ بھی شکستہ حالت میں ہے۔

آپکے خلفاء یہ حضرات ہوے حضرت شاہ حسین جونپوری صاحب رسالہ غوثیہ ان کے حالات نہ تو کسی کتاب میں ملے اور نہ کسی ذریعہ سے اب تک دریافت ہو سکے ملفوظ حضرت سید علی قوام شاہ عاشقان میں ہے کہ

"حضرت بہاء الدین نہو جونپوری را اجازت سلسلہ قلندریہ از ایشاں بود وانچہ بعضے آنحضرت را بجاے سہروردی سرہرپوری میگویند غلط است کہ شیخ حسین سرہرپوری متقدم است از حضرت سید نجم الدین غوث الدہر و قبر مبارک او در سرہرپور است اما شیخ حسین سہروردی صاحب رسالہ غوثیہ از خلفاء سید نجم الدین قلندر است و مرشد حضرت شیخ بہاء الدین نہو و قبر مبارک او در جونپور متصل بلواگھاٹ است واللہ اعلم"

حضرت مخدوم شیخ قطب الدین بنیادل قلندر سراندازغوثی جونپوری حضرت شیخ من اللہ عرف اڈھن ابن حضرت شیخ بہاء الدین جونپوری اور بروایت صاحب اذکار ابرار حضرت شاہ نصیر الدین جونپوری خلیفہ و داماد حضرت شیخ قطب الدین بنیادل قلندر جونپوری کو بھی آپسے اجازت وخلافت تھی۔ مگر بجز اذکار ابرار کے اور کسی کتاب میں ان کا نام آپکے خلفاء کے زمرہ میں نظر سے نہیں گذرا

انحضرت کے علاوہ میں نے ایک مختصر قلمی رسالہ میں ایک اور بزرگ خواجہ محمد حسین بن خواجہ محمد شریف کا نام بھی آپکے خلفا میں لکھا پایا مگر تعجب ہی کہ اصول المقصود وفصول مسعودیہ مناقب الاصفیا و مراۃ المریدین وغیرہ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ خواجہ محمد حسین اور حضرت شاہ حسین قلندر صاحب رسالہ غوثیہ ایک ہی شخص ہوں۔

بیاض مولانا حسین بخش علوی کاکوروی سے ایک اور خلیفہ معلوم ہوے جن کا نام نامی سید حسام الدین سرو پا برہنہ ہی اُن سے اشاعت سلسلہ بھی ہوی۔ چنانچہ اس سلسلہ کی اجازت اُن کو اپنے والد حضرت شاہ میر محمد قلندر سے تھی۔ اور اُن کو حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر سے اُن کو حضرت میر علی دہلوی سے اُن کو اپنے والد سید کریم الدین دہلوی سے اُن کو سید زین العارفین سے اُن کو سید مبارک مجید الدین سے اُن کو سید اسمٰعیل سرو پا برہنہ سے۔ اُن کو سید علی اکبر سے۔ اُن کو سید نور الدین مبارک ثانی سے۔ اُن کو سید ابراہیم محدث سے۔ اُن کو سید حسام الدین سے۔ اُن کو سید کریم الدین سے۔ اُن کو سید رکن الدین قلندر سے۔ اُن کو سید محمد گورسرخ سے۔ اُن کو سید حسام الدین سرو پا برہنہ سے۔ اُن کو حضرت سید نجم الدین غوث الدہر قلندر سے۔ اس سلسلہ کے بزرگوں کے حالات کسی کتاب میں اب تک نظر سے نہیں گذرے۔

انکے علاوہ آپکے ایک اور خلیفہ حضرت تاج العارفین شیخ تاج الدین رسائل مناقب القلندریہ واصداف الدرر سے معلوم ہوے جن کا حال انھیں رسالوں سے لکھا جاتا ہے۔

حال حضرت تاج العارفین شیخ تاج الدین خلیفہ

حضرت غوث الدہر

مصنف رسالہ مناقب القلندریہ عربی (مولفہ ماہ رجب ۸۳۶ھ) ورسالہ اصداف الدرر فارسی (مولفہ ۸۴۰ھ) جو آپکے مرید وخلیفہ ہیں انھوں نے کہیں آپکے سنہ ولادت ووفات ووطن ومدفن

نہیں لکھی انکے علاوہ جو واقعات لکھے ہیں وہ میں لکھتا ہوں وھو ھٰذا

حضرت شیخ تاج العارفین پر جب غلبہ حال ہوتا اور تجلی جلالی کے علامات نظر آتے تو بعض اوقات وہ اپنے کپڑوں میں نظر نہ آتے تھے۔

حضرت تاج العارفین فرماتے تھے کہ جب حضرت غوث نے مجکو خلوت کا حکم دیا اور ذکر خفی تلقین کیا تو میں نے واقعات غیبیہ میں دیکھا کہ میں پانی ہوگیا اور اُس پانی سے گھر کا صحن بھر گیا حضرت غوث نے اُس پانی کو جمع کیا اور میرے ہاتھ و زبان و آنکھ اور سب اعضا بنائے میں نے یہ واقعہ حضرت غوث سے بیان کیا۔ فرمایا کہ تم اہل اللہ میں سے نصیر ہو اور ایسے لوگ کم ہوتے ہیں اور ایسوں کو عبد شکور کہتے ہیں۔ عارف جب اس مقام پر پہونچتا ہے تو رب بن جاتا ہے اور بندہ جب رب ہو جائے تو چاہے زندہ رہے چاہے مرجائے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کوئی نبی نہیں جس کو اختیار نہ دیا جاتا ہو۔

حضرت شیخ فرماتے تھے کہ بعض مقامات فتح کرنے کے لیئے سالک کو ضروری ہوتا ہے کہ پیدل یا اونٹ پر سفر کرے کیونکہ جسم کی حرکت بعض مقامات کے فتح ہونے کا سبب ہوتی ہے اور فرمایا کہ عارفین کے لیئے جائز ہے کہ اُس وقت اسرار و مقامات تحریر میں لائیں جب اُن کا قول و فعل اللہ تعالیٰ سے بلا اختیار ہو جائے اور اُن کا قلم بلا واسطہ جاری ہو اور اُن کا کلام روحانی ہو جائے مشائخ کا کلام روحانی بلا اختیار ہوتا ہے اور علما کا کلام لسانی۔ با اختیار اور فکر و عقل سے صادر ہوتا ہے نہ کہ قلب سے اور قلب کا طور عقل کے طور سے غیر ہے قلب کا طور کشف سے ہے اور عقل کا طور فکر اور طبیعت سے ہے۔

حضرت تاج العارفین کا ارشاد ہے کہ سفر استقلال کے بعد ہے اور مستقل وہ ہے کہ جسے کوئی موذی ایذا نہیں دیتا اور کوئی گرم و سرد چیز نقصان نہیں پہونچاتی۔

حضرت تاج العارفین فرماتے تھے کہ سالک اپنے دل میں کوئی خطرہ پیدا نہیں کرتا کیونکہ اگر وہ اپنے دل میں کسی چیز کو دیکھنے لگے تو وہ چیز اُس میں پیدا ہو جائے۔

حضرت تاج العارفین فرماتے تھے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ لاتسبوا الریح فانھا من النفس الرحمٰن یعنی ہوا کو گالی نہ دو کیونکہ وہ رحمٰن کے نفس سے ہے نفس جب ریاضت اور ذکر ومراقبہ کی کثرت اور طیران سے رحمانی ہوجاتا ہے تو مطمئنہ ہوجاتا ہے اُس وقت بلا اختیار ھوھو یا انا انا کہنے لگتا ہے اسی لیے حضرت اویس قرنی کا نفس جب رحمانی و مطمئنہ ہوگیا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا انی لاجد نفس الرحمٰن من جانب الیمن۔

شیخ تاج العارفین فرماتے تھے کہ میرا ایک مرید تھا جس میں یہ خرق عادت تھی کہ اُس کا چہرہ لانبا اور چوڑا ہوجاتا تھا اور پس پشت وہ ویسے ہی دیکھتا تھا جیسے سامنے یہ مرید جب جذبۂ الٰہی سے واصل ہوا تو مجھ سے حضرت غوث نے اُس کا حال بطریق امتحان پوچھا میں نے ادب سے عرض کیا کہ انھیں ربط قلب کا مقام حاصل ہوگیا ہے حضرت غوث نے اُس کو مستحسن قرار دیا۔

حضرت تاج العارفین فرماتے تھے کہ آدمی کی اصل پیاز کی طرح ہے یعنی اُس کی روح کے کثرت سے اطوار ہیں ہر طور دوسری طور سے علیحدہ ہے یہاں تک کہ طور خالص ظاہر ہو اور وہی روح اصلی ہے جو خدا سے ملاتی ہے اسکے سوا جو کچھ ہے وہ چھلکے پر چھلکہ ہے۔

جس روز حضرت تاج العارفین خوش وقت ہوتے اور حال میسر ہوتا اوس روز آپ بشاش ہوتے اور آپ کا چہرہ روشن ہوتا اور جس روز حال میسر نہ ہوتا اُس روز مکدر و ملول رہتے

پیران قلندریہ کے یہاں مرید کو پیٹنے اور جھڑکنے کا بھی دستور ہے شیخ المشائخ فرماتے تھے کہ حضرت سید الاولیا خضر رومی قلندر کو جب کسی سے الجھن ہوتی تو حجرہ سے برآمد ہوکر پیٹتے اور جھڑکتے تھے جب حضرت شیخ المشائخ سے آداب میں قصور ہوتا تو حضرت غوث اُن کو بھی پیٹتے اور جھڑکتے تھے ایک دن حضرت غوث کی ملاقات کو ایک بادشاہ آیا حضرت غوث پان کھا رہے تھے اُس کے سامنے اپنے منھ سے پان نکال کر دیا۔ شیخ المشائخ حاضر تھے مگر جلد ہاتھ نہ بڑھایا دیر کی اور کہا کہ پان ایسا کھانا چاہیئے کہ کھاتے ہی دیوانہ ہوجاوے حضرت غوث نے فرمایا کہ دیوانے بھی ہوجاؤ گے کھاؤ تو شیخ نے پان لے کر کھالیا جب بادشاہ چلا گیا تو حضرت غوث

نے اس بے ادبی پر حضرت شیخ کو پیٹا اور پھر کا شیخ المشائخ نے بعض آداب میں قصور پر اس فقیر کو بھی پیٹا شیخ المشائخ فرماتے تھے کہ میں پیر دستگیر سے شرمندہ ہوں ایک روز ملتان کی مسجد میں سردی بہت تھی حضرت غوث میرا سینہ پوش اوڑھے ہوے تھے ایک فقیر آیا آپنے فرمایا کہ اے فقیر اس پوستین پر بیٹھ جا زمین بہت سرد ہے وہ بیٹھ گیا میں باہر سے کوی کام کیئے ہوے تازہ وارد ہوا تو دیکھ کر مجھے غصہ آگیا میں نے کہا کہ مخدوم بادشاہ ہیں دے سکتے ہیں پھر حضرت سے اپنا سینہ پوش طلب کیا حضرت نے اوتار کر مرحمت فرمایا اور کچھ برا نہ مانا ے

در دو جہاں لطیف و خوش ہیچو امیر ما کجا	کابرو او گرہ نشد گرچہ بدید صد خطا

شیخ المشائخ نے فرمایا کہ النھایۃ ھی الرجوع الی البدایۃ میں بدایت سے مراد اپنا پانا ہے نیز حضرت غوث نے فرمایا کہ سلوک سے مراد اپنی یافت ہے۔

ایک بار اس ضعیف کو لفرت کی راہ سے حضرت شیخ المشائخ نے مسکینی یعنی بے زاد و راحلہ مسافرت کا حکم دیا مسکینی کے بعد اس فقیر کی ایک درویش سے ملاقات ہوی جنکی اس شہر میں بڑی شہرت تھی انھوں نے پوچھا تم شیخ تاج الدین کو غیر پیر جانتے ہو یا عین پیر میں نے کہا کہ تم صفت خدا کو عین جانتے ہو یا غیر انھوں نے کہا کہ خدا کی صفتیں بہت ہیں میں نے پوچھا کون کون۔ کہا لطف و قہر میں نے پوچھا کہ یہ دو صفتیں ایک چیز ہیں یا دو۔ کہا دو۔ میں نے کہا مسلمان ہو جاو اور کلمہ پڑھو انھوں نے کلمہ پڑھا۔

شیخ المشائخ تاج العارفین نے فرمایا کہ الذنب ینفع العبد اور ایک اور بزرگ کا ارشاد ہے کہ اذا احب اللہ عبداً الایضرہ ذنب شیخ المشائخ نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ سالک پر ایک ایسا شفاف مقام ظاہر ہو کہ کسی کثافت کی جگہ نہ رہے اور وہ خوف کی تجلیوں کی زیادتی سے ہلاک ہو جاے اور آگے ترقی نہ کر سکے یا خام رہجاے تو واپسی کا احتمال ہے اگر ایسے مقام میں اس لیئے گناہ کرے کہ کثافت بیٹھ جاے اور قالب گناہ کی وجہ سے عالم ناسوت میں قوت پکڑے تو الذنب ینفع العبد اس وقت کیوں صادق نہ آے۔

حضرت تاج العارفین نے فرمایا کہ محادثہ وہ کلام ہے جو خدائے تعالےٰ دن میں بندہ سے کرے اور مسامرہ وہ کلام ہے جو حق رات میں بندہ سے کرے۔

شیخ المشائخ تاج العارفین نے ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام امواج البحور رکھا تمام طبقات کے مشائخ کا کلام اُس میں جمع کیا یہ کتاب مانڈو میں حضرت غوث کے تکیہ میں شیخزادہ جایس لڈہ کی لکھی ہوئی تھی۔

شیخ المشائخ کو فرماتے سُنا ہے کہ ابلیس کا نور چاند کی صورت اختیار کرتا ہے ور نور احمدی سورج کی شکل اختیار کرتا ہے حضرت حسن بصری کا ارشاد ہے کہ شیطان کا نور دہکتی ہوئی آگ کی طرح ہے اگر اُس کا نور خلق پر ظاہر ہو تو اُسے معبود سمجھ کر پوجنے لگیں۔

شیخ المشائخ کو فرماتے سنا ہے کہ اس راہ میں سب لطف و بخشائش ہے ریاضت نہیں ہے اور فرمایا کہ سالک جتنا قوی ہیکل ہو گا اُس کا سلوک زیادہ ہو گا اور فرمایا کہ آنحضرت صلعم کا نفس ایمان لے آیا اور کسی کا نفس مسلمان نہیں ہوا ہے لیکن کتوں کی سی عادت نہیں رکھتا ہے سگ اصحاب کہف و نفس پاکان خوے سگے ندارد۔

شیخ المشائخ سے سُنا ہے کہ نفس کی کیفیتوں کو مرشد کامل ہی جانتا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نفس کسی کار خیر کا ارادہ کرے اور اُس کے اندر کوئی بُرائی مخفی ہو پیر کامل کو چاہیئے کہ مرید کو نفس کے جال سے باہر نکالے۔

شیخ المشائخ فرماتے تھے کہ سالک جب قالب اور نفس اور دل اور روح میں سیر کرتا ہے تو اُس کو ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے کہ اقتلوا النفوس بسیوف المجاھدات جب غیر کے تصرف میں پڑکر بے واسطہ اذکو کم کے مقام پر پہونچتا اور اذکرونی سے گذر جاتا ہے اُسے ریاضت کی ضرورت نہیں رہتی۔

حضرت شیخ المشائخ نے فرمایا کہ العشق براق عرشی یحصل به السیر فی الذات والصفات سیر الی اللہ صفات میں سیر کرنے اور سیر فی اللہ ذات میں سیر کرنے کا نام ہے۔

حضرت شیخ المشائخ تاج العارفین نے آنحضرت صلعم کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ایک کوٹھے پر ہیں اور اپنے کو دیکھا کہ میں سیڑھی پر آہستہ آہستہ چڑھ کر کوٹھے پر جارہا ہوں آنحضرت صلعم نے شفقت سے فرمایا کہ تعال یا مسکین

حضرت شیخ من اللہ عرف اللہ داد بن حضرت مخدوم بہاء الدین جونپوری

آپ نے تعلیم طریقت اپنے والد سے پائی اور انھیں سے بیعت بھی کی علوم ظاہر نہایت کوشش سے حاصل کیے مگر کبھی درس نہیں دیا حضرت مخدوم بندگی جلال الحق قاضی خان یوسف ناصحی ظفرآبادی و مخدوم سید درویش ابی محمد محمود ظفرآبادی. و مخدوم سید علی قوام شاہ عاشقان سرائے میری و حضرت قطب الدین بنیادل قلندر جونپوری کے ہم عصر تھے اپنے زمانہ میں بہت شہرت حاصل کی۔ آپ کو حضرت سید نجم الدین غوث الدہر قلندر سے بھی سلسلۂ قلندریہ و چشتیہ کی اجازت تھی۔ آپ کی عمر بہت ہوئی ایساکہ صاحبزادوں کی عمریں آپکے سامنے ستر اسی برس کی ہوئیں آپ کی مجلس میں صاحبزادوں کو دیکھ کر ناواقف کو یہ شبہ ہوتا تھا کہ خدا معلوم اس میں خود حضرت مخدوم کون ہیں اور صاحبزادے کون۔ آپ کو سماع سے بہت ذوق تھا باوصف ایسی ضعیفی کے کہ نماز کے لئے بلا اعانت اٹھ نہیں سکتے تھے۔ سرود کی آواز سن کر اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور وجد و رقص میں متعدد آدمیوں سے سنبھالے نہیں سنبھلتے تھے۔ آپ کی وفات سنہ نو سو ستر ہجری میں ہوی۔

آپ کی عمر ڈیڑھ سو سال سے زائد ہوی کیونکہ بعد وفات حضرت غوث الدہر کے آپ ایک سو تینتیس سال زندہ رہے ان سے خلافت غالبًا اُس وقت پائی ہوگی جب وہ سنہ آٹھ سو چھبیس میں سرورپور تشریف لائے اُس وقت آپ کی عمر تقریبًا بیس سال سے زائد ہی ہوگی۔ جونپور

ہیں آپ کی اولاد اب تک موجود ہے اور محلہ مخدوم شاہ اڈہن میں جہاں آپ کا مزار بھی ہے آباد ہے۔ آپ کا روضہ نواب منعم خان خانخاناں نے مرزا بدو بیگ اپنے معتمد کے اہتمام سے بنوایا۔ آپکے بعد آپکے جانشین شیخ قطب الدین چشتی متوفی ۱۰۷۶ھ ہوے۔ اُنکے خلیفہ وجانشین شیخ قیام الدین چشتی متوفی ۱۰۹۳ھ ہوے۔ آپ سے ان حضرات کو خلافت واجازت تھی حضرت شیخ عبدالحی چشتی نبیرۂ آنحضرت حضرت سلطان محمود جونپوری جد مادری ملا محمود جونپوری صاحب شمس بازغہ حضرت شیخ سکندر چشتی حضرت شیخ الاسلام شاہ عبدالسلام قلندر جونپوری۔ ان کو آپ سے صرف سلسلہ سہروردیہ کی اجازت تھی۔

نفحۂ چہارم

ذکر حضرت مخدوم قطب الدین بنیادل قلندر سرانداز غوثی سرورپوری جونپوری

آپ نسباً فاروقی ہیں اس طرح کہ حضرت مخدوم قطب الدین بنیادل قلندر بن شیخ ملک ابن شیخ علاء الدین ابن شیخ الاسلام ابن شیخ بہو ابن شیخ مخدوم جہاں معروف بشیخ بہرام ابن شیخ محمود ابن شیخ احمد موسیٰ بن شیخ اسحق ابن شیخ ابراہیم ابن شیخ ادریس ابن شیخ عیسیٰ ابن شیخ منصور ابن شیخ حسین ابن شیخ نوراللہ ابن شیخ منور ابن شیخ محمود ابن شیخ طاہر ابن شیخ جہانگیر ابن شیخ جنید ابن شیخ بایزید ابن شیخ سدو ابن شیخ کرم اللہ ابن شیخ ضیاء الدین ابن شیخ تاج ابن شیخ عثمان ابن شیخ علی ابن شیخ فضل ابن شیخ عبدالواحد ابن شیخ حاجی ابن شیخ عبدالرزاق ابن شیخ عبدالجلیل ابن شیخ ابوالقاسم ابن شیخ عبدالرحمٰن ابن حضرت عبداللہ ابن حضرت امیرالمومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

شیخ جنید بن شیخ بایزید بن شیخ سدو بخیال سیر ملک ہند معہ اپنے قبائل کے مدینہ منورہ سے روانہ ہوے اور اثنائے راہ میں انتقال کر گئے شیخ جہانگیر بن شیخ جنید سب کو لے کر بغداد پہونچے اور وہاں قیام کیا۔

پھر شیخ منور بن شیخ محمد بن شیخ طاہر بن شیخ جہانگیر اجمیر شریف تشریف لاے۔

پھر شیخ احمد موسیٰ وہاں سے برخواستہ خاطر ہو کر دہلی آے اور شاہ وقت کے اصرار پر وہاں مقیم ہوے۔ اُنکے بعد شیخ علاء الدین بن شیخ الاسلام جو درویش کامل وعالم فاضل

تھے جونپور آسے اور موضع سرہرپور میں مقیم ہوے ۔

آپ کی ولادت سنہ سات سو چہتر ہجری میں ہوی حضرت شاہ پیر محمد قلندر کی بیاض میں ہے کہ حضرت قطب صاحب موضع سرہرپور میں اُنتیس شعبان ۷۷۴ھ میں بوقت شب پیدا ہوسے چونکہ اُس روز ابر تھا رمضان کا چاند دکھلای نہ دیا۔ صبح کو وہاں کے مسلمان حضرت شیخ علاءالدین کی خدمت میں حاضر ہوسے اور روزے کے متعلق پوچھا اُنھوں نے فرمایا کہ آج شب میں میرے پوتا پیدا ہوا ہے۔ اور وہ مادرزاد ولی ہے۔ پھر دایہ کو بلا کر پوچھا کہ لڑکے نے دودھ پیا ہے یا نہیں۔ دایہ نے کہا رات کو تو پیا تھا مگر صبح سے نہیں پیا یہ سُن کر اُنھوں نے سب کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ کرامات آپ سے بچپن ہی ظاہر ہونے لگے تھے۔

بظاہر آپکے آنکھوں کے نشان تک نہ تھے لیکن آنکھ والوں سے زاید آپ دیدۂ دل سے دیکھتے تھے اسی لیئے بینادل مشہور ہوسے۔ **نقل** بعد ولادت جب دایہ نے آپ کو گود میں لیا تو اتفاقاً اُسی وقت اسکا ہار کھو گیا۔ اُس نے کہا کہ عجب کمبخت یہ لڑکا ہے جس کو گود میں لیتے ہی میرا ہار کھو گیا۔ جب آپ میں قوت گویای آی تو سب کے پہلے دایہ سے فرمایا کہ تو نے مجکو کمبخت کیوں کہا تھا۔ تیرا ہار چوہا گھسیٹ لے گیا میں نے اُس کا سُوراخ بند کر دیا۔ جب سُوراخ کھودا گیا تو ہار نکلا۔ لوگوں نے کہا کہ جب آپ کو معلوم تھا تو اُسی وقت کیوں نہ بتلا دیا۔ فرمایا کہ اگر اُس وقت بتاتا تو لوگ مجکو دیو وجن سمجھ کر مار ڈالتے۔

لڑکپن ہی سے عنایت الٰہی اور بزرگوں کی توجہ آپکے شامل حال تھی تمام نعمتیں آپ کو گھر بیٹھے ملیں۔ آپ نے بیشتر تعلیم و تربیت حضرت رسالت مآب صلعم و حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ کے ارواح طیبہ سے پای۔

پھر حضرت سید نجم الدین غوث الدہر قلندر سنہ آٹھ سو چھبیس ہجری میں حسب ایماے آنحضرت صلعم مکہ معظمہ سے ہندوستان تشریف لاے اور سرور پور میں قیام کر کے آپ کو مرید کیا اور اذکار و افکار و ریاضات و مراقبات تعلیم دے کر خرقہ و خلافت کبریٰ عطا فرمای

مناقب القلندریہ میں ہے کہ حضرت غوث جس سال کہ سلطان ابراہیم شرقی نے کوہ کنتت میں قلعہ بنایا اور جنت آباد نام رکھا سرورپور میں تشریف لائے تھے جب کوہ مانڈو کا ارادہ مصمم ہوگیا تو جونپور تشریف لائے اور تیرہ روز قاضی ارشد کے یہاں قیام فرمایا۔ عارف سوداگر مانڈو جارہے تھے اُنھوں نے حضرت غوث کا سامان سفر بار کرایا اور آپکے ساتھ مانڈو کا سفر کیا۔

مرآۃ المریدین میں ہے کہ جب حضرت غوث جونپور تشریف لائے اور لوگ جوق جوق اُنکی خدمت میں حاضر ہونے لگے تو آپ نے بھی اُن کا شہرہ سن کر حاضر ہونا چاہا اور اپنی والدہ سے اجازت مانگی تو اُنھوں نے کہا کہ تمھاری معذوری ظاہر ہے۔ جاکر کیا کروگے فرمایا کہ اگر میں دیکھ نہ پاؤں گا مگر اُن کی نظر تو میرے اوپر پڑے گی یہی کافی ہے۔ تب اُنھوں نے آپکو حضرت غوث کی خدمت میں بھیجدیا۔ اُنھوں نے دیکھتے ہی فرمایا کہ میں نے اتنی مشقت سفر محض تمھاری وجہ سے اُٹھائی۔ اگر تمھارے یہاں خلوت ممکن ہو تو کچھ دنوں وہیں چل کر رہوں۔ آپنے فرمایا کہ میرا گھر بالکل خلوت خانہ ہے۔ والدہ کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ حضرت غوث آپکے یہاں تشریف لے گئے اور آپکی تعلیم و تربیت کرکے واپس گئے۔

آپ کو اُن سے سلاسل عالیہ قلندریہ مکیہ وعلویہ وطیفوریہ وچشتیہ قطبیہ وچشتیہ نظامیہ وسلسلہ قادریہ وسہروردیہ۔ نظامیہ کی اجازت تھی یہ شجرات فصول مسعودیہ میں مذکور ہیں۔

اور سلسلہ فردوسیہ کی اجازت حضرت شیخ المشائخ حسین ابن معز بن شمس البلخی سے تھی۔ اور اُن کو اپنے والد اور چچا حضرت شیخ ابو المظفر بن شمس البلخی سے دونوں باپ و بیٹے حضرت ابو المظفر کے مرید وخلیفہ تھے اور وہ حضرت شیخ شرف الدین یحیٰی منیری کے۔

سلسلہ فردوسیہ کی بھی دو قسمیں ہیں فردوسیہ رضویہ۔ اور فردوسیہ بصریہ حضرت شیخ حسین بن معز کو جب کشف سے معلوم ہوا کہ آپکی امانت میرے پاس ہے تو سرہرپور آکر اُنھوں نے آپ کو طریقہ فردوسیہ کی اجازت دی اور تعلیم کرنے کے بعد فرمایا کہ اب تمھارا کشود کار حضرت سیّد نجم الدین غوث الدہر قلندر کی توجہ پر منحصر ہے۔ جو غار حرا میں مشغول بحق ہیں۔ اس سے معلوم ہو

کہ حضرت شیخ حسین نے آپکو قبل حضرت غوث کے تشریف آوری کی اجازت دی۔
اور سلسلہ سہروردیہ بہائیہ کی اجازت حضرت شیخ شمس الدین بدھن ظفرآبادی جونپوری سے تحفتہ ملی وہ آپکے پاس تشریف لاے اور اذکار قلندریہ کی درخواست کی مگر دشوار دیکھ کر فرمایا کہ مجھ سے اس بڑھاپے میں نہ ہوسکیں گے۔ اور اپنے سلسلہ سہروردیہ کی اجازت آپ کو یہ فرماکر لکھ بھیجی کہ یہ سلسلہ تم سے جاری ہوگا چنانچہ مولانا عبدالقادر باسطی سونگرپوری فرماتے ہیں ؎

آمد از قطب خواست و صعب انگاشت	رفت و اہدا نمود انچہ بداشت

اُن کو اس سلسلہ کی اجازت اپنے والد حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح مسکین سے اور انکو اپنے والد حاجی صدرالدین چراغ ہند ظفرآبادی سے اور اُن کو حضرت شیخ رکن الدین رکن عالم ابوالفتح ملتانی سے اور انکو اپنے والد حضرت شیخ صدرالدین عارف سے اور انکو اپنے والد حضرت شیخ بہاءالدین ذکریا ملتانی سے تھی۔ سلسلہ سہروردیہ کی چار قسمیں ہیں سہروردیہ بہائیہ عمویہ رضویہ۔ سہروردیہ بہائیہ بصریہ۔ سہروردیہ بہائیہ زنجانیہ رضویہ۔ سہروردیہ بہائیہ زنجانیہ بصریہ۔
اور سلسلہ مداریہ کی اجازت حضرت سید جمال معروف بہ جمن جتی سے تھی اور انکو حضرت شاہ مدار قدس سرہ سے واللہ اعلم۔
پھر آپ چند روز اذکار و اشغال کرکے سرورپور سے جونپور بقصد بود و باش روانہ ہوے راستہ میں موضع سونگرپور کو دلچسپ پاکر ایک حجرہ بناکر ذکر غوثیہ اور شغل دائرہ ہو میں مشغول ہوگئے حضرت سید العرفانے انیس العاشقین میں اسی کسب کے بیان میں لکھا ہے کہ
"ازیں کسب قطب العارفین غوث الواصلین شاہ قطب الدین بینادل قلندر سرانداز غوثی جونپوری راسیر سموات وطی ارض حاصل بود۔"
مراۃ المریدین میں ہے کہ قاضی محمد تقی قلندر فرماتے تھے کہ آپ سرانداز غوثی اس لیے مشہور ہوے کہ اثناے ذکر غوثیہ میں سرانداز ی کے وقت آپ کا سر الگ ہوجاتا تھا اور یہ مرتبہ غوث کو حاصل ہوتا ہے۔ نقل آپ نے جب چلہ کے لیے سونگر میں قیام فرمایا تو اُن دنوں سونگر ویرا آباد

نہ تھا جیسا اب ہے وہاں پہونچکر آپ نے وضو کے لیے پانی مانگا جو وہاں کیاب تھا۔ کنویں بالکل نہیں تھے اور گاؤں والوں کی سیرابی محض ندی نالے کے برساتی پانی پر موقوف تھی۔ آخر آپ کے لیئے بہت تلاش سے ایک لوٹا پانی لایا گیا وضو کے بعد جو پانی بچ رہا۔ اُس کے لیے ارشاد ہوا کہ گاؤں کے چاروں طرف چھڑک دو حسب ارشاد چھڑکا گیا۔ تین سمت تو وہ پانی کافی ہوا مگر چوتھی سمت یعنی دکن کیجانب ختم ہوگیا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ تین طرف تو پانی کی کوی حد نہیں مگر دکن کیجانب کہیں پانی کا پتہ نہیں۔

نقل موضع سونگر میں چیتل سانپ کسی کو ڈستا نہیں اور اگر ستائے جانے پر ڈستا بھی ہے تو کوی مرتا نہیں حدود سونگر کے اندر تو یہ کیفیت ہے لیکن وہی سانپ جو سونگر میں بے ضرر ہے وہاں سے باہر جان لیوا ہو جاتا ہے اور کوی اُسکے ڈسے نہیں بچتا۔ دستور ہے کہ مضافات میں جب کسی کو چیتل ڈستا ہے تو اُسے اُٹھاکر سونگر لیجاتے ہیں۔ راستہ میں اگر وہ نہ مرا اور زندہ سونگر پہنچ گیا تو بغیر کسی دوا کے زہر دفع ہوجاتا ہے اور مریض خود بخود فوڑا اچھا ہوجاتا ہے یہ تاثیر آپ کی دعا کی برکت سے اب تک موجود ہے جس کا قصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپکے پیروں کے پاس چیتل نمودار ہوا جس کو ایک مرید نے مارنا چاہا آپ نے فرمایا کہ مارنے سے کیا فائدہ اس میں زہر نہیں ہے یہ پڑے سا بے ضرر ہے اور اس گاؤں میں اس کی یہی حالت رہے گی چنانچہ ابتک یہی اثر ہے ہر سال بے شمار واقعات پیش آتے رہتے ہیں اور یہ ارشاد و تصرف مخصوص چیتل کے لیے ہے کسی اور سانپ کے لیئے نہیں۔

آپ سے تصرفات و کرامات بہت ظاہر ہوے حضرت شیخ شرف الدین یحیٰی منیری کی اولاد سے ایک شخص نے آپ سے توحید کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا کہ توحید کا تماشا آنکھوں سے دیکھو اُنھوں نے دیکھا کہ ایک قطب صاحب سے ہزاروں قطب صاحب ظاہر ہوے اور پھر وہی ایک قطب صاحب رہ گئے آپ نے فرمایا کہ تم نے توحید کا تماشا دیکھا اسی طرح حق جو مرتبہ تنزیہ یعنی ذات بحت میں بے ملاحظہ تشبیہ وظہور ایک تھا ظہور و تشبیہ میں بھی ایک ہی ہے جس کی

اتنی کثرت ہوگئی ہے اور اس کا غیر کوئی بھی نہیں۔

نقل حضرت شیخ عبداللہ شطار قدس سرہ حضرت شاہ مظفر گرگانی سے خلافت پاکر ہندوستان آئے جس بزرگ سے ملاقات کرتے تھے اُس سے دو تین سوال کیا کرتے تھے اور جس ناخوش ہوجاتے تھے اُس کی نسبت سلب کرلیا کرتے تھے۔ اور علانیہ کہتے تھے کہ میرے پیر نے فرمایا ہے کہ جو شخص واصل بحق نہ ہو اور اُس کی طلب صادق ہو اُس کو فائدہ پہونچانا اور جو شخص تم سے قرب و اسرار میں زائد ہو اُس سے استفادہ کرنا جب وہ جونپور آئے تو آپکے خلیفہ حضرت شاہ داود سرمست قلندر ایک روز اُن سے ملنے گئے۔ دربانوں نے روکا اُنھوں نے نہ مانا اور پیروں میں کیچڑ بھرے حضرت عبداللہ شطار کے قریب جاکر بیٹھ گئے۔ اُنھوں نے غصہ سے اُن کی نسبت بھی سلب کرنا چاہی مگر اُن پر کچھ اثر نہ ہوا جھلا کر کہنے لگے کہ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہونچا۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ کوئی با ادب خدا تک نہیں پہونچا جب عشق آگیا تو پھر ادب کہاں رہا پوچھا کہ تم کس سلسلہ کے ہو انھوں نے کہا کہ حضرت قطب صاحب کا ادنی غلام ہوں۔ پھر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ حق اور عالم میں کیا نسبت ہے آپنے حضرت شاہ نصیر قلندر کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ تمھارے سوال کا جواب یہ دینگے حضرت شاہ نصیر قلندر رہ نے فرمایا کہ حق اور عالم کی نسبت ایسی ہے جیسی طاق کی دیوار سے۔ پھر وہ اور آپ دونوں مراقب ہوئے کچھ دیر کے بعد آپ مراقبہ سے اُٹھ کر گھر میں تشریف لے گئے۔ اور حضرت عبداللہ شطار اپنے یہاں۔ واپس گئے۔ اُنکے ایک مرید نے آپ سے مراقبہ کی کیفیت پوچھی آپ نے فرمایا کہ جاکر اپنے پیر سے پوچھ لو اُس نے جاکر مراقبہ کا حال پوچھا اور یہ کہ حضرت قطب صاحب کس مرتبہ کے بزرگ ہیں۔ حضرت عبداللہ شطار نے کہا کہ حضرت قطب صاحب خدا کے پہلوان ہیں۔ مراقبہ میں میری اور اُنکی روح فلک اول میں پہونچی پھر اول سے دوم اسی طرح فلک ششم تک وہاں ایک شیخ قطب الدین سے ہزار قطب الدین ہوگئے اور سب کا ایک لباس تھا تب میری روح حیرت زدہ واپس آئی۔ اور اُنکا پتہ نہ چلا۔ اسکے بعد وہ کئی بار آپ سے ملنے آئے۔ ایک بار آپ نے اُن سے فرمایا کہ حق حق لوگوں کی

تم نے نسبتیں سلب کرلی ہیں ان کی نسبتیں واپس دے کر ان کو رخصت کرو۔ چنانچہ انہوں نے تعمیل ارشاد کی بعض اذکار شطاریہ کی اجازت بھی آپ کو ان سے تھی چنانچہ مراد المریدین میں ہے۔

ومخفی نماند کہ بعضے اذکار کہ حضرت قطب الدین بینادل قلندر سرانداز غوثی را از خدمت شیخ عبداللہ شطار سید ابو عبداللہ محمد علی ابن زین العابدین بن یعقوب کہ خلیفہ والد خود است دوے خلیفہ شاہ نور الحق والدین ودے خلیفہ والد خود شاہ نصیر الحق والدین ودے خلیفہ حضرت شاہ قطب الدین بینادل است در مفتاح العاشقین در فائدہ حادی عشر مفصل بیان نمودہ است ودر سند ذکر رباعی و پاس انفاس نوشتہ اخذت ھذین النوعین المذکورین وعلمھا بتلقین حضرت والدی الشیخ یعقوب بن منور بن تاج الدین القرشی الاسدی وھو عن حضرت شیخ نور الحق والدین القرشی وھو عن حضرت شیخ قطب الدین المعروف بہ بینادل سرانداز غوثی۔ وھو عن شیخ عبداللہ الشطار وھو عن حضرت شیخ علی الموحد الربانی وھو عن الشیخ زین الدین الجامی وھو عن حضرت عبد الرحمٰن القرشی وھو عن حضرت السید جمال الدین وھو الاصفہانی وھو عن حضرت الشیخ عبد الصمد الشطاری وھو عن حضرت الشیخ علی برغش الشیرازی وھو عن حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین السہروردی۔

آپ کی مشہور ترین کرامت ہے کہ جب آپ بعزم جونپور وارد امرتھواں ہوئے تو حضرت شیخ عماد قلندر کو وہاں ہدایت خلق کے لئے مامور فرمایا امرتھواں ان دنوں آباد نہ تھا آپ نے دعا فرمائی کہ یہ مقام ہمیشہ کے واسطے آل عمادی کے لئے مخصوص رہے گا۔ جن کی غذا دودھ چاول ہوگی اس دعا کا اثر یہ ہے کہ باوجود انقلاب زمانہ ان چار صدیوں میں یہ گاؤں سزاوار ٹھہرا تو آل عمادی کے لئے دودھ

کی یہ کیفیت ہے کہ قریات متصلہ کے اہل مواشی اپنی گائیں و بھینسیں امرتھوان میں لاکے دوہتے ہیں تو دودھ بہت ہوتا ہے اور اگر اپنے گاؤں میں دوہیں تو کم نکلتا ہے چاول کی افراط کا بھی یہی عالم ہے حضرت علامہ عبدالقادر عمادی سوکھر پوری نے اس واقعہ کو یوں نظم کیا ہے ؎

قطب چون از سرور پور وطن — شد سوے جونپور رخت افگن
چند روزے بسو نگر آرامید — حجرۂ آنجا زیارت است پدید
آں زمان با صحابہ می بگذشت — برلب جوے بسیو آن دشت
گفت با با عماد ایں لب جو — ہست جاے تو و زار سے تو
بتو تسلیم ایں مکان کردم — نام خاصش امرتھوان کردم
معنیش ایں کہ ایں بذکر خدا — زندہ گردد فلا یموت ابدًا
مدفن اولیاء حق گردد — پس بنام حیات احق گردد
آں زمیں زاں زمان بشیخ عماد — محی است و ممات با اولاد
از زمین قدر صالحے وارند — کہ اُرز دانہ اندراں کارند
بر دہد چوں فراشد باراں — قدر حاجت نہ کم نہ بسیاراں

آپکے کرامات سے ایک یہ واقعہ بھی ہے کہ حضرت شیخ عماد قلندر جب یمن سے ہجرت کرکے ہندوستان آئے تو دو اور عرب بھی اُنکے ساتھ تھے جن میں ایک کی قبر آپکے مزار اقدس کے قریب ہے دوسرے صاحب کا پیشہ حجامت تھا اور وہ صاحب اولاد بھی تھے یہ لوگ بھی آپ ہی کے ساتھ رہتے تھے حجام کا لڑکا ایک مرتبہ آپ کی حجامت بنا رہا تھا کہ دفعتًا آپ اُٹھ کر حجرہ میں چلے گئے۔ دیر کے بعد جب باہر آئے تو آستینوں سے پانی ٹپک رہا تھا اُس نے آستیں نچوڑ کر چکھا تو کھاری پانی پایا، پوچھنے لگا کہ حجرہ میں تو پانی سے نہیں پھر آستینیں کیسے تر ہوئیں۔ آپ خاموش رہے جب زیادہ اصرار کیا تو فرمایا کہ اس وقت سمندر میں ایک اسلامی جہاز ڈوبا جارہا تھا بحکم الٰہی میں نے اُس کو بچا دیا اس لیے آستینیں تر ہیں۔ خبردار کسی سے کہنا مت یہ ایک سرحق ہے جسکے افشا کرنے پر

تو بھی جوان مرے گا اور تیری نسل بھی جوان مرگی سے نہ بچے گی۔ اُس نے بہت کوشش کی مگر چھپا نہ سکا بات ظاہر ہوگئی اور اُس کے چرچے ہونے لگے نتیجہ یہ ہوا کہ وہ جوانی ہی میں مرگیا اور اُس کی اولاد اگرچہ اب تک موجود ہے مگر سب جوان ہی مرتے ہیں اور اگرچہ کئی لڑکے پیدا ہوتے ہیں اور جوانی تک زندہ رہتے ہیں مگر سلسلۂ نسل صرف ایک ہی سے چلتا ہے باقی سب جوان لاولد مرتے ہیں۔

مناقب الاصفیا میں ہے کہ ایک روز آپ سلطان ابراہیم شرقی کے پاس تشریف رکھتے تھے اُس نے کہا کہ فقرار کو مجاہدہ ومرتاض وضعیف ولاغر ہونا چاہیئے۔ برعکس اسکے آپ فربہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری فربہی غفلت سے نہیں ہے اور نہ میرے جسم میں بجز ہوا اور پانی کے کچھ اور ہے۔ اُسنے کہا اگر ایسا ہے تو کوئی عضو چاک کرکے دکھائیے فرمایا کہ اچھا اُنگلی چاک کرکے دیکھو چنانچہ چاک کی گئی جس سے ہوا اور پانی کے سوا ایک قطرۂ خون نہ نکلا۔ تب آپ نے فرمایا کہ اس انگلی چیرنے کا کیا بدلہ ہوگا۔ پھر خود ہی فرمایا کہ اس کا بدلہ بادشاہ و وزیر و قاضی وغیرہ کے سر سے ہوگا۔ قاضی شہاب الدین ملک العلما نے عرض کیا کہ میں تفسیر بحر مواج لکھ رہا ہوں۔ فرمایا اچھا تمھاری موت اتمام تفسیر تک موقوف رہے گی۔ چنانچہ بعد اتمام تفسیر اُن کا انتقال ہوگیا۔

نقل ایک روز آپ کی مجلس میں بہت مجمع تھا حسب ارشاد ایک خادم نے قصیدہ بردہ کے چند اشعار پڑھے جس پر اہل مجلس کو جوش وخروش ہوا بہت سے زمین پر لوٹنے لگے اور کچھ بیہوش ہوگئے اور اکثر اُسی وقت آپ کی فیض و توجہ سے صاحب نسبت واہل دل ہوگئے۔ آپ کا ایک مبروص مرید بھی اُس مجلس میں حاضر تھا۔ روتا ہوا قدموں پر گر پڑا آپ کی توجہ سے اُسی وقت اُس کا مرض جاتا رہا۔

نقل بخشی محمد ناصح بن قاضی غلام رسول جونپوری آپکے دوست ایک قوال کے لڑکے سے محبت کرتے تھے جب وہ مرگیا۔ تو اُنھوں نے اس کو آپکے پائیں دفن کیا اُن کا یہ فعل آپ کی مرضی کے خلاف ہوا۔ شب کو اُس کی نعش قبر سے نکل کر ایک بیگہ کے فاصلہ پر جا گری۔ ہر چند پھر اسکو وہیں دفن کرنا چاہا لیکن ممکن نہ ہوا۔ یہ اُن کو ناگوار ہوا جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ فوراً ہی اپنی خدمت بخشیگری سے

معزول کر دیے گئے، تب چارہ جوئی کے لیے دہلی گئے۔ انجام یہ ہوا کہ نماز جمعہ پڑھنے جامع مسجد گئے وہاں کچھ لوگوں میں باہمی لڑائی ہوئی جس میں وہ بھی مارے گئے۔

آپ کی وفات پچیس ماہ شعبان سنہ ۹۲۵ نو سو پچیس ہجری میں ہوئی تین روز صرف بخار آیا تیسرے روز نماز مغرب میں سجدہ میں انتقال فرمایا۔ مرآۃ المریدین میں ہے کہ آپ نے وصال کی خبر پہلے سے لوگوں کو دیدی تھی حضرت سید فضل اللہ قلندر را اپنے خلیفہ کو تحریر فرمایا تھا کہ

اگر برائے ملاقات ظاہری و دیدار آخری بیائید بہتر است کہ ایں ضعیف

را دوست طلبیدہ باذن بیچ وصبنی شود و ہمہ یاران برائے رخصت آمدند پس اولی

وانسب آنست کہ آں سید طاہر و مطہر نیز بیائید۔ قال اللہ تعالیٰ اذا جاء

اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون۔

بعض رسائل میں ہے کہ چوبیس شعبان کو وفات ہوئی۔ لیکن جونپور میں پچیس کو عرس ہوتا ہے۔ معمول ہے کہ اس روز تمام روسا و عمائد شہر بلا طلب و دعوت جمع ہوتے ہیں۔

فاتحہ آپ کا خشکہ چاول اور میٹھے دہی (جس کو سکھرن کہتے ہیں) ہوتا ہے آپ نے اپنے فاتحہ کے لیے گوشت کی ممانعت فرما دی تھی جس کا قصہ یہ ہے کہ ایک بار آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت سید نجم الدین غوث الدہر کے فاتحہ کے لیے ایک گائے منگائی ذبح کے بعد معلوم ہوا کہ وہ حاملہ تھی باورچی نے دونوں کے پارچہ دیگ میں چھوڑ دیے۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو دیگ کے قریب تشریف لے جاکر فرمایا کہ گوشت نکال کر کھال پر بچھا دو اور اس پر چادر ڈالدو۔ پھر خود مراقب ہو گئے کچھ دیر کے بعد چادر کے نیچے سے وہ گائے معہ بچے کے زندہ نکل آئی۔ تب سے آپ نے ممانعت کر دی کہ خبردار میرا فاتحہ گوشت پر نہ ہو اس لیے آپ کا فاتحہ شکرانہ پر ہوتا ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ قصائی نے ایکبار گائے ذبح کر کے اس کا گوشت آپکے لنگر خانے میں بھیجدیا اس گائے کا بچہ آپکے سامنے چیختا آیا آپ نے پوچھا لوگوں نے بیان کیا کہ اس کی ماں کو ذبح کر کے لنگر خانہ کے لیے گوشت دیا ہے آپنے قصائی کو بلا کر فرمایا کہ اس کی کھال وہڈیاں لے آؤ۔ وہ لے آیا۔ آپنے دعا فرمائی۔ گائے

زندہ ہوگئی تب سے آپ نے فاتحہ کے لیے گوشت کی ممانعت کردی شیخ حسین بخش قلندر پوری بیان کرتے تھے کہ سید فقیر حسین جو مذہب امامیہ رکھتے تھے اور آپکے عزیزوں میں تھے آپکے فاتحہ کے روز موجود تھے کہنے لگے۔ کہ یہ عورتوں کا عقیدہ ہے میں بغیر گوشت کے کھانا نہ کھاؤں گا۔ مجبوراً انکے لیے مرغ ذبح کیا گیا نوبت کھانے کی نہ آئی تھی۔ کہ اُنکے جگر میں شدید درد اُٹھا۔ ایسا کہ قریب ہلاکت پہنچ گئے جب گوشت گھر سے باہر کردیا گیا تب درد دفع ہوا۔

آپکی عمر شریف ایک سو انچاس سال کی ہوئی اور آپکا مزار اقدس علن پور محلہ جونپور میں ہے حضرت غوث ملت نے اصول المقصود میں تحریر فرمایا ہے کہ فقیر بھی زیارت مزار سے مشرف ہوا ہے۔ پائین درگاہ انگریزی جیل خانہ ہے اور تقریباً ایک بیگہ زمین مابین جیل و مزار شریف چھوٹی ہے جہاں علن پور پہلے آباد تھا۔ اب وہاں پر جیل ہے چنانچہ مقابل دروازہ جیل علن پور کا قدیمی کنواں آپ کا بنوایا ہوا اب تک موجود ہے۔ پھر مجاہدات الاولیا میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کا مزار باوجود ننگی ہونے کے ٹھیک دوپہر میں بھی سرد رہتا ہے۔ حالانکہ مزار پر کسی چیز کا سایہ نہیں ہے۔ ہندوستان میں میں نے دو قبروں کو ایسا ہی سنا ہے ایک دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہ کا مزار۔ دوسرا جونپور میں آپ کا۔ بہت آدمیوں نے اس کا تجربہ و امتحان کیا ہے۔ کاتب الحروف بھی مزار مبارک کی زیارت سے متعدد بار مشرف ہوا ہے۔

آپ کا مزار محلہ شیخوپورہ میں ظفر آباد کی سڑک اور جیل کے درمیان ہے۔ مزارات متبرکہ کے گرد پتھر کا خطیرہ مولوی محمد یحیٰی رئیس منڈیاہو ضلع جونپور نے تعمیر کرایا ہے۔ خطیرہ کا فرش اور دروازہ بھی سنگی ہے خطیرہ کی دیوار آدھ گز اونچی ہے اندر مزارات میں کچھ تغیر نہیں کیا گیا ہے۔ خطیرہ بن جانے اور سطح بلند ہوجانے سے مزارات پست معلوم ہوتے ہیں۔ سب کے سرہانے آپ کا مزار ہے۔ آپکے پائیں حضرت شیخ محمد قطب قلندر قدس سرہ کا۔ اُنکے داہنی جانب حضرت شاہ عبدالسلام قلندر۔ اور اُنکے پائیں ذرا ہٹکر جانب ہٹا ہوا حضرت شاہ عبدالقدوس قلندر کا مزار ہے حضرت شاہ محمود قطب قلندر کا مزار بھی اسی خطیرہ میں ہے۔ مگر معلوم نہیں کہ کون ہے۔ غالباً حضرت شیخ محمد قطب قلندر کے پائیں انھیں کا مزار ہے انکے علاوہ اور بھی مزارات ہیں جن میں دو حضرت شیخ ابراہیم کلاں محدث و حضرت شیخ ابراہیم خورد

کے ہیں اور اسی خطیرہ سے ملحق ایک چھوٹا خطیرہ ہے جس میں آپ کی بیوی صاحبہ کا مزار ہے۔

سنہ تیرہ سو چھیالیس ہجری میں بتوجہ حضرت وارث الانبیاء مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر باہتمام شاہ محمد فخر عالم ڈپٹی کلکٹر مرید حضرت اس خطیرہ پر آہنی جنگلہ نہایت خوش نما نصب ہو گیا اور دروازہ بھی جنگلہ دار آہنی لگ گیا ہے جس سے مزارات بہت محفوظ ہو گئے ہیں۔ ہر مزار پر سرہانے تکیہ بنا کر اس میں تاریخہائے وصال بھی سنگ مرمر کی تختیوں پر کندہ کرا کر نصب کر دی گئیں ہیں جس سے زائرین ناواقف کو بھی سہولت فاتحہ خوانی میں ہوتی ہے قطعہ تاریخ وفات آنحضرت از مولوی محمد عالم قیصری کاکوروی هوالبصیر

شہ بینا دل، پاکیزہ جوہر	چو الماس خوش آب از کنز مختوم
بہ ہجری ہفصد و ہفتاد و شش سال	نمایاں شد بشہر علم و معلوم
بعمرے حی زتاسک برزمیں ماند ۱۴۹	پس آنگہ شد بسوئے حی و قیوم
برآمد بست و پنجم روز شعبان	ندائے کوچ قطب الدین مخدوم

آپکے خلفاء یہ حضرات ہوئے حضرت شیخ محمد قطب قلندر، حضرت شیخ محمود قطب قلندر صاحبزادگان۔ مخدوم شاہ عماد جد اعلےٰ مولوی شاہ عبدالقادر باسطی جونپوری۔ سید فضل اللہ قلندر معروف بہ سید گوشائیں قطبی منیری۔ حضرت شاہ داؤد سرمست قلندر۔ حضرت شاہ نصیر الحق قلندر۔ حضرت شاہ نور الحق قلندر خلف حضرت شاہ نصیر الحق قلندر۔ حضرت شاہ نظام الدین قلندر بہاری (یہ آپکے بھانجہ اور بڑے بزرگ تھے۔ قصیدہ کبریٰ اور اسی کی شرح صراط المستقیم بعہد سلطان حسین بن محمود شاہ بن سلطان ابراہیم شرقی موسومہ بہ گنج الاسرار ۸۷۸ھ میں لکھی یہ قصیدہ مختصر اذکار قلندریہ کے بیان میں تھا جس کی شرح بفرمائش بعض احباب و اجازت حضرت قطب صاحب آپ نے لکھی جیسا کہ اسکے خطبہ کی عبارت سے ظاہر ہے۔ ان کا مزار دھیرہ میں مابین عظیم آباد و منیر کے ہے) امیر سید وجہ الدین حسینی قادری معروف بہ امیر سید گشائیں سمندر توحید (یہ ابتدا میں مدت تک جوگیوں و سنیاسیوں و بیراگیوں کے ساتھ رہے آخر عمر میں آپ سے تعلیم حاصل کی

اور اجازت وخلافت سے مشرف ہو کر سمندر توحید کا لقب پایا۔ ان کا مزار نواح بہار میں ہے) شیخ ابراہیم صوفی[1]۔ شیخ ابراہیم کلان محدث۔ شیخ ابراہیم خورد۔ قاضی ابراہیم تاج[2]۔ شیخ صدر الدین[3]۔ شیخ فضل اللہ[6]۔ شیخ ادریس۔ قاضی تنکر اللہ[4]۔ اسلام خان لنکاہ۔ شیخ قاضن۔ شیخ کمال الدین[5]۔ ملک احمد شاہ میاں[7] قیلو خان۔ ملک تاج ظفر میر حسین خصی[8] پیر سراج الدین۔ شاہ عبد اللہ قلندر جونپوری (جن کے خلیفہ شاہ وجیہ الدین قلندر اور اُنکے خلیفہ شاہ حیدر قلندر رہے۔

حضرت شاہ نصیر الحق قلندر

آپ نسباً عباسی ہیں اس طرح کہ حضرت شاہ نصیر الحق قلندر ابن قاضی محمد بن قاضی رفیع الدین بن قاضی نجم الدین بن خواجہ رکن الدین سمرقندی یک گھی ظفر آبادی بن خواجہ حسام الدین بن خواجہ تاج الدین بن خواجہ کریم الدین بن خواجہ صدر الدین بن خواجہ ضیاء اللہ بن خواجہ محمود بن خواجہ مسعود بن خواجہ عبد الفتاح۔ بن خواجہ عبد الہادی بن عبد الرحمن بن عبد الرحیم بن عبد الرزاق بن موسےٰ بن علی بن عبد اللہ ابن عباس عم رسول اللہ صلعم۔

مولوی محمد بدر الدین پروفیسر علیگڈھ یونیورسٹی جو آپ کی اولاد میں ہیں اپنے نسب نامہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ نصیر الحق قلندر حضرت عباس بن عبد المطلب کی اولاد میں نہیں بلکہ وہ حضرت عباس علمبردار ابن علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ کی اولاد میں ہیں جس کی تائید میں انہوں نے دلائل و وجوہ بھی اُس میں لکھے ہیں۔

آپ اکابر اولیاء کاملین اور اپنے زمانہ کے ممتاز مشائخ سے تھے اور حضرت قطب صاحب کے

---

[1] اصول المقصود میں ہے کہ انکا مزار حضرت شاہ عبد القدوس قلندر قدس سرہ کے برابر جانب مغرب واقع ہے ۱۲ [2] انکی قبر بہار میں ہے ۱۲ [3] انکی قبر ومگدہ ضلع الہ آباد میں ہے ۱۲ [4] انکا مزار جونپور میں متصل مسجد ٹالہ ہے ۱۲ [5] انکا مزار علن پور میں ہے ۱۲ [6] ان کا مزار سردر پور میں ہے ۱۲ [7] ان کا مزار عظیم آباد میں بطرف جنوب درگاہ لال ان واقع ہے [8] ان کا مزار جونپور شاہراہ بلوا گھاٹ پر ہے ۱۲۔

جلیل القدر مرید وخلیفہ و داماد تھے حسب روایت صاحب اذکار ابرار آپ کو اجازت وخلافت حضرت سید نجم الدین غوث الدہر قلندر سے بھی تھی اذکار ابرار میں ہے کہ آپ اطراف جونپور کے نامور مشائخ میں شمار ہوتے تھے حضرت قطب صاحب کے مرید ہوئے آغاز سلوک میں اپنے پیروں کی اقتدا میں قلندرانہ لباس رکھا مگر اخیر میں یہ لباس ترک کر کے خرقہ صوفیہ پہن لیا تھا تقوے کی حدود سے سرِ مو تجاوز نہیں کیا۔ آپکے مرید اکثر قلندری لباس میں رہتے تھے منجملہ مریدین کے ایک حضرت سید سید عالم جونپوری تھے جو عرصہ تک عالم کون وفساد کے انتظام میں قطب رہے تھے۔

آپ میں جلال اتنا بڑھا ہوا تھا کہ آپکے سات لڑکے یکے بعد دیگرے بسبب آپکے جلال کے مر گئے۔ جب حضرت شاہ نور قلندر پیدا ہوئے تو لوگوں نے اُن کو حضرت قطب صاحب کے حکم سے چھپا ڈالا جب وہ ہوشدار ہوئے بتایا گیا کہ یہ آپ کے صاحبزادہ ہیں آپ نے اُن سے ایک روز فرمایا کہ دو آفتاب ایک جگہ نہیں ہوتے تب وہ سرہرپور چلے گئے۔

مولوی بدرالدین صاحب پروفیسر علیگڈھ مسلم یونیورسٹی اپنے نسب نامہ میں لکھتے ہیں کہ بہت سے واقعات اور کرامات خاندانی روایت سے ہم لوگوں میں چلی آتی ہیں ازانجملہ مشہور ہے کہ ایک کنوئیں کے خلا پر مصلے بچھا کر نماز پڑھتے تھے خانقاہ میں ایک کھپر تھا جس میں پکا پکایا کھانا نازل ہوتا تھا۔ سلاطین شرقیہ میں سے بادشاہ وقت ایک بار خدمت میں حاضر ہوا اور نو سو نواسی گاؤں کی معافی کا فرمان لکھ کر سپرد کیا لیکن حضرت نے اسکو فوراً آگ میں رکھدیا۔ خاندان کی بہوؤں کے واسطے یہ ہدایت ہے کہ ماش کی دال کا کوئی پکوان نہ خود پکائیں نہ اُنکے سامنے پکایا جاے۔ پوتوں کی بسم اللہ کے واسطے یہ حکم ہے کہ اُنھیں کے روضہ پر کرائی جاے۔ چنانچہ یہ دونوں دستور اس وقت تک عملدرآمد میں ہیں۔ ہمارے خاندان میں ایک زندہ کرامت نسلاً بعد نسل چلی آرہی تھی یعنی علم مبارک نبوی صلعم جس کا ذکر اوپر ہو چکا۔ اسکے متعلق خاندان میں یہ روایت چلی آتی ہے کہ ایک حجرہ میں یہ علم مقفل رہتا تھا اس کی برکت سے بیمار صحت یاب ہوتے تھے اگر کوئی بیمار صحت پانے والا نہ ہوتا تو وہ حجرہ ہی نہیں کھلتا تھا دوسری بزرگی اس علم کی یہ تھی کہ کسی اور خاندان کا مضبوط سے مضبوط آدمی اسے اٹھا نہ سکتا تھا۔ ورنہ ہمارے خاندان کا بچہ بھی اٹھا سکتا تھا مگر

اس طرح سے بیان کیا جاتا ہے کہ آپس ہی کے کوئی صاحب اس کو لے کر چلدئیے میرے دادا مولوی سخاوت علی صاحب منصف کو کسی طرح معلوم ہوا کہ راے بریلی یا بانس بریلی میں کسی جگہ وہ علم موجود ہے چنانچہ اُنھوں نے پوری کوشش سے تفتیش کی مگر کہیں کچھ پتہ نہ چلا۔ ہمارے یہاں لوگوں کا قیاس یہ تھا کہ چونکہ یہ عجیب وغریب چیز متبرک تھی اور دوسرے خاندان والوں کے پاس نہیں رہ سکتی تھی اس لیے خود بخود زمین میں دھنس گئی ہوگی۔

آپ کی وفات پچیس جمادی الاول ۱۰۱۵ھ وبقولے ایک ہزار پندرہ میں ہوئی۔ وفات کے متعلق ایک زبانی روایت یہ ہے کہ حقیقتاً موت واقع نہیں ہوئی بلکہ حبس دم کرکے انتقال کیا جب دفن ہوے تو قبر میں سے ہاتھ نکال کر تسبیح طلب کی بیوی کی طرف سے عرض کیا گیا کہ حاضر ہو کر زیارت کرنا چاہتی ہیں فرمایا کچھ ضرورت نہیں ہے کل وہ بھی آجائیں گی چنانچہ دوسرے روز اُن کا بھی انتقال ہوگیا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک ایلہ کے چولھے پر کھانا پکانے کا حکم تھا جب اولاد اور کنبہ بڑھا تو دو ایلے کی اجازت دی مگر یہ حکم دیا کہ اب چاہے کتنی ہی زیادتی ہو ایلہ نہ بڑھایا جاے۔ چنانچہ اب تک ہمارے خاندان میں دو ایلے سے زیادہ چولھا نہیں بنایا جاتا۔ اولاد کے ساتھ اپنی وفات کے بعد بھی اپنی ہمدردی کا اظہار ہوتا ہے اور خاص خاص ہدایتیں زبانی چلی آتی ہیں شادی بیاہ میں اولاد کو ناچ کرانے کی سخت ممانعت ہے جو کوئی بدکار ہوگا اُس کا سلسلۂ اولاد منقطع ہوجاے گا۔ جب بچہ پیدا ہونے کو ہو تو نویں مہینہ کی نویں تاریخ کو سوا روپیہ حاملہ کی ناف سے چھلا کر صندل لگانے کے بعد رکھ دیا جاے بچہ پیدا ہونے کے بعد اس رقم کا تمام سودا خاندان ہی کے مرد لائیں اور اہل خاندان خود پکا کر خود ہی کھائیں۔ کسی اور کو نہ دیں اس کا نام کندوری ہے زچہ خانہ میں ایک بلی کا آنا ضروری ہے مخدوم صاحب کا ایک جن مرید بلی کی شکل میں بنظر خیر خواہی آتا ہے لہذا حکم ہے کہ زچہ خانہ میں بلی کو ماریں نہیں اولاد کا اتنا خیال ہے کہ اگر کوئی سخت بیمار ہوجاتا ہے تو خواب میں اُس کے پاس تشریف لاتے ہیں بمجرد زیارت صحت شروع ہوجاتی ہے۔ آپ کا حکم اپنی اولاد کے متعلق یہ بھی ہے کہ کسی کے ہاتھ پر بیعت کرکے اُن کی

مزار پر حاضر ہو جائے تمام مقامات درویشی وہ خود طے کرا دیں گے۔ کہیں بھٹکنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تاریخ وفات از صاحب مخزن کائنات ؎

آنکہ شاہ نصیر دین بودہ	صاحب صدق وہم یقین بودہ
او ز بنیاے دل خلافت داشت	علم پیر را بصدق افراشت
بعد چندے بقصبۂ نیگوں	کردہ از امر پیر خویش سکوں
بست و پنج از جمادی الاول بود	کہ ز دنیاے دوں سفر فرمود
سال تاریخ او بجا باشد	گفتہ ام شاہد خدا باشد

۹۱۵

آپ کا مزار قصبہ نیگو پرگنہ اہل ضلع اعظمگڈھ میں ہے۔ آپ کی بیوی صاحبہ کی قبر بھی آپ ہی کے قریب ہے آپ نے فرمایا تھا کہ جب ان قبروں کا درمیانی فاصلہ جاتا رہے گا۔ اور دونوں مل جاویں گے۔ تب قیامت آوے گی۔ زمانہ سابق میں تو بہت فاصلہ تھا مگر اب کم رہ گیا ہے۔ قصبہ نیگو سراے میر اسٹیشن سے تقریبا کئی میل ہے اور راستہ دشوار گذار کوی سواری وہاں چھکڑے کے سوا نہیں ملتی ہیں ۱۳۳۱ھ میں جب آستانہ قلندر پور شریف ضلع اعظمگڈھ سے واپس ہوا تھا تو راستہ میں چونکہ یہ مقام بھی پڑتا تھا لہذا یہاں بھی حاضر ہوا۔ روضہ کے متصل ایک بڑی مسجد ہے جس کے منارے سراے میر کے میدان سے نظر آتے ہیں روضہ کے دکھن جانب جھیل ہے۔ حریم کا دروازہ پورب کی طرف ہے حریم میں اتر طرف کنارے پر روضہ ہے روضہ کے پائیں تین قبریں اور اندر دو قبریں ہیں۔ ایک آپ کی اور دوسری بیوی صاحبہ کی۔ دونوں قبروں کے درمیان ایک بالشت گیارہ انگل کا فاصلہ باقی تھا آپ ہی کی قبر بیوی صاحبہ کی قبر کی طرف ہٹتی جاتی ہے۔ ان کا مزار پورب طرف ہٹا ہوا ہے اور آپکا مزار جو وسط میں پچھم جانب تھا وہ بیوی صاحبہ کے مزار سے قریب ہوتا جاتا ہے۔ آپکے مزار کے چبوترہ کے کونے میں درز پڑ گئی ہے۔

۲۱ر اکتوبر ۱۹۲۳ء بروز یکشنبہ مطابق ۱۰ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ محمد سعید ابن منشی

محمد نذیر انسپکٹر پولیس ساکن شہزاد پور ڈاکخانہ اکبر پور ضلع فیض آباد بھی حاضر ہوئے۔ اور انھوں نے خود فصل ہر دو مزار کا اپنے انگل سے ناپا تو ایک بالشت سے کم ٹھہرا، پھر سرہانے پائینانے اور وسط میں تین مقام پر انگل سے ناپا تو بارہ انگل ٹھیک فصل معلوم ہوا۔ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ میں جب میں حاضر ہوا تھا تو فصل ایک بالشت گیارہ انگل رہ گیا تھا اب صرف گیارہ انگل ہے اس حساب سے اخذ ہوتا ہے کہ ہر سال موجودہ رفتار کی مناسبت سے ایک انگل مزار شریف کھسکتا ہے۔ روضہ کے دروازہ پر یہ کتبہ ہے لاالٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ اُسکے نیچے کچھ اور عبارت تھی جو مٹ گئی اب صرف ۹۱۵ھ لکھا ہوا باقی ہے اور روضہ کے اندر بیوی صاحبہ کے مزار کے قریب یہ کتبہ ہے۔

چوں بر نام حضرت لفظ عالیجاہ افزودہ سال تاریخ وصال حضرت بمود مخدوم شاہ نصیر الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز عالیجاہ نیز تاریخ وصال حضرت مُہ رحمۃ للعالمین۔

۹۱۵

حضرت شاہ نور الحق قلندر

ابن حضرت شاہ نصیر الحق قلندر۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ حضرت شاہ نصیر الحق قلندر کی نظر غضبی سے کوئی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی۔ جب کوئی لڑکا پیدا ہوتا۔ فرماتے تھے سلا دو۔ چنانچہ بچہ فوراً مرجاتا تھا۔ اسی طریقہ پر سات بچوں کا انتقال ہوگیا۔ بیوی صاحبہ نے حضرت مخدوم قطب الدین بناول قلندر سے شکایت کی انھوں نے فرمایا کہ اب جب لڑکا پیدا ہو اُن کو خبر نہ دینا۔ بلکہ مجھے اطلاع کرنا چنانچہ جب آپ پیدا ہوئے تو حضرت بناول کو خبر دی گئی۔ انھوں نے تشریف لاکر اپنے پیر کا انگوٹھا چوسنے کو دیا اور دعا کی بعد اس کے حضرت شاہ نصیر قلندر کو خبر دی گئی انھوں نے حسب معمول کہا سلا دو لیکن اب اُس کا اثر

۱؎ شاہ نصیر الحق والدین عالیجاہ سے ۱۰۱۵ھ برآمد ہوتے ہیں جو ایک قول میں آپ کا سنہ وفات ہے۔

ظاہر نہ ہوا اور آپ زندہ رہے اس تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ زبانی روایت سے معلوم ہوا ہے اسکے بعد خدا کی شان کہ وہ نظر غضبی اولاد کی طرف سے جاتی رہی چار لڑکے اور پیدا ہو کر زندہ رہے مشہور ہے کہ آپ مادر زاد ولی تھے بچپن ہی سے کرامتیں آپ کی ظاہر ہو چلی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ مسجد کے دروازہ پر لوگوں کی جوتیاں الگ کیا کرتے تھے۔ کوی پوچھتا کہ کیا ہے تو فرماتے کہ جنتیوں اور دوزخیوں کی جوتیاں الگ کرتا ہوں۔ ایک بار کوی عورت آئی اور اس نے حضرت شاہ نصیر قلندر سے اپنے اولاد پیدا ہونے کے لیے درخواست کی حضرت نے کشف سے معلوم کیا کہ اس کے اولاد نہ ہوگی جواب دیدیا وہ روتی ہوی واپس جانے لگی راستہ میں آپ سے ملاقات ہوی اس کی حالت دیکھ کر بہت افسوس کیا اور فرمایا کہ ٹھہر اسکے بعد خدا سے ناز کر کے عرض کیا کہ اسکو اولاد دے اور ٹھیکریاں اٹھاکر اسکو دینا شروع کیں ایک ایک کر کے سات ٹھیکریاں اس کو دیں۔ خدا کی شان اسکے سات لڑکے پیدا ہوے وہ بہت خوش خوش حاضر ہوی جب حضرت شاہ نصیر قلندر کو اس واقعہ کی اطلاع ملی۔ بہت ناخوش ہوے اور حکم دیا کہ شاہ نور کو یہاں سے نکال دو۔ اس نے کیوں خدا سے ضد کی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جس مقام پر اب نور پور آباد ہے۔ آپ کو وہاں پہونچا دیا گیا حضرت شاہ نصیر قلندر نے فرمایا کہ اسکے چراغ کی روشنی نظر آتی ہے اور دور لے جاؤ۔ چنانچہ سرپور پہونچادے گئے اور وہیں اقامت اختیار کی۔

آپ کو اپنے والد نیز حضرت قطب صاحب سے اجازت وخلافت تھی اور یہ جو اخبار الاخیار میں ہے کہ حضرت شاہ نور قلندر شاہ داؤد کے مرید تھے اور ان سے شاہ میرک نے تعلیم پای تو وہ دوسرے شاہ نور ہیں جن کا مزار ٹانڈہ میں ہے۔ مرآۃ الاسرار میں ہے کہ

"شاہ نور بسیار بزرگ صاحب مقامات عالی بود ابتدائے بسیار مشقتہا کشیدہ پیوستہ درخدمت شاہ داؤد مشغول ماند بعدازاں بحسب بشریت ازوے درمدت معتاد قصورے واقع شدہ شیخ داؤد گفت اگر تو درخدمت من قصور

می کنی من برائے خدمت خود شاہ نور دیگر پیدا می کنم ایں سخن گفتہ از قصبہ سرہرپور
برخاست در قصبہ ٹانڈا رسید شاہ نور ثانی در آں وقت بقصبہ ٹانڈا یک قصاری
اشتغال داشت او را بجو کشید ازاں کار باز داشتہ بہ تربیت او مشغول شد
تا آنکہ بشرف خلافت مشرف شد۔ و مرقد شاہ نور در قصبہ سرہرپور تا امروز زیارتگاہ
خلق است و فرزندانش در قصبہ مذکور توطن دارند و خدمت فقرا و آیندو
روند بجا می آرند۔

معلوم ہوتا ہے کہ بچپن ہی میں جب سرہرپور بھیج دیے گئے تھے تو وہاں شاہ داؤد دست
خلیفہ حضرت بناول کی خدمت میں رہے اور اسکے بعد اپنے والد اور نانا حضرت بناول سے
خلافت پائی ہوگی۔

آپکے دس صاحبزادے تھے پانچ سے سلسلہ جاری ہوا مگر بعد کو بند ہوتا گیا۔ اسوقت
کوئی سلسلہ باقی نہیں ہے۔ آپ کی اولاد نورپور ضلع اعظمگڈھ و حافظپور ضلع فیض آباد و محلہ
چتر ساری جونپور و موضع بلہری ضلع سلطانپور میں موجود ہے۔

خاندان مغلیہ کا صوفی مشرب بادشاہ ہمایوں حضرت موصوف کا مرید تھا اُس نے
ضلع فیض آباد اور اعظم گڈھ میں بہت سے مواضعات معافی دیے تھے جن میں سے بعض پر
آپ کی اولاد کا قبضہ ہے۔ یہ مقامات قدیم عہد میں سرکار جونپور میں شامل تھے جو انگریزی زمانہ
میں ضلع جونپور سے نکال کر اعظمگڈھ و سلطانپور و فیض آباد میں ملا دیے گئے۔ آپ کی وفات
بائیس ماہ صفر المظفر ۹۶۳ھ میں ہوئی۔ مادہ تاریخ نور بہشت ہے جس سے ۹۶۳ سنہ
نکلتے ہیں۔ آپ کا عرس بھی ہر سال ہوتا ہے قطعہ تاریخ وفات آنحضرت

خلف شاہ دین نصیر الدین		شاہ نور است صاحب تمکیں
روضہ اش درمیان سرہرپور		ہست چوں کعبہ در کمال ظہور
از پدر ہم ز شاہ بناول		داشت عرفان حق بحق واصل

بست و دویم چو بُد زماہ صفر	سوے دارالسلام کرد سفر
رحلتش راز روے صدق مقال	گفتہ ام شاہ نور عرفان سال ۹۶۳

آپ کا مزار اپنے نصب کردہ باغ موسومہ بہ فرح آباد واقع ظفر پور متصل سر ہر پور ضلع فیض آباد میں ہے۔ مزار شریف عمدہ اور قابل دید عمارت عہد سلاطین مغلیہ کی تعمیر ہے موضع سر ہر پور ریلوے اسٹیشن مالی پور ضلع فیض آباد سے دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ ریلوے اسٹیشن سے سر ہر پور تک کچی سڑک ہے اور یکہ آتے جاتے ہیں مزار مبارک آبادی سے باہر جنگل میں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عالیشان عمارت روضہ مبارک کی تھی جو گر گئی ہے اور وہاں ایسا ویرانہ و جنگل ہو گیا ہے کہ تنہا جاتے ہوے لوگوں کو خوف معلوم ہوتا ہے۔ کچھوچھہ کا فاصلہ وہاں سے آٹھ میل کا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم سمنانی اور آپکے روضہ ہاے مبارک کی عمارت بالکل یکساں تھیں جس طرح بڑی بلندی پر اُن کا روضہ ہے ویسا ہی آپکا بھی مگر یہاں گنبد گر گیا ہے صرف شکستہ دیواریں ہیں روضہ کے مغرب جانب جیسی وہاں عالیشان مسجد ہے ویسی ہی یہاں بھی ہے مگر یہاں مسمار ہو چکی ہے۔ اسی طرح جیسے وہاں روضہ کے بائیں ایک بہت بڑا تالاب ہے ویسے ہی یہاں بھی مگر خشک مشہور ہے کہ یہ دونوں روضے بوقت واحد ایک ہی معماروں اور مزدوروں نے بنائے ہیں وہی لوگ دن میں حضرت مخدوم صاحب کا روضہ بناتے تھے اور رات میں آپ کا۔

حضرت شاہ داؤد مست قلندرؒ

بی بی راضیہ صبیہ حضرت قطب صاحب آپ کو بیاہی تھیں اور آپ کی صاحب زادی بی بی آنقیا۔ حضرت شاہ عبد السلام قلندرؒ کے نکاح میں تھیں۔

آپ اکثر کیف میں مست بیٹھے رہتے تھے ایک روز سلطان شرقی کی محل سرا کے نیچے سے گذرے تو وہاں سرود کی آواز سنائی دی آپ نے جانا چاہا دیوار شق ہو گئی اندر گئے

اور کنارے بیٹھ کر سنا کئے جب سرود موقوف ہوگیا تو پھر دیوار شق ہوگئی اور آپ نکل آئے اسی طرح کئی بار گئے۔ آخر بادشاہ نے حکم دیا کہ گرفتار کر لو۔ جب لوگ گرفتار کرنے گئے تو آپ غائب ہوگئے تب بادشاہ نے پوچھا کہ یہ کون ہیں اور کہاں رہتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت قطب صاحب کے مرید وخلیفہ ہیں اور رات دن کچہری میں بیٹھے رہتے ہیں۔ اُس نے حضرت قطب صاحب کے پاس کہلا بھیجا کہ آپکا یہ مرید لوگوں کے گھروں میں گھستا ہے اسکو روکیئے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ میرے مرید کو کسی کے مکان میں جانے کی ضرورت نہیں جو کچھ اندر ہوتا ہے وہ باہر ہی سے دیکھتا اور سنتا ہے اور اگر اندر جاتا بھی ہے تو کنارے بیٹھ کر سنتا ہے۔ معاذ اللہ وہ کسی اور ارادہ و نیت سے نہ جاتا ہوگا۔ پھر اُنھوں نے آپ کو منع کر دیا۔

اخبار الاخیار میں ہے کہ

شاہ داؤد سرمست در سرہرپور بود بچند واسطہ بشاہ خضر کہ خلیفۂ خواجہ قطب الدین بختیار است می رسید درویشے کامل بود۔

تاریخ وماہ وسنہ وفات دریافت نہ ہوا۔ مزار موضع سونہبہ ضلع جونپور میں ہے۔ آپکے خلیفہ حضرت شاہ نور الحق قلندر سرہرپوری و حضرت شاہ نور ساکن ٹانڈا تھے۔

حضرت مخدوم شاہ عماد قلندر

آپ کا لقب عمدۃ الحق تھا آپ اعیان واکابر زادگان یمن سے تھے آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہونچتا ہے۔ آپ بڑے متبحر عالم تھے۔ شوق سیاحت میں مع اپنے صاحبزادے حضرت شیخ قطب کے وطن سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور شام وعراق ومصر واسکندریہ ہوتے ہندوستان آئے اور جونپور پہونچ کر حضرت قطب صاحب کے مرید ہوئے اور خلافت حاصل کر کے موضع اترکھواں میں بیسو ندی کے کنارے اُنکے حسب ارشاد مقیم ہوئے اور وہیں انتقال کیا۔ مزار وہیں ہے۔

شیخ طیب بن داود نے جو آپکی اولاد میں تھے اور بادشاہ وقت کے یہاں سے قاضی عظیم آباد تھے موضع امرتھواں کی آبادی میں بہت کوشش کی اور عمارتیں بنائیں لیکن انکے بعد معاملہ درہم برہم ہوگیا۔ علامہ عبدالقادر قلندر باسطی لکھتے ہیں۔

	گرچہ اکنوں زبدعت ظلمہ	بے نظام است کار و بار ہمہ	
	لیکن آنجا بغیر آل عماد	ہیچکس ہیچگہ نیافت مراد	
	لاجرم ہر عمادی دلکوب	بہیں سلسلہ بود منسوب	

حضرت سید فضل اللہ قلندر

معروف بہ سید گوسائیں قطبی منیری۔ ابن سید نصیر الدین گنج علم بن سید حسن بن سید علی شاہ بن سید بڑا مجذوب بن سید قیام الدین بن سید صدر الدین بن سید رکن الدین۔ بن سید نظام الدین بندگی بن امیر کبیر حضرت سید قطب لدین مدنی خلیفہ حضرت شیخ نجم الدین کبرے بن سید رشید الدین احمد غزنوی بن سید یوسف بن سید عیسے بن الحسن بن ابی الحسن بن ابو جعفر بن قاسم بن عبداللہ بن الحسن نقیب کوفہ بن محمد الاصغر الثانی بن عبداللہ الاشتر الکابلی بن محمد النفس الزکیہ بن عبداللہ المحض بن الحسن المثنی بن امام الحسن سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آئینہ اودھ میں ہے کہ آپ برشتہ مصاہرت حضرت مخدوم بندگی قطب الدین بینادل قلندر جونپوری پہلے جونپور ہی میں رہے پھر خاص بہار میں جاکر مقیم ہوئے بہ برکت قدوم آپکے اس جوار کے لاولد راجہ کے یہاں لڑکا پیدا ہوا اس لیئے وہ آپ کو عقیدۃً گسائیں جی کہنے لگا۔ آخر اسی لقب سے آپ مشہور ہوئے۔ آپ کی عمر ایک سو انتالیس سال کی ہوئی۔ آپ کا مزار محلہ بارہ دری سنحلات بہار میں ہے سنہ وفات و دیگر حالات معلوم نہ ہوسکے۔ علاوہ سلسلہ عالیہ قلندریہ کے آپ سے سلسلہ قادریہ سہروردیہ و مداریہ بھی جاری ہوا۔

چنانچہ اجازت اس سلسلہ کی آپکے صاحب زادہ حضرت سید محمود کو تھی اور اُن سے حضرت سید نصیر الدین کو اور اُن سے شیخ ابراہیم قادری کو اور اُن سے خواجہ عز الدین کرجوی کو اور اُن سے حضرت شاہ مجیب اللہ قلندر پھلواڑوی کو اور اُن سے حضرت شاہ نعمت اللہ قلندر کو اور اُن سے حضرت شاہ ابوالحسن فرد کو اور اُن سے حضرت شاہ علی حبیب نصر کو اور اُن سے حضرت شاہ سلیمان پھلواڑوی کو۔

حضرت شاہ محمد منعم قادری متوفی سنہ گیارہ سو پچاس ہجری کا سلسلہ قادریہ آپ ہی کے ذریعہ سے حضرت مخدوم قطب الدین بینا دل قلندر کو پہونچا ہے۔ اُن کو اجازت وخلافت حضرت سید خلیل الدین ساکن باڑہ صوبہ بہار سے تھی اور اُن کو حضرت سید محمد جعفر سے اور اُن کو اپنے والد حضرت سید شاہ اہل اللہ سے اور اُن کو حضرت سید نظام الدین سے اُن کو حضرت سید تقی الدین سے اُن کو حضرت سید نصیر الدین بن محمود سے اُن کو حضرت سید محمود سے اُن کو اپنے والد حضرت سید فضل اللہ قلندر معروف بسید گشائیں قطبی منیری سے۔

حضرت شاہ منعم پٹنہ کے مشہور بزرگ تھے۔ پٹنہ کے محلہ متن گھاٹ میں اُن کا مزار ہے۔ یہ حضرت قطب صاحب کے کل سلاسل کے مجاز تھے۔ انکے خلیفہ شاہ حسن علی ہوے۔ اُن کے خلیفہ شاہ فرحت اللہ۔ اُنکے خلیفہ شاہ مظہر حسین اُنکے خلیفہ حکیم شاہ مہدی حسن اُنکے خلیفہ شاہ امداد علی اُنکے خلیفہ شاہ مخلص الرحمن۔ اُنکے خلیفہ شاہ عبدالحی جو چاٹگام ملک بنگال میں مقیم ہیں۔

نفحۂ نجم

ذکر حضرت شیخ المشائخ شاہ محمد قطب اللہ قلندر جونپوری

آپ کی ولادت باسعادت تقریباً سنہ آٹھ سو چالیس ہجری میں ہوئی تمام تر تعلیم و تربیت اپنے والد بزرگوار حضرت قطب صاحب سے پائی۔ ہمیشہ ریاضات و مجاہدات میں مشغول رہے صائم الدہر و قائم اللیل تھے۔ بعد حصول تعلیم و وصول بمرتبہ کمال اُنھوں نے آپ کو اجازت و خلافت سلاسل قلندریہ۔ مکیہ و علویہ و طیفوریہ و چشتیہ و قادریہ فردوسیہ و سہروردیہ بالہا جہاد انواعہا عطا کی اور لباس فقر پہنا کر اپنا قائم مقام کیا۔

سکر و جذب آپ میں بڑھا ہوا تھا۔ اکثر اوقات مراقبہ میں حضرت سید نجم الدین غوث الدہر و حضرت سید خضر رومی قلندر کی طرح سر برہنہ رہتے تھے اور مارنے جلانے پر قادر تھے بلحاظ الشہرۃ آفۃ و الخمول راحۃ اپنے کمالات لوگوں سے چھپائے رکھتے تھے حتی الامکان کسی کو مطلع نہ ہونے دیتے تھے توجہ الی المجاز آپ کو بہت کم تھی اور مشائخ زمانہ کی طرح آپ لوگوں سے میل جول زیادہ نہیں فرماتے تھے۔

آپ زمرہ علماء باللہ و متبع ہم مشرب حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی تھے مسئلۂ توحید میں نہایت مدلل تقریر فرماتے تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے مجکو ابتدا میں دو دلیلیں اثبات توحید وجودی کی معلوم تھیں اور اب سولہ معلوم ہیں۔ ارشاد فرماتے تھے کہ اصل درویشی دو چیزیں ہیں۔ ایک تہذیب اخلاق دوسرے محبت اہل بیت۔

آپ کا لباس حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کا ایسا تھا۔ **فائدہ** خاندان قلندریہ عالیہ میں کوئی مخصوص لباس اور خاندانوں کی طرح نہ تھا بلکہ ابتدا میں حضرات قلندران عظام

بحیثیت لباس آزاد تھے کسی خاص وضع کے پابند نہ تھے۔ چونکہ زیادہ حصۂ عمر سیر و سفر میں گذرتا تھا تو جس جگہ جیسا لباس مجا یا تھا پہن لیتے تھے مگر بیشتر الحضرات کا لباس تہبند و مرزائی ٹوپی رہا اور کبھی سفید قمیص بھی۔

صاحب رسالہ غوثیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت غوث کو سفید ٹوپی و سفید قمیص و سفید پاجامہ پہنے اور یہ فرماتے سنا کہ جس نے شیخ نظام الدین بدایونی کو نہ دیکھا ہو وہ مجھے دیکھے۔

بعدہٗ حضرت شیخ قطب الدین بینادل قلندرؒ نے وضع مشیخت اس خاندان میں قایم کی اور اُس زمانہ کے اعیان و مشایخ کا لباس اختیار فرمایا لیکن جامہ و دستار پر موقوف نہیں تھا کبھی جامہ و دستار اور کبھی کچھ اور۔

پھر اُنکے صاحب زادہ حضرت شیخ محمد قطب قلندرؒ نے حضرت غوث پاک کا لباس اختیار فرمایا۔

اُنکے بعد حضرت شیخ الاسلام شاہ عبد السلام قلندر کا لباس بھی وہی رہا۔

اُنکے بعد حضرت قطب العالم شاہ عبد القدوس قلندرؒ ایک زمانہ تک مرزائی و تہبند پہنا کیے پھر آخر میں اپنے والد اور دادا کی وضع اختیار فرمائی۔

اُنکے بعد حضرت سید العرفا شاہ مجا قلندرؒ نے لباس جامہ و نیمہ و دستار اختیار کیا۔ دستار کبھی سفید ہوتی تھی اور کبھی سیاہ اور یہی لباس وہاں حضرت شاہ عبد اللطیف قلندر نبیرۂ حضرت غوث العالمین شاہ اهدیٰ احمد قلندر تک رہا۔ البتہ حضرت حجۃ العارفین شاہ عبد الرحمٰن قلندر ثانی خلف اکبر حضرت غوث العالمین نے اپنے لباس میں یہ تغیر کر دیا کہ کبھی قمیص بلا آستین یعنی کفنی یا الفی پہنی اور کبھی قمیص فراخ آستین مگر دستار اُن کی بھی ہمیشہ سفید ہی رہی۔

اور حضرت رئیس العارفین شاہ فتح قلندر اکثر ازار اور کبھی پائجامہ اور دلق قلندری یعنی کفنی کمر سے اوپر اور چوگوشیہ کھڑی ٹوپی پہنتے تھے۔

اور حضرت کلید عرفان شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی کا لباس بھی ابتدا میں جامہ و نیمہ و دستار تھا مگر پھر انھوں نے وہ لباس ترک کر دیا اور قمیص قادری پہننے لگے جس کا قصہ فصول مسودہ

واصول المقصود میں ہے۔ اُنکے لباس میں یہ تغیر دسویں محرم سنہ گیارہ سو چونسٹھ ہجری سے ہوا جب سے اُنھوں نے سفید کرتہ اور دو پلڑی گیروی ٹوپی اور گیروا دوپٹہ اختیار فرمایا اور اپنے خلفا و مریدین کو بھی ایسا لباس عطا فرمانے لگے۔ اُس وقت سے اب تک یہی لباس ہے۔ گیروا رنگ بھی اُنھیں کے تمان برکت نشان سے مستعمل ہے اس سے پہلے اس رنگ کا لباس اس سلسلہ عالیہ میں کسی نے نہیں پہنا۔

بعد اُنکے حضرت قطب الوقت شاہ مسعود علی قلندر کا بھی یہی لباس رہا لیکن ان دونوں حضرات کے لباس میں یہ فرق تھا کہ حضرت قطب الوقت کا کرتہ فراخ آستیں ہوتا تھا اور حضرت کلید عرفان کا کرتہ کوتاہ آستین جیسا کہ اُن خرقہاے شریفہ سے جو حضرت کلید عرفان نے حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر کو اور حضرت قطب الوقت نے حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر کو عطا فرماے معلوم ہوتا ہے۔

اور حضرات بزرگان خاندان کاظمیہ باسطیہ کے لباس میں دونوں طرح کا کرتہ رہا یعنی فراخ آستیں۔ اور کوتاہ آستیں۔ حضرت عارف باللہ قمیص کوتاہ آستیں پہنتے تھے اور حضرت غوث ملت فراخ آستیں۔ اسی طرح حضرت قطب الافراد شاہ حیدر علی قلندر خلف اکبر حضرت غوث ملت قمیص کوتاہ آستیں اور حضرت مقتداے جہان شاہ تقی علی قلندر خلف اصغر حضرت غوث ملت فراخ آستین پہنتے تھے۔ حسب ارشاد حضرت غوث ملت کے کہ

خود خرقہ بطور یکہ قمیص شیخنا شاہ مسعود علی قلندر قدس سرہ بمن عنایت
کردہ اند پوشند و برادر کلاں بطور حضرت والدم قدس سرہ مختار خود کنند

پھر بعد وصال حضرت قطب الافراد جب حضرت مقتداے جہاں نے حضرت فخر الکاملین شاہ علی اکبر قلندر کو حسب وصیت حضرت قطب الافراد خرقہ پہنایا تو قمیص کوتاہ آستیں یعنی خرقہ حضرت قطب الافراد و حضرت عارف باللہ پہنایا اور حضرت قطب الاقطاب حافظ شاہ علی انور قلندر خلف حضرت فخر الکاملین کو اپنا لباس عطا فرمایا یعنی قمیص فراخ آستین۔ چنانچہ حضرت فخر الکاملین قمیص کوتاہ

آستین پہنتے تھے اور حضرت قطب الاقطاب قمیص فراخ آستین پہنتے تھے۔

سجادہ نشین درگاہ حضرت سید العرفا کا لباس بھی اس وقت اسی خاندان کا عطیہ ہے جو حضرت شاہ رکن الدین قلندر لاہرپوری کو حضرت مقتدائے جہان سے اور جانشین حال یعنی حضرت شاہ ولایت احمد صاحب کو حضرت قطب الاقطاب سے ملا جو قمیص فراخ آستین موافق وضع حضرت مقتدائے جہان ہے۔

غرض اس خاندان کا لباس حسب وضع مرشدان عظام وطریقہ نبویہ صلعم رہا اور ہے حضرت رسالت آب صلعم بھی سفید کپڑے کو بہت پسند فرماتے تھے۔ حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ۔

"حق تعالیٰ سکہ سفید پوشاں را دوست می دارد وہمیں سکہ پسندیدہ حضرت نبوی صلعم نیز ہست"

اور قمیص پہننا مسنون ہے مشکوۃ شریف میں بروایت حضرت ام سلمہ موجود ہے کہ کان احب الثیاب الی رسول اللہ صلعم القمیص۔ اور یہ قمیص قادری اس لئے کہی جاتی ہے کہ حضرت غوث پاک ایسی ہی قمیص پہنا کرتے تھے جسمیں چاک نہیں ہوتا تھا اور دو پلڑی ٹوپی بھی جس کو لاطیہ کہتے ہیں آنحضرت صلعم نے پہنی ہے۔ اور ناشزہ یعنی اونچی ٹوپی بھی پہنی ہے مگر بہ نسبت لاطیہ کے کم۔

اسی طرح گیروے لباس کا (جیسا کہ اس خاندان عالیہ قلندریہ باسطیہ کاظمیہ میں معمول ہے) ثبوت بھی صحابہ کرام سے پایا جاتا ہے شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی عیش النبی صلعم میں ہے کہ ہم سے حدیث بیان کی قیتبہ ابن سعید نے اور ان سے حماد بن زید نے اور ان سے ایوب سجستانی نے اور ان سے محمد بن سیرین نے کہ ہم حضرت ابی ہریرہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ جامہ مشق[1] پہنے ہوئے تھے۔ شیخ ابن حجر مکی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ای مصبوغان

[1] مشق سے رنگے ہوئے یعنی گیروے سے بعض کے نزدیک سرخ مٹی سے ۱۲

بالمشق بالکسر وھو المغرۃ وقیل الطین الاحمر۔ شیخ سلام اللہ محدث اپنی شرح فارسی میں لکھتے ہیں کہ

"بود برابی ہریرہ دو جامہ رنگ شدہ بمشق یعنی گل سرخ و در اثر جواز پوشیدن جامہ است کہ رنگین باشد بگل سرخ جماعتے از صحابہ آنرا پوشیدہ اند"

موطا امام مالک میں نافع مولی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر اور طلحہ ابن عبید اللہ گیروے کپڑے پہنتے تھے۔

حضرت شیخ المشایخ شاہ محمد قطب قلندر کی وفات بعمر نوے سال نویں ذیقعدہ سنہ نو سوتیس ہجری میں ہوئی۔ مزار شریف حضرت قطب صاحب کے پائیں ہے کتبہ مزار آنحضرت۔ قطعہ تاریخ وفات از مولوی محمد عالم قیصری کاکوروی ہو النور ب

شہ محمد قطب کہ در جا شش		سے بینا دل مخص شد	
خرم آمد بہ ملک عیش نمود ۹۳۰		تسع ذی قعدہ بہ خرص شد	

آپکے جانشین آپکے صاحبزادہ حضرت شیخ الاسلام شاہ عبدالسلام قلندر عرف شاہ علن جونپوری ہوئے جنکے نام سے آپنے موضع علن پور جونپور میں آباد کیا تھا۔ آپکے اور خلفاء کے نام معلوم نہ ہو سکے۔

نفحۂ ششم
ذکر حضرت شیخ الاسلام بندگی شاہ عبدالسلام قلندر جونپوری

آپکی ولادت باسعادت سنہ آٹھ سو آٹھ ہجری میں ہوی۔ تربیت وتعلیم واجازت وخلافت سلاسل قلندریہ وقادریہ وچشتیہ وطیفوریہ وسہروردیہ وفردوسیہ کی اپنے والد اور جد بزرگوار حضرت شاہ قطب الدین بنیادل قلندر سے پای۔

مراد المریدین میں ہے کہ بعضوں کے شجرہ میں حضرت شیخ محمد قطب قلندر کا نام نامی نہیں ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ آپنے اپنے جد بزرگوار کا بھی زمانہ پایا ہے۔ کیونکہ حضرت قطب صاحب کے سامنے آپکا سن چونسٹھ سال کا ہو چکا تھا لہذا آپ کا اپنے جد بزرگوار سے بھی خلافت پانا یقینی ہے۔ اور حضرت شیخ اڈھن بن شیخ بہاء الدین ظفر آبادی سے بھی آپ کو سلسلہ سہروردیہ کی اجازت تھی آپ مشاہیر دانشمندان روزگار ومرتاض علماے جونپور میں شمار کئے جاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ شرح مختصر الوقایہ آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ مگر کہیں اس کتاب کا پتہ نہیں واللہ اعلم کہاں تک صحیح ہے۔

نقل حضرت مخدوم شیخ اڈھن جونپوری کے عرس میں آپ تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مخدوم زادہ شیخ قطب الدین بن حضرت شیخ اڈھن کا حال دریافت کرنا چاہیے جب شیخ قطب الدین کو سماع میں وجد ہوا تو آپنے فرمایا الحمد للہ مخدوم کی روح مخدوم زادہ پر متوجہ ہے۔ میں نے دیکھا کہ جب شیخ مخدوم قبر سے نکل کر روح بن مخدوم زادہ میں آسی۔ اسی وقت مخدوم زادہ کو وجد ہوا۔

نقل حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے متعدد چلّے شیر شاہ سوری کی ہلاکی کے لیئے کئے اُسکے لشکر پر تو اثر ہوا اگر خود اُس پر کچھ اثر نہ ہوا آپنے فرمایا کہ جب تم کو وقت کا علم ہی نہیں تھا تو کیوں تکلیف کی پھر فرمایا کہ فلاں وقت اُس کی موت ہو گی چنانچہ ویسا ہی ہوا۔

نقل ایک بار چند فقرار آپکے مہمان ہوئے آپنے گھر میں جا کر فرمایا کہ مہمان آئے ہیں ذرا کھانا عمدہ پکنا چاہیئے۔ گھر والوں نے کہا کہ اور تو کچھ ہے نہیں صرف پانچ سیر جو کا آٹا اور دو سیر ارہر کی دال ہے یہی پکا کر مہمانوں کو کھلا دیا جاوے آپنے فرمایا کہ اُسکے گلگلے پکا دو چنانچہ پکائے گئے۔ آپنے مہمانوں سے فرمایا کہ آج میرے گھر میں ایسا لذیذ کھانا پکا ہے کہ ویسا تم نے کبھی نہ کھایا ہوگا۔ جب کھانا مہمانوں کے سامنے لایا گیا تو جو شخص جس کھانے کی لذت خیال کر کے اُسکو کھاتا تھا ویسی ہی لذت پاتا تھا سب نے کہا کہ واقعی ہمنے ایسا کھانا کبھی نہیں کھایا۔

حضرت بی بی آتقیا دختر حضرت شاہ داؤد سرمست قلندر خلیفہ و داماد حضرت قطب صاحب آپکے نکاح میں تھیں۔ یہ بی بی ولیہ و رابعہ زمانہ تھیں اپنے انتقال کے وقت انھوں نے مکرر آپ سے عقد ثانی کی وصیت کی آپنے بوجہ معمر ہونیکے انکار فرمایا انھوں نے کہا کہ مراقبہ کر کے اپنے لڑکے عبدالقدوس کو دیکھو آپنے مراقبہ میں ایک صاحبزادہ کو اُنکے سرہانے بیٹھا پایا۔ تب اُنکی وفات کے بعد آپنے ایک سید ساکن جوگیا پور کی (جو جونپور و ظفر پور کے درمیان ہے) لڑکی سے شادی کی جن سے حضرت شاہ عبدالقدوس قلندر پیدا ہوئے۔ بحرِ زخار میں ہے کہ جب آپنے اپنی شادی کا پیغام اُن لوگوں کے یہاں دیا تو انھوں نے اپنی دولتمندی اور آپکے فقر و فاقہ کے لحاظ سے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب ابتر سے ہوئی ہیں تب دیتے ہیں یعنی جب لاوارث ہو جائیں گے تب دیں گے چنانچہ دو ہی سال میں اُن کا خاندان تباہ ہو گیا۔ تب چند بیواؤں نے جو اُس لڑکی کی وارث تھیں اُن کی شادی آپکے ساتھ کر دی جن سے شہباز بلند پرواز صحرائے حقیقت شیخ عبدالقدوس قلندر پیدا ہوئے۔

آپکی وفات بعمر ایک سو پندرہ سال پندرہ ذیقعدہ روز دوشنبہ سنہ نو سو چھیتر ہجری

میں ہوئی۔

آپ کا مزار اپنے والد بزرگوار کے مزار کے برابر مغرب جانب ہے۔ کتبۂ مزار آنحضرت

قطعہ تاریخ از مولوی محمد عالم قیصری کاکوروی هُوالسّلام

شاہ عبدالسلام راہنما	گہ رساند ترا بہ مشہد ذات
ماند در عالمین بہ ولہ جمال	پس برآمد بہ ارفع الدرجات
روز دوشنبہ پانزدہ ذیقعدہ	ذات خود کرد محو ذات وصفات
راحت الروح جد سن میلاد	رحلت جان فرو سال وفات

آپکے خلفاء علاوہ صاحبزادہ والا قدر کے اور بھی بڑے بڑے حضرات صاحب سلسلہ ہوئے حضرت شیخ عبدالقدوس چشتی صابری گنگوہی۔ حضرت شیخ عبدالرزاق بن مخدوم بہاء الحق خاصہ خدا امیٹھوی۔ حضرت شیخ محمود قلندر لکھنوی۔ حضرت سلطان محمود جونپوری جد مادری ملا محمود صاحب شمس بازغہ حضرت قطب جہان امام عبدالرحمٰن جانباز قلندر لاہرپوری حضرت شاہ جانیال متوفی اُنیس جمادی الآخر جن کی قبر بنارس میں قلعہ کہنہ سے مغربی جانب ہے۔

حضرت شیخ عبدالقدوس قلندر گنگوہی

ابن شیخ اسمٰعیل بن شیخ صفی الدین حنفی آپ کی ولادت سنہ آٹھ سو ساٹھ ہجری ۸۶۰ھ میں ہوئی۔ آپکے دادا حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی کے مرید تھے اور ردولی میں رہتے تھے جب آپ ہوشیار ہوئے تو آپ کو جاروب کشی مزار حضرت مخدوم عبدالحق ردولوی کا شوق ہوا ایک روز کتاب کافیہ ہاتھ میں لئے روضہ میں گئے وہاں حق حق کی آواز سنی بیہوش ہو گئے اُس حالت میں حضرت مخدوم کی زیارت سے مشرف ہوئے حکم ہوا کہ مطالعہ علم ظاہر حجاب اکبر ہے۔ اصل کار میں مشغول ہو اُس روز سے لکھنا پڑھنا چھوڑ کر سلوک طریقت میں مشغول ہوئے تمام رات عبادت کرتے تھے اگر کبھی نیند آجاتی تھی تو حضرت مخدوم جگا دیتے تھے۔

لطائف قدسی میں ہے کہ جب آپ نے پڑھنا چھوڑا تو آپکے والد نے آپکے ماموں قاضی دانیال سے کہا کہ بھانجہ کی خبر لو اُس نے پڑھنا بالکل چھوڑ دیا اُنھوں نے بلا کر بہت تاکید کی اتفاقاً اُسی وقت ایک میراثن اُدھر سے گاتی ہوی نکلی آپ کو وجد ہوا۔ اُنھوں نے یہ دیکھ کر آپکے والد سے کہا کہ کچھ اندیشہ نہ کرو یہ نیک ہوگا اسکے لیئے معلم ایسا ہونا چاہیئے جو علم باطن سکھلاے اُس زمانہ میں مخدوم شیخ خواجگی خلیفہ شیخ سدہا خلیفہ شیخ شمس الدین خلیفہ حضرت سید اشرف جہانگیر ساڈھورہ میں مقیم تھے۔ آپ اُنکے پاس گئے اور عرض کیا کہ میں نے علم ظاہر نہیں پڑھا ہے اُنھوں نے کہا شغل باطن کرو جب اصول آجاے گا فروعات بھی معلوم ہو جائیں گے۔

لطائف قدسی میں ہے کہ بسبب شدت مجاہدات وریاضت کے آپ کا کھانا پینا بالکل چھوٹ گیا اور سوز باطنی کی وجہ سے سانس میں کباب کی بو آتی تھی اور کبھی عود وعنبر کی اور سر کے بالوں سے دھواں نکلتا معلوم ہوتا تھا۔ جب آپکے پیر حضرت شیخ محمد بن شیخ عارف بن شیخ عبدالحق ردولوی کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ یہ آتش عشق ومجاہدہ میں جل چکا ہے۔ اسکے سر پہ باسی پانی روز ڈالا جاوے اور کثرت درود شریف کا حکم دیا تاکہ ترویح قلب ہو آپ کو بیعت اگرچہ حضرت شیخ محمد سے تھی مگر زیادہ فیض آپ کو حضرت مخدوم کی روح سے ہوا۔ آپ کو اکثر سلسلوں کی متعدد بزرگوں سے اجازت تھی چنانچہ چشتیہ صابریہ کی اجازت اپنے پیر سے تھی اور چشتیہ نظامیہ ونقشبندیہ وسہروردیہ ومداریہ وقادریہ کی اجازت حضرت شیخ درویش محمد ابن قاسم اودھی سے تھی سلسلہ قادریہ کی اجازت حضرت سید ابراہیم حسینی سے بھی تھی آپ کی ذات سے ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ صابریہ کی خوب اشاعت ہوی۔

آپ کا مشرب قلندریہ تھا اور اس سلسلہ عالیہ کی اجازت بھی آپ کو حضرت شیخ الاسلام شاہ عبدالسلام قلندر جونپوری سے تھی سالہا سال آپ حضرت شاہ حسین قلندر خلیفہ حضرت غوث الدہر کی خدمت میں بھی رہے اور اس مشرب عالیہ کے علوم ومعارف حاصل کیا کیے جیسا کہ آپ کے مکاتیب میں مذکور ہے۔

آپ نے نوروز بعارضہ تپ دلرزہ علیل رہ کر روز سہ شنبہ وقت نماز چاشت تیئیس جمادی الآخر

۹۴۵ھ میں بعمر چوراسی سال وفات پائی۔ مزار گنگوہ میں ہے۔

آپکے سات صاحبزادے تھے سب عالم و عارف ہوے۔ حضرت شیخ حمید و شیخ رکن الدین صاحب لطائف قدوسی و بندگی شیخ عبدالکبیر بالاپیر و شیخ احمد قطب وغیرہ۔

آپ کی تصانیف سے انوار العیون و مکتوبات وغیرہ ہیں۔

آپکے خلفاء یہ حضرات ہوے۔ حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری۔ شیخ عبدالغفور اعظم پوری پحضرت مخدوم شیخ بھیکہ کاکوروی کے شاگرد تھے صاحب کمالات صوری و معنوی و صاحب تصرف تھے اکثر اوقات علوم دینی کا درس دیا کرتے تھے۔ ان کی وفات ۹۲۵ھ میں ہوی قبر اعظم پور ضلع سنبھل میں ہے شیخ عبدالاحد والد حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی۔ میر سید رفیع الدین اکبرآبادی شیخ عبدالرحمن۔ شیخ عبدالنبی۔ شیخ بہاء الدین۔ شیخ عبدالستار سہارنپوری۔ شیخ بھولا نور باف سہارنپوری شیخ بھورو۔

آپ سے سلسلہ قلندریہ بھی جاری ہوا اس کی اجازت آپ سے آپکے صاحبزادے حضرت شیخ رکن الدین کو تھی ان سے حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی کو ان سے حضرت شیخ مجدد الف ثانی سرہندی کو ان سے حضرت خواجہ محمد معصوم کو ان سے حضرت شیخ سیف الدین کو ان سے حضرت سید نور محمد بدایونی کو ان سے حضرت میرزا مظہر جانجاناں کو ان سے حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی کو ان سے شاہ مراد اللہ کو ان سے مولوی ابوالحسن کو ان سے گلزار شاہ کو ان سے شاہ عباد اللہ کو ان سے شاہ عبداللہ گورکھپوری کو ان سے شاہ عبدالرزاق گورکھپوری کو۔ حضرت میرزا مظہر جانجاناں سے اس سلسلہ کی اجازت انکے خلیفہ حضرت شاہ غلام علی کو بھی ملی۔ ان سے حضرت شاہ ابوسعید مجددی دہلوی کو ان سے انکے بیٹے مولانا شاہ عبدالغنی محدث و مہاجر مدنی کو ان سے انکے شاگرد مولانا سید علی ابن سید ظاہر وتری مدنی محدث مدینہ طیبہ کو ان سے حضرت وارث الانبیاء اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی وغیرہم کو۔ آپکے حالات اقتباس الانوار وغیرہ میں دیکھنا چاہیئے۔

حضرت شیخ عبدالرزاق امیٹھوی

خلف حضرت مخدوم بہاالحق خاصہ خدا آپ کو بیعت و اجازت و خلافت حضرت بندگی نظام الدین امیٹھوی اور اپنے والد بزرگوار سے تھی۔ حضرت ملا احمد عرف ملا جیون اپنے نسب نامہ میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت مخدوم کا وقت وصال قریب ہوا تو حاضرین مجلس نے باخود مشورہ کیا کہ نعمت فقر اس خاندان سے جاتی ہے لہذا حضرت مخدوم سے عرض کرنا چاہیئے کہ صاحبزادوں میں سے کسی ایک کو اپنا جانشین فرمادیں چنانچہ عرض کیا کہ حضور میاں شیخ محمد کے لیے کیا فرماتے ہیں۔ اُنھوں نے فرمایا کہ کون شیخ محمد۔ کیا شیخ محمد ابن خواجگی کو پوچھتے ہو میں نے اُس کو خلافت دی کہا گیا کہ نہیں بلکہ حضور کے بڑے صاحبزادہ کی بابتہ عرض ہے چونکہ وہ اُن سے ناخوش تھے اس لئے خاموش رہے پھر عرض کیا گیا کہ میاں شیخ عبدالرزاق کے لئے حضور کیا فرماتے ہیں۔ اُنھوں نے خوش ہو کر آپ کو بلایا اور سر سے پگڑی اُتار کر آپکے سر پر رکھدی اور خرقہ بھی پہنایا اور تسبیح و مصلا دے کر فرمایا کہ جاؤ اس خرقہ کو اُتار کر رکھ چھوڑو جب تحصیل علوم سے فارغ ہونا تب پہن لینا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جب تحصیل علوم سے فارغ ہو جاؤ گے تب میں تم کو خواب میں اشغال و اذکار وغیرہ کی تعلیم دیا کروں گا۔ اُس وقت آپ خورد سال تھے جب بعد وفات حضرت مخدوم آپ تحصیل علوم سے فارغ ہوئے تو اُنھوں نے حسب وعدہ خواب میں آپکو تعلیم و تلقین کی۔

آپ نے بتیس سال حضرت بندگی نظام الدین علیہ الرحمۃ کی خدمت کی اور فیوض و برکات و اجازت و خلافت حاصل کی۔

آپ کو سلسلہ عالیہ قلندریہ کی اجازت حضرت شیخ الاسلام شاہ عبدالسلام قلندر جونپوری سے تھی۔ آپ اُن کی زیارت سے اُس وقت مشرف ہوئے جب کہ اُن کی عمر شریف قریب ایک سو پندرہ سال کے تھی۔ صرف تین روز آپ کو اُن کی خدمت میں حاضر رہنے کا اتفاق ہوا۔ اُنھوں نے آپ کو خرقہ بھی پہنایا تھا۔ اُنکے علاوہ آپ حضرت میر سید علی قوام شاہ عاشقان سرائے میری سے بھی فیضیاب تھے۔

آپ کی وفات اٹھائیس ذیقعدہ سنہ ایک ہزار ہجری میں ہوئی۔ مزار قصبۂ امیٹھی ضلع لکھنؤ میں اپنے والد بزرگوار کے جوار میں رہے۔

آپکے جانشین حضرت شیخ عبید اللہ آپکے صاحب زادہ ہوئے اور اُنکے جانشین حضرت شیخ ابو سعید والد ماجد حضرت ملا جیون مصنف نور الانوار وتفسیر احمدی ہوئے۔

آپکے خلفا علاوہ صاحب زادہ کے یہ حضرت ہوئے۔ بندگی جعفر ثانی بن حضرت بندگی نظام الدین عثمانی۔ قاضی حسین سترکھی داماد آنحضرت قاضی احمد سترکھی شیخ محمود۔

حضرت شیخ محمود قلندر لکھنوی

آپ نسبًا سید ہیں۔ سید ابو العباس آپکے دادا عرب سے حمص میں آکر رہے۔ آپکے والد بندگی سعد اللہ حمص سے ہندوستان آئے اور کچھ دنوں اجمیر شریف میں رہ کر پھر حمص واپس گئے اور وہیں وفات پائی۔ آپ اُنکے بعد مع اپنے دو صاحبزادوں حاجی محمد ابراہیم و حضرت شاہ محمد کے حمص سے جیلان گئے۔ اور حضرت سید یحییٰ ابن علی جیلانی صاحب سجادہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کرکے اور اجازت وخلافت پاکر اُنکے حکم سے معہ صاحب زادوں کے ہندوستان کی سیر کرتے لکھنؤ آئے اور شہر کے کنارے ٹھہرے حاجی سید ابراہیم کو تو آپنے زیارت مکہ معظمہ ومدینہ منورہ کی اجازت دے کر رخصت کردیا اور حضرت شیخ محمد کو اپنے ساتھ رکھا۔

صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہیں کہ میں محمد حسین خاں کے ہمراہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ گوشہ نشین تھے کوئی خدمت میں حاضر ہونے نہیں پاتا تھا۔ چند اسماء اللہ کی اجازت آپ کو شیخ پھول برادر حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری سے تھی۔ اسی کی دعوت کی وجہ سے تیس سال سے دودھ کے سوا کچھ نوش نہیں فرمایا تھا۔ حضرت سید العرفا شاہ مجا قلندر لاہرپوری نے حجۃ العارفین میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ محمود قلندر معارف میں بہت عظیم الشان تھے۔ ابتداءً آپ نے ریاضات شاقہ کیئے اور حضرت قطب جہاں کی خدمت میں حاضر ہوکر خلافت پائی۔ اُنھوں نے آپ کو حضرت

شیخ الاسلام شاہ عبدالسلام قلندر کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت نے تعلیم و تلقین کر کے خلافت دے کر آپکو
قلندر کا لقب عطا فرمایا۔ آپ نے حسب ارشاد حضرت قطب جہاں ملک چاند بہڑائچی خلیفہ حضرت
قطب جہاں (جو سید علوی تھے) کی صاحب زادی سے نکاح کیا جب کری اولاد نہ ہوی تو حسب خواہش
اپنی بیوی کے حضرت قطب جہاں سے اُنکے ایک صاحب زادہ کو مانگا اُنھوں نے اپنے صاحب زادہ شیخ
رفیع الدین کو آپکے سپرد کیا۔ جنھوں نے بعمر اٹھارہ سال لکھنؤ میں وفات پای اور بنگالی باغ میں دفن ہوے
حقیقت شناسی میں آپ سر برآوردہ اولیاے زمانہ تھے۔ مشائخ وقت آپ کی صحبت کو تریاق اکبر
سمجھتے تھے اور آپکی خدمت میں حاضر رہ کر فوائد حاصل کیا کرتے تھے۔ حضرت شیخ بندگی نظام الدین
امیٹھوی سالہا سال آپ کی خدمت میں رہے۔ آپکے وصال کے بعد بھی اکثر بزرگان دین حضرت شاہ
عبدالرحمن ونیتی و حضرت شاہ عبدالجلیل لکھنوی و حضرت شاہ پیر محمد لکھنوی و حضرت شاہ غلام نقشبند
قدوای وغیرہم۔ آپ کے مزار پر مدتوں مجاور رہ کر فیوض حاصل کیا
کیے۔

تذکرۃ الاصفیا مولفہ شیخ رحمت اللہ بجنوری میں ہے کہ آپ ابتدا میں سلطان ابراہیم لودی کے
زمانہ میں سپاہی پیشہ تھے۔ جب بابر شاہ نے ہندوستان فتح کیا تو آپ نے نوکری چھوڑ کر فقیری اختیار
کی اور شیخ پھول کے مرید ہو کر عبادت و ریاضت اختیار کی اُن سے کچھ اسماء الہیہ کی دعوت کی اجازت
بھی لی تھی جس میں مشغول رہتے تھے۔ ایک باغ خود لگایا تھا۔ اُسی میں سب سے علیحدہ ہو کر رہتے تھے ایک
روز عبدالقادر بدایونی معہ محمد حسین خاں کے آپ سے ملنے گئے اثناء ملاقات میں ایک بلی آپکے پاس آکر
شور کرنے لگی آپ نے فرمایا کہ بلی یہ فریاد کر رہی ہے کہ تم اور وہ اپنے فضول اوقات خراب کر رہے ہو۔
اور حضور دل میں تفرقہ ڈال رہے ہو۔ جب شیر شاہ آپکے ستانے کے درپے ہوا تو آپ جونپور چلے گئے۔
اور وہاں حضرت قطب الدین بینادل تلنبہ سے خرقہ پہنا اور اپنا مقصد حاصل کیا۔

آپ کی وفات اکیس شعبان سنہ نو سو چھیاسی ہجری میں بعمر سو سال کے ہوئی "بلدہ خالی شد"
آپ کی تاریخ وفات ہے۔ آپ کا مزار لکھنؤ بنگالی باغ میں ہے جو اراضی مجوزہ محلات لکھنؤ میں شامل

اورعیش باغ کے قریب ہے۔

آپکے بعد حضرت شاہ محمد آپکے صاحبزادہ جانشین ہوئے۔ یہ اپنے والد کے نہایت مقبول ومحبوب تھے کسی ضرورت سے دہلی گئے اور وہیں وفات پائی۔

اُنکے بعد شیخ عبدالصمد بن شاہ محمد سجادہ نشین ہوئے۔ اُنکے بعد شیخ عبدالحکیم انکے صاحب زادہ جانشین ہوئے انھوں نے بکثرت ریاضات ومجاہدات کرکے دادِ فقر دی۔

اُنکے صاحب زادہ شیخ بہاء الدین نے ابتدأ دنیا اختیار کی۔ تمام عمر امارت وثروت میں گذری۔ مگر اس قدر احسان ہر ایک کے ساتھ کئے جس سے دُور دُور اُن کی سخاوت کا شہرہ ہوگیا۔ حضرت شیخ کے بعد لقب قلندر انھیں کے نام کے ساتھ مشہور ہوا جب اُن کا وقت انتقال پہونچا تو قوالوں کو بلایا اور ان سے حافظ کی اس غزل کی فرمائش کی ؎

دل سراپردۂ محبت اوست	دیدہ آئینہ دار طلعت اوست

اثنائے سماع میں سر سے پیر تک چادر اوڑھ لی اور وفات فرمائی۔ انھیں کے پوتے شیخ وجیہ الدین اشرف مصنف بحر ذخار تھے۔

حضرت سلطان محمود جونپوری

آپ شیخ عثمانی ہیں۔ آپکے والد شیخ حمزہ مفتی وماوندماژندران سے ہندوستان آئے اور قصبۂ رودولی میں قیام کیا اور وہیں آپ سنہ نوسو ستائیس میں پیدا ہوئے جب ہوشدار ہوئے تو اپنے بڑے بھائی حضرت ملا محمد افضل کے ساتھ جونپور تشریف لے گئے اور محلہ سپاہ میں قیام کیا اور انھیں سے تحصیل علوم کی آپ طبیعتاً فقر آشنا وحق پرست تھے۔ آپ کو بیعت اپنے خسر حضرت مبارک خیر محمدی سے تھی اور اجازت وخلافت حضرت شاہ اڈھن بن مخدوم بہاء الدین شطاری جونپوری وحضرت سید علی قوام شاہ عاشقان سرائے میری وحضرت شیخ الاسلام شاہ عبدالسلام قلندر جونپوری سے تھی۔ لوگوں کا رجحان آپ کی طرف بہت ہوا اور آپ سے بہت کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ آپ سے سلسلہ شطاریہ کی اجازت

امیر سید شمس الدین محمد آبادی کو تھی۔ بعمر ستر سال پندرہ شعبان سنہ نو سو ستانوے ہجری میں آپ کی وفات ہوی۔ چاچک پور محلہ جونپور میں قبر ہے۔

حضرت قطب جہاں شیخ کمال الدین امام عبدالرحمن جانباز

قلندر لاہر پوری

خلف حضرت شیخ علاء الدین احمد چرمینہ پوش دانشمند سہرورد صاحب ولایت لاہر پور۔ آپ کا سلسلہ نسب آبائی ستائیس واسطوں سے حضرت خیر الناس عبداللہ ابن عباس تک پہونچتا ہے اور سلسلہ مادری حضرت امام عالی مقام سیدنا زین العابدین علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے۔

آپکے جد اعلیٰ سلطان التارکین امیر سلیمان ابن امیر عبداللہ بن مستنجد باللہ (خلیفہ بغداد) بعد خرابی سلطنت بغداد حسب ہدایت حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام ہندوستان آئے جب دہلی کے قریب پہونچے تو سلطان شمس الدین التمش استقبال کرکے آپ کو دہلی میں لے گیا اور مہمان رکھا اور قیام کے واسطے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جیسا غیب سے حکم ہوگا کیا جاوے گا۔ ایک روز حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی و حضرت جلال تبریزی آپ سے ملنے آئے خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آپ کی جگہ قصبہ کنتور مقرر ہوی ہے۔ چنانچہ آپ کنتور چلے آئے۔

بعد چند پشت کے شیخ نصیر الدین عطاء اللہ نے دختر کے عقد میں حضرت مخدوم شیخ حسام الدین فتحپوری کی صاحب زادی تھیں سنح پور میں اقامت کی پھر انکے صاحبزادے حضرت شیخ علاء الدین چرمینہ پوش نے حسب الحکم حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی لاہر پور میں قیام کیا۔

آپ کی والدہ ماجدہ بھی ولیہ وقت و صاحب کرامات تھیں۔ حضرت علاء الدین احمد چرمینہ پوش نے ان سے فرمایا تھا کہ میری اولاد میں ایک لڑکا قطب جہان ہوگا۔ جب آپ کی والدہ کی عمر سینتالیس سال کی ہوی تو ان کو خیال ہوا کہ شاید قطب وقت لڑکا کسی اور بطن سے ہو آپ کے والد نے ان کی

خطرہ پر مشرف ہو کر فرمایا کہ وہ لڑکا تمھارے ہی بطن سے ہوگا۔ جب آپ شکم مادر میں آئے تو حضرت شیخ نے اُن کو بشارت دی۔

آپ کی ولادت سن آٹھ سو اکسٹھ ہجری میں ہوئی آپ نے تمام تر تعلیم ظاہری و باطنی معہ اجازت وخلافت سلسلہ سہروردیہ کی اپنے والد بزرگوار سے پائی اور چودہ برس کی عمر میں بحر العلوم ہو گئے پینتیس سال تک اُن کی حیات میں فتوی لکھے اور درس دیا۔ انھوں نے اپنے آخر زمانہ میں کل امور ارشاد و ہدایت آپکے سپرد کر دیے تھے۔

آپ کا سلسلہ ارادت واجازت خانوادہ خاندانی یعنی سلسلہ سہروردیہ سات واسطوں سے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کو پہونچتا ہے آپ کے والد نے اپنے آخر زمانہ حیات میں آپ سے فرمایا تھا کہ اے عبدالرحمٰن عالم امر سے تیرے لیے قطبیت مقرر ہوئی ہے اور تجھ سے ایک دوسرا خاندان وسلسلہ مشہور ہوگا اور اُس کا ایک وقت مقرر ہے۔

آپ اپنے والد بزرگوار کے بعد پچاس سال کی عمر میں بزمانہ سلطان سکندر لودی دہلی گئے اور تبرکاً دو ایک کتابیں ملا الہداد مصنف بدیع المیزان سے پڑھیں (یہ عبداللہ یزدی کے وہ ملا جلال الدین دوانی کے وہ میر سید شریف جرجانی کے وہ علامہ قطب الدین شیرازی کے شاگرد تھے) اور پھر بارہ سال درس دیا۔ اور تمام علماء زمانہ سے مقدم اور اُنکے پیشوا سمجھے جانے لگے۔ آپ کے فضل و کمال کا شہرہ سنکر سلطان سکندر لودی نے آپ کو اپنا مصاحب بنالیا مدت تک آپ اُس کے ساتھ اُسکے پیش امام ہو کر رہے پھر لاہر پور چلے آئے۔ جب دہلی میں بابر کے بعد ہمایوں بادشاہ ہوا تو اُس نے آپ بلا کر اپنا مصاحب بنالیا وہ آپ ہی کی اقتدار میں پنج وقتہ نماز پڑھتا تھا۔ آپ اسی وقت سے امام عبدالرحمٰن دانشمند مشہور ہوے۔ دہلی کے طویل قیام کے بعد شوق زیارت والدہ ماجدہ دامنگیر ہوا جب رخصت ہو کر لاہر پور روانہ ہونے لگے تو ہمایوں نے عہدہ افتاء پرگنہ لاہر پور معہ چند دیہات مد و معاش کی سند معافی عطا کی جب آپ سند لے کر وطن پہونچے اور والدہ کے سلام کو حاضر ہوے تو انھوں نے جواب سلام نہیں دیا اور یہ فرمایا کہ تم نے آخرت کے بجائے دنیا خریدی۔ اگر میری خوشی مطلوب ہے تو اپنے باپ دادا کا پیشہ اختیار کرو اپنے والد کی رفاقت

کی طرف متوجہ ہو۔ جیسا وہ کہیں ویسا کرو اُس وقت آپ کی والدہ کی عمر ایک سو دس سال کی تھی۔ چنانچہ آپ اپنے والد کی روحانیت کی طرف متوجہ ہوئے اُنھوں نے فرمایا کہ عبدالرحمٰن اب درس وفاتر کا وقت نہیں ہے۔ بلکہ سر دفتر جہاں ہونا چاہیئے عالم ادرسے تمھارے لیئے درجہ قطبیت مقرر ہوا ہے اور اُس کا حصول شیخ عبدالسلام قلندر جونپوری کی بیعت پر موقوف ہے ورنہ میں خود اپنی زندگی میں تم کو ماموالولایت کر دیتا اب وقت آگیا ہے جاؤ اور اُنسے حاصل کرو وہ تمھارے منتظر ہیں آپ غایت ذوق وشوق میں درس وتدریس طلبہ وخدام سب کو چھوڑکر حسب ہدایت وارشاد والدین جونپور گئے۔ وہاں حضرت شیخ الاسلام چالیس روز قبل سے اپنے اصحاب سے فرما رہے تھے کہ طالب خدا خاندان ولایت سے آتا ہے جب قریب جونپور گومتی کے کنارے پہونچے تو دریا میں نہایت طغیانی تھی اور اتفاق سے کوئی کشتی بھی نہ تھی۔ آپ رتھ پر سوار تھے۔ گاڑی بان دریا کی طغیانی دیکھ کر رکا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میرا اعتقاد کامل رہبر ہے اور پیرومرشد برحق ہیں تو دریا طالبان حق کی راہ نہیں روک سکتا۔ یہ فرماکر رتھ دریا میں ہنکوا دیا۔ دریا دونوں طرف سے پھٹ گیا اور بیچ میں خشک راستہ نکل آیا آپ کا رتھ اسی راستہ سے عبور کر گیا۔ بعد عبور پھر دریا برابر ہو گیا۔ آپ وہاں سے پیادہ حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے دور سے دیکھتے ہی فرمایا کہ بیا اے جانباز من آپ قدمبوسی کو جھکے حضرت نے اُٹھاکر گلے لگا لیا اور اپنے مکان میں اُتارا اور تربیت تعلیم فرماکر اجازت وخلافت عطا کی۔ آپ پچیس روز انکی خدمت میں رہے ایک روز حضرت شیخ الاسلام صحن مکان میں بیٹھے پھول اور سبزہ دیکھ رہے تھے اور گھانس پھولوں میں سے چنتے جاتے تھے آپ بھی اُنکے ساتھ گھانس چننے لگے۔ مگر گھانس کے ساتھ بعض پھولوں کے درخت اکھاڑ ڈالے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ میاں گھانس اور پھول میں فرق ہے اور جیسے ان میں فرق ہے ویسے بندگان خدا کے مراتب میں بھی فرق ہوتا ہے۔ اس کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ آپ یہ ارشاد سن کر بے خود ہو گئے۔ وقت رخصت آپ نے تجرید وگوشہ نشینی کی رخصت مانگی۔ مگر اُنھوں نے منظور نہ فرمایا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ وطن جاؤ اور ارشاد باطنی وتدریس علوم ظاہری کا اجرا کرو۔ اور بمتابعت سنت نبوی صلعم نکاح کرو۔ آپ رخصت ہو کر لاہرپور واپس آئے اور والدہ کے قدمبوس ہوئے۔ اس مرتبہ اُنھوں نے ڈیوڑھی تک آکر استقبال کیا اور خوشی خوشی گھر میں لے گئیں۔ پھر آپ نے

اُنکے انتقال کے بعد حسب وصیت اُنکے وحسب ارشاد حضرت شیخ الاسلام کے نکاح کیا۔ آپ کی پہلی بی بی قاضی پیارے صدیقی ساکن قصبہ بارہی کے خاندان کی تھیں۔ اُن سے ایک صاحب زادہ شیخ رکن الدین اور دو یا تین صاحب زادیاں ہوئیں۔ دوسری بی بی حضرت سید محمد ماہ بہرائچی کے خاندان کی تھیں۔ اُن سے صرف ایک صاحبزادہ شیخ عبدالسلام ہوے۔ جن کی عین شباب میں وفات ہوگئی۔ تیسری بی بی حضرت سید المدیہ شہید سامانی ترمذی کی بیٹی تھیں۔ اُن سے آپنے ستر برس کی عمر میں نکاح کیا۔ ان بی بی سے سات صاحبزادے ہوے۔ حضرت شیخ عبدالسمیع قلندر، حضرت حاجی عبداللطیف قلندر، حضرت شیخ امین الدین۔ شیخ ابوالفضل۔ شیخ ابوالفضائل۔ شیخ ابوالمعالی۔ شیخ رفیع الدین اور ایک روایت یہ ہے کہ آپکے بارہ صاحبزادے تھے۔ شیخ قایم۔ شیخ عبدالرحیم۔ شیخ ابوالمکارم وغیرہ۔

آپ طبقہ کبراے صوفیہ سے تھے۔ حضرت قطب العالم شاہ عبدالقدوس قلندر جونپوری جب آپ کے مناقب بیان کرتے تھے تو آپ کا نام لینے سے پہلے تعظیمی الفاظ "حضرت شیخ قطب جہاں" امام کہہ لیتے تھے۔

آپ کا ایک مرید قنوج کا باشندہ ایک روز حاضر خدمت تھا جب اپنے مکان جانے لگا تو آپنے فرمایا کہ قنوج جاکر تم بیمار ہوجاؤ گے تپ محرقہ تم کو لاحق ہوگی تم باوجود اختلاف اطبار دریاے کالی میں غسل کرنا اچھے ہوجاؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ قنوج پہونچکر تپ محرقہ میں مبتلا ہوگیا اور جب باوجود علاج اطبار فائدہ نہ ہوا تو اُس نے ندی میں غسل کیا فوراً اچھا ہوگیا۔

حضرت سید خضر ہرگامی کو جب ہرگام والوں نے بہت ستایا تو اُنھوں نے مجبور ہوکر ہرگام کی سکونت ترک کرکے لاہرپور میں قیام کا ارادہ کیا آپ نے واقعہ میں اُن سے فرمایا کہ خبردار ہرگام کا رہنا نہ چھوڑو۔ تمھارے اور تمھاری اولاد کے لیے وہاں برکت ہوگی۔

شیخ عبدالصمد کو جو عالم متجر تھے۔ آپ سے عداوت پیدا ہوگئی۔ ہمیشہ برا کہا کرتے تھے اور آپ کو تکلیف پہونچانے کی فکر میں رہتے تھے۔ اس عداوت میں اتنی ترقی ہوی کہ اُنھوں نے آپ کے قتل کا ایک محضر تیار کیا اور شیر شاہ سوری کے پاس لے جانا چاہا۔ کیونکہ انکو معلوم تھا کہ وہ آپ سے ناخوش ہے اور ناخوشی کا باعث یہ تھا کہ ہمایوں بادشاہ آپ کا معتقد تھا جب وہ شیر شاہ سے ہزیمت پاکر ایران کی طرف چلا گیا اور

شیر شاہ کا تسلط ہوا تو شیر شاہ نے ایک روز آپ سے طنزاً پوچھا کہ کیا ابھی مغلوں کے آنے کی امید ہے۔ آپنے فرمایا مالک الملک خدا ہے جس کو چاہے دے۔ پہلے مغلوں کو دیا تھا اب تم کو دیا پھر عنقریب مغلوں کو دیگا۔ اُس کو آپ کا یہ ارشاد بہت ناگوار ہوا۔ آپ کو ایذا پہونچانا چاہی تو دو شیر نہایت ہولناک آپ کے داہنے بائیں اُس کو دکھائی دیے وہ ڈر کر خاموش ہو رہا۔ جب شیخ عبد الصمد کی خباثت اس حد تک پہونچی اور آپ کو معلوم ہوا تو آپنے فرمایا کہ میں نے خدا سے دعا کی کہ عبد الصمد کا جان و مال تباہ ہو جائے اور قیامت تک اُس کے اوپر لوگوں کی آمد و رفت رہے۔ کچھ ہی مدت کے اندر اُن کا سارا خاندان معہ اُنکے ہلاک و تباہ و برباد ہو گیا کوئی نام لیوا نہ رہا۔ اُن کی اور اُن کے اولاد کی قبریں آپ کے آستانہ کے بائیں ہے جن پر برابر لوگ چلا کرتے ہیں۔

ملفوظ بندگی نظام الدین امیٹھوی میں ہے کہ حضرت قطب جہاں لاہر پوری پر ایک بار بوجہ ورود مشاہدات و تجلی انوار مکاشفات سکر و سرور طاری ہوا اُس حالت میں آپ نے کچھ ایسی باتیں فرمائیں جو عوام کے فہم سے باہر تھیں علماء ظاہر نے اُس کی وجہ سے ایک استفتا کیا اور اُسے حضرت شیخ عبد الغنی فتحپوری کے پاس دستخط کے لئے بھیجا۔ اُنھوں نے کہا کہ اس پر جب تک حضرت بندگی دستخط نہ فرمائیں گے میں بھی دستخط نہ کروں گا تب وہ استفتا بندگی میاں کے پاس لایا گیا۔ اُنھوں نے دیکھتے ہی فرمایا کہ اگر بندۂ خدا ازمی بیندچوں می زید یہ فرما کر استفتا چاک کر ڈالا۔

آخر آخر میں جذب و سکر بہت بڑھ گیا تھا اکثر اوقات آپ بیخود رہتے تھے۔ ایک روز مریدوں نے عرض کیا کہ حضور کی زبان مبارک سے بعض اوقات ایسے ارشاد ہوتے ہیں جو سمجھ میں نہیں آتے فرمایا کہ جب میں کوئی ایسا جملہ کہوں تو مجکو قتل کر دو۔ قاضی الہداد مولسری کے درخت کے نیچے بیٹھے دیکھا کرتے تھے کہ کبھی وجد میں آپ بہت بلند ہو جاتے ہیں اور پھر زمین پر اُتر آتے ہیں ایک روز اُنھوں نے دیکھا کہ آپ کے جسم میں آگ لگی ہوئی ہے۔ وہ گھڑے میں پانی لے کر بجھانے کو دوڑے آپ نے منع کیا اور فرمایا کہ مجکو انوار الٰہی ہر طرف گھیرے ہوئے ہیں اور تم سمجھتے ہو کہ میرے جسم میں آگ لگی ہوئی ہے۔

اکابر زمانہ سے ایک بزرگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرا ارادہ کوہستان

شمال کی طرف جانے اور وہاں اشاعت اسلام کرنے کا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ کام تم سے نہیں ہوگا۔ انکو جوش آیا کہنے لگے کہ اب میں یہ کام ہی کر کے آؤں گا۔ فرمایا کہ زندہ نہیں بچوگے چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مرگئے

اُس زمانہ کے ایک بہت بڑے عالم آپ کے پاس آئے اور مباحثہ کرنے لگے۔ اثناء مباحثہ میں کچھ کلمات بے ادبی کے اُن کی زبان سے نکلے۔ آپ نے بنظر غضب اُن کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے بے ادب اسی لیے اس قدر علم تو نے حاصل کیا ہے۔ جا میں نے اس کی سزا میں تیرے تمام علوم تجکو بھلا دیئے اور تیری زبان بند کر دی۔ اُسی وقت وہ جاہل اور گونگے ہو گئے۔

ایک روز آپ آستانہ پر معہ مریدین بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک فقیر ننگا بھوکا پہونچا آپ نے اُس کو دیکھتے فرمایا کہ فوراً اسے نکالو مریدوں نے نکال تو دیا مگر انکے دلوں میں یہ خطرہ آیا کہ اس بیچارے کو ناحق نکلوایا۔ وہ فقیر وہاں سے ایک دوسرے شخص کی خانقاہ میں گیا اور آپ کی شکایت کی چونکہ اس شخص کو آپ سے عداوت تھی اُس کی شکایت پر اُس نے فقیر کی نہایت خاطر مدارات کی۔ فقیر رات کو بہت آرام سے وہاں رہا۔ صبح جب سو کر اُٹھا تو غل مچایا کہ اس صاحب خانقاہ نے میری اشرفیاں چرالیں مجکو لوٹ لیا پھر اُس کو حاکم کے پاس لے جانا چاہا۔ صاحب خانقاہ نے ایک عزیز کو آپکے پاس عرض حال کے لیئے بھیجا۔ ہنوز وہ شخص راہ میں تھا کہ آپنے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ کل جس فقیر کو ہم نے اپنی خانقاہ سے نکلوادیا تھا۔ وہ فلاں شخص کی خانقاہ میں گیا اور اُس کو چوری لگا ہی اور عنقریب حاکم کے پاس لے جائے گا جاؤ اور صلح کرادو مریدین گئے اور راستہ سے اُس شخص کو بھی واپس لیتے گئے اور جا کر قصہ رفع دفع کرادیا۔

حجۃ العارفین میں ہے کہ آپ ہر شب جمعہ کو اپنے والد کے مزار پر جایا کرتے تھے۔ راستہ میں ایک ضعیفہ تھی آپ کو درازی عمر کی دعائیں دیا کرتی تھی۔ ایکمرتبہ جب دعا دی تو آپ نے فرمایا کہ میں زمرۂ ارواح میں داخل ہو چکا اب مجکو ایسی دعا کی ضرورت نہیں۔

آپ کی عمر ایک سو پندرہ سال کی ہوی وقت وفات آپ نے حضرت شاہ عبد السمیع قلندر کو اپنا جانشین کیا۔

آپ کی وفات بارہ ذی الحجہ سنہ نو سو چھتر ہجری میں ہوی۔ آپ کا مزار لاہر پور ضلع سیتاپور میں

اپنی بیوی کے بنوائے ہوئے روضہ میں ہے۔ آپ کی بیوی نے آپ سے پوچھا تھا کہ میں اپنے اور آپ کے لیے روضہ بنوانا چاہتی ہوں کہاں بنواؤں آپ نے فرمایا کہ بزریعہ غیب سے دریافت کرکے بتاوں گا چنانچہ ایک روز واقعہ میں حضرت قطب المدار شیخ بدیع الدین و حضرت مخدوم اخی جمشید قدس سرہما کو آپ نے دیکھا حضرت قطب المدار نے دائرہ میں کھڑے ہو کر ہاتھ سے چار خط کھینچ کر فرمایا کہ یہاں بناؤ آپ نے بیدار ہو کر دائرہ میں چار مربع خط کھچے پائے اُن سے اُنھیں خطوط پر عمارت بنانے کو کہا۔ اُنھوں نے روضہ بنوایا اُسی کے لیے بسواں سے پتھر منگوایا۔ حاکم قصبہ نے روکا اور اُسی پتھر سے اپنے پیر کا روضہ بنوانا چاہا آپ نے فرمایا کہ اُس کی عمارت نا تمام رہے گی وہ عنقریب مرجاوے گا اور میرا روضہ بن جاوے گا چنانچہ جو کچھ آپ نے فرمایا وہی ہوا یہ روضہ آپ کی زندگی میں ۹۴۶؁ھ میں تیار ہو گیا تھا۔

حضرت شاہ عبدالسمیع قلندر

جب حضرت قطب جہاں کی وفات ہوئی اور حضرت شیخ محمود قلندر لکھنوی کو کشف سے معلوم ہوا تو وہ بغرض فاتحہ خوانی لاہرپور گئے۔ اور آپ سے بھی ملے حضرت سید خضر نے حضرت قطب جہاں کا خرقہ آپ دونوں کے درمیان لاکر رکھ دیا اور کہا کہ حضرت قطب جہاں کا یہ حکم تھا کہ شیخ محمود قلندر میرا خرقہ عبدالسمیع کو پہنا دیں۔ اُنھوں نے پہنا دیا۔ پھر اُنھوں نے کہا کہ یہ بھی فرمایا تھا کہ شیخ محمود قلندر اپنا خرقہ بھی بھی دیں۔ اُنھوں نے فرمایا کہ میں محکوم ہوں مجکو عذر نہیں اور اپنا لباس اتار کر آپکے روبرو رکھ دیا آپنے تعظیم سے وہ بھی پہن لیا۔ تعلیم و تربیت آپنے اپنے والد ہی سے پای۔

آپ عظیم المرتبت شیخ وقت تھے تمام عمر ہر امر میں متبع سنت نبوی صلعم رہے اور نہایت وسیع الاخلاق تھے۔ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور بغیر مہمان کے کچھ نہ کھاتے تھے ابراہیمی المشرب تھے۔ ایک بلی پالی تھی جس کا قاعدہ تھا کہ جس قدر مہمان ہوتے تھے اُتنی ہی آوازیں دیتی تھی خادمین اُسی کے مطابق کھانا پکواتے تھے۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ بلی کی آوازوں کے شمار سے ایک آدمی زائد ہوا۔ سب کو تعجب ہوا بلی نے مہمانوں کو سونگھنا شروع کیا آخر ایک پر پیشاب کر دیا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ غیر مذہب کا آدمی تھا۔

ایک روز مہمانوں کے واسطے کھیر پکائی جارہی تھی۔ چھت سے ایک کالا سانپ دیگ میں گرا کسی نے نہ دیکھا بلی نے دیکھ لیا۔ دیگ کے گرد گھومنے اور غل مچانے لگی۔ خادمین نے ناواقفیت سے کئی مرتبہ ہٹایا مگر وہ نہ مانی اور دیگ میں کود کر مر گئی۔ جب دودھ انڈیلا گیا تو اس میں سے مرا ہوا سانپ بھی نکلا آپ نے فرمایا کہ بلی نے اپنی جان دے کر سب کو بچا دیا اسکو دفن کردو چنانچہ اب اس کی قبر زیارت گاہ خلائق ہے۔

آپ تصرف وکرامت سے اکثر مکہ معظمہ ومدینہ منورہ جاتے اور بعض اوقات لوگوں کے ہجوم سے پریشان ہو کر پہاڑ پر چلے جاتے تھے۔ ایک بار ایک کشتی ٹوٹ گئی۔ چند لوگ تختے پر بہتے دامن کوہ میں پہونچے اتر کر پہاڑ پر گئے وہاں ایک عمارت دیکھی دروازہ پر جاکر دربانوں سے دریافت کیا۔ انھوں نے کہا کہ یہاں اولیاء اللہ جمع ہوتے ہیں۔ پوچھا کہ اس وقت بھی کوئی ہے کہا ہاں حضرت شاہ عبدالسمیع قلندر لاہوری موجود ہیں وہ لوگ حاضر ہوئے اور قدمبوس ہو کر حال بیان کرنا چاہا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے بیان کرنے کی ضرورت نہیں آنکھیں بند کرو انھوں نے بند کیں۔ کچھ دیر کے بعد جو آنکھیں کھولیں تو اپنے کو ہندوستان میں پایا پھر لاہور آئے اور حضرت قطب جہاں کے مزار پر فاتحہ پڑھ کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے بڑا فضل کیا کہ تم کو ڈوبنے سے بچایا۔ اور مسکن اولیاء اللہ میں پہونچایا۔ پھر وہاں سے یہاں لایا۔ وہ قدمبوس ہو کر اپنے اپنے گھر رخصت ہوئے۔

جب عمر ستر برس سے متجاوز ہوئی تو آپ نے حضرت شیخ محمد قلندر اپنے صاحبزادہ کو جانشین کیا اور منصب افتاء اپنے چھوٹے بھائی حضرت شیخ ابوالمعالی کے سپرد کیا۔

آپ کی وفات بارہ رجب سنہ ایک ہزار سولہ ہجری میں ہوئی۔ مسجد حضرت قطب جہاں کی پشت پر آپ کا مزار ہے جس کی برکت یہ مشہور ہے کہ جس کو کلام اللہ یاد نہ ہوتا ہو وہ وہاں حاضر ہو کر تھوڑا پڑھ دے پھر اس کو کلام اللہ یاد ہو جاتا ہے۔

آپکے بعد حضرت شیخ محمد قلندر قدس سرہ جانشین ہوئے۔ ان کو اشراف قلب بہت تھا اور عمائد زمانہ انکے مسخر تھے۔ جو خطرہ کسی کے دل پر گذرتا ان کو معلوم ہوتا تھا خلق اللہ کے حال پر بہت شفیق اور ترک وتجرید میں یکتا تھے۔ ایک مرتبہ ان کا ایک مرید لکھنؤ سے دو خربزہ لے کر لاہور پور روانہ ہوا۔ انھوں نے

خادم سے فرمایا کہ چھری صاف کر رکھو۔ فلاں مرید میرے لیے لکھنؤ سے خربزہ لا رہا ہے۔

ان کی وفات چوبیس جمادی الآخر سنہ ایک ہزار انیس ہجری میں ہوئی۔ مسجد حضرت قطب جہاں سے جانب شمال آپ کا مزار ہے انکے بعد اُنکے صاحبزادہ شیخ غلام محمد قایم مقام ہوئے جنھوں نے حضرت حاجی عبداللطیف کے سایہ عاطفت میں تربیت پاکر سنہ ایک ہزار اُناسی ہجری میں لاولد انتقال کیا۔

حضرت شاہ عبدالسمیع قلندر کے خلفا یہ حضرات ہوئے۔ حضرت شیخ محمد قلندر خلف آنحضرت۔ شیخ عطاء اللہ ابن شیخ ابوالمعالی سید محمد[۱] اسمعیل دانشمند ابن سید خضر ہرگامی ہمشیر زادہ و داماد مفتی سید[۲] اسد اللہ بن مفتی سید اسمعیل ہرگامی۔

حضرت شیخ عبدالسلام

ابن حضرت شاہ عبدالسمیع قلندر۔ آپ نے تعلیم و تربیت اپنے والد سے پائی۔ صفت صبر آپ میں بڑھی ہوئی تھی حضرت ایوب علیہ السلام کے قدم پر تھے۔ ایک مرتبہ دہلی میں ایک جن نے آپ سے آکر عرض کیا کہ میری بیوی شدت درد سے قریب ہلاکت ہے اگر آپ تشریف لے چل کر دیکھ لیتے تو مہربانی ہوتی آپ چلے وہ آپ کو پرانی دہلی میں ایک قدیم عمارت میں لے گیا۔ وہاں آپ نے رونے کی آواز سنی پوچھا کہ کیا وہ یہیں ہے۔ اس نے کہا کہ جی ہاں آپ نے پانی منگوا کر دم کر دیا اور اس کو پلوا دیا۔ وہ اچھی ہوگئی۔ واپسی پر جن آپکے ساتھ گھر تک آیا۔ اور عرض کیا کہ ہمارے مشکلات آپ ہی ایسے باخدا لوگوں سے آسان ہوتی ہیں۔ اگر حکم ہو تو کچھ خدمت کروں۔ آپ نے فرمایا کہ مجکو تمھاری خدمت کی ضرورت نہیں وہ قدمبوس ہو کر

[۱] سید اسمعیل دانشمند مفتی ہرگام ۹۴۵ھ میں پیدا ہوئے اپنے والد ماجد کے شاگرد اور اپنے ماموں و خسر کے مرید و خلیفہ تھے قطب العالم شاہ عبدالقدوس قلندر سے بھی استفادہ کیا ہے بعد وفات اپنے والد کے بطلب بادشاہ دہلی گئے بادشاہ نے خطاب دانشمند عہدۂ افتاء پرگنہ ہرگام تفویض کر کے باعزاز و اکرام رخصت کیا اور ایک کتبخانہ مع چند دیہات مدد معاش بھی مرحمت کئے ۱۰۳۰ھ میں بعمر پچاسی سال وفات پائی اور اپنے منصوبہ باغ واقع موضع اسمعیل پور متصل جلالی پور میں دفن ہوئے ۱۲

[۲] ۹۹۵ھ میں پیدا ہوئے اپنے والد ماجد کے شاگرد اور اپنے نانا کے مرید و خلیفہ تھے ۱۰۶۷ھ میں بعمر بہتر سال وفات پائی اور جانب شمال چبوترہ میر سید خضر واقع جلالی پور میں دفن ہوئے ۱۲

غائب ہوگیا جب آپکو اپنی وفات کا زمانہ قریب معلوم ہوا تو لاہر پور چلے آئے۔ آپ کی وفات اپنے والد کی حیات ہی میں ہوی۔ آپ کا مزار متصل روضہ حضرت قطب جہاں مشرق جانب ہے۔

حضرت حاجی عبداللطیف قلندر

آپ کی ولادت سنہ نوسو اونچاس ہجری میں ہوی۔ جملہ علوم میں تلمذ اپنے والد ماجد ہی سے تھا۔ آپ بھی بزرگ وقت تھے۔ حضرت شیخ عبدالسمیع قلندر نے وقت انتقال آپ سے فرمایا کہ میں تم کو بزرگوں کی جگہ پر بٹھانا چاہتا ہوں۔ آپ نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہ ایک دن ضرور ہوگا لیکن بالفعل تو میں میاں شیخ محمد کی خدمت ضروری سمجھتا ہوں۔ انھوں نے فرمایا کہ شیخ محمد میرے بعد ڈھائی سال زندہ رہیں گے جن کے بعد پھر سب تھیں کو سجادہ نشین کریں گے چنانچہ وہی ہوا۔ آپ نے تیس سال حقوق سجادگی ادا کرکے غرہ ربیع الاول سنہ ایکہزار اونچاس میں بعمر سو سال وفات پائی۔ آپ کا مزار دائرہ حضرت قطب جہاں میں شاہ عبدالسمیع قلندر کے حظیرہ کے سامنے ہے۔

حضرت شیخ امین الدین

آپ حافظ کلام اللہ اور علوم ظاہری و باطنی کے ماہر اور اپنے والد بزرگوار کے مرید اور خلیفہ تھے آپ کی والدہ سب بیٹوں سے زائد آپ کو چاہتی تھیں۔ اُنھیں کی دعا سے آپ کشف حقایق و شرح دقائق میں یکتائے زمانہ ہوئے۔ ابتدا میں آپ مغلوب الحال ہوجانے سے بچنے کے لئے شاعری و سیر و شکار کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ آپ نے چودہ جمادی الآخر کو اپنے بڑے بھائی حضرت حاجی عبداللطیف کی زندگی میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مغرب جانب روضۂ حضرت قطب جہاں کے جانب شمال مسجد ہے اور بعض کے نزدیک آپ کی قبر حضرت شاہ عبدالسمیع قلندر کے حظیرہ کے دروازہ پر ہے۔ اور بعض کے خیال میں جانب مشرق متصل روضۂ حضرت قطب جہاں ہے۔

حضرت شیخ فضل قلندر

آپ بھی اپنے والد بزرگوار کے مرید و خلیفہ تھے ان کی وفات کے بعد آپ نے اپنے بڑے بھای حضرت شیخ عبدالسمیع قلندر کی چالیس سال خدمت کی اور پھر حضرت شیخ محمد قلندر کی خدمت کی آپ بھی بڑے بزرگ تھے جو کچھ خواب میں دیکھتے اُس کا فوراً ظہور ہوتا تھا حضرت سیدالعرفا نے حجۃ العارفین میں لکھا ہے کہ میں انھیں کے حکم سے حضرت قطب العالم شاہ عبدالقدوس کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ ایک روز بعد عصر خلوت میں گانا سُن رہا تھا جب ذوق زیادہ ہوا تو یہ جی چاہا کہ اپنا کمل قوال کو دیدوں۔ پھر خیال آیا کہ نہ دوں کیونکہ یہ فاسق و شراب خوار ہے جب خلوت سے نکلا تو حضرت شیخ فضل نے مجھ سے فرمایا کہ آج شب کو میں نے مسجد میں حضرت قطب جہاں کی زیارت کی۔ منجملہ حاضرین کے ایک تم بھی تھے حضرت قطب جہاں نے تمھارا کمبل مجھ سے منگوا کر اپنے زانو پر رکھا پھر مجھے دے کر کہا کہ یہ جاکر شاہ مجتبیٰ کو دو۔ اور کہو کہ اس کو ہرگز فاسق و شراب خوار کو نہ دیں گے۔ میں نے کہا کہ واقعی میرا جی چاہا تھا مگر میں نے اسی خیال سے نہیں دیا۔ حضرت سیدالعرفا نے اپنا فیضیاب ہونا ان سے بھی لکھا ہے۔ آپ کو جب مکاشفہ میں حضرت قطب جہاں سے یہ معلوم ہوا کہ خدمت سجادگی حضرت سیدالعرفا کے سپرد کردینا چاہیئے تو آپ نے سب انھیں کے سپرد کردیا۔

آپ کی وفات گیارہ ربیع الاول کو ہوی سنہ معلوم نہیں ہوا۔ آپ کا مزار اپنے بڑے بھای حضرت شیخ عبدالسمیع قلندر کے پائیں ہے۔

حضرت سید خضر بن سید الہدیہ شہید سامانی

آپ نسباً حسنی و حسینی ہیں اس طرح کہ حضرت سید خضر ابن سید الہدیہ شہید سامانی ابن سید احمد ابن سید اسمٰعیل ابن سید علاءالدین ابن سید نصیرالدین ابن سید نظام الدین ابن سید مغیث ابن سید محمود ابن سید محمد ابن سید ابی الشرف ابن سید محمد ابن سید عبدالرشید ابن سید احمد ابن سید عمر ابن سید محمد ابن سید یعقوب ابن سید ابی اللیث بن سید محمد ابن سید محمود ابن سید محمد بن زید الشہید ابن حضرت امام زین العابدین۔

آپکے جد سید کمال کیتھلی کے معاصر تھے۔ ولایت ترمذ سے قصبہ بیانہ ملک ہند میں آئے۔ آپ کی ولادت سنہ نو سو انیس ہجری میں ہوئی۔ سنہ ۹۲۴ھ میں مع اپنی ہشت سالہ ہمشیر کے لاہرپور آئے اور حضرت قطب جہاں کے سایہ عاطفت میں پرورش و تعلیم پائی۔ بعد تکمیل علوم کسب کمالات باطنی کی طرف متوجہ ہوئے اور اُنھیں سے بیعت کر کے خلافت حاصل کی کچھ عرصے کے بعد دختر حضرت قطب جہاں سے بیاہے گئے مگر یہ لاولد انتقال کر گئیں۔ بعدہ قطب جہاں نے اپنی دوسری صاحبزادی کا آپ سے نکاح کر دیا۔ اور بعد وفات حضرت شاہ عطاء اللہ صاحب ولایت ہرگام سنہ ۹۳۵ھ میں حضرت قطب جہاں نے آپ کو ولایت ہرگام پر مامور کیا اُسی وقت سے آپ نے مستقل سکونت ہرگام اختیار کی۔ سادات ہرگام آپ ہی کی اولاد میں ہیں عہد اکبری میں آپ مفتی ہرگام تھے۔ آپ کی وفات بعمر بہتر سال دسوین محرم سنہ نو سو ترانوے میں ہوئی۔ اوائل محرم میں حضرت قطب جہاں و حضرت مخدوم اخی جمشید و حضرت قطب المدار کو آپ نے خواب میں دیکھا حضرت قطب جہاں نے آپ کو اُن سے ملوایا اور فرمایا کہ انھوں نے کچھ دنوں اور تمھاری زندگی کے لیے خدائے تعالیٰ سے عرض کیا تھا۔ مگر منظوری نہیں ملی اب روز عاشورہ یوم وفات مقرر ہے۔ لہذا تیار ہو رہو۔ چنانچہ بروز عاشورہ آپ نے خود ہی سامان تجہیز و تکفین مہیا کیا اور سب سے رخصت ہو کر چادر اوڑھ لی اور انتقال کیا۔ آپکے تین صاحبزادے تھے۔ حافظ سید شمس الدین و سید عتیق اللہ و مفتی سید اسمٰعیل۔

حضرت قاضی الہداد جونپوری

آپ جونپور کے مشہور علماء میں تھے۔ ابتداء میں عموماً حضرات اولیاء اللہ کے منکر اور خصوصاً حضرت قطب جہاں کے بہت مخالف تھے۔ ایک روز حضرت قطب جہاں سے اُنکے مرید نے یہ حال بیان کیا وہ اُس وقت ایک خاص حالت میں تھے فرمانے لگے کہ علم قاضی محو کر دم آپ اُس وقت جونپور میں بیٹھے پڑھا رہے تھے دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت قطب جہاں روبرو کھڑے فرما رہے ہیں کہ علم قاضی محو کر دم آپ نے جب اپنا علم محو پایا تو اُسی وقت لاہرپور چل دیئے جب وہاں پہونچے تو بعد عفو تقصیر حضرت قطب جہاں کے مرید ہوئے۔ پھر اُن کی توجہ سے فیضیاب و مالامال ہوئے اور مدت العمر وہیں رہے۔ آپ کی قبر

صحن دائرہ میں مقابل دروازہ درگاہ حضرت قطب جہاں ہے۔ مناقب العرفا مصنفۂ حضرت سید العرفا میں یوں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت قطب جہاں کی محفل میں آپ کی رعونت علم کا تذکرہ ہوا۔ انھوں نے فرمایا کہ اِلہداد یہاں تائب ہو کر آوے گا اور زمرۂ اصحاب میں داخل ہوگا۔ پھر ایک شب بتصرف ولایت آپ پر ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ یہ تم نے اخلاق کس سے سیکھے کہ اولیاء اللہ کو مفت خور کہتے ہو۔ آپ ہیبت سے قدموں پر گر کر کہنے لگے کہ بےشک آپ قطب وقت ہیں اور درخواست بیعت کی وہ مرید فرما کر غائب ہو گئے پھر آپ لاہر پور آکر اُنکے قدمبوس ہوئے انھوں نے فرمایا کہ اُس شب کی بیعت و واردات تم کو میرے پاس لائی ہے عرض کیا کہ بےشک پھر مدتوں اُن کی خدمت میں رہے اور خوارق عادات و کرامات دیکھا کیے آخر حسب ارشاد حضرت قطب جہاں جونپور چلے گئے اور وہیں انتقال کیا۔ جب تک زندہ رہے نہ کبھی لاہر پور کی طرف پیر پھیلاتے نہ تھوکتے وقت منھ ادھر کرتے تھے۔

نفحہ ہفتم

ذکر حضرت قطب العالم بندگی شیخ عبدالقدوس

قلندر جونپوری

آپ کی ولادت سنہ نو سو بیالیس ہجری میں ہوی تمام تربیت و تعلیم معہ اجازت و خلافت سلاسل قلندریہ و چشتیہ و قادریہ و سہروردیہ و فردوسیہ وطیفوریہ و مداریہ انھیں کسے پای حضرت شیخ الاسلام نے آپ سے فرمایا تھا کہ میرے بعد تم شاہ عبدالرحمن جانباز لاہرپوری کی خدمت میں جانا چنانچہ اُنکی وفات کے بعد ۹۶۱ھ تک آپ حضرت قطب جہاں کی خدمت میں رہے۔ وہاں سے جب بقصد جونپور روانہ ہوے اور لکھنؤ پہونچے تو حضرت شیخ محمود قلندر آپ کو بعزت اپنے گھر لے گئے اور نہایت نیازمندی سے پیش آے۔ پھر آپ وہاں سے امیٹھی تشریف لے گئے اور حضرت شیخ عبدالرزاق بن مخدوم خاصہ خدا کے مہمان ہوے حضرت بندگی نظام الدین امیٹھوی بھی آپ سے ملنے گئے بہت ادب و تپاک سے ملے اور دیر تک آپ کے پاس بیٹھے پھر وہاں سے آپ جونپور تشریف لے گئے اور اپنی گمنامی میں گوشہ نشیں رہے۔ چند مشایخ جونپور کے سوا کوی آپکے مرتبہ سے واقف نہیں ہوا۔

حضرت سید العرفا شاہ مجا قلندر لاہرپوری نے اپنے چوتھے مکتوب میں حضرت شاہ عبدالرسول قلندر کچھندوی کو لکھا ہے کہ

اے برادر لازم ست کہ اولیا اولیارا بشناسند و اگر نشناسند چہ باک خضر علیہ السلام کہ نقیب اولیا و است ہمہ را نمی شناسند بلکہ خضر علیہ السلام نقیب اولیا ے عاشقان ست نہ معشوقان و معشوق را بجز حق سبحانہ دیگرے نداند و نشناسد اولیای تحت

قبای کلا یعرفہم غیری درباب ایشانست قطب العالم شیخ عبدالقدوس نوراللہ مرقدہ از ایشان بودند۔

حصولِ معاش میں آپ نہایت احتیاط فرماتے تھے چنانچہ بنظر کسب حلال نیز بخیال گمنامی ابتدا میں کاشتکاری کی لیکن آخر میں حالات پوشیدہ نہ رہ سکے ور مشہور ہوگئے ایک روایت یہ ہے کہ ابتدا میں آپ نے کسی ہندو متصدی کے بستہ برداری کی نوکری کرلی تھی عرصہ تک کسی کو آپ کا حال معلوم نہ ہوا۔ ایک روز ایک بزرگ دہلی سے جونپور آئے اُنکے پیر نے اُن سے فرمادیا تھا کہ جونپور میں حضرت شیخ عبدالقدوس نام ایک بڑے بزرگ ہیں اُن سے ضرور ملنا وہ ایک متصدی کے نوکر ہیں جب وہ جونپور آئے تو اسی پتہ سے آپ کو پہچانا اور نہایت ادب سے پیش آئے متصدی یہ دیکھ کر معذرت کرنے لگا آپ نے اُسی روز نوکری چھوڑ دی اور مناقب الاصفیا میں یوں ہے کہ آپ دو پیسہ روز پر دیوانِ حاکم جونپور کے نوکر تھے۔ ایک روز ایک ضعیفہ اپنی کوئی ضروری حاجت لے کر اُس کے پاس آئی اور نہایت عاجزی سے چند بار عرض کی مگر وہ متوجہ نہ ہوا۔ آپ کو اُس پر غصہ آگیا ڈانٹ کر فرمایا کہ کیوں اس کا کام نہیں کردیتا ہے اور بقوت باطنی حاکم وقت پر تصرف کیا فوراً وہ ننگے سر ننگے پیر وہاں آیا اور اُس ضعیفہ کی درخواست لے لی پھر آپ چلے آئے لوگوں نے کہا کہ آپ نے آج اپنی نوکری کھودی۔ آپ عالم غیب کی طرف متوجہ ہوئے حکم ہوا کہ اب تک بہت چھپے رہے اب ظاہر ہوکر خلق اللہ کو ارشاد وہدایت کرو۔

آپکے تقوے کا یہ واقعہ ہے کہ ایک روز خدام آپکے سامنے کھانا لائے۔ آپ نے ایک لقمہ تناول کرکے فرمایا کہ اسکے کھانے سے دل پر کدورت چھاگئی۔ اس میں بوئے تصرف معلوم ہوتی ہے خدام متحیر ہوئے۔ بعد تفتیش معلوم ہوا کہ کھانا تو وجہ حلال سے تھا مگر جب ہمسایہ کے گھر سے آگ لائی گئی تھی تو اُسکے مشتعل رکھنے کے لیے چند تنکے بھی اُس کے گھر سے اُٹھالیے گئے تھے۔ آپ یہ سن کر ہمسایہ کے پاس اُس کی معافی مانگنے گئے اور کچھ اسکو دیا بھی تب کھانا نوش فرمایا۔

نقل جب حضرت سید العرفا شاہ محا قلندر جونپور کے قریب پہونچے تو خطرہ آیا کہ اگر پیر و مرشد برحق ہیں تو مجھے روٹی اور گھی شکر کھلائیں گے۔ حضرت نے اُن کے خطرہ پر مشرف ہوکر گھر میں جاکر فرمایا

کہ مجا قلندر کو میں نے لاہور سے جونپور کھینچ بلایا ہے اور وہ جونپور کے قریب پہونچ گئے ہیں اور اُن کا روٹی اور شکر کھانے کا جی چاہتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ یہ سب موجود ہے آپ گھر سے روٹی و شکر اور گھی پانی بدھنی میں لیکر نکلے اور حضرت سید العرفا کو وہ چیزیں دے کر گھر میں چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر تشریف لائے اور فرمایا کہ ہدایہ کے مطالعہ کے وقت تم کو جس نے آواز دی تھی وہ میں ہی تھا اور لاہور میں جو سبز پوش سوار تم کو ملے تھے وہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ تھے اور وہ فقیر جو تم کو جنگل میں ملا تھا وہ بھی میں ہی تھا۔[۱]

نقل۔ ایک روز چند مہمان آپ کے یہاں آئے آپ نے بیوی صاحبہ سے جاکر فرمایا کہ مہمانوں کے لیے روٹی پکاؤ۔ اُنھوں نے کہا لکڑی تو ہے نہیں۔ کیا تمھارے سر پر پکاؤں۔ فرمایا کہ ہاں لاؤ سر ہی پر پکاؤ۔ یہ فرماکر ٹوپی اتار کر بیٹھ گئے اور ایسا حبس دم کیا کہ جس کی گرمی سے پانچ چھ سیر کی روٹیاں پک گئیں جب مہمانوں کے سامنے کھانا گیا تو وہ بھی چونکہ صاحب باطن تھے کہنے لگے کہ ان روٹیوں سے آدمی کی بو آتی ہے اور معذرتاً عرض کیا کہ آپ نے ہمارے واسطے ناحق اتنی محنت کی۔

آپ کا معمول تھا کہ جو کچھ گھر میں کھانا موجود ہوتا تھا وہ بے تکلف حاضرین کو کھلا دیتے تھے ایک روز قاضی خواجگی ساکن منڈیاہو آپ سے ملنے آئے راستہ میں اُنکے دل میں خطرہ آیا کہ اگر آج حضرت مجکو دوہری روٹی کھلائیں تو میں سمجھوں گا کہ صاحب کرامت ہیں اتفاقاً اُس روز آپ کے یہاں ویسی روٹی پکی تھی۔ خادم نے عرض کیا کہ کھانا تیار ہے آپ خاموش ہو رہے جب قاضی خواجگی رخصت ہو کر چلے گئے تو ایک صاحب نے عرض کیا کہ آج آپ نے خلاف معمول کھانا اب تک کیوں نہیں مانگا۔ آپ نے فرمایا کہ قاضی جی نے اپنے دل میں یہ خیال کیا تھا کہ اگر آج مجکو دوہری روٹی کھلائی جائیں گی تو میں سمجھوں گا کہ صاحب کرامت ہیں اور یہاں اتفاقاً آج ویسی ہی روٹی پکی تھی اس لیے نہیں مانگا۔

حضرت سید العرفا شاہ مجا قلندر نے ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ قطب العالم شیخ عبدالقدوس قلندر جونپوری ایک ساعت میں بخرق عادت مکہ معظمہ گئے اور آپ کو حاجیوں نے مبارکباد دی اور اُسی وقت واپس آئے۔

[۱] یہ مفصل واقعہ حضرت سید العرفا کے حال میں مذکور ہے ۱۲۔

آپ کی وفات بعمر ایک سو دس سال بارہ شوال روز یکشنبہ سنہ ایک ہزار باون ہجری میں ہوی حضرت دیوان عبدالرشید جونپوری نے اس جملے میں آپ کا سنہ وماہ وتاریخ وروز وفات نکالا۔ بروز یکشنبہ دوازدہم ماہ شوال۔

روز وفات آپ نے شیخ عبدالکریم سے فرمایا کہ بزرگان جونپور کو میرے نماز جنازہ کے واسطے بلالاو انھوں نے تامل کیا جب باصرار فرمایا تو مجبوراً وہ گئے جب واپس آے تو آپ کا انتقال ہو چکا تھا۔ آپ کا مزار اپنے والد بزرگوار کے پائیں مزار داہنی جانب ہے۔ کتبہ مزار آنحضرت قطعہ تاریخ از مولوی محمد عالم قیصری کاکوروی ہو القدوس ے

	که آمد مرشد برنا وہم پیر	شہ دین عبد قدوس قلندر	
	زہے نقرش کہ دارد ہچو جاگیر	زہے عمرش کہ از نام علی یافت	
	بہ علیین شدہ باعز و توقیر	بہ یکشنبہ دہ و دویم ز شوال	
	وصال او ز شیخ کاملان گیر ۱۰۵۲ھ	سین مولدش فرخ نژاد است ۹۴۲	

آپکے کوی صاحبزادہ نہ تھے صرف دو صاحبزادیاں تھیں۔ ایک حضرت شیخ فیض اللہ قلندر کو بیاہی گئیں مگر ان سے سلسلہ نہ چلا۔ دوسرے شیخ قطب الدین ساکن منڈیاہو ضلع جونپور کو بیاہی گئیں جن کی اولاد بہت ہوی۔ مولوی ابوالفضل ومولوی ثناء اللہ خلفاے حضرت قاضی محمد تقی قلندر رھوتوی انھیں صاحبزادی کے اولاد سے تھے۔

آپکے خلفا یہ حضرات ہوے حضرت سید العرفا شاہ مجتبیٰ معروف بہ شاہ مجا قلندر لاہرپوری حضرت دیوان عبدالرشید جونپوری۔ حضرت قدوۃ العلما ملا عطاء اللہ والد ملا غلام نقشبند سجادہ نشین حضرت شاہ پیر محمد لکھنوی حضرت راجی سید احمد بن مجتبیٰ سجادہ نشین حضرت مخدوم حسام الحق مانکپوری حضرت شاہ ابوسعید ابن حاجی عبداللطیف لاہرپوری۔ حضرت شاہ فیض اللہ قلندر جونپوری۔ ملا محمد نعیم ساکن بدوسرا ملا بہرے شیخ شمس الدین محمد قلندر جونپوری۔ مخدوم الملک شیخ غلام غوث جونپوری نے رسالہ احوال حضرت مخدوم خواجہ محمد عیسیٰ تاج قدس سرہ میں لکھا ہے کہ شیخ شمس الدین محمد برادر حقیقی شیخ محمد بناہ جونپوری

جد مخدوم الملک کو سلسلہ سہروردیہ وطیفوریہ کی اجازت حضرت شیخ عبدالقدوس قلندر سے تھی اور اذکار قلندریہ بھی اُنھوں نے آپ سے اخذ کئے تھے انتیس ذیقعدہ سنہ ایک ہزار اکانوے ہجری میں انتقال فرمایا رکن عالم رفت مادۂ تاریخ وفات ہے استاد الملک ملا محمد افضل جونپوری (استاد ملا محمود صاحب شمس بازغہ و دیوان عبدالرشید جونپوری مصنف رسالہ رشیدیہ) بھی آپکے مرید تھے۔

بحر زخار کی یہ روایت کہ حضرت سید علی توام شاہ عاشقان سرلے بیری بھی آپکے خلیفہ تھے۔ اور ایک بار آپ نے یہ فرمایا تھا کہ سات پوت گدڑن پہنتے نعمت فقر علی عاشقان لئے یعنی میرے ساتوں لڑکے محروم رہے اور علی عاشقان نعمت فقر لے گئے تو اس کا استناد آپ کی طرف غلط ہے۔ حضرت شاہ عاشقان آپکے خلیفہ نہیں تھے اُن کی وقت وفات یعنی سنہ نو سو پچاس میں آپ سات آٹھ سال کے تھے اسکے علاوہ دو صاحبزادیوں کے سوا کوئی اولاد نرینہ تھی۔ حضرت شاہ عاشقان شاہ عبدالقدوس عرف شاہ قدن ملقب بقطب صدیق شطاری نظام آبادی کے خلیفہ تھے۔ جیساکہ اُنکے ملفوظ میں ہے کہ جب شاہ عاشقان اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُس وقت میں آدمیوں سے زائد اسی نام کے اُنکے خلفا و صاحبزادے موجود تھے۔ جب تک کہ شاہ عاشقان اُن کی خدمت میں نہیں پہونچے تھے وہ یہی کہتے تھے کہ ابھی سید علی موعود نہیں آیا ہے الخ۔ اسی مشارکت اسمی سے غالبًا صاحب بحر زخار کو دھوکا ہوا مگر اُس ملفوظ میں بھی یہ ارشاد کہیں نہیں ہے اور وہ شاہ عبدالقدوس حضرت عبداللہ شطار کے بواسطہ و بلا واسطہ خلیفہ تھے۔ بواسطہ یوں کہ اُنکے وفات کے وقت موجود نہیں تھے۔ حضرت شطار نے اپنا خرقہ اُن کو شیخ حافظ شطاری کے ہاتھ بھجوایا۔ جب اُن کو خرقہ ملا تو اُنھوں نے خوش ہوکر شیخ حافظ سے کہا کہ اس کا صلہ کیا چاہتے ہو۔ شیخ حافظ نے کہا کہ تمھارے اور پیر شطار کے درمیان میں اپنا واسطہ تاکہ میرا نام بھی باقی رہے۔ اُنھوں نے منظور کرلیا۔ البتہ حضرت شاہ عاشقان کو سلسلہ قلندریہ کی اجازت حضرت شیخ بہاءالدین جونپوری خلیفہ حضرت مولانا شیخ حسین خلیفہ حضرت سید نجم الدین غوث الدہر قلندر سے تھی۔ جیساکہ اُن کے ملفوظ میں ہے نہ کہ آپ سے۔

حضرت راجی سید احمد ابن مجتبے مانکپوری

آپ کاملین اولیاء وقت سے تھے اور مادر زاد ولی جو بات زبان سے نکلتی تھی ہو جاتی تھی۔ بچپن میں آپ نے شیرینی مانگی۔ دو ایک مرتبہ لوگوں نے دی پھر جب مانگی تو لوگوں نے کہا کہ اس برتن میں چیونٹیاں ہیں آپ نے کہا چیونٹیاں ہوں گی لوگوں نے دیکھا تو چیونٹیاں نظر آئیں اسی طرح ایک مرتبہ مربہ مانگا کسی نے کہا اس میں اچار ہے۔ آپ نے کہا اچار ہی ہو گا۔ آپکے والد نے جب مربہ مانگا تو لوگوں نے قصہ بیان کیا۔ باپ نے بلا کر کہا کہ بیٹا اس میں مربہ ہے آپ نے کہا مربہ ہی ہو گا خرق عادات آپ سے بہت سرزد ہوتے آپ نے حضرت قطب العالم سے ذکر ثلاثی گنبدی سیکھنا چاہا۔ انھوں نے فرمایا کہ اب میں ضعیف ہو گیا ہوں دیوان عبدالرشید سے جاکر سیکھو۔ آپ نے دیوانجی سے یہ ذکر سیکھا۔ اور دیوان جی نے آپ سے استفادہ باطنی کر کے خلافت پائی۔

آپ کی وفات پندرہ جمادی الاول سنہ ایک ہزار چالیس ہجری میں ہوئی تخفیع امام احمد مجتبی ماده تاریخ وفات ہے۔

حضرت قدوۃ العلماء مولوی عطاء اللہ

بن قاضی عبدالحکیم بن قاضی حبیب اللہ بن قاضی احمد بن قاضی ضیاء الدین بن قاضی یحیی بن قاضی شرف الدین بن قاضی نصیرالدین بن قاضی حسین عثمانی۔ آپ علامہ وقت تھے علوم درسیہ آپ نے ملا محمود جونپوری و حضرت شاہ پیر محمد لکھنوی سے پڑھے تھے۔ آپ کو بیعت حضرت بندگی نظام الدین امیٹھوی کے سلسلہ میں تھی اور سلسلہ عالیہ قلندریہ کی اجازت حضرت قطب العالم سے تھی۔ آپ کی وفات پانچ ربیع الآخر سنہ ایک ہزار ترسٹھ ہجری میں ہوئی۔ حضرت شاہ پیر محمد لکھنوی کے جوار میں مزار ہے

حضرت شیخ ابو سعید لاہوری

آپ واصلین و کاملین زمانہ سے تھے تحصیل علوم فتحپور سیکری میں کی مدتوں اپنے چچا حضرت شیخ عبد السمیع قلندر کے مزار پر حاضر ہو کر اُن کی روحانیت سے تعلیم پائی۔ اور پھر باشارۂ غیبی حضرت قطب العالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فیوض مشرب قلندریہ حاصل کر کے خرقۂ خلافت بھی پایا۔ نیز دربار رسالت سے بھی آپ کو لباس عطا ہوا تھا۔ آپ اپنے زمانہ میں العلماء ورثة الانبیاء و علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ کے مصداق تھے۔ برسوں عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی درود شریف بہت پڑھتے تھے۔ حضرت سید العرفا شاہ محب اللہ قلندر نے زائد تربیت و تعلیم آپ ہی سے پائی۔ جس کا ذکر اُنھوں نے حجۃ العارفین و اکثر مکاتیب میں کیا ہے۔ بحر زخار میں ہے کہ

> او درمیان اولیا مثل یحییٰ بن ذکریاست در انبیا علیہم السلام کہ عصیان نہ نمودہ و قصد معصیت نکردہ آخر قصد زیارت بیت اللہ نمود در لاہور را بخدمت و ملازمت حضرت شاہ میر لاہوری مشرف شد او فرمود کہ مرضی بزرگان تو برفتن کعبہ نمی بینم گفت کہ شب ما را ہم فرمودہ اند کہ بوطن بیا تا گزیر بوطن آمد از اہل دنیا متنفر بود کسے از اہل دنیا بصحبتش راہ نہ یافتی در ستر کرامت بسیار می کوشید وی کشایش کار خود از دعاے شیخ احمد سیاح از عالم شہود در یافتہ از دعا کنندگان یکسال پیشتر از وفات خود آنحضرت ترک صحبت نمودہ مدام تنہا باستغراق ذات مشغول بودے۔

آپ کی وفات انتیس شعبان شب جمعہ سنہ ایک ہزار اڑتالیس ہجری میں اپنے والد کی حیات ہی میں ہوی ہے۔

	در عبارت چو گذشت از گ	ب	شیخ صالح لقب کرد فلک	ما

آپ کا مزار حضرت قطب عالم میں ہے کہ آپ سے اجازت و خلافت معنی محمد شفیع [illegible]

سنہ ۱۰۹۱ھ میں بمقام ہرگام پیدا ہوے اپنے والد ماجد کے تلمیذ رشید اور حضرت شیخ ابو العلی [illegible]

ابن مفتی سید اسمعیل ابن حضرت سید خضر ہرگامی کو تھی۔

حضرت دیوان عبدالرشید جونپوری

آپ کا نام محمد رشید کنیت ابوالبرکات اور لقب شمس الحق تھا۔ لوگ آپ کو قطب الاقطاب دیوان جیو کہا کرتے تھے۔ حنفی مذہب چشتی مشرب عثمانی نسب تھے۔ آپ کے والد بندگی مصطفےٰ جمال الحق بندگی شیخ محمد خلف حضرت بندگی شیخ نظام الدین امیٹھوی کے مرید تھے۔

آپ کی ولادت موضع بروند ضلع جونپور میں دسویں ذیقعدہ سنہ ایک ہزار ہجری میں ہوی۔ آپکے بچپن کے زمانہ میں حضرت شیخ عبدالجلیل لکھنوی بروند تشریف لے گئے تھے۔ آپ کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ لڑکا عالم عامل و عارف کامل ہوگا۔

آپ نے کتب مختصرات مختلف اساتذہ سے پڑھے اور متوسطات و مطولات اپنے ماموں مولانا شمس نور بروئی و استاد الملک ملا محمد افضل جونپوری سے۔ ملا محمود جونپوری آپ کے ہم سبق تھے۔ آپ کو اجازت حدیث حضرت شیخ نورالحق بن حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے تھی۔ آپ ہمیشہ طلبہ علوم کو درس دیا کرتے تھے اور اُن کی بڑی قدر فرماتے تھے حتی کہ وصال کے وقت وصیت کی تھی کہ جس پتھر پر طلبہ کی جوتیاں اُترتی ہیں میری قبر میں اُسی کا تختہ دیا جاوے۔ ایک روز کرامات کا ذکر پیش تھا فرمایا کہ میری کرامت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ جنات بھی مجھ سے پڑھتے ہیں اور مسخر ہیں۔

نو برس کے سن میں اپنے والد سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی اور اجازت و خلافت مع خرقہ بھی پای آپ اُن کے علاوہ اور بھی مشایخ وقت سے مستفیض ہوے۔ اصل خاندان تو چشتیہ ہے مگر قادریہ قلندریہ وغیرہ ہر خاندان کی نعمتوں سے آپ نے معتدبہ حصہ لیا تھا۔ حضرت مخدوم طیب بنارسی و حضرت میر سید شمس الدین کالپوی بخاری اور حضرت راجی سید احمد مجتبیٰ مانکپوری و حضرت شیخ تاج الدین جھوسی سے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کے مرید و خلیفہ تھے ۹۸۱ھ میں بعمر ۸۴ سال وفات پای اور اپنے منصوبہ باغ واقع موضع شفیع پورہ متصل ہرگام میں دفن ہوے ۱۲۔

اجازت وخلافت تھی۔

آپ بچپنے سے مجاہدہ وریاضت کے شایق تھے جب آپ کو اشغال قلندریہ کرنے کا شوق پیدا ہوا کو حضرت قطب العالم کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ ایک سال تک وزانہ حاضری دی۔ وہ بیشتر کھیتی کے کاموں میں مشغول ہوتے تھے۔ آپ اکثر دیکھا کرتے تھے کہ وہ ہل جوتتے وقت ایک طرف سے غائب ہوکر دوسری طرف نمودار ہوتے تھے ایسی اور بھی کرامتیں دیکھا کرتے تھے مگر مطلب عرض نہیں کرپاتے تھے اور نہ وہ آپ سے کچھ پوچھتے تھے بہت دنوں کے بعد پوچھا کہ کیوں آتے ہو آپ نے بیان کیا ارشاد ہوا کہ میں دن کو تعلیم نہیں کرتا یہ نہ فرمایا کہ شب کو آو یا نہ آو۔ اس روز سے شب کو حاضر ہونا اختیار کیا چونکہ شب کو گومتی کے پل کا پھاٹک بند ہوجاتا تھا اس لیئے آپ نے پیرنا سیکھا کچھ دنوں کے بعد انھوں نے آپ کو تعلیم وتلقین فرماکر سلاسل مداریہ وفردوسیہ کی اجازت عطا فرمای۔ آپ مرید ومجاز حضرت شاہ حلیم مانکپوری کے بھی تھے۔ حضرت قطب العالم کے زمانہ میں خود حضرت شاہ حلیم مانکپوری ان کی خدمت میں ذکر اسدی حاصل کرنے گئے۔ انھوں نے فرمایا کہ میں اب بہت ضعیف ہوگیا ہوں مجھ سے پوری طرح ادا ہونا مشکل ہے میں نے عبدالرشید کو اس کی تعلیم کی ہے ان سے لیلو شاہ حلیم مانکپوری واپس گئے اور جب سالانہ عرس میں دیوان صاحب ہاں حاضر ہوے تو ایک شب شاہ حلیم انکے حجرہ میں گئے وہ فرط ادب سے کھڑے ہوگئے اور تعجب سے پوچھا کہ حضرت نے اس وقت کیسے تکلیف فرمای جواب دیا کہ میں اس وقت تمھارے پاس طالب بن کر آیا ہوں۔ شیخ عبدالقدوس قلندر نے مجھے تمھارے پاس بھیجا ہے۔ دیوان صاحب نے ذکر کرکے ان کو دکھایا۔ انھوں نے اسے ادا کیا تو صرف ایک خفیف سی کسر باقی رہ گئی دیوان صاحب نے دوسری مرتبہ پھر ذکر کرکے دکھایا۔ دوسری بار جو شاہ حلیم صاحب نے ادا کیا تو دیوان صاحب سے بہتر ادا کیا۔

ظاہری درس وتدریس وباطنی رشد وہدایت دونوں کے سلسلے آپ سے خوب جاری ہوے۔ صوبہ بہار وبنگال وغیرہ میں آپ کا سلسلہ بہت شایع ہوا۔

آپ کے تصنیف یہ رسائل ہیں۔ رشیدیہ شرح شریفیہ۔ زاد السالکین۔ مقصود الطالبین۔ خلاصۃ النحو ترجمہ معینیہ۔ ہدایۃ النحو۔ مکتوبات صاحب خزینۃ الاصفیا کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے شیخ اکبر کی

تصنیف اسرار الخلوۃ پر بھی ایک بسیط شرح لکھی تھی۔

آپ شاعر بھی تھے۔ شمسی تخلص تھا۔ دیوان شمسی آپ کا ایک دیوان بھی ہے جس میں فارسی و اردو و ہندی تینوں طرح کا کلام ہے۔

آپکے خلفا چونتیس اصحاب تھے جن کے یہ اسماء ہیں۔ حضرت بدر الحق شیخ محمد ارشد خلف آنحضرت۔ حضرت شاہ محمد یٰسین صدیقی جانشین حضرت مخدوم طیب بنارسی۔ میر سید جعفر پٹنوی شاگرد رشید آنحضرت۔ سید قیام الدین گورکھپوری۔ شیخ مبارک محی الدین ساکن نردہ پرگنہ نظام آباد ضلع اعظمگڈھ۔ ملا نور الدین مداری جونپوری۔ ملا عبد المجید ساکن موہ۔ ملا عبد الشکور منیری۔ شیخ نصرت جمال ملتانی جامع گنج رشیدی۔ شیخ ضیاء الدین ساکن پھول پور ضلع الہ آباد۔ شیخ آیت اللہ۔ شیخ محب اللہ۔ شیخ عبد اللطیف بٹھن پوری۔ شیخ ہارون رشید ساکن فتحپور ہسوہ۔ میر محمد صادق جونپوری۔ سید محی الدین محمد آبادی۔ حاجی شیخ جلال جونپوری۔ ملا محمد نعیم ساکن بڈسراے۔ شیخ عبد الحی ساکن فتحپور ہسوہ۔ شیخ مرتضیٰ ابن شیخ عبد المجید مذکور۔ میر سید نور پٹنوی۔ شیخ عبد اللہ بنگالی۔ شیخ عبد الواحد شتاق فتحپوری۔ شیخ حبیب اللہ بہاری۔ میر سید سیف الدین مدیپوری۔ شیخ عبد الشکور جونپوری۔ شیخ عبد اللہ خویشگی۔ میر سید نور ساکن پورنیہ۔ میر محمد غوث ساکن موضع ڈدول۔ قاضی محمد مودود جونپوری شیخ غلام محی الدین متوکل جونپوری شیخ محمد نصیب منیری۔ میر سید محمد اسمٰعیل سوالی۔ راجی سید صدر الدین مانکپوری۔

آپ کی وفات بعمر تراسی سال نویں رمضان المبارک روز جمعہ بوقت نماز صبح سنہ ایک ہزار تراسی میں ہوی۔ مزار رشید آباد محلہ جونپور میں ہے راقم بھی زیارت مزار سے مشرف ہوا ہے۔

حضرت بدر الحق شیخ محمد ارشد

آپ کی ولادت سنہ ایک ہزار اکتالیس ہجری میں ہوی۔ حضرت دیوان جی نے آپ کی تاریخ ولادت ابی الکشف محمد ارشد لکھی اور بدر الحق لقب عنایت کیا۔ کتب صرف و نحو آپ نے ملا عبد الشکور منیری سے اور کچھ کتابیں شرح جامی و میزان المنطق وغیرہ ملا نور الدین مداری جونپوری سے اور چند سبق اپنے چچا شیخ محمد ولید

سے اور چند سبق تہذیب وقطبی وشرح ہدایۃ الحکمۃ کے استاد الملک سے پڑھے اور باقی کتب درسیہ وتصوف اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ بلکہ ہر طرح کی تعلیم وتربیت انھیں سے پائی۔ آپ کو اکثر اشغال واذکار کی تعلیم انکے علاوہ اور بزرگان دین سے بھی اویسی تھی بائیس سال کی عمر میں سلسلہ چشتیہ احمدیہ میں اپنے والد کے مرید ہوئے اور اجازت وخلافت پائی۔ ہر بات میں انھیں کے قدم بقدم تھے۔ آپکے تیئس خلفاء تھے جنکے نام یہ ہیں۔ حضرت قمر الحق شاہ غلام رشید۔ نبیرۂ آنحضرت۔ سید حبیب اللہ پٹنوی۔ شیخ امین الدین جونپوری خواہرزادہ آنحضرت۔ حضرت غریب الحق افضل الزمان تخلص بوحدت بنارسی۔ شیخ عبداللہ ساکن میدنی پور۔ ابو البیقا قاضی نور اللہ مدنپوری۔ شیخ فیض اللہ ابن شیخ حبیب اللہ منیری۔ میر سعد اللہ عرف سید مداری ساکن لپسونڈ مضاف علی گنج سیوان۔ سید محمد باقر ولد میر جعفر پٹنوی۔ میر محمد اسلم ولد میر جعفر۔ ملا شیخ معین الدین منیری۔ شاہ حبیب اللہ بہاری از اولاد مخدوم یحییٰ منیری۔ سید منصور بنگالی۔ شیخ محمد ماہ منیر۔ شیخ ہدایت اللہ بردونی شیخ محمد یحییٰ جونپوری۔ سید شاہ سیف الحق بدر الدین مچھلی شہری۔ ملا شیخ محمد ماہ دیوگامی۔ شیخ خیر اللہ جونپوری شیخ نور محمد دہلوی۔ شیخ عطاء اللہ ناصحی۔ شیخ شکر اللہ جامع گنج ارشدی۔ شیخ جان محمد صالح جونپوری جنکے خلیفہ شاہ محمد باقی متوکل جونپوری ہوئے۔

آپ شاعر بھی تھے والہ تخلص تھا آپ کی وفات بعمر بہتر سال چوبیس جمادی الآخر سنہ گیارہ سو تیرہ ہجری میں ہوئی۔ آپ کا مزار اپنے والد بزرگوار کے پائیں ہے۔

حضرت قمر الحق شاہ غلام رشید

کنیت ابی الفیاض اور لقب قمر الحق آپ کی ولادت آٹھ ربیع الاول روز سہ شنبہ وقت صبح سنہ ایک ہزار چھیانوے ہجری میں ہوئی چونکہ آپکے والد شیخ محب اللہ خلف اصغر حضرت بدر الحق کا انتقال عین شباب میں انھیں کے سامنے ہوگیا تھا اس لیئے جد بزرگوار نے آپ کو اپنا لڑکا بنایا تھا۔ چودہ روز کے تھے جب آپکی والدہ نے انتقال کیا اور جب ایک سال چار مہینہ کے ہوئے تو والد نے انتقال کیا ابتدائی کتابیں مختلف لوگوں سے پڑھیں اور علم منطق کا درس دینا۔ چونکہ حضرت بدر الحق نے ترک کردیا تھا۔ لہذا

ملا محمد جمیل جونپوری سے پڑھا اور باقی کتابیں اپنے جد بزرگوار ہی سے پڑھیں۔ آپ نے اپنے نواسہ شاہ حیدر بخش کے لیے رسالہ درایۃ النحو کی شرح نہایت بسیط لکھی تھی جس کا نام نحویہ حیدریہ ہے آپکو بیعت و اجازت و خلافت انھیں سے تھی سترہ سال کی عمر میں ۱۱۲۱ھ انھوں نے خلافت دی اور ایک شخص کو جو مرید ہونا چاہتا تھا آپ ہی کا مرید کرایا اور بعد اس کی بیعت کے آپ کو مبارکباد دی۔ تمام اذکار و اشغال آپ نے انھیں سے سیکھے۔

آپکے خلفا چالیس سے زاید ہوے جن میں سے چند یہ حضرات تھے حضرت شاہ حیدر بخش نواسہ آنحضرت شاہ اسد اللہ مخلص بنارسی ملقب باسرالحق حضرت شاہ فصیح الدین ملقب بہ محبوب الحق جونپوری داماد آنحضرت شاہ غلام شرف الدین ملقب بہ برہان الحق جامع گنج فیاضی و برہان الاسرار۔ میر سید ابراہیم پٹنوی حضرت شاہ غلام بدر و شاہ عزیز الحق پسران شاہ وجیہ الدین از فرزندان حضرت شیخ یحیی منیری۔ شیخ غلام اسد اللہ نبیرہ شیخ غلام حسن جانشین حضرت شاہ یٰسین خلیفہ مخدوم طیب بنارسی۔ شیخ محمد نافع۔ شیخ فیض اللہ از اولاد حضرت نور قطب عالم پنڈوی۔ حضرت ضیاء الحق۔ میر سید غلام جعفر پٹنوی۔ میر سید محمد مہدی جعفری۔ میر سید محمد علی راجگیری۔ میر سید موسیٰ راجگیری۔ ملا شیخ معین الدین منیری۔ شیخ محمد سلیم منیری۔ شیخ محمد باقر بہاری۔ شیخ احمد اللہ بہاری۔ میر رضی الدین پٹنوی۔ سید حبیب اللہ پٹنوی قاضی نور اللہ مدنپوری۔ ملا محمد نعیم پھلپوری۔ میر سید نور الدین سادات پوری۔ قاضی محمد شفیع۔ شیخ عزیز اللہ بنارسی حبیب الحق شاہ مراد بنارسی۔ میر سید احمد اللہ۔ شیخ بدیع الدین ناصحی جونپوری۔ شیخ پیر محمد ساکن کراکت۔ آپ کی وفات پانچ ماہ صفر سنہ گیارہ سو ستر سٹھ ہجری میں ہوی۔ آپ کا مزار رشید آباد میں پائیں مزار حضرت بدر الحق ہے ایک صاحبزادی کے سوا چونکہ آپ کے کوی اور اولاد نہ تھی اسلیے حضرت محبوب الحق شاہ فصیح الدین آپکے جانشین ہوے۔

حضرت محبوب الحق شاہ فصیح الدین

آپ کے دادا ملا محمد جمیل جونپوری علمای عہد عالمگیری سے تھے نسبا آپ صدیقی ہیں۔ آپکے

والد کا نام مولوی رضی الدین تھا۔ آپ نے تحصیل علوم اپنے جد بزرگوار سے کی اُن کے بعد تعلیم و تربیت حضرت شاہ اسد اللہ ملقب بہ اسیر الحق مخلص بنارسی سے پائی حضرت قمر الحق کے مرید و خلیفہ و داماد تھے آپ کا لقب محبوب الحق تھا۔ ایک بار آپ رشید آباد گئے اور حضرت دیوان جی کے مزار کے قریب نماز چاشت پڑھ کے دعا میں مشغول ہوئے ناگاہ حضرت قمر الحق کے مزار سے انت محبوب الحق کی آواز سُنائی دی۔ آپ متحیر ہوئے پھر یہ سمجھے کہ اس احاطہ میں بہت سے بزرگان دین آسودہ ہیں کسی کی طرف خطاب ہوا ہوگا۔ اتنے میں پھر آواز آئی کہ انت محبوب الحق اور مزارات حضرت دیوان جی و حضرت بدر الحق اور در و دیوار سے یہی آواز آنے لگی۔ بنارس و دیوگام و کراکت و جونپور کے لوگ مرید تھے۔ آپکے اشعار بہت فصیح ہوتے تھے۔ غزل۔ رباعی۔ قطعہ۔ مثنوی۔ ہر صنف میں کلام موجود ہے۔

آپکے خلفا یہ حضرات ہوئے شاہ غلام قادر۔ شاہ واجد الدین و شاہ ماجد الدین شاہ غلام اسد اللہ ساکن مصطفےٰ آباد ضلع سارن۔ شاہ منیر الدین خلف شاہ واجد الدین۔ دیوان سید مفضل علی پسر دیوان سید کرامت اللہ سرائے میری صاحب سجادہ حضرت سید علی قوام شاہ عاشقان جو اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے لیکن آپ کے مجاز و خلیفہ و داماد تھے۔ شیخ محمد طٰہٰ لکھنوی۔ شیخ کرم علی جونپوری سید فقیر اللہ جونپوری شاہ لطف اللہ بردوتوی۔ شاہ حسن علی ساکن کراکت ضلع جونپور میر مسیر رحم علی ساکن کھجوہ ضلع سارن۔ مولوی شاہ حبیب الدین پسر آنحضرت۔ شاہ غلام طیب مرید حضرت قمر الحق۔

آپ کی وفات چھبیس شعبان سنہ بارہ سو ہجری میں ہوئی رشید آباد میں حضرت شاہ امیر الدین کے حظیرہ میں مشرق جانب آپ کا مزار ہے۔

حضرت نور الحق شاہ حیدر بخش

حیدر بخش نام قطب الدین و نور الحق لقب تھا۔ حضرت شاہ محبوب الحق کے صاحبزادہ اور حضرت قمر الحق کے نواسہ تھے۔

آپ کی ولادت سنہ گیارہ سو چون ہجری میں ہوی - چونکہ جناب امیر کرم اللہ وجہہ نے خواب میں حضرت قمر الحق کو آپکی ولادت کی بشارت دی تھی اسلیئے حیدر بخش نام رکھا گیا حضرت قمر الحق کے آپکی والدہ کے سوا اور کوی اولاد نہیں تھی اسلیئے انھوں نے آپکو فرزندی میں لیا اور اپنی وفات سے چار سال قبل ۱۱۶۳ھ میں صغر سنی ہی میں اپنا مرید و جانشین کیا اور خرقہ معہ اجازت سلاسل عطا کیا - نور الحق کا لقب آپ کو دربار رسالت سے عطا ہوا -

آپ کو تعلیم و تلقین حضرت قمر الحق و حضرت محبوب الحق ہی نے کی تفصیل اساتذہ معلوم نہیں ہوی - لیکن فخر تلمذ آپ کو مولانا عبد القادر قلندر جونپوری خلیفہ حضرت سیدنا شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی سے بھی تھا -

آپ کو شعر و سخن کا بھی مذاق تھا علاوہ فارسی کے اُردو میں بھی کچھ کلام ہے -

آپکے خلفاء یہ حضرات ہوے - حضرت قیام الحق شاہ امیر الدین - سید غلام جیلانی ساکن ولاور پور ضلع سارن - شاہ غلام حسن - شاہ محمد حمید راجگیری - سید شاہ عنایت کریم - سید سجاد علی جعفری - سید جعفر علی پٹنوی - سید غلام غوث گورکھپوری - شاہ بشارت علی جونپوری - شاہ رمضان علی - سید مخدوم علی - سید شاہ معصوم علی -

آپ کی وفات بعمر ستر سال شب پچیس شوال روز دوشنبہ سنہ بارہ سو چوبیس ہجری میں ہوی - محلہ بارہ ٹکیہ حیدری پرگنہ بارہ ضلع سارن میں آپ کا مزار ہے -

حضرت قیام الحق شاہ امیر الدین

آپ کا دوسرا نام محی الدین ہے - کتب درسیہ اپنے چچا مولوی شاہ حبیب الدین و دیگر اساتذہ سے پڑھ کر فراغ حاصل کیا - آپ کو بیعت و اجازت و خلافت اپنے والد حضرت شاہ نور الحق ہی سے تھی - آپکے خلفاء یہ حضرات ہوے - سید محمد قاسم صاحب سجادہ حضرت شاہ محمد حمید راجگیری - مولوی شاہ واجد علی ولد شاہ رمضان علی - سید شاہ مخدوم علی ابن سید شاہ معصوم علی - شاہ ولی بخش خلف آنحضرت حضرت شاہ غلام معین الدین عرف شاہ امید علی خلف آنحضرت - شیخ قنبر حسین رئیس قصبہ سکندر پور

ضلع بلیا۔ سید حسین علی جعفری۔ مولوی معشوق علی جونپوری۔ آپ کی وفات شب نہم ماہ محرم الحرام سنہ بارہ سو ہینسٹھ ہجری میں ہوی اور بروز عاشورا رشید آباد میں اپنے جد بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوے

حضرت ابوالخیر شاہ غلام معین الدین

آپ کا عرفی نام شاہ امید علی تھا۔ آپ نے کتب درسیہ مولوی سخاوت علی جونپوری و مولوی محمد شکور مچھلی شہری شاگرد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔ و مولوی رشید الدین خاں دہلوی سے پڑھ کر فراغ حاصل کیا۔ آپ کو بیعت و اجازت و خلافت اپنے والد سے تھی اور سلسلہ زاہدیہ کی اجازت حضرت شاہ بدرالدین بدر عالم سے ملی۔ آپ صوفی بے بدل تھے اخفا و کتمان مزاج میں بہت تھا۔ ریا و حب جاہ سے نفرت تھی۔

آپکے خلفا یہ حضرات ہوے۔ حضرت شاہ عبدالعلیم سکندرپوری متخلص بآسی سید شاہ شاہد حسین راجگیری سجادہ نشین سید محمد قاسم راجگیری۔ سید واجد علی شاہ سبزپوش گورکھپوری۔ سید خورشید علی مبرپوش گورکھپوری۔ سید شاہ سراج الدین مردان شاہ ولایتی۔ مولوی بندہ حسن۔ سید شاہ محمد سجاد بہاری سجادہ نشین خانقاہ جعفری۔ سید عبدالعلی متوطن سادات پور ضلع سارن۔ سید حافظ تصدق حسین برادر سید عبدالعلی مذکور۔

آپ کی وفات سولہ ذی الحجہ سنہ تیرہ سو سات ہجری وقت نماز مغرب مابین فرض و سنت ہوی آپکا مزار اپنے جد بزرگوار کے پہلو میں بمقام بارہ تکیہ حیدری پرگنہ بارہ ضلع سارن میں ہے چونکہ آپ کے کوی اولاد نہ تھی اس لیئے آپ نے آیندہ امید اجراے سلسلہ سجادہ نشینی منقطع ہوتے دیکھ کر شاہ سراج الدین ابن مولوی قاضی محمد ناصر ابن مولوی قاضی باسط علی نواسۂ حضرت قیام الحق شاہ امیر الدین کو بعمر ستہ سال مرید کر کے اجازت و خلافت معہ تولیت و سجادہ نشینی بخشی مگر افسوس کہ انکی عمر نے وفا نہ کی۔ اور انھوں نے بعارضہ چیچک چوبیس سال کی عمر میں سات ماہ ذیقعدہ سنہ تیرہ سو چودہ ہجری میں انتقال کیا۔ انکے بعد آپکے جانشین حضرت شاہ عبدالعلیم آسی سکندرپوری ہوے۔

حضرت شاہ عبدالعلیم آسی سکندر پوری

ابن شیخ قنبر حسین سکندر پوری ولادت آپ کی اُنیس شعبان ۱۲۵۰ھ میں ہوئی آپ کے والد نے تاریخی نام خلیل اشرف رکھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے نانا مفتی احسان علی مرحوم سے پائی پھر ۱۲۶۵ھ میں خانقاہ رشیدیہ میں بغرض تکمیل تعلیم آکر قیام کیا اور حضرت شاہ غلام معین الدین اپنے پیر و مرشد سے پڑھنا شروع کیا قطبی تک اُن سے پڑھا پھر جب مدرسہ حنفیہ وہاں قائم ہوا اور مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی مدرس ہوئے تو اُن سے پڑھا اور تکمیل علوم کی۔

آپ اپنے پیر و مرشد کے نہایت مقبول و نظر یافتہ تھے۔ تمام سلاسل کی اجازت و خلافت اُن سے حاصل تھی۔

تصانیف آپ کے یہ رسائل ہیں سراج الصرف۔ فوائد صدیقیہ در نحو۔ فوائد جوہریہ در منطق۔

آپ شاعر بھی بہت بڑے تھے۔ آپ کے کلام کا مجموعہ موسومہ بہ عین المعارف چھپ گیا ہے آپ کے بھی کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی۔

مجاز و خلفاء یہ حضرات ہوئے حضرت سید شاہ شاہد علی سبز پوش گورکھپوری سجادہ نشین حال خانقاہ رشیدیہ۔ حکیم عبدالعزیز بہاری۔ حکیم نذیر احمد بہاری۔ سید شاہ لیاقت حسین۔ حافظ وارث علی۔ شاہ عبدالحق ظفر آبادی۔ شاہ محمد سلیم۔ حافظ محمد عظیم الدین بنگالی۔ مولوی صابر علی بنگالی۔ مولوی عبدالسبحان غازی پوری مفتی محمد وحید قادری۔ شاہ محمد فصیح غازیپوری۔ شیخ محمد منیر معصوم پوری۔ شاہ محمد ادریس رسول پھلواروی۔ شاہ ذاکر حسین چوکی قتال پوری۔ مولوی عبدالرحیم۔ مولوی محب اللہ غازی پوری۔ مولوی سید محمد فاخر بیخود اجلی الہ آبادی۔

آپ کی وفات بعمر پچاسی سال بتاریخ ۲ ماہ جمادی الاولیٰ روز یکشنبہ ۱۳۳۵ھ ہوئی۔ مزار آپ کا غازی پور محلہ نورالدین پورہ میں ہے۔

نفحۂ ہشتم

ذکر حضرت سید العرفا محیؑ الدین ثانی شاہ مجتبیٰ

معروف بشاہ مجا قلندر لاہروی

آپ کا نسب پدری اٹھائیس واسطوں سے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے حضرت شاہ مجتبیٰ ابن شاہ مصطفےٰ ابن شاہ امین الدین بن شاہ عبد الرحمن جانباز قلندر بن شاہ علاء الدین چرمینہ پوش بن شاہ عطاء اللہ بن شاہ ظہیر الدین بن شاہ خیر الدین بن شاہ ظہیر الدین بن سلطان التارکین مولانا شاہ سلیمان مستنجدی کنتوری ابن امیر عبد اللہ بن مستنجد باللہ ابن مقتفی باللہ بن مستظہر باللہ بن مقتدی باللہ بن محمد بن قائم بامر اللہ بن قادر باللہ بن اسحاق بن مقتدر باللہ بن معتضد باللہ بن موفق باللہ بن متوکل علی اللہ بن معتصم باللہ بن ہارون رشید بن محمد مہدی بن ابی جعفر منصور بن محمد بن علی بن عبد اللہ ابن عباس ابن عبد المطلب۔

اور نسب مادری کئی طرح سے حضرات ائمہ علیہم السلام تک پہونچتا ہے اولاً تو ایک صاحبزادی حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی اولاد سے امیر عبد اللہ کو بیاہی تھیں جن سے مولانا سلیمان پیدا ہوئے ثانیاً والدۂ شاہ عطاء اللہ سید مفاخر الدین کنتوری بن ابو طالب بن محمد محروق بن ابو القاسم حمزہ بن حمزہ بن حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔ ثالثاً سیدہ راے ملک والدۂ شاہ امین الدین سید الہدیہ شہید سا ماتی کی صاحبزادی تھیں۔ جو حضرت زید شہید کی اولاد میں تھے۔

آپ کی ولادت سنہ ایک ہزار اکیس ہجری میں ہوئی اٹھارہ برس کے سن تک اپنے ماموں حضرت شیخ ابو سعید بن حاجی عبد اللطیف کے سایہ عاطفت میں رہ کر تعلیم و تربیت پائی پھر لکھنؤ میں

ملا عبدالقادر[۱] فاروقی سے کتب درسیہ پڑھیں۔ ہدایہ کے درس کے زمانہ میں ایک روز اثنا ئے مطالعہ میں یہ آواز سنی کہ مجاکتاب را بیداز و خدا را بشناس۔ مگر کہنے والا نظر نہ پڑا مطالعہ میں مشغول ہو گئے پھر دوبارہ آواز آئی آپ نے ڈھونڈھا جب کوئی نہ ملا تو پھر مطالعہ کرنے لگے تیسری بار پھر آواز آئی اس بار آپ سمجھے کہ یہ آواز منجانب اللہ ہے اس خیال سے اتنا متاثر ہوے۔ کہ پڑھنے سے دل سرد ہو گیا ہر چند ملا صاحب نے روکا لیکن نہ رُکے اور لاہر پور چلے آئے پھر یہاں سے حضرت شاہ میر لاہوری کے مرید ہونے کے قصد سے لاہور روانہ ہوے ہنڈول نواح شاہجہاں آباد تک پہونچے تھے کہ آندھی آگئی پانی برسنے لگا مجبورًا ایک درخت کے نیچے ٹھہر گئے اس اثنا میں دور سے کچھ لوگ آتے نظر پڑے ایک نے آکر کہا کہ اٹھو حضرت میر آتے ہیں۔ آپ حضرت میر لاہوری کو سمجھے اُس نے کہا نہیں حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی تشریف لاتے ہیں آپ نے دوڑ کر قدمبوسی کی۔ اُنھوں نے فرمایا کہاں جاتے ہو۔ جاو جونپور میں شاہ عبدالقدوس کے جاکر مرید ہو۔ آپ نے عرض کیا کہ اب میں کہیں نہ جاؤں گا آپ ہی تعلیم فرمایئے اُنھوں نے شغل دائرہ غوثیہ تعلیم کر کے فرمایا کہ تمھارا کشود کار اُنھیں سے ہوگا۔ آپ وہیں سے چل کھڑے ہوے جب جونپور میں گومتی کے کنارے پہونچے تو کشتی نہ تھی مجبورًا بیٹھ گئے اتنے میں ایک شخص آیا اور آپ سے پوچھا کہ کس خیال میں بیٹھے ہو آپ نے بتایا اُس نے کہا کہ دریا تو پایاب ہے میں اُترتا ہوں تم بھی میرے ساتھ آو یہ کہہ کر دریا میں اُترے دریا کا پانی گھٹنوں تک تھا جب عبور کر چکے تو اُس نے ایک روٹی آپ کو دی آپ نے کھا کر پانی پیا پھر وہ راستہ بتا کر غائب ہو گیا۔ وہاں حضرت قطب العالم بار بار اٹھ کے ٹہلتے اور فرماتے تھے کہ نبیرہ بندگی میاں یعنی امام جانباز اپنے جد کی نعمت لینے آتا ہے۔ جب آپ پہونچے تو وہ ٹہل رہے تھے جاکر قدمبوسی کی اُنھوں نے بہت شفقت فرمائی۔

آپ اُن کی خدمت میں اٹھارہ روز رہے اور بیعت کر کے اذکار سلاسل قلندریہ و قادریہ و چشتیہ

---

[۱] یہ حضرت بندگی جعفر اٹھوی کے مرید تھے اور وہ اپنے والد حضرت بندگی نظام الدین و حضرت شیخ عبدالرزاق ابن خاصہ خدا خلیفہ حضرت شاہ عبدالسلام قلندر کے خلیفہ تھے علاوہ حضرت سید العرفا کے اور بھی بڑے بڑے حضرات حضرت شاہ پیر محمد لکھنوی حضرت سید حسن سولنا و ملا قطب الدین شہید سہالوی وغیرہم انکے شاگرد تھے ان کا مفصل حال بحر زخار میں موجود ہے ۱۲۔

سیکھے ایک روز بوجہ شدت محنت ذکر آپ کو خون کی قے ہوگئی اسی روز سے مرض سل جو مدتوں سے آپ کو تھا جاتا رہا۔ اُس وقت حضرت قطب العالم کی عمر تقریباً ایک سو دس سال کی تھی۔ حجۃ العارفین میں ہے کہ

من بخدمت۔ شیخ عبدالقدوس قدس سرہ مشرف شدم وے صد و دہ سالہ بودہ باشد لیکن منتظر من بود چوں ملازمت نمودم بسیار شاد شدہ فرمود کہ منتظر تو بودم بروقت رسیدی و بتربیت من مشغول شد۔

اول مرتبہ حاضری میں آپ اٹھارہ روز رہے دوسری بار سات روز تیسری بار ایک ہفتہ سے کم۔ فرماتے تھے کہ بوجہ حضرت قطب العالم کے منتہی ہونے کے مریدین اُن سے کم فیضیاب ہوتے تھے جو شخص حاضر ہوتا اُس سے فرماتے کہ مجتنی لاہرپوری کے پاس جاؤ میں اب بڈھا ہوا اور وہ ابھی جوان ہے۔ جب آپ چلنے لگے تو انھوں نے فرمایا کہ مجکو کیمیا کا نسخہ معلوم ہے تم بھی اطمینان قلب کے لیئے سیکھ لو ضرورت پر کام دے گا عرض کیا کہ جو حقیقی کیمیا تھی وہ آپ نے مجکو بتادی اب اور کسی کیمیا کی ضرورت نہیں وہ بہت خوش ہوے اور فرمایا کہ مجا میاں تم مجھ کو بھی بڑھ گئے میں نے سیکھی مگر کبھی بنائی نہیں تم سیکھنا ہی نہیں چاہتے۔ آپ کو رخصت کرتے وقت اُنھوں نے اپنی آستین جھاڑ دی تھی یعنی کہ تم میرے آخری خلیفہ ہو پھر آپ لاہرپور آئے اور آبادی سے باہر ایک مختصر مکان بنا کر رہنے لگے۔

آپ کا عقد اپنے اموں حضرت شیخ ابوسعید کی صاحبزادی سے ہوا تھا جن سے قبل آپ کے مرید ہونے کے ایک صاحبزادی پیدا ہوئی تھیں جو سید حفیظ اللہ ہرگامی کو بیاہی گئیں اُن سے ایک صاحبزادی ہوئیں جن کی اولاد میں سادات ہرگام ہیں۔ ایک روز آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ میری قسمت میں ایک لڑکا ہے اگر دوسری شادی کروں تو ہو مگر تم ناخوش ہوگی لہذا بہتر یہ ہے کہ میں بھی خدا کی یاد میں رہوں اور تم بھی۔ پھر حویلی سے قریب مکان بنوا کر وہیں تشریف لے آئے اور ریاضات و مجاہدات میں مصروف ہوے اور باتفاق رائے فرزندان حضرت قطب جہاں خانقاہ جانبازیہ کے وارث و مالک ہوے۔

مراد المریدین میں ہے کہ حضرت قاضی مینا قلندر مہو نوی فرماتے تھے کہ آپ سخت جاڑے کی راتوں میں بوجہ انتہا حرارت ذکر اندر گھر سے نکل کر دالان کے سامنے پختہ چبوترہ پر ننگے پیر ٹہلا کرتے تھے میں بھی آپ کے ساتھ ٹہلتا تھا۔ آپ شفقت سے فرماتے تھے کہ مینا میاں تم کیوں تکلیف اٹھاتے ہو۔ میں عرض کرتا تھا کہ حضور ایسی سردی میں کوئی بھی اپنے گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ اور آپ اس شبنم سے تر پختہ چبوترہ پر ننگے پیر ٹہلتے ہیں۔ بھلا میں کیسے گوارا کروں تب آپ اندر جاتے تھے پھر جب ذکر کی گرمی سے بیتاب ہو جاتے تھے تو پھر آکر ٹہلنے لگتے تھے۔

نیز وہ فرماتے تھے کہ ایک بار چاندنی میں آپ نے مجھ سے فرمایا کہ مینا میاں باغ کی سیر کرآؤ۔ میں متعجب ہوا کہ برسات کا موسم ہے اور سیر کا یہ وقت نہیں یہ آپ کیا فرماتے ہیں لیکن میں گیا اثناء سیر میں دو گلاب کے پھول دکھائی دیے مجھے تعجب ہوا کیونکہ میں اس خیال سے کہ فصل تو ختم ہو چکی تھی مگر اس میں بھی کوئی بھید ہو گا دونوں پھول توڑ لیے اور لے آیا۔ آپ نے فرمایا کہ رکھ لو صبح کو مولوی بہار الدین آپکے مرید اور میرے استاد محمد شاکر طالب علم کو لے کر آئے آپ کا معمول تھا کہ بعد نماز فجر چادر اوڑھ کر شغول لیا کرتے تھے۔ مولوی صاحب کے آنے پر اٹھ بیٹھے اور غصہ ہو کر مجھ سے فرمایا کہ ایک پھول محمد شاکر کو اور ایک مولوی کو دو۔ اور ان سے فرمایا کہ محمد شاکر کے طفیل میں تم بھی لو پھر لیٹ گئے بوجہ خوف کے انکے چہرے زرد ہو گئے جب رخصت ہو کر اٹھے تو میں حسب معمول دروازہ تک ان کو پہونچانے گیا اور خوف کی وجہ پوچھی انھوں نے کہا کہ راستہ میں محمد شاکر نے مجھ سے کہا کہ اگر حضرت آج مجھے بے فصل گلاب کا پھول دیں تو معتقد ہو جاؤں میں نے کہا کہ کمبخت اولیاء اللہ کا امتحان کرنا چاہتا ہے دور ہو میرے ساتھ نہ چل شاید مجکو بھی معتوب کرانا چاہتا ہے۔ پھر وہاں جو کچھ گذرا وہ تم نے بھی دیکھا مگر خیریت ہوئی کہ میں بچ گیا۔ میں نے کہا کہ حضرت کو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا۔ مجکو رات ہی باغ بھیجکر پھول منگوا رکھے تھے۔

اُن کا دستور تھا کہ آپکے خوابگاہ میں جانے سے کچھ دیر قبل وہ آپ کی چارپائی بچھاتے اور بچھونا جھاڑ کر بچھا دیا کرتے تھے۔ دستور کے موافق ایک روز گئے تو ایک اجنبی کو بچھونا بچھاتے دیکھا جب وہ قریب گئے تو وہ شخص کوٹھری میں چلا گیا آپ دیکھ رہے تھے فرمانے لگے کہ کوٹھری کا دروازہ بند کر دو۔

گروہ خوف کی وجہ سے بند نہ کر سکے۔ آپ نے فرمایا کہ خوف نہ کرو بند کر دو۔ اُنھوں نے کیواڑہ پر ہاتھ تو رکھا مگر پھر بھی شدت خوف سے بند نہ کر سکے۔ تب آپ نے اُٹھ کر اُن کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور تسلی دی اور خود کنڈی چڑھا دی اُنھوں نے کچھ دیر کے بعد پوچھا کہ یہ اجنبی کون تھا آپ نے فرمایا کہ یہ جن ہے جو میری خدمت کے لیئے رہتا ہے۔

ایک روز وہ آپ کے حجرہ میں گئے تو اُسے بہت معطر پایا۔ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک پری نہایت حسین و جمیل بہ لباس فاخرہ میرے پاس آئی تھی اس قدر نازک تھی کہ جب اس فرش پر بیٹھ نہ سکی تو اس کی خادمہ نے نہایت نرم فرش بچھا دیا اُس نے مجھ سے کہا کہ میں فلاں جن کی لڑکی ہوں میرے باپ نے میری بہن کو عظیم آباد کے فلاں بزرگ کی خدمت کو بھیجا۔ اُنھوں نے اُس کو قبول کر کے وضو کرانے کی خدمت سپرد کی اور مجکو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ اگر قبول کر لیجئے تو زہے نصیب میں نے کہا کہ مجھ سے ایک ہی کا بار نہیں اُٹھتا تم کو لے کر کیا کروں پندرہ سال سے گھر نہیں گیا۔ پھر کہاں میں کہاں تم میں خاکی تم آتشی اُس نے بہت اصرار کیا مگر میں نے نہ مانا آخر مایوس ہو کر چلی گئی۔ یہ اُسی کے کپڑوں کی خوشبو ہے۔

ایک بار عامل لاہرپور نے باشندگان لاہرپور پر بہت ظلم کیا۔ آپ نے سلطان شہاب الدین شاہجہاں کو لکھ بھیجا کہ محال لاہرپور کی طرف سے شحنہ دہلی کو معلوم ہو کہ تو نے جس عامل کو بھیجا ہے وہ سخت ظالم ہے اگر اس کو بدل دے تو بہتر ہوگا ورنہ تیرے عوض میں دوسرے کو مقرر کر دوں گا یہ رقعہ دیکھتے ہی اُس نے فوراً عامل کو معزول کر دیا۔

مراۃ المریدین میں ہے کہ حاکم لاہرپور آپ کا مخالف ہوگیا۔ ایذا رسانی کے درپے ہوا۔ یہاں تک کہ ایک بار آپ پالکی پر سوار کہیں تشریف لیئے جا رہے تھے اُس نے چند سوار گھات میں لگا رکھے تھے وہ آپ کی سواری دیکھ کر نیزے لیکر آپ پر حملہ آور ہوئے جب قریب پہونچے تو اُن پر خود بخود ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ گھوڑوں سے اُتر کر قدمبوس ہوئے اور معذرت کی جب حاکم کی مخالفت اس حد تک بڑھی تو آپ نے حضرت قاضی بینا قلندر کو دعا پڑھنے کو بتائی۔ تین ہی روز اُنھوں نے پڑھی تھی کہ وہ

معزول ہو گیا۔

ایک مرتبہ لاہرپور میں شاہ حسین ڈھڈھہ کی مجلس عرس میں آپ تشریف لے گئے اور مجمع مشایخ میں بیٹھے مسئلہ وحدت الوجود پر گفتگو ہونے لگی۔ ہر شخص اپنی سمجھ کے موافق بیان کر رہا تھا۔ آپ ساکت تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کیوں چپ ہیں کچھ آپ بھی کہئے۔ آپ اُٹھے اور اپنا مصلّٰے آگ پر بچھا کے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ وحدت وجود اس کو کہتے ہیں۔

ایک بار آپ ردولی تشریف لے گئے مگر کسی وجہ سے حضرت مخدوم عبدالحق ردولوی کے مزار پر جانے کا اتفاق نہ ہوا وہاں کے ایک بزرگ نے دیکھا کہ حضرت مخدوم کی طرف سے ایک تلوار نکلی اور آپ کی طرف سے سات تلواریں مگر اُنھوں نے صلح کرادی۔ آپ کی طرف سات تلواریں حضرت امام سلیمان سے امام عبدالرحمٰن جانباز تک تھیں۔ کہ سات پشت سے سب قطب و غوث ہوتے آئے تھے۔ یہ واقعہ آپ نے خود مناقب الخلفا میں لکھا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے حضرت شاہ ابونجیب قلندر راہٹوی سے فرمایا کہ شاہ حمید ابدال سے میرا سلام کہہ دینا وہ اُس وقت تک ابدال مشہور نہیں تھے منغص ہو کر کہنے لگے کہ کیا خوب اپنی قطبیت چھپاتے ہیں اور میری ابدالیت ظاہر کرتے ہیں۔ اُس روز سے وہ شاہ حمید ابدال کہے جانے لگے۔ یہ بزرگ قصبہ بھلول کے باشندہ اور حضرت شاہ میر لاہوری کے مرید تھے۔

نقل۔ بہرائچی نام ایک حجام آپ کی خدمت میں تھا ہر سال بہرائچ کے میلہ میں جایا کرتا تھا۔ ایک بار آپ نے اُس سے کہا کہ ہر سال جانے کی کیا ضرورت اب کی بار نہ جاؤ۔ اُس نے نہ مانا۔ فرمایا کہ اچھا جاؤ سالار مسعود غازی تم کو ملیں گے اُن سے بعد سلام کے میرا یہ پیام کہنا کہ کیوں اس قدر سب کو تکلیف دیتے ہو وہ بہرائچ گیا میلہ کے ہجوم میں اُسے ایک سبز پوش سوار ملے اور کہنے لگے کہ میں ہی سالار مسعود غازی ہوں وہ قدمبوس ہوا اور آپ کا پیام عرض کیا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ مجیب اللہ لاہرپوری سے کہہ دینا کہ تمھارے رو کے ایک آدمی نہ رُکا میں کیسے اتنے ہزاروں آدمیوں کو روکوں۔

لکھنؤ کا کوئی امیر آپ کا مرید تھا کسی دشمن نے اُس کی ہلاکی کے لیے دعا سیفی پڑھوائی۔

ختم دعوت کے روز وہ امیر اپنے یہاں چمن میں بیٹھا ہوا تھا کہ دیکھا ایک تلوار آسمان سے چلی آرہی ہے۔ اُسی وقت آپ کی برزخ شریف آکر امیر اور تلوار کے درمیان حائل ہوگئی وہ تلوار معلق ہوکر رُک گئی۔ آپ نے تلوار کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں نے تجکو صاحب دعوت پر لپیٹ دیا۔ اُسی وقت تلوار غائب ہوگئی۔

ایک بار حضرت شاہ فتح قلندر کو مسئلہ توحید آپ نے سمجھایا۔ ایک روز وہیں ایک کوچہ میں وہ جارہے تھے دوسری طرف سے ایک مست گائے حملہ کرنے کو اُن پر دوڑی۔ اُنھوں نے اپنے دل میں کہا کہ مرشد کامل نے جو مسئلہ توحید سمجھایا وہ اگر حق ہے تو یہ گائے خود اپنے آپ کو اپنے سینگوں سے زخمی کرلے گی چنانچہ پہلے تو اُس نے اُن پر حملہ کیا پھر خود ہی اپنے سینگوں سے آپ زخمی ہوگئی جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا تو آپ نے اپنی پیٹھ کھول کر دکھای جس پر سینگوں کے زخم کے نشان تھے اور فرمایا کہ دیکھو حال توحید یہ ہے۔

ایک روز آپ نے ایک لنگوٹ بند فقیر کو دیکھا جو کسانوں سے ککڑیاں مانگ رہا تھا آپ کو بنور بصیرت اُس کا صاحب کمال ہونا معلوم ہوا ملنے کی غرض سے اُس کی طرف چلے اُس نے سر کے اشارہ سے منع کیا کہ تمھارے آنے سے میرا حال کھل جائیگا۔ اور اس سے فائدہ نہیں میں خود ملنے آؤں گا۔ چنانچہ وہ آیا۔ اور ککڑیاں پیش کرکے کہا کہ تمکو ذکر جاروبی معلوم ہے آپ نے ذکر بتایا اُس نے بھی بطور سلسلہ چشتیہ کرکے دکھایا اور اس زور سے کشش کی کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ آنتیں منھ سے نکل پڑینگی کہنے لگا کہ اس طرح کیا کرو پھر رخصت ہونا چاہا آپ نے فرمایا کہ یہیں رہ جاو کہنے لگا کہ میں فلاں جنگل میں جاوں گا کیونکہ میرا وقت انتقال قریب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہاں نماز جنازہ کون پڑھیگا کہا فرشتے۔ فرمایا کسی کو کیا معلوم ہوگا۔ اگر آبادی میں انتقال کرتے تو لوگ تمہاری قبر کی زیارت کو آتے۔ کہا میرا ظہور تین سال کے بعد ہوگا۔

ایک بار تین طالب علم آپ کی خدمت میں حاضر ہوے راستہ میں تینوں نے الگ الگ اپنے دل میں پان کے بیڑہ اور لڈو اور گلاب کے پھول کی خواہش کی جب آکر بیٹھے تو اُسی اثنا میں ایک

مہاجن پان کے بیڑے اور لڈو لایا آپ نے باغبان کو بلا کر فرمایا کہ جاؤ باغ سے گلاب کے پھول لاو۔ اُس نے اپنے دل میں کہا کہ آج کل بے فصل پھول کہاں مگر بہ تعمیل ارشاد گیا۔ جا کر دیکھا تو ایک درخت میں چند پھول نہایت شاداب لگے تھے وہ لے آیا۔ آپ نے وہ تینوں چیزیں طالبعلموں کو عطا فرمائیں۔

محمد رفیع ایک عالم فاضل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ اُس وقت بہاریہ اشعار پڑھ رہے تھے اُنھوں نے بر سبیل انکار شراب کے متعلق شعر پڑھا۔ آپ کو ناگوار ہوا فرمایا کہ دہکہ دو دہکہ دو دہکہ دو اُسی وقت وہ مجنوں ہو گئے اور اسی حال میں وہ مر گئے۔

آپ نغمۂ وسرود کے بھی بہت شایق تھے قوال آپ کے یہاں نوکر رہتے تھے۔

آپ کا لقب عالم غیب سے محی الدین ثانی تھا آخر عمر میں استغراق بہت بڑھ گیا تھا نماز کے سجدہ میں دو دو تین تین روز گذر جاتے تھے۔ آخر مریدین نے عرض کیا کہ حضور تنہا پڑھا کریں اور ہم کو علیحدہ پڑھنے کی اجازت دیں۔ مراۃ المریدین میں ہے کہ آپ کو آخر عمر میں استغراق بہت بڑھ گیا تھا۔ تین تین روز بیخود رہتے تھے۔ نہ کچھ کھاتے نہ قضائے حاجت کو جاتے۔ جب لوگ آپ کے طول استغراق سے پریشان ہوتے تھے تب حضرت قاضی مینا قلندر سے کہتے تھے کہ تم ہوشیار کرو۔ وہ جا کر کان میں کہتے تھے کہ یا حضرت ذوق ہے ذوق۔ آپ فرماتے تھے کہ کہاں ذوق ہے کہاں شوق وہ پھر عرض کرتے تھے کہ تین دن سے نہ آپ نے کچھ کھایا ہے نہ حوائج ضروری کو تشریف لے گئے نہ نماز پڑھی نماز کا نام سُن کر ہوش میں آجاتے تھے اور حوائج بشری سے فراغت کر کے قضا نمازوں کو ادا کرتے تھے۔

آپ کھانا بہت کم کھاتے تھے جس پر آپ کی والدہ ماجدہ اکثر متفکر رہتی تھیں ایک روز اُنھوں نے زائد کھانے پر اصرار کیا آپ نے کھا کر اور مانگا۔ اور لایا گیا وہ بھی کھایا پھر اور مانگا غرض جس قدر کھانا گھر میں موجود تھا وہ سب کھایا پھر اور مانگا تب بازار سے منگوایا گیا وہ بھی کھایا پھر اور مانگا۔ آپ کی والدہ اس قدر آپ کے زائد کھا جانے پر بہت پریشان ہوئیں آپ نے فرمایا

کہ بڑی مشکل ہے۔ اگر کم کھاتا ہوں تو زائد کھانے کو کہتی ہیں اور زائد کھاتا ہوں تو پریشان ہوتی ہیں۔

نقل بسبب ایک خاص مرض کے آپ پلنگ ہی پر بیٹھا کرتے تھے۔ ایک بار قصبہ امیٹھی تشریف لے گئے اور ملا جیون صاحب کے والد ملا ابو سعید کے مکان پر ٹھہرے پھر حضرت بندگی میاں کے مزار پر تشریف لے گئے فاتحہ پڑھ کر فرمایا کہ مجکو پلنگ پر بیٹھنے کی اجازت ملی ہے۔ چونکہ درگاہ میں پلنگ پر بیٹھنے کا معمول نہ تھا۔ خادم کو تامل ہوا حضرت شیخ جنید معروف بہ شیخی میاں نے فوراً پلنگ لاکر بچھادیا۔ آپ تھوڑی دیر بیٹھے اور اُن کو دعا دے کر فرمایا کہ میں نے بندگی میاں کی سجادگی تمکو دی حالانکہ اُنکے والد شیخ عبد الواحد کا ارادہ اپنے بڑے بیٹے کو جانشین کرنے کا تھا مگر عجب اتفاق ہوا کہ وقت انتقال اپنے والد کے وہ موجود نہ تھے اس لئے اُنکے والد نے اُنھیں کو جانشین کیا ان کو آپ سے بھی اجازت وخلافت تھی اور خرقہ بھی آپ نے عطا فرمایا تھا (یہ خرقہ اب تک موجود ہے جس کو سجادہ نشین اصحاب زیب تن کرتے ہیں) انکے بعد شاہ غلام غوث بعدہٗ شاہ غلام محی الدین بعدہٗ شاہ شمس الدین بعدہ شاہ نصیر الدین بعدہ شاہ محمد عارف عرف بندگی جمشید سجادہ نشین ہوئے۔

آپ کی تصنیف کئی کتابیں ہیں ایک مناقب المحلفا جس میں آپ نے خاندانی بزرگوں کے حالات تحریر فرمائے ہیں دوسری حجۃ العارفین تیسری انیس العاشقین اذکار واشغال قلندریہ کے بیان میں اور آپ کے مکتوبات بھی ہیں جن کو حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر نے مرتب فرمایا۔ بحیثیت اعلیٰ مضامین ہونے کے یہ حضرت مجدد کے مکتوبات سے کم نہیں ہیں۔ بوجہ انکی اب نادر الوجود ہونے کے میں نے رسالہ تعلیمات قلندریہ میں ان کو شامل کرکے حال میں چھپوا دیا ہے اور پہلی اشاعت میں جو اغلاط رہ گئے تھے وہ سب دور کر دیے ہیں ان مکاتیب کا اردو ترجمہ بھی حضرت شاہ ولایت احمد صاحب سے کرایا اور مجھے ترجمہ کی درستی واصلاح کے واسطے دیا تھا میں نے اُسے دیکھ کر سلیس اور عام فہم بنا دیا ہے۔

آپ نے ایک مثنوی بھی تحریر فرمائی تھی جب مریدین نے اُس کی نقل چاہی تو ایک روز آپ نے حضرت قاضی میناقلندر سے مثنوی کے اجزا لے کر سب کو پانی سے دھو ڈالا اور ایک روایت یہ ہے

کہ وہ مثنوی سو جزو کے قریب ہو چکی تھی اور اُس میں آپ نے حقایق و معارف و اسرار بیان فرمائے تھے ایک روز غیب سے حکم ہوا کہ مثنوی کو جلا دو کہ[1] اسرار صونوھا عن الاغیار۔ آپ نے جلا دی اور اُسکی آگ پر کھچڑی پکا کر نوش کر گئے۔ حضرت شیخ عبدالرسول قلندر کچھندوی کو ایک مکتوب میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ

اے برادر در ماہ جمادی الاول تاریخ بستم خواستہ بودم کہ اسرار الٰہی را واضح در تحریر آرم چوں در واقعہ عتاب کردند دانستم کہ حق تعالیٰ باظہار راضی نیست ؎

ہر کرا اسرار جاں آموختند	مہر کردند و دہانش دوختند

یہ چند اشعار اُسی مثنوی کے ہیں جو حضرت ملا جیون امیٹھوی نے سن کر یاد کر لیے تھے ؎

ہر دلے کز عشق یزداں زندہ شد	از حیات معنوی پایندہ شد
از حیات معنوی گر بو بری	از درخت معرفت ہاں بر خوری
رو درخت معرفت در دل نشان	تا مگر یابی نشان از بی نشان
بے نشان را کس نیابد از نصوص	ہم نیابد از فتوحات و فصوص
عمر را ضائع مکن در گفتگو	گفتگو چوں پردہ ہائے تو بتو
پردہ ہائے تو بتو در دم بسوز	تا ببینی روئے آں فیروزہ روز
ہر کہ روئے یار در دنیا ندید	ہم نہ بیند او بعقبیٰ اے مرید
جہد کن تا تو بچشم دل عیاں	روئے یار خویش بینی در جہاں
تا ببینی یار را ہر سو عیاں	بے دلیل و بے اشارت و بیاں
صحبت مردان کند اسرار بیں	صحبت مردان کند صاحب یقین
صحبت مردان کند مردانہ ات	صحبت مردان کند فرزانہ ات
صحبت مردان کند کہ را چو کوہ	صحبت مردان کند بیں با شکوہ

[1] اسرار کو اغیار سے محفوظ رکھو ۱۲۔

صحبت مردان کند خندان چو نار ... صحبت مردان کند عین نگار
صحبت مردان اگر یک ساعت است ... بهتر از صد خلوت صد طاعت است
این همه علم از تعلیم حق است ... نے ز جد و جهد نے از بق بق است
جد و جهد هم بود بهر روے یار ... نے ز بهر علم رسمی گوش دار
علم رسمی رهزن هر سالک است ... این عقیده جهل و هم هالک است
کیست فرعون آنکه او خود را بدید ... کیست موسی آنکه از خود وارهید
هر که او در بند قال و قیل شد ... همچو فرعون غرق اندر نیل شد
بند دین مشکل تر از بند حدید ... اے خدا برهان ازین قید شدید
دیدهٔ یعقوب بیند روے او ... خویش را اقربان کند بر بوے او
گریه و فریاد کن یعقوب وار ... تا بتو بوے رسد از هر دیار
بوے یوسف سرمهٔ یعقوب بود ... زان بصر در دیده هایش می فزود
یوسف کنعان نهان در چاه دل ... تو همی جوی ورا در آب و گل
جان فدا اے یار کن در هر قدم ... تا بتو گردد عیان سرّ قدم
چون بجنبش آمده این بحر جان ... صد هزاران موج گشته زو عیان
ما و من پیدا شده زان موجها ... بل ازو پیدا شده صد فوجها
موجهایش عین بود و غیر شد ... از یکے مسجد ز دیگر دیر شد
بحر جان محفوظ از امواج بود ... پاکتر از ملک و مال و تاج بود
از بهر دیوانگی گویم سخن ... زان نه فهمد در جهان کس حرف من
گاه حرفم پست باشد گه بلند ... صد زبان بهتر به نزد هوشمند
هیچ ذره چه نهان و چه عیان ... نیست غافل یکدمی از سرّ جان
سرّ جان بر هر کسے کشوف نیست ... کشف او بر هیچ شے موقوف نیست

جملہ عالم در حجاب اندر حجاب — ورنہ دلبر اظہرست از آفتاب
ہر کہ نفس خویش را بشناختہ — غیر را از دیدہ ہا انداختہ
غیر چوں از دیدہ ہا بیروں شود — ہم دروں و ہم بروں بیچوں شود
کس نشد محرم ز اوراق سبق — کس بچشم سر ندیدہ سر حق
صد کتاب و صد ورق در نار کن — سینہ را از عشق او گلزار کن
ہم گل و گلزار و ہم بوے توی — رخت بیروں کن ازیں ملک دوی
ایں توی و آں دوی ہر دو یک اند — نہ یکے نہ دو خیال بیشک اند
گفت روزے با مریدے نیکخو — تو بدانی یا ندانی جملہ او
گر بدانی ہست بخت رہنموں — ور ندانی طالعت گشتہ زبوں
گر نویسم شرح حال کشتگاں — آب گردد ہم زمین و آسماں
محو شو از خویشتن در خویشتن — تا نگردانی تو ملک ذو المنن
ہر یکے را ملتمس چوں قند شد — آدمی ہمچوں مگس در بند شد
ہست انسان بحر نور ذو المنن — گرچہ گشتہ چوں سبو در قید تن
قید تن کردہ سبو مر بحر را — قید تن کردہ نمود بحر را
ہر کہ شد محرم خیال خویشتن — کے بہ بیند او جمال خویشتن
نیستی بگزیں کہ بہتر نیست زیں — ہیچ چیزے در جہاں آراہ ہیں
نیست را معراج باشد ہر زماں — نیست را یکساں زمین و آسماں
آں پیمبر بہر آں گفتہ مگر — قرب یونس را چو قرب ما نگر
گر بہ بیند از ہماے سایہ — شاہ گردد مفلس بے مایہ
اے دریغا اے دریغ — ہست خورشیدی نہاں در زیر میغ
در کلم ہم گل و ہم بلبل ست — چوں دوی بگذشت بلبل ہم گل ست

ہر ولی کو بر ولی آں سرور است | در حقیقت آں ولی پیغمبر است
صد جفا و رنجہا بر ہوش مند | ہمچو شیر و شکر است بل ہمچو قند
صد ہزاراں رنگ از بیرنگ خواست | از برائے ایں ہمہ چون و چرا است
ہر زماں دیگر نماید روئے دوست | گر ہزاراں رنگ بنماید ہم اوست
رنگ ہا در رنگ ہا چوں غرق شد | در جہاں زو صد ہزاراں فرق شد
ایں خلاف و جنگ ہا زاں شد پدید | جنگ و صلحت در نیابد جز مزید
جنگ ہائے خر فروشاں یاد کن | از قبول شان تو خود را شاد کن
من ندارم طاقت دیگر سخن | لیس فی الدارین الا ذوالمنن
از جنوں اسرار دل بیروں دہم | ایں ندانم بر رہم یا بے رہم
نے خبر دارم ز ہوش و بیہشی | نے خبر دارم ز اندوہ و خوشی
ایں چنیں بدحال شبلی سال ہا | کرد بردی عشق بس اقبال ہا
گاہ گفتے حرف ہائے بیخوداں | گاہ او گفتے سخن با عابداں
گاہ با ہفتاد و دو ملت یکے | گاہ ازاں ہم او منفرد بیشکے
گاہ دیوانہ و گاہے ہوشیار | عقل کل بودست آں شیخ کبار
کارہائے عارفانِ ذو فنوں | در جہاں واں ایں چنیں آر ہمنوں

آپ کی وفات بعمر ترسٹھ سال پندرہ ربیع الآخر سنہ ایک ہزار چوراسی ہجری میں ہوئی۔ مناقب الاصفیا میں ہے کہ آپ کی عمر ترسٹھ سال سے زائد تھی جب ترسٹھ سال کی عمر ہوئی تو فرمایا کہ عمر میں بھی مجکو متابعت نبوی صلعم کرنا چاہیے۔ لہذا بقیہ عمر کسی اور کو دے کر انتقال فرمایا۔ تاریخ وفات سے

محا شیخ آں خداوند معارف | کہ بودہ گلشن دین را شقایق
زبس کشف و کمالات و مکارم | زامثال زاقراں بود فایق
بجو راہ عاقبت پیمود ناچار | کہ ہر کس را بود ایں راہ لایق

پئے تاریخ و سال رحلت او	درآمد قدوۂ صاحب قائق
زاوج عرش والاالہم غیب	بگفتہ کورشد چشم حقائق

روضۂ شریف لاہرپور ضلع سیتاپور میں ہے سنگ مرمر کا مزار ہے۔ عمارت روضہ نواب سید عزت خاں مرید و تربیت یافتہ حضرت شاہ یوسف قلندر ایٹھوی کی بنوائی ہے۔ چونسٹھ ہزار روپیہ اُس نے تعمیر کے لیے بھیجا تھا۔ بہت تھوڑا صرف ہوا بقیہ منتظمین عمارت کے تصرف میں آیا شرف زیارت سے میں بھی کئی بار مشرف ہوا ہوں۔ گنبد درگاہ نہایت خوبصورت و خوش قطع ہے اندر سے درگاہ مربع اور باہر سے ہشت پہل ہے اور ہر طرف وسیع صحن ہے۔

آپکے خلفار و مریدین بڑے بڑے اہل کمال ہوے۔ چالیس خلفار آپکے صاحب ارشاد اور صاحب سلسلہ تھے جن کے واسطے سے ہزارہا فقرار و مریدین ہوے۔ منجملہ اُنکے جس قدر خلفاء و مجاز کے نام معلوم ہوے وہ لکھے جاتے ہیں۔ حضرت رئیس العارفین شاہ فتح قلندر جونپوری۔ حضرت شاہ عبدالرسول قلندر کچھندوی۔ حضرت شاہ عبدالرسول قلندر بنارسی۔ حضرت شاہ عبدالرسول قلندر سرکھی تلمیذ رشید ملا محمد ماہ دیوگامی۔ حضرت قاضی معین الدین معروف بہ قاضی بینا قلندر مہونوی۔ حضرت شاہ عاشق قلندر۔ حضرت شاہ ابو نجیب قلندر ایٹھوی۔ حضرت شاہ یوسف قلندر ایٹھوی۔ حضرت شاہ محمد ماہ قلندر الہ آبادی۔ حضرت شاہ بہار اللہ قلندر ابن حضرت رئیس العارفین شیخ جنید ثانی عرف شیخی میاں نبیرۂ حضرت بندگی نظام الدین امیٹھوی۔ شاہ عبدالنبی اکبرآبادی۔ شیخ محمد رفیع بلگرامی۔ شاہ محی الدین بلگرامی۔ شاہ مظفر ادوہی۔ سید دانیال ابن سید نعمت اللہ ابن مفتی سید اسمٰعیل بن سید خضر ہرگامی۔ سید مسعود خلف سید دانیال ہرگامی۔ شاہ محمد رضا۔ شاہ قطب الدین لاہرپوری۔ شاہ محمد آفاق لکھنوی۔ شاہ عباس۔ شاہ قاسم دہلوی۔ سید شاہ قلندر ولد سید عبداللہ ساکن بہانی۔ میر سید حسین از فرزندان شاہ محمد ماہ بٹرایچی شیخ رکن الدین لکھنوی۔ شاہ طالب اللہ قلندر۔ ملا رشید الدین برادر خورد ملا محمود جونپوری مولانا علی خوشنویس۔ ملا سید معز الدین ہرگامی۔ سید بہار الدین نواسہ حضرت شیخ رکن الدین بن قطب جہاں

ؔ بتخرجہ اعداد جاے حقائق ۱۲

قدست اسرارہم۔

علاوہ ازیں بڑے بڑے اُمرا ذوی الاقتدار عہد شاہجہانی وعالمگیری مثل نواب ذکریا خاں اور اُنکے بیٹے نواب یحییٰ خاں اور نواب سید عبدالمقتدر خاں وغیرہ آپکے مرید تھے۔

حضرت شیخ عبدالرسول قلندر کھندوی راجگیری

ابن قاضی معروف بن شیخ عبدالواحد بن شیخ حامد بن شیخ جلال الدین ابن شیخ بڈھن بن شیخ قطب بن شیخ نور سجادہ نشین وہمشیرزادہ حضرت مخدوم اخی جمشید راجگیری آپ خلیفہ واستاد حضرت سید العرفاء ومشاہیر علماء زمانہ سے تھے۔ آخر عمر میں جب اُن پر غلبہ استغراق ہونے لگا تو خدمت امامت وارشاد وہدایت آپکے سپرد کردی اور اپنی صاحب زادی اور بھائی حضرت شاہ یٰسین قلندر وغیرہ کو مرید کرایا اور فرمایا کہ مجا عبدالرسول وعبدالرسول مجا اور ایک مکتوب میں حضرت رئیس العارفین کو تحریر فرمایا کہ

شاہ عبدالرسول راہمچو من وان بلکہ از من بہتر تصور کن درین ہیچ مبالغہ نیست حق است حق است حق است۔

رسالہ مصباح الطالبین جسکا سنہ تالیف ایک ہزار اکاسی ہے آپ ہی کا مولفہ ہے۔ جسے آپ نے اُنکے حکم سے شیخ محمد آفاق لکھنوی کی تعلیم کے لیے لکھا۔ اس میں اذکار واشغال قلندریہ خوب بیان کیے ہیں آپ کی وفات اٹھائیس ذی الحجہ کو ہوئی مگر سنہ وفات ومزید حالات دریافت نہیں ہوئے آپ کا مزار راجگیر میں متصل روضۂ حضرت مخدوم اخی جمشید راجگیری ہے۔ آپکے مجاز وخلفاء یہ حضرات ہوئے۔ حضرت شاہ یٰسین قلندر۔ لاہرپوری۔ شاہ یحییٰ قلندر لاہرپوری۔ شاہ محمد تقی قلندر ساکن پڈونہ ضلع جونپور۔ سید قمر رکاہی بلگرامی۔ سید شاہ محمد فاضل قلندر شاہڈہودی حضرت شاہ اولیا خیرآبادی

حضرت شاہ یٰسین قلندر

آپ حضرت سید العرفا کے حقیقی بھائی اور صاحب سجادہ تھے۔ آپ کو بیعت وخلافت حضرت

شاہ عبدالرسول قلندر سے تھی۔ آپ کا مزار جانب مشرق بیروں روضۂ حضرت سید العرفا ہے جس پر یہ شعر کندہ ہے ؎

عم سرور بود عباس صفا	آل او یٰسین ابن مصطفیٰ

سید غلام احمد ابن مفتی سید معزالدین ہرگامی کو آپ سے اجازت و خلافت تھی۔

ملا سید غلام احمد ہرگامی

مفتی ہرگام ابن ملا معزالدین ۱۱۳۳ھ میں ہرگام میں پیدا ہوئے اپنے والد کے شاگرد رشید اور حضرت شاہ یٰسین قلندر کے مرید و خلیفہ تھے شرح منظوم نیک علم صرف میں آپ کی یادگار رہے ۱۱۵۴ہجری میں بعمر باون سال اپنے فرزند ملا عصمت اللہ کو چھوڑ کر نواب قمرالدین خاں وزیر الممالک تلمیذ ملا معزالدین کے پاس چلے گئے تھے۔ پھر واپس نہیں آئے تاریخ و سنہ وفات و مدفن معلوم نہوا

حضرت شاہ یحییٰ قلندر

ابن مولانا محمد محفوظ ابن شیخ عطاء اللہ ابن شیخ ابو المعالی ابن حضرت قطب جہاں آپ علوم ظاہری و باطنی میں طاق اور زہد و تقوے و تعبد میں یگانۂ آفاق تھے کتب درسی اپنے بزرگوں نیز حضرت شاہ عبدالرسول کھندوی سے پڑھیں اور انھیں کے مرید و خلیفہ ہوئے بعض کے نزدیک آپ کو اجازت و خلافت حضرت قاضی مینا قلندر موتوی سے تھی اپنے چچا حضرت شاہ محمد ماہ قلندر لاہرپوری کی صحبت میں بھی رہے اور فیوض باطنی حاصل کیے بچپن میں حضرت سید العرفا کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ بہادر شاہ و فرخ سیر کے درباری امرا اکثر آپ کے مرید تھے۔ خصوصًا نواب ابوالقاسم خاں صوبۂ اودھ کو بہت خلوص تھا اُس نے چند دیہات بھی خرچ خانقاہ حضرت قطب جہاں کے لیے نذر کیے تھے فرزندان شیخ عطاء اللہ میں حضرت شاہ محمد ماہ قلندر کے بعد آپ نے زیادہ شہرت پائی۔ حضرت شاہ الہدیہ احمد قلندر جب بعض وجوہ سے لاہرپور سے

برخواستہ خاطر ہوکر صدرپور تشریف لے گئے تو اُن کو آپ ہی وہاں سے لاہرپور واپس لائے آپ کو اُن سے علاوہ واسطہ ہمشیرزادگی کے نسبت اخوت رضاعت بھی تھی اُنھوں نے اپنی بڑی بہن یعنی آپ کی والدہ کا دودھ پیا تھا۔

آپ کی وفات سات صفر سنہ گیارہ سو چالیس ہجری میں ہوی۔ حضرت شیخ ابوالمعالی کے باغ واقع لاہرپور میں مزار ہے۔

آپ کے تین صاحبزادے تھے اوّل حضرت شاہ مجتبیٰ جو عمر بھر مجرد رہے اور مدت العمر اپنے ماموں شیخ زین العابدین کے ساتھ خیرآباد میں رہے اور وہیں وفات پای اور زیر درگاہ حضرت مخدوم شیخ سعد باغ شیخ عظیم الدین میں جو باڑی شیخ کے نام سے مشہور ہے دفن ہوے دوم شیخ ظہیرالدین جو بسبب علم وفضل اپنے جوار کے علما میں ممتاز تھے اور ملا قطب الدین گوپاموی کے مدرسہ میں اکتساب علوم کیا ملا عبدالعلی بحرالعلوم سے بھی تلمذ تھا تکمیل کے بعد ملا محمد علی المعروف بملا علی عظیم الدین خاں لاہرپوری سے علم حدیث پڑھا درس تدریس کا شغل تھا مسجد ومزارات حضرت قطب جہاں وغیرہ کے متولی تھے بوجہ نزاع خاندانی سکونت لاہرپور ترک کرکے خیرآباد میں رہنا اختیار کیا وہیں بتاریخ بائیس شوال سنہ گیارہ سو بہتر وفات پای اور باغ شیخ عظیم الدین میں دفن ہوے سوم حضرت شاہ نجم الدین قلندر۔ ان کی ولادت سنہ گیارہ سو گیارہ میں ہوی یہ حضرت سید الہدیہ ہرگامی کی نانا کے داور حضرت حاجی شریف قلندر خلیفہ حضرت شاہ محمد ماہ قلندر کے مرید وخلیفہ تھے۔ حضرت شاہ محمد ماہ قلندر انکے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ یہ لڑکا بہت بزرگ ہوگا۔ انھیں نے انکو بغرض تعلیم وتربیت حضرت حاجی شریف قلندر کے سپرد کیا تھا۔

ان کو شروع سے زہد وتقوے وعبادت وریاضت میں شغف تھا بزرگان خاندانی اور اپنے والد سے استفادہ باطنی کیا۔ صاحب تصرف وسیف زبان ومشرف القلوب تھے اسّی سال کی عمر ہوی جس میں چالیس سال لاہرپور میں رہے۔ پھر جب جذب وسکر بڑھ گیا تو قصبہ لسواں ضلع سیتاپور چلے گئے۔ **نقل**۔ حضرت شاہ رحم رحمٰن قلندر کے انتقال کے وقت انھوں نے ان سے فرمایا کہ آپکے بعد

میرا بھی جی نہ لگے گا۔ ماہ آیندہ میں میں بھی انتقال کروں گا چنانچہ اٹھارہ ذی قعدہ کو بعد نماز عشا آپنے شاہ سلطان علی قلندرؒ عم بزرگوار مولف نسب نامہ حضرت سید العرفا کو بلایا اور فرمایا کہ کل میں دنیا سے کوچ کروں گا۔ آج کی شب عالم امر میں بزرگوں کی صحبت میں حاضر رہوں گا اس کے بعد حسب عادت ذکر و شغل میں مشغول ہوے۔ بعد نصف شب پھر ان کو بلایا اور فرمایا کہ پیشواؤں اور بزرگوں کی مجلس منعقد ہے او دیکھو میرے قریب حضرت قطب جہاں و حضرت سید العرفا و حضرت شاہ محمد ماہ قلندرؒ بیٹھے ہوے ہیں۔ اور میرے لیے خلعت لاے ہیں۔ اسی طرح تمام رات تسبیح و تہلیل میں گذاری پھر تمام اعزہ کو اپنے پاس سے اٹھا دیا اور اسی وقت دیو سنگھ چودہری سے۔ جو آپ کا معتقد تھا کہلا بھیجا کہ میں دنیا سے رخصت ہوتا ہوں۔ تم میرے تجہیز و تکفین کی فکر کر رکھو۔ پھر سفید چادر سر سے اوڑھ کر لیٹ گئے۔ شاہ سلطان علی قلندرؒ نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو سورۂ یٰسین پڑھوں یہ سنتے ہی اٹھ بیٹھے اور خود ہی پوری سورۃ پڑھی۔ پھر ان کو کچھ نصایح فرماے اور نماز تہجد کے وقت شب انیس ذی قعدہ سنہ گیارہ سو اکیانوے ہجری میں وفات پای۔ حضرت شاہ رحم رحمٰن قلندرؒ کے مزار کے قریب پیر بھا تالاب پر قصبہ لسواں ضلع سیتاپور میں آپ کا مزار ہے۔

حضرت سید درگاہی بلگرامی

بن سید عبد الخبیر المعروف بسید گھاسی بن سید درویش بن سید حاتم بن سید بدر الدین عرف سید بڈھے جد القبیلہ یکے از قبایل اربعہ محلہ سید واڑہ بلگرام ماثر الکرام میں ہے کہ ابتدا میں آپ نے بغرض تحصیل علم قصبات اطراف بلگرام کی سیر کر کے اس زمانہ کے علماء سے پڑھا آخر میں قاضی علیم اللہ پھپھوندی سے فراغ حاصل کیا اور حضرت شیخ عبد الرسول قلندرؒ عم حقیقی قاضی علیم اللہ سے بیعت کر کے تعلیم و تلقین پای اور خرقہ خلافت بھی پایا پھر بقیہ عمر وطن میں درس و تدریس و یاد الٰہی میں بسر کی۔ آپ کی وفات تقریباً گیارہ سو بیس ہجری میں ہوی۔ مزار بلگرام میں ہے۔

حضرت شاہ اولیا خیرآبادی

آپ اولاد امجاد حضرت سید نظام الدین عرف مخدوم الدیہ خیرآبادی سے ہیں حضرت شاہ عبدالرسول قلندر پھندوی کے مرید و خلیفہ تھے بحر زخار میں ہے کہ آپ مشرب قلندریہ رکھتے تھے صاحب جذب و کرامت تھے خرق عادات آپ سے بہت ہوی منجملہ اونکی ایک یہ کہ کسی نے آپ کی دعوت کی اور بکثرت کھانا سامنے لایا۔ آپ نے اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ یہ سب کھانا کھالے اُسنے سب کھالیا پھر بھی سیر نہ ہوا الجوع الجوع کہتا آپکے پاس آیا آپ نے تھوڑا سا اپنا پس خوردہ دے دیا جس کے کھانے سے اُس کی بھوک جاتی رہی۔ آپ کا مزار دکن میں ہے دو صاحبزادے تھے مولوی شاہ محمد اسحق اور حضرت شاہ محمد مشتاق عرف چھیدا میاں صاحب ولایت کھیری ایک بزرگ دکن میں سجادہ نشین ہوے دوسرے کھیری میں رہے۔

حضرت شاہ محمد مشتاق عرف حضرت شاہ چھیدا میاں بحر زخار میں ہے کہ آپ نے اپنے بزرگوں اور قلندروں سے بھی خرقہ پایا لیکن آپ سلسلہ قادریہ میں لوگوں کو مرید کرتے تھے صاحب کمالات وسیع و مقامات رفیع جامع علوم صوری و معنوی حافظ قرآن تھے۔ بارہ سال مکہ معظمہ میں رہے ابتدا میں جب جذبہ عشق ہوا تو مناجات کی کہ خداوندا تیری محبت اور بال بچوں کی روزی کی فکر محال معلوم ہوتی ہے اس مناجات کے تھوڑے عرصہ کے بعد ہی بیوی بچوں کا انتقال ہو گیا آپ فارغ البال ہو کر عبادات و مجاہدات میں مشغول ہو گئے۔ آپ کا عجیب تصرف یہ تھا کہ سفر میں کبھی سواری پر سوار نہ ہوتے اور جس کے گھر میں مہمان ہوتے اُس کو اُسی روز غیب سے اتنا مال جاتا کہ آپ کی ضیافت میں صرف کرتا۔ غرض آپ کے مناقب و محامد بہت ہیں اٹھارہ رجب سنہ گیارہ سو میں وفات ہوی کھیری ضلع کھیم پور میں آپ کی درگاہ ہے۔

حضرت شاہ سید محمد فاضل قلندر

ابن سید محمد صالح حسنی حسینی آپ حضرت شاہ قمیص قادری کے اور وہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہیں آپ کا مولد و وطن شاہ ڈھورہ ضلع انبالہ ہے۔ آپ کا قیام اکثر دہلی میں رہا کرتا تھا۔ آپ کی اولاد ذکور کا تو کوئی سلسلہ باقی نہیں رہا۔ مگر دختری اولاد موجود ہے پیر مہر علی شاہ قادری قمیصی سجادہ نشین گولڑہ ضلع راولپنڈی کے دادا آپ ہی کے نواسہ تھے۔ آپ کی وفات نویں رمضان المبارک شب پنجشنبہ سنہ گیارہ سو چار ہجری میں ہوئی تاریخ وفات از حضرت شاہ بدرالدین پھلواڑوی ؒ

سید ما محمد فاضل	کہ بعہدش نبود ہمتا لیش
ہستی خویشتن چو کرد فنا	گشت در عالم بقا جا لیش
بدر تاریخ نقل آں گفتہ	باد قصر بہشت مغوا لیش

آپ کا مزار شاہ ڈھورہ محلہ قاضیان میں پرانے قلعہ کے نیچے ندی کے کنارہ ہے۔ اور یہ مقام شاہ محمد فاضل کی گھاٹی کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کے خلیفہ خواجہ عماد الدین قلندر پھلواڑوی تھے جن سے سلسلہ عالیہ قلندریہ پٹنہ و پھلواڑی میں شائع ہوا۔

حضرت خواجہ عماد الدین قلندر

ابن شاہ برہان الدین قادری بن بایزید بن محمد فرید بن محمد حسین بن امیر عطاء اللہ بن محمد سعد اللہ شہید بن محمد فتح اللہ بن محمد محب اللہ بن محمد ہدایت اللہ بن محمد یٰسین بن محمد امین بن محمد ابراہیم بن محمد عمر دراز بن محمد عبید بن محمد حمید بن حسن اسماعیل ابن محمد بن علی زینبی (ان کی والدہ ماجدہ حضرت زینب بنت فاطمۃ الزہرا تھیں) ابن عبداللہ جواد بن جعفر طیار ابن ابی طالبؓ۔

آپ کی ولادت سنہ ایک ہزار چھہتر ہجری میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے پائی اور

بقیہ کتب درسیہ میں سے اکثر دہلی و لاہور میں پڑھیں اور سند حدیث ۱۱۰۴ھ ہجری میں نبیرۂ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے حاصل کی۔

آپ کو اجازت وخلافت حضرت سید شاہ محمد فاضل قلندرؒ سے ملی اور اُنھیں سے آپنے بیعت کی اور تعلیم پائی اُنھوں نے آپ سے بہت ریاضت ومجاہدے کرائے خود آپ طالبین ومریدین سے بہت ریاضت کراتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ جوانی میں اگرچہ شورش عشق اور غلبہ شوق سلوک میں بہت مؤید ہوتی ہے۔ مگر بڑھاپے میں ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے جوانی کی ریاضت اُس وقت نفع دیتی ہے۔ آپ کو اپنے والد سے بھی سلسلہ قادریہ جنیدیہ جمالیہ کی اجازت تھی۔

آپ کی وفات بعمر اونچاس سال میں جمادی الاولیٰ روز یکشنبہ وقت ظہر سنہ گیارہ سو چوبیس ہجری میں ہوئی۔ آپ کا مزار پھلواڑی میں اپنے والد کے پائیں ہے۔

آپ کے خلیفہ حضرت تاج العارفین شاہ مجیب اللہ قلندرؒ و حضرت شاہ محمد مقیم پھلواڑوی تھے۔

حضرت شاہ مجیب اللہ قلندرؒ

بن شیخ ظہور اللہ بن کبیر الدین بن رکن الدین بن محمد حسین بن امیر عطاء اللہ بن محمد سعد اللہ شہید

آپ کی ولادت گیارہ ربیع الآخر روز جمعہ قبل طلوع آفتاب ۱۰۹۰ھ ہجری میں ہوئی۔ آپکو تلمذ علوم درسیہ میں خواجہ عماد الدین قلندرؒ و حضرت سید محمد وارث رسولنا بنارسی تلمیذ ملا ابراہیم بنارسی شاگرد ملا محمد علی شاگرد میر زاہد ہروی سے تھا۔

آپ کو بیعت حضرت خواجہ سے آٹھ رمضان روز چہارشنبہ ۱۱۲۲ھ میں نصیب ہوئی۔

آپ نے تعلیم طریقت اولاً حضرت رسولنا بنارسی سے پائی۔ پھر تکمیل چوبیسویں سال حضرت خواجہ سے کی ان بزرگوں سے اجازت وخلافت بھی تھی۔ بعد وفات ہر دو حضرات مسند ہدایت پر رونق افروز ہوئے اور پچپن برس تک ارشاد خلایق میں مشغول رہے۔ ان بزرگوں کے علاوہ اور چار بزرگوں سے بھی آپ کو اجازت سلاسل ملی طریقہ نقشبندیہ ابو العلائیہ کی شاہ محمد قاسم

بہادر پوری سے اور نقشبندیہ مجددیہ کی حضرت شیخ محمد سلطان ساکن لکھینا سے اور حضرت جلال الدین بخاری کا آبائی طریقہ امامیہ عتیقیہ ملا محمد عتیق محدث بہاری سے اور قادریہ کرمیہ و چشتیہ نظامیہ و مداریہ و طیفوریہ کی شاہ معز الدین عظیم آبادی سے۔

آپ کی وفات بعمر ترانوے سال بیس جمادی الآخر روز شنبہ سنہ گیارہ سو اکیانوے ہجری میں ہوئی۔ مزار پھلواڑی میں ہے۔

آپ کے خلفاء یہ حضرات ہوئے۔ شاہ عبدالحق۔ شاہ عبدالحی۔ و شاہ نعمت اللہ قلندر ہر سہ صاحبزادگان۔ شاہ نورالحق بن شاہ عبدالحق شاہ شمس الدین بن شاہ عبدالحی۔ شاہ غلام نقشبند بن خواجہ بن عماد الدین قلندر۔ شاہ وحید الحق ابدال۔ شاہ سعد اللہ۔ شاہ لعل محمد شاہ محمد اکرم شاہ خدا بخش علیی پوری۔ شاہ محمدی لکھنوی۔ شاہ غلام مرتضیٰ ساکن بیرونی۔ شاہ غلام سرور پھلواڑوی مولوی عبدالغنی پھلواڑوی۔ شاہ محمد کریم پھلواڑوی۔ شاہ عصمت اللہ شاہ غیاث الدین عظیم آبادی۔ شاہ غلام رسول۔ میر دوست علی داناپوری۔ شاہ محمد مظفر۔

حضرت شاہ نعمت اللہ قلندرؒ

آپ کی ولادت چوتھی محرم شب دوشنبہ سنہ گیارہ سو ساٹھ ہجری میں ہوئی۔ آپ کو تلمذ علوم درسیہ میں حضرت شاہ وحید الحق ابدال سے تھا بیعت اجازت وخلافت و تعلیم طریقت اپنے والد سے تھی اٹھائیس رمضان روز پنجشنبہ ۱۱۷۸ھ میں مرید ہوئے۔ اپنے زمانہ کے مشہور بزرگ تھے صوبہ بہار میں آپ کا نام بڑی قدر سے لیا جاتا ہے۔

آپ کا زمانہ دیگر مشائخ کے اعتبار سے ترقیات ظاہری و باطنی میں بہت ممتاز گذرا ہے آپکی جانشینی کے بعد آپ کی والد کی خانقاہ کو بہت عروج ہوا اُن کے بعد اکتیس سال کی عمر میں آپ ہی جانشین ہوئے پچپن سال تک ہدایت خلق و تربیت مریدین و مسترشدین میں مصروف رہے اور دوسرے طریقہ کے ہمعصر مشائخ آپ کے فقر و توکل و ولایت کے تسلیم کرنے والے تھے آپ کا

مفصل حال تذکرۃ الکرام میں موجود ہے۔

آپ کی وفات بعمر چھیاسی سال انتیس شعبان روز پنجشنبہ سنہ بارہ سو سینتالیس ہجری میں ہی

تاریخ وفات از حضرت شاہ ابوالحسن۔ فرد ؎

فرد چوں فکر۔ کرد سال وصال	ہاتفم ایں گہر بہ نظم سفت
شیخ من ہمچو پیر بسطامی	لیس فی جبتی سوے اللہ گفت ۱۲۴۷

مزار پھلواڑی میں اپنے والد کے روضہ کے پائیں ہے۔

آپ کے خلفاء آپ کے ساتوں صاحبزادوں شاہ ابوالحسن فرد و شاہ محمد ابوتراب و شاہ محمد امام و شاہ محمد ابوالحیوٰۃ و شاہ محمد قادری و شاہ محمد علی سجاد و شاہ محمد حسین کے علاوہ مولوی احمدی پھلواڑوی مولوی شاہ علی اکبر و شاہ وعداللہ پھلواڑوی شاہ محمد اولیا رعلی نوآبادی و شاہ محمد اشرف علی پھلواڑوی و مولوی قاضی علی اشرف پھلواڑوی و مولوی حاجی علی ابراہیم مولوی محمد طالع پھلواڑوی و مولوی سید ابراہیم بہتھوی ہوے۔

حضرت شاہ ابوالحسن فرد

آپ کی ولادت شب دہم رجب روز پنجشنبہ سنہ گیارہ سو اکیانوے ہجری میں ہوئی آپ مولوی احمدی بن ملا وحید الحق ابدال کے شاگرد تھے بیعت و تعلیم طریقت و اجازت و خلافت اپنے والد سے تھی ۱۹ جمادی الآخر سنہ بارہ سو۔ سترہ ہجری میں مرید ہوے صاحب تصرفات و کرامات تھے۔ اپنے والد کے بعد جانشین کئے گئے۔ جانشینی کے پہلے انتظام خانقاہ آپ ہی کے متعلق تھا آپکے والد آپ کی خوش نظمی سے بہت خوش تھے۔ مشغلہ علمی بڑھا ہوا تھا اکثر علما سے مختلف مسائل پر مباحثے ہوا کرتے تھے۔ شعر و سخن سے بھی ذوق تھا۔ فارسی غزلیات کے دو ضخیم دیوان موسوم بہ کلیات فرد آپ کی یادگار ہیں اور علاوہ کلیات کے رسالہ در جواز سماع و مزامیر و رسالہ تقبیل الابہام و رسالہ در روایت ائمہ اثنا عشر و رسالہ در حرمت متعہ و رسالہ در حلت بقرہ منذورہ و تعلیقات

بعض کتب درسیہ آپکے مولفہ ہیں۔
آپ کی وفات بعمر بہتر سال چوبیس محرم شب پنجشنبہ سنہ بارہ سو پینسٹھ ہجری میں ہوی۔
تاریخ وفات ؎

بست وچارم از شب ماہ عزا	گفت بامن ہیدلے بادرد و ریخ
سال نقل فرد عالم شیخ وقت	یک ہزار و دو صد و شصت اند و پنج

آپ کا مزار اپنے والد کے پائیں ہے۔ آپکے خلفاء یہ حضرات ہوے۔ شاہ نورالعین شاہ علی حبیب نصر صاحب زادگان۔ مولوی شاہ وصی احمد۔ مولوی شاہ شرف الدین مولوی شاہ محمدی ہمشیر زادگان۔ شاہ احمد اصطفٰے۔ مولوی شاہ محمد مجتبیٰ۔ مولوی شاہ قطب الاولیاء و مولوی سید علی وارث و سید شاہ آل یٰسین و مولوی کمال علی و قاضی بشیر الحق و مولوی جان علی و مولوی حکیم سید محمود دہلوی و مولوی عبدالکریم و شاہ عنایت حسین۔

حضرت شاہ نورالعین

آپ کی ولادت شب یازدہم ذی الحجہ سنہ بارہ سو چھتیس میں ہوی۔ اپنے چچا شاہ محمد حسین قادری کے شاگرد تھے اور بیعت و اجازت و خلافت اپنے والد سے تھی۔ گیارہ ربیع الآخر روز چہار شنبہ وقت ظہر سن بارہ سو چون ہجری میں مرید ہوے۔ عشق و محبت نبوی صلعم آپ پر ایسا غالب تھا کہ دوسرے بڑے بڑے صاحب نسبت متاثر ہوکر آپ کی تعدی تاثیر کے معترف تھے شعر و سخن کا بھی مذاق تھا۔ نور تخلص تھا۔ بعمر اکتیس سال ساڑھے چار ماہ چھبیس ربیع الآخر سنہ بارہ سو ارسٹھ ہجری وفات پای۔ آپ کا مزار اپنے والد کے پائیں ہے۔ مولوی شاہ وصی احمد پھلواڑوی کو آپ سے بھی اجازت و خلافت تھی۔

حضرت شاہ علی حبیب نصر

آپ کی ولادت پانچویں رمضان روز چہارشنبہ وقت طلوع آفتاب سنہ بارہ سو انچاس ہجری میں ہوی اپنے چچا شاہ محمد حسین قادری کے شاگرد تھے کتب حدیث اپنے چچازاد بھای مولوی آل احمد محدث پھلواڑوی سے پڑھیں اور سند بھی حاصل کی سنہ بارہ سو تاسی ہجری میں بیعت کر کے اجازت وخلافت اپنے والد سے پای شب بارہ ربیع الاول ۱۲۶۳ھ میں مرید ہوے اور تعلیم طریقت مولوی شاہ محمد ابو تراب قادری سے بارہ سو اسٹھ ہجری میں پای اپنے بھای کے بعد سجادہ نشین ہوے تائیس سال ہدایت خلق میں بسر کی درس وتدریس کا مشغلہ تھا علمی مذاق غالب تھا علماء کی بڑی قدر کرتے تھے۔ اکثر علماء آپ کا شہرہ علم سن کر ملاقات کو آتے تھے آخر عمر میں غلبہ عشق نبوی سے مغلوب الحال رہتے تھے اور تا وفات اسی سوزش عشق میں رہے یہاں تک کہ وفات پای صلوٰۃ المحبین غلبہ عشق نبوی کا پتہ دینے کو یادگار موجود ہے۔ شعر وسخن سے بھی ذوق تھا نصر تخلص تھا۔ ایک دیوان مسمّٰی بہ سحر بیان چھپ چکا ہے۔

آپ کی وفات بعمر چھیالیس سال ستائیس ربیع الاول روز دوشنبہ وقت ظہر سنہ بارہ سو پچانوے ہجری میں ہوی تاریخ وفات از حضرت شاہ بدر الدین سے

چوں بفردوس رفت مرشد ما	از تپ ہجر اوست دل بریاں
سن میلاد و جانشینی و عمر	با وصالش کنم تجلی بیاں
شدہ شمس الضحی سن میلاد ۱۲۴۹	جانشینی چراغ دین برخواں
بدر روشن زہادہ دان عمرش ۴۶	وز چراغ کمال نقل مکاں! ۱۲۹۵

آپ کا مزار روضۂ حضرت تاج العارفین کے غرب جانب ہے خلفاء ومجازین حضرات ہوے مولوی شاہ وصی احمد۔ مولوی میر لای و مولوی ظہور محی الدین مولوی شاہ اشرف مجیب و مولوی شاہ بدر الدین و مولوی شاہ محمد سلیمان واعظ پھلواڑوی۔ مولوی سید رضی الدین و مولوی

عبدالرحمن و شاہ احمد جعفری و مولوی غلام دستگیر پھلواڑوی و مولوی غلام دستگیر گھگھوی۔ مولوی امان علی۔ مولوی عبدالوہاب۔ سید مردان شاہ پشاوری۔ مولوی ولی اللہ کشمیری شاہ کرم علی مولوی عثمان غازی پوری شاہ عبدالحفیظ آروی شاہ عبدالحق۔ مولوی شجاعت علی۔ حکیم مصباح الدین مرشدآبادی۔ شاہ حیدر علی چاٹگامی۔ مولوی علی احمد۔ سید عبدالرحمن نساوری مدراسی۔

آپکے بعد آپکے صاحبزادے شاہ عبدالحق جانشین ہوئے۔ ان کی ولادت شب غرہ شوال روز پنجشنبہ سنہ بارہ سو تراسی ہجری میں ہوئی۔ تلمذ علوم درسیہ میں ان کو مولوی غلام یحییٰ آروی سے تھا۔ اور بیعت و تعلیم و طریقت و اجازت و خلافت اپنے بہنوی حضرت شاہ بدرالدین صاحب سے تھی۔ سلخ ربیع الاول شب پنجشنبہ سنہ بارہ سو پچانوے ہجری میں مرید و خلیفہ ہوئے رسالہ علیۃ المصلی فقہ میں اور بعض دیگر رسائل یادگار ہیں اپنے والد کے بعد بارہ برس کے سن میں جانشین ہوئے۔ صاحب قلب سلیم و طبع لطیف و ذہین و ذکی ہونے کے سبب سولہویں سال میں کتب درسیہ سے فراغ حاصل کرنے کے بعد اکتساب طریقت کی طرف متوجہ ہوگئے مذاق شعر و سخن بھی رکھتے تھے۔ عبد تخلص تھا ایک مختصر دیوان فارسی یادگار رہے۔ مگر افسوس کہ بعمر اٹھارہ سال چار ماہ پانچویں صفر روز دوشنبہ وقت صبح سنہ تیرہ سو دو ہجری میں انتقال کیا اور اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپکے خلفاء و مجازیہ حضرات ہوئے۔ مولوی شاہ عین الحق برادر حقیقی مولوی حاجی عبدالرحمن پھلواڑوی شاہ عبدالحفیظ آروی۔ مولوی حکیم فضیلت حسین پھلواڑوی۔ مولوی غلام دستگیر حکیم آبادی۔ مولوی سید ارشاد حسین عظیم آبادی۔

انکے بعد خدمت سجادگی حضرت شاہ بدرالدین سے متعلق ہوئی۔ ان کا وصال بھی بتاریخ ۱۷؍ صفر سنہ تیرہ سو سینتالیس ہوگیا۔ اشاعت سلسلہ ان سے بھی بہت ہوئی۔ ان کے خلفاء یہ حضرات ہوئے مولوی شاہ عبدالحق انکے مرشدزادہ شاہ محمد حسین کاکوروی سجادہ نشین درگاہ حضرت مخدوم ابوالفتح خواجہ حسن نظامی دہلوی۔ مولوی شاہ محی الدین خلف رشید سجادہ نشین حال خانقاہ مجیبیہ۔

ذکر سلسلہ مجیبیہ عمادیہ خانقاہ پٹنہ

حضرت شاہ نور الحق تپاں

ابدال بن شاہ عبدالحق بن حضرت تاج العارفین ۔ آپ کی ولادت جمادی الآخر ۱۱۵۶ھ میں ہوی اپنے والد ماجد و جد بزرگوار اور اپنے پھوپھا ملا وحید الحق ابدال کے شاگرد تھے ۔ بیعت واجازت وخلافت آپ کو اپنے دادا سے تھی ۔ حضرت شاہ غلام نقشبند کے سیوم کے روز ۲ ذیقعدہ روز پنجشنبہ ۱۱۲۳ھ میں انھوں نے آپ کو مرید کر کے اجازت وخلافت دی اور سجادہ عمادیہ پر بٹھا دیا آپ اس وقت کے ممتاز مشایخ اور اولیاے اہل خدمت سے شمار کیے جاتے تھے ۔ آپ کو فن شاعری سے ایک فطری تعلق تھا ۔ فارسی میں زیادہ اور عربی واردو میں کم فرمایا کرتے تھے ۔ تپاں تخلص تھا ۔ حضرت شاہ ابوالحسن فرد شعر و سخن میں آپکے شاگرد تھے ۔ آپ کا کلام دو ضخیم کلیات میں مدون ہے ۔ انکے علاوہ ایک کتاب ضخیم تبلیغ الحاجات الی المجیب الدعوات مجموعہ اعمال و تعویذات و اصول فن تکسیر و جفر وغیرہ اور کتاب انوار الطریقۃ فی اظہار الحقیقۃ مشتمل بر اذکار و اشغال طرق خاندان مجیبیہ عمادیہ و وارثیہ وغیرہ و شرح ملفوظ حضرت مولانا بنارسی آپ کی یادگار ہیں سنہ بارہ سو تیس ہجری میں مع اپنے صاحبزادے مولوی شاہ ظہور الحق کے عظیم آباد میں جا کر مقیم ہوے اور وہیا چوتھی شعبان روز سہ شنبہ سنہ بارہ سو تینتیس ہجری میں وفات پای ۔ مزار آپ کا پھلواڑیمیں حضرت شاہ برہان الدین قادری کے مزار سے پورب ہے ۔ آپکے خلیفہ و مجاز حضرت شاہ ظہور الحق آپ کے صاحبزادہ اور مولوی شاہ محمد وجہ اللہ تھے ۔

حضرت شاہ ظہور الحق

آپ کی ولادت ستائیس محرم روز دوشنبہ سنہ گیارہ سو پچاسی ہجری میں ہوئی علوم درسیہ متوسطات تک اپنے والد سے اور باقی ملا جمال الدین شاگرد مولوی برکت اللہ الہ آبادی تلمیذ ملا بحر العلوم لکھنوی سے پڑھ کر سولہ سال کی عمر میں سنہ بارہ سو ایک ہجری میں فراغ حاصل کیا اور سند حدیث حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے حاصل کی عالم متبحر و حافظ قرآن و محدث تھے۔ آپکے والد نے اپنی زندگی ہی میں آپ کو اپنا جانشین کر دیا تھا اُس وقت آپ کی عمر چھبیس سال کی تھی۔ چونکہ آپ کے علم و فضل کا شہرہ جوار میں بہت تھا۔ اس لیے آپ کی سجادہ نشینی کے ساتھ مرجوعۂ خلایق۔ بڑھنے لگا یہاں تک کہ بڑے بڑے امرا و علما ء نے آپ کی طرف رجوع کیا۔ مناظرہ سے آپ کو بہت شوق تھا اور درس و تدریس کا مشغلہ بھی بڑھا ہوا تھا تصنیف و تالیف کا بھی شوق تھا۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد سو تک پہنچتی ہے۔ نیز شعر و سخن سے بھی ذوق تھا عربی و فارسی و اردو تینوں زبانوں میں آپ کا کلام ہے آپ کو علاوہ اپنی خاندانی سلاسل کی اجازت کے خاندان زاہدیہ و نقشبندیہ و مجددیہ کی اجازت حضرت شاہ غلام حسین سے تھی۔ آپ کی وفات سولہ ذی قعدہ روز سہ شنبہ سنہ بارہ سو چھتیس ہجری میں ہوئی عظیم آباد میں انتقال کیا اور پھلواڑی میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوے۔ آپ سے اجازت و خلافت مولوی حافظ شاہ نصیر الحق اور مولوی محمد صفی و مولوی محمد ولی پسران مولوی شاہ وجیہ اللہ کو تھی۔

حضرت شاہ نصیر الحق

آپ کی ولادت تیسری جمادی الآخر روز یکشنبہ سنہ بارہ سو انتیس ہجری میں ہوئی درسیات کی ابتدائی کتابیں اپنے دادا سے اور متوسطات والد سے اور بقیہ مرزا حسن علی محدث لکھنوی

سے پڑھیں اور سند حدیث بھی حاصل کی اور اُنھیں کے ساتھ حج کرنے گئے۔ آپ کو بیعت و اجازت وخلافت اپنے والد سے تھی بارہ ربیع الاول سنہ بارہ سو تیس ہجری میں مرید ہوئے اور اجازت و خلافت پای درس و تدریس کا مشغلہ زائد تھا تصنیف کا اتفاق نہ ہوا وفات اٹھائیس شوال سنہ بارہ سو ساٹھ ہجری میں ہوی پھلواڑی میں پائیں مزار حضرت شاہ غلام نقشبند قلندر آپ کا مزار ہے۔ آپ سے اجازت و خلافت آپ کے تینوں بھای مولوی شاہ علی امیرالحق و مولوی شاہ سفیرالحق و مولوی شاہ نقیرالحق اور مولوی شاہ آل یٰسین آپ کے ماموں کو تھی۔

حضرت شاہ علی امیرالحق

آپ کی ولادت چھ ذی قعدہ روز چہارشنبہ سنہ بارہ سو ستائیس ہجری میں ہوی اپنے بھای حضرت شاہ نصیرالحق کے شاگرد تھے اور اُنھیں کے مرید و خلیفہ و جانشین بھی اور سند حدیث مرزا حسن علی محدث لکھنوی سے حاصل کی تھی۔ بڑے ذکی و ذہین اور حافظ قرآن تھے جب تک قوی اچھے رہے روزانہ کلام مجید کا ایک ختم کرتے تھے جب بوڑھے ہوے تو دو دن میں ایک ختم پھر تاحیات تین دن میں ایک ختم ضرور کرتے تھے۔ آخر زمانہ میں مرجوعہ خلق آپ کی طرف اچھا ہوا۔ آپ وعظ دیتے تھے اور اُس میں قرآن مجید کی تفسیر و تصوف کے نکات سمجھاتے تھے درس و تدریس کا مشغلہ زائد تھا تلامذہ بھی بہت ہوے شاعری سے بھی ذوق تھا شہود تخلص فرماتے تھے ۱۲۹۰ھ میں سفر حج کیا۔ آپ کی وفات پندرہ محرم روز سہ شنبہ سنہ تیرہ سو دو ہجری میں ہوی۔ آپ کا مزار پھلواڑی میں اپنے بھای حضرت شاہ نصیرالحق قلندر کے پائیں ہے آپ سے اجازت وخلافت ان حضرات کو تھی۔ مولوی شاہ فقیرالحق مولوی حاجی شاہ رشیدالحق خلف و سجادہ نشین۔ مولوی نذیرالحق۔ مولوی غلام غوث چھپروی۔ مولوی سخاوت حسین عاد پوری۔ مولوی شاہ امجد حسین ساکن کٹیہ

حضرت شاہ رشید الحق

آپ کی ولادت پچیس جمادی الآخر سنہ بارہ سو باسٹھ ہجری میں ہوی۔ آپ کی تعلیم کی ابتدا مولوی شاہ آل یٰسین اپنے ممیرے دادا سے ہوی پھر مختلف لوگوں سے ابتدای کتابیں پڑھیں و میزان الصرف سے آخر تک کل کتابیں اپنے والد سے پڑھیں اور انھیں سے بیعت کی اور اجازت و خلافت نیز تعلیم باطنی پای۔ سنہ بارہ سو نوے ہجری میں انھیں کے ساتھ حج بھی کر آے تھے۔ جب اُن کا وصال ہوگیا۔ تو آپ کے چچا مولوی شاہ نفیر الحق اور بھای مولوی شاہ محمد نذیر الحق فایز نے آپ کو سجادیہ عمادیہ پر بٹھا دیا شوال سنہ تیرہ سو تیس ہجری میں پھر دوبارہ حج کرنے گئے۔ بعد فراغ حج کے مصر و بیروت و دمشق وغیرہ کی سیر کی اور بہت دنوں تک حرمین شریفین میں قیام کیا بائیس جمادی الاول سنہ تیرہ سو اڑتالیس ہجری میں بعمر ستتر سال انتقال کیا۔ انکے بعد انکے صاحب زادہ مولوی شاہ حبیب الحق قلندر جانشین ہوے ان کی ولادت رمضان سنہ بارہ سو پچانوے ہجری میں ہوی تاریخی نام صابر بخت ہے ۱۲۹۵ اس وقت وہی سجادہ نشین ہیں۔

حضرت قاضی معین الدین عرف قاضی مینا قلندر رُدَولوی

ابن قاضی عبد المجید بن قاضی عبد الجلیل بن قاضی محمد بن قاضی رکن الدین بن قاضی مینا۔ بن ابو المکارم بن حسام الدین بن امام الدین بن رکن الدین بن حسین بن صلاح بن داؤد بن احمد بن فضل بن جعفر بن اسحاق بن محمد بن امین بن ہارون رشید عباسی۔

آپ کی ولادت سنہ ایک ہزار تینتیس ہجری میں ہوی۔ آپ سے بڑے آپکے ایک اور بھای تھے جب اُن کا انتقال ہوگیا تو آپ کے والد فرط غم سے بیتاب ہوکر کسی طرف چلے گئے۔ آپ کی والدہ نے آپ کو لڑکپن میں کسی بزرگ کے سپرد کردینا چاہا اُس زمانہ میں تین بزرگ مشہور تھے۔ حضرت سید العرفا لاہر پوری۔ حضرت شاہ پیر محمد لکھنوی۔ حضرت شاہ پیر محمد سلونی۔ ہر طرف اُن کا خیال جاتا تھا۔

لیکن کسی پر راے قائم نہیں ہوتی تھی۔ اپنے داماد شیخ احمد سے مشورہ کیا چونکہ وہ حضرت سید العرفا کے مرید تھے اس لیے انھوں نے حضرت سید العرفا ہی کے سپرد کرنے کا مشورہ دیا انھوں نے کہا کہ بہتر ہے انھیں لیجاکر میری طرف سے یہ عرض کرو کہ اس کی والدہ نے اسے نذر کیا ہے تاکہ حضور کی خدمت میں رہ کر نعمت سرمدی سے مالامال ہو وہ آپ کو حضرت سید العرفا کی خدمت میں لے گئے اور آپ کے والدہ کا پیام عرض کیا حضرت نے از راہ شفقت فرمایا کہ یہ میرا لڑکا ہے۔ پھر محل سرا میں لے گئے وہاں سب سے فرمایا کہ اسے اپنا لڑکا سمجھو چنانچہ آپ کی تعلیم و تربیت گھر کے لڑکوں کی طرح ہوی. گھر میں کوی آپ سے پردہ نہیں کرتا تھا۔

علوم درسیہ کی تعلیم آپ نے مولوی بہاءالدین مرید حضرت سید العرفا و میر محی الدین بلگرامی سے پای ایک روز بہت سے علماء حضرت سید العرفا کے حضور میں حاضر تھے بحث علمی ہونے لگی۔ آپ مباحثہ میں غالب آے حضرت بہت خوش ہوے اور فرمایا کہ بیٹا بس کرو اور اپنا کام کرو۔ آپ نے اس کے بعد سے پڑھنا چھوڑ دیا۔ حضرت قاضی محمد تقی قلندر اس واقعہ کو بیان کر کے فرماتے تھے کہ حضرت کے اس ارشاد بس کنید کا یہ اثر ہوا کہ باوجود کوشش ہم چار دن بھی فراغ حاصل نہ کر سکے۔

ایک روز آپ اُستاد کے یہاں سے سبق پڑھ کر آے اور کتاب طاق پر رکھدی حضرت نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ کتاب ہے فرمایا ؎

	سینہ را از عشق او گلزار کن	صد کتاب و صد ورق در نار کن	

آپ نے سبق پڑھنا موقوف کر دیا ایک روز انھوں نے پوچھا کہ بیٹا سبق پڑھتے ہو۔ آپ نے عرض کیا کہ حضور نے جس روز سے منع کیا ہے چھوڑ دیا۔ فرمایا کہ اُس وقت اور حالت تھی اور اب اور حالت ہی۔ تم پڑھو۔ آپ نے پڑھنا شروع کر دیا۔

تیس سال آپ حضرت سید العرفا کی خدمت میں رہے۔ حضرت کی بہت سے خدمات آپ سے متعلق تھیں اُن کو بھی آپ کی تربیت و تعلیم کی طرف خاص توجہ تھی۔ اکثر آپ سے فرماتے تھے کہ بیٹا تو میرا آئینہ

ہے میں اپنے کو تجھ میں دیکھتا ہوں۔ آپ بھی اُن کی خدمت میں بہت گستاخ تھے۔ ایک روز آپ نے پوچھا کہ ابدال کن لوگوں کو کہتے ہیں۔ فرمایا کیوں پوچھتے ہو۔ عرض کیا کہ اُن سے مل کر کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ میرے پاس آتے ہیں۔ اب جب آئینگے بتا دوں گا۔ اتفاقاً ایک روز چند لوگ صبح کو حضرت سید العرفا کو دریافت کرتے آئے۔ آپ نے کہا کہ حضرت خلوت میں ہیں میں خبر کئے دیتا ہوں کہنے لگے نہیں ہمنے دوحج ہو گا۔ ہمارا سلام کہدینا۔ آپ نے نام پوچھا اُنھوں نے عبداللہ نام بتایا اور چلے گئے۔ جب آپنے عرض کیا تو حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ وہ ابدال تھے۔ مجھ سے ملنے آئے تھے۔ آپ بہت متاسف ہوئے۔ ارشاد ہوا کہ کیوں افسوس کرتے ہو تم کو جو کچھ اُن سے پوچھنا ہو وہ مجھ سے پوچھ لو۔

ایک روز آپ اور حضرت شاہ یوسف قلندر دروازے میں کھڑے تھے ناگاہ اُدھر سے ایک فقیر گذرا اور حضرت سید العرفا سے کہنے لگا کہ فلاں درویش نے انتقال کیا میں اُس کی نماز جنازے کے لیئے جا رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا اچھا چلو میں بھی آتا ہوں۔ وہ فقیر نہایت تیزی سے روانہ ہو گیا۔ حضرت شاہ یوسف قلندر نے پوچھا کہ اس فقیر کو تو میں نے کبھی نہیں دیکھا یہ کون ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ابدال ہے طے ارض کر کے آیا ہے۔ پھر حضرت نے دروازے سے باہر قدم رکھا اور غایب ہو گئے۔

حضرت سید العرفا کا معمول تھا کہ روزانہ حضرت امام جانباز کے مزار پر کچھ دیر مراقبہ کرتے تھے۔ ایک روز گرمیوں میں دوپہر کو تشریف لے گئے آپ بھی ساتھ تھے اُنھوں نے پانی مانگا۔ آپ تازہ پانی لائے وہ مراقب تھے۔ آپ دیر تک کھڑے رہے پانی گرم ہو گیا پھر دوبارہ لائے تب بھی وہ مراقب تھے آپنے کہنا مناسب نہ جانا تیسری مرتبہ پھر لائے اِس مرتبہ وہ مراقبہ سے فارغ ہو چکے تھے پانی پیا خوش ہو کر فرمایا کہ بینا شیخ بینا آپ نے سلام کیا فرمایا کہ بینا سید بینا پھر آپ نے سلام کیا فرمایا کہ بینا غازی بینا۔ آپ نے پھر سلام کیا فرمایا کہ بینا قاضی بینا اس مرتبہ آپ ساکت کھڑے رہے۔ حضرت نے فرمایا کہ رنجیدہ کیوں ہوتے ہو۔ قاضی ہونا معیوب نہیں حضرت رسالت آب صلعم قاضی تھے۔ حضرت عمرؓ

قاضی تھے۔ حضرت عثمان رضؓ قاضی تھے۔ حضرت علی مرتضیٰؓ قاضی تھے ویسے ہی تم بھی قاضی ہوگے۔ عہدہ قضا مخل اوقات نہ ہوگا۔ تمہاری اولاد اُس کا کام انجام دے گی اور تم اپنے کام میں مشغول رہوگے۔ چنانچہ آپکے چچا قاضی عبدالرشید قاضی موہنہ کے انتقال پر عہدہ قضا آپکے سپرد ہوا اور اُن کے ارشاد کا یوں ظہور ہوگیا۔ لوگوں نے جمع ہوکر دستار قضا آپکے سر پر باندھی مگر باوجود اس تعلق کے آپکے اوقات میں کبھی خلل نہیں پڑتا تھا۔ آپکے بڑے صاحبزادے قاضی محمد امین تمام کام انجام دیتے تھے پھر جب اُن کا انتقال آپ کے سامنے ہوگیا تو قاضی محمد شفیع آپکے منجھلے صاحبزادہ خدمات قضا انجام دیا کیئے۔ اُنکے بعد آپکے چھوٹے صاحبزادہ حضرت قاضی محمد تقی قلندر کے سپرد یہ خدمت ہوئی آپ کی مہر دور بخط جلی تھی یہ سجع کندہ تھا کہ خادم شرع سید معین الدین ۱۰۴۳

راجہ موہنہ نے فوجدار کے متصدیوں کو دو ہزار روپیہ رشوت دے کر گانوں اپنے قبضہ میں کیا جب وہ فوجدار بدل گیا اور واصلات کے کاغذات بننے لگے تو راجہ نے چاہا کہ وہ روپیہ مال سرکار میں مجرا ہوجاوے۔ قانون گو اس پر آمادہ نہ ہوئے اور واصلات میں اُس رقم کو نہیں لکھا جب وہ کاغذ مہر کرنے کے لیے آپکے پاس آیا تو راجہ نے عرض کرا بھیجا کہ آپ مہر نہ کیجئے گا۔ مگر چونکہ آپ کو سارا واقعہ راجہ کی بیجائی کا معلوم تھا اس لیئے آپ نے نہ مانا اور کاغذ پر مہر کردی۔ راجہ آپ کا دشمن ہوگیا جس قدر آپ نرمی و ملایمت فرماتے تھے۔ اُسی قدر اُس کی عداوت بڑھتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک روز بہت سے آدمیوں کو لے کر آپ کی حویلی پر حملہ کرنا چاہا۔ آپکے اعزہ واقربا کو جب اُس کا یہ ارادہ معلوم ہوا تو وہ بھی سب آپکے دروازے پر جمع ہوگئے آپنے بھی اُس کی مقہوری کے لیئے سورہ نوح کا عمل پڑھنا شروع کردیا۔ اتفاقاً میاں محمد زماں آپکے بڑے صاحبزادہ کو قیاساً یہ معلوم ہوگیا تو انھوں نے بہت خوشامد سے عرض کیا کہ حضور تحمل و اغماض ہی زیادہ بہتر ہے۔ آپ نے پڑھنا موقوف کرکے فرمایا کہ نصف سورۃ میں نے پڑھی ہے۔ لہذا نصف برباد ہوئے۔ اگر پوری پڑھتا تو سب برباد ہوجاتے۔ غرض اُس روز تو معاملہ دفع ہوگیا۔ مگر منجانب اللہ ایسا حادثہ ہوا کہ جس میں اُس کا نصف خاندان مقتول و برباد ہوگیا۔

آپ نے اجازت وخلافت پانے کے بعد عرصہ تک باوجود اصرار کسی کو مرید نہیں کیا تب اکثر مونہ والے حضرت شاہ پیر محمد سلونوی کے مرید ہو گئے۔ آخر ایک مرتبہ خواب میں حضرت سید العرفا کو دیکھا کہ وہ مزارات پر فاتحہ خوانی کے بعد آپ سے فرما رہے ہیں کہ مینا کوئی ایسا نہیں ہے جو ان مزارات پر چراغ روشن کر دیا کرے۔ آپ نے عرض کیا کہ یہ میرا کام ہے میں کروں گا۔ اس کے بعد جو شخص مرید ہونا چاہتا تھا۔ اس کو بلا تکلف مرید کر لیتے تھے۔

حضرت شاہ پیر محمد لکھنوی و حضرت شاہ دوسی و حضرت شاہ عبد الرزاق بانسوی و حضرت شیخ عبدالعزیز قیب کاکوروی و حضرت شاہ پیر محمد سلونوی وغیرہم سے آپ سے بہت مراسم تھے۔ اکثر یہ حضرات آپ سے ملنے مونہ جاتے تھے اور کبھی کبھی آپ بھی اُن کے یہاں جایا کرتے تھے۔

نقل ایک بار کسی نے آپ سے اعتراضاً کہا کہ اذکار قلندریہ میں ایک ذکر تو ایسا ہے کہ جس کی آواز شیر کی آواز کے مشابہ نکلتی ہے مگر ذاکر کی صورت ویسی نہیں ہو جاتی یہ کہہ کر اُس نے نظر جو اُٹھائی تو آپ کو شیر کی صورت میں دیکھا خائف ہو کر عذر و معذرت کی آپ نے کہا کہ درویشوں پر اعتراض و انکار کا نتیجہ خرابی کے سوا کچھ نہیں۔

ایک روز دلاور خاں ملیح آبادی حاکم مونہ جو آپکے خاص معتقد تھے حاضر ہوئے اور اپنی جمعیت ظاہری و ترقی منصب کے لیئے دعا و توجہ چاہی آپنے چند گھونسے تفنناً اُن کی گردن پر مارے ہر گھونسہ سے منصب ہزاری کا اشارہ تھا وہ خوش ہو کر۔ آداب بجالائے تھوڑی ہی عرصہ میں منصب دار ہو گئے اور شمشیر خاں کا خطاب پایا۔

نقل اگر آپ کا کوئی مرید اوراد و وظائف زائد پڑھتا تھا تو فرماتے تھے کہ کیا پاگل کرتے ہو کچھ توڑ پیو تاکہ کچھ حاصل ہوئے یعنی جانوروں کی طرح منھ چلانا بیفائدہ ہے۔ بلکہ محنت و ریاضت کرکے کچھ حاصل کرنا چاہیئے۔

آپ کتب و رسائل تصوف کے صرف پڑھنے سے خوش نہیں ہوتے تھے فرماتے تھے کہ محنت و ریاضت کر دمسائل و مصطلحات تصوف جاننے سے خالی کیا ہوگا؟ فرمایا کرتے تھے کہ میرا

مبتدی اور کا منتہی۔

ایک مرتبہ حضرت سید العرفا کے عرس میں لاہر پور گئے اور مجلس سماع میں وقت میں آکر خود بھی گانے لگے آپ کی آواز بھی اچھی تھی اور اس فن سے واقف بھی تھے بعد سماع کے کسی نے اعتراضاً پوچھا کہ قاضی جی راگ حلال ہے یا حرام۔ آپنے فرمایا کہ حلالیوں کو حلال ہے اور حرامیوں کو حرام۔

ایک روز اپنے گھر کے صحن میں بیٹھے تھے ایک بارگی فرمایا کہ اس وقت ایک شخص مجھے بلانے آیا تھا میں نے اس سے کہا کہ تمہارے آنے کی ضرورت نہیں تھی میں خود ہی وہاں پہلے سے پہونچ گیا ہوں۔ اس کے بعد ہی سے آپ کی کمر میں درد پیدا ہو گیا اور روز بروز ایسا بڑھتا گیا کہ آپ اشارے سے نماز پڑھنے لگے ایک روز اسی بیماری میں کہنے لگے کہ کوٹھری کے کیواڑ کھول دو حضرت سید سالار مسعود غازی مجھے لینے آئے ہیں۔ آخر اسی مرض میں چار پانچ روز مبتلا رہ کر انتقال کیا۔

آپ کی وفات بعمر چھیانوے سال چودہ ربیع الآخر شب یکشنبہ سنہ گیارہ سو انتیس ہجری میں ہوئی قصبہ مہونہ ضلع لکھنؤ میں مزار ہے۔

آپکے خلفا یہ حضرات ہوے۔ حضرت قاضی محمد تقی قلندر۔ شاہ آفاق[۱] امیٹھوی۔ شاہ درویش محمد سندیلوی ازفرزندان حضرت شیخ جنید روحانی۔ شاہ حیات محمد بانگرموی۔ شاہ محمد صالح جونپوری شاہ فتح محمد نگرامی یہ (مجرد و متوکل تھے اور لکھنؤ میں عمر بھاری کے روضہ میں رہا کرتے تھے وہیں مدفون ہیں)

[۱] آپ کی ولادت نویں ماہ شوال روز دوشنبہ وقت صبح سنہ گیارہ سو میں ہوئی۔ جملہ بحر فیض۔ اور کریم ملک بزرو رحیم سے سنہ ولادت نکلتا ہے آپ فقیر صاحب نسبت و مقبول حضرت قاضی صاحب تھے انکے بہت سے عمدہ مکاتیب آپ کے نام ہیں جو مراد المریدین میں مسطور ہیں اکثر فقراء کاملین دہلی آپکے مرید تھے اشاعت سلسلہ آپ سے بھی ہوئی آپکے عرفان و کمال کا ان رقعات سے جو آپنے شیخ محمد درگاہی اپنے صاحبزادہ کو لکھے ہیں بخوبی پتہ چلتا ہے یہ رقعات میں نے رسالہ فیوض العارفین تعلیقات قلندریہ میں نقل کئے ہیں اس سے زائد آپکا حال معلوم نہو اقطعہ تاریخ وفات از ملا فقیہ الدین عزت امیٹھوی مرید آنحضرت شاہ آفاق مرشد کامل میشد ازیں دم کہ شد بحق واصل ؛ طرفہ و قتی عجب مقامی داشت ؛ تحفہ وجدی عزیب حالی داشت ؛ کہ زبانہا ازاں بیان لال است ؛ آنکس کہ صاحب حال است آں مقیم حریم خلوت انس ؛ دل شب کہ دو سیر عالم قدس ؛ خواست از قدسیان باوج سما ؛ شد رسمی شو اسیر بعبد الیلاکم کرد ہاتف زسال او آگاہ جعل اللہ جنتہ مثواہ ؛ مسجد مزار شکستہ حالیس محلہ تھیا نہ کے پورب جانب سر راہ موجود ہے ۔ ۱۱۵۹ھ

شاہ حیات اللہ سدہوی۔ شاہ مظفر مہونوی شاہ محمد محفوظ دادا حضرت شاہ لیسین قلندر برادر خورد حضرت سید العرفا۔ شاہ یحیی بن شاہ محفوظ لاہرپوری شاہ رحمت اللہ بجنوری مصنف تذکرۃ الاصفیا از نبائر حضرت مخدوم فخر الدین بجنوری شیخ محمد کبیر کاکوروی سنجر خاں ملیح آبادی۔ مولوی قاسم علی۔ مولوی خرم قنوجی قاضی قیام الدین قنوجی مولوی سید رحمت اللہ شاگرد مولوی خرم مولوی محمد فرخ تبوری مولوی محمد غوث خیر آبادی شیخ نور الدین کاکوروی ملا محمد سعید جونپوری شیخ نور الدین بہاری شاہ عتیق اللہ اکبر آبادی

حضرت شیخ رحمت اللہ بجنوری

آپکے والد کا نام شیخ غلام محمد تھا آپ حضرت مخدوم قاضی فخر الدین بجنوری خلیفہ حضرت محبوب الہی دہلوی کی اولاد میں تھے ماہ صفر سنہ ایک ہزار ساٹھ ہجری میں لکھنؤ میں پیدا ہوے پانچ سال کے تھے کہ والدہ کا انتقال ہوگیا والد نے پرورش کیا بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا معمول تھا کہ نماز اشراق کے بعد سے نماز چاشت تک پانچ پارہ ترتیل و تجوید سے پڑھا کرتے تھے۔ جب سن بلوغ کو پہونچے تو تحصیل علم ظاہر کی طرف متوجہ ہوے اور اکبر آباد و دہلی وغیرہ میں پڑھا مگر زائد حاجی محمد عارف مدرس شاگرد ملا عبد الحکیم سیالکوٹی سے لاہور میں اور ہدایہ ملا ابو سعید امیٹھوی سے پڑھا علاوہ علوم دینی کے علم رمل و جفر و تکسیر و نجوم کے بھی ماہر تھے ایک روز اکبر آباد میں دریاے جمنا کے کنارے نقوش و تعویذات لکھ رہے تھے ایک فقیر نے آپ سے پوچھا کہ یہ کون کتاب ہاتھ میں ہے آپنے بیان کیا وہ کہنے لگے کہ نقاش حقیقی را بدست آوردہ باید پرست دل بایں نقوش نباید بست وہ یہ کہہ کر چل دیے آپنے کاغذ پھاڑ کر پھینک دیا اور ریاضات میں مشغول ہوگئے پینتیس سال کی عمر میں اپنے والد کے مرید ہوے اور ترک و تجرید اختیار کی اور خرقہ خلافت بھی پایا عرصہ تک بندگی شیخ پیارہ کی خانقاہ میں رہے جب وہاں لوگوں کا ہجوم زیادہ ہونے لگا تب مخدوم شیخ زین الدین کی خانقاہ میں اٹھ گئے پندرہ سال وہاں رہے۔ حضرت شاہ پیر محمد و حضرت شاہ محمد آفاق لکھنوی سے بھی فیوض حاصل کیے۔ حضرت قاضی محمد تقی قلندر اور انکے والد حضرت قاضی مینا قلندر دونوں سے خرقہ خلافت پایا تھا۔ مدتوں ان کی

خدمت میں بھی رہے حضرت شاہ محمد فاضل مشہور بہ مظہر الحق حسینی اکبر آبادی سے بھی آپ سے بہت مراسم تھے آپکی جلالت شان پر آپ کی تصنیف کتاب تذکرۃ الاصفیا جو دو جلدوں میں بزرگوں کے حالات میں ہے شاہد عادل ہے اونیس ذیقعدہ روز جمعہ سنہ گیارہ سوتیس میں بعمر ستر سال آپ کی وفات ہوئی۔

حضرت قاضی محمد تقی قلندر

آپ کی ولادت سنہ ایک ہزار بہتر ہجری میں ہوئی آپکے والد ماجد آپ کو بہ نسبت اور صاحبزادوں کے زیادہ چاہتے تھے بچپن میں آپ انھیں کے پلنگ پر سوتے تھے عرصہ تک لکھنے پڑھنے کی طرف متوجہ نہ ہوئے آپ کی والدہ کہا کرتی تھیں کہ بیٹا پڑھو لکھو کھیل کود کب تک۔ آپ ان سے فرما دیتے تھے کہ مجکو یہاں کچھ رہنا ہے کہ جو پڑھوں میں سیر و سفر کروں گا۔ وہ کہتی تھیں کہ ایسا نہ کہو آپکے والد فرماتے تھے کہ خبردار لکھنے پڑھنے کی اسے کوئی تاکید نہ کرے۔ تحصیل علم میں محنت کرنے سے یہ کمزور ہو جائے گا اسے اس کے حال پر چھوڑ دو تاکہ خوب قوی و تندرست ہو جتنا قوی ہوگا اسی قدر ذکر و شغل خوب کرے گا میرے اور لڑکے اسی تحصیل علم میں محنت کرنے سے ضعیف و لاغر ہو گئے

غرض جب سن تمیز کو پہونچے تو آپ کو خود تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا اور محنت سے پڑھنے لگے اور بوجہ محنت لاغر ہو گئے۔ ایک روز آپ کی والدہ نے نہایت متاسف ہو کر آپ سے کہا کہ اس قدر محنت نہ کرو تم دبلے ہوتے جاتے ہو۔ آپ نے عرض کیا کہ جب میں نہیں پڑھتا تھا تو اس وقت آپ پڑھنے کی تاکید کرتی تھیں اور اب ایسا کہتی ہیں وہ کہتی تھیں کہ کیا کروں تمھاری لاغری دیکھکر دل کڑھتا ہے آپ نے کتب درسیہ کچھ اپنے والد ماجد اور بھائی میاں محمد شفیع سے اور کچھ لکھنؤ و قنوج میں مولوی قیام الدین و مولوی سید احت اللہ ساکن فتحپور ہسوہ مریدان قاضی صاحبؒ مولوی سید کرم اللہ باشندہ کیمولی سے پڑھیں پھر الہ آباد جاکر شاہ قدرت اللہ خلف شاہ عبد الجلیل سے بقیہ تعلیم ختم کی ہدایہ اور دو دفتر مثنوی شریف فتح خان خلیفہ حضرت سید حسن رسولنما سے دہلی میں پڑھے اور ملا محمد زمان کاکوری خلیفہ حضرت شاہ پیر محمد لکھنوی سے بھی کچھ پڑھا۔

آپ نے اپنی والد کی حیات میں متوکلاً علی اللہ بے زاد و راحلہ و حج اپنے اور اونکے لیئے کیے۔
جب بقصد حج روانہ ہوے تو اُس وقت آپکے پاس صرف پانچ روپیہ تھے مگر عنایت الہی شامل حال تھی کہ بہت آرام و آسایش سے پہونچ گئے۔ اور حج اکبر پایا عرصہ تک وہاں رہکر مقامات متبرکہ و مزارات اولیاء اللہ کی زیارت کی اور پھر دوسرا حج اپنے والد کے لیے کیا اور وہاں کے علما و مشایخ کی زیارت اور اُنکی صحبت میں رہکر فیوض حاصل کیئے۔ آٹھ نو سال سفر میں رہے جب واپس آکر والد کے قدمبوس ہوے تو وہ بہت خوش ہوے اور فرمایا کہ چھوٹے پوت نے ہمیں حاجی کیا۔

بعد از فراغ ریاضات و مجاہدات مسند ارشاد و ہدایت بر رونق افروز ہو کر عالم کو اپنے فیوض سے مالامال فرمایا دنیا داروں سے نفرت تھی حتی الامکان اپنے گھر پر اُن کا آنا پسند نہیں کرتے تھے منکسر المزاج بہت تھے اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

ز خاک آفریدت خداوند پاک		پس ای بندہ افتادگی کن چو خاک	

کثرت و ہجوم خلق سے خوش نہیں ہوتے تھے اس لیے جب کبھی لکھنؤ تشریف لے جاتے تھے تو بجاے شہر کے محلہ رام نگر میں شہر سے باہر قیام کرتے تھے کیونکہ وہاں بوجہ فاصلہ و مسافت لوگ کم جاتے تھے لکھنؤ جب جاتے تو چارپای پر استراحت کرتے اور گھر پر اکثر اوقات تخت ہی پر بیٹھتے اور لیٹتے تھے قبل از حج کسی کو مرید نہیں کیا اور بعد حج بھی عرصہ تک اس سے کنارہ رہے آپکے سب سے پہلے مرید شاہ جمال اللہ سیتاپوری تھے پھر نو سال قبل از وصال جو کوی مرید ہونا چاہتا تھا اُس کو مرید کر لیتے تھے جس کو متشرع دیکھتے یا سنتے اُس سے خوش اور غیر متشرع سے ناراض ہوتے اگر کوی کسی کا مرید استفادہ کے لیے حاضر ہوتا تو اُس سے فرماتے کہ جو کچھ تمھارے پیر نے بتایا ہے اُسی پر عامل رہو وہی تمھارے حق میں زیادہ نافع ہے ہاں اگر نفع معلوم نہ ہو یا مرشد سے اجازت حاصل نہ کی ہو اُس وقت کسی اور بزرگ سے رجوع کرنے میں مضائقہ نہیں۔ کبھی اپنے مرید یا غیر مرید کے قدمبوس ہونے کو پسند نہیں کرتے تھے اور نہ کبھی اپنی تعریف سے خوش ہوتے تھے۔ مرید کرتے وقت فرماتے تھے کہ مقدمہ عاقبت مبہم ہے معلوم نہیں میری نجات ہو یا تمھاری۔ اگر میری نجات ہوی اور تمھاری گرفتاری تو میں تمھاری شفاعت کرونگا

اور اگر تمھاری نجات ہو اور میری گرفتاری تو تم میری شفاعت کرنا۔

ایک بار نواب انو رالدین خاں گوپاموی پریشان ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوے وقت رخصت آپ نے تبرک دینا چاہا اتفاق سے گھر میں کچھ نہ تھا اسی وقت ایک مزدور غلہ لیئے گذرا آپ نے اس سے تھوڑا غلہ لے کر دیا انھوں نے تعظیماً سر پر رکھ لیا آپ کو ان کا یہ ادب پسند ہوا کچھ دیر کے بعد انھوں نے عرض کیا کہ میری کثیر العیالی وقلت معاش کا حال آپ پر بخوبی ظاہر ہے لہٰذا امیدوار دعاو توجہ ہوں آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ پہلے دہلی جاؤ پھر وہاں سے دکن وہاں تمکو عہدہ ملے گا اور ہر پنجشنبہ کو اس غلہ کے دو چار دانہ کھا لیا کرنا جب تک یہ غلہ تمھارے یہاں رہے گا دولت وامارت بھی رہے گی چنانچہ وہ نظام الملک کی طرف سے صوبہ ارکاٹ ہوگئے بحر زخار میں ہے کہ اس وقت سنہ ۱۲۰۰ھ میں نواب محمد علی خاں انکے لڑکے وہاں کے حاکم ہیں اور سنا گیا ہے کہ تقریباً آدھ سیر غلہ ابھی موجود ہے اور بدستور ہر پنجشنبہ کو کھایا جاتا ہے۔

آپکے مفصل حالات مراد المریدین آپکے ملفوظ میں ہیں۔ بیسویں رمضان سنہ گیارہ سوچہتر سے سلسلہ علالت شروع ہوا دوران علالت میں اکثر مریدین مخلصین نے عرض کیا کہ لکھنؤ چل کر علاج کرنا چاہیئے جس کے جواب میں فرمایا کہ نہ میں اپنی حیات فانی کا طالب ہوں اور نہ اس وجود عنصری کے قایم رکھنے پر راغب کہ دوڑتا پھروں افسوس اس پر جو اپنے نفس کی راحت کیلئے اتنی مسافت طے کرے اور پھر وہ تمنا پوری ہو یا نہ ہو اس رواروی کو کون روک سکتا ہے۔ لاکھوں مجھ ایسے آئے اور گئے میں بھی چلا جاؤں گا۔ چونکہ آپکے صاحبزادہ شاہ محمد تقی صاحب کا انتقال آپکے سامنے ہو گیا تھا لہٰذا دوران علالت میں آپ نے اپنے بڑے پوتے شاہ احمد اللہ کو اپنا جانشین کر دیا۔

آپ کی وفات بعمر ایک سو چار سال سات ذیحجہ سنہ گیارہ سوچہتر میں ہوی مہونہ میں اپنے باغ کے اندر قریب مزار اپنے والد کے دفن ہوے۔

تاریخ وفات از ملا فقیہ الدین محمد عزت ایٹھوی مرید حضرت شاہ محمد آفاق ایٹھوی ؎

شیخ دین شاہ تقی ہادی راہ		آں ز خود فانی وباقی باللہ	

قاضی دین ہدایت اعلم — مفتی شرع و مجیب احکم
یادگار سلف و فخر خلف — زینت انجمن عز و شرف
عالم و عامل و حاجی الحرمین — عارف کامل و صاحب شرفین
بست در ہفتم ذی الحج احرام — بطواف حرم جاں زدہ گام
شد خرامندہ بہ گلزار جناں — رفت از خویش بسوے جاناں
رخ ازیں منزل ویراں برتافت — بہ تماشاگہ فردوس شتافت
اول ہفتہ و مابین ضحے — گشت فردوس برینش ماوے
زد رقم سال وصالش رضواں — قطب حق یافتہ فردوس مکاں

آپکے بعد شاہ احمد اللہ سجادہ نشین ہوے مگر اُن کی عمر نے وفا نہ کی صرف دو برس سجادہ نشین رہے ۲۹ محرم ۱۲۸۰ھ میں دیوار کے نیچے دب کر شہید ہوے اُنکے بعد حضرت شاہ عبد الغنی اُنکے چھوٹے بھائی سجادہ نشین ہوے مگر وہ بھی تھوڑے عرصہ کے بعد وفات پا گئے۔ مراد المریدین میں آپکی اولاد کے بھی حالات ہیں حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر کی والدہ ماجدہ اور مولانا حمید الدین محدث کاکوروی بھی آپ ہی کے مرید تھے۔

آپکے خلفاء یہ حضرات ہوے۔ حضرت شاہ احمد اللہ۔ و حضرت شاہ عبد الغنی نبیرہ گاں آنحضرت حضرت شاہ سلطان قلندر نواسۂ آنحضرت۔ حضرت شاہ بدیع اللہ قلندر۔ حضرت شاہ غلام علی[1] مولوی شاہ ابو الخیر۔ و مولوی شاہ ابو الفضل جونپوری۔ شاہ فصیح اللہ۔ شاہ علاء الدین احمد امیٹھوی۔ شاہ غلام غوث سندیلوی (اُنکے خلیفہ شاہ دربان علی سندیلوی اُنکے خلیفہ شاہ مظہر علی آسیونی اُنکے خلیفہ اُنکے بیٹے شاہ انعام اللہ ہوے) مولوی شاہ مراد علی ساکن منڈیاہو ضلع جونپور۔ شیخ نعیم اللہ ساکن نیوتنی۔ سید شاہ تاج محمود سیتاپوری۔ شاہ فرزند علی قلندر۔ شاہ فیض لکھنوی۔ شاہ جمال اللہ

لہ اُنکے خلیفہ مولانا عبد الرحمن صوفی پنجابی مصنف کلمۃ الحق وغیرہ ہوے اور اُنکے جانشین شاہ فتح علی اور اونکے جانشین اُنکے بیٹے شاہ رحمن بخش اور اُنکے جانشین اُنکے بیٹے شاہ عزیز الرحمن ہیں (بقیہ صفحہ آیندہ پر ملاحظہ ہو)

سیتاپوری شاہ برخوردار شاہ حمایت اللہ قلندر شاہ حفیظ اللہ۔[۱]

حضرت شاہ حمایت اللہ قلندر

از اولاد حضرت قاضی ضیاء الدین نیوتنوی خلیفہ حضرت مخدوم شیخ بھیکہ کاکوروی۔ آپ کی والدہ حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی کی ہمشیر کی اولاد میں تھیں۔ آپ علم ظاہر و باطن کے جامع تھے اٹھارہ برس کی عمر میں تحصیل علم سے فراغت پا کر کلام مجید حفظ کیا پھر حضرت شاہ صفی قلندر ایٹھوی خلیفہ حضرت سید میر خلیفہ حضرت شاہ یوسف قلندر خلیفہ حضرت سید العرفا لاہرپوری کے مرید ہوئے جب مرجوعہ خلق زیادہ ہوا تو چونکہ آپ کو اُن سے اجازت و خلافت نہ تھی۔ لہذا آپ نے حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا تو ایسی توجہ فرمائیے کہ یہ لوگ مجھ سے برگشتہ ہو جائیں ورنہ پھر مرید کرنے کی اجازت دیجئے۔ اُنھوں نے آپ کو اجازت و خلافت دی۔ لوگوں نے آپ سے درگاہ حضرت مخدوم شاہ مینا کی سجادہ نشینی کے لیے عرض کیا پہلے تو آپ نے منظور نہیں کیا پھر قاضی صاحب کے حکم سے مان لیا۔ فضل علی قانون گو پرگنہ آسیون بچپن سے آپکے منظور نظر تھے۔ شکر اللہ خاں ملیح آبادی نے بوجہ عداوت اپنے نوکروں کو اونکے مار ڈالنے کا حکم دیا جب اُن کو معلوم ہوا تو اُسی وقت اُنھوں نے آپ کو اطلاع دی آپ نے فرمایا کہ ع مترس از بلا ہا کہ شب درمیان است۔ صبح کو نواب شجاع الدولہ کی فوج گئی اور شکر اللہ خاں کو قتل کر ڈالا۔ اکثر لوگوں نے آپ کو حجرہ میں شیر کی شکل میں دیکھا۔ آپکی وفات بائیس ماہ رمضان سنہ گیارہ سو چوراسی یا پچاسی میں ہوئی قصبہ نیوتنی میں مزار ہے۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ان تینوں بزرگوں کے مزارات لکھنؤ محلہ بنڈائین کی مسجد پائیں روضہ حضرت مولانا ہیرا کا عرس دوسری ذیقعدہ سے چھ تک ہوتا ہے ان کا مفصل حال کتاب انوار الرحمن انکے ملفوظ میں ہے ۱۲

[۱] یہ خواجہ احمد یسوی پیر ترکستان کی اولاد میں تھے قاضی صاحب انکو بہت دوست رکھتے تھے یہ قوی خوب پڑھتے تھے اور حضرت شیخ محمود قلندر لکھنوی کی روح سے بھی فیضیاب تھے حضرت مخدوم شاہ مینا کی درگاہ کے حجرہ میں رہتے تھے وہیں انتقال ہوا انکو حضرت شاہ محمد فصیح خلف و خلیفہ حضرت شاہ یوسف قلندر ایٹھوی سے بھی خلافت تھی ۱۲

حضرت عزیز الحق شاہ بدیع اللہ قلندرؒ

بن مولوی ثناء الحق بن شاہ ضیاء الحق بن شیخ محب اللہ بن شاہ نور اللہ بن شیخ نور الحق محدث بن حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بن شیخ سیف الدین بن شاہ سعد اللہ بن حضرت فیروز شہید بن شیخ موسیٰ ابن شیخ معز الدین بن شاہ بیر ترک بخاری فرزند خواجہ احمد یسوی پیر ترکستان۔

آپ کی اصل بخارا اور جائے ولادت شہر جونپور ہے آپکے اجداد میں سے کسی نے آکر ہندوستان میں قیام کیا اور اُن کی اولاد جا بجا جونپور و دہلی و لکھنؤ میں پھیلی آپنے تحصیل علم جونپور کے نامی علماء سے کی اور مدتہا تک درس دیا کیئے۔

آپ کو بیعت و اجازت و خلافت حضرت قمر الحق شاہ غلام رشید جونپوری سے اول حاصل ہوئی اور اُنھیں نے آپ کو عزیز الحق کا لقب دیا پھر آپ نے اسی سلسلہ کے بزرگ حضرت شاہ محمد باقی متوکل رشیدی جونپوری۔ مرید و خلیفہ شاہ جان محمد صالح رشیدی خلیفہ حضرت شاہ بدر الحق محمد ارشد جونپوری سے تمام سلسلوں کی اجازت پائی۔ نیز حضرت شاہ محمد انوار احمد رسولی مرید و خلیفہ حضرت شاہ عبد الرسول رحمانی ملقب بہ ابراہیم ثانی سے تمام سلسلوں کی عامۃً اور سلسلہ چشتیہ صابریہ کی خاصۃً اجازت پائی اسی طرح حضرت محبوب الحق شاہ فصیح الدین سے بھی خاصۃً سلسلہ چشتیہ اور عامۃً کل سلسلوں کی اجازت پائی اور خرقہ ملبوس خاص بھی پایا۔

اُن کی وفات کے بعد آپ باشارۂ غیبی جونپور سے معہ حضرت شاہ غلام علی کے لکھنؤ آئے اور کٹرہ بزن بیگ خان میں سکونت اختیار کی یہاں تھوڑے عرصہ میں آپکا علم رشد و ہدایت ایسا بلند ہوا کہ بہت لوگ آپکے مرید ہوئے اور آپ کی فضل و کمال کی شہرت اطراف و جوانب میں پھیل گئی۔ اگرچہ ابواب دقایق و حقایق معرفت الٰہی آپکے قلب پر مفتوح ہو چکے تھے لیکن بایں ہمہ آپ کی عالی ہمتی ایسی تھی کہ جہاں کسی بزرگ کا شہرہ سنتے اُس کی خدمت میں حاضر ہو کر اکتساب فیوض کرتے چنانچہ جب جونپور سے لکھنؤ آئے تو یہاں شہرۂ ولایت حضرت قاضی محمد تقی قلندر مہونوی بلند پایا فوراً انکی خدمت

میں حاضر ہوئے اور اذکار و اشغال مشرب قلندریہ سیکھنے کی تمنا ظاہر کی اُنھوں نے آپ کو سلسلہ قلندریہ میں داخل کرکے تعلیم اذکار و اشغال دی اور اجازت و خلافت معہ خرقہ عطا فرمائی پھر آپ اسی سلسلہ میں مرید کرنے لگے۔

درویش کامل و صاحب تصرف تھے ایک حجام جو آپ کا خط بناتا تھا ایک بار روتا ہوا آیا اور عرض کیا کہ الماس علیخاں نے میری زمین اور مکان اپنے معشوق حیدر بخش کے پائیں باغ میں شامل کرنے کا حکم دیا ہے میں بے خانماں ہوا جاتا ہوں آپ کی سفارش کی ضرورت ہے پہلے ٹالا جب اُس نے نہ مانا تو آپ نے الماس علیخاں کے پاس کہلا بھیجا کہ یہ شخص میرا خادم ہے اور واجب الرحم اپنی دریادلی سے اس کا مکان چھوڑ دو خدا اجزائے خیر دے گا۔ اُس نے سفارش کا کچھ خیال نہ کیا دوبارہ سفارش پر سخت و سست کہنے لگا جب آپکو معلوم ہوا تو غصہ میں بآواز بلند الّا اللہ کی ضرب لگائی اُسی وقت الماس علیخاں سرنگوں زمین پر گر کر بیہوش ہوگیا اور ناک کان سے خون بہنے لگا جب ہوش آیا تو حاضر ہو کر معافی مانگی۔ آپ نے معاف کر دیا اور کہا کہ دار قلندران خالی نیست و اب خبردار کسی فقیر کی اہانت نہ کرنا۔ آپ کی مہر میں یا بدیع العجائب بالخیر یا بدیع کندہ تھا۔ آپ کی وفات سنہ بارہ سو تیرہ ہجری میں ہوئی آپ کا مزار کٹرہ بزن بیگ خاں میں متصل دروازہ احاطہ مقابل زینہ مسجد ہے۔

حضرت شاہ غلام علی قلندر

بن مولوی شاہ محمد ناصر بن شاہ محمد مصطفیٰ محدث بن شاہ محمد ماہ بن شاہ جمال الدین بن شاہ سیف الدین بن شاہ سراج الدین بن شاہ عظمت اللہ بن شاہ احمد اللہ بن شاہ احمد الدین بن حضرت شیخ حمید الدین ناگوری۔

آپ کو حضرت شاہ بدیع اللہ قلندر نے اپنا بیٹا بنایا تھا بچپن سے آپ نے اُنکے پاس پرورش پائی اور جونپور میں علما سے پڑھا اجازت و خلافت معہ خرقہ آپ کو پہلے حضرت شاہ فصیح الدین سے ملی پھر حضرت شاہ بدیع اللہ قلندر کے ساتھ آپ نے حضرت قاضی محمد تقی قلندر سے سلسلہ قلندریہ میں

بیعت کی اور خرقہ فقر و اجازت وخلافت جملہ سلاسل پائی۔
آپ متوکل و قانع و متبع شریعت تھے علاوہ اور کمالات ظاہر و باطن کے خوشنویس خط نسخ کے اول درجہ کے تھے۔ شان تحریر قاضی عصمت اللہ برادر زادہ یاقوت رقم کے طرز پر تھی۔ باوجود شاہ اودھ کے یہاں سے روزینہ مقرر ہونے کے کتابت قرآن مجید پر اپنی قوت لایموت رکھتے تھے آپکی مہر میں یہ مصرعہ کندہ تھا ع علی امام من است ونم غلام علی۔ ۱۲۰۶
آپ کی وفات سنہ بارہ سو تیئیس میں لکھنؤ میں اپنے گھر میں ہوئی اور متصل مسجد احاطہ کے اندر جانب جنوب دفن ہوئے۔
آپکے جانشین حافظ شاہ عبدالعزیز گورکھپوری لکھنوی ہوئے ان کا وطن و مولد شہر گورکھپور اور مسکن و مرقد لکھنؤ ہے یہ نسباً عثمانی تھے۔ انکے والد کا نام مولوی شاہ حمید الحق بن مولوی شاہ بشیر الحق بن ملا محمد دانیال بن شاہ ابو الہاشم تھا یو رانسب نامہ تحفۃ الاحباب میں مرقوم ہے انھوں نے پہلے کلام مجید حفظ کیا پھر تحصیل علم وہیں کے علماء نیز اپنے والد سے کی۔ فراغ حاصل نہ ہوا تھا کہ والد کا انتقال ہو گیا تب بشوق تکمیل لکھنؤ آئے یہاں حضرت مولانا سید غلام مخدوم سے جملہ علوم میں تکمیل حاصل کی پھر جب طلب حق پیدا ہوئی تو حضرت شاہ بدیع اللہ قلندر کے مرید ہوئے۔ اُنھوں نے تعلیم و تلقین اذکار و اشغال و خلافت و اجازت جملہ سلاسل معہ خرقہ فقر عطا کی اور ان کا نکاح اپنے پسر خواندہ حضرت شاہ غلام علی کی لڑکی سے کردیا جسکے بعد سے پھر یہ اپنے وطن نہیں گئے انھیں دونوں حضرات کی خدمت میں رہے جب پیر و مرشد کا وصال ہو گیا تو انکے خسر حضرت شاہ غلام علی نے انکو اُن کا جانشین کردیا اور خود بھی اجازت وخلافت دی یہ قوی الجثہ خوبصورت صاحب وجاہت بڑے خوش بیان وخوش الحان تھے علماء و فضلا ان کا وعظ و تقریر بہت شوق سے سنتے تھے جمعہ کے روز بعد نماز اپنے مسجد میں وعظ کہا کرتے تھے۔ نہایت متشرع و متقی تھے۔ انکے تین بیٹے تھے مولوی عبدالعلی و مولوی فضل علی و مولوی محمد علی۔ جب اول الذکر دو بیٹوں کا انتقال انکے سامنے ہو گیا تب انھوں نے اپنے تیسرے بیٹے مولوی محمد علی کو اپنا خلیفہ و جانشین جماعت کثیر کے

رو برو کر کے خرقۂ خلافت پہنا دیا اور بزرگوں کے تبرکات سپرد کردیئے۔ سات رمضان روز دوشنبہ وقت نماز صبح سنہ بارہ سو اڑتالیس میں بعہد نصیر الدین حیدر شاہ اودہ انتقال کیا۔ درمیان قبر ہر دو پسر اندرون احاطہ مقبرہ میں کہ متصل مسجد تھا دفن ہوئے۔

شاہ محمد علی نے تحصیل علم اپنے والد اور بھائی مولوی فضل علی سے کی پھر تکمیل علوم مولانا حسن علی محدث لکھنوی سے کر کے سند و اجازت حاصل کی بیعت و اجازت و خلافت اپنے والد سے رکھتے تھے انھوں نے اپنی زندگی ہی میں خرقہ پہنا دیا تھا بعد اُنکے یہ سجادہ پر بیٹھے درس و تدریس کا مشغلہ رکھا۔ نور العینین فی احوال سید الکونین فارسی اور ایک کتاب اخبار و آثار سید الابرار عربی میں اور رسالہ در نجاست کلب فارسی میں تین کتابیں لکھیں نہایت قانع و متوکل تھے ہر جمعہ کو وعظ کہا کرتے تھے نہایت خوش بیان و خوش الحان تھے۔ سلخ شوال وقت شب سنہ بارہ سو ستر میں بعمر پینتالیس سال بعارضہ ہیضہ وفات پائی اور قریب مزار حضرت شاہ بدیع اللہ قلندر کے دفن ہوئے اپنے مرض الوصال میں انھوں نے اپنی صغیر السن بیٹے مولوی حامد علی مرصع رقم مولف رسالہ تحفۃ الاحباب کو مرید و خلیفہ کر کے خرقہ دیا اور اپنا جانشین کر دیا تھا۔

مولوی حامد علی مرصع رقم کی ولادت گیارہ صفر سنہ بارہ سو چھپن میں ہوئی تعلیم علوم عربی و فارسی مولوی حکیم نور کریم و حکیم عبد العزیز دریابادی و مولوی حافظ عبد الغنی پسر مولانا سید انور علی محشی کتب درسیہ و مولوی محمد یحییٰ عظیم آبادی و مولوی عبد العلی مدراسی و منشی احمد رسا لکھنوی سے پائی اور کتب طبیہ مولوی حکیم حافظ عبد المجید بنارسی و حکیم حافظ عبد العلی لکھنوی سے پڑھیں پھر شوق حصول خوشنویسی پیدا ہوا تو ۱۲۸۰ھ میں مولوی ہادی علی ہفت قلم لکھنوی کے شاگرد ہوئے اور نسخ و نستعلیق کی مشق کی پھر اس فن میں ایسے ماہر ہوئے کہ مرصع رقم کا خطاب پایا۔ کچھ دنوں مطابع میں ملازمت کی پھر بخیال طبابت بھوپال گئے مگر وہاں مشاہرہ اطبا قلیل دیکھ کر مطبع ریاست میں ملازمت کرلی پھر ۱۳۰۳ھ میں وہاں سے قطع تعلق کر کے چلے آئے اور کتابت مطابع میں کیا کیئے ۱۳۱۰ھ میں بوجہ ضعف بصارت اُس سے دست کش ہو گئے۔ محامد النبی فی احوال سید الامی و محامد قطبیہ در ذکر حضرت غوث الثقلین و قطعات الجواہر و اصول

نسخ خوشنویسی میں اور تحفۃ الاحباب انکی تالیفات میں سے ہیں۔

حضرت شاہ محمد عاشق قلندر

آپ بخارا و سمرقند کے شہزادہ تھے جب عنایت الٰہی شامل حال ہوئی تو گھر بار چھوڑ کر مرشد کامل کی جستجو میں سیاحت کی۔ اکثر بزرگوں سے ملے لیکن کہیں دل نہ لگا آخر لاہور پور آئے اور حضرت قطب جہاں کی خانقاہ میں اُترے حضرت سید العرفا نے حال سُن کر بلا بھیجا آپ نے چونکہ استنے بڑے سفر میں اپنے خیال میں کسی کو کامل نہیں پایا تھا اس لیے بددل بھی ہو گئے تھے بے پروائی سے کہلا بھیجا کہ جب سفر کی تھکن جاتی رہے گی تب آؤں گا۔ انھوں نے پھر بلا بھیجا آپ نے ناخوش ہوکر کہا کہ میں نے ایسے بہت مشائخ دیکھے ہیں جو مرید کرنے کو دوکانداری کرتے ہیں یہ بھی شاید ویسے ہی ہیں جب ہی اسقدر اصرار سے بلاتے ہیں میں ابھی نہیں جاؤں گا خادم نے واپس جاکر عرض کر دیا۔ حضرت نے پھر اُسے یہ کہلا کر واپس بھیجا کہ گھڑی بھر کے لیئے ہو جاؤ آپ جبراً و قہراً حاضر ہوئے۔ حضرت نے دیکھتے ہی فرمایا کہ آؤ آؤ ابتک تمکو کوئی فقیر نہ ملا۔

ای قوم بحج رفتہ کجائید کجائید	معشوق ہمین جاست بیائید بیائید
ای آنکہ طلبگار خدائید خدائید	حاجت بہ طلب نیست شمائید شمائید

چونکہ آپ کا ارادہ حج قبل سے تھا اشعار سنتے ہی مضطربانہ قدموں پر گر کر عرض کیا کہ حج اکبر ہوگیا۔ پھر بیعت کی اور خانقاہ کے قریب قیام کیا اور وہیں پھول لگائے اور چمن بندی کی اور حضرت سے چند بار پھلواڑی کی سیر کرنے کیلئے عرض بھی کیا مگر انھوں نے ہر بار خیر دیکھا جائے گا کہہ کر ٹال دیا اس عرض معروض کو عرصہ گذر گیا۔ ایک روز حضرت تشریف لے گئے۔ حضرت شاہ یوسف قلندر امیٹھوی بھی ساتھ تھے۔ حضرت نے اُن سے فرمایا کہ تمھاری وجہ سے یہاں روضہ اور یہاں دالان اور یہاں کنواں بنے گا انھوں نے دل میں کہا کہ میرے پاس اتنا روپیہ کہاں ہوگا جو یہ عمارتیں بنیں گی۔ میں خود نان شبینہ کا محتاج ہوں۔ حضرت نے اُنکے خطرہ پر مشرف ہوکر فرمایا کہ تمکو تعجب کیوں ہے حق تعالیٰ تمھاری خدمت کیلئے ایک ایسا شخص مقرر کرے گا جو میری اور تمھاری دونوں کی خدمت کرے گا۔ اس واقعہ کے چند روز بعد

حضرت کی وفات ہوگئی حضرت شاہ یوسف قلندر دہلی میں تھے۔ وہاں نواب سید عزت خاں امیر دربار عالمگیر انکے مرید ہوئے اور حضرت سید العرفا اور انکا روضہ بنوایا۔

بعد وصال حضرت سید العرفا آپ نے مزار شریف کی جاروب کشی اختیار کی اور وہیں رہے۔

ایک بار حضرت شاہ یوسف قلندر نے آپ سے فرمایا کہ تمکو غالباً یاد ہوگا کہ ایک مرتبہ حضرت پیر و مرشد نے میری نسبت فرمایا تھا کہ یہ سلیقہ تعمیر و تجویز عمارت کا خوب رکھتے ہیں اور تمھاری نسبت فرمایا تھا کہ انکو باغ و پھلواڑی لگانے میں خوب مہارت ہی اس ارشاد کا مطلب یہ ہی کہ تم درگاہ میں استقامت کروگے تمھاری وجہ سے وہ خوب صاف و دلکش رہےگی اور میری وجہ سے روضہ تعمیر ہوگا۔ اور دونوں ارشاد واقع ہوئے۔

آپ سے بھی سلسلہ قلندریہ جاری ہوا اور اب تک ہی فقرائے آزاد کے مقتدا آپ ہی ہیں آپکی اکثر مریدین لباس آزادیہ میں اور بعضے مشایخانہ خرقہ پوش ہوتے تھے۔

آپ کی وفات بارہ محرم الحرام سنہ ایک ہزار ترانوے ہجری میں ہوی آپ کا مزار متصل روضہ حضرت سید العرفا قریب احاطہ درگاہ کے اندر ہے جس پر بنگلہ نما گنبد بنا ہوا ہے اور اُس میں عورت نہیں جانے پاتی ایک بار کوی عورت ناپاک روضہ میں چلی گئی تھی اُسکے جسم میں اتنی سوزش ہوی کہ جسمیں وہ مرگئی تب سے ممانعت کردی گئی۔

آپکے دو خلیفہ ہوئے حضرت شاہ محمد ماہ قلندر لاہر پوری و حضرت شاہ عبد الحکیم قلندر جن کا مزار آپکے قریب ہی انکے خلیفہ شاہ معصوم قلندر ہوئے اور انکے خلیفہ شاہ کالے اور انکے شاہ اجیالے اور انکے شاہ روشن اور انکے شاہ رونق اور انکے شاہ ظہو و شاہ خیرات ہوئے یہ سلسلہ اب بھی موجود ہی موضع جتیا مئو ضلع سیتاپور کے فقرا دبیشتر اسی سلسلہ کے ہیں۔

حضرت شاہ ولایت احمد قلندر سے معلوم ہوا کہ بعد وفات شاہ محمد عاشق قلندر کے شاہ عبد الحکیم قلندر معہ اپنے بالکہ و فقیر آزاد حضرت محبت شاہ کے جاروب کش درگاہ حضرت سید العرفا ہوئے ۱۳۰۸ھ میں بعد انکے انتقال کے محبت شاہ معہ اپنے بالکہ و فقیر آزاد محمد علی شاہ جاروب کش ہوئے محمد علیشاہ

بالکہ و فقیر آزاد سلطان شاہ عرف کریم بخش کو حضرت شاہ عبد الرحمن قلندر ثانی نے سلطان پور میں تکیہ دے کر روانہ کیا اور اپنے خلیفہ حضرت شاہ مظہر کل قلندر کو جاروب کش درگاہ مقرر کیا جو حضرت شاہ سلطان مہدی قلندر کے زمانہ تک رہے جب وہ گڈھا کوٹ ضلع فتحپور ہسوہ چلے گئے تب حضرت شاہ سلطان مہدی قلندر نے اپنے بالکہ و فقیر آزاد منور شاہ لکھنوی کو جاروب کش کیا اور شاہ ظہور اللہ قلندر بالکہ و فقیر آزاد حضرت شاہ مظہر کل بھی جاروب کش رہے پھر حضرت شاہ عبد الرحمن قلندر ثالث کے زمانہ صغر سنی میں آپکے نانا حضرت شاہ عبد اللہ قلندر نے بالکہ و فقیر آزاد شاہ وجیہ اللہ قلندر کو جاروبکش کیا پھر انکے بالکہ مسکین شاہ ہوئے پھر مرحبا شاہ وموجود قلندر ہر دو بالکہ و فقیر آزاد حضرت شاہ عبد الرحمن قلندر ثالث ہوئے پھر غلام علی شاہ نواسہ مرحبا شاہ جاروبکش ہوئے یہ زمانہ حضرت شاہ رکن الدین قلندر کا تھا کہ بسبب بے ادبی درگاہ شریف سے خارج کر دیا گیا اور شاہ مقبول انور عرف جمال احمد فقیر آزاد حضرت شاہ علی احمد صاحب جاروبکش مقرر ہوئے انکے بعد انکے صاحبزادہ شاہ امیر احمد خلف اکبر شاہ جمال احمد فقیر آزاد شاہ خلیل انور عرف شاہ قلندر بخش جاروبکش ہوئے اور اب شاہ ہدایت انور عرف شاہ ولایت احمد برادر اوسط شاہ جمال احمد جاروبکش ہیں۔

حضرت شاہ محمد ماہ قلندر لاہروی

ابن حضرت شاہ عطاء اللہ ابن حضرت شاہ ابو المعالی ابن حضرت قطب جہاں امام عبد الرحمن جانباز قلندر آپ کاملین وقت سے تھے شعبہ قلندریہ عاشق شاہی نے آپ ہی سے شہرت پائی۔

آپ کی ولادت سنہ ایک ہزار ستاون ہجری میں ہوئی بیس سال کی عمر میں لکھنا پڑھنا چھوڑ کر حضرت سید العرفا کی خدمت اختیار کی ایک روز حضرت نے وضو کیلئے پانی مانگا آپ نے حاضر کیا حضرت خوش ہوئے اسی اثنا میں حضرت شاہ عاشق قلندر حاضر ہوئے حضرت نے تعلیم و تربیت کیلئے آپ کو انکے سپرد کر کے فرمایا کہ ای عاشق ایں ماہی است کہ روشنی ایں ماہ از ماہ تا ماہی خواہد رسید۔ چنانچہ انھیں کے مرید و خلیفہ ہوئے نقل۔ آپ کو فقیر ہونے کے بعد نکاح سے نفرت ہو گئی تھی کسی طرح راضی نہیں ہوتے تھے

جب مجبور ہو کر آپ کی والدہ نے حضرت شاہ محمد عاشق قلندر سے عرض کیا اور انھوں نے تاکیدی حکم دیا تب آپنے شادی کی جن سے آپکے دو صاحبزادے حضرت شیخ ابوالمکارم اور حضرت شاہ رحم رحمٰن قلندر اور دو صاحبزادیاں ہوئیں۔

آپ مقامات ولایت میں سے مرتبہ غوثیت پر فایز تھے ایک روز آپ کی بیوی صاحبہ نے جو نہایت عابدہ و زاہدہ و ذاکرہ و شاغلہ تھیں آپکے اعضا علٰحدہ دیکھے تو پوچھا کہ کیا آپ غوث ہیں فرمایا ہاں مگر خبردار کسی سے کہنا نہیں۔

آپکے چند مکاتیب ہیں جنکے مضامین اپنی خوبی کی وجہ سے آپکے عارف و کامل و شیخ وقت ہونے پر دال ہیں یہ مکاتیب رسالہ فیوض العارفین و تعلیمات قلندریہ میں میں نے لکھے ہیں۔

آپ کی وفات بعمر ترسٹھ سال چھبیس رجب سنہ گیارہ سو بیس ہجری میں ہوئی مزار شریف اسپنے جدی باغ واقع لاہرپور میں ہے مگر نہایت شکستہ اگر کچھ دنوں اولاد نے خبر نہ لی تو نشان بھی نہ رہیگا۔

بڑے صاحبزادہ شیخ ابوالمکارم کا بعمر اٹھارہ سال آپ کی حیات میں انتقال ہوگیا۔ یہ نہایت عابد زاہد اور صاحب کمال ظاہر و باطن تھے لاہرپور میں دائرہ حضرت قطب جہاں میں مدفون ہیں۔

چھوٹے صاحبزادے حضرت شاہ رحم رحمٰن قلندر سنہ گیارہ سو ایک ہجری میں پیدا ہوے انکو آپنے اسپنے مرید و خلیفہ حضرت شاہ معشوق اللہ قلندر سندیلوی کے سپرد کردیا تھا انھوں نے اُن سے تعلیم و تلقین پائی اور مرید و خلیفہ بھی ہوے انکی وفات چھبیس شوال سنہ گیارہ سو اکانوے ہجری میں ہوئی۔

انکے خلیفہ شاہ قلندر بخش ابن شیخ بدیع الدین بن شاہ نجم الدین قلندر ہوے۔

حضرت شاہ محمد ماہ قلندر کے خلفا یہ حضرات ہوے حضرت شاہ معشوق انور قلندر خیرآبادی حضرت حاجی شریف قلندر حضرت شاہ شکر اللہ قلندر ساکن لسواں۔ حضرت شاہ شکر اللہ قلندر کاکوروی حضرت شاہ معشوق اللہ قلندر سندیلوی۔

حضرت شاہ قلندر بخش لاہروی

آپکی ولادت ماہ رجب سنہ گیارہ سو اونہتر ہجری میں ہوی آپ سال بھر کے تھے جب آپکے والد دکن چلے گئے آپ نے اپنے جد بزرگوار کے سایہ عاطفت میں پرورش پای نہایت وجیہہ جامہ زیب پہلوان تھے قوت کتابت آپکی بہت بڑھی ہوی تھی خوشنویسی وزود نویسی میں کوی آپ کا مقابل نہ تھا نستعلیق وشفیعہ وشکست خوب لکھتے تھے ایسے زود نویس تھے کہ ایکدن میں گلستاں لکھ ڈالی حضرت شاہ رحم حسین قلندر کے مرید وفقیر صاحب باطن تھے ابتداء شباب سے مغلوب الحال ہوگئے اکثر جذب میں رہتے تھے اور کبھی اُس سے افاقہ ہوجاتا تھا آخر حال میں جذب مبدل بسلوک ہوگیا نواب گرجی بیگ خاں مصاحب نواب شجاع الدولہ اور افغان وسادات واکثر تعلقداران بسواں آپکے مرید ومعتقد تھے فقر وزہد وتوکل و صبر وغربت ومسکینی آپکے عادات تھیں نسبت باطنی کو بہت چھپاتے تھے اور فقرا واہل اللہ سے بہت تواضع سے ملتے تھے یگانہ وبیگانہ پر یکساں توجہ رکھتے تھے تلاش دنیا میں کسی دنیادار کے گھر نہیں گئے اپنی تہتر سالہ عمر فقراء کی صحبت میں بسر کی اور اپنے بزرگوں کے پاس سے ہٹکر کہیں نہیں گئے جب ضعف پیری غالب ہوا تو اپنے صاحبزادہ شاہ محمد فضل مولف نسب نامہ سید العرفا کو پٹیالہ بلایا وہ آے تو فرمایا کہ میرا وقت قریب آگیا ہے اس لیے تم کو بلایا پھر آپ کو بخار آیا ایک ماہ آٹھ روز اُس میں مبتلا رہے غذا بالکل چھوڑ دی اور صاحبزادہ سے فرمایا کہ عالم ارواح کا اس وقت حضور ہے پھر کچھ وصایا دیکے آخر آٹھ رمضان وقت فجر سنہ بارہ سو بیالیس میں وفات پای مزار پہلوی روضہ حضرت قطب جہاں میں جانب مغرب ہی۔

حضرت شاہ محمد فضل کی ولادت سنہ بارہ سو ایک ہجری میں ہوی انکو علوم درسیہ میں تلمذ مولانا سید محمد ہرگامی سے تھا اور حضرت شاہ عبد اللہ قلندر لاہروی وحضرت معشوق علی شاہ خیرآبادی کے مرید وخلیفہ تھے بعد فراغ از علم ظاہر دہلی گئے اور کچھ دنوں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی خدمت میں رہے پھر کسی جلیل القدر عہدہ پر ملازم ہوگئے اپنے والد ماجد کے زمانہ علالت میں لاہرپور

واپس آئے اور خانہ نشین ہوگئے مسجد و درگاہ حضرت قطب جہاں کی مرمت کی زہد و تقویٰ و عزلت و قناعت میں یکتائے روزگار تھے تمام عمر درس و تدریس میں بسر کی علم صرف و نحو و فرائض میں خصوصًا آپ کا مثل اُس جوار میں نہ تھا اسی زمانہ میں نسب نامہ لکھا جس کا حجم تقریبًا پچیس جزو کا ہے آپ کی وفات بعمر چھپتر سال بعارضہ فالج تئیس رمضان سنہ بارہ سو چھتر میں ہوئی جانب مغرب روضہ حضرت قطب جہاں دفن ہوئے۔

حضرت شاہ معشوق انور قلندر

ابن حافظ سید عبدالرحمن ابن حاجی عبدالبدیع ابن مولوی محمد تقی بن سید ابوالقاسم ابن سید عبدالرحیم (نواسہ مخدوم شاہ وجیہ الدین) بن سید ابو محمد ابن سید عبدالملک برادر حقیقی مخدوم مذکور و از اولاد دختری برادر حضرت مخدوم شیخ سعد خیرآبادی۔

آپ فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں حضرت مخدوم کے صاحب سجادہ تھے آپ کا نام سید عبدالکریم تھا بعد الباس خرقہ و عطاء خلافت پیر و مرشد نے معشوق انور نام رکھا جب سے یہ دستور ہوگیا کہ اس سلسلہ عاشق شاہی کے خرقہ پوش کا نام انور پر رکھا جانے لگا آپ کی وفات پچیس رجب کو ہوئی مزار خیرآباد محلہ رکاب گنج احاطہ مسجد میں ہے۔

آپکے خلیفہ حضرت سید عبدالرحیم معروف بہ شاہ عاشق انور قلندر آپکے صاحبزادہ ہوئے جن کو بیعت و اجازت و خلافت حضرت شاہ الہدیہ احمد قلندر سے بھی تھی انکا مزار دگمڈہ شریف میں ہے۔

انکے خلیفہ انکے صاحبزادہ حضرت سید محمد عظیم عرف شاہ محبوب انور قلندر ہوئے جنکو خلافت حضرت شاہ غلام مجتبیٰ قلندر خلف اصغر حضرت شاہ الہدیہ احمد قلندر سے بھی تھی۔

انکے خلیفہ انکے صاحبزادہ حضرت شاہ کبیر انور قلندر ہوئے جنکو حضرت شاہ عبداللطیف قلندر لاہرپوری سے بھی خلافت تھی۔

انکے خلیفہ انکے صاحبزادہ حضرت شاہ علی احمد عرف شاہ حبیب انور قلندر ہوئے جنکو حضرت

شاہ عبدالرحمن قلندر ثالث عرف حاجی میاں لاہرپوری وحضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر کاکوروی سے بھی خلافت تھی انکی وفات سنہ بارہ سو ننانوے ہجری میں ہوی۔

انکے خلیفہ انکے صاحبزادہ سید قلندر بخش عرف شاہ خلیل انور ہوے جنکو حضرت شاہ عبدالرحمن قلندر ثالث لاہرپوری سے بھی خلافت تھی انکی وفات ماہ شعبان سنہ تیرہ سو چھبیس ہجری میں ہوی۔ ان سب کے مزارات خیرآباد میں ہیں۔

انکے خلیفہ انکے صاحبزادہ مولوی شاہ مقبول احمد عرف مقبول انور ہوے جنکی خرقہ پوشی حضرت وارث الانبیا مولانا شاہ محمد حبیب حیدر قلندر قدس سرہ الاطہر کے دست مبارک سے ہوی آنکو اپنے والد کے علاوہ اپنے دادا سے بھی اجازت وخلافت ہے۔

حضرت شاہ شکراللہ قلندر کاکوروی

ابن شیخ محب اللہ ابن شیخ فتح ابن مخدوم جہاں بن شیخ جلال الدین بن حضرت مخدوم شیخ سعدی کاکوروی۔

آپ بزمانہ شباب بغرض تحصیل علم خیرآباد گئے وہاں حضرت شاہ محمد ماہ قلندر لاہرپوری سے ملاقات ہوی اُنکے مرید ہوگئے اور عرصہ تک حاضر خدمت رہ کر سخت ریاضات ومجاہدات کیا کئے بعد حصول خلافت وطن آے یہاں کچھ دنوں رہ کر پھر دہلی جاکر مقیم ہوگئے وہاں کے لوگ آپ کے بہت معتقد تھے۔

آپ نے تمام عمر ترک وتجرید میں گذرانی علاوہ کمال درویشی علم فراست وعلم مجلس وخوشنویسی وفنون سپہگری میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

بہت سے ہندوں نے بھی آپ کی فیض صحبت سے ہدایت پای ان میں سے جو کوی جوگیوں و سناسیوں کے اکساب سیکھنا چاہتا تھا تو آپ وہ بھی سکھاتے تھے علم تصوف کے بڑے ماہر تھے سجع آپ کا یہ تھا (زنور ماہ منور ضمیر شکراللہ)

آپکے واقعات تصرف وکرامات بہت ہیں جو کوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا وہ کوئی نہ کوئی کرامت ضرور دیکھتا تھا۔

حضرت مولانا حسین بخش شہید نے اپنی بیاض میں جو واقعات اپنے والد ماجد حضرت شاہ میر محمد قلندر سے سُن کر لکھے ہیں وہ میں نقل کرتا ہوں۔

ایکروز۔ آپ دہلی میں اپنی خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ دوکان تو آپ کی بڑی ہے لیکن اس میں کچھ ہے بھی یا اور مشایخ دہلی کی طرح یہ بھی خالی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اوروں کے یہاں تو میوہ جات ہیں مگر میری دوکان میں صرف پیاز و دھنیا ہے۔ اگر خریدار ہو تو لیلو وہ شخص طالب حق تھا اور اکثر مشایخ کے یہاں رہ کر اذکار واشغال کر چکا تھا مگر کہیں مقصد حاصل نہ ہوا تھا اللذا بدعقیدہ ہو کر سب کو بُرا کہا کرتا تھا اور اپنا نام جن جوت رکھ لیا تھا جب آپنے نام پوچھا تو اُس نے یہی بتایا۔ آپنے فرمایا کہ رات کو آؤ اُس وقت البتہ میں کچھ کہونگا وہ رات کو آیا آپنے فرمایا کہ کس زبان میں تم سے باتیں کروں ہندی یا فارسی یا عربی میں اُس نے کہا کہ ہندی میں آپنے ہندی میں ایسی باتیں کہیں کہ وہ خوش ہو کر وجد کرنے لگا اور کہنے لگا کہ اس دہلی میں میں نے آجتک ایسا کسی کو نہ پایا پھر چلا گیا اس کے بعد جب کبھی حاضر ہوتا تھا تو دور سے آپکو جھک کر سلام کرتا تھا

ایکروز دہلی میں ایک جوگی آپ کو تلاش کرتا آپ کی خانقاہ میں پہونچا پوچھنے لگا کہ حضرت شاہ شکر اللہ قلندر کا ظہور ہوا یا ابھی نہیں لوگوں نے کہا کہ یہ اونھیں کی خانقاہ ہے وہ حاضر ہو کر قدمبوس ہوا اور کہنے لگا کہ میرے گرو نے اپنی مکاشفہ میں دیکھا تھا کہ اُس کا حصہ آپکے پاس ہے آپ فلاں سنہ میں ظہور کرینگے وہ سات سو برس سے فلاں جگہ آپ کا منتظر ہے اور اب چونکہ وہی سنہ ہے لہذا مجکو آپ کی تلاش میں بھیجا آپنے فرمایا کہ تم جاکر کہدو کہ شکر اللہ نے ظہور کیا اُس نے جاکر کہا اُس روز سے اُس کا گرو روزانہ شب میں اوڑکر آپ کی خدمت میں آتا تھا اور آپ اُس سے حقایق و معارف کی باتیں کرتے تھے ایک روز وہ کہنے لگا کہ اب میں اپنے مطلب پر پہونچ گیا۔ چاہتا ہوں کہ عالم فانی سے عالم باقی میں چلا جاؤں آپنے فرمایا کہ کچھ دنوں اور اس عالم کی سیر کر لو کہنے لگا کہ سات سو برس سے اس عالم کی سیر

کر رہا تھا اب مطلب حاصل ہو گیا لہذا چلا جانا چاہتا ہوں آپنے فرمایا کہ تمکو اختیار ہے جو چاہو کرو وہ جوگی اپنے استھان پر گیا اور دونوں زانو کے درمیان سر رکھ کر بیٹھ گیا اور جس جوگی کو آپکی تلاش کے لیے بھیجا تھا اُس سے کہنے لگا کہ اس مکان کا دروازہ ایسا مضبوط بند کردو کہ پھر کوئی کھول نہ سکے اور تم اسکے دروازہ پر بیٹھ جاؤ جب میری روح پرواز کر جاوے تو پھر اس گنبد کا سوراخ بھی بند کر دینا چنانچہ وہ دروازہ پر بیٹھا اُسکے گرو نے حبس دم کر کے روح دماغ سے نکالدی جو ایک شعلہ کی طرح نکل کر سوراخ گنبد سے آسمان کی طرف چلی گئی اُس جوگی نے وہ سوراخ بھی بند کر دیا اور آپسے جاکر خبر کی۔ آپ نے پوچھا کہ جب اُس کی روح نکلی تو کس رنگ کی۔ شعلہ کی طرح یا دھوئیں کی طرح اُسنے کہا کہ شعلہ کی طرح آپنے فرمایا کہ اُس کا کام پورا ہو گیا۔

ایکروز خدام نے عرض کیا کہ دوائیں گھسنے کے لیے کوئی کھرل ہونا چاہیئے اُسی روز دو کھرل قیمتی نایاب جنمیں ایک ساق کا تھا ایک شخص نے نذر میں بھیجی۔

نقل۔ ایک بار آپ بہت سخت بیمار ہوئے جس کا علاج تاڑی کے سوا کچھ اور حکمائے نہ بتایا آپنے فرمایا کہ تاڑی مسکرات میں ہے اور ہر مسکر چیز حرام ہے میں کیسے استعمال کر سکتا ہوں جب اطباء نے بیحد اصرار کیا تو فرمایا کیا مضایقہ اگر تازی تاڑی بے نشہ ہو تو پی لوں گا۔ چنانچہ لائی گئی آپنے پی اُس میں مطلق نشہ نہ تھا اُس روز سے ہمیشہ پیتے رہے جب تک وہ تاڑ کا درخت باقی رہا اس کی تاڑی میں نشہ نہیں ہوتا تھا وہ درخت آپ ہی کے نام سے نامزد ہو گیا آپ کی وفات کے بعد بھی مدت دراز تک وہ درخت رہا۔

نقل مشایخ دہلی میں سے ایک بزرگ کو آپ کی جاہ و عظمت پر حسد ہوا اونھوں نے دعوت سیفی آپ پر پڑھی آپ اپنے مریدوں اور دوستوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے ناگاہ آپ نے شاہ عبداللہ ہلسوی کی طرف دیکھا اور بے ہوش ہو گئے شاہ عبداللہ نے بنور باطن معاملہ دریافت کر کے ردّ دعوت پڑھی اُسی وقت آپ ہوش میں ہو گئے اور فرمایا کہ فلاں نے میرے لیے دعائے سیفی پڑھی تھی اسی اثناء میں شور و غل ہوا آپ نے فرمایا کہ دیکھو کیا شور ہو رہا ہے لوگوں نے جاکر دیکھا کہ ایک فقیر کو میانہ میں بٹھا لوگ آپ کی خانقاہ میں لا رہے ہیں اور وہ فقیر بے ہوش ہے جب آپکے حضور میں لائے

تو آپ اُٹھکر اُسکے پاس گئے اور اُسکے دل پر ہاتھ رکھا وہ ہوش میں آگیا آپنے فرمایا کہ ہم تم بھای بھای ہیں ایک کو دوسرے کے جاہ و رشد پر حسد نہ کرنا چاہئے اُس نے شرمندہ ہو کر معافی مانگی۔

نقل۔ ایک بار برسات میں آپنے چلہ کا ارادہ کیا خدام سے فرمایا کہ نہانے اور کھانے کیلئے اگر گنگا کا پانی لایا جاوے تو بہتر ہے خدام نے عرض کیا کہ گنگا کا پانی بوجہ برسات گندلا خراب ہوگا۔ فرمایا کہ میرا یہ رقعہ لے جاو اور کشتی پر سوار ہو کر بیچ دھارہ پر جاو اور گنگا سے میری طرف سے بعد دعا کے کہو کہ فقیر شکر اللہ نے تجھ سے تیرا خالص صاف پانی مانگا ہے اور یہ رقعہ اُس میں ڈالدینا چنانچہ حسب ارشاد رقعہ ڈالا گیا اُسکے پڑتے ہی یہ معلوم ہوا کہ گویا پتھر پھینکا گیا ہے کشتی بیچ دریا میں رک گئی اور گندلا پانی صاف ہونے لگا کچھ دیر میں کشتی کے ہر چار طرف پانی صاف ہوگیا اور کشتی کے پاس ایک ہاتھ نکلا اور مشک لے کر غرق ہوگیا۔ پھر دریا سے بھری ہوی مشکیں نکلیں وہ پانی لایا گیا اور چلہ میں صرف کیا گیا۔

نقل۔ حضرت شاہ عبداللہ دہلوی نے کسی تقریب میں ایک امیرزادہ کو جو مرگیا تھا زندہ کردیا۔ جب وہ آئے تو آپنے اُن کو حجرہ میں بند کر کے قفل دے دیا۔ کچھ دیر کے بعد قاضی و مفتی وغیرہ اُن کو تلاش کرتے پہونچے آپنے بتایا جب حجرہ کھولا گیا اور وہ نہ نکلے تو اُنھوں نے آپ کو جھوٹا سمجھ کر مواخذہ کیا آخر گواہان شرعی گذرے اُنھوں نے کہا کہ واقعی شاہ عبداللہ اسی حجرہ میں آکر چھپے تھے بعد کو لوگوں نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اسی وقت پٹنہ پہونچ گئے لوگوں نے تاریخ لکھ لی۔ بعد تحقیق آپ کے ارشاد کی تصدیق ہوی۔

وفات آپ کی چودہ ذیقعدہ روز یکشنبہ سنہ گیارہ سو انچاس ہجری میں ہوی مزار آپکا دہلی میں مٹھای کے پل پر ہے وہیں آپ کی خانقاہ بھی تھی جس کی تاریخ تعمیر ابوالحسن صفاہانی نے یہ لکھی تھی ؎

چو ایں بنیاد عالی یافت اتمام	کہ باشد تکیہ گاہ دین وایماں
رقم زد خامۂ ارباب معنی	تبارخش بہشت اہل عرفاں

۱۱۴۴

آپکے خلفا یہ حضرات ہوے۔ شاہ اسد اللہ کاکوروی شاہ ہدایت اللہ دہلوی۔ شاہ ہزبر علے[۱]

---

[۱] انکو آپنے اجازت نامہ و مثال بائیس شوال سنہ گیارہ سو بیالیس میں لکھ دی مگر انسے سلسلہ جاری نہیں ہوا ۱۲

شاہ محبت علی شاہ شیدی شاہ غلام محمد قاضی شکر اللہ ملیح آبادی معشوق شاہ سندیلوی۔ میر مظہر علیخاں بن سید عبد الوہاب خاں حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر۔ شاہ مہر علی قلندر خیر آبادی جنکے مرید و خلیفہ شاہ بدیع الدین[1] ابن شاہ نجم الدین قلندر برادر زادہ حضرت شاہ محمد ماہ قلندر لاہرپوری تھے حضرت شاہ عبد اللہ قلندر رلہوی انکے خلیفہ شاہ عبد الکریم عرف ملا فقیر اخوند ہوئے اور اُنکے خلیفہ حافظ عبد الرحمن اور اُنکے خلیفہ شاہ غلام حسین اور اُنکے خلیفہ شاہ محمد محمود اور اُنکے خلیفہ حافظ شاہ علی حسین اور اُنکے خلیفہ صوفی شاہ محمد حسین مرادآبادی مصنف انوار العارفین ہوئے۔

سید مظہر علیخاں

بن سید عبد الوہاب خاں جب یہ اپنے وطن داعی پور سے حضرت شاہ شکر اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اُنھوں نے پوچھا کہ اپنے وطن سے ہمارے لیئے کیا تحفہ لائے عرض کیا کہ یہ لڑکا حضور کی خدمت کے لیے لایا ہوں فرمایا کہ اگر ہمارے لیے لائے ہو تو اسے ہمارے پاس رہنے دو اُس وقت ان کی عمر پانچ یا چھ سال کی تھی وہ انکو اپنے بستر پر سُلاتے تھے اور ایک باب گلستاں کا بھی خود پڑھایا تھا پھر تعلیم فقر و درویشی ایسی کی کہ یہ اُنکے کامل خلفا میں شمار کیے جانے لگے بعد تربیت و تعلیم اُنھوں نے انکی جاگیر و منصب بھی مقرر کرادی۔ ایکروز یہ اپنے مکان میں ننگے سر بیٹھے ہوئے تھے پگڑی دوسرے مکان میں رکھی تھی۔ اتفاقاً اُسی وقت ایک امیر اُن سے ملنے آیا انھوں نے اُس کو آتے دیکھ کر داہنے بائیں دیکھا اُس وقت کوئی خادم موجود نہ تھا جس سے پگڑی منگاتے آخر خود بزور تصرف ہاتھ بڑھا کر اُس مکان سے پگڑی اٹھالی اور سر پر رکھ لی۔

[1] آپ نے خیرآباد میں اپنے نانا شیخ زین العابدین کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی اُنکے بعد سنہ گیارہ سو اکتیس میں دکن چلے گئے اور مدت العمر دکن و ناگپور میں بسر کی آخر زمانہ حیات میں راجہ ناگپور کے یہاں بہت رسوخ پیدا کر لیا تھا۔ اُسکے فوج کے بخشی ہو گئے تھے سنہ گیارہ سو نوے میں اُسی راجہ کے ساتھ ایک لڑائی میں شہید ہو گئے آپ کی قبر ناگپور میں ہے ۱۲

حضرت شاہ معشوق اللہ سندیلوی

نسب نامہ حضرت سید العرفا میں ہے کہ آپ سادات صحیح النسب سندیلہ سے تھی ترک وتجرید اختیار کرکے اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ محمد ماہ قلندر کی توجہ سے مراتب ولایت پر فائز ہوئے کہتے ہیں کہ جب آپ عہد فرخ سیر و محمد شاہ میں دہلی گئے تو نواب حسین علیخاں و نواب عبد اللہ خاں اور اُنکے ساتھ تمام سادات بارہہ و شیوخ و مغل و افغان جو اُنکے لشکر میں تھے سب آپکے مرید ہوئے۔

جامع ملفوظات حضرت شاہ محمد ماہ قلندر نے ملفوظات میں لکھا ہے کہ انکے مریدین کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی پھر آپ دہلی میں کچھ زمانہ تک قیام کرکے حرمین شریفین روانہ ہوگئے بعد فراغت حج مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور روضۂ نبوی صلعم کے مجاور ہوگئے اور وہیں وفات پائی لوگوں نے آپکو فقیر و مسافر سمجھ کر حرم نبوی کے احاطہ سے باہر دفن کرنا چاہا تو ایک بزرگ سے خواب میں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میرا یہ معشوق ہے اس کو مجھ سے دور دفن نہ کرو اُنھوں نے یہ ارشاد سُن کر آپ کو دیوار روضۂ مطہر کے نیچے دفن کرایا۔ آپ کی وفات چوبیں رمضان سنہ گیارہ سو چونتیس میں ہوئی۔ آپکے مرید و خلیفہ حضرت شاہ رحم رحمن قلندر آپکے مرشد زادہ بھی تھے۔

اور بیاض حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر میں ہے کہ یہ حضرت شاہ محمد ماہ قلندر کے مرید تھے مگر فیض ارشاد حضرت شاہ شکر اللہ قلندر سے تھا انکا وطن سندیلہ ضلع ہردوی تھا نہایت صاحب کیفیت تھے ایک بار سلون گئے اور حضرت پیر عطا سلونی سے پوچھا کہ اتنے عرصہ میں آپ نے کتنوں کو مرید کیا اُنھوں نے کہا کہ تقریبًا دو ہزار آپ نے کہا کہ میں دو تین دن میں اتنے مرید کر ڈالوں گا۔ پھر وہاں سے رخصت ہوکر جہاں جہاں گئے یہی کہتے تھے کہ میرے مرید ہوجاؤ ورنہ دونوں عالم میں تمھاری خرابی ہوگی۔ لکھنؤ تک پہونچتے کئی ہزار مرید کر ڈالے۔

نقل آپ کو مشائخ چشتیہ کی طرح حال بہت آتا تھا اُس وقت جو کوئی آپکے پاس بیٹھا ہوتا تھا اُس کی پگڑی وغیرہ قوال کو دیدیتے تھے۔ اکثر دہلی میں کسی مجلس میں حال آیا ایک شخص اپنے دل میں

کہنے لگا کہ اگر انکو اسی طرح نواب حسین علیخاں و نواب عبداللہ خاں کی مجلس میں حال آئے تو قدر عافیت معلوم ہوجائے نواب حسین علیخاں امیرالامرا ایسے شخص تھے جو کہا کرتے تھے کہ میں جسکے سر پر اپنی پاپوش رکھدوں وہی بادشاہ ہوجائے آپ فوراً اُسکے خطرہ پر مطلع ہوکر کہنے لگے کہ کل انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا۔ دوسرے روز ایک شخص نے نواب کی مجلس میں کہا کہ کل میں نے ایک فقیر کو دیکھا جو فلاں جگہ خوب رقص کرتا تھا اُنھوں نے کہا بلاو چنانچہ ایک آدمی آپ کو لینے بھیجا گیا آپ نواب کی مجلس میں گئے جیسے اُنکی نظر آپ پر پڑی کانپنے لگے۔ بے اختیار مسند سے اُٹھ کر کھڑے ہوگئے اور آپ کو لاکر اپنی جگہ پر بٹھایا اور خود دست بستہ کھڑے ہوگئے آپ نے فرمایا کہ جب مجکو بلایا ہے تو پھر قوالوں کو بھی بلاو قوال بلائے گئے سماع شروع ہوا آپ کو حال آیا رقص کرنے لگے اُسی حال میں نواب کی مسند پر چاندی و سونے کے خاصدان و اوگالدان وغیرہ جو رکھے تھے اُٹھا کر قوالوں کو دیدیے پھر نواب کے سر سے سرپیچ مرصع اور پگڑی بھی اُتار کر دیدی جب گانا موقوف ہوا تو قوالوں نے وہ چیزیں نواب کو واپس دیں اُس نے کہا جو کچھ حضرت تمکو دے چکے لے جاویں میں بھی تمکو دیتا ہوں۔

نقل۔ ایک بار جاڑوں کے زمانہ میں رات کو کہیں ناچ تھا آپ بھی تشریف لے گئے اور جو کچھ پہنے ہوئے تھے وہ سب اُتار کر ناچنے والوں کو دے دیا اور خود برہنہ حضرت شاہ شکراللہ قلندر کی خدمت میں چلے آئے حضرت مراقب بیٹھے ہوئے تھے آنکھ کھول کر دیکھا اور کملی عطا کی کچھ دیر کے بعد جب سردی کم ہوگئی تو آپ نے وہ کملی بھی اُنھیں ناچنے والوں کو دے دی۔

نقل۔ ایک روز کسی ناچنے والے نے عرض کیا کہ حضور اس سال ایک پیسہ کی آمدنی نہیں ہوئی بہت تکلیف اُٹھا رہا ہوں فرمایا کہ صبر کرو میں مکنپور حضرت شاہ مدار کے عرس میں تمکو لے چلوں گا۔ چنانچہ زمانہ عرس میں آپ اُس کو ساتھ لے کر مکنپور گئے اور اُس سے فرمایا کہ آج حضرت شاہ مدار کے عرس کا دن ہے یہاں ناچو اُس نے ناچنا شروع کیا آپ نے اپنا آدھا چہرہ سیاہ کیا اور ایک چادر زمین پر بچھادی اور اُس کے کنارے کھڑے ہوگئے جو کوئی ناچ دیکھنے آتا تھا کچھ پیسے چادر پر ڈالدیتا تھا اسی طرح تقریباً ایک ہزار روپیہ اُس کو مل گیا۔

حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر کاکوروی

ابن شیخ اسد اللہ آپ کی ولادت تقریباً سنہ گیارہ سو سینتیس ہجری میں ہوی بچپن سے دہلی میں اپنے چچا کے پاس رہ کر تربیت و تعلیم پای۔

کرامت نامہ مولفہ حضرت شاہ کرامت علی قلندر کاکوروی میں ہے کہ آپ اپنے والد کے ساتھ دہلی میں تھے وہیں آپ نے گیارہ سال کی عمر میں بیعت کی اور خلافت پای۔ ایک دن آپکے چچا نے آپکے والد سے فرمایا کہ میں آج صبغت اللہ کو اپنا مرید و جانشین کروں گا مٹھای منگالو پھر آپ سے پوچھا کہ کس سلسلہ میں مرید ہوگے آپ نے عرض کیا کہ جس سلسلہ میں آپ مرید ہیں انھوں نے فرمایا کہ تمھارے باپ تو سلسلہ چشتیہ میں مرید ہیں تم بھی اُسی میں نہ مرید ہو۔ عرض کیا کہ مجھے تو آپ سے مطلب ہے یہ سُن کر وہ بہت خوش ہوے اور سلسلہ قلندریہ میں مرید کر کے خلافت عطا فرمای اسکے ایک سال بعد جب اُن کا وصال ہوگیا تو آپ جانشین ہوے۔

آپ کے وقت جانشینی امرا و شاہزادگان دہلی نے اس قدر نذریں پیش کیں کہ آپ کی کمر تک روپیہ و اشرفی ڈھیر ہوگیا۔ کچھ دنوں وہاں رہ کر وطن چلے آے اور قصبہ امیٹھی میں شادی کی جس سے اولاد ہوی مگر کچھ دنوں بعد اُن بیوی اور اولاد کا انتقال ہوگیا۔

حضرت شاہ میر محمد قلندر فرماتے تھے کہ پھر آپ نے دوسری شادی کی جنسے ایک صاحبزادی ہوییں مگر ان بیوی و صاحبزادی کا بھی انتقال ہوگیا۔

پھر بغرض تحصیل علم آپ خیر آباد گئے وہاں حضرت حاجی صفت اللہ خیر آبادی سے بقیہ کتابیں ختم کیں بعد اوسکے بلہ ضلع عظیم آباد میں شاہ عبد اللہ قلندر اپنے عم بزرگوار کے خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوے اور ریاضات و مجاہدات کر کے سلوک تمام کیا وہاں سے واپس آکر خانہ نشین ہوگئے۔

ایک بار دہلی کے کسی امیر نے حضرت شاہ شکر اللہ قلندر کے زمانہ میں کئی ہزار روپیہ تعمیر خانقاہ کے لیے بھیجا آپکے والد نے خانقاہ و مدرسہ و متعدد مکانات بنواے جن کا سنہ تعمیر گیارہ سو چالیس ہے

گروہ سب پران ہوئے ہے تھے سنہ گیارہ میں اوناسی میں حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر نے جنسے آپ سے بہت مراسم تھے اصرار کیا کہ آپ خانقاہ میں بیٹھے اور لوگوں کو فیض پہونچائیے اونکے اصرار پر آپ خانقاہ میں بیٹھنے لگے اُنھوں نے اپنے چھوٹے بھای حضرت شاہ میر محمد قلندر اور اپنی بیوی صاحبہ کو آپ کا مرید کرایا اور اور لوگونکو بھی ترغیب دی اور مہاراجہ ٹکیٹ راے سے ارشاد فرماکر ماہوار خدمت مقرر کرای آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہاں میری مشیخت شاہ محمد کاظم کی وجہ سے قایم ہوی۔

آپ نہایت بزرگ وکامل تھے فقر وزہد وورع وتوکل آپ کا شعار رہا بتیس سال رشد وہدایت میں بسر کئے آپ کی خدمت میں جنات حاضر رہتے تھے اور بہت سے مرید بھی تھے۔

مولوی حسن بخش صاحب تفریح الاذکیا فی احوال الانبیا صد ۴۲ میں بضمن حال حضرت سلیمان علیہ السلام لکھتے ہیں کہ جنات وپیری بہ برکت نبوی صلعم خواص امت کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں اور اخص الخواص کی کفش برداری کرتے ہیں چنانچہ ملا محمد غوث گوالیاری کے قصے مشہور ہیں اور حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر قدس سرہ کی خدمت میں اکثر جنات نے فیض معرفت پایا ہے اور اُنکی خانقاہ میں ابتک حضرت شاہ کرامت علی مدظلہم العالی کے پاس حاضر رہتے ہیں۔

آپکے عم بزرگوار آپ کو بہت چاہتے تھے رفیع الدرجات ابن اعظم شاہ ابن عالمگیر اُن کا بہت معتقد تھا ایک بار اُس نے ایک نیمچہ طلای مرصع آنکی نذر کرکے عرض کیا کہ یہ غلام کی نشانی ہے ایک انگریز نے اسے میرے دادا عالمگیر کے نذر کیا تھا وہ اسے بہت عزیز رکھتے تھے اُنھوں نے میرے والد کو دیا اُنھوں نے مجھے میں آپکے نذر کرتا ہوں اُنھوں نے وہ نیمچہ اپنے بھای کو دے کر فرمایا کہ اسے رکھ لو جب برخوردار صبغت اللہ ہوشیار ہو تو اُسے دیدینا یہ اُس کی امانت ہے۔ یہ نیمچہ نواب یار جنگ اکرام اللہ خاں مغفور کاکوروی کے پاس تھا اسپر یہ شعر لکھا ہوا تھا ؎

ظفر تکیہ کہ باغ فتح ونہیب است		بدست حضرت اورنگ زیب است	

پھر اس نیمچہ کو اُنکے نواسہ مولوی معراج الدین مخاطب بہ نواب حسین نواز جنگ بہادر مرحوم نے میر محبوب علیخاں آصف جاہ نظام دکن کے نذر کردیا۔

آپ کی وفات تیرہ محرم سنہ بارہ سو گیارہ ہجری میں بعمر چوہتر سال ہوی مادۂ تاریخ وفات اولئک مقربون فی جنات النعیم ہے کرامت نامہ میں ہے کہ شیخ احمد حسین علوی تاریخ کی فکر میں تھے خواب میں دیکھا کہ کسی نے کاغذ کا پرچہ دیا جس پر یہ آیت لکھی تھی۔

آپ کا مزار شیخ سعدی محلہ میں حضرت شاہ کرامت علی قلندر کی درگاہ کے پورب جانب ایک حظیرہ میں ہے قطعہ تاریخ تعمیر حریم از حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ الاطہر

مرقد حضرت صبغت اللہ	از کرامت چو در حریم آمد
سال تعمیر آں ز طبع شہید	بدل روضۂ نعیم آمد

یہ حریم حضرت شاہ کرامت علی قلندر نے بنوائی آپ کے خلیفہ حضرت شاہ میر محمد قلندر کاکوروی تھے۔

حضرت شاہ میر محمد قلندر کاکوروی

آپ کی ولادت پانچویں رجب روز چہارشنبہ سنہ گیارہ سو چونسٹھ ہجری میں ہوی۔

بیاض جناب مولوی حسن بخش صاحب میں ہے کہ جس روز آپ پیدا ہوئے اُسی روز راجہ نول رلے نائب وزیر الممالک کے افاغنہ فرخ آباد کے ہاتھ سے قتل ہونے کی خبر کاکوری میں آئی بوجہ اُسکے ظالم و جابر ہونے کے گھر گھر خوشی منائی گئی۔

آپ فرماتے تھے کہ میں اپنی والدہ کی گود میں ع۔ رہا تھا خواب میں دیکھا کہ حشر برپا ہے اور لوگ ایک طرف دوڑے چلے جارہے ہیں اور فریاد کرتے جاتے ہیں بعض بجلی کی طرح بعض ہوا کی طرح دوڑ رہے ہیں میں دہشت سے رو کر والدہ کے گلے میں چمٹ گیا جب سن تمیز کو پہونچا تو سمجھا کہ قیامت میں نے خواب میں دیکھی تھی۔

جب چار برس چند ماہ کا ہوا تو پڑھنے بٹھایا گیا اُس زمانہ میں کہ جب میں قرآن پڑھتا تھا تو عجب فرح و سرور مجھے ہوتا تھا ہوشدار ہونے پر معلوم ہوا کہ وہ قرآن شریف کی نورانیت تھی جسکا اثر

ع؎ اسمیں ۱۱۰۰ نکلتے ہیں لیکن اگر اولئک میں بجاے الف مقصورہ ی کے عدد لئے جائیں تو البتہ ۱۲۱۱ھ ہوتے ہیں۔

میرے قلب پر پڑتا تھا اُسی زمانہ میں میری والدہ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت قاضی محمد تقی قلندر اُنکے پیر و مرشد نے یا کسی اور بزرگ نے دو بہت بڑے موتی نہایت قیمتی اُنکو دیے اُسکی تعبیر میں نے اُنکو یہ دی کہ وہ دونو موتی ہم ہی دونو بھائی ہیں جو خدا نے آپ کو عطا کئے۔

آپ سات سال حضرت عارف باللہ سے چھوٹے تھے ہر طرح کی تربیت و تعلیم نیز اجازت و خلافت انھیں سے پائی۔

آپ کو سلسلہ قلندریہ میں حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر سے بیعت و اجازت و خلافت تھی۔ حضرت عارف باللہ آپ کو نہایت عزیز رکھتے تھے فرماتے تھے کہ میں میرن میاں کو نہایت عزیز رکھتا ہوں کمتر لوگ ایسے ہیں جو میری طرح اپنے بھائی کو دوست رکھتے ہیں اُنکی توجہ کا اندازہ اس فقرہ سے کیا جا سکتا ہے جو اُنھوں نے آپ کو لکھا تھا کہ مرا با خدا اقرار ہست کہ نعمت فقر بے شما نخورم علم معرفت بشما داد عمل ہم رہا د۔ آپ نے بھی کبھی کوئی بات اُنکے خلاف مرضی نہیں کی۔

جس زمانہ میں آپ سواروں میں نوکر تھے تو اُنھیں آپ کی جدائی بہت شاق ہوئی اکثر حضرت کلید عرفاں سے عرض کیا کہ میری خواہش ہے کہ میں اپنے بھائی کو ساتھ رکھوں آپ کی توجہ سے ایسا ہو سکتا ہے وہ تسلی دیتے تھے آخر آپ نے ملازمت چھوڑ کر اُنکی خدمت اختیار کی اُس زمانہ میں جب کبھی وہ اعتکاف کرتے تھے تو آپ ہی چلّہ میں خدمت کرتے تھے۔

حضرت کلید عرفاں کی بھی آپ پر توجہ تھی تین بار آپ اُن کی زیارت سے مشرف ہوئے پہلی بار زمانہ ملازمت میں اُنکی طلبی پر مسوہ سے گئے اور اسم یا باسط کی زکوٰۃ دی اور دوسری بار بغیر اُنکی اطلاع کے موضع چندولی سے بالا بالا گئے جانے سے قبل یہ خواب دیکھا تھا کہ حضرت کلید عرفاں سورہ فاتحہ کے معانی مجھ سے بیان فرماتے ہیں جب آپ حاضر ہوئے تو اُنھوں نے اپنی مثنوی کشف الرموز آپ کو پڑھائی اور اذکار سکھائے ایک روز مثنوی پڑھنے میں آپ پر ایک حالت طاری ہوئی اُسی حالت میں آپنے حضرت شاہ مظفر علی قلندر سے کچھ حقائق و معارف بیان کئے جب حضرت کلید عرفاں کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ اس سے زائد حال میں بالفعل ترقی نہ چاہئے مدارج اعلےٰ پر صعود دفعتہً بہتر نہیں

بتدریج چاہئے ابھی تم کو عارف باللہ کی خدمت کرنا ہے اسی مرتبہ اُنھوں نے آپ کو نادعلی پڑھنے کو بتائی اور یابدیع العجائب بالخیر کے عمل کی بھی اجازت دی اور تیسری بار حضرت عارف باللہ کے ساتھ گئے جبکہ وہ چلہ اسم یا باسط کیلئے تشریف لیگئے تھے تین ماہ سے زائد اُنکے ساتھ وہاں رہے اس عرصہ میں آپ کو حضرت کلید عرفاں کا شرف صحبت زیادہ حاصل ہوا وہ بکمال مہربانی آپ کو بابا میر کبھی شاہ میر فرماتے تھے جس روز حضرت عارف باللہ چلہ سے فارغ ہوے اور آپ حضرت کلید عرفاں کے حضور میں حاضر ہوئے تو اُنھوں نے فرمایا کہ عارف باللہ کی خدمت سے تم نے فراغت پائی بزرگان دین تم سے بہت خوش ہوے اب جو کچھ مانگنا ہو مانگو آپنے عرض کیا کہ جو کچھ اُنکو عطا ہوگا وہی میرے لئے کافی ہے۔

آپ کو اوراد و اعمال کی اجازت اپنے والد ماجد حضرت شاہ محمد کاشف چشتی و شاہ غلام حاجی سندیلی و حضرت شاہ مظہر حسین ابوالعلائی سے بھی تھی حضرت عارف باللہ نے اگرچہ آپ کو اجازت و خلافت دی تھی مگر آپنے اُن کی حیات میں نہ تو ترک لباس کیا اور نہ کسی کو مرید کیا اُن کی وفات کے بعد عید کے روز جب حضرت غوث ملت نے اُنکا خرقہ آپ کے سامنے لیجا کر رکھا اور پہننے کیلئے فرمایا تو آپنے اُن کی حسب خواہش وارشاد پہن لیا پھر بقیہ عمر اذکار و اشغال خاندانی میں بسر کی۔

آپ فرماتے تھے کہ جب میں حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کے فاتحہ کیلئے ہاتھ اُٹھاتا ہوں تو حضرت پیر و مرشد شاہ صبغت اللہ قلندر کی صورت مثالی سامنے آکر کہتی ہے کہ من کجا اور جب اُنکا فاتحہ پڑھنا چاہتا ہوں تو برادر صاحب قبلہ کی روح پاک سامنے آکر فرماتی ہے کہ من کجا اسی لئے آپ اپنے مریدین کے شجروں میں دونو حضرات کے نام ایک سطر میں لکھتے تھے۔

آپ کے مریدین بہت ہوے جنمیں اکثر عمائد و رؤسائے کاکوری تھے ایک روز آپ نے مفتی خلیل الدین خاں بہادر کاکوروی سفیر شاہ اودھ سے فرمایا کہ میرا ایک مرید بیمار تھا میں نے جفر کی رو سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ چھ دن میں مرجائیگا مگر معلوم نہیں کیا غلطی ہوئی کہ اُسکے موافق نہوا وہ بیمار چھ مہینے میں مرا اُنھوں نے عرض کیا کہ حکمت فیثا غورث کی رو سے کرہ قمر کا ایک دن ہمارے

کرۂ ارضی کے ایک مہینہ کے برابر ہوتا ہے روحانیت قمر نے جو چھ دن کی خبر دی تو وہ وہاں کے چھ دن تھے جو کرۂ ارضی کے چھ مہینہ کے برابر ہوے۔

آپ چڑیوں کی بولی خوب سمجھتے تھے مولانا حسن بخش تفریح الاذکیا صفحہ ۷۷ میں بضمن حال حضرت سلیمان علیہ السلام لکھتے ہیں کہ ادراک حضرت سلیمان علیہ السلام کا منجملہ معجزات تھا اور اولیاے امت محمدیہ صلعم کی کرامات سے متقدمین اولیاء اللہ میں اکثر ایسے ہوے ہیں کہ جانوروں کی بولیاں بخوبی سمجھتے تھے اور متاخرین میں بھی بہت گذرے اور اب بھی موجود ہیں چنانچہ ابھی تھوڑے دن ہوے کہ فقیر کے جد امجد مرشد برحق حضرت شاہ میر محمد قلندر رہتے کہ سنہ ۱۲۴۷ھ تک موجود تھے بے تکلف بعض طیور کے کلام سمجھتے تھے ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

مجھ کو اسکے چند واقعے بھی خود مصنف کے لکھے ہوئے اجزاے مسودہ تفریح الاذکیا سے اتفاقاً ملگئے لہذا لکھتا ہوں۔

واقعہ اول۔ میرے یہاں مرغ پلا ہوا تھا اتفاق سے کہیں افیوں کی گولی رکھی تھی وہ اس نے کھالی کھاتے ہی بیمار ہو گیا اور کسی پر اسکی بیماری مشخص ہوئی قریب بہلاکت پہونچ گیا آخر حضرت پیر و مرشد نے دیکھکر پوچھا کہ اے مرغ تیرا کیا حال ہے اس نے کچھ کہا حضرت نے فرمایا کہ یہ مرغ کہتا ہے کہ میں نے افیون کی گولی کھالی اسلیئے بیمار ہوں دودھ پلایئے چنانچہ فقیر مولف نے اسیوقت دودھ لیکر پلایا دو گھڑی میں اچھا ہو گیا اور چلنے پھرنے لگا۔

واقعہ دوم ایک مرتبہ حضرت علیل ہوے اور دستور تھا کہ جب حضرت کو بخار ہوتا تو بیہوش ہوجاتے تھے اس دن بھی بیہوش تھے اور نماز ظہر کا وقت فوت ہوتا تھا فقیر نے یہ سمجھ کر کہ ایسی حالت میں نماز ساقط ہی قضا ہونے کی حضرت کو اطلاع نہ کی اور رضائی سے کہا کہ میں اطلاع نہیں کر سکتا مرغ بھی اسوقت حاضر تھا اس نے بانگ دی جس سے آپ کو ہوش آگیا فرمایا کہ یہ مرغ کہتا ہے کہ نماز کا وقت جاتا ہے اور تم نے ہم سے اطلاع نہ کی بہت بری بات ہے اللہ کی عبادت میں مرشد کی رعایت نہ چاہئے آخر حضرت نے نماز ادا کی اسیطرح کئی بار اتفاق ہوا بعد چندے وہ مرغ مرگیا تو حضرت کو غم ہوا۔

واقعہ سوم میں ایک دن درد شکم سے پریشان تھا ایک کالا کوا آیا اور اس نے حضرت کے پاس بیٹھکر اپنی زبان میں کچھ کہا میں اُسوقت شدت درد سے بیتاب تھا حضرت نے فرمایا کہ یہ کہتا ہے کہ انکو گائے کا گوشت دہی کے ساتھ کھلایا جاے صحت ہو جائیگی اُس روز بستی میں نیاز سہ منی ہوئی تھی اُسکا حصہ آیا ہوا رکھا تھا حضرت نے فقیر کو عنایت کیا کھاتے ہی درد جاتا رہا۔

واقعہ چہارم فقیر کے چیچک نکلی اور داہنی آنکھ میں کچھ سفیدی آگئی ہر چند دوا ہوئی کچھ فائدہ نہوا ایک دن حضرت متفکر بیٹھے خدا سے دعا مانگ رہے تھے کہ یکایک خوش ہو کر فرمانے لگے کہ اسوقت چیل نے کہا کہ زرد پھٹکری سرمہ سا کر کے آنکھ میں ڈالو صحت ہو جائیگی چنانچہ پھٹکری تلاش ہو کر آئی اور فقیر کی آنکھ میں ڈالی گئی دو دن میں مرض جاتا رہا اور صحت ہو گئی۔

آپ کی یادگار ایک کتاب بھی بہت ضخیم چھ سو صفحہ کی ہے مسمی بہ ذخیرۃ الفوائد ادعیہ و اسماء اللہ و تعویذات وغیرہ میں۔

آپ کی وفات آٹھ جمادی الاول روز دوشنبہ سنہ بارہ سو چوالیس ہجری میں بعمر اسی سال ہوئی تاریخ وفات از مولوی شریف الدین کاکوروی یہ کتبہ سنگ مرمر پر حضرت وارث الانبیا نے آپ کے مزار پر لگا دیا ؎

صد حیف شہ میر محمد صاحب	رفتہ سوے فردوس ازیں دار عمل
تاریخ وصال او سروشے گفتہ	دوشنبہ و ہشتم جمادی الاول

آپ کا مزار حضرت عارف باللہ کے روضہ میں ہے بعد وفات آپ کے مریدین آپ کا مزار و روضہ علیحدہ بنانا چاہتے تھے اور حضرت غوث ملت آپ کو اُنکے پہلو میں دفن کرنا چاہتے تھے مگر یہ طے نہیں ہوتا تھا تب حضرت شاہ انشاء اللہ قلندر خلیفہ حضرت عارف باللہ نے مراقبہ کیا دیکھا کہ وہ آپ کے گلے میں باہیں ڈالے ہیں اُنھوں نے یہ واقعہ آپ کے صاحبزادے مولانا حسین بخش سے بیان کیا تب آپ یہاں دفن ہوے پھر مریدین نے آپ کا مزار حضرت عارف باللہ کے مزار سے بلند بنایا تین مرتبہ بنایا مگر ہر بار وہ خود بخود گر گیا آخر مجبور ہو کر باز آے۔

آپ کے خلفاء یہ حضرات ہوئے حضرت مولانا حسین بخش شہید حضرت مولانا حسن بخش حضرت شاہ کرامت علی قلندر کاکوروی۔

حضرت مولانا حسین بخش شہید

آپ کی ولادت سنہ بارہ سو تین ہجری میں ہوئی کتب درسیہ اپنے چچا زاد بھائی حضرت باقی باللہ مولانا شاہ حمایت علی قلندر سے پڑھیں اور فراغ حاصل کیا۔

بڑے فاضل زبردست و یکتائے زمانہ ہوئے فن ادب کے بڑے ماہر تھے۔

آپ کو بیعت و اجازت و خلافت اپنے والد حضرت شاہ میر محمد قلندر سے بتی اٹھارہ شعبان روز جمعہ بعد نماز سنہ بارہ سو اکیس میں مرید ہوئے چنانچہ آپ اپنی بیاض میں لکھتے ہیں کہ حامداً و شاکراً و مصلیاً و مسلماً بعد فیقول العبد الضعیف المذنب الراجی رحمۃ ربہ القوی حسین العلوی انہ قد اجازنی و رخصنی ابی و سیدی القطب الاعظم شاہ میر محمد قلندر حین تبت و بایعت علی یدہ بعد صلوۃ الجمعۃ الثامن عشر من شعبان الحادی و العشرین بعد الالف و المائتین من الھجرۃ المقدسۃ بجمیع ما اجازہ و رخصہ شیخہ العارف قطب الاوتاد شاہ صبغۃ اللہ القلندر من اخذ البیعۃ و ارشاد المریدین و الطالبین علی الطریقۃ القلندریۃ و الچشتیۃ و القادریۃ و السھروردیۃ و الطیفوریۃ و المداریۃ و الشطاریۃ باورادھا و اذکارھا و اشغالھا و عاداتھا و الجلوس علی السجادۃ و اجلاس الخلیفۃ علیھا و بجمیع ما اجازہ و رخصہ اخوہ العالم العارف الشیخ محمد کاظم من تلک الطرق و من الطریقۃ الشطاریۃ و النقشبندیۃ و بجمیع ما اجازہ شاہ باسط علی قلندر و بجمیع ما اجازہ شاہ مظہر حسین من الطریقۃ الابی العلائیۃ و بجمیع ما اجازہ شاہ غلام حاجی السند بلی من الادعیۃ و الاسماء و بجمیع ما اجازہ ابوہ قدوۃ الکاملین الشیخ محمد کاشف من الاسماء و الادعیۃ و الاوفاق رضی اللہ عنھم اجمعین الخ۔

علاوہ اپنے والد ماجد کے آپ کو اجازت سلسلہ چشتیہ نظامیہ فخریہ کی حضرت شاہ نیاز احمد چشتی بریلوی سے بھی تھی چنانچہ انکا دستخطی و مہری اجازت نامہ آپ کی بیاض میں موجود ہے جسکی نقل یہ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ فاتی الارض والسماء والصلوٰۃ علیٰ محمد فخر الدین والدنیاء اما بعد فقد جاء الی الاخ الاعز حسین بخش العلوی بصرہ اللہ بعیوب نفسہ وجعل یومہ خیر من امسہ وطلب منی السلسلۃ الچشتیۃ النظامیۃ الفخریۃ فادخلتہ فی ذلک السلسلۃ واجزتہ بادخال الطالبین والمریدین فی تلک السلسلۃ وامرتہ ان یاخذ البیعۃ من الطلاب ویعلمھم باذکارھا واشغالھا واعمالھا کما امرنی واجازنی مولای ومرشدی سید العاشقین سند المعشوقین فخر الدین محمد الدھلوی قدس اللہ سرہ العزیز واجازہ ابوہ وشیخہ مولانا شاہ نظام الدین اورنگ آبادی قدس سرہ وھکذا معنعنا الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔

مہر نیاز احمد قادری ۱۱۹۳

عرصہ تک آپ بسلسلہ ملازمت عدالت دیوانی علیگڈھ میں سررشتہ دار پھر اٹاوہ میں منصف رہے شوق مطالعہ کتب نیز تالیف و تصنیف ایسا تھا کہ قید ملازمت طبیعت نے گوارا نہ کی آخر ۱۸۴۰ء میں عہدہ منصفی سے کنارہ کش ہو گئے زیادہ وقت اوراد و اذکار میں گذرتا تھا اور جو بچتا تھا وہ کتب بینی کے نذر ہوتا تھا۔

بعد وفات اپنے والد ماجد کے ایک روز خواب میں انکو فرماتے دیکھا کہ جب میں تم کو مجاز و خلیفہ کر چکا ہوں تو پھر تم کیوں لوگوں کو مرید نہیں کرتے اور کیوں نہیں اہل دنیا کا لباس اُتار کر خرقہ پہنتے ہو یہ خواب آپ نے اُنکے انتقال کے ایک یا دو ہفتہ بعد دیکھا۔

پھر جب آپ کاکوری سے مین پوری اور وہاں سے شکوہ آباد گئے اور شرح فصوص مولانا جامی دیکھی تو ایک روز خواب میں حضرت عارف باللہ مولانا جامی کو صحن مسجد میں بیٹھے اور اپنے والد کو وہاں سے اٹھکر دالان مقابل مسجد میں جاتے دیکھا اور انکو اپنے برادر بزرگ سے آپ کے متعلق اشارہ نصیحت فرماتے دیکھا چنانچہ انھوں نے آپ کو بلایا اور مولانا جامی سے بھی نصیحت کرانا چاہی آپ

جا کر بیٹھ گئے اور اُنکا ارادہ سمجھ گئے اور اُنکو باتوں میں لگانا چاہا تاکہ نصیحت کرنے کا موقع اُنکو نہ ملے مولانا جامی سے عرض کیا کہ مولانا آپ کا کیا کہنا آپ بڑے مرتبہ والے ہیں آپ نے شرح فصوص میں یہ خوب لکھا کہ حضرت حق سے جو بندوں کے قلوب پر حکمتیں فائز ہوتی ہیں وہ کئی قسم پر ہیں اُسکی تیسری قسم انبیاء علیہم السلام سے مخصوص نہیں ہے بلکہ حضرات اولیاء اللہ و صلحاء بھی اُسمیں شامل ہیں حضرت شیخ اکبر کے قلب پر اُسی قسم کا فیضان ہوا یعنے فصوص الحکم مولانا جامی نے ہنسکر فرمایا کہ تم بھی اسے پسند کرتے ہو عرض کیا کہ یہ تو واقعی بات ہے میں کیوں نہ پسند کروں مولانا جامی نے آپ کی بات کاٹ کر فرمایا کہ تم چالیس برس کے ہو گئے مگر دنیا نہ چھوڑی کیا جب اسی برس کے ہو جاؤ گے تب چھوڑو گے گویا انھوں نے آپ کو آپ کی موجودہ حالت پر ملامت کی تب سے آپ نے بیعت لینا شروع کی اطراف مین پوری و اٹاوہ میں آپ کے مریدین بہت ہوے۔

آپ سے اجازت و خلافت آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا حسن بخش اور دونوں پوتوں مولوی محمد جان عرف محمد محسن و مولوی محمد احسن کو تھی ان دونو کو آپ نے یکم ذیحجہ شب جمعہ سنہ بارہ سو اکاون ہجری میں بمقام اٹاوا مرید کر کے خرقہ خلافت پہنایا اور باقاعدہ اجازت نامہ و مثالہا سے سلاسل سبعہ لکھدی مگر انھوں نے کبھی اسکا اظہار نہیں کیا اور نہ اشاعت سلسلہ کی طرف متوجہ ہوے۔

آپ نے ایک بڑا کتب خانہ جمع کیا تھا جسکی کچھ کتابیں مین پوری میں آپ کے صاحبزادہ مولانا حسن بخش کے ساتھ تھیں جنکی حفاظت کے بابتہ ایک خط میں اُنکو یہ فقرہ لکھا کہ مردن آں برخوردار و گم شدن یکے ازاں کتابہا برابر است۔

آپ کے تصانیف بھی بہت سے ہیں اُنمیں سے جسقدر تصانیف کے نام معلوم ہوے لکھے جاتے ہیں رسالہ نفحۃ الھند عربی بجواب نفحۃ الیمن آثار باقیہ جسمیں یہ آٹھ رسالے ہیں حرز الامان۔ اسرار الاسماء خیر الاعمال اور بقیہ پانچ رسالے علم الاعداد میں۔ ضروریات الادب عربی متعلق بہ صنائع و بدائع۔ اختلاف البصریین والکوفیین۔ دستور الکمالات جو انشا پردازی و صنائع و بدائع میں ہے بیاض جسمیں مختلف مفید مضامین ہیں۔ شجرات منظوم وغیرہ۔

آپ عامل بھی بہت زبردست تھے دعائے سیفی خاص آپ کے عمل میں تھی اور ولایت موسوی
رکھتے تھے جسکے متعلق خود آپ نے اپنی بیاض میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ "در شبے کہ صبحے آن روز شنبہ
تاریخ ہشتم شوال سنہ یک ہزار و دو صد و پنجاہ بود بخواب دیدم کہ وقت شب است و حضرت موسے
علیہ السلام تشریف آوردہ اند بر ایشان سلام عرض نمودم جواب سلام باواز بلند فرمودند دانستم کہ ایمان
من بحضرت ایشان مقبول شدہ است پس در باطن خود شکرانہ ایں نعمت بجا آوردم بعد ازاں از طرف
والدین خود سلام رسانیدم بدستور مذکور جواب فرمودند دانستم کہ ایمان والدین من نیز مقبول است
بعد ازاں از طرف اجداد خود سلام گفتم در جواب آن اندک توقف فرمودند در باطن من خلجانے
و تردُدے رو داد بعد ازاں آہستہ جواب ایں سلام نیز باز دادند شاید کہ ایں توقف و آہستگی بسبب
آن باشد کہ در جملہ اجداد من یکے ابو طالب پدر حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ است کرم اللہ وجہہ
کہ باوجود خدمت و قرابت حضرت صلے اللہ علیہ وسلم توفیق ایمان نیافتہ بود و دیگر آذر پدر ابراہیم
علیہ السلام است و حضرت موسے علیہ السلام آنہا را مستثنےٰ نمودہ جواب سلام گفتہ باشند واللہ اعلم
بعد ازان دیدم کہ حضرت موسے علیہ السلام بر فرش سفید نشستند و مردم کہ آنرا نمی شناختم
دراں محفل نشستند و حضرت موسے علیہ السلام مرا بطرف پہلوے خود جانب یسار نشانیدند
یا از خود نشستم حضرت موسے علیہ السلام بکمال شفقت و عنایت دست مبارک بر من نہادند
و پاے مبارک در کنار من دراز کردند کہ بدستور خدمتگاراں ہر دو دست گرفتہ تا ساق مالیدم و تا دیر ہمیں
حال گذشت و کلماتیکہ فرمودند بیاد نماندہ اینقدر بیاد داشت کہ فرمودند کہ شما ہمراہ من تا بلدۂ کول
اگر خواہند رفت ہمچنیں عنایت کردہ خواہد شد بعد ازاں افاقہ شد دانستم کہ در عالم رویا بودم حلیہ
مبارک ایشاں بصورت علما با ریش سیاہ و حسن بشرہ مانند مردم پنجاب مائل بسواد و برشتہ بنظر آمد ازیں
واقعہ امید دارم کہ امروز مرا ولایت بر قدم حضرت موسیٰ علیہ السلام نصیب شدہ است و الحمد للہ
رب العالمین والصلوٰۃ علی رسولہ محمد و آلہ اجمعین حسین علوی آٹھ شوال ۱۲۵۰ھ روز شنبہ"
بعمر پچپن سال انتیس ماہ جمادی الاولیٰ سنہ بارہ سو اٹھاون ہجری میں آپ بمقام سول آباد

نماز پڑھتے ہوئے شہید ہوئے اور اپنے ذاتی مکان منصفی اٹاوہ میں دفن ہوئے حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر نے یہ تاریخ شہادت لکھی ہے

سر دشمن بریدہ گفت تراب	سال رحلت شہید اکبر گشت

حضرت مولانا حسن بخش علوی

آپ کی ولادت تیئیس ۱ صفر سنہ بارہ سو بائیس ہجری میں ہوئی کتب درسیہ آپ نے حضرت قطب الافراد مولانا شاہ حیدر علی قلندر و حضرت مقتدائے جہاں مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہما سے پڑھیں اور تکمیل تفسیر و حدیث مرزا حسن علی محدث لکھنوی سے کی۔

آپ کو بیعت و اجازت و خلافت اپنے جد بزرگوار حضرت شاہ میر محمد قلندر سے تھی آپ نے اُن سے سنہ بارہ سو چھتیس میں سلسلہ قلندریہ میں بیعت کی اور اپنے والد ماجد سے بھی اجازت و خلافت تھی۔

پہلے مین پوری میں چند سال سررشتہ دار رہے پھر کنارہ کش ہوکر بقیہ عمر مشاغل علمی و عملی میں بسر کی۔

آپ کے مولفات و مصنفات یہ ہیں تفریح الاذکیا فی احوال الانبیا اُردو دو ضخیم جلدوں میں تفریح العاشقین فی احوال سید المرسلین تذکیر العارفین فی احوال سید الکاملین در حالات حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ رسالہ زینۃ الایمان و حلیۃ الاتقان در فضائل اہلبیت رسالہ در بیان مراتب خلافت و سلاسل چہار پیر و چہاردہ خانوادہ تحقیق متعلق قصیدہ شاہ نعمت اللہ ولی تقریر متعلق فساد ۱۸۵۷ء کہ بلوہ غدر بود نہ کہ جہاد رسائل سوالات و جوابات مختلف رسالہ تکملہ مالابدمنہ مسائل عقیقہ کے بیان میں۔

طبیعت کا میلان ہندی شاعری کی طرف بھی تھا چنانچہ کچھ کلام ہندی میں بھی ہے جو کلیات نعت مولوی محمد محسن کے دوسرے اڈیشن میں بطور ضمیمہ چھپ گیا ہے۔

آپ کے مریدین بھی اٹاوہ ومین پوری میں بہت ہوے۔
وفات آپ کی بعمر اناسی سال انیس جمادی الاول روز سہ شنبہ سنہ تیرہ سوایک ہجری میں ہوی عیدگاہ مین پوری کے صحن میں حسب وصیت خود دفن ہوے۔
قطعہ تاریخ وصال از جناب مولوی محمد محسن علوی کاکوروی پسر آنحضرت ؎

مخزن علم وعمل فخر زمن	قبلۂ احسن ابو المحسن حسن
از سعیدے وز شہیدے نورعین	ابن ابن میرن وابن حسین
رفت سوے عرش اعلی روح او	کل شئ ھالک الا وجھہ
ہاتفے از بہر تاریخش نوشت	جاے پاکش باد آگہی در بہشت

۱۳۰۱ھ

جناب مولوی محمد محسن علوی

آپ کی ولادت بمقام کاکوری سنہ بارہ سو بیالیس میں ہوی نظر محمد تاریخی نام تھا اور محمد جان آپ کے دادا نے رکھا تھا تربیت وتعلیم اپنے والد اور دادا اور مولوی عبدالرحیم سے پائی آپکے دادا نے جبکہ آپ کی عمر نو سال کی تھی یکم ذیحجہ شب جمعہ ۱۲۵۱ھ میں بمقام اٹاوہ اپنا مرید کرکے لباس فقر پہنایا اور اجازت وخلافت سلاسل سبعہ مع مثال لکھدی بایں عبارت کہ الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والسلام علے خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد فیقول العبد المذنب حسین بن محمد العلوی عفی عنہ انی البست الخرقۃ الارادیۃ والتبرک والمشیخۃ واجزت بالباسھما الطالبین والمریدین و اخذ البیعۃ عنھم علے الطریقۃ القلندریۃ وبتعلیم اذکارھا واورادھا واشغالھا للولدین العزیزین محمد محسن ومحمد احسن حفظھما اللہ تعالی عن جمیع الآفات فی الدنیا والآخرۃ بھذا السند وانی مجاز بذلک عن والدی وسیدی القطب الاعظم شاہ میر محمد قلندر الی آخر السلسلۃ۔ اسیطرح تمام سلاسل چشتیہ وسہروردیہ وطیفوریہ

ومداریہ وقادریہ وفردوسیہ کی مثالیں ہیں۔ مگر آپ نے کبھی اسکا اظہار نہ کیا اور نہ اشاعت سلسلہ کی طرف متوجہ ہوے بلکہ اُنکی وفات کے بعد اپنے والد کی حیات میں بجاے اُنکے حضرت شاہ کرامت علی قلندر کاکوروی کے مرید ہوے۔ سولہ سال تک اپنے دادا کے سایہ عاطفت میں رہے اُسی زمانہ میں آپ کو خواب میں شرف بیعت آنحضرت صلعم سے حاصل ہوا اور جب ہی یہ خواب دیکھا کہ حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنی زبان مبارک آپ کے منھ میں دیدی جسکے اثر وبرکت سے آپ کو نعت گوئی کا شوق ہوا۔ جس چیز نے آپ کی شہرت حقیقتاً معراج کمال تک پہونچای وہ آپ کی شاعری خصوصاً کلام نعتیہ تھا فن شاعری میں مولوی ہادی علی اشک بجنوری سے تلمذ تھا۔ ابتدا میں ہر صنف سخن میں تھوڑا بہت کہا مگر جب سے کہ قصیدہ مدیح خیر المرسلین لکھا اور یہ عہد کیا کہ ؎

ہے تمنا نہ رہے نعت سے تیرے خالی	نہ مرا شعر نہ قطعہ نہ قصیدہ نہ غزل

تب سے کل اصناف سخن ترک کر دیے مستقل تالیفات نظم سے سراپاے رسول اکرم مثنوی صبح تجلّی مدیح خیر المرسلین۔ چراغ کعبہ۔ مخمس نعتیہ۔ مثنوی شفاعت ونجات ہیں ان سب کا مجموعہ موسومہ بہ کلیات نعت مولوی محمد محسن متعدد بار چھپکر شائع ہو چکا ہے۔

ابتدا میں بمقام مین پوری عہدۂ نظارت پر مامور رہے اور وہیں سے وکالت ہائیکورٹ کا امتحان دیکر کامیاب ہوے اُس زمانہ میں صدر دیوانی عدالت آگرہ میں تھی بعد کامیابی آگرہ میں رہے غدر ۱۸۵۷ء تک اُسکے بعد مستقل قیام مین پوری میں اختیار کیا وکالت کو خوب فروغ ہوا جاہ وثروت بہت حاصل کی اور پھر وہیں اٹھائیس صفر روز دوشنبہ سنہ تیرہ سو تیئیس میں بعارضہ اسہال بعمر اکاسی سال انتقال کیا اور متصل عیدگاہ دفن ہوے۔

جناب مولوی محمد احسن علوی

آپ کی ولادت سنہ بارہ سو انچاس میں ہوئی منظور احمد تاریخی نام تھا تعلیم وتربیت اپنے

والدا ور دادا سے پائی انھوں نے آپ کو بھی یکم ذیحجہ شب جمعہ ۱۲۵۱ھ میں مرید کرکے اجازت و خلافت ولبس و الباس خرقہ دی مگر آپ نے بھی کبھی اسکا اظہار نہ کیا بلکہ انکے بعد حضرت شاہ کرامت علی قلندر کے مرید ہوے شاعری کی طرف میلان تھا احسن تخلص تھا اپنے بڑے بھائی مولوی محمد محسن سے اصلاح لی ابتدا مختلف عہدوں پر سرکار انگریزی میں ملازم رہے عہدہ صدر الصدوری تک پہونچے پنشن کے بعد نائب وزیر دیوانی ریاست بھوپال ہوگئے مگر افسوس عمر نے وفا نہ کی وہیں بیمار ہوے اور بحالت علالت وطن آگے یہاں پانچویں ربیع الآخر سنہ تیرہ سو نو ہجری میں بعمر ساٹھ سال انتقال کیا اور قبرستان خاندانی تکیہ شریف میں دفن ہوے۔

حضرت شاہ کرامت علی قلندر

ابن شیخ محمد غنی ابن شیخ غلام حسن ابن شیخ محمد مسیح بن ملا بدیع الزماں ابن ملا محمد رضا ابن ملا محمد اشرف ابن ملا عبد القادر ابن حافظ شہاب الدین بن مخدوم نظام الدین بھیکہ قدس سرہ۔

آپ نے تحصیل علم حضرت باقی باللہ مولانا شاہ حمایت علی قلندر سے کی۔ بچپن سے طبیعت فقر و درویشی کی طرف مائل تھی آپ کے والد اکثر کہا کرتے تھے کہ یہ لڑکا فقیر ہوگا اسی لئے تلاش معاش کی نسبت آپ سے کبھی کچھ نہیں کہا۔

بعد اپنے والد کے انکی جگہ پر مقرر ہوگئے جب نواب سعادت علیخاں تخت حکومت پر بیٹھے تب آپ موقوف ہوگئے پھر غازی پور زمانیہ میں چھ ماہ تحصیلدار رہے اسکے بعد خانہ نشین ہوگئے۔

آپ کو بیعت حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر سے اور تعلیم و تربیت و اجازت و خلافت حضرت شاہ میر محمد قلندر سے تھی ابتدا ہی سے دل میں محبت حق سمائی ہوئی تھی ترک علائق کرکے گوشہ نشین ہوگئے پیر و مرشد کا وصال ہوچکا تھا انکے مزار پر جاروب کشی اختیار کی اور حضرت شاہ میر محمد قلندر کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے آخر انھوں نے لباس فقر عطا کیا جب سے پیر و مرشد کے آستانہ پر مستقل سکونت اختیار کی شب و روز دروازہ بند کرکے یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔

مجاہدہ نفس میں یکتا تھے ہمیشہ روزہ رکھتے جمعہ کے روز بپاس وضع اعزہ کے یہاں جاتے یا کوئی بیمار ہوتا تو عیادت کرتے مسکنت و غربت و خاکساری مزاج میں بہت تھی آپ کے کرامات بھی مشہور ہیں جنات آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے آخر عمر میں جذب بہت بڑھ گیا تھا اُسوقت جو بات زبان سے نکلتی ضرور پوری ہوتی ایک روز جذب میں کہنے لگے کہ میرے جنازہ کے ساتھ باجہ بجے اور جنازہ کی نماز مولوی حیدر علیصاحب پڑھائیں چنانچہ جب آپ کی وفات ہوئی تو اسی روز اتفاق سے حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر کو تپ ولرزہ شدید آگیا اور حضرت غوث ... بوجہ کبرسنی تشریف نہ لیجا سکے بالآخر حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر تشریف لیگئے اور نماز جنازہ پڑھائی اور باجہ کا قصہ یہ ہوا کہ مریدین و معتقدین نے اسکی تعمیل کرنا چاہی مگر علماء نے روکا جب جنازہ لیکر گھر سے نکلے تھوڑے فاصلہ پر ایک بارات مع باجہ کے نکلی جو ملیح آباد جارہی تھی باراتیوں نے باجہ بند کرنا چاہا مگر مریدین نے کہا کوئی مضائقہ نہیں بجاتے چلے چلو چنانچہ آگے آگے بارات اور پیچھے پیچھے جنازہ لے چلے قبرستان تک اُسکا ساتھ رہا۔

کاکوری کے عمائد اور اطراف کے اکثر لوگ آپکے مرید تھے۔

آپ کے خلفا یہ لوگ ہوئے شاہ منصب علی کاکوروی شاہ جلال الدین مدن شاہ۔

آپ کی وفات چوتھی جمادی الآخر روز دوشنبہ سنہ بارہ سو چونسٹھ ہجری میں ہوئی قطعہ تاریخ وفات از مولوی محمد محسن علوی کاکوروی مرید آنحضرت سے

آن کرامت علی شہ عرفاں	رخت ہستی کشید زیں منزل
قدسیاں از فلک ندا دادند	جاں بحق گشت مرشد کامل

روضہ آپ کا شیخ سعدی محلہ میں درگاہ شاہ کرامت علیصاحب کے نام سے مشہور ہے عمارت روضہ جناب مولوی محمد محسن علوی کاکوروی کی بنوائی ہوئی ہے۔

آپ کے بعد شاہ منصب علی کاکوروی آپ کے جانشین ہوئے جنکے خلیفہ شاہ نظام الدین عرف نجف شاہ کاکوروی ثم لکھنوی تھے پچاس سال سے زائد آپ کا عرس بہت دھوم سے تین دن کا

ہوتا۔ ہاںمگر آپ بوجہ مریدین کے باقی نہ رہنے اور سلسلہ مندرس ہو جانے کے بہت کم ہو گیا پھر بھی اُن تاریخوں میں مختصر میلہ ہو جاتا ہے۔

شاہ منصب علی کاکوروی

آپ بڑے مرتاض صاحب کشف و کرامات تھے بیعت و اجازت و خلافت حضرت شاہ کرامت علی قلندر سے تھی اور شاہ عابد علی عرف ملکھرا شاہ مجذوب کاکوروی سے بھی فیضیاب تھے شروع میں مجذوبوں کی سی حالت تھی کسی بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے اچھائی و برائی سے واسطہ نہ رکھتے تھے نماز و روزہ کے بھی پابند نہ تھے ایک بار خواب میں آنحضرت صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئے آنحضرت صلعم کے داہنے بائیں دو سوار تھے آنحضرت صلعم نے آپ سے فرمایا کہ منصب اُٹھو اور کلام اللہ پڑھو آپ نے اُٹھ کر نماز پڑھی اور کلام اللہ کی تلاوت کی اُس روز سے پھر آپ کی نماز کبھی ناغہ نہیں ہوئی مولوی فرید الدین خاں محدث کاکوروی آپ کے بہت معتقد تھے وہ اکثر آپ کے واقعات کشف و کرامات بیان کیا کرتے تھے آپ کی وفات یکم ذیقعدہ روز پنجشنبہ بعد نماز ظہر بعمر اکاسی سال ہوئی قبر آپ کی چودھری محلہ میں احاطہ مسجد میں ہے آپ کے بیٹے محسن علی شاہ کو خرقہ فقر حضرت فخر الکاملین مولانا شاہ علی اکبر قلندر نے عطا فرمایا۔

حضرت شاہ ابو نجیب قلندر امیٹھوی

بن عبد الحکیم بن قاضی محمد شاہ محدث بن قاضی بایزید اول بن قاضی عالم بن قاضی نجم الدین بن قاضی ابو الفضل بن قاضی تاج الدین بن قاضی اسمٰعیل نجم الدین بن قاضی شیخ محمد معروف قاضی امیٹھی بن قاضی شیخ شمس الدین قاضی سترکھ بن قاضی امام صلاح الدین قاضی دمشق بن محمد بن محمد بن ابی بکر بن اسماعیل بن المصلی خواجہ ضیاء الدین السری السقطی بن مفلس بن مسعود بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن زید بن ابان بن امیر المومنین ابو عبد اللہ عثمان القرشی الاموی۔

آپ اکابر علماء عصر و فضلائے دہر سے تھے آپکو بیعت و اجازت و خلافت حضرت سید العرفا شاہ مجا قلندر لاہوری سے تھی مناقب الاصفیا میں ہی کہ آپ نظر یافتہ خاص حضرت سید العرفا تھے عرصہ تک اُنکی خدمت میں رہے پھر حسب ارشاد اُنکے نواب فدائی خاں کے یہاں ملازمت کرلی جب منشی آپکی تنخواہ کا کاغذ بنانے لگا تو خود بخود تیس کی جگہ تین سو لکھ گیا جب وہ تین بار ایسا ہوا تو اُسنے نوابصاحب سے کہا نواب نے خود لکھنا چاہا وہ بھی تیس کی جگہ تین سو لکھ گیا تب اُس نے کاغذ رکھ دیا اور بُلا کر آپ سے پوچھا کہ بزرگوں کی توجہ تم پر کیسی ہے آپنے فرمایا کہ میرے پیر و مرشد نے مجھے رخصت کرتے وقت فرمایا تھا کہ تم کو عمدہ جگہ ملے گی یہ سُنکر اُسنے پانچسو روپیہ آپ کی تنخواہ کردی تین سو وہ جو بے قصد لکھ گیا تھا اور دو سو آپ کے پیر و مرشد کا ارشاد سُنکر نواب فدائی خاں حضرت شاہ پیر محمد لکھنوی کا مرید تھا چونکہ آپ کی فیض صحبت سے علم تصوف سے واقف ہو گیا تھا ایک روز اُس نے شاہ صاحب سے ایک دقیق مسئلہ تصوف دریافت کیا جس کے جواب میں وہ متامل ہوے آپنے تامل معلوم کرکے ایسی تقریر فرمائی جس سے اُسکی تشفّی ہو گئی۔ اُنھوں نے خوش ہوکر نواب سے کہا کہ شاہ ابو نجیب کو روزانہ یہاں بھیجدیا کرو چنانچہ آپ روزانہ اُنکی مجلس میں حاضر ہوکر حقائق و معارف بیان کیا کرتے تھے ایکروز اُنھوں نے نواب سے فرمایا کہ تمھارا پیر میں ہوں اور میرے پیر یہ ہیں یہ سُنکر اُسی روز آپنے نوکری چھوڑ دی۔

ریاض عثمانی میں ہے کہ آپ جوانی میں نہایت شہ زور اور تیر انداز تھے اردوے معلی شاہی میں نجیب زادوں کے رسالے میں بزمرہ سواران ملازمت کی عرصہ کے بعد وہ نوکری ترک کی اور حسب ارشاد مرشد لکھنؤ کے حاکم فدائی خاں کے یہاں بطور اتالیق بمشاہرہ تین سو پچاس روپیہ نوکری کرلی۔

آپ کے مصنفہ رسائل دو فارسی میں اور ایک ہندی میں ہیں شواہد نجیبی و رموزات نجیبی جنمیں حقائق و معارف بطور رمز بیان فرماے ہیں یہ دو نو رسالے مع اور تین رسالوں کے بنام خمسہ قلندریہ چھپ سکے گئے ہیں اور ہندی میں نسخہ گیان بھید ہے جسکی شرح آپ کے مرید و خلیفہ شاہ محمد حسین نے کی ہے۔

آپ مرتبہ بدلیت رکھتے تھے سلسلہ قلندریہ آپ سے بھی جاری ہوا۔
آپ کے دو خلیفہ ہوئے شاہ محمد حسین و شاہ بباون آپ کے صاحبزادہ جو آپ کے جانشین ہوئے چونکہ اُنکے خود کوئی اولاد نہ تھی اور اُنکے دو خلیفہ تھے شاہ محمد نواز نجیبی اور شاہ نظر محی الدین اُنکے بھانجہ لہذا وہی اُنکے بعد جانشین ہوئے اُنکے بعد شاہ محمد بخش اُنکے بعد حاجی خدا بخش اُنکے بعد حاجی محمد علی ہوئے۔
آپ کی وفات اٹھائیس جمادی الآخر کو ہوئی ریاض عثمانی میں ہے کہ آپ کا یوم وصال چھبیس ذیقعدہ سنہ گیارہ سو آٹھ ہجری ہے آہ شاہ نجیب رفت از ما سے مادہ تاریخ وفات نکلتا ہے۔
مزار آپ کا قصبہ امیٹھی ضلع لکھنؤ میں بڑی تال کے کنارہ ہے جس پر مقبرہ بنا ہوا ہے اور اُسی کے ساتھ مسجد بھی ہے۔

حضرت شاہ ابو یوسف قلندر امیٹھوی

بن ابی یزید بن عبدالرحیم بن ابراہیم بن علاء الدین بن فریدالدین بن قاضی اسمٰعیل نجم الدین بن قاضی شیخ محمد معروف۔
آپ امیٹھی میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم پائی پھر حج کرنے گئے بعد واپسی حضرت سید العرفا لاہر پوری سے بیعت کی اور اجازت و خلافت پائی بیس سال اُنکی خدمت میں رہے اور منظور نظر ہوئے ابتداءً بہت غریب تھے پھر حضرت کی دعا سے خدا نے ایسی امارت و فراغت عطا کی کہ بظاہر آپ کو کوئی درویش کامل نہیں سمجھتا تھا حضرت سید عبدالرزاق بانسوی ابتدا میں آپ ہی کے یہاں ملازم تھے۔
آپ حقائق و معارف بیان کرنے میں بڑے بیباک تھے حضرت سید العرفا آپ کو جنید زماں و شبلی وقت فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت شاہ فتح قلندر کو ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ جان من

ہر کہ گفتہ شبلی از توحید خبر نداشت او بے خبر از احوال شبلی بودہ است لکل قوم تاج و تاج هذا القوم شبلی برادرم شبلی بر من مکشوف شدہ است عین ابو سعید خراز و رویم است و برتر از دیگراں لہذا شاہ محمد یوسف را شبلی زمانہ نوشتہ ام و شما مید انید کہ شاہ محمد یوسف بر قلب محمد مصطفٰے صلعم واقع است"

آپ کے چند مکتوبات بھی ہیں غالباً نواب سید عزت خاں کے نام جن سے آپ کے عرفان و کمال کا اندازہ ہوتا ہے اور وہ سب رسالہ فیوض العارفین و تعلیمات قلندریہ مؤلفہ راقم میں موجود ہیں۔

آپ سے اجازت و خلافت ان حضرات نے پائی۔ حضرت خواجہ احمد حضرت شاہ محمد فصیح حضرت شاہ محبوب عالم صاحبزادگان نواب سید عبد اللہ معروف بسید عزت خاں حضرت سید میر جنکے خلیفہ شاہ صفی قلندر ہوے۔ شاہ عیسٰے امیٹھوی شاہ عابد شاعر امیٹھوی۔

آپ کی وفات تیرہ ذیقعدہ روز چار شنبہ سنہ گیارہ سو چھ میں ہوئی ریاض عثمانی میں ہے کہ آپ کا مقبرہ و مسجد محلہ قضیانہ قصبہ امیٹھی میں موجود ہے یوم وصال آٹھ ذیقعدہ سنہ گیارہ سو پانچ ہے ؎

چوں حضرت شاہ یوسف آں قدوۂ دیں	رحلت فرمود جانب علیین
رضواں می خواند مصرعہ تاریخش	با حق آسودہ شد بفردوس بریں

سید عبد اللہ امیٹھوی

مشہور بہ نواب سید عزت خاں آپ سادات بخاری سے تھے آپکے والد امیر و دولتمند تھے بچپن سے طلب حق پیدا ہوئی بزرگوں کی خدمت میں جایا کرتے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح پیر و مرشد کا نام معلوم ہو جائے آخر ایک روز خواب میں حضرت شاہ یوسف قلندر کی زیارت ہوئی اور نام بھی معلوم ہوا اسکے بعد سے دہلی کی خانقاہوں میں جا کر

روزانہ تلاش کیا کرتے تھے آپ کے والد وغیرہ اس روش سے ناخوش تھے ایک روز حضرت سید العرفا لاہر پوری نے حضرت شاہ یوسف قلندر سے فرمایا کہ سید عبداللہ تم کو دہلی میں تلاش کرتا ہے جاؤ اور اسکی تربیت و تعلیم کرو وہ آٹھ نو ماہ دہلی جا کر رہے مگر اتفاق سے آپ انکی زیارت نہ کر سکے آخر وہ گھبرا کر لاہر پور واپس ہوئے حضرت سید العرفا نے اُنکو دہلی پھر واپس کیا اور فرمایا کہ جاؤ وہ تمھارا بہت منتظر ہے وہ دوبارہ پُرانی دہلی کی ایک کہنہ مسجد میں اُترے آپ ایک روز اُسطرف بھی تلاش کرنے نکلے خادم نے کہا کہ ایک نئے بزرگ اس مسجد میں آکر ٹھہرے ہیں مل لیجئے شاید وہی ہوں آپ گئے تو اُنکی صورت ویسی پائی جیسی خواب میں دیکھی تھی سلام کر کے مودب بیٹھ گئے کچھ دیر کے بعد آپ نے نام پوچھا اُنھوں نے بتایا آپ نام سنتے ہی قدموں پر گرے جب شام ہوئی تو انھوں نے رخصت کیا دوسرے روز شام کو جب وہ رخصت کرنے لگے تو آپ نے عرض کیا کہ میں عرصہ سے آپ کی تلاش میں تھا اب خدا خدا کر کے زیارت نصیب ہوئی تو ایک لحظہ قدموں سے جدا ہونا نہیں چاہتا اُنھوں نے تسکین دی پھر کچھ دنوں کے بعد آپ کی تربیت و تعلیم میں مشغول ہوئے جب اس سے فارغ ہوئے تو ایک روز حسب اصرار آپ کے والد کے آپ سے فرمایا کہ مناصب شاہی حاصل کر کے اہل حقوق کی خدمت کرو آپ نے عرض کیا کہ اول تو مجھے دنیا کی خواہش نہیں دوسرے تعمیل ارشاد میں اسلئے تامل ہے کہ کہیں اُنمیں مبتلا ہو کر خراب و تباہ نہو جاؤں اُنھوں نے فرمایا کہ نہیں ایسا نہوگا تم مطمئن رہو آپ تلاش ملازمت میں مصروف ہوئے خوش قسمتی سے مقرب شاہی ہو کر داروغگی عدالت و دیوانی صوبہ بنگال وغیرہ کی بڑی بڑی خدمتیں پائیں اور نواب اور خانی کا خطاب پایا۔ آپ کو جو کچھ ملتا تھا نصف اپنے حضرت پیر و مرشد کے نذر کر دیتے تھے اسی لئے اُنکو ثروت و دولت بہت نصیب ہوئی آپ نے اپنی دو لڑکیاں بھی خدمت کیلئے حضرت پیر و مرشد کے نذر کیں جنکا عقد حضرت نے صاحبزادوں سے کر دیا۔ عالمگیر کو جب معلوم ہوا تو اُس نے آپ سے اعتراضاً کہا کہ فقیر و امیر سے کیا قرابت تم کو ہم سے

پیوند کرنا چاہیئے تھا آپ نے جواب میں کہا کہ میں نے تو محض حضرت پیر و مرشد کی خدمت کیلئے اپنا ذریعہ نجات سمجھ کر نذر کیا یہ اُنکی بندہ نوازی تھی جو اسقدر اُنھوں نے عزت افزائی کی کہ صاحبزادوں سے نکاح کر دیا۔ حضرت کے بہت سے مکتوبات بھی ہیں جو غالباً آپ ہی کے نام ہیں۔

حضرت شیخ محمد آفاق لکھنوی

آپ اعیان واکابر صوبہ بہار سے تھے موضع تلانڈہ مضاف پٹنہ کے رہنے والے تھے اوائل کتب درسیہ شیخ وجیہ الدین گوپاموی سے پڑھیں پھر جب جاذبہ الٰہی شامل حال ہوا تو حضرت شاہ پیر محمد لکھنوی کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے۔

آپ اکثر مشائخ زمانہ سے فیضیاب ہوئے چنانچہ حضرت سید العرفا لاہرپوری کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے حضرت نے فرمایا کہ تمھارا کشود و شہود حضور مجھ سے متعلق ہے لیکن میں تعلیم و تلقین بلا اجازت تمھارے پیر کے نہ کرونگا چنانچہ جب اُنھوں نے اجازت دیدی تب حضرت نے آپ کی تعلیم و تلقین کی اور اجازت و خلافت بھی دی رسالہ مصباح الطالبین حضرت شاہ عبدالرسول قلندر کچھندوی نے اُنکے حکم سے آپ ہی کیلئے لکھا۔

حضرت شاہ پیر محمد قدس سرہ کے بعد آپ چند سال اُنکے جانشین رہے۔ عارف محقق و مجرد و بلند ہمت اور عالم علوم ظاہر و باطن تھے تاریخ و سنہ وفات معلوم نہ ہوا آپ کا مزار لکھنؤ میں اپنے پیر و مرشد کے بائیں برابر قبر حضرت شاہ دولت کے ہے۔

حضرت شاہ قاسم دہلوی

آپ بھی حضرت سید العرفا کے مرید صادق و خلیفہ کامل تھے آپ کے مریدین میں اکثر عورتیں عارفہ کاملہ تھیں جنکو بودلیان شاہ قاسم کہتے تھے اسلئے کہ وہ سب ابدال کا مرتبہ رکھتی

تھیں اور حقائق و معارف خوب بیان کرتی تھیں اور اکثر بزرگان وقت سے امور کشفیہ میں مباحثہ کرتی تھیں۔

حضرت امیر سید ماہر و معروف شاہ محمد ماہ قلندر الہ آبادی

آپ کی ولادت سنہ ایک ہزار پندرہ ہجری میں ہوئی گیارہ سال کی عمر میں وطن سے نکلکر تحصیل علم میں مصروف ہوئے پہلے قصبہ رانواں گئے وہاں مولوی سید محمد صادق سے پڑھنا شروع کیا اتفاقاً ایک روز آپ کو اُنکے مُنھ سے شراب کی بُو معلوم ہوئی آپنے ناخوش ہوکر کتاب بند کردی اور فرمایا کہ افسوس آپنے میرا وقت مفت ضائع کیا میرا کام تقوے و پرہیزگاری اور آپکا شرابخواری افسوس صد افسوس اُنپر آپ کی ملامت کا ایسا اثر ہوا کہ تمام اعزہ و احباب کو جمع کرکے دعوت کی اور کہا کہ تم سب گواہ رہنا میں آج سے انکی بدولت شرابخواری سے توبہ کرتا ہوں اُسی زمانہ میں ایک مجذوب آپ کے پاس آیا کرتے تھے اور آپ کے مطالعہ کتب کے وقت زیادہ بڑ بڑ لگایا کرتے تھے ایک روز آپنے اُن سے فرمایا کہ فضول بہت بکو میرے مطالعہ میں حرج ہوتا ہے اُس روز سے وہ چُپ ہوگئے دن بھر ادھر اُدھر پھرا کرتے تھے اور رات کو آکر آپکے یہاں لیٹ رہتے تھے کھانا بھی آپ ہی کے یہاں کھاتے تھے بعد ایک مہینہ کے جب جانے لگے تو کہا کہ میاں تم نے ہماری بہت خدمت کی ہم تم کو اسکا صلہ دینا چاہتے ہیں پھر سفید کاغذ پر ایک نقش لکھ کر مصلے کے نیچے رکھ دیا کچھ دیر کے بعد مصلے اُٹھایا تو موافق اعداد نقش روپئے ملے پھر اُسی نقش کو زرد کاغذ پر لکھا تو اشرفیاں ملیں اُسکی اجازت آپ کو دیکر چلے گئے آپنے دو تین روز وہ نقش لکھا پھر رانواں سے اٹونجہ گئے اور وہاں مفتی محمد لیٰسین سے ہدایہ وغیرہ پڑھکر فراغ حاصل کیا۔

اُسی زمانہ میں آپ میں طلب حق پیدا ہوئی اکثر فصوص وغیرہ دیکھتے تھے اور اپنے خاندانی اذکار و اشغال جو حضرت میران سید فخر الاسلام شہید سے چلے آتے تھے کرتے تھے ایک روز خیال آیا کہ خاتم الولایت تو جناب امیر کرم اللہ وجہہ تھے لہذا ولایت تو ختم ہوچکی اُنکے سوا کوئی ولی نہیں

اور نہ اب کسی سے بیعت درست ہے اس خیال نیز بعض اشغال کی تحقیق کیلئے جناب امیر علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے جب شب میں زیارت سے مشرف ہوئے تو اُنھوں نے فرمایا کہ خاتم الولایت بیشک میں ہوں کیونکہ مراتب ولایت کی انتہا مجھ پر ہوئی لیکن میری نیابت قیامت تک رہے گی اور اولیاے زمانہ سے بیعت کرنا ضروری ہے تمہارا نصیبہ بیعت محی الدین ثانی (یعنے حضرت سید العرفا لاہرپوری) پر موقوف ہی جاو اُن سے بیعت کرکے اپنا حصہ لو جب ایک شب میں کئی بار آپنے یہی خواب دیکھا تو جذب طاری ہوگیا صبح کو اُسی حال میں بجاے ہدایہ کے فصوص الحکم لیکر مفتی صاحب کے پاس گئے اُنھوں نے پوچھا یہ کون کتاب ہے فرمایا ہدایہ تین بار اُنھوں نے پوچھا ہر بار آپنے وہی فرمایا اُنھوں نے کہا کہ اچھا پڑھو آپ کتاب کھولکر ہدایہ کی عبارت پڑھنے لگے وہ متحیر سُناکئے آخر جھلا کر کہنے لگے کہ خاک ایسے پڑھنے پر کہ عبارت ہدایہ کی پڑھتے ہو اور جلد فصوص کی لئے بیٹھے ہو جاو کتاب چولھے میں جھونکو آپنے سب کتابیں پھونک دیں اور مجذوب کا عطیہ نقش بھی جلا دیا اور مرشد کامل کی تلاش میں چل کھڑے ہوئے سیر کرتے اور بزرگوں سے ملتے لاہور پہونچے اور حضرت شاہ میر لاہوری سے ملے پھر وہاں سے لکھنؤ آئے اور حضرت شاہ عبدالجلیل و حضرت شاہ پیر محمد لکھنوی سے ملے پھر قصبہ ہبلول گئے اور حضرت شاہ حمید ابدال مجذوب سے ملے وہ رات دن دیوار پر بیٹھے گڑ کھایا کرتے تھے اور ہر وقت منھ سے رال بہا کرتی تھی آپنے اُنکی اکثر کرامتیں دیکھیں پھر وہاں سے بھی چلنے کا ارادہ کیا چند قدم چلے تھے کہ اُنھوں نے بلا کر تھوڑا سا گڑ اپنا کھایا ہوا آپ کو دیا آپنے بکراہت لے لیا کچھ دور جاکر خیال آیا کہ گڑ پھینک دینا چاہیے یہ ارادہ کرہی رہے تھے کہ خود بخود وہ گڑ مُنھ تک پہونچگیا ذائقہ چکھتے ہی بیخود ہو گئے اور اُسی بیخودی میں ہبلول سے لاہرپور روانہ ہوگئے وہاں حضرت سید العرفا پہلے ہی سے منتظر تھے آپ پہونچکر قدمبوس ہوئے اُنھوں نے فرمایا کہ آؤ آؤ اور اپنا حصہ بحکم حضرت شیر خدا مجھ سے لو میں ہی محی الدین ثانی ہوں پھر یہ اشعار پڑھے ؎

صد کتاب و صد ورق در نار کن
سینہ را از عشق او گلزار کن

رخت بیروں کن ازیں ملک وہی	ہم گل و ہم رنگ و ہم بوے توئی

پھر آپ کو سلسلہ عالیہ قلندریہ میں مرید کر کے اذکار و اشغال قلندریہ تعلیم فرمائے آپ نے سخت سخت محنتیں و ریاضتیں کیں چنانچہ جس زمانہ میں اذکار قلندریہ سیکھتے تھے تو روزانہ ایک حلوان کی یخنی دیجاتی تھی لیکن اُسپر بھی آپ ذکر کی حرارت سے روز بروز لاغر ہوتے جاتے تھے اجابت آپ کو چالیس روز کے بعد مینگنی کے برابر لوہے کی طرح سخت ہوتی تھی حضرت سید العرفا اُسکو نہائی پر رکھکر ہتھوڑے سے کٹواتے تھے اگر وہ ٹوٹ جاتی تھی تو فرماتے تھے کہ ابھی کسر ہے غرض جب اُنھوں نے آپ کو تمام اذکار و اشغال و افکار و مراقبات تعلیم کر کے کامل کر دیا تو اجازت و خرقہ خلافت دیکر رخصت کیا اور فرمایا کہ جا کر نکاح کر و میں تمھاری پشت میں ایک ولی و حق پرست لڑکا دیکھتا ہوں۔

آپ نے وطن پہونچکر پہلا نکاح اپنے ماموں کی لڑکی سے کیا جن سے دو صاحبزادے سید نور الدہر و سید خلق محمد پیدا ہوئے اول الذکر صغر سنی میں انتقال کر گئے واقعہ یہ ہوا کہ آپ بعد نماز صبح وظیفہ دعاے سیفی پڑھ رہے تھے وہ آپ کے مصلے کے قریب آئے آپ نے کسی عورت سے اشارہ کیا کہ اسے اٹھا لو اُسنے بجائے اُٹھانے کے کہا کہ جب بچوں سے نفرت ہے تو پھر شادی کیوں کی آپ کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ دور کر اُسیوقت لڑکے کا انتقال ہو گیا آپ کو رنج ہوا اُس روز سے آپ نے وظیفہ سیفی چھوڑ دیا اور باقی وظائف پڑھنے جنگل میں چلے جاتے تھے اور فجر کے وقت سے پانچ گھنٹہ تک وظائف میں مشغول رہتے تھے اُسکے بعد مکان آتے تھے۔ سید خلق محمد کے بعد آپ کی بیوی کا انتقال ہو گیا جب وہ دس سال کے ہوے اور آپ نے اُنھیں کوئی خاص بات نہ پائی تو

سلہ خلاصۃ العارفین ملفوظ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی میں ہے کہ ایک روز حضرت مخدوم سے کسی نے اُنکے مجاہدہ کو پوچھا فرمایا کہ ابتدائی مجاہدہ یہ تھا کہ بیس برس تک میں نے ایک انگ پانی اور نصف انگریزی سے افطار کیا اُسکے بعد دس سال مردانہ مجاہدہ کیا کہ ہر روز ایک گلے اور ایک خروار میدہ اور ایک من گھی کھاتا تھا سب ہضم ہو جاتا تھا اور جیسا لاغر میں تھا ویسا ہی رہتا تھا کچھ اسقدر کھانے کا اثر نہیں ہوتا تھا اور دس سال حاجت انسانی کا تقاضہ مجھ کو نہیں ہوا ۱ھ

دوسری شادی کیلئے سید لعل محمد عرف لالہ میاں ابن سید احمد بن سید اسماعیل بن سید لاڈ حسینی رضوی نیشاپوری متوطن بڑگاؤں کے یہاں پیام دیا اُسوقت آپ کا سن اسی سال کا تھا اُنکے اعزہ نے انکار کیا آپنے فرمایا کہ یہ سب جوان مرجائیں گے اور میں مدتوں زندہ رہونگا آخر آپ کا عقد وہیں ہوا اُن بی بی سے تین صاحبزادے پیدا ہوے حضرت معدن المعارف سید محمد وارث قلندر حضرت کلید عرفاں سید عبدالباسط عرف شاہ باسط علی قلندر حضرت سید محمد واصل عرف شاہنشاہ قلندر جب آپنے حضرت کلید عرفاں میں غیر معمولی امور پاے تو خوش ہوکر فرمایا کہ حضرت پیر و مرشد کے ارشاد کا اب ظہور ہوا۔

آپنے مدت العمر ریاضات و مجاہدات و اذکار شاقہ میں بسر کی کبھی پیر پھیلا کر نہیں لیٹے اگر کسی نے پوچھا تو فرمادیا کہ قبر ہی میں پیر پھیلانا کافی ہے اور میں نے کون ایسے اعمال کیے ہیں جنکے بھروسہ پر پیر پھیلاؤں۔

جب آپ حضرت سید العرفا سے رخصت ہوے تو ریاضات و مجاہدات شاقہ کرنے کیلئے پہاڑوں اور جنگلوں میں چلے گئے وہاں چودہ سال تک چلہ کشی کی اور کئی سال اکساب جوگیہ حاصل کرنے کیلئے جوگیوں کے ساتھ رہے اور اُنکا لباس اور اُنکی وضع اختیار کی اور وہ اکساب اُن سے سیکھے اور شغل انہد حاصل کرنے کیلئے اکثر جوگیوں سے ملے آخر معلوم ہوا کہ اسوقت یہ کسب دھرم گیر جوگی سے بہتر کوئی نہیں جانتا اور وہ مسلمان ہوکر پیاگ میں مقیم ہے آپ الہ آباد جاکر دھرم گیر سے جنکا نام غلام محمد تھا ملکر طالب ہوے انھوں نے کہا کہ عوض معاوضہ کلہ نذار دیں یہ کسب آپ کو بتاتا ہوں آپ اپنے یہاں کے اذکار و اشغال مجھے بتائیے آپنے بتائے۔

پھر آپ کوہ کمایوں اور دھولا گدھ کی طرف گئے سولہ آدمی آپکے ساتھ تھے منجملہ اُنکے حضرت شاہ فتح قلندر بھی تھے تین برس وہاں رہے اس عرصہ میں صرف آٹھ لڈو کھانے کو ملے باقی روزمرہ کی خوراک جنگلی پھل تھے پہاڑوں اور جنگلوں میں آپ بہت پھرے اور چلہ کشی کی کئی برس جذب طاری رہا جب وہ حالت فرو ہوئی تو بہت لوگ آپکے مرید و معتقد ہوے انمیں اکثر امراے شاہی تھے

مثلاً نواب خیر اندیش خاں ہفت ہزاری و نواب بہرہ مند خاں و نواب طفیل اللہ خاں۔

نواب خیر اندیش خاں ابتدا میں بہت مفلوک الحال تھے دس روپیہ کا ایک ٹٹو صرف اُنکے پاس تھا جب سے آپ کی توجہ و مہربانی اُنپر ہوئی تب سے اُنکو عروج شروع ہوا ایک روز کسی شاہزادی کی سواری جارہی تھی اور اُس کی فوج پیچھے رہگئی تھی شاہزادی صرف چند آدمیوں کے ساتھ آگے نکل آئی تھی یکبارگی بہت سے میواتی لوٹنے کیلئے حملہ آور ہوئے خیر اندیش خاں اُسوقت تک اگرچہ نوکر نہیں تھے مگر تنہا سب کا مقابلہ کیا اور بھگا دیا شاہزادی اُنکی اس کارگذاری سے بہت خوش ہوئی اور اپنے ساتھ دہلی لیگئی اور منصبدار کرادیا پھر وہ بتدریج ہفت ہزاری ہوگئے بوندیل کھنڈ وغیرہ جو شاہزادہ اعظم شاہ کی جاگیر میں تھے اُنکے وہ عامل مقرر ہوئے خیر اندیش خاں کو کہیں سے ایک ایسا نقارہ ملگیا تھا جسمیں یہ صفت تھی کہ اگر فتح ہونے والی ہوتی تھی تو اُس سے خود بخود فتحیاب کی صدا نکلتی تھی اور اگر شکست ہونیوالی ہوتی تھی تو نقارہ سے آواز نہیں نکلتی تھی جب اورنگ زیب عالمگیر نے بوندیل کھنڈ کی مہم پر اُنکو بھیجا اُسوقت آپ بھی وہاں تشریف رکھتے تھے اُس نے آپ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ ابھی فتح کا وقت نہیں ہے توقف کرو مگر چونکہ نقارہ سے فتحیاب کی آواز سن چکا تھا لہذا کہنے لگا کہ شاہی حکم میں کیسے توقف کروں یہ کہکر میدان جنگ میں گیا اور پہلا گولہ جو خیر اندیش خاں کی فوج سے لشکر مخالف پر پھینکا گیا وہ پلٹ کر خود اُسی کی فوج میں پھٹا خیر اندیش خاں یہ واقعہ دیکھکر لڑائی سے رُک گیا اور چند شرائط پر صلح کرلی اور اُس نقارہ کو توڑ کر دریا میں ڈالدیا اور آپ سے عرض کیا کہ اسوقت مجھے یقین ہوا کہ اعتماد کامل اولیاء اللہ کی زبان پر کرنا چاہیے نہ کہ نقارہ وغیرہ پر۔

پھر جب دوبارہ بادشاہ نے مہم مذکور پر مامور کیا تو اُس نے آپ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ کیا اسباب ہم جمع ہوگئے ہیں اُس نے کہا جی ہاں آپنے فرمایا کہ یہ بہتر وقت ہے کوچ کرو اور مہم پر جاؤ اور وہ دوپہر کا وقت تھا اور رجال الغیب مقابل تھے سب نے بہت اُسکو منع کیا مگر اُس نے نہ مانا اور بہ تعمیل ارشاد آپکے گیا اور راجہ بوندیل کھنڈ کو مغلوب کیا۔

ایک امیر آپ کیلئے بلور کا حقہ نہایت نفیس لایا اور نذر کرکے دل میں یہ ارادہ کیا کہ میں کچھ نہ کہونگا جو کچھ آپ از خود میرے حق میں فرما دینگے وہی بہتر ہوگا اُسی اثنا میں ایک دوسرا امیر آیا اور ایک تیسرا شخص آپ کیلئے حلوا لایا آپنے وہ حلوا اُس امیر کے سامنے رکھ دیا جو بلوری حقہ لایا تھا اور فرمایا کہ کھاؤ اُس نے کھانے میں دوسرے امیر کو بھی شریک کر لیا جب کھا چکے تو آپنے فرمایا کہ یہ بلور کا حقہ جو تم نے نذر کیا ناقص ہے اسمیں جرم ہے مگر مجھے اسکا خیال نہیں اللہ تعالیٰ نے اسکے عوض میں تم کو حلوا دیا تم نے اُسمیں دوسرے کو شریک کر لیا اب تم دونو کی جاگیر مشترک ہوگی وہ امیر جاگیر ہی کے مقصد سے آیا تھا آخر یہی ہوا کہ اُسے جاگیر جو ملی تو اُس دوسرے امیر کی شرکت ہی میں ملی۔

ایک کیمیاگر آپ کا بہت معتقد تھا ایک روز کہنے لگا کہ جو لوگ کیمیاگری کا دعویٰ کرتے ہیں اُنمیں اکثر جھوٹے ہوتے ہیں حضور میری کیمیاگری ملاحظہ کریں یہ کہکر وہ سوا سیر رانگہ لایا اور آپ کے سامنے اُس نے خالص چاندی بنا دی جس کی قیمت بازار میں سوا سو روپیہ مشخص ہوی آپنے فرمایا کہ بیشک تم سچے کیمیاگر ہو مگر مجھے ضرورت نہیں میں اپنے پیر مرشد کی توجہ سے ہمہ تن اکسیر ہوگیا ہوں جس طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھتا ہوں سوا جواہرات اور سونے چاندی کے کچھ معلوم نہیں ہوتا مجھے تمھاری کیمیا سیکھنے کی ضرورت نہیں وہ کیمیاگر چلا گیا ایک عرصہ کے بعد پھر حاضر ہوا تو نہایت پریشان وخراب حال آپنے پوچھا کہ کیمیاگر ہوکر ایسے بدحال کیوں ہوگئے کہنے لگا کہ عجیب بات ہے کہ کچھ عرصہ سے جب چاندی بنانا چاہتا ہوں تو وہ ناقص و نرم ہوجاتی ہے آپنے فرمایا کہ اسوقت میرے سامنے بناؤ اُس نے جو بنائی تو خالص عمدہ چاندی بن گئی آپنے فرمایا کہ تجلی قابض کا وقت گیا اب تجلی باسط کا وقت ہے اسلئے چاندی عمدہ حسب خواہش بنگئی کسب و کمال و ہنر پر رزق کا بھروسہ نہ چاہئے بلکہ یہ سب بمقتضائے تجلیات اسمائے الٰہی ظاہر ہوتے ہیں۔

آپ کو حضرت رسالت پناہ صلعم و جناب امیر کرم اللہ وجہہ کی حضوری ایسی حاصل تھی کہ جو

کوی آپ سے خواہش زیارت کرتا اُسکو زیارت کرا دیتے تھے۔

حضرت کلید عرفاں سنے رسالہ نیشاپوریہ میں لکھا ہے کہ چھبیس جمادی الآخر روز چہار شنبہ مجھ سے جناب امیر کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تمھارے والد سید محمد ماہ قلندر کا رتبہ غوث الثقلین سید محی الدین عبد القادر جیلانی کے برابر ہے۔

آپ کا معمول تھا کہ جب چلّہ کھینچتے اور خلوت نشین ہوتے تو کھانے پینے کی کوی چیز نہیں لیجاتے تھے اور خلوتخانہ کا دروازہ بند کرا دیتے تھے چالیس روز کے بعد جب نکلتے تھے تو صحت وقوت پہلے سے زائد ہوتی تھی خلوت میں آپ کا جسم بے حس و بے جان ہوجاتا تھا اور روح طیران وسیراں کرتی تھی جب وقت عروج آپ کو قریب معلوم ہوتا تھا تو پہلے سے خلوت میں چلے جاتے تھے اور لوگوں کو جمع کر کے بتاکید فرما دیتے تھے کہ میں خلوتخانہ میں جاتا ہوں کچھ کھاؤں پیوں گا نہیں اگر کوی مجھ کو مُردہ سمجھ کر دفن کرنا چاہے گا تو گنہگار ہوگا جب مرونگا تو سب سے کہکر مرونگا چنانچہ ایکبار آپ خلوت میں تھے اٹھائیس روز گذرے تھے اور حضرت شاہ محمد وارث قلندر کی شادی میں تین روز باقی تھے سب کو اضطراب ہوا بعض یہ سمجھ کر رونے لگے کہ اٹھائیس فاقے گذر چکے ہیں کہیں انتقال نہو گیا ہو آپنے رونے کی آواز سُنکر پوچھا کہ کیوں روتے ہو لوگوں نے عرض کیا آپ خلوتخانہ کا دروازہ جو مٹی سے بند کر دیا گیا تھا کھُلوا کر نکلے اور غسل کر کے فاتحہ پنجتن پاک وقلندران عظام پڑھکر کھانا کھایا اور شادی کے کسی کام سے الہ آباد جو موضع سوہنہ سے چار کوس ہے پیادہ گئے اور واپس آئے پھر دگدھہ گئے یعنی ایک دن میں دس کوس چلے پھر دوسرے روز جب بارات رخصت ہوی اُسیقدر راہ چلے سب نے متعجب ہو کر پوچھا کہ اٹھائیس فاقہ کے بعد بیس کوس پیادہ کیسے چلے تو فرمایا کہ میری روح میرے مرکب جسم پر سوار ہے۔

فائدہ اولیاء اللہ کو عروج کس طرح ہوتا ہے شیخ محمد عزیز نسفی رسالہ مبدا و معاد میں لکھتے ہیں کہ اے درویش سالکاں سہ چیز را بغایت اعتبار کنند و جائے آنست کہ اعتبار کنند اول سلوک دوم جذبہ سوم عروج ہر کہ ایں سہ مقام دارد شیخ و شفیع است و ہر کہ ایں سہ مقام ندارد پیشوائی را نشاید سلوک عبارت از کوشش است

وجذبہ عبارت از کشش وعروج عبارت از بخشش است اے درویش ایں عروج عبارت
ازانست کہ روح سالک درحالت صحت وبیداری ازبدن سالک بیروں آید واحوال کہ بعدازمرگ
بروے منکشف خواہد شد اکنوں پیش ازمرگ منکشف گردد وبہشت ودوزخ را مشاہدہ کند واحوال
دوزخیاں وبہشتیاں را مطالعہ کند یعنی از مرتبہ علم الیقین بمرتبہ عین الیقین برسد وہرچہ دانستہ
بہ بیند وروح بعضے بآسمان اول برود وروح بعضے بآسمان دوم وہمچنیں تابعرش وہریک
تابدانجا کہ برود وانچہ بہ بیند چوں باز بقالب آید جملہ دریاد باشد وروح بعضے یکروز درآسمانہا
باشد وگرد آسماں طواف کند وانگاہ بقالب آید وروح بعضے زیادہ ازیں بماند تا بدہ روز و
بست روز ممکن است کہ بماند وشیخ ما میفرمود کہ روح من سیزدہ روز بماند انگاہ بقالب خود باز
آمد قالب دریں سیزدہ روز ہمچو مردہ افتادہ بود وہیچ حرکت نمی کرد وخبر از خود نداشت ودیگراں
کہ حاضر بودند گفتند کہ سیزدہ روز است کہ قالب شما چنیں افتادہ بود وحرکت نداشت عزیز دیگر
فرمود کہ روح من دہ روز دراں عالم بماند انگاہ بقالب باز آمد ہرچہ دریں دہ روز دراں عالم
دیدہ بود جملہ بیاد او بود واللہ اعلم انتہیٰ۔

ایک مرتبہ الہ آباد میں اسقدر برف گری کہ دریا کا پانی جم گیا آپ نے بھی ایک روز دریا میں
غسل کیا شدت برودت سے جسم بے حس ہو گیا قاضی غلام رسول جونپوری قاضی الہ آباد نے
جبکہ یہاں آپ مقیم تھے حکما کو بلایا اُنھوں نے دیکھکر کہا کہ اب علاج بے سود ہے اگر کوئی ضروری
بات کہلانا ہو تو زہر بچھناگ دیدیا جائے زبان کھل جائے گی اُسکے بعد پھر بچنا ممکن نہیں آپ نے
زہر منگوا کر کھالیا زبان کھل گئی پھر سورہ مزمل پانی پر دم کرکے پی لیا زہر کا اثر جاتا رہا اور اچھے ہو گئے
اسیطرح ایکبار برساتی ہوا سے جسم پھول گیا لوگ سمجھے کہ آخر وقت آپہونچا آپ نے فرمایا کہ
میری وفات میں ابھی دو سال باقی ہیں یہ آماس خود بخود جاتا رہیگا چنانچہ جاتا رہا۔

حضرت کلید عرفاں رسالہ نیشاپوریہ میں لکھتے ہیں کہ آپ میری تعلیم کی وجہ سے الہ آباد
میں دائرہ شاہ غلام محی الدین میں رہتے تھے اور ہمیشہ سے آپ کا معمول تھا کہ ہر شب جمعہ

آپ مجھ سے فرماتے تھے کہ فاتحہ پنجتن پاک اور تمام بزرگان قلندریہ کر دو لہذا ہوا کرتا تھا جب وقت وفات قریب آیا تو خلاف دستور سابق ایک شب جمعہ کو مجھ سے فرمایا کہ بزرگوں کا فاتحہ مع باپ دادا کے کر دو میں نے پہلی بار کچھ خیال نہ کیا دوسری شب جمعہ کو پھر وہی فرمایا تب میں نے عرض کیا کہ خلاف دستور بات نہ فرمائیے اور اپنا نام فاتحہ میں بزرگوں کے ساتھ نہ لیجئے آپ نے کچھ جواب نہ دیا تیسری شب جمعہ کو پھر وہی فرمایا میں نے پھر ٹوکا ارشاد ہوا کہ بابا تم میرا اشارہ شاید نہیں سمجھے میں نے کہا نہیں فرمایا کہ میری عمر اب قریب الختم ہے صبح کو فرمایا کہ جس کسی کو مجھ سے آخری ملاقات کرنا ہو آج کر لے بہت لوگ جمع ہو گئے کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ اب بابا باسط کے سوا اور کوئی میرے پاس نہ آئے کیونکہ اب عالم ارواح سے واسطہ ہے نہ عالم اجساد سے قریب شام تپ محرقہ اور ذات الجنب کی شکایت پیدا ہوئی آپ نے بعد شکرانہ ادا کرنے کے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کو بھی آخر وقت میں یہی مرض ہوا تھا اسیوقت سے کھانا پانی چھوڑ دیا فرمایا کہ اس عالم میں جانے کیلئے جسم کو سبک کرنا چاہیئے تیسرے دن اتوار کے روز پیرشاد مصر جسکو آپ فرزند کہا کرتے تھے آیا اور پوچھا کہ اسوقت آپ کا دل کون چیز کھانے کی خواہش کرتا ہے فرمایا کہ ایک چمچہ شیر برنج کیونکہ میری قسمت میں رزق اب صرف ایک چمچہ باقی ہے یہ کہکر ایک چمچہ شیر برنج نوش کی اسیوقت بخار اُتر گیا اُسوقت سے وقت وفات تک پھر کوئی بیماری نہوئی شب دوشنبہ عالم محویت طاری ہو گیا جب میں پریشان ہوتا تھا تو میری تسلی کیلئے آنکھ کھولکر دو ایک باتیں کر لیتے تھے یا اوقات نماز و اوراد پر ہوش میں آجاتے تھے اور خود اُٹھ بیٹھتے تھے اگر کوئی اعانت کرنا چاہتا تھا تو ناراض ہو کر فرماتے تھے کہ فقیر کا بار اُٹھانے کی کس میں قدرت ہے اسی حالت میں پچیس روز گذرے ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ ایک رات دن آپ کچھ نہ بولے میں نے رونا شروع کیا اور میرے دل میں خیال آیا کہ اب آپ اگر مکان چلتے تو زیادہ بہتر ہوتا فوراً آنکھ کھولدی اور مجھ سے فرمایا کہ میں قلندر فقیر ہوں اگر میری نعش کسی نالہ یا کھوہ میں ڈالدی جاسے اور جانور کھا جائیں تو کچھ پروا نہیں اور اگر وطن یا کہیں اور دفن کر دیا جاوں تو بھی

کوئی مضائقہ نہیں مگر میں ہمیشہ سے تمہاری دلداری کرتا تھا اب بھی خاطر کرنے کو تیار ہوں میں نے
کہا کہ تو پھر میری خاطر سے وطن چلے چلئے فرمایا کہ اچھا جلد چوپالہ تیار کرو چنانچہ روانہ ہو کر قصبہ
سوبۂ پہونچے اور اپنے مکان کے دروازہ پر ایک گھنٹہ بیٹھے تمام لوگ عیادت کو آئے مگر آپ کے
چہرہ سے باوجود ترک غذا ضعف کے آثار بالکل نہیں پائے جاتے تھے پھر دیر کے بعد اُٹھکر
گھر میں تشریف لیگئے اور دو چار گھڑی کے بعد پھر سیر عالم ارواح کرنے لگے چار پانچ گھنٹہ کے بعد فرمایا
کہ اب کیا دیر ہے عرض کیا گیا کہ کافور وار گجہ و عطر کی ضرورت ہے فرمایا کہ محمد وارث شہر جاکر خرید لائیں
اُنھوں نے عرض کیا کہ حضور تو پا برکاب ہیں جانے آنے میں دیر ہوگی معلوم نہیں کہ مجھ کو آخری
دیدار نصیب ہو یا نہو فرمایا کہ میں چور نہیں ہوں کہ زبردستی مجھ کو کوئی لیجائے بلکہ مختار ہوں تم
جاؤ میں بغیر تم سے آخری ملاقات کے نہیں جاؤنگا خواہ تم مہینہ بھر کے بعد ہی کیوں نہ آو۔
چنانچہ حسب ارشاد وہ گئے اور دوسرے دن قریب عصر سب چیزیں لیکر واپس آئے آپ نے
سب چیزوں کو دیکھکر پسند کیا قریب شام معززین قصبہ عیادت کو آئے اور عرض کیا کہ یہاں
آپ کا ہونا بہتر ہے فرمایا خوب پھر رات کو اعزہ نے جمع ہو کر عرض کیا کہ جب آپ شہر سے
چلے آئے تو پھر اب اپنے بزرگوں کا جوار ہی بہتر ہے فرمایا خوب ہے الگ رکھنا مجھ کو کسی کی ہمسائگی
کی ضرورت نہیں جب نصف شب گذری تو میں اور میر محمد وارث حاضر تھے میر محمد وارث نے
پوچھا کہ حضور حقیقت توحید کیا ہے آپ لیٹے تھے اُٹھ بیٹھے اور حقیقت توحید بیان کی پھر مجھ سے
فرمایا کہ بابا باسط جاکر سو رہو میں چور نہیں ہوں کہ بغیر اطلاع چلا جاؤں میں سو رہا دو گھڑی رات
باقی تھی آپ نے مجھے جگاکر فرمایا کہ جاؤ نماز پڑھ آؤ اور میرے پاس آکر بیٹھو میں نماز پڑھکر آپ کے
سرہانے بیٹھ گیا آپ نے دونو پیر پھیلا دیئے اور دونو ہاتھ ناف پر رکھکر قبلہ کی طرف مُنھ کر کے
کلمہ پڑھا اور انتقال فرمایا میں رونے لگا آپ پھر اُٹھ بیٹھے اور فرمانے لگے کہ بابا میں نے تم کو کشتی
پر سوار کر کے دریا عبور کرادیا اب میں جاتا ہوں تمہارا کوئی کام اب مجھ پر موقوف نہیں اور اگر
میں چاہوں تو ابھی چند روز اور اس عالم میں رہ سکتا ہوں لیکن میرے رہنے میں تمہارا کوئی

فائدہ نہیں بلکہ حرج ہے اب میرا روپوش ہوجانا ضروری ہے اسلئے کہ آنحضرت صلعم و حضرات ائمہ معصومین اور تمام بزرگ روپوش ہوئے ہیں اور آج دوشنبہ کا دن چھبیس رمضان وقت صبح صادق پنجتن پاک و ائمہ معصومین کے پاس جانا بہتر ہے حضرت شاہ مجا قلندر اور تمام حضرات قلندر میرے انتظار میں کھڑے کہہ رہے ہیں کہ یہ وقت بہت بہتر ہے ہمارے ساتھ چلو دیر نہ کرو یہ کہکر پھر آپ نے روبقبلہ ہوکر کلمہ پڑھا اور انتقال فرمایا۔

آپ کی وفات بعمر ایک سو چھبیس سال سنہ گیارہ سو چالیس ہجری میں ہوی تاریخ وصال از مولوی عبدالقادر قلندر باسطی سے

رفت از دنیا قلندر پاکباز نور حق	سید السادات مولانا محمد ماہ شر
وقت و تاریخ و ماہ و روز و سال فوت او بگو	سادس عشرون ماہ صوم صبح یوم مہ

آپ کا مزار موضع بڑگانوں ضلع الہ آباد میں اپنے مورث اعلےٰ حضرت سید فخرالاسلام شہید کے مزار سے کچھ فاصلہ پر ہے راقم الحروف بھی دو تین بار زیارت سے مشرف ہوا ہے ایک ٹیلہ کے اُتر جانب حضرت میران فخرالاسلام اور اُن کی بیوی کے مزار ہیں اور اُس سے پچھم جانب آپ کا مزار ہے شاید کسی زمانہ میں پختہ بنا ہوگا مگر اب تو صرف اینٹوں کا ڈھیر ہے آپکے پائیں چند ڈھیر اور ہیں جنکے بابتہ معلوم نہو سکا کہ کن کے مزار ہیں مزار کی شکستگی کی وجہ یہ معلوم ہوی کہ حضرت کلید عرفاں کے روضہ کے ساتھ آپ کا روضہ بنانے کا بھی قصد کیا گیا لیکن خواب میں آپ نے فرمایا کہ جو کوی میری شہرت ظاہری چاہے گا وہ برباد ہو جائیگا اسی ڈر سے کبھی آپکے مزار بنوانے کی پھر جرأت نہیں کیگئی۔ مفصل حالات آپکے مناقب الاصفیا میں ہیں۔

حضرت شاہ بدالاسلام قلندر ساکن قصبہ پالی متصل سانڈی ضلع ہردوئی

بحر زخار میں ہے کہ آپ نسباً صدیقی ہیں اور سلسلہ قلندریہ میں حضرت شاہ عبداللطیف اکبرآبادی

خلیفہ حضرت شاہ معشوق قلندر جنکا سلسلہ چند واسطوں سے حضرت سید خضر رومی قلندر کو پہونچتا
ہے مرید تھے بچپن میں مکتب خانہ میں پڑھنے جاتے تھے ناگاہ حضرت شاہ عبد اللطیف سیر کرتے
قصبہ پالی میں آپ کے مکان پر پہونچے آپ کے بھائی نے بہت خاطر مدارات کی شام کو جب آپ
پڑھکر آئے تو چونکہ بہت حسین وجمیل تھے اور چودہ سال کی عمر شاہ عبد اللطیف کو آپ پر خاص توجہ
ہوئی بلا کر پہلو میں بٹھایا آپ بھی اُنکے ایسے گرویدہ ہوئے کہ رات دن اُنھیں کے پاس رہنے لگے
جب کچھ دنوں کے بعد انھوں نے اکبر آباد کا قصد کیا تو آپ کے بھائیوں سے فرمایا کہ میں اس
لڑکے کی تربیت کیلئے عالم غیب سے مامور ہوا ہوں مگر اسوقت تمھارے پاس چھوڑے جاتا ہوں یہ فرماکر
وہ چلے گئے اور دس بارہ روز ہی کے بعد وہ پھر واپس آئے اور آپ کو تعلیم وتلقین فرمائی۔ آپ
عجیب غریب حالات وکمالات کے مالک ہوگئے باتیں کرتے کرتے بسبب کمال مشاہدہ بات
بھول جاتے تھے سیکڑوں بار ایک ایک کا نام پوچھتے تھے مجرد رہے کھانے پینے کی پروا نہیں تھی
جامہ ودستار مشائخانہ پہنتے تھے رئیسان وقت بوجہ آپ کے کمال کے بہت معتقد تھے خوارق
عادات آپ سے علانیہ بہت سرزد ہوتے تھے وقت تحریر بحر زخار زندہ تھے۔ میرے خیال میں یہ
حضرت شاہ عبد اللطیف اکبر آبادی غالباً وہ ہیں جو حضرت سید العرفا شاہ محبا قلندر لاہر پوری
کے یاران خاص میں تھے اُنکے مکتوبات بھی انکے نام ہیں جو تعلیمات قلندریہ میں چھپ گئے ہیں
واللہ اعلم۔

نفحۂ نہم

ذکر صدر الواصلین رئیس العارفین حضرت شاہ فتح محمد قلندر جونپوری

ابن شاہ حسین ابن شاہ مظفر ابن شاہ ملک ابن حضرت شاہ محمود قطب ابن حضرت مخدوم قطب الدین بینا دل جونپوری۔

آپ کی ولادت تقریباً سنہ ایک ہزار تیس میں ہوئی آپ کے والد موضع سونگرے سے برخواستہ خاطر ہوکر موضع جگیمان میں جو کھیتا سرائے ضلع جونپور سے مشرق طرف ہے مقیم ہوئی اب تک مکان کے احاطہ کا نشان اور پختہ کنواں وہاں موجود ہے وہاں کے باشندے بارات کے دن نوشہ کو وہاں سلام کرانے لے جاتے ہیں۔

آپ بچپن سے حضرت قطب العالم شاہ عبد القدوس قلندر ہی کے پاس رہے اور تربیت و تعلیم پای وہ آپ پر بہت مہربان اور آپ کی تربیت و تعلیم پر زائد متوجہ رہتے تھے ایک روز آپ کو راستہ میں ایک جوگی ملا اُس نے کہا کہ تم میرے چیلہ ہوجاؤ آپ نے انکار کیا اور کچھ سخت و سست کہا اُس نے ناخوش ہوکر نقصان پہونچانا چاہا آپ حضرت قطب العالم کی طرف متوجہ ہوگئے اُنھوں نے اُسکی قوت استدراجی سلب کرلی تب اُس نے کہا کہ تم میں تو خود ابھی کچھ نہیں ہے البتہ تمھارا مربی زبردست ہے۔

حضرت قاضی عبد الرحمن عارف شرکچی اور آپ ساتھ رہتے اور ساتھ پڑھتے تھے ایک روز آپ علٰحدہ بیٹھے اذکار و اشغال میں مصروف تھے اُنھوں نے دیکھ لیا کہنے لگے کہ حضرت قطب العالم سے تعلیم و تلقین پاتے اور ہم سے چھپاتے ہو ہم کو بھی بتاؤ آپ نے فرمایا کہ ابھی میری تکمیل نہیں ہوئی بعد تکمیل تم کو بھی بتاونگا چنانچہ جب حضرت سید العرفا کی خدمت سے کامیاب واپس ہوئے تو سب سے پہلے اُنھیں کو فیضیاب فرمایا۔

جب حضرت قطب العالم کا وصال ہونے لگا تو عرض کیا کہ آپکے بعد کون میری تعلیم کریگا
فرمایا کہ بعد انتقال فلاں مکان میں آکر تمکو تعلیم دیا کرونگا چنانچہ اُنکی روح مبارک تشریف
لاکر آپ کو تعلیم دیتی تھی بعد چالیس روز کے ارشاد ہوا کہ اب تم اپنی خاندانی نعمت و اجازت
وخلافت شاہ مجا لاہرپوری سے جاکر حاصل کرو چنانچہ آپ اُنکی خدمت میں گئے اُنھوں نے
اس خیال پر کہ حضرت قطب العالم نے اُنکو رخصت کرتے وقت اپنی آستین جھاڑ دی تھی جس سے
وہ یہ سمجھے تھے کہ دولت فقر خاندان قطب العالم سے گئی اغماض کرکے آپ سے فرمایا کہ حضرت
شاہ میر لاہوری کے پاس جاؤ آپنے عرض کیا کہ میں تو حسب ارشاد قطب العالم حاضر ہوا ہوں
اُنکے پاس کیوں جاؤں اور میں خود اگر اپنی آستین جھاڑ دوں تو تین سو ساٹھ شاہ میر لاہوری
میری آستین سے نکل پڑیں یہ کہکر اُٹھ آئے اور لاہرپور سے باہر ایک مندر میں بیٹھکر حضرت
قطب العالم کو یاد کرکے رونے لگے یہاں آپ روئے اور وہاں حضرت سید العرفا کے جگر میں
درد اُٹھا تا لوگی مصر حضرت کے دوستنے نبض دیکھکر کہا کہ بظاہر کوئی سبب مرض نہیں معلوم
ہوتا شاید کوئی اور بات ہو تو ہو حضرت مراقب ہوئے تو حضرت قطب العالم کی زیارت ہوئی
بعد زیارت درد جاتا رہا پھر قطب العالم نے فرمایا کہ شاہ فتح محمد میرے بھیجے ہوئے تمھارے
پاس آئے تمنے اغماض کیوں کیا آستین جھاڑنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ تم میرے آخری خلیفہ
ہو تمھارے بعد جتنے لوگ داخل سلسلہ ہونگے وہ تمھارے واسطہ سے نہ یہ کہ اب میرے خاندان
میں کوئی فقیر ہی نہوگا یہ تمھارا خیال غلط ہے۔ تب وہ رات ہی میں آپ کو ڈھونڈھنے نکلے اور
آپ کو لاکر تربیت و تعلیم دینے لگے بعد تعلیم و تلقین اذکار و اشغال بقیہ کتب درسیہ تمام کرنے
کیلئے آپ کو حضرت شاہ عبدالرسول قلندر کچھندری کے پاس بھیجدیا جن سے آپنے فراغ حاصل کیا
ایک روز حضرت نے تصوف کا کوئی دقیق مسئلہ آپ سے بیان کیا اور کئی بار سمجھایا لیکن
آپ کو اطمینان نہوا تب اُنھوں نے حضرت شاہ عبدالرسول قلندر کے پاس سمجھنے کو بھیجا راستہ
میں حضرت قطب العالم کی روح مبارک نے آپ کو وہ مسئلہ سمجھاکر فرمایا کہ شاہ مجانے اسقدر

صاف سمجھایا اور تم نہ سمجھے شاید اسلئے کہ اُسکا ذہن نشین ہونا میرے سمجھانے پر موقوف تھا آپنے واپس ہوکر حضرت سید العرفاسے واقعہ عرض کیا۔

جب آپ کی تکمیل ہوگئی تو ایک روز حضرت نے آپ سے امتحاناً پوچھا کہ تم کو اتنی قدرت ہوگئی کہ حضرت عبدالعزیز مکی کو بیدار کرسکو گے عرض کیا کہ آپ ایک انھیں کے بیدار کرنے کو کہتے ہیں اگر حکم ہو تو لاہر پور سے جونپور تک مُردوں کو زندہ کردوں فرمایا کہ نہیں میں تو یونہی پوچھتا تھا بیشک خدا نے تم کو قدرت عطا کی ہے مگر اسکا اظہار مصلحت نہیں۔

حضرت سید العرفا کے خلفا میں آپ خلیفہ صاحب طبقہ و خلافت کبریٰ سے تھے اُنھوں نے آپ کے اجازت نامہ میں یہ عبارت لکھی تھی کہ اخوی اعزی شاہ فتح قلندر بمرتبہ رسیدہ است کہ بیش ازیں اولیا را مرتبہ نیست ایشاں را خلافت دادہ ام و مجاز گردانیدہ مرید ایشاں مرید من است و مردود ایشاں مردود من است۔

آپ بعد تکمیل و حصول اجازت و خرقہ خلافت اُن سے رخصت ہوکر جونپور آئے ایک روز آپ کے والد نے کہا کہ دولت فقر تو حاصل کرچکے اب فوجدار و عمال پرگنہ سے ملو کیونکہ یہ موضع جیگہان بعض متمردین کے زیر اثر ہے آپنے فرمایا کہ مجھ کو ایسے لوگوں سے ملتے شرم معلوم ہوتی ہے تعجب ہے کہ آپ مجھے ایسا حکم دیتے ہیں اُنھوں نے طنز سے کہا کہ تم تو ایسی باتیں کرتے ہو کہ گویا حضرت شاہ قطب الدین بینا دل قلندر کے ایسے ہوگئے ہو فرمایا کہ بیشک اُنھوں نے کہا کہ پھر اسکا ثبوت فرمایا کہ جو کہئے کہا کہ اگر یہ امیر جو حال ہی میں یہاں آیا ہے کل آکر فرمان موضع سید صاندر کردے تو یقین ہو فرمایا بہت بہتر انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا دوسرے ہی روز اُس امیر نے حاضر ہوکر اُس گانوں کی معافی کا فرمان نذر کیا۔

نقل حضرت سید العرفا نے رخصت کرتے وقت فرمایا تھا کہ تم کو اب سیر و سیاحت کا حکم ہے لہذا سیر کرو اور اگر نہ کروگے تو اسباب ایسے پیدا ہوجائیں گے جن سے مجبوراً سیاحت کرنا پڑے گی چنانچہ جب آپ جونپور پہونچے تو آپ سے اور حضرت شاہ فیض اللہ قلندر داماد

حضرت قطب العالم سے متعلق جانشینی جھگڑا ہو گیا جونپور والے حضرت شیخ فیض اللہ کے طرفدار ہو گئے اور حسد و عداوت سے آپ کے ٹھہرنے کے روادار نہوے آپ نے فرمایا کہ میں جہاں جا کر بیٹھ جاونگا اس علن پور کے ایسے بہت موضع آباد کر دونگا پھر غصہ ہو کر فرمایا کہ شیخ فیض اللہ کا وقت رحلت قریب ہے انکے سیوم کا فاتحہ پڑھکر جونپور سے جاونگا دوسرے ہی روز انکا انتقال ہو گیا آپ انکا سیوم کر کے جونپور سے گئے اور ایک جنگل میں جا کر ٹھہرے اور وہیں ایک موضع قلندر پور آباد کر لیا جو چند روز میں خوب آباد ہو گیا پھر اور بھی کئی مواضع آپ اور آپ کی اولاد کو معافی میں ملے۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ جب آپ جونپور آے تو امیر فالج خاں جو وہیں کا باشندہ اور عالمگیر کا مقرب تھا معتقد ہوا اور آپ کیلئے خانقاہ بنانا چاہی جسکے لئے زمین خریدی اور مسجد بنائی شیخ محمد ماہ نامی ایک بزرگ نے آپ کے رشد وجاہ پر حسد کر کے اُس سے کہا کہ تم یہ عمارت عالمگیر کے دشمن اور داراشکوہ کے دوست کیلئے بنوا رہے ہو اچھا تمھارے حق میں نہوگا اُس نے ڈر کر تعمیر موقوف کر دی اور وہ کل زمین انکو دیدی چنانچہ محلہ میاں پورہ اُسی پر آباد ہے اور وہیں انکا مقبرہ ہے آپ کو جو یہ معلوم ہوا تو فرمایا کہ جب شیخ محمد ماہ مرجائینگے تب یہاں سے جاونگا اسی روز وہ ایسے بیمار ہوے کہ قریب ہلاکت ہو گئے جب انکو آپ کے ارشاد کی خبر ہوی تو اپنی موت کا یقین ہو گیا اپنے ایک مرید کو آپ کے بُلانے کو بھیجا وہ بہت خوشامد سے آپ کو لے گیا انھوں نے آپ سے کہا کہ یہ میں جانتا ہوں کہ جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ ضرور ہوگا مگر یہ چاہتا ہوں کہ دنیا سے با ایمان جاوں آپنے فرمایا کہ ایمان سلامت رہیگا مگر آپ بچ نہیں سکتے دو تین روز میں انکا انتقال ہو گیا تب آپ جونپور سے چلے گئے اور موضع قلندر پور تحصیل نظام آباد ضلع اعظمگڈھ میں آباد کیا اُس زمانہ میں راجہ اعظم خاں و بابو عظمت خاں وہاں کے راجہ تھے ایک روز بابو عظمت خاں شکار کھیلنے قلندر پور گیا آپ بھی اپنی جماعت کے ساتھ شکار کھیلنے گئے آپ کے بھانجے کے پاس ایک نہایت عمدہ شکاری کتا تھا

اُسکے شکار کا قاعدہ یہ تھا کہ جسوقت اور شکاری کتے شکار پر حملہ کرتے تو وہ الگ رہتی تھی جب وہ شکار نہ کر پاتے تھے تب وہ حملہ کر کے شکار زندہ پکڑ لاتی تھی بابو عظمت خاں کو وہ کتیا بہت پسند آئی اُس نے آپ سے مانگی آپ نے فرمایا کہ یہ میرے بھانجہ کی ہے اگر میں دیدوں تو وہ رنجیدہ ہوگا اور اُسکا رنج مجھ کو منظور نہیں وہ اسکو بہانہ سمجھ کر ناخوش ہوگیا اور آپ کی ایذا رسانی کے درپے ہوا آپ قلندرپور سے نکل کھڑے ہوے چلتے وقت فرمایا کہ جب یہ ظالم پانی میں ڈوب کر مرجائیگا تب آونگا چند روز کے بعد آپ نے خواب میں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تمہارا دشمن سترہ روز میں ہلاک ہوجائے گا جسکی تعبیر سترہ ماہ میں پوری ہوی اتنے دنوں آپ نظام آباد میں رہے سترھویں مہینہ نواب ہمت خاں بہادر بغرض تسخیر اعظمگڑھ الہ آباد سے آیا بابو عظمت خاں تاب مقابلہ نہ لاکر کشتی پر سوار ہوکر بھاگا مگر راستہ میں مع اسباب کشتی ڈوب گیا ع باشیر دلاں ہر کہ درافتاد برافتاد پھر اُسکے دو نوبیٹے راجہ اکرام خاں وبابو جہابت خاں آپ کے مرید ہوے آپ نے پہلے ہی بابو جہابت خاں کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ لڑکا ذی وجاہت ذی شان و شوکت ہوگا اور بہت سا ملک اسکے قبضہ میں آے گا۔

نقل آپ ابتدا میں ایک پہاڑ پر تشریف لیگئے اور وہاں پتھر سے ٹیک لگا کر مراقب ہوگئے اور عرصہ تک بیٹھے رہے جب آنحضرت صلعم کا حکم ہوا کہ پہاڑ سے اُترو اور اشاعت سلسلہ کرو اسوقت اُٹھے تو پیٹھ کی کھال پتھر میں چپک کر رہگئی پہاڑ سے اُترے تو پیاس معلوم ہوی اور شربت کی خواہش ہوی وہاں خدا نے پہلے ہی سے سامان یہ کردیا تھا کہ دامن کوہ میں ایک متمول ہندو رہتا تھا جسکا لڑکا کسی شدید مرض میں مبتلا تھا اُس سے خواب میں کسی نے کہا کہ کل جمادی بشکل ایک بزرگ کے جنکا حلیہ یہ ہوگا تیرے پاس آینگے اور بہت پیاسے ہونگے اُنکو شربت پلانا اور لڑکے کیلئے دعاے صحت کرانا اُس نے شربت بنوا کر ہر ایک کو پلانا شروع کیا آپ بھی پہونچے اور سب سے بہت زائد شربت پی گئے وہ یہ دیکھ کر قدموں پر گرا اور عرض کیا کہ آپ جمادی ہیں میرے لڑکے کو اچھا کر دیجئے آپ نے دعا کی وہ اچھا ہوگیا وہاں سے آپ

چل کھڑے ہوئے اور ممالک عالم کی بہت سیر کی اور اس سیاحت میں عجائب و غرائب دیکھے۔
انزانجملہ یہ کہ ایک باغ میں پہونچے جسکو حضرت امام مہدی علیہ السلام کا باغ کہتے تھے
پھر ایک دوسرے مقام پر دیکھا کہ بہت سی چڑیاں جنکی چونچ میں سونے کی کنکڑیاں ہیں اڑکر
آتی ہیں اور وہ سونا ایک جگہ پر لاکر جمع کرتی ہیں دیر تک یہی دیکھا کئے تحقیق کرنے سے معلوم
ہوا کہ یہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کیلئے خزانہ جمع ہو رہا ہے پھر وہاں سے دوسرے مقام
پر گئے وہاں بھی یہی دیکھا کہ بکثرت ورتک سونیکی انبار ہیں معلوم ہوا کہ یہ بھی انھیں کا خزانہ ہے
اسی سفر میں سلسلہ بلالیہ کے جو حضرت بلال مؤذن رسول اللہ صلعم سے منسوب ہے ایک بزرگ
سے ملاقات ہوئی اُن سے آپنے سلسلہ بلالیہ کی اجازت لی پھر ایک ابدال سے جو عرصہ سے
آپ کے منتظر تھے ملاقات ہوئی وقت رخصت اُنھوں نے کلام مجید دیکر کہا کہ اب جہاں جاتے ہو
وہاں کے ابدال کو انکی امانت دیدینا۔
نقل ایک بار دکن میں آپ لشکر کے ساتھ تھے اتفاقاً لشکر میں وبا پھیلی آپ کے بھی
گلٹی نکلی آپ سمجھے کہ شاید وقت انتقال آپہونچا حضرت قطب العالم کی طرف متوجہ ہوئے اُنھوں
نے آپ پر دعاے اللھم یا ولی لولاہ دم کی اور فرمایا کہ اس دعا کو پانی پر دم کرکے لوگوں کو
دوا اور نقاروں کی چوبوں پر دم کرکے نقارے بجواو جہاں تک آواز پہونچے گی وبا دفع ہوجائیگی
آپنے ایسا ہی کیا وبا دفع ہوگئی۔
نقل آپ سے شاہزادہ محمد شجاع پسر شاہجہاں کو بھی بہت خلوص تھا مگر جب بمقتضاے
جف القلم بما ھو کائن شاہزادہ پر تباہی آئی اور دعا و تضرع سے کام نہ چلا تو آپ بہت
غمگین ہوئے کیونکہ وہ آپ کی بہت خدمت کرتا تھا اسی رنج میں ایک روز آپ حضرت شاہ
جمال جانن جنتی کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے اُنکی روح مبارک سامنے آئی اور آپ سے کہا کہ اے
قلندر کیا شجاع حقیقی کو بھول گئے جو شجاع مجازی کیلئے اسقدر رنجیدہ ہو آپنے فرمایا کہ یہ رنج
محض اُسکے خلوص طاعت و محبت و احسان کی وجہ سے ہے ورنہ شجاع حقیقی ہر وقت یاد ہے۔

نقل ایک بار آپ اور حضرت شاہ محمد ماہ قلندر الہ آبادی وغیرہ سفر میں تھے اثناء سفر میں ایک جوگی کے یہاں پہونچے وہ ایک لکڑی زمین پر رکھتا تھا اور جو فقیر وہاں جاتا تھا اُس سے کہتا کہ اسکو اُٹھاو چونکہ اُس لکڑی کے محافظ شیاطین وخبیث ہوتے تھے لہذا کوئی اُسے اُٹھا نہیں پاتا تھا وہ اُسکو قتل کرڈالتا تھا آپ سے بھی اُس نے کہا آپ نے حضرت شاہ محمد ماہ قلندر سے اشارہ فرمایا اُنھوں نے اُسے اُٹھا لیا یہ دیکھکر وہ مسلمان ہوگیا اور کہنے لگا کہ میں نے اتنے لوگوں کو قتل کیا یہ سمجھتا تھا کہ سب نام کے فقیر ہیں لیکن میرا خیال غلط نکلا میں شاہ فتح قلندر کی تلاش میں ہوں اور غالباً آپ ہی ہیں فرمایا کہ ہاں نام تو میرا بھی یہی ہے مگر کیا معلوم کہ میں وہی ہوں اس نام کے دنیا میں بہت سے فقیر ہونگے اُس نے کہا کہ ہوں مجھے کسی اور سے کیا مطلب۔

نقل ایک بار آپ ایسی جگہ سے گذرے جہاں بہت سے ہندو تالاب کے کنارہ پوجا کررہے تھے آپ نے وجہ دریافت کی کہا کہ بھوانی کی زیارت مقصود ہے پوچھا کبھی اور بھی دیکھا ہے کہا نہیں فرمایا اگر میں دکھادوں تو کیا دوگے کہا جو کہئے آپ نے ایک ٹھیکری پر کچھ پڑھا اور تالاب میں پھینکدی معاً تالاب میں جوش آیا اور ایک مٹھ اُسی سے نکلا جسمیں ایک بہت حسین عورت بیٹھی تھی اُس نے آپ سے کہا کہ اسطرح بُلانے میں مجھے بہت اذیت ہوتی ہے اب اگر کبھی بُلانا ہو تو میرے سر کے یہ چند بال حاضر ہیں انھیں آگ پر رکھ دیجئے گا میں آجاونگی یہ کہکر پھر تالاب میں غرق ہوگئی وہ لوگ یہ کرشمہ دیکھکر متحیر ہوے پوچھا کہ یہ قدرت آپ کو کیسے حاصل ہوی آپ نے فرمایا کہ توحید و اسلام کی برکت سے وہ سب مسلمان ہوگئے۔

نقل بحر زخار میں ہے کہ ایک بار آپ نے دریاے گنگ کے کنارہ ایک ہندو کو چلم دیکر فرمایا کہ اسپر آگ رکھ لا اُس نے انکار کیا فرمایا کہ اے گنگا یہاں آ اُسیوقت دریا میں جوش آیا اور اُسمیں سے ایک حسین عورت زیور ولباس فاخرہ پہنے نکلی آپ نے اُسے چلم دی وہ چلم بھر لائی اور پھر دریا میں چلی گئی۔

نقل غلبہ حال میں چند روز آپ سے نماز ترک ہوگئی اُسی زمانہ میں ایک شب آپ کو آنحضرت

صلعم کی زیارت ہوی ارشاد ہوا کہ باوجود غلبۂ حال خیال شریعت ضروری ہے اُس روز سے آپنے ایسی پابندی اختیار کی کہ مرض الوصال میں بھی نماز قضا نہ ہوی کچا گھڑا پاس رکھا رہتا تھا جسپر تیمم کرکے نماز پڑھتے تھے۔

علاوہ فقر وکمال باطن کے آپ اسمار اللہ وادعیہ وسور قرانی کے بھی عامل زبردست و صاحب قدرت تھے ایک بار موکل ستارۂ زہرہ کو بُلایا اور سب کو اپنی قوت وتصرف کا کرشمہ دکھادیا۔

ایک روز اثنار دعوت دعاے بانت لعظمۃ میں گوشت کھایا اُس روز موکلوں کو دیکھا کہ دور کھڑے مُنھ سے شعلے پھینک رہے ہیں فرمایا کہ کیا تم مجھ کو ڈراتے ہو اُنھوں نے کہا کہ ہماری کیا مجال مگر آپنے خلاف شرائط کیا ہم کو ان باتوں سے تکلیف ہوتی ہے فرمایا خیر اب نہ کھائیں گے۔

ایک روز جونپور کے کسی بزرگ نے آپ کی نسبت کہا کہ وہ عامل ہیں فقیری کیا جانیں آپنے سُنا مسکراکر فرمایا کہ غنیمت ہے میرے عامل ہونے کا تو اقرار کیا فن دعوت اسمار وادعیہ بھی بہت بڑا فن ہے اسوقت اسکے ماہر شاذ ونادر ہی ہونگے اگرچہ فقیری اور ہی چیز ہے مگر اسے بھی کم نہ سمجھنا چاہیئے۔

ایک روز بعض مریدین نے عرض کیا کہ حضور کو کیمیا معلوم ہے ہم کو بھی بتادیجئے فرمایا کہ رانگ گرم کرکے اُسپر بیگن کے پتوں کا عرق ڈال دو چاندی بنجاے گی چنانچہ اس ترکیب سے اُسوقت تو چاندی بنگئی پھر دوبارہ نہ بنی عرض کیا ارشاد ہوا کہ کیوں مفت اوقات ضائع کرتے ہو اپنے وجود کی کیمیا بناو یعنی فقر حقیقی حاصل کرو اُسکے سامنے یہ کیمیا کیا چیز ہے ؎

کیمیا و سیمیا و ریمیا	این نہ باشد جز بذات اولیا

ایک روز لوگوں نے حضرت شاہ علیم اللہ آپ کے صاحبزادہ سے کہا کہ تم کو حضرت بہت دوست رکھتے ہیں تم جاکر کیمیا کا نسخہ پوچھو اُنھوں نے پوچھا ارشاد ہوا کہ زراعت کیمیا ہے

اور یہ شعر پڑھا ؎

کیمیا خواہی زراعت کن بہ خوش گفت آنکہ گفت	زرع ثلثاں نیش زر ہست و ثلث و باقی ہم زر است

شاہزادہ دارا شکوہ کو آپ سے بہت خلوص و اعتقاد تھا دس ہزار بیگھہ زمین کی معافی کا پروانہ اُس نے آپ کی نذر کیا آپ نے فرمایا کہ میں قلندر رہوں سیر و سفر میں رہا کرتا ہوں مجھے اسکی ضرورت نہیں واپس کر دیا پھر جب آپ قلندر پور میں پہونچ لئے تو شاہزادہ نے قلندر پور بروناوجاگیر ضلع جونپور کا پروانہ معافی قاصد کی معرفت آپ کے پاس بھیجا اُسوقت آپ بندحجرہ میں ذکر و شغل میں مصروف تھے قاصد نے وہ پروانہ آپ کے خلیفہ حضرت شاہ آصف قلندر کے حوالہ کیا اُنھوں نے اُسے نذر آتش کر دیا جب آپ کو یہ معلوم ہوا تو بہت خوش ہوئے پھر قلندر پور خاص معاف ہوا آپ کو یہ بھی منظور نہ تھا مگر جب راجہ اکرام خاں وغیرہ نیز حضرت شاہ پیر محمد قلندر آپ کے صاحبزادہ نے بہت عرض کیا تب منظور کر لیا۔

نقل شاہزادہ دارا شکوہ نے چند سوال اکثر بزرگوں سے کئے تھے از انجملہ آپ سے بھی چنانچہ وہ سوالات مع جوابات درج ذیل ہیں میں نے اپنی سمجھ کے موافق اُنکی مختصر شرح بھی لکھ دی ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

سوال طالب فانی گردد یا مطلوب جواب طالب فانی گردد یا مطلوب شرح وصال کا نتیجہ یکتائی ہے جسکو اصطلاح میں کافری کہتے ہیں یعنی طالب نے جب اپنے آپ کو عین مطلوب پایا تو کہہ سکتے ہیں کہ طالب فنا ہو گیا اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ مطلوب اعتباری جسکو وہ اپنے سے علٰحدہ سمجھتا تھا فنا ہو گیا کیونکہ طالب و مطلوب ایک ہی شخص کے دو اعتباری نام ہیں اعتبار اُٹھ جانے پر نہ طالب کا اطلاق رہا نہ مطلوب کا اور ہم طالب فانی گردد و ہم مطلوب اسلیئے نہ فرمایا کہ اسمیں فنا وجود حقیقی کا گمان فاسد پیدا ہوتا تھا مختصر یہ کہ ایک رہجاتا ہے خواہ اُسکو طالب کہئے یا مطلوب۔

سوال چیست اندریں راہ نہایت کار و بدایت کار جواب چیست اندریں راہ نہایت

کار و ہدایت کار سے ایں راہ را نہایت صورت کجا تواں بست ؟ کش صد ہزار منزل بیش است از بدایت

شرح حقائق خلقیہ میں ظہور ذات حق بترتیب اسماء و صفات ہے اور ابتدا و انتہا نہ ذات کی ہے نہ اسماء و صفات کی کیونکہ تمام کثرت کونیہ کا مخزن کنز مخفی ہے اور ذرہ ذرہ تمام عوالم کا حالت کنزیت میں عین کنز مخفی ہے جو تمام کثرت کونیہ کا جامع ہے پس حق تعالی کی توجہ الی المشاہدہ ہی کا نام عالم ہے جسمیں ابتدا و انتہا کا اعتبار کیا جاتا ہے ورنہ یہ بے انتہا شیونات خلقیہ قبل از ظہور بھی کنز مخفی میں موجود تھے اور بحیثیت سلوک ابتدا سیر الی اللہ ہے اور انتہا سیر فی اللہ بعض کے نزدیک ابتدا سلوک ہے اور انتہا جذب اور بعض کے یہاں ابتدا نفی و فنائے سالک ہے اور انتہا نفی و اثبات و فنا و بقا سے بھی گذر جانا بعض کے نزدیک ابتدا عاشقی ہے اور انتہا معشوقیت حضرات صوفیہ محققین کے نزدیک ظہور جملہ نسب وجود بصورت دائرہ ہے نقطہ احدیت جو مبدأ دائرہ ہے وہی منتہائے دائرہ ہے آدھا دائرہ نقطہ احدیت نقطہ مقابل کے ساتھ یعنی مرتبہ جامعہ انسانیہ قوس نزولی کہلاتا ہے اور دوسرا حصہ اسی مرتبہ انسانی سے نقطہ احدیت تک قوس عروجی کہلاتا ہے جب دونو قوس ملگئے تو دائرہ پورا ہوگیا اور مبدأ و معاد ایک ہوگیا ھو الاول والآخر۔

سوال چیست معنی آنکہ سید الطائفہ جنید بغدادی در جواب ما النہایۃ فرمود ھی الرجوع الی البدایت جواب یعنے در عین ذوق احدیت سخن ز وجیت گوید و دامن کلموا الناس علی قدر عقولہم نہ گذارد ؎

ز دریائے شہادت چوں نہنگ لا بر آرد سر	تیمم فرض گردد نوح را در عین طوفانش

شرح یعنے جسطرح خلق قبل ظہور عین حق اور حق بعد ظہور عین خلق ہوا اسیطرح سالک کے کمال کی انتہا یہ ہے کہ وہ بھی جسطرح قبل ظہور عین حق تھا اسیطرح بعد ظہور عین حق ہو جاوے یعنی قطرہ دریا میں ملجائے ؎

رفت ز مسعود یک جملہ صفات بشر	آنچہ ہماں ذات بود باز ہماں ذات شد

سوال ہرگاہ معدوم شدن موجود محال ست پس اشیا موجود را چوں معدوم تواں گفت

جواب ہرگاہ معدوم شدن موجود محال ست پس اشیا موجود را چوں معدوم تواں گفت الموجود موجود والمعدوم معدوم شرح اشیا سے اعیان ثابتہ مراد ہیں جو ہمیشہ سے معدوم خارجی ہیں موجود حقیقی ذات حق ہے لہذا موجود موجود ہے اور معدوم معدوم موجود یعنے حق کا معدوم ہونا محال ہے اور اشیا جو معدوم ہیں اُنکا موجود ہونا محال ہے صور اشیا جو اعتباری و اضافی ہیں بدل جاتی ہیں مگر حقیقت اشیا جو ایک ہے ہرحال میں موجود ہے معدوم نہیں جیسے لکڑی جلکر خاک ہوگئی اور خاک عناصر میں ملکر نور ذات واجب حامل صور و اشباح تک پہونچی۔

سوال کدام علم ست کہ گفتہ اند العلم حجاب الاکبر جواب علم خدا یعنے دانستن خدا سے

علم حق در علم صوفی گم شود		ایں سخن کے باور مردم شود	

شرح حجاب اکبر علم حق ہے یعنے صور علمیہ کے تفصیلی ذوق نے ذات کو اپنی طرف ایسا متوجہ کر لیا ہے کہ جس سے اُسکو اپنے شیون و اعتبارات میں گم ہوجانا پسند آگیا ہے اسی لئے اگرچہ شیون و اعتبارات میں ذات ہی کا ظہور ہے لیکن ہر تجلی میں وہ کسی شین و اعتبار کے ساتھ متجلی ہوتی ہے اور وہ تجلی اُس شین و اعتبار کی طرف منسوب کی جاتی ہے نہ ذات کی طرف اسی لئے ذات میں تجلی ممنوع ہے ذات کے وصل بے حجاب کی کوئی صورت اسکے سوا نہیں کہ سالک خلومی وجہولی مطلقہ میں قیام کرکے سب کیا دھرا کھو بیٹھے اور مقام احدیت سے واپس ہوکر مقامات عالیہ کو خیر باد کہے اور خود بھی غیب الغیب یعنی عالم شہادت کی تفصیل میں گم ہوجاے تب وہ ذات کو مع العلم پاے گا اور ذات حق اُسکی ذات اور علم حق اُسکا علم ہوجاے گا اسی لئے یہ فرمایا کہ سے

علم حق در علم صوفی گم شود		ایں سخن کے باور مردم شود	

فرق یہ ہے کہ مشہد علمی میں بوجہ ذوق کثرت تعین کا غلبہ ہونا ضروری ہے اور یہی حجاب اکبر ہے اور مشہد ذاتی میں بوجہ تفرد وحدت غلبہ صرافت ہے جسمیں نہ صفات و شیون کا ظہور حاجب ہے اور نہ عدم ظہور سے

آنکھ موندی تو عدم کی سیر ہی گم ہے وجود	آنکھ کھولی تو وہی ہے ظاہر و باطن بھرا

سوال انبیاء سابق را معرفت بود یا نہ جواب بود ذٰلک[1] فضل اللہ یوتیہ من یشاء

شرح انبیاء علیہم السلام کو معرفت تنزیہی و تشبیہی دونو تھیں تنزیہ میں تنزیہی اور تشبیہ میں تشبیہی معرفت تھی لیکن کمالات محمدی صلعم میں اس معرفت کے علاوہ ایک خاص طور یہ ہے کہ تشبیہ میں تنزیہ اور تنزیہ میں تشبیہ اسی لئے آنحضرت صلعم کی معرفت معرفت تامہ ہے اور اسی لئے آپ پر آیہ کریمہ الیوم[2] اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی نازل ہوئی۔

سوال عاشق را بعد موت وصال معشوق ممکن باشد یا نہ جواب عاشق را بے موت وصال معشوق ممکن نہ باشد الموت[3] جسر یوصل الحبیب الی الحبیب

سنے چناں مرگے کہ در گورے روی	مرگ تبدیلے کہ در نورے شوی

شرح وصال معشوق ہی موت عاشق ہے الحادث[4] اذا قورن بالقدیم لم یبق لہ اثر اور دراصل یہی زندگی ہے یعنے فناء عاشق کا قصاص فناء الفنا ہے جسکو بقاے سرمدی و حیات ابدی کہتے ہیں ولکم[5] فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب کے یہی معنی ہیں۔

سوال ظلوماً جہولا در مدح انسان است یا ذم جواب بحسب ظاہر این لفظ در مذمت انسان معلوم میگردد اما دیدۂ ناظر بنظر نور جز کمال وے چیزے دیگر مطالعہ نمی کند چرا کہ خود از کمال دست خود برداشتہ خود را از خود فراموش ساخت پس این مدح در قدح واقع است ؎

عجب حال این یکے راست بنگر	بصحرا دزد در خانہ برادر

شرح ظلوم سے ظلمت ذات مراد ہے جسکو سواد اعظم یا احدیت کہتے ہیں اور جہول سے بے کیفی حقیقی مراد ہے جس سے علم کی ابتدا ہوئی اور یہ مقام ذاتی ماوراء علم ہے اس سے زیادہ مدح اور کیا ہو سکتی ہے کہ اپنے ساتھ اسکی عینیت و یکتائی ظاہر فرمادی۔

---

[1] یہ خدا کا فضل ہے جسکو چاہتا ہے دیتا ہے ۱۲ [2] آج میں نے تمہارا دین پورا کیا اور اپنی نعمتیں پوری کیں ۱۲ [3] موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتی ہے ۱۲ [4] حادث جب قدیم سے ملیگا تو اسکا پتہ بھی نہ چلے گا ۱۲ [5] اے صاحبان عقل تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے

سوال تصور را اعتبار بود یا نہ جواب تصور یکہ تصدیق شہود مطلوب خود است بحسب واقع اعتبار ہا دارد۔

سوال شغلے باشد کہ بے اختیار از شاغل صادر شود جواب شغلے باشد کہ بے اختیار از شاغل صادر شود بلکہ نہایت اختیار ہر کار بے اختیاری آں کار است فہم من فہم شرح وہ شغل جو بلا کوشش و اختیار شاغل جاری ہو جاتا ہے وہ سلطان الاذکار ہے جس کو صوت سرمدی و انہد کہتے ہیں۔

سوال نماز بے خطرہ کے بود جواب چوں خطرہ خطرہ نباشد شرح خطرہ کا مبدا تنزیہ ہے جسکی تشبیہ مولانا ے مغربی نے یہ دی ہے ؎

ز دریا موج گوناگوں برآمد	ز بے چونی برنگ چوں برآمد

لیکن جیسے کہ وہ خطرہ تنزیہ سے متمیز ہو شیون تشبیہی اُسے اپنا بنا کر اپنے رنگ پر ظاہر کرتے ہیں جو خاصیت اُس صفت تشبیہی کی ہوگی وہی اثر اُس خطرہ کا ہوگا اچھا ہو یا بُرا لیکن متفکر اپنے فنا میں اگر اسقدر لطافت پیدا کرے کہ خطرہ کا احساس اُس حالت میں کرے کہ جسوقت وہ تنزیہ سے ممیز ہو تو یہی خطرہ اُسکو جاذبہ تنزیہی کا کام دیگا اور اُسوقت خطرہ کو خطرہ نہیں کہینگے۔

سوال در انسان استعداد شناخت برابر بود یا نہ جواب برابر بود اگر ظہور ش را موانع نبود شرح استعداد ذاتی سب میں برابر ہے حدیث کلکم راعٍ و کلکم مسئول عن رعیتہ[1] اور ما من مولود الا و قد یولد علے فطرۃ الاسلام[2] مساوات ذاتی پر دلالت کرتی ہے لیکن استعداد صفاتی میں بڑا فرق ہے ایک تخلق باخلاق ربانی ہو کر ملائکہ سے بھی بڑھ جاتا ہے اور دوسرا متصف باوصاف شیطانی ہو کر جانور سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

سوال از تربیت ارواح معرفت تام حاصل گردد یا نہ جواب بہ استعداد کمال ظہور در حضور روح کہ کمال توجہ داشتہ از تربیتش معرفت تام حاصل گردد چہ سرگذشت این فقیر حقیر خاکپائے

[1] تم سب راعی ہو اور اپنی رعیت سے پوچھے جاؤگے ۱۲ [2] ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے ۱۲

درویشاں سبحانی آنست کہ ہر قدمے ذوقے و شوقے عبور میشود ترغیب و تحسین بہماں مذاق ازروے کمال از ہریک روح مشاہدہ میکند شرح سالک کو بتربیت ارواح مقدسہ حضرات انبیا علیہم السلام و اولیاے کرام معرفت اجمالی حق حاصل ہوتی ہے لیکن جبتک ظاہر میں کسی شیخ کامل سے تعلیم حاصل نہ کرے اُسوقت تک معرفت تفصیلی حاصل نہیں ہوتی اور نہ وہ دوسروں کی تعلیم و تکمیل کے لائق ہوتا ہے جیساکہ خود آپ کے حال میں مذکور ہے کہ آپ کی تربیت و تعلیم حضرت قطب العالم شاہ عبدالقدوس قلندر کی روح مبارک نے فرمای اور پھر کشود باطنی و حصول خلافت کیلئے آپ کو حضرت سید العرفا لاہرپوری کی خدمت میں بھیجا۔

سوال بے نہایت دو دل چگونہ گنجد جواب بے نہایت در دل چگونہ گنجد ؎

	حلول و اتحاد اینجا محال است	زمین وحدتش این خود ضلال است	

شرح اس حیثیت سے کہ ذات بحت بحسب اطلاق اشارات و عبارات و قیود و اعتبارات سے مبرا ہے آنکھ سے ادراک اور قلب میں اُسکی گنجائش محال ہے اِنَّ اللہ احتجب عن العقول کما احتجب عن الابصار ان الملاء الاعلٰی یطلبونہ کما تطلبونہ انتم اور اس حیثیت سے کہ اُسکا ظہور باعتبار تقید مراتب کونیہ و مظاہر حسیہ میں ہوا ہے اُسکا مدرک و مشاہد ہونا ممکن ہے کیونکہ جب آسمان باین وسعت پتلی میں سماسکتا ہے تو قلب انسان کامل تو بحکم قلب المومن عرش اللہ بطریق اولی محل گنجائش ہے جیسے آیات و احادیث وفی انفسکم افلا تبصرون وھو معکم اینما کنتم لا یسعنی ارضی ولا سمای ولکن یسعنی قلب عبدی المومن التقی النقی۔ شاہد ہیں۔

سوال درمیان درد و عشق چہ فرق است جواب درد عام است و عشق خاص شرح

سلہ خدا عقلوں سے اُسیطرح پوشیدہ ہوا جسطرح آنکھوں سے چھپا فرشتگان مقرب اُسکی طلب ایسی ہی کرتے ہیں جیسی تم کرتے ہو ۱۲ سلہ قلب مومن عرش الٰہی ہے ۱۲ سلہ تمہاری ذاتوں میں ہے تو پھر کیوں نہیں دیکھتے ۱۲ سلہ اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو ۱۲ سلہ زمین و آسمان میں میری وسعت نہیں مگر بندہ مومن برگزیدہ کے قلب میں وسعت ہے ۱۲

عشق کی دو قسمیں ہیں مجازی و حقیقی۔ مجازی سے مراد تشبیہات میں سے کسی ایک تعین میں مشاہدہ اور اُسی سے محبت ہو جانا ہے اور حقیقی سے مراد صرف تنزیہ کی طرف توجہ ہونا اور اُسکا شوق و طلب حد سے بڑھ جانا اور یہ تعین اطلاق دونو تقیید ہیں لہذا عشق کو خاص فرمایا اگرچہ بوجہ یکتائی تنزیہ و تشبیہ اُسی ایک تعین تشبیہی کا مشاہدہ تنزیہ کا بھی جامع ہوا اور اسی لیے عشق مجازی و حقیقی ایک ہے لیکن اعلےٰ مقام یہ ہے کہ جملہ شیون خاقیہ تنزیہی و تشبیہی کا مشاہدہ کامل بیک دفعہ ہوا اور ہر ہر ذرہ تعینات تشبیہی کا اپنی دلکشی سے اور ہر ہر دوہلہ جاذبات تنزیہی کا اپنی صرافت سے قلب عشاق کو ریزہ ریزہ کر دے اور اسی کو درد کہتے ہیں جو عام ہے یعنے نہ مقید بہ تعین نہ مقید بہ اطلاق اور یہ انتہا ہی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ اَنَا عِندَ المُنکَسِرَةِ قلوبھم لاجلی منکسر القلوب سے اہل درد مراد ہیں اس درد کا نتیجہ عاشق و معشوق کا اتحاد ہے جسکو حیرت حسنہ کہتے ہیں اور یہی مقام کافری یا قلندری ہے بعض کے نزدیک درد سبب ترقی ہے اگر کسی کو عشق ہو اور درد نہو اُسکو ترقی ممکن نہیں جسطرح ملائکہ کو عشق ہے مگر درد نہیں لہذا اُنکے لئے ترقی بھی نہیں سے کلام مجید میں ہے کہ وما منا الا ولہ مقام معلوم درد انسان کے سوا کسی کو نصیب نہیں سہ

قدسیاں را عشق ہست و درد نیست	درد را جز آدمی در خورد نیست
ذرۂ عشق از ہمہ آفاق بہ	ذرۂ درد از دل عشاق بہ
کفر کافر را و دیں دیندار را	ذرۂ درد ے دل عطار را

عشق کیلئے درد لازمی نہیں اور درد کیلئے عشق ضروری ہے عشق بغیر درد موصل بمطلوب نہیں اور درد موصل بمطلوب ہے درد میں ترفع ہے اور عشق میں تنزل تاوقتیکہ درد نہو سلوک میں کچھ ہو نہیں سکتا۔

سوال عالم قدیم است یا حادث جواب عالم ہنوز بوے وجود نیافتہ تا بحدوث و قدم چہ رسد شرح عالم سے تفصیل اسماء و صفات مراد ہے جو حضرت حق نے اپنے علم سے اپنے

سلہ میں اُن لوگوں کے پاس ہوں جنکے قلوب میری وجہ سے شکستہ ہیں ۱۲ سلہ ہم میں ہر ایک کا مقام مقرر ہے ۱۲

خیال میں فرمائی ورنہ عالم بحیثیت عالم کوئی غیر ذات حق یا زائد بر ذات یا خارج از ذات چیز نہیں اور جبکہ عالم خود اسمار و صفات کی تفصیل کا اعتباری نام ہے اور بالذات کوئی وجود ہی نہیں رکھتا تو اسپر حدوث و قدم کا کیا اطلاق ہو سکتا ہے العالم ماشمت رائحة الوجود

چہ باشد چنیں عالم آرائی		ہمانا خیالے و تنہائی	

سوال اگر قتل امام حسین در مشیت ایزدی است یزید درمیان کیست واگر یزید درمیان است یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید[1] چیست جواب اے شاہزادہ تا از شاہزادگی بیروں نیائی نشوی چوں شاہ نشوی نعمتی آگاہ نشوی شرح سبحان اللہ کیا اچھا جواب دیا یعنے جسطرح شاہزادہ کو بحالت شاہزادگی آغوش شفقت شاہ مامن و ملجا ہوتی ہے کہ جسمیں وہ تمام آفات و ترددات سے فارغ رہتا ہے برخلاف اسکے مرتبہ شاہی میں ہر آفت کیلئے خود ہی سینہ سپر ہونا پڑتا ہے اسیطرح مامن پیمبر زادگی بھی عشق حقیقی کے خونریز میدان کارزار میں حجاب ہے اور اسکے لئے ضروری تھا کہ حضرت امام علیہ السلام اس مظلومیت و بیکسی سے شہادت پائیں تاکہ مشہد ناسوتی میں عملی طور پر آپکے تفرد باطنی کی تفصیل ہو جائے اور میدان عشق حقیقی میں آپ کی مردانگی کے جوہر کھلجائیں اور اس سلوک کی وجہ سے بجائے اُس نسبت جزئیت کے جو آنحضرت صلعم سے آپ کو نسبی حیثیت سے تھی وہ نسبت عینیت بھی ظاہر ہو جائے جسکی بنا پر آپ کا مرتبہ شہادت مراتب نبوی میں شمار ہو پس اس شہادت سے حضرت امام علیہ السلام کے مراتب کمالات کی بے انتہا ترقی ہوئی جو خود حضرت امام علیہ السلام کا مقصود تھا اور یزید کہ مظہر جلال اور تابع شیطان تھا اپنے محل پر یعنے دوزخ میں پہونچگیا اور خالق و مخلوق کی لعنت ازلی و ابدی جسکا وہ مستحق تھا اُسے حاصل ہو گئی۔ ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لہم عذابا مہینا[2] اور یہی عدل حقیقی کے معنی ہیں کہ ہر شخص و ہر شے اپنے مرتبہ و محل پر قائم ہے۔

---

[1] جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس بات کا ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے ۱۲ [2] جن لوگوں نے اللہ اور اُسکے رسول کو اذیت دی اُنپر اللہ نے دنیا و آخرت میں لعنت کی اور اُنکے لئے عذاب ہولناک مہیا کر رکھا ۱۲

آپ کی وفات بعمر اٹھاسی سال بائیس شعبان سنہ گیارہ سو اٹھارہ ہجری میں ہوئی تاریخ وفات دخل الجنۃ ہے۔

مزار شریف قلندر پور تحصیل نظام آباد ضلع اعظم گڈھ میں ہے راقم الحروف کئی بار زیارت سے مشرف ہوا ہے شہزادہ دارا شکوہ کا بنوایا ہوا ایک وسیع و بلند حریم ہے جس کی مشرقی جانب ایک خوشنما سہ درہ سنگی پایوں اور پختہ چھت کا بنا ہوا ہے اسی میں حریم کا دروازہ ہے بیان کیا جاتا ہے کہ یہ سہ درہ بعد قدیم عمارت گر جانے کے جو بیاں پر تھی دوبارہ بنا ہے اور مغربی سمت سہ گنبدی مسجد ہے باقی اس چبوترہ حریم کے چار طرف فصیل بنی ہے تین طرف اس چبوترہ کو ایک بڑا تالاب گھیرے ہوے ہے جسے نیر کہتے ہیں اسمیں سوتے بھی ہیں ایسے تالاب کو وہاں پوکرا کہتے ہیں تالاب کی وجہ سے مزار آبادی سے دور ہو گیا ہے اور چکر کھا کر جانا ہوتا ہے اس تالاب پر مزار شریف کے سامنے کبھی ایک پل بھی تھا جو اب گر گیا ہے وسط چبوترہ میں مسجد کے سامنے مزار مبارک ہے جسکے گرد ایک چھوٹا سا حظیرہ ہے جو چبوترۂ مسجد سے کچھ بلند ہے حضرت کے پہلو میں جانب مشرق پائیں آپ کی ایک بی بی کا مزار ہے اُسی حظیرہ میں اور اُسی کے مشرق دو مزار حضرت کی اور بیبیوں کے ہیں حظیرہ کے متصل دکھن جانب آپکے پائیں شاہ محمد آصف قلندر کا مزار ہے اور مغرب طرف حضرت شاہ بہاء اللہ قلندر و حضرت شاہ محمد واصل قلندر و حضرت شاہ علیم اللہ قلندر و حضرت شاہ پیر محمد قلندر کے مزارات ہیں۔

حضرت کے مزار مبارک کے سرہانے بڑا چراغدان ہے جسمیں یہ کتبہ لگا ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم روح و ریحان وجنۃ نعیم یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی اس بڑے چبوترہ کے چاروں گوشوں میں چار حجرے تھے جو اب بند کر دئے گئے ہیں پائین مسجد ایک بڑا حوض بھی تھا اب وہ بھی بند کر دیا گیا ہے آپ کی درگاہ کے مصارف کیلئے پہلے باون موضع معاف تھے جنمیں اب صرف ایک ہی قلندر پور رہ گیا ہے جو آپ کی اولاد کے قبضہ میں ہے۔

حال ازواج واولاد حضرت رئیس العارفین

آپ کی چار بیبیاں تھیں پہلی بی بی حضرت شیخ محمد قطب قلندر قدس سرہ کی اولاد سے موضع کمال پور سونگر کی رہنے والی تھیں اُن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی آپ کی یہ شادی آپ کے والد کی حیات میں ہوی تھی۔

دوسری بی بی قاضی ابوالحسن عباسی ساکن سید پور بہتری کی بیٹی تھیں ان سے ایک صاحبزادی شاہ بی بی پیدا ہویں جو شیخ نجیب عباسی ساکن سید پور کو بیاہی گئیں

نقل شیخ نجیب عباسی نے بغیر آپ کی اجازت واطلاع کے جایداد اپنی خوشدامن کے نام لکھوا دینا چاہی اور اسپر اپنے بعض عزیز قاضیوں ومفتیوں کو آمادہ بھی کیا جب آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ میرے جلال کا تو یہ مقتضی تھا کہ شیخ نجیب کا کلیجہ نکل پڑے لیکن کیا کروں شاہ بی بی بیوہ ہو جاے گی میرے چار لڑکے شیر بچے ہیں جو کوئی انکو کچھ بھی ایذا پہونچاے گا خواہ قاضی ہوں یا مفتی سب کا تدارک کرونگا اپنی زندگی میں بھی اور بعد وفات بھی۔

شیخ امان اللہ قانون گو جو آپ کی صاحبزادی شاہ بی بی کے داماد تھے ایک روز آپ کے حضور میں حاضر تھے اور بھی بہت سے لوگ تھے اُنھوں نے اپنے دل میں کہا کہ جب ان بڑے میاں کا انتقال ہو جاے گا تو ان کا جانشین میں بنجاوں گا آپ اُنکے خطرہ پر مطلع ہو گئے غصہ سے فرمایا کہ میں تم کو بے سر دیکھ رہا ہوں وہ وہاں سے اُٹھ کر میانہ پر سوار ہو کر اپنے مکان روانہ ہوے اثناء راہ میں کسی زمیندار سے شاہی فوج لڑ رہی تھی یہ جو اُدھر سے گذرے تو ایک گولی انکے سر میں لگی اور وہیں ختم ہو گئے۔

تیسری بی بی موضع سادات پرگنہ بحری آباد کے سید بایزید کی بیٹی تھیں جن سے حضرت شاہ بہاء اللہ قلندر و حضرت شاہ پیر محمد قلندر پیدا ہوے حضرت سید العرفا نے آپ کو گھوڑے پر سوار کیا اور فرمایا کہ اسکی باگ چھوڑ دو اور کہیں خود نہ روکو جسکے دروازہ پر یہ خود رُک جاے وہیں شادی کرو خدا تمکو اُن سے دو لڑکے عنایت کریگا آپنے تعمیل ارشاد کی وہ گھر انھیں بیوی کا تھا۔

چوتھی بی بی بنارس کی تھیں شاہ عبدالحق کی صاحبزادی جو حضرت شاہ نظام الدین قلندرؒ بھاری خلیفہ و ہمشیر زادہ قطب صاحب کی اولاد میں تھے اُن سے دو صاحبزادے حضرت شاہ محمد واصل قلندرؒ و حضرت شاہ علیم اللہ قلندرؒ اور ایک صاحبزادی بی بی فاطمہ پیدا ہوئیں جو امیر محمد عوض ساکن موضع نیک آمدی پور معروف بہ نظام الدین پور کو بیاہی گئیں۔

حضرت شاہ بہار اللہ قلندر

آپ سترہ سال کی عمر میں اپنے والد حضرت رئیس العارفین کے ساتھ حضرت سید العرفا لاہر پوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کر کے اجازت و خلافت پائی جب حضرت رئیس العارفین آپ کو حضرت سید العرفا کی خدمت میں لے گئے تو انھوں نے آپ کو دو ہانڈیوں میں مٹھائی دی اور فرمایا کہ یہ میں انکو اسلئے دیتا ہوں کہ انکے دو لڑکے پیدا ہونگے چنانچہ آپ کے دو صاحبزادے ہوئے شاہ ولی اللہ و شاہ بدھو۔ آپ کی وفات ساتویں رمضان المبارک سنہ گیارہ سو پینتالیس میں ہوئی سنہ ولادت و مدت عمر و مزید حالات معلوم نہ ہوئے۔

حضرت شاہ پیر محمد قلندر

عرف شاہ پیرن آپ کی ولادت سنہ ایک ہزار اکاسی میں ہوئی آپ اپنے والد بزرگوار کے مرید و خلیفہ تھے اور طاعت و عبادت و ریاضت میں یکتائے زمانہ اور صاحب کشف و کرامات تھے ایک شخص نے آپ سے مذہبی مباحثہ کرنا چاہا آپ نے فرمایا کہ مباحثہ کیلئے ایک حکم یعنی پنچ ہونا چاہیئے اور پنچ بھی دو حال سے خالی نہیں اگر ایک کا موافق ہوگا تو دوسرے کا مخالف لہذا حکم ایسا شخص ہو جسکو دونو فریق مانیں اور ایسی ذات سوا جناب امیر کرم اللہ وجہہ کے اور کوئی نہیں جنکو سنی و شیعہ دونو مانتے ہیں تو اگر تم میں اتنی قدرت ہے تو تم اُن سے پوچھو اور اگر ایسا نہیں کر سکتے ہو تو میں تم کو ایک ایسا عمل بتا دوں کہ

جسکے ذریعہ سے تم کو اُنکی حضوری نصیب ہوا ورتم خود اُن سے پوچھ لو۔

نقل حضرت امیر سید خدا بخش حسینی سرائے میری جب آپ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے اُن کو کسی ضرورت سے کہیں بھیجدیا وہاں اُنھوں نے خواب دیکھا اپنی موت کا متفکر ہوئے کہ میرا ارادہ تو مرید ہونے کا تھا اب اگر موت آگئی تو کیا ہوگا آپ نے اُنکو ایک خط بھیجا تھا جو اُنکو اُسی روز ملا اُسمیں یہ تحریر تھا کہ موت سے مت ڈرو موت کی دو قسمیں ہیں ایک عرفی جسکا زمانہ ابھی بہت دور ہے اور دوسری حقیقی جس سے حدیث موتوا قبل ان تموتوا میں اشارہ ہے اور تمھاری یہ موت قریب آگئی ہے خواب دیکھنے سے متفکر مت ہو خط دیکھتے ہی اُنکی پریشانی دفع ہو گئی۔

نقل جب امیر موصوف دہلی گئے تو وہاں حضرت شاہ رحمت اللہ قطب کا شہرہ سُنا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت کم ملتے ہیں اگرچہ کبھی کی ملاقات نہ تھی مگر یہ گئے اثنار ملاقات میں گفتگو سے توحید آگئی اُنھوں نے بہت عمدہ تقریر کی جسے سُنکر اُنھوں نے کہا کہ یہ تقریر تم نے نہیں کی بلکہ حضرت شاہ پیرن نے کی جو تمھاری آنکھوں میں جلوہ گر ہیں حالانکہ اُنھوں نے کبھی آپ کا نام بھی نہیں سُنا تھا۔

آپ کی وفات بارہ ربیع الاول سنہ گیارہ سو اُنتیس میں ہوی آپ کے خلفا یہ حضرات ہوئے حضرت سید شاہ محمد وارث قلندر حضرت سید شاہ خدا بخش۔ سید شاہ ولی اللہ آپکے بھتیجہ و داماد شاہ عبدالسبحان آپ کے بھائی کے داماد۔

حضرت سید شاہ محمد وارث قلندر

حضرت کلید عرفاں نے آپ کے حال میں رسالۂ نیشاپوریہ میں لکھا ہے کہ آپ نے حضرت قبلہ گاہی سے عمل سورۂ مزمل کی اجازت مانگی اُنھوں نے فرمایا کہ جس محنت و ریاضت سے میں نے اسکا عمل حاصل کیا ہے وہ بلا محنت و ریاضت کرلے با با باسط کو دونگا اگر تم چاہتے ہو

تو محنت و ریاضت کرو پھر آپ کو طریقہ عمل سورۂ مزمل بتایا اور یہ فرمایا کہ ریاضت بہت کرنا پڑیگی جو کی بے نمک خشک روٹی کھانا پڑے گی اور اور بھی احتیاطیں کرنا ہونگی آپنے قبول کیا اور جسطرح اُنھوں نے فرمایا تھا ایک سال میں ختم کیا عمل تمام ہونے میں تین روز باقی تھے کہ آپنے بیداری میں دیکھا کہ جناب امیر علیہ السلام و حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی و حضرت سید محمد ماہ قلندر تشریف لائے حضرت غوث پاکؒ کے دست مبارک میں خرقہ و عصا تھا آپ سے پوچھا کیا چاہتے ہو دنیا یا فقر حقیقی عرض کیا کہ فقر حقیقی ارشاد ہوا کہ پھر یہ خرقہ و عصا لو حضرت سید محمد ماہ قلندر نے عرض کیا کہ حضور جب سے یہ پیدا ہوا ہے تب ہی سے اسکا لباس ایسا ہی ہے اسکو اسی حال پر رہنے دیجیے فرمایا بہتر۔ اسکے بعد دوسرے روز آپ کا بڑا لڑکا جس کی عمر پانچ سال کی تھی گذر گیا آپنے اُسے دفن کرکے بقیہ عمل شب میں تمام کیا اور صبح کو اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں گئے اُنھوں نے فرمایا کہ بابا محمد وارث تم نے محنت اُٹھائی اور راحت پائی جو کچھ مقدر میں تھا وہ ہوا صبر کرو جان اللہ بال مال اللہ تم نے عمل نہایت محنت و ریاضت سے پورا کیا اب میں تم کو تمھاری محنت کا اثر دکھانا چاہتا ہوں تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ محنت ٹھکانے لگی یہ فرماکر زہر منگاکر کھا لیا اور آپ سے فرمایا کہ سورۂ مزمل پانی پر دم کرکے دو آپنے دیا اُنھوں نے پی لیا زہر کا اثر مطلق نہوا۔

آپ کو اُسی وقت سے جناب مرتضوی کی حضوری رہتی تھی تمام مشکلات اُنھیں سے حل کیا کرتے تھے پھر حسب ارشاد اپنے والد ماجد کے آپ حضرت شاہ پیر محمد عزت شاہ پیرن کے سلسلہ قلندریہ میں مرید ہوئے اور اجازت و خلافت پائی صاحب کشف و کرامات تھے۔

نقل جب نواب سعادت خاں برہان الملک اور مہابت خاں راجہ اعظم گڈھ میں لڑائی چھڑی تو اہل رمل و جفر نے کہا کہ بابو مہابت خاں کو فتح ہوگی حضرت شاہ پیر محمد نے آپ سے فرمایا کہ تمھاری کیا رائے ہے عرض کیا کہ نواب سعادت خاں کی فتح ہوگی اور چند گھنٹہ سے زائد جنگ نہوگی ارشاد ہوا کہ اہل رمل و جفر تو اسکے خلاف کہتے ہیں عرض کیا کہ وہ

سب غلط کہتے ہیں میں اپنے یقین و کشف سے کہتا ہوں چنانچہ وہی ہوا آپ نے پہلے ہی سے اپنے ایک دوست سے کہدیا تھا کہ تم اپنے گھر بار کو لیکر یہاں سے چلے جاؤ کیونکہ نواب کی فتح ہو گی۔

نقل جس زمانہ میں آپ کو تیر اندازی کا شوق تھا تو ایک روز لاہوری ساخت کی ایک کمان الہ آباد کے چوک میں بکنے آئی جسکی قیمت پانچ روپیہ تھی آپ کے پاس قیمت نہ تھی اسکے لئے آپ جناب امیر علیہ السّلام کی طرف متوجہ ہوئے اُنھوں نے فرمایا کہ خاطر جمع رکھو وہ کمان تمھیں کو ملے گی مگر ایسی معمولی باتوں کیلئے رجوع نہ کیا کرو آپ اپنے ایک دوست سے ملنے گئے اُس نے وہی کمان آپ کے نذر کی اور کہا کہ میں نے یہ اپنے لئے خریدی تھی چونکہ آپ کے پاس کوئی عمدہ کمان نہیں ہے لھذا نذر کرتا ہوں۔

آپ حضرت کلید عرفاں سے عمر میں بڑے تھے مگر ہمیشہ اُنکے ساتھ چھوٹوں کی طرح پیش آئے وہ اکثر فرماتے تھے کہ میرے بھائیوں نے میری بہت خدمت کی ایک روز آپ اُنکے پاس اُنکے غلبہ حال کے وقت بیٹھے تھے اُنھوں نے فرمایا کہ جو مانگنا ہو مانگو آپ نے فرمایا کہ فقر محمدی و مرتضوی چاہتا ہوں ارشاد ہوا کہ مبارک مبارک اُس روز سے آپ کے حال پر ایک روح غیبی متوجہ ہو گئی اور خواب و بیداری میں تعلیم و تلقین کرنے لگی جب آپ کا مقصد پورا ہو گیا تب سے اُسکا آنا بند ہو گیا۔

آپ اگرچہ امی محض تھے لیکن ایسے حقائق و معارف بیان کرتے تھے جو بعینہ فصوص و فتوحات میں ہوتے تھے اور بے تکلف عبارت فصوص کے معنی کہہ لیتے تھے۔

حضرت کلید عرفاں نے رسالہ نیشاپوریہ میں لکھا ہے کہ مجکو چھبیس جمادی الآخر روز چہارشنبہ سنہ گیارہ سو ستر میں جناب امیر علیہ السّلام سے یہ معلوم ہوا کہ میر محمد وارث سلطان العارفین بایزید بسطامی کے رتبہ پر فائز ہیں۔

آپ کی وفات غرہ رمضان المبارک سنہ گیارہ سو اکہتر ہجری میں ہوئی آپ کا مزار

دگڈھ شریف ضلع الہ آباد حظیرہ حضرت شاہنشاہ قلندر میں ہے۔

حضرت شاہ محمد واصل قلندر

آپ کی ولادت سنہ ایک ہزار چھیانوے ہجری میں ہوی آپ بھی اپنے والد حضرت رئیس العارفین کے مرید و خلیفہ تھے وہ آپ کو بہت دوست رکھتے تھے آخر عمر میں اُن کا معمول ہو گیا تھا کہ شیر برنج نوش کرتے تھے اور اُسمیں آپ کے سوا کسی کو شریک نہیں کرتے تھے۔ ایک بار آپ سرائے میر گئے تو میر محمد منعم عاشقانی سے حضرت سید علی قوام شاہ عاشقاں کے مزار پر ملاقات ہوی اُنھوں نے کہا کہ آپ محض لباس پہنکر فقیر ہو گئے ہیں یا قدرت و تصرف قلندرانہ بھی رکھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میری فقیری کا حال اپنے دادا سے جاکر پوچھ لو وہ حضرت شاہ عاشقاں کے مزار کے قریب جاکر بیٹھ گئے معاً ایک طمانچہ اُنکے مُنھ پر پڑا اُسیوقت سے وہ آپ کے معتقد ہو گئے اور پھر اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔

آپ کی وفات دوسری شعبان سنہ گیارہ سو ترسٹھ ہجری میں ہوی۔

حضرت شاہ علیم اللہ قلندر

آپ کی ولادت سنہ ایک ہزار اٹھانوے ہجری میں ہوی آپ بھی اپنے والد حضرت رئیس العارفین کے مرید و خلیفہ تھے آپ اور حضرت شاہ محمد واصل قلندر ملا عبدالقادر سے نظام آباد میں پڑھتے تھے آپ کے والد نے آپ دونو کو بلوا بھیجا اور فرمایا کہ علم ظاہر ہر جگہ پڑھ سکتے ہو لیکن علوم غیبیہ و اسرار قلندریہ کس سے سیکھو گے پھر دونو حضرات کی تعلیم میں مشغول ہوے فرماتے تھے کہ میں نے خدا سے بارہ سال کی زندگی اور مانگ لی محض ان دونو کی تربیت و تعلیم کیلئے ورنہ آج مجکو انتقال کئے بارہ سال ہو چکے ہوتے آپ کی وفات سنہ گیارہ سو ترپن ہجری میں ہوی۔ ان حضرات کی اولاد کا بیان اصول المقصود میں ہے۔

خلفائے حضرت رئیس العارفین

آپ کے چار ہزار مرید صاحب نسبت و صاحب تصرف مختلف ممالک میں تھے اور علاوہ صاحبزادوں کے بتیس خلفائے کامل جن سے سلسلہ عالیہ قلندریہ بہت شایع ہوا۔

حضرت قاضی عبدالرحمٰن عارف قلندر شرعی کماپوری حضرت سید محمد آصف قلندر گردیزی مانکپوری حضرت شاہ ابو محمد قلندر ساکن دندوہ حضرت شاہ محمد امین قلندر بہاری حضرت امیر سید ظہیرالدین محمد حسینی ترمذی حضرت شاہ نصیب قلندر حضرت شاہ ابوالقاسم قلندر حضرت شاہ بہار الحق قلندر خیرآبادی حضرت امیر سید ابراہیم حسینی ترمذی حضرت امیر سید محمد مکی حسینی ترمذی حضرت امیر سید غلام حسن حسینی ترمذی حضرت امیر سید محمد عرب حسینی ترمذی حضرت امیر سید محمد عوض ساکن موضع نیک آمدی پور حضرت شاہ سیف اللہ چنہیاکوٹی حضرت شاہ محمد فاضل قلندر ساکن بروندہ برادر خالہ زاد آنحضرت حضرت شاہ محمد صالح قلندر حضرت سید شاہ غلام قلندر حضرت شاہ فیض اللہ سر سلے میری برادر خالہ زاد آنحضرت حضرت شاہ سلطان بایزید امیٹھوی جن کے خلیفہ شاہ غلام محی الدین ابدال محصور ہوے اور انکے خلیفہ مولانا نورالہدیٰ بن شاہ مظفر بن بندگی احمد فیاض بن ملا ضیاءالدین بن ملا عبدالسلام دیوی ہوے) حضرت شیخ عبدالصمد برادر قاضی عبدالرحمٰن عارف حضرت مفتی غلام رسول برادر زادہ قاضی صاحب حضرت شاہ درویش محمد خال حضرت شاہ الہدیہ احمد قلندر حضرت شاہ الہدیہ احمد قلندر لاہرپوری حضرت شاہ محمد علی صدرپوری حکیم شاہ رحمت اللہ۔ شاہ عشق اللہ سارنگانوی حضرت میر حیدر عارف ربانی حضرت شاہ حفیظ دیوی راجہ اکرام خاں

سلہ ابن شیخ ضیاءالدین بن شیخ نصیرالدین بن شیخ رکن الدین بن حضرت امام عبدالرحمٰن جانباز قلندر۔ پختہ مزار آپ کا لب تالاب گولیہ واقعہ چک محدود سواد لاہرپور میں ہے ۱۲ سلہ یہ حضرت شاہ عبدالرحمٰن قلندر ثانی خلف اکبر حضرت شاہ الہدیہ احمد قلندر کے خسر تھے انکا مزار متصل صدرپور تکیہ جعفرپور میں ہے ۱۲

راجہ اعظم گڈھ۔ شاہ خاں محمد حضرت شاہ مظفر۔ حضرت شاہ نوراللہ قدست اسرارہم۔

حضرت قاضی عبدالرحمن عارف قلندر

شرحی کمالپوری بن شیخ ابراہیم بن یوسف بن محمود بن مجاہد بن محمد بن الھدیہ۔ آپ ملا محمود جونپوری صاحب شمس بازغہ کے شاگرد رشید تھے اور حضرت شمس العارفین کے بھی کچھ دنوں ہم سبق رہے تھے اور اُن سے اُسی زمانہ میں وعدہ لیا تھا کہ جب اپنے بزرگوں سے نعمات خاندانی پانا تو مجھ کو بھول نہ جانا حضرت اُسی ایفاے وعدہ کیلئے ایک روز آپ کے پاس گئے آپ شطرنج کھیل رہے تھے پہلے آپ نے اُن کو پہچانا نہیں پھر باتیں ہونے پر آپ کو کچھ خیال آیا کہنے لگے کہ آپ شاید شاہ فتح قلندر ہیں انھوں نے فرمایا کہ ہاں میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کرنے آیا ہوں پھر اپنا سب حال بیان کرکے باتوں باتوں میں ایسی توجہ دی کہ آپ بیخود ہو گئے کئی روز تک بیخود رہے جب افاقہ ہوا تو انھوں نے آپ کو تعلیم دینا شروع کی بعد تکمیل کے عارف کا خطاب دیا۔

آپ کے خاندان میں قاضی کوئی نہ تھا صرف آپ بذات خود قاضی ہوئے جسکا واقعہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت نے آپ سے فرمایا کہ اگر پرگنہ سکندی کا پروانہ قضا دہلی سے اپنے نام لے آؤ تو ہمکو شکار کھیلنے کا آرام ہو جائے آپ نے عرض کیا کہ پہلے تو آپ نے مجکو فقیر بنایا اب قاضی بنانا چاہتے ہیں یہ مجھ سے نہ ہوگا اسمیں ذمہ داری بہت ہے اگر موافق شرع عمل نہ ہوا اور حرص و طمع وغیرہ کو دخل دیا گیا تو سخت گناہ ہوگا من جعل قاضیا فقد ذبح بغیر سکین ارشاد ہوا کہ نہیں تم ویسے قاضی ہو گے جیسے محمد رویم بغدادی و امام احمد غزالی و عین القضاۃ ہمدانی تھے آپ حسب ارشاد دہلی گئے اور امتحان وغیرہ میں کامیاب ہوئے اور علماے دہلی پر مباحثہ میں غالب آئے پھر بادشاہ کے پیر سے ملنے گئے انھوں نے یہ شعر پڑھا ؎

ہیچ ہمہ ہیچ بسے عذر دارم	بینوائی چو مصطفےٰ دارم

آپ نے جواب میں فرمایا کہ سہ

بنجبہ بنجبہ خودی داری	کے تو آگاہ از نبی داری

آپ کے اس جواب سے علماء بہت خوش ہوئے۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ کسی شہر کی خدمت قضا یا پرگنہ کی آپ کے شان کے لائق نہیں آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ خدمت حضرت پیر و مرشد کے حکم سے لی ہے ورنہ مجکو ضرورت نہیں آخر وہیں کا پروانہ لیکر چلے آئے اور تمام اُسے انجام دیا گئے اُسی آپ کا مزار بھی وہیں ہے۔

آپ کے والد شیخ ابراہیم ابتدا میں آپ کی فقیری نیز حضرت رئیس العارفین کے منکر تھے ایک روز آپ نے اُنکو اپنی چادر اوڑھنے کو دی جب وہ سوئے تو خواب میں حضرت غوث پاک کی زیارت سے مشرف ہوئے انھوں نے فرمایا کہ میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ تمھارا لڑکا عالم و عارف ہوگا اب جبکہ وہ ایک بزرگ کی توجہ سے مراتب ولایت پر فایز ہوا تو تم منکر کیوں ہو وہ تائب ہو کر حضرت رئیس العارفین کے مرید ہوئے۔

آپ صاحب تصنیف تھے رموز المعارف عربی میں اور قصص الاسرار و مثنوی و رسالہ وجدانی و رسالہ تلقینیہ فارسی میں تصوف کی بیش بہا کتابیں ہیں رسالہ وجدانی میں مباحث جبر و اختیار و جمع اضداد و وجہ خاتم نبوت وغیرہ ہیں۔

انہیں سے رموز المعارف و قصص الاسرار و رسالہ تلقینیہ کے ترجمے مولوی محمد عالم قیصری کاکوروی نے کئے جو حضرت شاہ ابو نجیب قلندر امیٹھوی کے دو رسالوں کے ساتھ بنام خمسہ قلندریہ چھپ گئے۔

انکے علاوہ قصاید و غزلیات و ترکیب بند متضمن بر بیان توحید و مسائل بہت ہیں آپ رحمانی تخلص فرماتے تھے ایک مرتبہ حضرت سید العرفا لاہرپوری نے حضرت رئیس العارفین سے کہلا بھیجا کہ میں اپنے آپ کو عالم باطن میں مثنوی پڑھتے دیکھتا ہوں لہذا مثنوی تلاش کر کے بھیجد و حضرت رئیس العارفین نے آپ کو تلاش کرنے کا حکم دیا آپ نے تلاش کی لیکن اتفاق وقت

کہ کہیں نہ ملی تب خود آپ نے ایک ہفتہ میں مثنوی تصنیف کر کے اُنکی خدمت میں بھیجدی اور لکھ بھیجا کہ اگر مثنوی مولانائے رومی ملگئی تو وہ بھی ارسال کرونگا جبتک حضور اسی کو ملاحظہ کریں۔ اُنھوں نے آپ کو جواب میں لکھ بھیجا کہ عالم باطن میں میں نے یہی مثنوی دیکھی تھی اب مثنوی مولانائے رومی تلاش نہ کرو۔

آپ کے عرایض وخطوط بھی اُنکے نیز اوروں کے نام ہیں جو رسالہ فیوض العارفین میں میں نے لکھے ہیں۔

ایک بار آپ اپنے تصانیف دیکھ رہے تھے ایک عزیز نے نہایت حقارت سے کہا کہ تم یہ پوتھیاں کیا لکھا کرتے ہو آپ نے کہا کہ تم کو ان پوتھیوں کی قدر کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوگی اتفاقاً ایک روز گھر میں آگ لگی تمام اسباب مع اور کتابوں کے جل گیا مگر آپ کے تصانیف پر ذرا بھی آنچ نہ آئی آپ نے اُن سے کہا کہ اب ان پوتھیوں کی قدر معلوم ہوئی یا نہیں وہ اپنے اعتراض سے تائب ہوئے۔

آپ صاحب قوت و تصرف قلندرانہ تھے آپ کے چند واقعات تصرف مناقب الاصفیا سے لکھے جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک ہندو فقیر حضرت رئیس العارفین کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے کمالات بیان کرنے لگا حضرت نے اُسکی تعلی سے ناراض ہو کر کچھ سخت و سست کہا اُس نے ناراض ہو کر بقصد ایذا رسانی اُنپر سفلی عمل کیا آپ اُسوقت وہاں سے دو منزل دور پر تھے وہیں آپ کو کشف سے معلوم ہوگیا آپ نے اُسکی گردن پر گھونسہ مارا جسکے پڑتے ہی اُسکو معلوم ہوا کہ ہر طرف آگ لگی ہے اور کہیں بجز حضرت کے قرب کے بچاؤ نہیں وہ اُنکے پیچھے کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ تمہارا کوئی دوست مجھے مار ڈالنا چاہتا ہے جب اُنکو واقعہ معلوم ہوا تو اُسکا قصور معاف کر دیا پھر وہ مسلمان ہو کر مرید ہوگیا۔

نقل ایک سُنار کو کشف کا دعوے تھا اور وہ اکثر حضرت رئیس العارفین کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا ایک روز کہنے لگا کہ میں جو کتاب نقل کرتا ہوں پہلے اُسکے مصنف کی روح سے

تحقیق کر لیتا ہوں چونکہ وہ خوشنویس بھی تھا اُنھوں نے فرمایا کہ ایک دیوان حافظ مجکو لکھ دو ایک روز وہ ایک غزل غلط لکھ لایا اُنھوں نے فرمایا کہ اسی غلط نویسی پر دعوے کرتے ہو وہ خفیف و ناخوش ہو کر خاموش ہو گیا ایک روز حضرت اور آپ چاندماری کھیل رہے تھے وہ سُنار بھی اُسوقت موجود تھا اُس نے سحر سے اُنکا تیر اُنھیں کی طرف واپس کیا آپ نے اُس تیر کی طرف قہر سے دیکھا تیر جل گیا پھر سُنار کی طرف دیکھا اُسیوقت اُسکو جذام ہو گیا جب مرض بڑھا تو وہ حاضر ہوا حضرت نے اُسکی سفارش آپ کی آپ نے توجہ کی اُسکا مرض جاتا رہا پھر اُس نے مرید ہونا چاہا مگر آپ نے مرید نہ کیا چند روز کے بعد اُس نے دعوے نبوت کیا اور اُسی حالت میں مر گیا۔

آپ کا سنہ و تاریخ وفات وغیرہ معلوم نہوا۔

حضرت سید محمد آصف قلندر

آپ بچپن میں کسی بزرگ کے مرید ہو چکے تھے ایک روز ایک فقیر سے ملاقات ہوی اُس نے ایک ذکر بتایا جسکے اثر سے آپ دیر تک بیخود رہے جب وہ حالت دور ہوی تو حضرت رسالتمآب صلعم نے آپ سے خواب میں فرمایا کہ تمھارے مرشد حقیقی شاہ فتح قلندر ہیں اُن سے جاکر تعلیم حاصل کرو آپ اُن کی خدمت میں حاضر ہوے اور تعلیم پاکر مرتبہ ولایت پر پہونچے۔

آپ فرقہ ابدال سے تھے ارواح طیبہ حضرات ایمہ و اولیاء اللہ کی حضوری حاصل رہتی تھی۔

آپ فرماتے تھے کہ آنحضرت صلعم کی حضوری جناب امیر کرم اللہ وجہہ کی حضوری سے جلد میسر ہوتی ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم بمنزلہ باپ کے ہیں الرسول اب الامۃ جسوقت کسی امتی کو کچھ نقصان پہونچتا ہے تو جلد خبر لیتے ہیں اور جناب امیر محبوبین سے ہیں جبتک اولیاء اللہ اُس سلسلہ کے مدد نہ کریں وہ خبر نہیں ہوتے۔

نقل حضرت رئیس العارفین نے جب سیر و سفر اختیار کیا تو آپ کو قلندر پور میں چھوڑ دیا۔

اُسطرف کے اکثر باشندوں نے آپ کو بہت ایذا دی آپنے تنگ آکر اُنکو بد دعا دی خدا نے تعالیٰ نے اُنپر ایک دیوانہ سیار مسلط کر دیا جسکے کاٹنے سے وہ سب مر گئے۔

نقل ایک مرتبہ کسی نے آپ کو شراب پیتے دیکھا اعتراض کیا آپنے کہا کہ یہ شراب نہیں بلکہ دودھ ہے اور اُسمیں سے تھوڑا اُسکو دیا تو شیر خالص تھا۔

نقل سید عظیم الدین نظام آبادی نے دو نکاح کئے دونو بیویاں یکے بعد دیگرے مرگئیں آپنے اُن سے کہا کہ تیسرا نکاح کر دمیں اُسکی زندگی کا ضامن ہوں اُنھوں نے نکاح کیا چند روز کے بعد وہ بھی بیمار ہوئیں جب حالت زیادہ خراب ہوئی تو اُنھوں نے آپ کو اطلاع دی آپ اُسوقت حضرت رئیس العارفین کے حضور میں حاضر تھے اُن سے اجازت مانگی حضرت نے فرمایا کہ معاملہ قضا و قدر میں دخل نہ دو تامل کرو میں نے بزرگوں کی امانت تم کو اسلئے سپرد نہیں کی ہے عرض کیا کہ حضور کا ارشاد بجا ہے لیکن ایفاے وعدہ سے مجبور رہوں غرض جب نظام آباد پہونچے تو اُن کی بیوی کا انتقال ہو چکا تھا آپنے دیکھکر ایک پیالہ میں زہر منگایا اور پینا چاہا اتنے میں ایک ملامتی فقیر جو عرصہ سے وہیں رہتے تھے آئے اور آپ سے کہنے لگے کہ تم اپنے پیر کے امانت دار ہو پیالہ مجھے دو اور لیکر پی گئے اُدھر اُنکا انتقال ہوا اِدھر وہ زندہ ہو گئیں۔

نقل ایک بار شیخ کرم اللہ بن قاضی محمد غوث نظام آبادی سخت بیمار ہوے لوگوں نے عرض کیا کہ آپکے معتقد و مسترشد شیخ کرم اللہ بہت بیمار ہیں دعا کیجئے اچھے ہو جائیں فرمایا کہ میں کیا کروں اُن کی عمر ہی ختم ہو گئی پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ میں بڈھا ہوا اور بہت جی چکا اب جتنی عمر باقی ہے وہ اُسے دے دیتا ہوں یہ کہکر حجرہ میں گئے اور دروازہ بند کر لیا اور انتقال فرما گئے ایک شخص نے جو اُسوقت وہاں موجود تھا دیکھا کہ حجرہ سے ایک نور کی چادر نکلکر آسمان کی طرف گئی اُسیوقت وہ اچھے ہو گئے اور عرصہ تک زندہ رہے۔

آپ کی وفات سنہ گیارہ سو بیالیس ہجری میں ہوی قلندر پور ضلع اعظم گڈھ میں اپنے

حضرت پیر و مرشد کے قریب آپ کا مزار ہے۔

حضرت شاہ ابو محمد قلندر

آپ حضرت رئیس العارفین کے مرید و جلیل القدر خلیفہ تھے سیر و سفر میں ساتھ رہتے تھے بیشتر آپ پر سکر و استغراق طاری رہتا تھا ایک روز لوگوں نے اُن سے عرض کیا کہ حضور کے اور سب مرید تو پابند شرع ہیں لیکن میاں ابو محمد نماز نہیں پڑھتے ارشاد ہوا کہ وہ زمرۂ عشاق میں ہیں ان اللہ لایواخذ العشاق بما صدر منھم اور بیشتر محو و مستغرق رہتے ہیں فی السکار معذور ہیں کیا انکی نماز دیکھوگے عرض کیا کہ جی ہاں اُنھوں نے آپ سے نماز پڑھوائی آپ پر جو سکر طاری ہوا تو کئی روز گذر گئے حضرت نے انپر استغراق طاری ہوتے دیکھکر نیت توڑدی اور خود امام ہوکر نماز پڑھادی۔

نقل امیر سید ابراہیم سرائے میری کی بیوی بیمار ہوئیں حضرت نے آپ کو اُن کی خیریت دریافت کرنے بھیجا راستہ میں آپ کو کشف سے معلوم ہوا کہ اُنکا انتقال ہوگیا آپ نے خیال کیا کہ میں تو خیریت دریافت کرنے جاتا تھا اب حضرت سے جاکر کیا کہونگا پھر چادر اوڑھکر لیٹ گئے اور اپنی جان اُنکے عوض میں دیدی وہ اُسیوقت زندہ ہوگئیں جب یہ واقعہ حضرت کو کشف سے معلوم ہوا تو فرمایا کہ ناقص کے بدلہ کامل کو جان نہیں دینا چاہئے اس ارشاد سے آپ زندہ اور وہ بیوی مردہ ہوگئیں کچھ دیر کے بعد پھر حضرت نے فرمایا کہ ناقص کا بدلہ میں نے ناقص ہی سے کردیا یعنے بیوی کا بدلہ لونڈی سے کردیا اُسیوقت اُن کی لونڈی مرگئی اور پھر وہ زندہ ہوگئیں۔

نقل ایک شخص نے اپنی خواب کی تعبیر آپ سے پوچھی آپ نے فرمایا کہ اسکی تعبیر یہ ہے کہ فلاں فلاں مرینگے اُس نے تمسخر سے کہا کہ تیسرا کون مریگا جھلاکر فرمایا کہ تو چنانچہ وہ دو نو اور یہ شخص تینوں اُسی روز مرگئے۔

نقل ایک بار کسی سفر میں آپ حضرت کے ہمراہ تھے ایک راہب سے ملاقات ہوی اُس نے کہا کہ مجکو ہوا میں اُڑنے کی قدرت حاصل ہے آپنے کہا کہ یہ قدرت تو چیل کوّے کو بھی ہے یہ کون عمدہ بات ہے طالب عرفان و اسرار ہونا چاہیئے یہ سنکر اُسکے دل میں طلب پیدا ہوی اور وہ مسلمان ہوکر حضرت کا مرید ہوگیا۔ آپ کا سنہ وفات و تاریخ و مدفن معلوم نہوا۔

حضرت شاہ محمد امین قلندر بہاری

آپ بھی حضرت رئیس العارفین کے مرید و خلیفہ تھے حضرت نے آپ کو سورۂ اخلاص کا عمل تسخیر کیلئے بتایا تھا آپنے اُس عمل سے راجہ اکرام خاں راجہ اعظم گڈہ اور اُن کے بھای بابو مہابت خاں کو مسخر کیا اور وہ آپکے مرید ہوے بابو مہابت خاں اگرچہ امیر سید محمد یافث محمد آبادی کا مرید تھا لیکن خلوص و اعتقاد حضرات قلندران عظام سے بہت تھا اور اُس نے اذکار و اشغال کی تعلیم بھی آپ سے اور حضرت شاہ الہدیہ احمد قلندر لاہر پوری و حضرت شاہ پیر محمد قلندر سے پای تھی۔

نقل جب آپ راجہ اکرام خاں سے ناخوش ہوکر دہلی گئے تو وہاں قطب الملک نواب سید عبداللہ خاں اور اُسکے بھای امیر الامرا نواب سید حسین علی خاں ہفت ہزاری آپ کے معتقد ہوے اور حسب مرضی آپکے اُنھوں نے یہ کوشش کی کہ تمام سرکار جونپور مع پرگنہ جات خانقاہ قلندرپور کے مصارف کیلئے وقف کردیجاے اور دہلی سے حضرت رئیس العارفین کے روضہ کیلئے سنگ مرمر بھیجنا چاہتے تھے مگر غیب سے ممانعت ہوگئی تب آپ نے ارادہ موقوف کرکے سیر و سفر کیلئے چل کھڑے ہوے اور بغداد وغیرہ ہوتے ہوے مدینہ منورہ پہونچے اور وہیں وفات پای لوگوں نے لاعلمی سے آپ کو ایک ویرانہ میں دفن کردیا اسی روز وہاں کے ایک بزرگ نے خواب میں آنحضرت صلعم کو یہ ارشاد فرماتے دیکھا کہ یہ فقیر ولی ہند تھا اسکو وہاں کیوں دفن کیا تب اُنھوں نے آپ کی نعش وہاں سے لاکر جنت البقیع میں دفن کی۔

حضرت امیر سید ظہیر الدین محمد

آپ حضرت سید علی قوام شاہ عاشقاں سرائے میری کی اولاد میں تھے اور حضرت ابو البرکات امیر سید محمد مکی حسینی ترمذی خلیفہ حضرت رئیس العارفین کے مرید و خلیفہ تھے اور بلا واسطہ بھی آپ خلیفہ تھے آپنے ایک بار اپنے یہاں تولد فرزند کی بشارت پائی جب عرصہ گذر گیا اور لڑکا نہوا تو حضرت سے عرض کیا اُنھوں نے فرمایا کہ میں حضرت شاہ عاشقاں سے دریافت کرونگا بعد دریافت فرمایا کہ خود تمہارے کوئی پسر صلبی نہوگا سید خدا بخش ابن سید غلام حسن کو اپنا لڑکا بنالو چنانچہ آپ نے اُنکو پرورش کیا اور اُن سے فرمایا کہ حضرت شاہ پیر محمد قلندر اور حضرت شاہ الہدیہ احمد قلندر تمہاری تعلیم کرینگے آپکے بعد اُنھوں نے حضرت شاہ عاشقاں سے رجوع کی وہاں سے حکم ہوا کہ بیعت شاہ پیر محمد سے کرو اور تعلیم شاہ الہدیہ احمد قلندر کرینگے۔ آپ کا سنہ وفات ومدفن معلوم نہ ہوا۔

حضرت شاہ نصیب قلندر

آپ بھی حضرت رئیس العارفین کے مرید و خلیفہ تھے آپ کا کشف کونی اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ بلا تامل بروجہ قلبی ہزار کوس تک دیکھ لیتے تھے ایکروز حضرت کسی مرید کو کوئی ذکر بتلاتے تھے آپنے دیکھا اور کئی بار عرض کیا کہ فلاں رکن ذکر اسطرح نہیں اسطرح ہے پہلے تو وہ خاموش رہے پھر جلا کر فرمایا کہ چپ رہ اُسیوقت سے آپ کا کشف کونی جاتا رہا لیکن بعد عفو تقصیر عرفاں باقی رہا۔

حضرت شاہ ابو القاسم قلندر

آپ بھی حضرت رئیس العارفین کے جلیل القدر خلیفہ تھے جب آپکا وقت وصال

قریب ہوا تو حضرت عیادت کو تشریف لیگئے اور فرمایا کہ اپنے حال و مقام سے اطلاع دو عرض کیا کہ یہ اسکا وقت نہیں حضور خود ساتھ چلکر ملاحظہ فرمالیں پھر حضرت اور آپ کی روحوں نے طیران کیا یہاں تک کہ چوتھے آسمان پر پہونچے دیکھا کہ کبیر داس بیٹھے اپنے بھجن گا رہے ہیں حضرت نے اُن سے اُنکے اشعار کے معانے پوچھے اُنھوں نے بیان کئے پھر حضرت نے آپ سے فرمایا کہ سیر سمٰوات سے فراغت کرنا چاہئے آپ نے فرمایا کہ میری عمر تو ختم ہوگئی ہیں تو اب واپس نہیں جاؤنگا آپ تشریف لیجائیں ۔

حضرت شاہ بہاء الحق قلندر

آپ حضرت شاہ الہدیہ احمد قلندر کے خالہ زاد بھائی اور حضرت رئیس العارفین کے مرید و خلیفہ اور عارف کامل تھے استغراق اکثر طاری رہتا تھا علم و تقویٰ بھی مزاج میں بہت تھا ایک بار کسی نے آپ کو گالیاں دیں ہر گالی پر آپ فرماتے تھے کہ یہ تو میرا نام ہے تم کو کس نے بتا دیا۔ ایک بار کسی نے آپ کا تقویٰ آزمانے کیلئے دو کسبیوں کو آپ کے پاس سُلا دیا مگر آپ کو بالکل خواہش نفسانی نہوی۔ آپ ناچ رنگ دیکھنے کے بھی شائق تھے لیکن حضرت بایزید بسطامی کی طرح خدا نے لڑکوں اور عورتوں کو آپ کی نظر میں جمادات کی طرح کر دیا تھا کہ مطلق خیال نفسانی نہیں آتا تھا۔

حضرت امیر سید ابراہیم

آپ حضرت شاہ عاشقاں سرائے میری کے نواسوں میں سے تھے اگرچہ اپنے والد کے مرید تھے مگر تعلیم و تربیت و اجازت و خلافت حضرت رئیس العارفین سے پائی تھی ایک حجرہ خام خود اپنے ہاتھ سے حضرت کیلئے بنایا تھا اور ہر سال کچھ نہ کچھ بطور نذر اُنکے حضور میں پیش کرتے تھے ایک مرتبہ حجرہ درست کرنے کو دھنیاں منگائیں وہ چھوٹی پڑیں

ٹہنیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ درخت میں تو تم کو نمو تھا اب کیوں نہیں بڑھ جاتی ہو اسیوقت ٹہنیاں حسب ضرورت بڑھ گئیں۔

حضرت امیر سید محمد مکی

آپ کی کنیت ابو البرکات تھی اپنے والد امیر شاہ ابو الحسن کے مرید و خلیفہ تھے اور وہ اپنے والد امیر سید عبد الحفیظ کے اور وہ اپنے والد حضرت امیر سید محمود علی کے اور وہ اپنے والد حضرت سید علی قوام شاہ عاشقاں کے مرید و خلیفہ تھے مگر آپ کو اجازت و خلافت حضرت رئیس العارفین سے بھی تھی آپ ہی کے بیٹے امیر سید غلام حسن تھے جو مرید تو اپنے بھائی امیر نور الدین علی کے تھے مگر مجاز و خلیفہ حضرت رئیس العارفین کے تھے انکا عرف امیر سید بہاون تھا۔

حضرت امیر سید محمد عوض

ساکن موضع نیک آمدی پور۔ آپ حضرت رئیس العارفین کے داماد بھی تھے جس روز مرید ہوئے حضرت نے حاضرین سے فرمایا کہ اس نے اسیوقت پیرنا سیکھا اور اسی وقت دریا سے پار بھی ہو گیا آپ نے اگرچہ صرف گلستاں پڑھی تھی مگر باایںہمہ صاحب تصانیف فارسی اور ہندی میں تھے۔

حضرت شاہ سیف اللہ چریاکوٹی

آپ بھی حضرت رئیس العارفین کے مرید و خلیفہ و عارف کامل تھے بر قلب حضرت عیسٰے علیہ السلام حضرت نظامی گنجوی سے بھی اویسی فیض تھا ایک ذکر سلسلہ شطاریہ کا آپ نے حضرت شاہ عبد الرزاق بانسوی سے اور انھوں نے حضرت شاہ دوست محمد سے اور انھوں نے حضرت شاہ عاشقاں سے حاصل کیا اور اسکی اجازت بحکم غیبی امیر سید خدا بخش کو دی۔

حضرت شاہ محمد صالح قلندر

آپ بھی حضرت رئیس العارفین کے مرید وخلیفہ تھے مشائخ ہمعصر سے مجاہدہ و ریاضت میں بڑھے ہوے تھے محمد شاہ بادشاہ دہلی کو آپ سے عقیدت تھی وزیر آباد متصل دہلی میں آپ کا تکیہ تھا مزار بھی وہیں ہے آپ کے بعد حضرت شاہ محمد غوث آپکے صاحبزادہ جانشین ہوے

حضرت سید شاہ غلام قلندر

نسباً سید تھے آپ کو سلسلہ عالیہ قلندریہ میں حضرت رئیس العارفین سے بیعت تھی اور اجازت و خلافت بھی فرخ سیر شاہ دہلی آپ کا معتقد تھا لنگر اور مصارف فقرا کیلئے اس نے پانچ گانوں نذر کئے تھے وہ آپ کی اولاد کے قبضہ میں رہے آپ نے عمر دراز پائی عہد نواب دوندیا خاں تک زندہ تھے ماہ جمادی الاخر میں وفات ہوی مگر سنہ معلوم نہوا شہر مراد آباد محلہ قانون گویاں میں مزار ہے۔

حضرت شاہ شیر علی قلندر

مرید وخلیفہ حضرت شاہ نظیر محمد قلندر جنکا سلسلہ کئی واسطہ سے حضرت رئیس العارفین کو پہونچتا ہے آپ سادات دہلی سے تھے ابتدا میں لشکر شاہی میں ملازم رہے پھر اسکو چھوڑ کر متوکلانہ لکھنؤ میں عمر بسر کی اور ریاضات و مجاہدات شاقہ میں مشغول رہے حقائق آگاہی و تصوف دانی میں بے نظیر تھے عمر بھی بہت پائی آپ کی بیوی بھی عارفہ کاملہ تھیں انھوں نے مراد آباد میں عمر بسر کی مگر آخر عمر میں لکھنؤ آکر وفات پائی اور آپ کے دائرہ میں دفن ہویں۔ آپ کی وفات ماہ رجب سنہ بارہ سو ایک میں ہوی روز وصال آپ اپنے دوستوں سے رخصت ہونے گئے جب واپس آئے تو ایک میراثن سے جو عیادت کو آئی تھی گانے کی

فرمایش کی اُس نے گانا شروع کیا آپنے نعرہ مارا اور انتقال کیا آپ کا مزار لکھنؤ میں ہے۔

حضرت شاہ ریاض الدین قلندرؒ

آپ کا ذکر کسی کتاب میں نہیں اور نہ یہ معلوم کہ آپ کس خاندان سے تھے آپ کے متعلق حضرت مرشدی و مولای مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ بہت بڑے بزرگ صاحب ارشاد سلسلہ قلندریہ سے تھے انکا سلسلہ کئی واسطوں سے حضرت رئیس العارفین کو پہونچتا ہے انکے دو غلام تھے دونو کو بہت عزیز رکھتے تھے خصوصًا چھوٹے کو اور اُسکی پیٹھ سہلا کر فرماتے کہ تیری وجہ سے مجھے درجہ شہادت نصیب ہوگا اتفاق یہ ہوا کہ حج کو تشریف لیگئے دونو غلام ساتھ تھے بمبی پہونچکر اُن دونو کے دل میں خیال آیا کہ میاں کے پاس روپیہ ہے انکو ختم کر کے روپیہ لیکر چلدینا چاہیئے اسی لالچ و شامت میں چھوٹے نے آپ کو شہید کر ڈالا اس واقعہ کے ایک عرصہ کے بعد محلہ کے ایک شخص نے آپ کو خواب میں دیکھا آپنے اُس سے پورا واقعہ بیان کر کے فرمایا کہ ہماری تاریخ شہادت یکم شوال ہے اور قبر بمبی میں ہے ہمارا فاتحہ گڑ اور چنوں پر کیا کرو چنانچہ ہر سال عید الفطر کے روز محلہ چودھری محلہ قصبہ کاکوری میں فاتحہ ہوتا ہے۔

نفحہ دہم

ذکر حضرت قطب العارفین غوث العالمین شاہ علاء الدین عرف شاہ الہدیہ احمد قلندر لاہرپوری

جب حضرت سید العرفا لاہرپوری کی وفات ہونے لگی تو اعزہ نے روکر عرض کیا کہ افسوس آپ کے کوی لڑکا نہیں جو جانشین ہو اُنھوں نے اپنے بھای حضرت شاہ یٰسین قلندر سے فرمایا کہ خدا نے میری قسمت میں ایک لڑکا لکھا تھا وہ میں نے تم کو دیا اور اپنا ہاتھ اُن کی پشت پر رکھکر فرمایا کہ اُسکا نام الہدیہ احمد رکھنا اور وہ شاہ فتح قلندر کا مرید ہوگا۔

اور ایک روایت یہ ہے کہ خود آپ کے والد نے اُن سے اپنی تمنا ظاہر کرکے دعا چاہی جس پر اُنھوں نے فرمایا کہ تمھاری قسمت میں لڑکا نہیں ہے البتہ میری تقدیر میں ہے وہ میں تم کو دیتا ہوں اور بحر زخار میں ہے کہ درعین حیات خود روزے آنحضرت برادر خورد خود را فرمود کہ بہ پشت خود فرزندے دارم و وجود آں از پشت تو معین است و جانشینی من بہ او مقرر است پشت خود را بہ پشت برادر مالید بعد چندے شاہ الہدیہ احمد بن الیٰسین متولد شد چوں دو نیم سالہ شد سائر امانت پیراں و خرقہ خلافت بدو عطا نمودہ شاہ محبا وفات کرد۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اُنکے سامنے ڈھائی برس کے ہو چکے تھے اور اجازت و خلافت بھی آپ کو اُن سے تھی مگر نسب نامہ حضرت سید العرفا و مناقب الاصفیا و فصول مسعودیہ و اصول المقصود سب میں یہی ہے کہ آپ بعد وصال حضرت سید العرفا پیدا ہوے۔

جب آپ سن تمیز کو پہونچے تو دوران طالب علمی ہی سے تلاش مرشد شروع کردی مگر عجب اتفاق تھا کہ جس درویش کے پاس جاتے یا تو اُسکا انتقال ہوجاتا یا اُس سے لڑائی ہوجاتی

جب کئی جگہ ایسا ہوا تو لوگوں نے حضرت سید العرفا کا ارشاد آپ سے بیان کیا تب آپ حضرت رئیس العارفین کے جاکر مرید ہوے اور تعلیم پاکر اجازت وخلافت پائی۔

آپ قطب وقت تھے ایک روز حضرت رئیس العارفین نے حضرت شاہ بہار الحق قلندر خیر آبادی سے فرمایا کہ تم کو مبارک ہو اسوقت حضرت رسالتمآب صلعم وجناب امیر کرم اللہ وجہہ کے یہاں سے تمہارے بھائی شاہ الہدیہ احمد کو خلعت قطبیت عطا ہوا ہے اُسوقت آپ وہاں نہیں تھے۔

قطب زماں امیر ظہیر الدین کی جب وفات ہونے لگی تو امیر خدا بخش نے عرض کیا کہ میرے لیے کیا حکم ہے اُنھوں نے کہا کہ میرے بعد تم حضرت شاہ الہدیہ احمد قلندر وحضرت شاہ پیر محمد قلندر کی خدمت میں جانا اور پہلے کو غوث اور دوسرے کو قطب سمجھنا چنانچہ وہ حضرت شاہ پیر محمد قلندر کے مرید اور آپ کے خلیفہ ہوے اکثر وہ کہا کرتے تھے کہ جیسا میں نے حضرت جنید وشبلی کو سنا تھا ویسا ہی آپ کو دیکھا اور پایا اور میں نے جناب امیر کرم اللہ وجہہ سے آپ کے سخنان حقایق ومعارف کی تصدیق چاہی تو اُنھوں نے تصدیق فرمائی۔

آپ فاضل اجل اور نہایت متبع شریعت تھے آپ کے تصنیفات سے ایک رسالہ مرآۃ القلندریہ ہے جسکی شرح آپ کے صاحبزادہ حضرت شاہ عبد الرحمٰن قلندر ثانی نے موسومہ بہ مصقلۃ الاولیا لکھی اور دوسرا رسالہ اسرار احمدی ہے جسمیں آپ نے چند احادیث نبوی کے حقایق ومعارف بیان فرمائے ہیں اسکی شرح آپ کے خلیفہ حضرت سید الہدیہ ہرگامی نے لکھی۔

آپ کو جناب باری عز اسمہ کے ننانوے ناموں سے تخلق تھا مناقب الاصفیا میں ہے کہ حضرت کلید عرفاں فرماتے تھے کہ مجھکو ایک ذکر کے رکن میں شک ہوا دل میں خیال آیا کہ اگر پیر ومرشد قلندر برحق ہیں تو مجھکو بُلاکر خود ذکر بتاکر شک رفع کردینگے حالانکہ اُن دنوں آپ کو بواسیری تکلیف زیادہ تھی جیسے ہی یہ خطرہ آیا آپ نے ایک آدمی بھیجا کہ محمد وارث وعبد الباسط کو

بلا لاو جب ہم حاضر ہوے تو اُسوقت آپ ہی ذکر کر رہے تھے جس میں مجھ کو شک تھا دیکھتے ہی رفع ہو گیا۔

نقل حضرت کلید عرفاں کے زمانہ طالب علمی میں آپ الہ آباد تشریف لیگئے اور سید خاصہ کی سرائے میں اُترے حضرت شاہ محمد ماہ قلندر روزانہ آپسے ملنے شاہ غلام محی الدین کے دایرہ سے جاتے تھے چالیس روز کے بعد آپ نے دہلی کا قصد کیا اور اُنکو بھی ساتھ لیا جب کڑہ مانکپور پہونچے تو اُنھوں نے مراقبہ سے آپ کے آئندہ حالات دریافت کئے معلوم ہوا کہ فرخ سیر بادشاہ آپ کی ملاقات کو کئی بار آے گا آخر آپسمیں ناخوشی ہو جاے گی یہ دیکھ کر اُنھوں نے آپسے کہا کہ میرے جانے سے کوئی فائدہ نہیں مجکو اجازت دیجئے تاکہ میں جا کر عبدالباسط کو آپ کی طرف سے تعلیم کروں آپ نے اُنکو الہ آباد رخصت کر دیا اور خود دہلی چلے گئے وہاں بادشاہ نہایت عقیدت و خلوص سے کئی بار آپسے ملنے آیا ایک روز جو آیا تو آپ اُسوقت مراقب تھے خدام نے خاص وقت سمجھ کر اُسکی آمد کی خبر کی آپنے متنغص ہو کر بلایا اور فرمایا کہ میں بھی عجب شامتی ہوں جو تم سے ملنے آیا حالانکہ میرے کوئی بزرگ کسی بادشاہ سے ملنے نہیں گئے بادشاہ رنجیدہ ہو کر اُٹھ گیا اور دو تین روز نہ آیا خدام نے عرض کیا کہ حضور کا بادشاہ سے ایسا فرمانا اچھا نہ ہوا آپنے فرمایا کہ شاہ محمد ماہ قلندر نے جو کہا تھا وہ ہوا میں مجبور ہوں پھر غصہ سے فرمایا کہ بادشاہ ہے کہاں جو آے ابھی میں نے لوح محفوظ میں دیکھا کہ وہ قید ہو کر مر گیا اب یہاں ٹھہرنا بہتر نہیں اُسیوقت دہلی سے لاہرپور روانہ ہو گئے فرید آباد تک پہونچے تھے کہ اُسکے قید ہو جانے کی خبر ملی۔

نقل جب دوبارہ آپ دہلی گئے تو چند روز رہکر فرمایا کہ اخیر وقت آ پہونچا مکان چلنا چاہیے چنانچہ واپس ہوے راستہ میں فرید آباد میں وفات پائی وہاں سے آپ کی نعش لاہرپور لا کر حضرت سید العرفا کے برابر دفن کیگئی کیونکہ حضرت حاجی صفت اللہ محدث خیرآبادی نے خواب میں دیکھا تھا کہ آپ حضرت سید العرفا کی گود میں لیٹے ہوے ہیں۔

آپ کی وفات بائیس ماہ ذیحجہ روز دوشنبہ سنہ گیارہ سو سینتالیس ہجری میں ہوی تاریخ وصال از مولانا عبدالقادر باسطی سے

شاہ الہدیہ احمد سیرت	وارث مرتبۂ قاب دو قوس
بہر سال سفر آنحضرت	خواں زقراں یرثون الفردوس

آپکے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں جو سید غلام رسول ہرگامی آپ کے بھانجہ کو بیاہی گئیں۔

آپ کے خلفا علاوہ تینوں صاحبزادوں بیٹے حضرت شاہ عبدالرحمن قلندر ثانی و حضرت شاہ امین الدین قلندر و حضرت شاہ غلام مجتبیٰ قلندر کے یہ حضرات تھے۔ حضرت کلید عرفاں سیدنا شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی۔ حضرت شاہ عاشق انور قلندر خیرآبادی ملا سید عصمت اللہ ہرگامی شاہ عزت اللہ بہاری مولوی محمد مقیم معروف بہ رومی ثانی دہلوی۔ قاضی مبارک گوپاموی شارح سلم و محشی زواہد ثلاثہ۔ شاہ عبدالواحد قلندر۔ میر سید مراد رسول۔ شاہ محمد معظم۔ امیر شاہ ضیاء اللہ تارک۔ میر سید احمد عرف سید الہدیہ ہرگامی۔ سید حسین علی خواہرزادہ آنحضرت مولوی عبدالغفور الہ آبادی۔ شاہ محمد حسن قدوای۔ شاہ محمد ظریف قدوای۔ شیر علیخاں کنتوری۔ شاہ عزیز اللہ دہلوی۔ ملا نظام الدین دیوی مولوی اکرام اللہ خاں بھاگلپوری۔ شاہ ولی اللہ از فرزندان خواجہ باقی باللہ دہلوی شاہ رحیم اللہ بریلوی جنکے خلیفہ شاہ مراد اللہ ہوے۔

سید عصمت اللہ ہرگامی

ابن مفتی سید غلام احمد خلیفہ حضرت شاہ یٰسین قلندر ابن مفتی سید معزالدین۔ آپ کی ولادت سنہ گیارہ سو دو میں ہوی آپ کو تلمذ اپنے والد اور سید الہدیہ اپنے یک جدی چچا سے تھا آپ کو بیعت حضرت غوث العالمین ہی سے تھی آپ کی وفات اُنتیس رجب سنہ بارہ سو آٹھ میں ہوی آپ کی قبر شاہ عطاء اللہ صاحب ولایت ہرگام کے جوار میں اپنے جد کے مزار کے متصل ہے

کتاب عصمت عربی علم حساب میں آپ کی تصنیف ہے علاوہ اسکے شافیہ و کافیہ پر حواشی و تعلیقات لکھے جو غیر مدون رہے اور ضایع ہو گئے۔

حضرت شاہ ضیاء اللہ

فرخ سیر شاہ دہلی کے مقرب امراء میں تھے جب وہ قید ہو گیا تو گردش زمانہ سے متاثر ہو کر ترک علایق کرکے دہلی سے مرشد آباد گئے اور بزرگوں سے ملتے ہوئے لاہر پور پہونچے اور حضرت غوث العالمین سے بیعت کی اور دو ماہ رہکر تعلیم پای ایک روز عرض کیا کہ پہلے میرا ارادہ حرمین شریفین جانے کا تھا مگر اب ضرورت معلوم نہیں ہوتی جسقدر حضور نے نوازش فرمای اُسیقدر دربار رسالت سے ہوتی میں مشیخت کا طالب نہیں خدا کا طالب ہوں آپ نے حسب مراد مجکو عنایت ہی فرمادیا پھر خرقہ خلافت پاکر رخصت ہوے اور سورت میں جاکر مقیم ہوے اور اپنے ایک فقیر شاہ شرف کو جو بہت قوی التصرف تھے ایران میں تسخیر خلق کیلئے بھیجدیا اُنھوں نے مقام آتشگاہ متصل ایران تکیہ بنایا۔ آپ کا سنہ وفات و تاریخ و تفصیلی حالات معلوم نہوسے۔

حضرت شاہ عبد الواحد قلندر

آپ کی ولادت سنہ گیارہ سو پندرہ میں ہوی درویشی میں نہایت رفیع القدر زہد و ورع و فقر و فنا میں ممتاز زمانہ تھے محمد فاضل قدوای نے آپ کو اپنا لڑکا بنایا تھا جب جوان ہوے اور جاذبہ حق شامل حال ہوا تو حضرت غوث العالمین کے مرید ہو کر ریاضات و مجاہدات میں مشغول ہوے پھر اپنے والد کے ساتھ دہلی گئے اور وہاں سے حرمین شریفین و نجف اشرف و کربلا معلّٰے کی زیارت کرکے دہلی واپس آئے دو سال قبل جنگ نادرشاہی سے آپ فرماتے تھے کہ فوج قاہرہ آرہی ہے مگر سب کی آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑے تھے کسی کو یقین نہوا

جب نادر شاہ آیا اور دہلی تباہ ہوئی تب آپ کے ارشاد کی تصدیق ہوئی اسیطرح جب احمد شاہ ابدالی دکھنیوں سے لڑائی میں مصروف تھا ایک روز آپ نے لکھنؤ میں جوش میں آکر کہنا شروع کیا کہ مسلمانوں نے بھی خوب مارا اور خوب لڑے بعد چند روز احمد شاہ کے فتح کی خبر ہوئی۔ آپ کی وفات بعمر ستر سال پانچ رجب سنہ گیارہ سو پچاسی میں ہوئی قبر حضرت شاہ پیر محمد لکھنوی کے دائرہ میں ہے۔

حضرت سید احمد عرف سید الہدیٰ ہرگامی

ابن سید مسعود بن ملا محمد شفیع سنہ ایک ہزار چورانوے میں پیدا ہوئے اپنے چچا ملا سید معزالدین کے شاگرد تھے اور اویسی تلمذ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے بھی تھا رسالہ نادرالبیان نحو میں اور باہر البرہان علم صرف و عروض میں اور رسالہ حسابا بیسرا حساب میں اور وجیز مع شرح فرائض میں اور شرح رسالہ اسرار احمدی آپکے مصنفہ ہیں۔ سید نعمت اللہ آپ کے بیٹے اور حضرت شاہ امین الدین قلندر آپ کے شاگرد تھے آپ نے دہلی میں اُنیس شوال سنہ گیارہ سو پچپن ہجری میں وفات پائی اور بقول صاحب رسالہ سیر العلماء شوال سنہ گیارہ سو چہتر میں بمقام ہرگام وفات پائی مولانا فضل امام خیرآبادی اپنی کتاب آمدنامہ میں آپ کے متعلق لکھتے ہیں کہ سید الہدیٰ ہرگامی در علم وفضل نظیر نداشت در علم لغت و دیگر علوم سرآمد روزگار بود از تصانیف او نادرالبیان است در نحو کہ بشاگردے سبقاً سبقاً از ظہر قلب بے مراجعت بکتب نوشتہ سیاد و فاتحہ آن کتاب اینست الحمد للہ الذی جعل الکلمۃ لفظا وضم معنی الایمان لتعلا یسند بہ فعل الی اسم الکفر وحرف العصیان وحسابا بیسرا است در علم حساب کہ اکثر مسائل را حاوی است و وجیز است در فرایض و قاموس اللغۃ را در فارسی ترجمہ کرد و نام خود دراں نہ نگاشتہ۔

حضرت قاضی مبارک گوپاموی

شارح سلم و زواہد ثلاثہ ابن قاضی محمد دائم بن قاضی عبدالحق بن قاضی عبدالحلیم بن قاضی مبارک ثانی (مرید و خلیفہ حضرت بندگی نظام الدین امیٹھوی) بن قاضی شہاب الدین بن قاضی علاء الدین بن قاضی حاتم بن قاضی کبیر بن خواجہ قاضی مبارک اول معروف بقاضی مبارک اولیا (مرید و خلیفہ حضرت سلطان نظام الدین اولیا) آپ نسباً فاروقی تھے ملا قطب الدین گوپاموی سے ابتدائی کتابیں پڑھیں اور بعض کتابیں حضرت حاجی صفت اللہ محدث خیرآبادی سے پڑھیں اور طویل سفر کرکے میر زاہد ہروی شارح مواقف سے فراغت علوم عقلیات تسے کی ملا وجیہ الدین گوپاموی جامع ربع فتاوے عالمگیری کے بھی شاگرد تھے پھر دہلی میں اقامت فرما کر درس و تدریس میں مشغول ہوئے آپ کو دہلی والے امام اعظم ثانی کہتے تھے رسالہ آمدنامہ مولانا فضل امام خیرآبادی میں ہے کہ قاضی مبارک ذہن رسا و طبیعت عالی داشت و درامور عامہ وافی مشہور بودہ اول کسیکہ حاشیہ میر زاہد نوشت و سلم را شرح کرد او بود و تتبع طرز میر باقر داماد است و عبارت شرح سلم پیروی میر اختیار کردہ۔ اس سلم کی کثیر التعداد علماء نے بھی حواشی و شروح لکھے ہیں جنہیں سے ابو البرکات مولوی تراب علی لکھنوی و ملا محمد احسن بن حافظ دراز پشاوری و مولوی عبدالحکیم نبیرہ ملا بحر العلوم لکھنوی و قاضی میر جمال کابلی و مولوی نور الاسلام و ملا محمد یوسف فرنگی محلی و مولوی فضل حق خیرآبادی و مولوی عبدالحق بھوپالی کے شروح و حواشی مشہور ہیں۔ مولوی محمد علی بدایونی حکیم سید امام الدین رہتکی مولوی محمد میران کشمیری متخلص بہ فرحت ملا انور محمد کشمیری قاضی محمد امیر آپ کے صاحبزادہ آپ کے ارشد تلامذہ میں تھے حضرت شیخ محمد اکرم مصنف اقتباس الانوار بن شاہ محمد علی بن شاہ اللہ بخش صابری چشتی کے مرید تھے اور اجازت و خلافت آپ کو حضرت غوث العالمین سے تھی آپ اُن علماء میں تھے جن پر ہندوستان کو ناز تھا آپ نے شرح سلم کے علاوہ میر زاہد شرح مواقف و میر زاہد ملا جلال پر بھی حواشی لکھے

اور بہت سے رسائل مختلف تصنیف کئے پانچ شوال سنہ گیارہ سو باسٹھ میں بعہد احمد شاہ بادشاہ وفات پائی اور گوپامؤ میں اپنے دادا کے مدرسہ میں دفن ہوئے۔

شاہ رحیم اللہ بریلوی

حضرت شاہ عبد الرحمن قلندر ثانی نے اپنی ایک تحریر میں انکے متعلق لکھا ہے کہ از روزیکہ از شکم مادر پیدا شدند تا انوقت کہ نود سال کم وبیش عمر است ہموں سال بچگی است یعنی تجرد وتفرد شان ہمیں قسم است تمام ملک میداند و آزاد و متوکل محض و سوائے نماز پنجگانہ اعمال اوشان بروقت او شان غالب اند و صاحب معارف اند و کشف کونی ہم از ایشاں بسیار بوقوع آمدہ لیکن علم ظاہر ندارند و گفت و شنود کم و حوصلہ نمایش مطلق نہ خود بذات خود جمیع اوصاف موصوف تا ایں سال یعنی سنہ یک ہزار و یک صد و ہشتاد و شش در حیات اند۔ اس سے زائد حال معلوم نہوا۔

حضرت حجۃ العارفین شاہ عبد الرحمن قلندر

آپ کی ولادت تقریباً سنہ گیارہ سو سترہ ہجری میں ہوئی سات سال کی عمر سے تحصیل علم شروع کی آخر جملہ علوم میں طاق ہوگئے بچپن ہی سے آپ کے بزرگوں کی ارواح طیبہ آپ پر متوجہ تھیں حضرت غوث العالمین نے اپنی بعض تحریرات میں لکھا ہے کہ ایک روز میرا ارادہ ہوا کہ بزرگوں کے ملبوسات میں سے حضرت قطب جہاں کا لباس اپنے لئے قطع کرادوں ہرچند درزی تلاش کرایا مگر اسوقت کوئی نہ ملا حالانکہ لاہرپور میں پچاس درزی رہتے تھے شب کو خواب میں حضرت قطب جہاں نے فرمایا کہ میں نے یہ دونوں لباس تمھارے بیٹے عبد الرحمن کیلئے رکھ چھوڑے ہیں یہ واقعہ میں نے اکثر دوستوں سے بیان کردیا ہے تاکہ وہ برخوردار عبد الرحمن سے کہدیں کہ انپر حضرت قطب جہاں اسقدر متوجہ ہیں۔

حضرت کلید عرفاں باوجود غلبہ حال وجلالت شان آپ کا بہت ادب کرتے تھے جب وہ آپکو اپنے یہاں لیگئے اور آپ وہاں ایک سال رہے تو انکا معمول تھا کہ صبح کو دولت خانہ سے آکر اولاً آپ کو سلام کرتے تھے اور قلندر صاحب کہتے تھے اور سلپنے صاحبزادہ حضرت قطب الوقت اور بی بی صاحبہ اور دو صاحبزادیوں و بھتیجہ و داماد حضرت شاہ مظفر علی قلندر کو مرید کرایا۔

آپ کی ذات حضرت غوث العالمین کے کمالات کا نمونہ تھی آپ انکی وفات کے بعد اکادن سال رونق افروز سجادہ آبائی رہے اور بہتوں کو فیوض باطنی سے مالا مال کیا اکثر علماء و فضلا آپ کے حلقہ بگوش تھے حقایق و معارف حضرت سید العرفا کیطرح بیان کرتے تھے۔

آپ کے مصنفہ دو رسالے ہیں اول مصقلۃ الاولیا فی شرح مرآۃ القلندریہ جو آپ نے حضرت قطب الوقت کیلئے تحریر فرمایا یہ رسالہ حضرت شاہ محمد اسمٰعیل قلندر لاہرپوری نے چھپوایا تھا مگر بہت غلط تھا بوجہ اسکے غلط ہونے کے میں نے حسب فرمایش حضرت شاہ ولایت احمد صاحب سجادہ نشین حال آستانہ لاہرپور اسکی تصحیح کی اور ترجمہ اُردو میں مع حواشی کے کیا۔

دوم شہود المقربین جو میر محمد بخش جوراسی اپنے خلیفہ کی تعلیم کیلئے آپنے لکھا اس میں اوراد و اشغال و اذکار کا بیان ہے اسکا ترجمہ اُردو بھی میں نے کیا ہے۔

انکے علاوہ آپکا ایک مکتوب مختصر رسالہ کے برابر حضرت قطب الوقت کے نام بیان معانی کلام اہل اللہ و طریقہ سلوک وغیرہ میں ہے یہ مکتوب فیوض العارفین مولفہ فقیر میں چھپ چکا ہے۔

آپ کی وفات بعمر بیاسی سال پچیس محرم روز پنجشنبہ سنہ گیارہ سو ننانوے میں ہوی

تاریخ وفات از مولوی شریف الدین مرحوم کاکوروی سہ

عبدالرحمن چو رفت از خلق	شد ماتم او ز عرش تا فرش
چو عبد فنا شدہ برحمن	گفتم ھو استوی علی العرش
	۱۱۹۹

آپ کا مزار مابین صحن مسجد و روضہ حضرت سید العرفا ہے آپ کے خلفا و مجاز یہ حضرات تھے حضرت قطب الوقت سیدنا شاہ مسعود علی قلندر الہ آبادی حضرت شاہ سلطان مہدی قلندر حضرت

شاہ عبداللہ قلندر حضرت شاہ عبداللطیف قلندر مولوی سید محمد حامد ہرگامی بن سید عصمت اللہ شاہ فضل قلندر خیرآبادی شاہ مظہر کل قلندر میر مخدوم بخش جوراسی شاہ غلام بندگی قدوائی شاہ فضل علی ہرگامی ابن سید صدر جہاں ولد سید عضدالدین آپ کا ایک رسالہ بھی ہے مسمے بمراقبۃ الوجود شاہ رحم قلندر ساکن بھانی جنکے خلیفہ سید غلام حسین ساکن بھانی ہوئے شاہ کڑک مجذوب سید شاہ عبدالحکیم لاہرپوری انکے خلیفہ انکے صاحبزادہ سید امیر اللہ شاہ قادری نقشبندی ہوئے۔

حضرت شاہ سلطان مہدی قلندر

خلف و خلیفہ جانشین حضرت حجۃ العارفین آپ کی ولادت سنہ گیارہ سو اکاون ہجری میں ہوئی آپ صفات و حالات میں اپنے والد کے قدم بقدم تھے ترجمہ نا تمام رسالہ مرآۃ العارفین آپ کی یادگار رہے عرصہ تک ارشاد و تلقین فرماکر بارہ جمادی الاخر سنہ بارہ سو چودہ ہجری میں بعمر ترسٹھ سال وفات پائی آپ کا مزار حضرت حجۃ العارفین کے پائیں ہے۔

آپ کے خلفاء یہ حضرات ہوئے حضرت شاہ مظفر علی قلندر نبیرہ حضرت سید شاہ محمد وارث قلندر رالہ آبادی شاہ غلام علی شاہ نجف علی شاہ کرم علی شاہ غلام حیدر قلندر از اولاد حضرت رئیس العارفین شیخ رکن الدین شیخ غلام پیر ساکن نیگو ضلع جونپور شاہ تصور حسین ساکن ماہل شاہ سلطان علی لاہرپوری۔

آپ کے بعد حضرت شاہ علاء الدین عرف شاہ غلام حضرت قلندر آپ کے صاحبزادہ جانشین ہوئے جنکو بیعت و اجازت و خلافت اپنے چچا حضرت شاہ عبداللہ قلندر سے تھی بعمر پچیس سال پندرہ جمادی الاخر روز پنجشنبہ سنہ بارہ سو بائیس میں انھوں نے انتقال کیا اور اپنے والد کے

سلہ انکا مزار حضرت سید العرفا کے روضہ سے کچھ فاصلہ پر ہے انکے خلیفہ شاہ اسرار قلندر ہوئے ۲ ساکن گڑھا کوٹ ضلع الہ آباد انکے خلیفہ شاہ معصوم ان کے خلیفہ قلندر شاہ انکے خلیفہ رمضان شاہ انکے خلیفہ عاشق علیشاہ جلالپوری ہوئے ۱۲

برابر دفن ہوئے۔

آنکے بعد حضرت شاہ عبد الرحمٰن قلندر ثالث عرف حاجی میاں سجادہ نشین ہوئے انکو حضرت شاہ غلام حیدر قلندر قلندر پوری سے بھی اجازت و خلافت تھی انھوں نے آٹھ ذیقعدہ روز دوشنبہ سنہ بارہ سو ستاسی انتقال کیا انکا مزار حضرت حجۃ العارفین کے برابر ہے انکے خلفا و فقرا یہ لوگ ہوئے شاہ حبیب نور قلندر خیر آبادی مولوی شمس الدین ابن مولوی محمد حامد ہرگامی مرحبا شاہ موجود شاہ انوار شاہ بقا شاہ فنا شاہ۔

حضرت شاہ عبد اللہ قلندر

آپ درویش کامل صاحب زہد و ورع تھے اپنے چچا حضرت حجۃ العارفین کے مرید و خلیفہ تھے آپ کی وفات سترہ ذیقعدہ روز شنبہ سنہ بارہ سو چھبیس میں ہوئی آپ کا مزار جانب مغرب حضرت شاہ سلطان مہدی قلندر کے مزار کے پائیں ہے آپکے مجاز و خلفا و فقرا یہ حضرات ہوئے حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر کاکوروی حضرت شاہ خدا بخش قلندر خلف اصغر حضرت کلید عرفاں حضرت ابو الوقت شاہ علی منظر قلندر الہ آبادی شاہ قدرت علی لاہر پوری حضرت شاہ شاہ علاء الدین عرف شاہ غلام حضرت شیخ غلام اولیا ساکن دیوہ شیخ غلام امام ساکن بسوان وجیہ اللہ شاہ دلاسے شاہ غریب شاہ۔

حضرت شاہ عبد اللطیف قلندر

آپ بھی صوفی بے مثل و قلندر بے بدل اور اپنے چچا کے مرید و خلیفہ تھے آپ کی وفات

سلہ آپ کی ولادت سنہ بارہ سو اکیس میں ہوئی آپ کو بیعت نیز اجازت و خلافت سلسلہ عالیہ قادریہ و چشتیہ کی شیخ الحمد حضرت سید اور زین مغربی سے تھی اور تلمذ اپنے والد سے تھا آپ کی وفات بعمر تریسٹھ سال گیارہ ربیع الآخر سنہ بارہ سو چوراسی میں ہوئی احاطہ درگاہ حضرت سید العرفا میں مزار ہے صاحب تصنیف تھے از انجملہ عقائد شمسیہ طبع ہوگئی ہے اور رسالہ ہفتاد و دو ملت و رسالہ فوائد النحو وغیرہ ہنوز غیر مطبوعہ ہیں ۱۲

آٹھ شعبان روز چارشنبہ سنہ بارہ سو چونتیس میں ہوئی آپ کا مزار جانب مغرب حضرت حجۃ العارفین کے برابر ہے آپ نے خلافت حضرت حاجی میاں و حضرت شاہ کبیر انور قلندر خیرآبادی کو تھی۔

مولوی سید محمد حامد ہرگامی

آپ کی ولادت ماہ صفر سنہ گیارہ سو اسٹھ میں ہوئی آپ کو تلمذ اپنے والد اور مولوی غلام نبی ہرگامی و مولوی غلام امام خیرآبادی سے تھا پندرہ سال کی عمر میں سایہ پدری سر سے اُٹھ گیا مولوی غلام امام بسلسلہ تعزیت ہرگام آئے اور آپ کو اپنے ساتھ لیگئے اور بقیہ کتب درسیہ کی تعلیم میں مصروف ہوئے پھر بعض امور کی وجہ سے آپ قیام خیرآباد خلاف مصلحت سمجھکر متوجہ لکھنو ہوئے وہاں پہونچنے پر مرزا بھولو و مرزا جعفر و مرزا بندہ علی بیگ وغیرہ حامی استعداد علمی و شہرت خاندانی کی وجہ سے بکمال رادتمندی پیش آئے اور خدمت کرنے لگے وہیں آپ نے مولوی ولی اللہ فرنگی محلی سے پڑھا پھر اُنکی حسب خواہش مولوی ظہور اللہ اُنکے بھتیجے کو رسالہ قوشجیہ اور مولوی سراج الدین علیخاں موہانی کو ہدایہ پڑھایا آپ عالم متبحر طبیب حاذق و ادیب کامل تھے سنہ بارہ سو پندرہ میں بسلسلہ مصاہرت حضرت شاہ سلطان مہدی قلندر لاہرپور آئے اور قیام ہرگام ترک کرکے وہیں سکونت گزیں ہوئے آپ حضرت حجۃ العارفین کے مرید و خلیفہ تھے آٹھ ذیحجہ روز جمعہ سنہ بارہ سو چھیالیس میں وفات پائی اور احاطہ درگاہ حضرت سید العرفا میں دفن ہوئے۔ شرح رسالہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ رسالہ تصوف فارسی۔ یقظۃ النائمین۔ رسالہ وحدت الوجود۔ رسالہ نثر فارسی آپ کی یادگار رہیں۔

حضرت میر شاہ مخدوم بخش جہراسی

ابن میر سید منیر ابن حضرت میر حید رعارف ثانی خلیفہ حضرت شمس العارفین۔ آپ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کے ہمشیر کی اولاد میں تھے اپنے پیر و مرشد حضرت حجۃ العارفین کے

حضور میں بہت مقبول تھے اُنھوں نے رسالہ مصقلۃ الاولیا میں آپ کے متعلق حضرت قطب الوقت کو لکھا ہے کہ اگر مجھ سے ملاقات نہو سکے تو میر مخدوم بخش سے تحقیق کرنا میرے نزدیک حقایق و معارف الہیہ کا سمجھانے والا اسوقت اُن سے بہتر کوی نہیں۔ اسکے سوا اور کچھ حالات معلوم نہوے۔

حضرت شاہ غلام بندگی قدوای

عرف کرم شاہ آپ کا وطن قصبہ بسولی ضلع بارہ بنکی تھا پہلے سپاہی پیشہ تھے پھر طلب حق میں اُسے چھوڑ کر حضرت حجۃ العارفین سے سلسلہ قلندریہ میں بیعت کی اور فیوض حاصل کئے صاحب کرامات تھے اکثر لوگوں نے دیکھا کہ دریاے سرجو سے عبور کرتے تھے مگر کبھی اُس کا پانی آپ کی پنڈلیوں سے بلند نہیں ہوتا تھا بحالت تجرید وطن میں بسر کی اور کبھی کسی سے نذر و نیاز نہیں لی۔ زاید حالات معلوم نہوے۔

حضرت شاہ کرک مجذوب

آپ سادات گردیزی مانکپور سے تھے آپ کو بیعت حضرت حجۃ العارفین سے تھی۔ کامل زمانہ و محقق یگانہ تھے بحر زخار میں ہے کہ آپ میں جذب بہت تھا کسی کو اپنے پاس آنے نہیں دیتے تھے مشاہدات حق کا مشغلہ رکھتے تھے بارہ ذیحجہ سنہ بارہ سو ہجری میں جب حضرت پیر میاں خلف حضرت شاہ یٰسین بلگرامی نے وفات پای اور آپ کو معلوم ہوا تو کہنے لگے کہ جب ستر برس کی عمر میں پیر میاں نہ رہے تو میں ایک سو کئی سال کا ہو کر رہکر کیا کروں اب مجکو بھی جانا چاہیے چنانچہ انیس ذیحجہ سنہ بارہ سو میں قطب نگر میں آپ نے بھی انتقال کیا اور وہیں دفن ہوے۔ فقط

حضرت شاہ امیر اللہ لاہرپوری

آپ اپنے والد حضرت شاہ عبد الحکیم کے شاگرد و خلیفہ تھے اور سلسلہ نقشبندیہ میں سید

مجاہد الدین نقشبندی کے خلیفہ تھے ولی کامل عالم و عامل تھے لاہرپور سے ہجرت کر کے ملک سورت کاٹھیاوار و گجرات چلے گئے پھر وہاں سے آپ کے مرید مولوی جان محمد نجاری آپ کو کوتیانہ لیگئے وہاں اور جوناگڈھ وغیرہ کے لوگ آپ کے مرید ہوے قریب زمانہ وصال آپ قصبہ اولپٹیہ گئے وہیں انتقال ہوا آپ کی عمر زاید از صد سال تھی آپ کی وفات چوبیس ربیع الاول سنہ بارہ سوچھیاسٹھ میں ہوی۔

آپ کے خلیفہ مولوی محمد ہاشم بن مولوی جان محمد نجاری کا سنہ وفات معلوم نہوا۔

اُن کے خلیفہ مولوی عبد الحلیم کی وفات سترہ صفر سنہ تیرہ سوچھبیس میں کوتیانہ میں ہوی۔

اُن کے خلف و خلیفہ مولوی عبد الوہاب کی وفات اُنیس ذیقعدہ سنہ تیرہ سو چالیس میں کوتیانہ میں ہوی۔

اُن کے خلف و خلیفہ مولوی عبد الغفور تیس ربیع الاول سنہ تیرہ سو اکتالیس میں کوتیانہ میں فوت ہوے۔

اُن کے خلف و خلیفہ مولوی ابامیاں تیئیس جمادی الاول سنہ تیرہ سو اکاون میں فوت ہوے۔

اُن کے خلف و خلیفہ مولوی عبد المجید قادری نقشبندی اس وقت کوتیانہ میں موجود ہیں۔

نفحۂ یازدہم

ذکر حضرت کلید عرفان اسرار اللہ سیدنا عبدالباسط عرف شاہ باسط علی قلندر الٰہ آبادی

بن حضرت شاہ محمد ماہ قلندر ابن سید فیروز بن سید سالم بن سید محمد قاسم بن سید ناصر بن سید بہاء الدین بن سید خانمیر بن سید تاج الدین احمد بن سید بہاء الدین شہید ابن حجۃ المشائخ حضرت امیر سید فخر الاسلام شہید بن سید مسعود حسینی رضوی نیشاپوری بن سید عبدالواحد بن سید عبدالرشید بن امیر سید حسین بن حضرت امام علی نقی بن حضرت امام محمد تقی جواد بن حضرت امام علی رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم ابن حضرت امام جعفر صادق بن حضرت امام محمد باقر ابن حضرت امام زین العابدین ابن حضرت امام حسین شہید ابن امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔

آپ کی ولادت سنہ گیارہ سو چودہ ہجری میں ہوئی آپ کے والد کو حضرت سید العرفا نے آپ کی ولادت کی بشارت دی تھی جب آپ پیدا ہوئے تو اُنھوں نے آپ کا قیافہ دیکھکر سجدۂ شکر کیا اور فرمایا کہ الحمد للہ حضرت پیر و مرشد کا ارشاد پورا ہوا وہ آپ کو اور صاحبزادوں سے زیادہ چاہتے تھے سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتے تھے آپ کے طالب علمی کے زمانہ میں بھی وہ آپ کے ساتھ الٰہ آباد میں رہے چنانچہ آپ خود رسالہ نیشاپوریہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت قبلہ گاہ بوجہ انتہائی فریفتگی و شیفتگی رات دن مجکو اپنی نظر سے دور نہیں ہونے دیتے تھے جس طرح یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوبؑ میری وجہ سے آپ نے سیر و سفر اور لوگوں سے ملنا چھوڑ دیا بچپن سے مجکو اپنے ساتھ رکھا اور میری تعلیم کی غرض سے شاہ عبدالجلیل الٰہ آبادی کے دائرہ میں قیام کیا الٰہ آباد میں میرے رہنے کا سبب یہ ہوا کہ چونکہ آپ اور حضرت شاہ عبدالجلیل قدس سرہ سے

بہت محبت وخلوص تھا تو اُنکے صاحبزادہ شاہ غلام محی الدین نے اُسی رسم قدیمہ کی بنا پر
آپ کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ اپنے کسی صاحبزادہ کو میرے یہاں بھیجدیجئے تاکہ مراسم قدیمہ کی
تجدید ہوجاے آپنے مجکو دس آدمیوں کے ساتھ وہاں بھیجدیا میں وہاں جاکر مع ہمراہیوں کے
مقیم ہوا اُسکے بعد حضرت قبلہ گاہ خود میری وجہ سے تشریف لے آے صرف میرا کھانا اُن کے
دائرہ سے مقرر ہوا اور جو میرے ساتھ دس آدمی تھے اُن کا کھانا کہیں سے مقرر نہ ہوا میں نے
مع اُن دس آدمیوں کے چھ روٹیوں میں چھبیس روز تک گذر کی مگر سب نہایت ضعیف ونحیف
ہوگئے لیکن حضرت قبلہ گاہ کی وجہ سے کوی کچھ نہ بولا اور حضرت نے بھی اس مدت میں مطلقاً
کچھ نہ کھایا مگر آپ پر ضعف کا مطلق اثر نہ ہوا ایک روز پنجشنبہ کے دن بعد عصر حضرت نے
مجھ سے پوچھا کہ کیا حال ہے سید محمد وارث ودیگر اعزہ نے جو ساتھ تھے مجھ سے اشارہ کیا کہ
اب کچھ کہو سختی کی انتہا ہوچکی میں نے کہا آپ پر سب روشن ہے کہنے کی کیا ضرورت فرمایا کہ
خداے کریم صبح وشام ہی تمام نعمتیں بھیجتا ہے گھبراو نہیں دوسرے دن صبح کو جمعہ کے روز آپ
حضرت شاہ لطف اللہ سورج کنڈی سے ملنے گئے اور باہم بیان مسائل توحید ہونے لگا
اتفاق سے نواب طفیل اللہ خاں کا لڑکا جسکا باپ آپ کا مرید تھا وہاں آیا اور آپ کی باتوں
سے بہت متاثر ہوا جب حضرت وہاں سے واپس آگئے تو اُس نے حضرت شاہ لطف اللہ سے
آپ کے متعلق دریافت کیا اُنھوں نے فرمایا کہ وہ حضرت شاہ محمد ماہ قلندر خلیفہ حضرت شاہ محیا
قلندر ہیں پھر نہایت تعریف وتوصیف کی اُس نے کہا کہ میرے والد تو اُنکے مرید تھے مجکو عرصہ
سے اُنکی تلاش تھی آج آپ کی بدولت زیارت نصیب ہوی پھر وہ بہت سے تحایف لے کر
حضرت کی خدمت میں آیا حضرت اُسوقت کپڑے دھونے حوض پر گئے ہوے تھے لوگوں نے
جاکر اُسکے آنے کی اطلاع کی فرمایا کہ میں کام کررہا ہوں اُسکا جی چاہے بیٹھے ورنہ جاے وہ
انتظار میں بیٹھا رہا جب حضرت واپس آے تو وہ قدمبوس ہوا آپ اُسے لیکر ایک بہت بڑی
چارپای پر بیٹھ گئے اور دیر تک باتیں کیں پھر رخصت کردیا اُسی روز سہ پہر کو وہ انواع اقسام کے

کھانے اور پوشاک سب کیلئے لایا اور سب کو کھلا کر اور کپڑے پہنا کر رخصت ہوا پھر روزانہ
اُس نے ہر قسم کا مکلف کھانا بھیجنا شروع کیا جو مقدار میں اتنا ہوتا تھا کہ سو آدمیوں کو کافی ہوتا
ہم لوگ کھاتے تھے اور باقی فقرا و مساکین کو تقسیم کر دیتے تھے چونکہ وہ زمانہ قحط کا تھا لہذا بہت
محتاج جمع ہو جاتے تھے اور نواب روزانہ دو نو وقت آتا تھا جبتک وہ الہ آباد میں رہا اُسکا
یہی دستور رہا پھر وہ دہلی چلا گیا عجیب اتفاق یہ ہوا کہ پہلے روز جب نواب اپنے ساتھ کھانا
اور کپڑا لایا تو شاہ غلام محی الدین کو بھی اُسی روز طالب علموں کی تکلیف کا حال معلوم ہوا اُنھوں
نے بھی اُسی روز سے سب کا کھانا مقرر کر دیا حالانکہ پہلے صرف میرا ہی کھانا مقرر ہوا تھا میں نے
حضرت سے پوچھا کہ اسکا کیا سبب کہ ابتک کہیں سے کوئی چیز نہیں آئی اور نہ شاہ غلام محی الدین
نے جنکی سخاوت مشہور ہے طالب علموں کی خبر لی اب جبکہ نواب کے یہاں سے ہر قسم کا کھانا
بکثرت آنے لگا تو اُنھوں نے بھی سب کا روزینہ مقرر کر دیا حضرت نے فرمایا کہ وہ زمانہ تجلی
قابض کا تھا اور اب تجلی باسط کا وقت ہے۔

میری زمانہ طالب علمی الہ آباد میں حضرت بیس برس تک میرے ساتھ رہے اور اپنے
سب کام چھوڑ کر میرے کاموں میں مصروف رہتے تھے مثلاً کاغذ رنگین کرنا اور مہرہ کشی کرنا اور
سیاہی دوصلی عمدہ بنانا اور کتابیں اور اُنکے حواشی جابجا سے تلاش کر کے لانا اور میرے
ساتھ اُستاد کے گھر تک جانا اور ہر بات کی نگرانی کرنا۔ ایک دور رات کو میں بیٹھا ہوا سبق کے
مطالعہ میں غور کر رہا تھا یکایک چراغ کی روشنی دھیمی ہو گئی حضرت نے فرمایا کہ دیکھو چراغ ٹھنڈا
ہوا جاتا ہے تیز کر دو میں نے اُٹھ کر جو دیکھا تو مطلقاً اُسمیں تیل نہ رہا تھا فتیلہ خشک ہو چلا تھا عرض
کیا کہ تیل نہیں ہے فرمایا کہ جلد تیل لا کر ڈالو میں اُٹھا اور تیل کی ہانڈی لا یا دیکھا تو اُسمیں بھی
ایک قطرہ تیل نہ تھا عرض کیا کہ تیل اسمیں بھی نہیں ہے اور دُکانیں سب بند ہو گئیں اب تیل
کہاں ملیگا آپ نے غصہ ہو کر فرمایا کہ پہلے سے کیوں نہ دیکھ لیا معلوم ہوتا ہے کہ تم کو لکھنے پڑھنے
کا ذوق و شوق نہیں ہے میں نے کہا کہ اسوقت ملامت کرنے سے کوئی فائدہ نہیں حضرت نے

وہی فرمایا میں نے پھر وہی عرض کیا اسی اثنا میں آپ پر خاص حالت طاری ہوی فرمایا کہ کیا خدا کی قدرت کے منکر ہو دیکھو خدا کی قدرت فوراً وہ فلیتہ پہلے سے زیادہ روشن ہو گیا اور اُسوقت سے صبح تک بغیر تیل کے روشن رہا صبح کو مجھ سے فرمایا کہ تم نے دیکھا میں نے عرض کیا دیکھا یعنی خدا کی قدرت بھی دیکھی اور اپنا سبق بھی دیکھا۔

الہ آباد میں آپ نے ایک مدت تک تحصیل علوم کی جس علم میں جو شخص مشہور ہوا اُس سے وہی علم حاصل کیا چنانچہ علم معانی و بیان ملا ابوالقاسم الہ آبادی سے اور معقولات شاہ تیمور الہ آبادی سے اور فقہ واصول فقہ مع ہدایہ جلدین اولین ملا کمال الدین الہ آبادی سے پڑھا ایک روز کسی نے آپ کے والد سے پوچھا کہ باوجود اسقدر شفقت و محبت کے آپ اپنے صاحبزادہ کو اپنا مرید کیوں نہیں کر لیتے فرمایا کہ جہاں اُنکی بیعت مقدر ہو گی وہیں مرید کراونگا پھر ایک روز وہ آپ کا حال بیعت ملاحظہ کرنے کو مراقب ہوے تو ایک بزرگ نورانی کو دیکھا نام پوچھا انھوں نے فرمایا کہ میرا الهدیہ احمد نام ہے میں حضرت سید العرفا کا بھتیجہ ہوں کہئے عالم ارواح کی سیر سے آپ کا کیا مقصد ہے آپ کے والد نے بیان فرمایا اُنھوں نے کہا کہ اُنکا پیر و مرشد میں ہوں میرے پاس اُنکی امانت ہے جسوقت چاہیں آکر لے جائیں۔

کچھ عرصہ کے بعد جب حضرت غوث العالمین الہ آباد گئے تو آپکے والد اُنسے ملنے گئے اور جبتک وہ وہاں رہے روزانہ ملاقات کو وہ صبح سے تشریف لیجاتے تھے اور عصر کے وقت واپس آتے تھے بارہا حضرت غوث العالمین نے فرمایا کہ اس سردی میں آپ کو روزانہ آمد و رفت میں تکلیف ہوتی ہوگی بہتر ہوتا اگر یہیں رہجاتے مگر اُنھوں نے ہر بار یہی کہا کہ میرا دل دو نو جگہ لگا رہتا ہے اگر آپکے پاس رہوں تو بابا باسط کو کیسے دیکھوں اور اگر وہاں رہوں تو حضرت سید العرفا کی زیارت کیسے کروں مجکو اسی میں راحت ہے حضرت غوث العالمین نے فرمایا کہ تو پھر میں سواری بھیجدیا کروں اُنھوں نے فرمایا کہ اتنی دیر انتظار سواری دشوار ہے آپ کچھ خیال نہ کیجئے مجھ میں ابھی پیادہ چلنے کی قوت ہے غرض ایک مہینہ سے زیادہ حضرت غوث العالمین وہاں رہے اتنے دنوں میں کسی روز

وہ آپ کو اُنکے پاس نہیں لیگئے صرف آپ کا ذکر اُن سے کر دیا۔

اُنکی وفات کے بعد جب آپ حضرت غوث العالمین کی خدمت میں پہلی بار حاضر ہوے تو وہ اُسوقت آستانہ قلندر پور میں تشریف فرما تھے وہاں سے وہ آپ کو اپنے ساتھ سرکے میر لیگئے اور اذکار و اشغال تعلیم فرماے جب آپنے مرید ہونا چاہا تو یہ خواب دیکھا کہ ایک دریا ہے اور اُسمیں کشتی بھی ہے مگر ملاح نہیں ہے آپنے اُن سے بیان کر کے عرض کیا کہ اسکی تعبیر میرے خیال میں یہ آتی ہے کہ دریا سے معرفت الٰہی مراد ہے اور کشتی سے امور طریقت لیکن بالفعل وقت بیعت نہیں معلوم ہوتا ہے ارشاد ہوا کہ سچ کہتے ہو ابھی جا کر الہ آباد میں پڑھو اور جتنے اذکار و اشغال تعلیم کئے ہیں اُنھیں کر و پھر آکر مرید ہونا۔

آپ الہ آباد گئے اور تین سال پڑھتے رہے اس عرصہ میں عجیب واقعات آپ پر گذرے ایک روز رمضان میں شب کو ذکر میں مشغول تھے بعد نصف شب حجرہ کے دروازہ پر آپ کو آفتاب دکھای دیا جسکی روشنی سے تمام در و دیوار منور ہو رہے تھے آپنے بذریعہ عریضہ حضرت پیر و مرشد کو اطلاع کی اُنھوں نے لکھا کہ وقت ملاقات اسکا جواب دیا جائیگا عید کے روز وقت مغرب آپ پر خود بخود وجد طاری ہوا اور ہر طرف نور ہی نور دکھای دیتا تھا عشا کے وقت کچھ اُسمیں سکون ہوا جب نماز عشا کی اذان ہوی تو شاہ حبیب اللہ نے جنکے یہاں آپ مقیم تھے تین مرتبہ آپ سے کہا کہ نماز کو چلو چوتھی مرتبہ کہنے پر آپ اُٹھے وہ امام ہوے اور آپ مقتدی نیت باندھتے ہوے اینما تولوا فثم وجہ اللہ کے معانی نے جلوہ نمای کی آپ ایسے بے اختیار ہو گئے کہ کسی بات کا شعور نہ رہا جب شاہ حبیب اللہ کو آپ کی حالت کا ادراک ہوا تو نیت توڑ کر آپ کو حجرہ میں بٹھا آے پھر خود نماز پڑھی آپ کی وہ حالت بعد نصف شب کے کم ہوی جب ہوش آیا تو دوسرے روز سونبہ چلے گئے اور دو مہینہ تک اذکار و اشغال و درس چھوٹے رہے جب وہ حالت فرو ہو گئی تب پھر الہ آباد جا کر پڑھنے لگے ہنوز پڑھ رہے تھے کہ ایک روز حضرت غوث العالمین کو خواب میں یہ فرماتے دیکھا کہ خدا کی راہ میں کیوں دیر لگا رہے ہو

اگر اپنی امانت مجھ سے لیجاو جب کئی بار ایسے خواب دیکھے تو اعظم گڑھ اُنکی خدمت میں حاضر ہوے اُنھوں نے فرمایا کہ اپنی امانت لیلو میرا وقت انتقال قریب ہے سال آیندہ مجکو نہیں پاوگے پھر آپ کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوے سات ماہ تعلیم دی اس عرصہ میں آپ اکثر یہ غیبی آواز سُنتے تھے کہ شاہ باسط علی قلندر راز خود رستہ بحق پیوستہ آٹھویں مہینہ اُنھوں نے پوچھا کہ کس سلسلہ میں بعیت کا ارادہ ہے عرض کیا کہ جس میں مرضی ہو فرمایا کہ شاید تم وہ واقعہ بھول گئے جب مراقبہ میں حضرت غوث الاعظم نے تمھارا ہاتھ پکڑا تھا یہ فرماکر سلسلہ قادریہ رضویہ میں مرید کرکے اجازت و خلافت سلاسل سبعہ عطا کی اور فرمایا کہ اب کہیں جاکر بیٹھ رہو اُسی روز شام کو آپ کو خیال آیا کہ بقیہ علم بھی حاصل کرنا چاہئے اور قیام کیلئے اگر الہ آباد ارشاد ہو تو بہتر ہے اُنھوں نے آپ کے خطرہ پر مشرف ہوکر فرمایا کہ علم ظاہر اتنے محنت سے تم نے پڑھا لہذا اُسکی تکمیل کرڈالو مگر اب حاجی صفت اللہ خیرآبادی کے پاس جاو پھر نواح الہ آباد میں جاکر قیام کرو دوسرے روز آپ رخصت ہوکر خیرآباد گئے اور پانچ سال وہاں رہکر بقیہ کتب پڑھیں بعد فراغ حاجی صاحب نے پوچھا کہ اب کیا ارادہ ہے اگر تحصیل معاش کرنا چاہتے ہو تو میں اسکی فکر کرسکتا ہوں فرمایا کہ میرا ارادہ گوشہ نشینی کا ہے اُنھوں نے کہا بہتر ہے لیکن میرے پیرومرشد حاجی عبداللہ سیاح فرمایا کرتے تھے کہ گوشہ نشین کو باوجود پریشانی قلب اپنی جگہ سے ہٹنا اور استقامت میں فرق نہ آنے دینا چاہئے۔

بعد فراغ جب ایک ماہ گذرا تو آپ کے بڑے بھائی حضرت سید محمد وارث قلندر آپ کو تلاش کرتے خیرآباد پہونچے اور آپ کو مکان لیگئے اُس زمانہ میں یعنی ۱۱۴۹ھ میں صوبہ الہ آباد نواب سربلند خاں کے زیر حکومت تھا آپ نے دمگڑہ شریف میں قیام کیا اُسوقت آپ کی عمر چھبیس سال کی تھی اسی سال آپ کی شادی میر فتح محمد کے یہاں ہوی جن سے دو صاحبزادے حضرت قطب الوقت سیدنا شاہ مسعود علی قلندر اور حضرت شاہ خدا بخش قلندر اور دو صاحبزادیاں ہوئیں بڑی صاحبزادی حضرت شاہ عطا علی قلندر خلف حضرت شاہ محمد وارث قلندر کو اور دوسری صاحبزادی حضرت شاہ مظفر علی قلندر خلف میر مقصود علی ابن حضرت شاہ محمد وارث

قلندر کو بیاہی گئیں۔ تھوڑے زمانہ میں آپ کی ولایت کی دھوم ہوگئی آپنے وہاں قیام کرکے
ریاضات و مجاہدات کرنا شروع کئے اور بہت سے چلّے کئی کئی ماہ کے کئے پہلا چلّہ پچھتر روز کا
تھا اس چلّہ میں پچیسویں روز بوقت عصر حضرت غوث العالمین کی برزخ آئی اور فرمایا کہ
دیکھو سب قلندر تشریف لائے ہیں آپنے دیکھا تو حضرت شاہ فتح قلندر سے حضرت شیخ
عبدالعزیز مکی قلندر تک سب موجود تھے حضرت غوث العالمین نے ہر ایک کو بتایا پھر فرمایا
کہ حضرت قطب ربانی محبوب سبحانی مغرب و شمال سے اور حضرات امامین علیہما السّلام مغرب و
جنوب سے تشریف لاتے ہیں آپنے سب کی قدمبوسی کی جب سب واپس گئے تو دیر تک آپ
پر سکر و جذب و جوش و خروش طاری رہا اُسکے بعد سے حضرت غوث العالمین کی حضوری چلہ
بھر رہی چلہ میں اور بعد چلہ کے کچھ بھی ضعف آپ کو نہوا بلکہ چلہ سے اور قوت بڑھ گئی دوسرے
سال پھر چلہ کیا یہ چلہ پانچ ماہ کا تھا اسمیں بھی برابر آپ کو حضرت پیر و مرشد کی حضوری رہی اور
انوار غیبیہ و مشاہدات قدسیہ ہوے اسیطرح بہت سے چلّے کھینچے ہر چلہ میں آپ کو حضوری ارواح
طیبہ آنحضرت صلعم و حضرات ائمہ کرام و پیران قلندریہ و دیگر بزرگان دین حاصل ہوتی تھی اور
ہر بزرگ آپ کو کچھ نہ کچھ عنایت فرماتے تھے چنانچہ حضرات امامین علیہما السّلام نے لقب
اسرار اللہ اور حضرات پنجتن پاک نے قطب العارفین و غوث العالمین جو آپ کے
پیر و مرشد کا لقب تھا آپ کو مرحمت کیا ایک روز آپ بعض دنیوی امور سے منغص تھے فوراً
ارواح طیبہ حضرات امامین نے تشریف لاکر فرمایا کہ تمہارا لقب تو اسرار اللہ ہے پھر کیوں منغص
ہوتے ہو حضرت شاہ بوعلی قلندر کی روح نے آپکو باباصاحب کا خطاب دیا تھا اور حضرت
سید علی قوام شاہ عاشقاں کی روح نے کلید عرفاں کا لقب دیا۔

حضوری عالم ارواح آپ کو اسقدر حاصل تھی کہ جب کسی بزرگ کی طرف متوجہ ہوتے
فوراً اُنکی روح حاضر ہوجاتی۔

آپ کو جسطرح اسماء و ادعیہ معمولات خاندانی کی سلب اپنے والد ماجد اور پیر و مرشد حضرت

شاہ لطف اللہ سورج کنڈی سے اجازت تھی اسیطرح اور بزرگان دین کی ارواح طیبہ سے بھی تھی رسالہ تحفہ نیشاپوریہ میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ مجکو حضرت قبلہ گاہی سے عالم ارواح میں چھبیس ذیحجہ سنہ گیارہ سو چیاسٹھ ہجری میں طریقہ نصاب زکوٰۃ سورۂ مزمل چند طرق سے عطا ہوا اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ بابا باسط میں نے تم کو سورۂ مزمل کا عمل بحکم حضرت سید العرفا جناب امیر علیہ السلام عالم ظاہر میں دیا تھا اب پھر بحضور پنجتن پاک و حضرت غوث الاعظم و حضرت سید العرفا مع عمل یا باسط کے اجازت دیتا ہوں تم کو میرا عمل و حکم کافی ہے اور میں نے تم کو چلہ کی تمام تکلیفیں معاف کیں۔

نیز اسی مہینہ کی چودہ تاریخ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے طریقہ نصاب زکوٰۃ سورۂ مزمل مع شرائط پانچ طرق نصاب اصغر و نصاب صغیر و نصاب کبیر و اکبر الکبائر کے عطا کیا۔

اور دس ربیع الآخر روز پنجشنبہ سنہ گیارہ سو ستر میں حضرت غوث پاک نے قصیدہ غوثیہ کا عمل تین طریقوں سے مع شرائط عطا کیا اور ارشاد فرمایا کہ بابا باسط تم کو میں یہ عمل بحکم الٰہی دیتا ہوں تم کو اور تمہاری اولاد و مریدین کو میرے اس قصیدہ کا عمل تمام مہمات دینی و دنیوی کیلئے کافی ہے اور میرا حکم بجائے نصاب زکوٰۃ ہے یہ قصیدہ بھی بخشا اور تمام نعمتیں بھی دیں خدا گواہ ہے روزمرہ بطور وظیفہ ایک بار پڑھ لینا کافی ہے تم کو میں نے سب تکلیفیں معاف کیں جس طرح چاہو پڑھو۔

پھر پانچ جمادی الآخر روز دوشنبہ سنہ گیارہ سو ستر میں جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ نے اجازت اسم یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ مع طریقہ نصاب زکوٰۃ و شرائط عنایت کی۔

اور اسی روز جناب امیر علیہ السلام نے عمل ناد علی مع طریقہ نصاب زکوٰۃ و عمل دعائے سیفی و یا باسط و چہل اسماء و طریقہ وظیفہ چہل اسماء و عمل سورۂ یٰسین و جملہ سور قرآنی و دعائے سریانی کی اجازت دی۔

پھر حضرت غوث پاک نے اجازت عمل دعائے شیخ مع نصاب کے دی اور اسی روز حضرت

سید العرفا نے تکبیر قلندریا اور علیقاً ملیقاً و طریقہ نصاب زکوٰۃ دعاے اللھم یا ولی لولاء وعمل سورۂ فاتحہ معکوس وغیر معکوس کی اجازت دی۔

پھر چوبیس ذیحجہ سنہ گیارہ سو ستر روز دوشنبہ چند خاص خواص قصیدۂ غوثیہ کے بھی عطا ہوے اور حضرت شاہ بوعلی قلندر نے عمل یا بدیع العجائب بالخیر و بلطفہ مع طریق و آداب عنایت کرکے فرمایا کہ تمکو میرا حکم بجاے نصاب کافی ہے اور میری سہ منی کا روپیہ اور کاموں میں خرچ نہ کرنا چاہیے اور دعاے علیقاً ملیقاً کا حصار بھی مرحمت ہوا۔

اور حضرت شاہ فتح قلندر نے طریقہ نصاب بامنت العظمۃ مع شرائط و آداب ارشاد کرکے فرمایا کہ تمکو میں نے اسکی اجازت دی میرا حکم بجاے نصاب زکوٰۃ ہے۔

جب آپ نے بہت چلے کھینچے تو حضرت غوث العالمین نے فرمایا کہ اب تمکو ضرورت نہیں جلوت و خلوت تمھاری یکساں ہے تب سے آپنے چلہ کشی موقوف کی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجکو اسقدر قدرت حاصل ہے کہ اسم قابض سے باسط اور اسم باسط سے قابض کا کام لے سکتا ہوں۔

فرمایا کرتے تھے کہ ہر روز اللہ تعالیٰ مجھ سے فرماتا ہے کہ جو کچھ تیرا جی چاہے کر اور فقیر کہتا ہے کہ تو جو چاہے کر آخر یہ قرار پاتا ہے کہ جو کچھ فقیر چاہے کرے اور کبھی کبھی یہ شعر پڑھتے تھے کہ ؎

اولیا را ہست قدرت از الٰہ	تیر جستہ باز آرندش ز راہ

یہ اشارہ ہے اسطرف کہ آپ کو درجہ محبوبیت حاصل تھا۔

فرمایا کرتے تھے کہ جب کبھی اپنے کسی دوست پر بلا نازل ہوتے دیکھتا ہوں تو اُس سے دفع کرکے دوسری جگہ منتقل کر دیتا ہوں۔

فرمایا کرتے تھے کہ اہل دول و والیان ملک یہ سمجھتے ہیں کہ میں انکی رعیت ہوں حالانکہ یہ لوگ میری رعایا ہیں جب جسکو چاہوں نکال دوں۔

فرمایا کرتے تھے کہ تمام عالم میری مٹھی میں ہے چاہوں کھول دوں چاہوں بند رکھوں۔
آپ صاحب نسبت جذبیہ اویسیہ و وجد و شوق و عشق و توحید تھے نغمہ و سرود نہیں سُنتے تھے فرماتے تھے کہ میری آتش شوق بھڑکانے کیلئے بزرگوں کا کلام پنکھے کا کام دیتا ہے ایک بار مرثیہ سُنا تو سات روز تک بیخود رہے۔

کسانیکہ یزداں پرستی کنند	باآواز دولاب مستی کنند

حقایق و معارف بیان کرنے میں وجد طاری اور کف منھ سے جاری ہوجاتا تھا۔ دنیاوی باتیں آپ کی مجلس میں بہت کم ہوتی تھیں اور ہر شخص کو آپ کے حضور میں دیر تک بیٹھنے یا باتیں کرنیکی جرأت نہیں ہوتی تھی صرف حضرت قطب الوقت سیدنا شاہ مسعود علی قلندر کا معمول تھا کہ وہ آپ کی پشت پر بیٹھتے تھے۔
فرماتے تھے کہ دنیادار کے قلب کی تاریکی دل میں اثر کرتی ہے اسلئے اگر ایسا کوئی آدمی حاضر ہوتا تھا تو دو ایک باتیں کرکے اُس سے فرمادیتے تھے کہ اخون جیو یا بابو صاحب یعنے حضرت شاہنشاہ قلندر و حضرت قطب الوقت کے پاس جاؤ۔
فرماتے تھے کہ درویش کیلئے امیروں کے پاس جانا جائز نہیں اور امیر کو درویش کے پاس آنے میں کوئی مضائقہ نہیں میرے والد حضرت شاہ محمد ماہ قلندر فرمایا کرتے تھے کہ امرا و ملوک کی صحبت و دربارداری ہر درویش کیلئے جائز نہیں البتہ جو میرا ایسا فقیر ہو کہ ایک عصائے محمدی و مرتضوی اپنے پاس رکھے جب کوئی سرتابی کرے تو فوراً اُسکی سرکوبی کرے۔
آپ ہمیشہ باوضو قبلہ رو بحلیہ قلندریہ بیٹھتے تھے اور غلبہ حال کے وقت کسی کو بُلا کر باتیں کرنے لگتے تھے جس سے اُس حالت کا غلبہ کم ہوجاتا تھا۔
ابتدا میں آپ کا لباس حضرت غوث العالمین کی طرح جامہ و دستار تھا چند روز کے بعد مشغولی میں اُنھوں نے فرمایا کہ یہ لباس اُتارو اور خرقہ پہنو چنانچہ دوسرے روز سے آپ نے گیروی رنگ و بلڑی ٹوپی اور قمیص قادری اختیار فرمائی۔

کشف و کرامات ایسی ذات بابرکات کے کیا لکھے جاسکتے ہیں جسکا ہر قول و فعل خالی از کشف و کرامت نہو لیکن تبرکاً کچھ واقعات لکھے جاتے ہیں۔

نقل ایک روز کہیں حضرت شاہ بوعلی قلندر کا فاتحہ تھا آپ دولتخانہ میں تشریف رکھتے تھے انکے برزخ سامنے آئی اور فرمایا کہ وہاں میری سرمنی کا فاتحہ ہے اور تم یہاں بیٹھے ہو آپ وجد میں اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک قوی ہیکل افغان کا ہاتھ پکڑ لیا اور چلدیئے ہر چند وہ نہایت قوی و شہ زور تھا لیکن آپکے ساتھ چلنے میں پتہ کی طرح اڑا جاتا تھا جہاں وہ تھک جاتا آپ ٹھہر جاتے تھے جب وہ بالکل عاجز ہوگیا تو آپنے اسے چھوڑ دیا اور خود جاکر شریک فاتحہ ہوئے۔

نقل ایک روز لڑکپن میں کتاب لئے پڑھنے جارہے تھے راستہ میں ایک عورت نے کہا کہ میرے لڑکا نہیں ہوتا ہے آپ اپنے والد سے میرے لئے دعا کرا دیجے آپنے فرمایا کہ اچھا میں نے تجکو لڑکا دیا کچھ عرصہ کے بعد پھر ادھر سے گذرے تو وہی عورت ایک اور عورت کے ساتھ کھڑی تھی اس نے آپ کو دیکھکر پہلی عورت سے پوچھا کہ کیا انھیں کی دعا سے تیرے لڑکا ہوا شامت دامنگیر تھی اسکی زبان سے نکلا انکی دعا کیا میری خود قسمت میں تھا آپنے فرمایا کہ اچھا اگر میں نے نہیں دیا ہے تو نہ سہی یہ فرماکر چلدیئے اسکا لڑکا مر گیا۔

نقل آپکے حجرہ کے سامنے کیلہ کا درخت تھا ہر وقت اسپر آپ کی نظر پڑتی تھی جس سے اس میں یہ تاثیر ہوگئی تھی کہ جو بیمار اسکے تھالہ سے خاک لے جاتا تھا اچھا ہوجاتا تھا خواہ کیسا ہی بیمار ہو ایک روز حضرت سید محمد وارث قلندر نے آپ سے بیان کیا آپنے اکھڑوا ڈالا۔

نقل نواب قاسم علیخاں جب صوبہ داری بنگال سے معزول ہوکر الہ آباد آئے تو آپ کی شہرت سنکر مشتاق زیارت ہوئے مگر بدقسمتی سے حاضر نہو سکے نذر بھیجکر اپنی عدم حاضری کا عذر کہلا بھیجا آپنے فرمایا کہ افسوس اسکی قسمت میں نہ تھا ورنہ میں صوبہ داری بنگال اسکو دیکر رخصت کرتا آخر اسے انگریزوں سے شکست کھا کر بھاگنا پڑا۔

نقل مہاراجہ ٹکیت رائے کا قصہ مشہور ہے کہ ایک روز وہ اپنے زمانہ بیکاری میں حضرت شاہنشاہ قلندر کے مزار پر جھاڑو دے رہے تھے آپ دولت خانہ سے تشریف لائے اور اُنکو بُلا کر ایک قلمدان دیا اور فرمایا کہ دیوانی صوبہ تم کو مبارک پھر جس درجہ پر وہ پہونچے وہ عالم آشکارا ہے

نقل مرزا شریف بیگ مشہور بشاہ عاشق اللہ کاکوروی نے خواب میں دیکھا کہ میرا نصیبہ بیعت شاہ باسط کے ہاتھ پر ہے وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوے آپنے فرمایا کہ تمھارے شاہ باسط دوسرے ہیں میں نہیں ہوں اور وہ اُسی ملک میں ہیں جہاں تم ہو چنانچہ وہ حضرت شاہ باسط سندیلوی کے مرید ہوے۔

نقل شیخ زین العابدین کاکوروی حضرت حجۃ العارفین لاہرپوری کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوے اور امتحاناً دل میں کہا کہ اگر آپ مجکو میرے نام سے پکاریں اور معانقہ کریں اور ہفت اقلیم کی سلطنت دیں تو میں کامل سمجھوں جسوقت وہ حاضر ہوے تو آپنے معانقہ کرکے فرمایا کہ کیا بادشاہ ہفت اقلیم کی صورت یہی ہوتی ہے اُسکے لیے قسمت چاہیئے۔

نقل ایک بار کاکوری کے بہت لوگ جو سوار و نہیں نوکر تھے بخشی رفعت اللہ خاں کے ساتھ حاضر ہوے رخصت کرتے وقت آپنے فرمایا کہ یونہی مت جاؤ کچھ کھالو اور کھانا منگایا وہ دو تین آدمیوں سے زاید کا نہ تھا آپنے خادم سے فرمایا کہ سب کو کھلاؤ سب نے سیر ہوکر کھایا اور کھانا بدستور باقی رہا گویا کچھ صرف ہی نہ ہوا ایسے تصرفات اکثر کاکوری والونکے ساتھ ہوے۔

نقل ایک روز صاحب رائے کایستھ اپنے مرید مخلص کے حق میں فرمایا کہ جو کچھ تم کسی کے حق میں اچھا یا برا کہدوگے خدا ویسا ہی کریگا اُسوقت سے جو کچھ وہ کہتے تھے وہی ہوتا تھا۔

نقل ایک روز روشن شاہ زمیندار ملہتوہ سے فرمایا کہ محمد روشن تم ملہتوہ چاہتے ہو یا خدا کو انھوں نے عرض کیا کہ ملہتوہ لیکر کیا کرونگا میں خدا کو چاہتا ہوں فرمایا مبارک مبارک اُس روز سے اُنکی حالت بدل گئی جسکے حق میں جو کچھ وہ کہدیتے تھے وہی ہوتا تھا۔

نقل ایک بار کسی نے عرض کیا کہ مجکو فقر و فاقہ نے بہت تنگ و پریشان کر رکھا ہے دعا

فرمائے کہ اللہ تعالیٰ اس بلا سے نجات دے فرمایا کہ لوح محفوظ میں تیری تقدیر میں چھ برس اور تکلیف لکھی ہے اتنے دنوں اور صبر کر کچھ عرصہ کے بعد پھر وہ حاضر ہوا اور نہایت اضطراب سے عرض کیا کہ اب مجھ میں طاقت صبر نہیں فرمایا کہ خیر میں نے تیری خاطر سے چھ سال کے چھ روز کر دئے جا چھ روز کے بعد فراغت حاصل ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا سبحان اللہ ایسے تصرفات کو ترجیع الادوار کہتے ہیں ہر ولی سے ایسے تصرفات نہیں ہوتے کہ زمانہ طویل کو قصیر کر دیں۔

نقل ایک روز کسی نے حضرت شاہنشاہ قلندر کی بکری کا پیر توڑ ڈالا انھوں نے آپ سے عرض کیا ارشاد ہوا کہ تم ایسے فقیر کی بکری کا پیر اُسنے توڑ ڈالا کیا دیوانہ ہوگیا ہے اُسیوقت وہ دیوانہ ہوگیا اُسکے اعزہ نے حاضر ہوکر معذرت کی فرمایا کہ مجھ سے کیا سرکار شاہنشاہ کے پاس جاؤ اور اُنھیں سے معافی مانگو چنانچہ وہ اُنکے پاس گئے اور معافی مانگی تب وہ اچھا ہوا۔

آپ کی عادت تھی کہ اگر کوئی حاضر ہوکر کچھ حال اپنا عرض کرتا تو فرما دیتے تھے کہ جاؤ شاہنشاہ کی درگاہ میں عرض کرو وہ جاکر عرض کرتا تھا وہاں معلوم ہوجاتا تھا کہ مطلب پورا ہوگا یا نہیں ایک روز ایک خادم نے جس سے اکثر آپ فرما دیتے تھے کہ جاکر شاہنشاہ قلندر کی درگاہ میں عرض کر عرض کیا کہ جب وہاں جاتا ہوں تو آپ ہی کی برزخ آکر میری باتوں کا جواب دیتی ہے پھر کیوں وہاں بھیجکر خود بہانہ فرماتے ہیں ارشاد ہوا کہ مصلحت یہی ہے کہ کرئے آپ اور دھرے اور پر۔

نقل ایک بار بارش نہیں ہوئی اور قحط پڑا اتفاقاً ایک روز دولت خانہ میں آگ لگ گئی لوگوں نے عرض کیا کہ تالابوں اور کنوؤں میں پانی نہیں آگ کیسے بجھائی جائے فرمایا کہ کتابیں لیکر یہاں سے اُٹھ چلو حضرت عارف باللہ نے عرض کیا کہ صرف کتابیں بچ گئیں تو کیا فائدہ تمام گھر اور اسباب کا تو نقصان ہوگا اگر پانی برس جائے تو البتہ آگ بجھ جائے گی فرمایا بہتر ہے فوراً ابر آیا اور بڑی بڑی بوندوں سے پانی برسنے لگا جس سے آگ بجھ گئی اور سب بچگیا۔

نقل ایک شخص کو سانپ نے کاٹا لوگ اُسکو لیکر آپ کی خدمت میں آئے آپ اُسوقت وظیفہ پڑھ رہے تھے کسی کو عرض کرنے کی جرأت نہ پڑی بخشی رحمت اللہ خاں کا کو روی جرأت

کرکے بڑھے جیسے نگاہ روبرو ہوئے آپ نے فرمایا کہ جاکر اُن سے کہو کہ اس لاش کو لیجائیں وہ اُسکے پیر دن واپس گئے اتنی دیر میں وہ مرچکا تھا۔

فصول مسعودیہ میں ہے کہ ایکبار موضع بڈگانوں کی زمین کے متعلق برادران موضع سے جھگڑا ہوگیا آپ کے خیال میں آیا کہ بڈگانوں جاکر جھگڑا طے کر دینا چاہیے چنانچہ تشریف لائے دمگڈھ سے چلتے وقت شیخ منگا اپنے خادم خاص و معتقد با اخلاص کو جو موضع لانواں میں اپنی زمینداری پر رہتے تھے یہ کہکر بلایا کہ اگر تم قلندر کو برحق سمجھتے ہو تو وہیں سے بڈگانوں روانہ ہوجاؤ میں یہاں سے جاتا ہوں چنانچہ وہ بھی اُسی روز پہونچگئے دوسرے دن قصبہ سیونہہ میں سب لوگ تصفیہ کیلئے بُلائے گئے اور بات چیت ہوی مگر بعض مفسدوں کی وجہ سے کسی طرح قضیہ طے نہوا آپ کو بہت تکدر ہوا آپنے سیونہہ سے دمگڈھ واپس جانا چاہا بعض اعزہ بڈگانوں نے جنکو آپ سے خلوص اعتقاد تھا عرض کیا کہ حضور بڈگانوں ضرور تشریف لے چلیں جسطرح ہوگا ہم لوگ اس جھگڑہ کو طے کرا دینگے آپنے مان لیا اور تشریف لیگئے اُنھوں نے افراد مخالف کو بلاکر بہت کچھ فہمایش کی مگر اُنھوں نے اپنی خباثت سے نہ مانا اور جھگڑا باقی رہا آپ کو بہت تکدر ہوا صبح ہی کو آپ وہاں سے روانہ ہوگئے جب دو کوس نکل گئے تو اثناء راہ میں حضرت شاہ محمد ماہ قلندر اور میران صدر جہاں شہید جنکی قبر بڈگانوں میں ہے اور میران سید مطلب جنکا مزار سیونہہ میں ہے ان سب کی برزخ حاضر ہوئیں حضرت شاہ محمد ماہ قلندر کی برزخ میانہ کے آگے اور اُن دونوں شہیدوں کی برزخ میانہ کے داہنے بائیں تھیں جب آپ کا میانہ تروہا کی گڈھی کے قریب پہونچا تو اُنھوں نے کہا کہ ہم نے آپ کا کام درست کردیا اور موذیوں کو سزا دیدی آپ ہرگز مکدر نہو جیئے ہم محض آپ کے متعلقین کی حفاظت کی غرض سے بڈگانوں میں ہیں آپ جائیے اور اطمینان رکھئے یہ کہکر وہ نظر سے غائب ہوگئے آپ پر وجد طاری ہوگیا اُسی وقت شیخ منگا سے جو میانہ کے ساتھ تھے فرمایا کہ منگا یہاں آؤ تم نے بہت محنت کی اپنی محنت کی مزدوری لو وہ حاضر ہوئے فرمایا کہ تمھارا لڑکا فوجدار کی قید میں ہے میں نے اُسے رہای دی اور تم کو جو فوجدار نے گھر سے نکالدیا تھا تم کو بھی میں نے تمھارے مکان میں آباد کیا اور تمھارے لڑکے کیا

اور تمام قیدیوں کو بھی رہائی دی پھر اُسیوقت اُنکو دان شاہ اپنے خادم کے ساتھ سوؤ کی طرف رخصت کردیا اور خود درگاہ میں تشریف لیگئے ایک ہفتہ بھی نہ گذرا تھا کہ نواب امیر خاں صوبہ دار الہ آباد دہلی میں مار ڈالا گیا تمام فوجدار جو اُسکی طرف سے مقرر تھے بھاگ گئے شیخ منگا کا لڑکا اور سب قیدی رہا ہوگئے اور شیخ منگا اپنے مکان میں جاکر آباد ہوگئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں شہیدوں کے ارشاد کے موافق جھگڑا بھی طے ہوگیا اور حقدار کو حق ملگیا۔

نقل مسماۃ بی بی راحت جو آپ کی عزیز تھیں اُنکے یہاں لڑکا پیدا ہوا اور اُنھیں دنوں میں آپ کے یہاں بھی ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں اُسیوقت بی بی راحت نے اپنے دل میں کہا کہ اس لڑکے کو حضرت صاحب کے یہاں منسوب کرونگی مگر اپنا یہ خیال کسی سے ظاہر نہ کیا جب سید مقصود علی کی شادی ہوئی تو منگنی کا سامان لیکر آئیں شادی سے فراغت کے بعد بی بی راحت نے تمام اعزا کے سامنے آپ سے اپنا ارادہ ظاہر کرنا چاہا آپ اُنکی خطرہ پر مطلع ہوکر فرمانے لگے کہ تمھارے دل میں جو خیال پیدا ہوا ہے وہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ میں نے اسیوقت لوح محفوظ میں دیکھا ہے کہ یہ کام ہونیوالا نہیں ہے پھر سب سے فرمایا کہ تم سب گواہ رہنا کہ انکا یہ ارادہ خدا کے ارادہ کے خلاف ہے بہتر ہے کہ اپنے دل سے یہ خیال نکال ڈالیں بی بی راحت یہ سنکر بہت رنجیدہ ہوئیں آپ نے اُن سے فرمایا کہ میرے ساتھ حجرہ میں آؤ تاکہ میں اسکا عوض تم کو اس سے بہتر دوں وہ مع سب اعزا کے حجرہ میں گئیں آپ نے فرمایا کہ تمھارا لڑکا رحمت علی جو باوجود پرتھی پت کی قید میں ہے اُسکو زندہ سمجھتی ہو کہ مردہ اُنھوں نے کہا کہ میرے نزدیک تو وہ مردہ ہی ہے کیونکہ میرے پاس اتنا کہاں ہے کہ اُسکو چھڑا سکوں فرمایا کہ اچھا میں نے اُسکو قید سے رہائی دی اور اُسکے ساتھ اور قیدیوں کو بھی یہ تمھارے اُس خیال کا بدلہ ہے یہ فرماکر رخصت کردیا اس ارشاد کو بیس روز نہیں گذرے تھے کہ پرتھی پت کو وزیر الممالک نواب ابو المنصور خاں نے مار ڈالا اور پرتاب گڈھ کو لوٹ لیا رحمت علی اور تمام قیدی رہا ہوکر اپنے گھر آئے پھر اُسی سال بی بی راحت مع اپنے شوہر کے مرگئیں اور رحمت علی آگ میں جل گیا۔

نقل ایک شخص مرض آدہنگ میں بیمار تھا یہ حالت ہوگئی تھی کہ کھانا پینا چھوٹ گیا تھا اور چھ ماہ اس حالت کو گذرگئے تھے چارپائی پر مردہ کی طرح پڑا رہتا تھا ایک روز آپ کے بڑے بھائی حضرت شاہ محمد وارث قلندر نے آپ سے کہا کہ چلکر اُسے دیکھ آنا چاہیئے فرمایا کہ جانے کی کیا ضرورت وہ خود اپنے پیروں میری قدمبوسی کو آئیگا اس روز آپ کے یہاں مرغ کا گوشت اور گیہوں کی روٹی پکی تھی وہ آپ کیلئے لائے آپنے نوش کیا اور تھوڑا شوربہ و روٹی شاہ محمد وارث قلندر کو دیکر فرمایا کہ یہ اُس بیمار کی دوا ہے لیجاؤ اور جسطرح بھی ممکن ہو کھلادو وہ لیگئے اُسمیں کھانے کی طاقت کہاں تھی مُنھ تو کھلتا نہ تھا لوگوں نے چھُری سے دانت کھولکر وہ شوربہ روٹی میں ملا ہوا کھلادیا جیسے وہ حلق سے نیچے اُترا ویسے اُسکو صحت ہونے لگی ایک ہفتہ میں بالکل تندرست ہوگیا ایسا کہ قدمبوسی کو آیا۔

نقل ایک روز شیخ مبارک محی الدین ساکن دمگڈھ آپکے مرید آپ کے حضور میں حاضر تھے آپنے فرمایا کہ اے مبارک محی الدین اسوقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ بیوی کے علاوہ ایک اور بیوی تمھاری قسمت میں ہے اُس سے تمھارا نام و نشان باقی رہیگا اور ان بی بی سے جو لڑکے ہیں اُن سے ہرگز نام و نشان باقی نہیں رہیگا بہتر یہ ہے کہ دوسرا نکاح کرو وہ یہ سُنکر متحیر ہوے جواب تو کچھ نہ دے سکے مگر دل میں یہ خطرہ آیا کہ حضرت پیرومرشد یہ کیا فرمارہے ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے چند روز کے بعد اُنکے دونو لڑکے آگ میں جل گئے تب اُنکو کچھ آپ کے ارشاد کا خیال آیا ایک روز موقع پاکر عرض کیا کہ حضور نے میرے عقد ثانی کے متعلق جو فرمایا تھا اُسکے آثار تو ظاہر ہونے لگے اب حضور کے فضل و کرم کا امیدوار ہوں فرمایا کہ بہتر ہے دوسرا نکاح کرو عرض کیا کہ حضور میں آسمان کے ستارہ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں فرمایا کہ اچھا یہی سہی وہ خوش ہوکر رخصت ہوے ستارہ سے مطلب اُنکا ایک امر محال تھا جسکا قصہ یہ ہے کہ اُنکی ایک چھوٹی سالی تھی جس سے وہ نکاح کرنا چاہتے تھے مگر وہ بچپن سے دمگڈھ میں اپنی برادری میں منسوب تھی اسلئے اُنکو اپنے اظہار خیال کی جرأت نہیں ہوتی تھی آخر کسی نہ کسی طرح

اُنکے ارادہ کی اطلاع لڑکی کے ورثہ کو ہوگئی وہ اُنکے دشمن ہوگئے اور مار ڈالنے کی فکر میں لگے چند روز کے بعد جہاں اُسکی نسبت ہوئی تھی وہاں سے شادی کا تقاضہ ہوا اور دونو طرف سے سامان ہونے لگے اور تاریخ عقد بھی مقرر ہوگئی جسقدر تاریخ نکاح قریب آتی جاتی تھی اُنکو اور اُنکے دوستوں کو آپکے ارشاد سے حیرت ہوتی تھی جب نکاح کا دن آیا تو بالکل اُنکا اعتقاد فسخ ہوگیا شام کو آپ حجرہ سے حویلی میں تشریف لیگئے تو حضرت شاہ محمد وارث قلندر کی بیوی نے کہا کہ آپنے تو کہا تھا کہ مبارک محی الدین کے ساتھ اس لڑکی کا نکاح ہوگا اور اب اُسکی شادی دوسری جگہ ہوی جارہی ہے ایسی بات نہ کہا کیجے جس سے لوگوں کا عقیدہ خراب ہو آپنے فرمایا کہ تم کو نہیں معلوم میں لوح محفوظ میں دیکھ چکا ہوں کہ اسکی شادی مبارک محی الدین کے ساتھ ہوگی یہ تمام سامان شادی اُسی کیلئے ہورہا ہے وہ متحیر ہوکر چُپ ہوگئیں آپ نماز پڑھنے لگے دو تین گھنٹہ کے بعد ہی دولہا کے کلیجہ میں شدید درد اُٹھا ہر چند دوا کی گئی مگر فائدہ نہوا بلکہ اور زیادتی ہوگئی یہانتک کہ قریب ہلاکت پہونچگیا اُسی حالت میں دلہن کی ماں نے رونا اور یہ کہنا شروع کیا کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح اسکے ساتھ نہیں ہونے دونگی اور جو کوی ایسا کرنا چاہیگا میں حشر میں دامنگیر ہونگی میں اپنی لڑکی کا نکاح مبارک محی الدین کے ساتھ کرونگی جب لوگوں نے دلہن کی ماں کی فریاد وزاری سُنی اور دولہا کو مردہ پایا تو مجبور ہوکر شیخ مذکور کو جو قلعہ موضع رتھیو میں تھانہ دار تھے بُلایا اور نکاح کردینا چاہا مگر کوی قاضی دولہا والوں کے خوف سے نکاح پڑھنے پر راضی نہوا آپنے یہ واقعہ سُنکر فرمایا کہ یہ اپنا کام ہے اور نہایت اہم کام ہے مجکو کرنا چاہیے چنانچہ تشریف لیگئے اور نکاح پڑھکر واپس آئے دوسرے دن وہ نہایت خوش دلہن کو لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپنے فرمایا کہ اس بیوی سے تمہارے پانچ لڑکے ہونگے وہ آداب بجا لائے آپ کی برکت ارشاد سے اُنکے پانچ لڑکے ہوئے زمانہ تالیف فصول مسعودیہ تک اُنکے تین لڑکے مع اپنی اولاد کے زندہ تھے۔

نقل ایک بار ایک کوڑھی کو آپنے دہی دیکر فرمایا کہ پی لو یہ تمہاری دوا ہے اُس نے

پی لیا بالکل اچھا ہو گیا۔

نقل ایک روز آپ کو خیال آیا کہ معلوم نہیں گیاہ لونگ کیسی ہوتی ہے یہ گھانس کہلوا بن کے جنگل میں ہوتی ہے لونگ کی ایسی خوشبو ہوتی ہے فوراً حضرت سید احمد با دپا وہ گھانس لے کر حاضر ہوئے اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا کہ تم کو اس گھانس کے دیکھنے کی خواہش ہوئی لہذا لیکر آیا ہوں آپنے دیکھا اور اور لوگوں نے بھی دیکھا۔

نقل آپ میانہ پر سوار کہیں جارہے تھے راستہ میں پانی برسنے لگا مگر آپ کے میانہ پر ایک قطرہ بھی نہ گرا ہر چہار طرف بارش ہوا کی۔

نقل مہاراجہ ٹکیٹ رسالے نے اپنے بھتیجہ نہال چند کو راجہ ہولاس رسالے کے ساتھ آپ کی خدمت میں بھیجا تا کہ آپ کی دعا سے اسکی بیماری یعنی خون کی قے ہونا جاتی رہے اُنکے ساتھ ایک شخص اور بھی تھا جسکو لقوہ ہو گیا تھا آپ نے پانی دم کرکے راجہ کے بھتیجہ کو پلایا وہ اچھا ہو گیا اُسی وقت ایک شخص بڑا تربوز آپ کیلئے لایا آپ نے اُسمیں سے آدھا لقوہ والے کو دیا اور فرمایا کھا تمہاری یہی دوا ہے اُسنے کھالیا اور رخصت ہو کر لشکر میں آیا اور رات کو شبنم میں سویا صبح کو جو اُٹھا تو بالکل اچھا تھا کہیں لقوہ کا پتہ نہ تھا۔

نقل شیخ محی الدین آپکے مرید ایسے سخت بیمار ہوئے کہ جانبری کی امید نہ رہی حکیم معالج نے بھی کہدیا کہ انکے کفن کی فکر کرو اب انمیں کچھ نہیں ہے چنانچہ سامان ہونے لگا لوگوں نے جا کر آپ سے بیان کیا اور یہ خواہش کی کہ حضور چلکر دیکھ لیں آپ تشریف لیگئے اور اُنکے چہرہ سے چادر ہٹا کر فرمایا کہ اسکو کون مردہ کہتا ہے یہ زندہ ہے اور ابھی بہت دنوں جئے گا طبیب غلط کہتا ہے یہ فرما کر واپس آئے طبیب نے کہا کہ تمام علامات موت ظاہر ہیں اور یہ فقیر ایسا کہہ گیا ہے میں بھی اُسکا کمال دیکھوں کچھ دیر کے بعد تمام جسم میں جان آگئی اور ہوش و حواس درست ہوگئے طبیب شرمندہ ہو گیا۔

نقل ایک روز فرمایا کہ آج جو کوئی میرے مکان میں مٹی کا لیس کرے جو ملنگے سو پاوے

ایک عورت نے یہ سُنکر فوراً ایس کردی آپنے فرمایا کہ مانگ جو مانگنا ہو اُسنے کہا کہ میں ایک لڑکا چاہتی ہوں فرمایا افسوس لڑکا مانگا کچھ اور نہ مانگا اگر سلطنت چاہتی تو اسوقت دیتا۔

نقل ابتدائے حال میں جب آپ کو استنجا یا قضائے حاجت کی ضرورت ہوتی تو کوئی غیبی شخص آپ کو ڈھیلے اور پانی دیدیا کرتا کسی کو بلانے یا پکارنے کی ضرورت آپ کو نہوتی تھی۔

نقل ایک روز آپ کو کشف سے معلوم ہوا کہ آج رات کو اس گانوں کو فلاں زمیندار لوٹیگا آپ اہل و عیال کو لیکر دوسرے گانوں میں چلے گئے اُسی رات کو زمیندار نے گانوں لوٹا اور آپ کو ڈھونڈھا جب اُسے معلوم ہوا کہ فلاں گانوں میں ہیں تو حاضر ہوا اور پانچ روپیہ اور ایک بکرا نذر کیا آپنے قبول نہ کیا اور غصہ ہوکر فرمایا کہ دور ہو میں حرام کا مال نہیں لیتا ہوں اُس نے عرض کیا کہ آپ اُسی گانوں میں تشریف لیچلئے میں ہرگز مزاحم نہونگا فرمایا کہ جبتک تیرا زمانہ ہے میں وہاں نہ جاؤنگا آخر چند روز میں وہ زمیندار برباد ہوگیا تب آپ وہاں گئے۔

نقل عاشق شاہ آپکے خادم گانوں کا پروانہ لینے کسی امیر کے پاس گئے مدتوں دوڑ دھوپ کی مگر دستخط نہ کرا سکے ایک روز موقع پاکر پروانہ اُنھوں نے امیر کے ہاتھ میں دیدیا اتفاقاً اُسیوقت شمع بجھ گئی فوراً ایک خدمتگار نے آکر روشن کردی اُسنے پروانہ پر دستخط کردئے جب وہ پروانہ لیکر حاضر ہوے تو اپنے دلمیں بہت خوش تھے کہ اگر میں اتنی محنت نہ کرتا تو کبھی پروانہ نہ ملتا آپنے اُنکے خطرہ پر مشرف ہوکر فرمایا کہ جسوقت شمع بجھ گئی تھی اگر میں اُسے روشن نہ کرتا تو پروانہ پر دستخط کیسے ہوسکتے میں ہی اُس خدمتگار کی صورت پر تھا جس نے شمع روشن کی عاشق شاہ یہ سُنکر بہت شرمندہ ہوے۔

نقل ایک بار خشک سالی ہوئی پانی بالکل نہ برسا سب لوگ گھبرا کر حاضر ہوے اور نہایت نجاجت وگریہ سے عرض کیا کہ حضور دعا کریں ورنہ ہم لوگ مرجائیں گے اور جبتک ہمارا مطلب پورا نہوگا ہم نجائینگے آپ عالم غیب کی طرف متوجہ ہوے یکایک حضرت غوث پاک و حضرت امام حسین علیہ السلام کی ارواح طیبہ تشریف لائیں آپنے حضرت غوث پاک سے عرض کیا کہ بارش

کیلئے لوگوں نے مجھے بہت تنگ کیا ہے اُنھوں نے حضرت امام سے عرض کیا اُنھوں نے فرمایا کہ خدا کا حکم نہیں ہے کہ پانی برسے حضرت غوث پاک نے اُنکا ارشاد آپسے کہا آپنے دوبارہ استدعا کی اُنھوں نے پھر وہی فرمایا آپنے حضرت غوث پاک سے عرض کیا کہ میں اس درگاہ سے محروم نہیں جانا چاہتا ہوں جس طرح بھی ہو آپ دعا کرائیں اُنھوں نے حضرت امام سے عرض کیا کہ آپ کی درگاہ کا فقیر یوں عرض کرتا ہے ارشاد ہوا کہ خیر تمھاری خاطر سے دعا کرتا ہوں پھر دعا مانگ کر فرمایا کہ دعا قبول ہوگئی بابا باسط سے کہو کہ آج بارش ہوگی آپنے عرض کیا کہ بہتر میں سب سے یہی کہے دیتا ہوں مگر ایسا نہو کہ میں جھوٹا پڑوں حضرت امام نے فرمایا کہ اسمیں ذرہ فرق نہوگا جاؤ منادی کرادو آپنے منادی کرادی کہ آج بارش ہوگی چنانچہ اسقدر بارش ہوی کہ سیلاب آگیا۔

نقل شیخ لطف اللہ ساکن دیوہ حاضر ہوکر مرید ہوے اور حضوری میں قیام کرنا چاہا آپنے تعلیم و تلقین فرماکر رخصت کردیا اور فرمایا کہ بابا لطف اللہ تمھارا گھرہی رہنا مناسب ہے تمھاری قسمت میں تین لڑکے ہیں جو کچھ میں نے بتایا ہے اُسپر عامل رہو ایک بار تم سے اور ملاقات جسمانی ہوگی پھر حشر میں ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

نقل مرزا محمد بیگ آپکے معتقد اپنے گھر سے آپ کے حضور میں سفارش نامہ بنام مہاراجہ ٹکیت رائے لینے حاضر ہوے آپنے فرمایا کہ میں تمھاری سفارش مہاراجہ سے کردوں یا خدا سے مرزا نے عرض کیا کہ حضور خدا ہی سے سفارش بہتر ہے فرمایا جاؤ میں نے خدا سے سفارش کردی مرزا رخصت ہوکر لکھنؤ آے راستہ میں اُنکو مہاراجہ کا ہرکارہ ملا جو اُنکو بلانے جارہا تھا یہ گئے اور ملے مہاراجہ نے اسیوقت سند فوجداری اُنکے نام لکھدی اور رخصت کردیا۔

نقل آپکے ایک مرید کا انتقال ہوگیا مرتے وقت اُنکا چہرہ سیاہ ہوگیا آپ کو خبر کی گئی آپ تشریف لیگئے اور کچھ دیر اُسکی طرف دیکھتے رہے فوراً اُسکے چہرہ کا رنگ بدل گیا اور تیرگی بالکل جاتی رہی۔

ابتدا میں آپسے خرق عادات و تصرفات بہت ظاہر ہوتے تھے ایک روز حضرت

غوث العالمین نے خواب میں ناخوشی کے لہجہ میں فرمایا کہ باسط علی اسقدر تصرفات و کرامات کا اظہار نہ چاہئے بندگی کرنا چاہئے نہ خدائی اُس روز سے آپ نے تصرف فرمانا کم کر دیا یہ واقعہ آپ نے حضرت عارف باللہ سے بیان فرمایا۔

آپ کی تالیف کئی کتابیں ہیں ایک رسالہ تحفہ نیشاپور یہ اپنے خاندانی حالات ہیں۔

دوسرا رسالہ بیعت الرضوان احکام بیعت و اقسام خلافت وغیرہ کے بیان میں اسکا اُردو ترجمہ میں نے کیا ہے۔

تیسری مثنوی کشف الرموز مقامات طریقت و دیگر حقایق کے بیان میں یہ مثنوی حضرت شاہ محمد اسمٰعیل قلندر لاہرپوری نے طبع کرائی تھی مگر بہت غلط چھپی۔

انکے علاوہ بعض اعمال خاندانی کی تشریح و توضیح اور اُنکے طریقہ زکوٰۃ و نصاب کے بیان میں بھی متعدد رسالے ہیں۔

نیز ایک رسالہ ہے اذکار قلندریہ کے بیان میں جو آپ نے حضرت قطب الوقت کے لئے تحریر فرمایا۔

آپ کی وفات بعمر بیاسی سال سترہ ذیحجہ سنہ گیارہ سو چھیانوے ہجری میں ہوئی آپ کی بیوی صاحبہ کی وفات بھی اُسی روز دو تین گھنٹہ قبل آپ سے ہوئی۔

فصول مسعودیہ میں ہے کہ آپ کے انتقال سے ہفتہ عشرہ قبل میں آپ کے حضور میں حاضر تھا آپ نے فرمایا کہ مکتب برخوردار علی مظہر کا جو اُنیس ذیحجہ کو مقرر ہے مولوی شاہ عبدالقادر عمادی سے کرانا میں نے عرض کیا کہ حضور سے بڑھکر کون ہے اور اُن سے کیوں مکتب کرایا جاے دوبارہ پھر فرمایا کہ اُنھیں سے مکتب کرانا میں خاموش ہو گیا مگر مجکو اس خلاف معمول ارشاد پر تعجب ہوا جب یہ واقعہ ہائلہ پیش آیا اُسوقت ارشاد کا مطلب سمجھ میں آیا مولوی صاحب کے آنے میں بھی آپ نے ایسی کوشش فرمائی کہ وہ اپنے تکیہ سو گھرپور سے آستانہ شریف پر جو کئی منزل ہے آپ کے وصال سے آٹھ گھنٹہ کے اندر آ گئے اور دفن میں شریک ہوئے پھر برخوردار مذکور کا

مکتب کرایا۔ وصال سے پانچ چھ روز قبل ایک روز مجھ سے فرمایا کہ اب دل چاہتا ہے کہ جس حجرہ میں مدتوں یاد الٰہی میں مشغول رہا ہوں اُسی میں بیٹھوں اُسے صاف کرا دو میں نے عرض کیا کہ اسوقت بوجہ تقریب ختنہ برخوردار علی مظہر فرصت نہیں بعد فراغت صاف کرا دیا جائیگا فرمایا کہ یہ بھی بہت اہم کام ہے جسطرح ہو اُسے صاف کرا دو مجھے تعجب ہوا کہ کئی سال سے آپ نے اُسمیں بیٹھنا چھوڑ دیا ہے آج اُسکی صفائی پر اسقدر اصرار کیوں ہے پھر خیال ہوا کہ لوگوں کے ہجوم سے چونکہ مشغولی میں حرج ہوگا شاید اسلئے وہاں رہنا چاہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ اگر حضور وہاں تشریف رکھیں گے تو تمام اعزا و احباب جو تقریب میں جمع ہونگے کیسے قدمبوس ہوسکیں گے اور مجکو دقت ہوگی کیونکہ اگر میں حضوری میں رہونگا تو تقریب کے کاموں میں اور مہمانوں کی خاطر مدارات میں حرج ہوگا اور اگر اُنکی مہانداری میں رہونگا تو حضور کی زیارت نہ کر سکونگا لہذا حضور یہیں رہیں فرمایا کہ خیر جو کچھ کہتے ہو وہی کیا جائیگا سولہ ذیحجہ کو تقریب کے دن چاشت کے وقت آپ خلوت سے باہر آئے اور تمام اعزا و احباب سے ملے اور سب کو حسب مدارج وعظ و نصائح فرمائے اور کچھ دیر بیٹھکر فرمایا کہ اب تم لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہو میں بھی اب جاتا ہوں جب ختنہ کا وقت آیا تو مجھ سے فرمایا کہ جلد فراغت کر و چنانچہ ختنہ ہوگیا بعد ختنہ میں نے اور تمام اعزا و احباب نے قدمبوسی کرکے مبارکباد دی مجھ سے فرمایا کہ دوگانہ شکرانہ پڑھو اور خود بھی پڑھا پھر سب سے فرمایا کہ جاؤ جلسہ تقریب میں بیٹھو بعد نماز مغرب میں اور مولوی شاہ امید علی اور میر احمد آپ کے عزیز حاضر خدمت تھے آپ نے اُن سے فرمایا کہ محفل طرب میں جاؤ اُنھوں نے عرض کیا کہ ہم حضور ہی کی زیارت سے زیادہ مسرور ہوں فرمایا کہ بابا سیر دیکھنا تو اُن لوگوں کیلئے ہمیشہ ہے جو بینائی رکھتے ہیں لیکن پھر یہ جلسہ کہاں دیکھنے میں آئیگا یہ فرما کر خوابگاہ میں اُٹھ گئے اور رسالہ فصول مسعودیہ کا مسودہ لے جا کر ملاحظہ فرمانے اور اسمیں جا بجا حذف و اثبات فرمانے لگے اسمیں بہت رات گذری میری بڑی ہمشیر نے عرض کیا کہ اب آرام فرمائیے رات بہت آئی اسقدر کتاب دیکھنے میں تکلیف نہ اُٹھائیے فرمایا کہ کچھ تھوڑی درستی اور باقی رہگئی ہے

اُسے درست کرکے آرام کرونگا کچھ دیر کے بعد پھر اُنھوں نے عرض کیا پھر وہی ارشاد ہوا قریب صبح رسالہ
کی درستی سے فراغت پائی کتاب لپیٹ کر سرھانے رکھدی اور رضائی اوڑھکر لیٹ گئے اُسیوقت
سید خدا بخش میرے چھوٹے بھائی جو محفل طرب میں تھے خود بخود اُنکا دل گھبرایا اُٹھکر آپ کی
خوابگاہ میں آئے اور کچھ دیر کھڑے رہکر واپس جانا چاہا آپنے رضائی مُنہ سے ہٹا کر پوچھا کون ہے
کیا خدا بخش ہیں عرض کیا کہ جی ہاں فرمایا کہ اسوقت خلاف عادت کیوں آئے عرض کیا کہ خود بخود
کشش ہوئی حاضر ہو گیا فرمایا اچھا کیا پھر فرمایا کہ جاؤ اپنی والدہ کی خبر لو دیکھو وہ کیسی ہیں وہ
والدہ صاحبہ کے پاس گئے اور رضائی چہرہ سے ہٹا کر دیکھا تو اُنہیں کسی طرح کی حس وحرکت
نہ تھی اُنھوں نے گھبرا کر ہمشیرہ سے کہا اُنھوں نے جا کر دیکھا تو والدہ کی روح پرواز کر چکی تھی
تب اُن سے میرے متعلق کہا کہ جاکر اُنکو اطلاع کرو اور ابھی خاموش رہو ورنہ والد ماجد کو تنہائی
تکدر ہوگا سید خدا بخش میرے پاس آئے میں خانقاہ میں سو رہا تھا مجھے جگا کر حال بیان کیا مجھے
پہلے سے اسکا خیال بھی نہ تھا کیونکہ وہ اگرچہ علیل تھیں مگر نہ ایسی میں نے جاکر دیکھا تو انتقال
ہو چکا تھا اُسوقت جو حالت ہم سب کی ہوئی وہ قابل بیان نہیں اُسوقت آپ چارپائی پر قبلہ رو
مراقب بیٹھے تھے یہ حادثہ سنکر کچھ نہیں فرمایا کچھ دیر کے بعد اُٹھے اور باہر جانا چاہا سید خدا بخش
نے سید مظفر علی سے کہا کہ حضرت کے ساتھ چلے جاؤ وہ ساتھ ہو گئے صحن گھر میں پہونچکر فرمایا کہ
ڈھیلے لاؤ تاکہ استنجا کروں اُنھوں نے حاضر کئے پھر فرمایا کہ حاجت بشری سے بھی فراغت کر لینا
چاہیئے لوٹے میں پانی اور کھڑاویں لاؤ اُنھوں نے حاضر کی بعد فراغت وضو کیا اور گھر کی صحن
پر چارپائی بچھوا کر بیٹھے میں والدہ کی نعش کے پاس بیٹھا تھا مجکو بلایا میں جاکر چارپائی کے نیچے
بیٹھ گیا آپنے میرے گلے میں باہیں ڈالکر مجکو چارپائی پر کھینچکر اپنی جگہ پر بٹھایا پھر سر میرے سینہ پر
رکھدیا میں نے عرض کیا کہ حضور آرام سے لیٹ جائیں آپ لیٹ گئے میں سمجھا کہ سو گئے کچھ دیر کے
بعد میں نے سینہ پر ہاتھ رکھا تو معلوم ہوا کہ روح مبارک نے اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کیا انا للہ
وانا الیہ راجعون۔ ایک سنہ وصال سے قبل برخورداران کے تقریب ختنہ کے روز آپنے فرمایا

کہ نیا جوڑا جو اس تقریب میں تم نے اپنی والدہ کیلئے بنایا ہے وہ انکو ضرور پہناؤ میری بیوی کپڑے لیکر گئیں اور پہننے کیلئے عرض کیا انھوں نے فرمایا کہ رکھدو پہن لئے جائینگے پھر انھوں نے عرض کیا پھر وہی فرمایا ناچار کپڑے انکی چارپای پر رکھدئے گئے جب آپ کو معلوم ہوا تو میری بیوی سے فرمایا کہ جس طرح بھی ممکن ہو جوڑا انکو ضرور پہناؤ چنانچہ حسب ارشاد ظہر کے وقت میری بیوی نے جاکر انکو جوڑا پہنایا اور مبارکباد عرض کی آپنے بھی جاکر انکو مبارکباد دی جب رات ہوی تو آپنے خاص طور پر انکی خبر گیری کی تاکید کی چونکہ والدہ کی طبیعت کئی روز سے کسلمند تھی لیکن نہ ایسی کہ جس سے انکے کسی کام میں حرج ہو بلکہ روز وفات تک کھاتی پیتی چلتی پھرتی رہیں جب تقریب ختنہ سے فراغت ہوی اور سب نے مبارکباد دی تو پلنگ سے اتر کر سجدہ شکر کیا اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں نے یہ تقریب اپنی آنکھوں سے دیکھ لی انتقال سے دو روز پیشتر چودہ ذیحجہ روز چہارشنبہ کو البتہ انکی طبیعت زیادہ سست ہوگئی تھی ایسا کہ دن بھر غشی طاری رہی شام کے وقت جب افاقہ ہوا تو جناب امیر کرم اللہ وجہہ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا کہ یا شاہ میں دو روز کی مہلت موت سے چاہتی ہوں کیونکہ سید مسعود علی کے یہاں تقریب ہے تاکہ اسمیں خلل نہ پڑے چونکہ خاصان حق کی دعا رد نہیں ہوتی لہذا انکی دعا مقبول ہوی دعا کے وقت سب لوگ گھر کے جمع تھے مگر کسی کو اسکا خیال نہ آیا کہ ایسا ہوگا مگر حضرت پر سب روشن تھا اسلئے آپنے ختنہ کے روز انکو جوڑا پہنوانے پر بہت اصرار کیا اور وہ خود بھی اپنے وقت رحلت سے مطلع تھیں اسلئے انھوں نے جوڑا پہننے میں تامل کیا انتہی۔

تاریخ وفات از مولانا عبدالقادر قلندر باسطی سہ

حضرت مظہر حق قطب لیماں غوث جہاں	رخت از دار فنا بست سوے باغ ارم
وقت در روز و مہ و سال از توچو پرسند بگو	شب شنبہ سحر ا ہفتدہم عید دوم

تاریخ وفات اہلیہ آنحضرت۔ ایضاً منہ سہ

حضرت صاحبہ قطب زماں	آنکہ نام از صفت عصمت یافت

چند دم پیشتر از غوث جہاں		لیلۃ واحد رحلت یافت	
اتحاد ازلی داعی بود		در مکاں ہمچو زماں حدت یافت	
سال اگر می طلبی باید گفت		پہلو قطب زماں جنت یافت	

حسب وصیت قبر مبارک حجرہ شریفہ میں ہوئی جب قبریں کھودی گئیں تو کافور کی خوشبو آتی تھی اور نہایت روشن تھیں آپ کی نعش مبارک روئی کی طرح ہلکی تھی اور چہرہ چودھویں رات کے چاند کا ایسا روشن تھا۔

سنہ گیارہ سو اٹھانوے میں بحکم نواب آصف الدولہ بہادر باہتمام مہاراجہ ٹکیت رائے روضہ مقدسہ اور اسی کے پہلو میں مسجد تعمیر ہوئی تاریخ تعمیر روضہ مقدسہ

تمام ایں بنائے آسماں فرش		ملک تاریخ گفت العرش العرش ۱۱۹۸	

جب روضہ بنگیا اور مسجد بھی تعمیر ہوگئی اور مہاراجہ کو اطلاع ہوئی تو وہ دو کمخواب کی سبز نفیس چادریں لکھنو سے لیکر گئے اور آستانہ پر پہونچکر صاحبزادوں کے قدمبوس ہوئے دوسرے روز اُنھوں نے سومن پختہ چنے کا حلوا نہایت صرف نیاز کیلئے بنوایا اور حضرت شاہ خدابخش قلندر سے عرض کیا کہ اگر حضرت صاحبزادہ عالی قدر شاہ مسعود علی قلندر اپنے ہاتھ سے یہ چادریں چڑھادیں اور فاتحہ پڑھ دیں تو کمال نوازش ہو اُنھوں نے حضرت قطب الوقت سے عرض کیا وہ حسب خواہش مہاراجہ اُسکی پالکی پر سوار ہوکر مع تمام اعزا روضہ پر تشریف لیگئے اور چادریں چڑھا کر حلوہ پر فاتحہ کیا چونکہ اُسوقت تک بیٹھنے کے قابل کوئی جگہ نہ تھی لہذا وہ درگاہ ہی میں بیٹھ گئے اور دیر تک مہاراجہ وغیرہ سے باتیں کرتے رہے اُسی وقت اتفاق سے پانی برسنے لگا کسی نے عرض کیا کہ یہ بے وقت کا پانی تو کچھ ٹھیک نہیں اُنھوں نے فرمایا کہ ہوقت کی بارش بھی خالی از حکمت الٰہی نہیں مہاراجہ نہایت فہیم و اداشناس تھے اُسیوقت اپنے اہلکار ہربے رام کو حکم دیا کہ پیر و مرشد کا روضہ و مسجد تو بنگیا مگر صاحبزادوں کے بیٹھنے کیلئے خانقاہ نہیں ہے لہذا فوراً وہ بھی بنے اسکے بعد محفل برخاست ہوئی راجہ اپنے خیمہ میں گئے اور حضرت قطب الوقت

مع اعزا امکان تشریف لیگئے وہاں سے اُنھوں نے مہاراجہ کیلئے ہر طرح کا سامان ضیافت بھجوایا دوسرے دن مہاراجہ رخصت ہوگئے اور تعمیر خانقاہ متصل روضہ جانب جنوب شروع ہوگئی جو کچھ ہی دنوں میں بنگئی۔

عمارت روضہ و مسجد و خانقاہ قابل دید ہے۔ راقم کئی بار زیارت روضہ اقدس سے مشرف ہوا ہے فی الواقع نہایت عمدہ عمارت ہے اندر کا حصہ ابتک نیا معلوم ہوتا ہے روضہ کے گرد ایک مربع چبوترہ ہے اور اُسکے گرد بجائے حریم کے فصیل ہے یہ چبوترہ بہت خوبصورت و شاندار ہے روضہ کے دکن جانب خانقاہ ہے اور مسجد سہ گنبدی اکہرے درجہ کی ہے جسکے مینار اب گر گئے ہیں اسکے سامنے ایک بڑا چبوترہ ہے جسکے نیچے ایک اور چبوترہ ہے جسمیں ایک حوض بھی ہے اسی چبوترہ کے کونہ پر ایک بڑا کنواں ہے جسکا پانی نہایت شیریں و خنک ہے استرکاری مسجد کی نہایت مضبوط اور نقوش و منبت بہت عمدہ ہیں درگاہ میں اندر باہر نہایت نفیس گلکاری ہے روضہ کے اندر تین مزار ہیں ایک آپ کا اور دوسرا بیوی صاحبہ کا یہ دونو مزار ایک گز بلند چبوترہ پر ہیں سرہانے چراغدان پر قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علیخاں بہادر کاکوروی کی تاریخ فاسکن انت و زوجك الجنۃ ابداً بخط نسخ لکھی ہے تیسرا مزار حضرت شاہ خدا بخش قلندر کا ہے یہ دونو مزاروں سے پست ہے اسکے داہنے پہلو میں دیوار پر بخط نسخ یہ کتبہ لگا ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم

	ما انت تموت قط و لا انت تنوم		یا باسط یا علی حی القیوم
	من حاوله یقل خفی مکتوم		انت الازل الابد فضم التوقیت

۱۱۹۲

وہاں یہ معلوم ہوا کہ حضرت شاہ خدا بخش قلندر نے جب اپنے مزار کی جگہ لوگوں کو بتائی تو کہا گیا کہ حضرت کلید عرفاں کے پہلو میں جگہ کہاں ہے اُنھوں نے فرمایا کہ زندگی میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے اب کیوں نہ دینگے چنانچہ جب اُنکا مزار وہاں کیا جانے لگا تو چبوترہ مزار بائیں طرف ہٹ گیا اور پہلو میں کشادہ جگہ نکل آئی جسکا ثبوت یہ موجود ہے کہ مابین مزارات جو چراغدان تھا وہ صرف اب حضرت کلید عرفاں کے سرہانے ہے۔

بعد وفات حضرت کلید عرفاں ایک روز حضرت عارف باللہ کو اعتکاف میں یہ مکشوف ہوا کہ حل مشکلات وحصول مقاصد کیلئے جو کوئی آپ کا توشہ مانے فوراً اسکی حاجت پوری ہو توشہ کی ترکیب یہ ہے کہ پانچ سیر میدہ اور تین سیر شکر اور تین سیر گھی کا حلوا بنا کر فاتحہ کرے اگر ہو سکے تو بوزن پختہ کرے ورنہ بوزن خام یہ عمل بہت مجرب اور اس سلسلہ کاظمیہ میں جاری ہے۔

آپکے خلفا و مجاز و فقرا علاوہ حضرات صاحبزادگاں یہ حضرات ہوئے حضرت مولوی شاہ فضل علی قلندر ساکن نردہ حضرت شاہ کفایت اللہ معروف بشاہ کونین آدمپوری حضرت عارف باللہ صاحب بسر شاہ محمد کاظم قلندر کاکوروی حضرت مولانا ابومحمد عبدالقادر قلندر بن خیرالدین صدیقی عمادی سوگھر پوری جونپوری مولوی شاہ حفیظ اللہ ابن شیخ عزیز اللہ پہلوان امیٹھوی شاہ روشن علی ابن شیخ فیض اللہ زمیندار ملتھوہ سید غلام محمد ملقب بشاہ مسند علی مچھوہوی شاہ ولی اللہ بن شیخ محمد پناہ الہ آبادی شاہ محمد ارشد بن سید محمد ذاکر ساکن کرہوان شاہ مست ساکن دربھنگہ میر شاہ فضل علی ابن سید نعمت اللہ بہرائچی شاہ مسند علی قدوائی بن شیخ روشن علی میر بشارت علی میر شاہ حفیظ بن سید عزیز اللہ جارودی شاہ محمد ارشد ملقب بمعشوق شاہ بن شیخ محی الدین منصبدار ساکن اٹاوا شاہ فضل اللہ معروف بشاہ غلام محمد خیرآبادی شاہ غلام محمد ساکن ومگڈہ شاہ محمد شفیع بن شیخ فقیر اللہ ساکن رسولی مرزا شاہ محمد عاقل شاہ کرم اللہ ساکن آدمپور میر محمد شاہ و میر محمد ماہ ملقب بشاہ محبوب آدمپوری سید شاہ رحم علی بن سید جواد علی ساکن ہنڈیہ شیخ منگلے ابن شیخ ابومحمد منصبدار و قلعہ دار دہلی متوطن شیخوپور شاہ بھولا ابن سید محمد زماں آدمپوری تیم شاہ شاہجہانپوری شیخ غلام علی معروف بشاہ عاشق اودھی شاہ مراد علی قلندر پوری میر قطب علی ملقب بقطب شاہ ابن سید ثناء اللہ سید شاہ محمد عطا ساکن گڈھی مسیم بزرگ امید معروف بہ مشتاق شاہ آدمپوری یقین شاہ حضور شاہ میر اولاد علی بن سید امام علی ملقب بہ علی شاہ ساکن بہانی قدست اسرارہم۔

حضرت سید محمد واصل عرف شاہنشاہ قلندر

آپ پیدائشی ولی تھے مدت العمر مجرد رہے اور بہت ریاضتیں کیں اکثر تین تین روزے متواتر رکھتے تھے اور مطلق ضعف و اضمحلال نہیں ہوتا تھا لڑکپن ہی سے خرق عادات ظاہر ہونے لگے حضرت شاہ حبیب اللہ الہ آبادی کے دائرہ میں زمین پر ایک پتھر نصب تھا جسکے اکھاڑنے کیلئے بہت لوگ جمع ہوے اور وہ کسی سے نہ اکھڑا آپنے تنہا اُسے اکھاڑ کر دور پھینکدیا۔

ابتداءً آپ میں جذب بڑھا ہوا تھا ایک روز سرود سنکر وجد ہوا دو منزلہ مکان سے کود پڑے مجلس عرس تھی اور بہت مجمع تھا سب نے پکڑنے کا قصد کیا مگر آپ گرفت میں نہ آئے لوگوں نے آپ کے والد ماجد سے عرض کیا انھوں نے آپ کا جذب کم کردیا۔

آپ کو حضرت کلید عرفاں سے بیعت تھی مگر در اصل اپنے والد کے مرید تھے دو تین مرتبہ انھوں نے آپ سے مرید ہونے کو فرمایا مگر آپ نہوے آخر وقت انھوں نے فرمایا کہ بابا باسط کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے جب آپنے حضرت کلید عرفاں سے بیعت کی تو آپ کے والد کا ہاتھ حضرت کلید عرفاں کے ہاتھ پر متجلی ہوا انھوں نے آپکو مرید کر کے اور تعلیم و تلقین فرما کر لباس فقر عطا کیا اور شاہنشاہ قلندر کا لقب دیا آپ ہمیشہ اُنکی خدمت میں رہے آیندہ روزانہ آستانہ کی خدمت کیا کرتے تھے جب وقت وفات قریب ہوا تو جو کچھ آپ کے پاس تھا وہ سب تقسیم کردیا تین روز قبل وفات سے حضوری ارواح طیبہ حضرت رسالتمآب صلعم و جناب امیر کرم اللہ وجہہ و حضرت غوث الاعظم و حضرت خواجہ معین الدین چشتی وغیرہ آپ کو رہی۔

آپ کی وفات تیسری ذیحجہ روز پنجشنبہ تین بجے شب کو سنہ گیارہ سو ارسٹھ ہجری میں ہوی تاریخ وفات آنحضرت ؎

واصل حق عرف شاہنشاہ را	زیں جہاں بردند در دار البقا
دو میں ذیحجہ آمد در نمود	چار شنبہ روز جملہ رفتہ بود

آں زماں بگذشت شب و پاس و نیم	کرد رحلت زیں جہاں سوے نعیم
چوں صباحش روز یکپاس آمدہ	فارغ از تکفین و تجہیزش شدہ
بود تاریخ سوم ذیحجہ را	پنجشنبہ روز کایں شد ماجرا
شصت و ہشت و یکصد و یکہزار	سال ہجری آمدہ اندر شمار

حضرت کلید عرفاں نے بعد وفات کے آپ کو حضرات پنجتن پاک کا چنور بردار دیکھا اسطرح کہ پہلے آنحضرت صلعم کی مگس رانی کرتے ہیں پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر حضرات امامین و حضرت شیر خدا کی اُنھوں نے اسکی وجہ پوچھی فرمایا کہ حضرات پنجتن پاک خصوصاً حضرت سیدہ کی مگس رانی مخصوص اولاد کے سوا کسی کو نصیب نہیں۔

نیز اُنھوں نے رسالہ نیشاپوریہ میں لکھا ہے کہ میں نے بعد وفات کے ایک رات اُنکو خواب میں دیکھا کہ نہایت شاداں و فرحاں ننگے سر ننگے پیر صرف کمل اوڑھے آیے اور معانقہ کیا صبح کو خیال گذرا کہ اُس عالم میں برہنہ ہونے کا کیا سبب ہے یہ خیال آتے ہی وہ بجسم مثالی آیے اور کہنے لگے کہ میرا لباس حلہ نوری و کافوری ہے اگر اُس لباس میں آتا تو آپ پہچان نہ سکتے اسلیے میں اسطرح آیا۔

پھر چھبیس جمادی الاخر روز چارشنبہ سنہ گیارہ سو ستر میں مجکو جناب مرتضوی علیہ السلام سے معلوم ہوا کہ سید شاہنشاہ قلندر خواجہ اویس قرنی کا رتبہ رکھتے تھے۔

آپ کی حیات میں شیخ منگلے جسوقت جنگل جاتے تھے تو آپ اُنکے ساتھ ہو لیتے تھے تاکہ خوف نہ کھائیں آپ کے بعد ایک روز جنگل گئے راستہ میں دل میں کہنے لگے کہ افسوس شاہنشاہ میاں بھی نہ رہے اب میری مدد کون کریگا آواز آئی کہ ڈرو مت ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

آپ کا مزار دمگلمہ شریف میں روضہ شریفہ حضرت کلید عرفاں کے جانب جنوب حظیرہ میں ہے آپ کے پختہ مزار اور حظیرہ بننے کا سبب یہ ہوا کہ جب آپ کی قبر خام تھی تو حضرت کلید عرفاں اکثر اوقات اُسکے قریب بیٹھکر وظیفہ پڑھا کرتے تھے ایک روز کوئی دولتمند شخص قدمبوسی کو حاضر

حاضر ہوا جب حضرت وظیفہ پڑھ چکے تو اُس نے پوچھا کہ یہ کس کی قبر ہے ارشاد ہوا کہ یہ ایک بڑے بزرگ کی قبر ہے اُس نے اُٹھ کر فاتحہ پڑھا اور چلا گیا حضرت کو خیال ہوا کہ یہ دنیادار لوگ محض اینٹ و چونہ کی عظمت کرتے ہیں جب وہاں سے اُٹھے تو آپ کے مزار کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے شاہنشاہ اگر کچھ روپیہ ملجاے تو تمہاری قبر پختہ بنوادی جاے یا کسی دولتمند کو بھیجو جو تمہارا حظیرہ وغیرہ بنواسے بتیس روز کے بعد راجہ ٹکیٹ راے مدارالمہام نواب آصف الدولہ فیض آباد سے قدمبوسی کو حاضر ہوے اور چند روز قیام کیا اس اثنا میں روزانہ وہ آپ کے مزار پر جاروب کشی کرتے تھے جب چلنے لگے تو معماروں کو بلا کر حظیرہ کی تیاری کا حکم دیا جب حظیرہ بنجانے کی راجہ کو اطلاع ہوی تو اُس نے بہت دھوم سے عرس کیا انواع اقسام کے کھانے پکواے اور مشائخ و علما و فقرا و امرا و عوام لکھنؤ و دیگر قصبات کے بلواے اور نواب آصف الدولہ بہادر بھی مع اپنے مصاحبین و سرداران انگریز کے ساتھ آے مسلمانوں کو جنس کھانے اور ہندوؤں کو نفیس مٹھائی تقسیم کیگئی اور حضرت کلید عرفاں کی خدمت میں اخراجات عرس کیلئے پروانہ معافی موضع سہوان ڈیمہ بمہر نواب آصف الدولہ نذر کیا گیا۔

پھر سنہ گیارہ سو ترانوے میں نواب آصف الدولہ دورہ پر الہ آباد گئے تو راجہ ٹکیٹ راے نواب کو مع اُنکے مصاحبین نواب حسن رضا خاں و حیدر بیگ خاں وغیرہ کے حضرت کلید عرفاں کی قدمبوسی کیلئے لیگئے حضرت اُن دنوں موضع بڑگانوں میں تھے آصف الدولہ آپ کی زیارت و ارشادات سے بہت خوش ہوے جب اپنے خیمہ میں گئے تو حسن رضا خاں اور مہاراجہ سے کہنے لگے کہ شاہصاحب کی نذر کیلئے کوئی گانوں تجویز کرنا چاہئے مہاراجہ نے عرض کیا کہ موضع بڑگانوں جو قدیم سے حضرت کے آبا و اجداد کا مسکن ہے اسمیں تین پٹیاں ہیں ایک پٹی تو نواب شجاع الدولہ بہادر کی معاف کی ہوی ہے اور دو خالصہ کی ہیں یہی نذر کیلئے زیادہ مناسب ہیں نواب کو یہ راے بہت پسند آی راجہ سے کہا کہ میری طرف سے شاہ صاحب کی خدمت میں جاو اور بندگی کے بعد عرض کرو کہ یہ دو نو پٹیاں جو خالصہ کی ہیں حضور کے نذر ہیں

راجہ نے حاضر ہو کر عرض کیا آپ نے منظور فرما لیا اور دعائیں دیں۔

حضرت شاہ عطا علی قلندرؒ

ابن حضرت شاہ محمد وارث قلندرؒ ولادت آپ کی سولہ ذیحجہ روز سہ شنبہ وقت چاشت سنہ گیارہ سو باون ہجری میں ہوئی سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں حضرت کلید عرفاں سے بیعت تھی آپ نے تمامتر تعلیم اور خرقہ فقر و اجازت و خلافت انھیں سے پائی حضرت غوث الاعظم کے حضور سے مخاطب بخطاب قطب الوقت ہوئے تمام عمر حضوری مرشد میں صرف کی آپ سے اور حضرت عارف باللہ سے بہت ربط و ضبط تھا ساتھ ہی ساتھ تعلیم پائی تھی وہ آپ کے قلندر منش اور بزرگ ہونے کے بہت معترف تھے آپ کی عمر انتالیس سال کی ہوئی۔

وفات پچیس ذیحجہ روز یکشنبہ وقت اشراق سنہ گیارہ سو اکانوے ہجری میں ہوئی قطعہ تاریخ وفات از مولوی شاہ عبدالقادر عمادی جونپوری ؎

ز بیچ قربت قرباں امر قطب الوقت	عطا علی کہ از ورشک داشت معدن و بحر
چو رفت سال سہ در روز و وقت باید گفت	پگاہ روز احد بست و پنجم ایں مہ حجر

آپ کا مزار حظیرہ حضرت شاہنشاہ قلندرؒ میں درمیان مزارات اپنے والد اور چچا کے ہے۔

دو چار روز وفات کے بعد حضرت کلید عرفاں نے آپ کے حالات معلوم کرنا چاہے تو آپ کی روح نے حاضر ہو کر کہا کہ بعد انتقال حضرات پنجتن پاک کی حضوری میسر ہوئی اور مجھ کو دارالسلام مرحمت ہوا آپ کا مصنفہ رسالہ فصول عطائیہ بیان شجرات سلاسل اربعہ میں ہے۔

حضرت قطب الوقت سیدنا شاہ مسعود علی قلندرؒ

آپ کی ولادت تیئیس محرم الحرام روز یکشنبہ سنہ گیارہ سو پینسٹھ ہجری میں ہوئی بچپن ہی سے آثار ولایت چہرہ مبارک سے ظاہر تھے اسی زمانہ میں آپ کو حضرت غوث پاک نے خواب میں ایک

چادر رحمت کی تھی بچپن سے شباب تک حضرت کلید عرفان کے حضور میں رہکر علوم ظاہر سے فراغ حاصل کیا انکو آپ سے بہت محبت تھی اکثر فرماتے تھے کہ یہ قطب وقت ہو گا انھوں نے اذکار قلندریہ کے بیان میں ایک رسالہ بھی آپ کیلئے لکھا تیس سال آپ نے اُنکے سایہ عاطفت میں رہکر اعمال و اوراد واشغال و اذکار و مراقبات کی تعلیم حاصل کی اس مدت میں انھوں نے آپ کو ذاتی و خاندانی نعمتوں سے خوب مالا مال کر دیا لیکن رسم بیعت بپاس ادب و طریقہ آبای اپنے مرشد زادہ برحق حضرت شاہ عبدالرحمن قلندر ثانی لاہرپوری پر موقوف رکھی اور محض اسی ضرورت سے اُنکو اپنے یہاں بُلا کر آپ کو مرید کرا دیا۔

آپ کو اجازت و خلافت اُن سے بھی تھی اور جسطرح اپنے والد نامدار کے مقبول تھے اُسی طرح پیر و مرشد کے بھی انھوں نے آپ ہی کیلئے رسالہ مصقلۃ الاولیا فی شرح مرآۃ القلندریہ لکھا۔

حضرت کلید عرفاں نے اپنی حیات میں آپ کو اپنا جانشین کر دیا تھا کچھ دنوں وصال سے قبل آپ سے فرماتے تھے کہ اب میرا دل یہ چاہتا ہے کہ گوشہ میں بیٹھ رہوں اور کسی سے نہ ملوں جو کوی مجھسے ملنے آے وہ تم سے ملے تم سے ملنا گویا مجھ سے ملنا ہے عید ضحی کے روز موافق معمول وہ خانقاہ میں رونق افروز ہوے آپ بھی مع حضرت شاہ خدا بخش و دیگر صاحبزادگاں حاضر تھے حضرت کلید عرفاں نے حسب معمول پگڑیاں منگا کر سب کے باندھیں پھر اپنے سر سے چادر اُتار کر آپ کے سر پر باندھدی اور فرمایا کہ یہ لباس شاہی تم کو مبارک ہو اس چادر کو اور چادروں کیطرح نہ سمجھنا اور نہ مجکو واپس دینا پھر نماز عید پڑھانے کا حکم دیا آپ نے بجماعت کثیر نماز پڑھای آپ کی عادت تھی کہ جب حضرت کلید عرفاں آپ کو چادر عطا فرماتے تو آپ لیکر رکھ لیتے تھے پھر جب اُنکو ضرورت ہوتی تھی تو حاضر کر دیتے تھے اسلئے اُنھوں نے اس بار فرمایا کہ اس لباس کو ویسا نہ سمجھنا۔

بعد وفات حضرت کلید عرفان اُنیس فریجہ روز سویم وقت فاتحہ قل آپ نے وہ لباس پہنا اُس روز یہ واقعہ پیش آیا کہ شیخ بھاون ساکن دمگدھہ کسی ضرورت سے قریب کے ایک گانوں گئے ہوے تھے وہاں سے واپس ہو رہے تھے راستہ میں اُنکو فقرا کی جماعت ملی جو ڈیڑھ ہزار کے قریب تھی

اور قطب کی طرف سے جانب جنوب حضرت کلید عرفاں کے آستانہ کی طرف جا رہے تھے شیخ بہاون نے قریب ہو چکر دیکھا کہ اُن فقراء کے حلقہ میں حضرت کلید عرفان ہوادار پر سوار ہیں یہ فوراً سواری سے اُتر کر قدمبوس ہوئے اُنھوں نے فرمایا کہ بہادن تو یہاں کہاں آج بابو میاں کو خلعت شاہی قلندر صاحب سے مرحمت ہوا ہے ابتک تو قدمبوسی کو نہیں گیا جلد جا دہ وہاں سے افتاں و خیزاں اپنے گھر آئے اور لوگوں سے پوچھا کہ آج حضرت کے خانقاہ میں اسقدر مجمع کیوں ہے لوگوں نے کہا کہ حضرت کا سیوم ہے اُنھوں نے کہا کہ بالکل غلط ابھی تو راستہ میں مجھے حضرت مجمع کثیر کے ساتھ ملے تھے جب اُنکو کسی طرح یقین نہ آیا تب سب اُنکو آپکے پاس لائے یہاں آکر جب اُنھوں نے آپ کو خرقہ پوش دیکھا اور حضرت کلید عرفان کا ارشاد یاد آیا تو اُنکے حواس بجا ہوئے اور قدمبوس ہوئے۔

آپ تقریباً پچیس سال رونق افروز سجادہ باسطیہ رہے آپ کے مرید فرمانے کا طریقہ یہ تھا کہ جو کوئی سلسلہ قلندریہ میں مرید ہونا چاہتا تھا اُسکو بواسطہ حضرت شاہ عبدالرحمٰن قلندر ثانی کے مرید فرماتے تھے اور باقی سب کو سلسلہ باسطیہ میں۔

آخر زمانہ حیات میں استغراق بڑھ گیا تھا جب حضرت غوث ملت آپ کی خدمت میں بیعت کیلئے حاضر ہوئے ایک روز دسترخوان پر وہ بھی موجود تھے آپ کے سامنے بٹیر کا گوشت رکھا گیا پوچھا کہ یہ کیا ہے عرض کیا گیا کہ بٹیر کا گوشت ہے فرمایا کہ بٹیر ایسی ہی ہوتی ہے حالانکہ مدت سے نوش فرما رہے تھے۔

آپ سے خلافت آپ کے بڑے صاحبزادہ حضرت ابوالوقت سیدنا شاہ علی مظہر قلندر اور حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر کاکوروی کو تھی۔

آپ کی وفات بعمر چھپن سال پچیس جمادی الاول بوقت ڈیڑھ بجے شب یوم دوشنبہ سنہ بارہ سو اکیس ہجری میں ہوئی آپ نے اپنے وصال کی خبر بھی قبل سے اشارتاً حضرت غوث ملت کو دیدی تھی چنانچہ جب وہ خلافت پاکر وطن رخصت ہونے لگے تو آپ نے فرمایا کہ راستہ میں اگر کوئی

خبر سننا تو واپس ہونا انکو اس ارشاد سے تردد ہوا لیکن بمقتضائے ادب کچھ پوچھ نہ سکے جب کئی منزلیں طے کر چکے تو سُنا کہ مزاج عالی ناساز ہو گیا ہے چونکہ تعمیل ارشاد واجب تھی لہذا مجبوراً وطن چلے آئے یہاں دو چار روز کے بعد آپ کی خبر وصال سُنی اُسوقت معلوم ہوا کہ اُس ارشاد سے یہی مطلب تھا تاریخ وفات از مولوی شریف الدین کاکوروی ؎

بست وپنجم جمادی الاول — یوم دوشنبہ چوں نمایاں شد
شاہ مسعود علی قلندر را — ذوق گلگشت باغ رضواں شد
شش وپنجاہ سال در دنیا — ماند آں شاہ و فخر دوراں شد
شد بروں از تعین آخر کار — چوں بحق جذب وصل عریاں شد
دیدہ افروخت چوں رخ باسط — گفتمش در تراب پنہاں شد
۱۲۴۱

آپ کا مزار حظیرہ حضرت شاہنشاہ قلندر میں ہے یہ حظیرہ حضرت کلید عرفاں کے روضہ شریفہ کے بائیں ہے اسمیں آپ کا مزار مشرقی کنارہ پر سرہانے طرف اور حضرت شاہنشاہ قلندر کا مزار پچھم طرف سرہانے ہے انکے علاوہ اور بھی مزارات ہیں۔

آپ کی تالیف کتاب مستطاب فصول مسعودیہ ہے حضرات پیران سلسلہ قلندریہ کے حالات میں خصوصاً اور دیگر پیران سلاسل سبعہ میں عموماً اسے آپ نے انتیس محرم روز یکشنبہ سنہ گیارہ سو پچانوے میں لکھنا شروع کیا حضرت کلید عرفاں نے بھی اسے اپنی وفات سے ایک روز قبل ملاحظہ فرمایا اور جابجا حذف و اثبات بھی فرمایا سنہ تیرہ سو تیس میں جب حضرت شاہ ولایت احمد صاحب سجادہ نشین آستانہ لاہرپور نے اسکے چھپوانے کا ارادہ کیا تو حضرت وارث الانبیا مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر قدس سرہ سے عرض کیا اُنھوں نے اولاً اس نسخہ کی تصحیح کی پھر ایک مقدمہ موسومہ بہ فیوض مسعودیہ لکھا جسمیں حضرت مولف قدس سرہ اور اُنکے چھوٹے بھائی اور صاحبزادوں اور دیگر اہل خاندان کے حالات لکھے یہ کتاب سنہ تیرہ سو تیس میں آسی پریس لکھنؤ میں چھپی حجم اسکا مع مقدمہ کے ساڑھے سولہ جزو کا ہے حالات پیران سلاسل سبعہ میں قابل دید کتاب ہے

مگر اب کمیاب ہے ۔

حضرت سید شاہ خدا بخش قلندر

بچپن سے حضرت کلید عرفاں کے سایہ عاطفت میں رہے اور کتب درسیہ اُنھیں سے پڑھیں پھر سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں مرید ہوکر اجازت و خلافت سلاسل سبعہ و تعلیم اذکار و افکار و اوراد و مراقبات اُنھیں سے پائی اذکار قلندریہ جسقدر صحیح و درست آپ جانتے تھے کم کوئی جانتا ہوگا حضرت قطب الوقت اور آپ میں بہت اتحاد تھا وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جس نے انکو راضی رکھا اُس نے مجکو راضی رکھا آپ بھی آنکو بجاے مرشد کے سمجھتے تھے اسلئے اُنکی زندگی میں ادباً خرقہ پوش نہیں ہوے اُنکے بعد خرقہ پہنکر پڑگانوں میں مقیم ہوے۔

آپ کو اجازت و خلافت حضرت شاہ عبد اللہ قلندر لاہرپوری سے بھی تھی حضرت قطب الوقت کے بعد سولہ سال زندہ رہے۔

آپ سے اجازت و خلافت حضرت شاہ بخشش علی قلندر آپ کے صاحبزادہ (متوفی گیارہ شوال سنہ بارہ سواسی ھ) اور حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہما کو تھی۔

آپ کی وفات انیس ربیع الاول روز شنبہ سنہ بارہ سو سینتیس میں ہوئی مزار حضرت کلید عرفاں کے پہلو میں ہے۔

حضرت ابو الوقت سیدنا شاہ علی مظہر قلندر

آپ کی ولادت تقریباً سنہ گیارہ سو نوے ہجری میں ہوئی راجہ خوشحال رسالے صوبہ الٰہ آباد نے بزمانہ برخاستگی عملداری نواب وزیر اور تسلط انگریزی الہ آباد میں تمام علاقہ معافی موضع پڑگانوں و دملگڈھ و نواب گنج کو زیروزبر کردیا اور روپیہ خود تحصیل کرلیا استرداد معافی و روپیہ کی پیروی کیلئے حضرت شاہ خدا بخش قلندر و حضرت شاہ مظفر علی قلندر و سید صاحب علی لکھنؤ آئے اور دربار

نواب وزیر میں استغاثہ دائر کیا اُنھیں دنوں میں مہاراجہ ٹکیت رائے نے مرض فالج میں انتقال کیا تب آپ نے اور اہلکاروں سے رجوع کیا اس دوا دوش اور کوشش میں کئی سال لگ گئے آخر معافی مسترد ہوئی اور روپیہ بھی ملگیا اُسی زمانہ قیام لکھنؤ میں علوم درسیہ آپ نے مولوی عبد الستار لکھنوی سے پڑھے اور مشق خوشنویسی بھی کی پھر وہاں سے واپس ہو کر تعلیم اذکار و افکار و مراقبات خاندانی و اجازت و خلافت اپنے والد بزرگوار سے پائی حضرت کلید عرفاں کی بھی آپ پر بہت نظر توجہ تھی ایک روز وہ آپ کو اپنے کندھے پر بٹھا کر حضرت شاہنشاہ قلندر کی درگاہ میں لیگئے راستہ میں اپنا تاج پہنایا اور مجامیاں فرمایا حضرت قطب الوقت نے اپنی حیات میں کل کام آپکے سپرد کر دئے تھے حضرت غوث ملت اصول المقصود میں لکھتے ہیں کہ

ایک روز مجھے خیال آیا کہ حضرت پیر و مرشد سے پوچھوں کہ آپکے جانشین کون صاحبزادہ ہونگے مگر مناسب سمجھکر خاموش رہا شب کو خواب میں دیکھا کہ میں نے حضرت سے پوچھا کہ آپ اپنے صاحبزادوں میں کس کو زیادہ دوست رکھتے ہیں تو ارشاد ہوا کہ علی مظہر کو میں نے عرض کیا فرمایا کہ ایسا ہی ہے۔

بعد وصال حضرت قطب الوقت آپ کا ارادہ لاہرپور جا کر بیعت کرنے اور لباس فقر پہننے کا ہوا اس ارادہ کی اطلاع حضرت غوث ملت کو دی اُنھوں نے تحریر فرمایا کہ اگر آپ کو بیعت کرنا منظور ہے تو حضرت شاہ عبد اللہ قلندر لاہرپوری سے بیعت کیجئے چنانچہ آپ بعد فاتحہ چہلم حضرت قطب الوقت بقصد لاہرپور بہمراہی اپنے ماموں سید شاہ سلطان مہدی و سید احسان مہدی کے روانہ ہوئے پہلے کاکوری تشریف لائے اور حضرت غوث ملت کا خط لیکر لاہرپور جا کر حضرت شاہ عبد اللہ قلندر کے مرید و خلیفہ ہوئے وہاں سے پھر کاکوری تشریف لائے اور دو تین روز یہاں رہے حضرت غوث ملت نے بمقتضائے آداب و رسم معمولہ خاندانی اپنے بڑے صاحبزادہ حضرت قطب الافراد مولانا شاہ حیدر علی قلندر کو آپ کا مرید کرایا چنانچہ اصول المقصود میں تحریر فرمایا ہے کہ

مخفی مباد کہ ایں رسم وسنت از وقت حضرت شاہ محمد ماہ قلندر رضی اللہ عنہ الآن دریں خاندان جاریست چنانچہ از حالات حضرت کلید عرفاں مع فرزندان آنحضرت واضح شد واز حال والد بزرگوار خود تا ایندم نیز پیدا است بہیں جہت حضرت والد بزرگوار من مولوی حمایت علی را در طفلی مرید خود ساختند و مرا برائے بیعت حضرت شاہ مسعود علی قلندر داشتند چوں در حین حیات حضرت والد بزرگوار مقدر نبود بعد از وفات فقیر رفتہ بمراد خود رسید و مرکوز خاطر عاطر والد بزرگوار بجا آوردہ بہمیں خوف فقیر فرزند کلاں خود را رو برو بیعت کنانید کہ مبادا چہ اتفاق افتد۔

آپ نے بہت ریاضتیں و مجاہدے کئے جس وقت سجادہ باسطیہ پہ رونق افروز ہوئے تو تین ماہ بہیم چلے کئے اور فوائد و برکات حاصل کئے اڑتالیس سال رونق افروز سجادہ آبائی رہے۔

آپ کے خلفا یہ حضرات ہوئے حضرت قطب الافراد مولانا شاہ حیدر علی قلندر خلف اکبر و خلیفہ جانشین حضرت غوث ملت حضرت شاہ علی اکبر قلندر برادر خورد آنحضرت حضرت شاہ رضا علی قلندر نبیرہ حضرت شاہ بخشش علی قلندر خلف حضرت شاہ خدا بخش قلندر حضرت شاہ نظام علی قلندر نواسہ حضرت عارف باللہ کاکوروی حضرت شاہ منصب علی خلف شاہ نظام علی قلندر۔

آپ کی وفات بعمر اناسی سال بیس رجب روز چہار شنبہ وقت ظہر سنہ بارہ سو اٹھتر ہجری میں ہوئی تاریخ وفات از مولوی شریف الدین کاکوروی سے

چار شنبہ وبست ماہ رجب	شہ علی منظہر از قضا و قدر
آمدہ از جہانیاں بہ حجاب	سال رحلت شدہ علی منظہر

آپ کا مزار موضع بڑگانوں میں اپنے نصب کردہ باغ میں متصل مکان جانب گوشہ شرق و شمال ہے۔

حضرت شاہ علی اکبر قلندر

آپ کی ولادت سنہ بارہ سو پندرہ ہجری میں ہوئی سبحانی دعا در زادہ دلی تھے آپ کو

ایک خاص مناسبت جناب امیر کرم اللہ وجہہ کی روحانیت سے تھی حضرت غوث ملت اصول المقصود میں تحریر فرماتے ہیں کہ

حضرت پیر و مرشد نے بعد انکی ولادت کے واقعہ میں دیکھا کہ حضرت عارف باللہ نے

ان سے فرمایا کہ بیا ئید حضرت سید خضر رومی قلندر۔

ایک روز حضرت قطب الوقت بالاخانہ پر تھے آپ کھیلتے ہوئے وہاں گئے اور ہاتھ باندھکر کہنے لگے کہ میاں صاحب مجکو بھی کچھ عنایت کیجیے حضرت نے خوش ہوکر فرمایا کہ میں نے تجکو سب کچھ دیا اور گود میں لیکر اُترے اور آپ کی والدہ سے فرمایا کہ یہ لڑکا بڑا ہوشیار ہے آج اس نے مجھ سے ایسی بات کہی۔

آپ نے تحصیل علوم اپنے بزرگوں سے کی اور ریاضات و مجاہدات کئے آپ کو بیعت و اجازت و خلافت حضرت ابوالوقت سیدنا شاہ علی مظہر قلندر سے تھی اُنکے وصال کے بعد اُنکے قائم مقام ہوئے طاعت و ریاضت حلم و تواضع میں اپنے بزرگوں کے قدم بقدم تھے رسالہ صحیح البیان حضرات پیران سلسلہ عالیہ قلندریہ کے حالات میں آپ کا یادگار ہے یہ رسالہ پانچ جزو کا ہے اسے آپ نے ماہ ذیحجہ سنہ بارہ سو چورانوے میں تالیف فرمایا جسے حضرت شاہ محمد اسمٰعیل قلندر لاہر پوری نے چھپوایا۔

آپ کے خلفاء و مجاز یہ حضرات ہوے حضرت شاہ رحیم باسط نبیرہ حضرت عارف باللہ حضرت شاہ علی اکبر قلندر و حضرت شاہ واجد علی قلندر نبیرگان حضرت غوث ملت حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر حضرت سید شاہ اعجاز حسین نبیرہ حضرت ابوالوقت حضرت سید شاہ قطب اعظم نواسہ آنحضرت۔

آپ کی وفات بعمر بیاسی سال چھبیس ذیقعدہ سنہ بارہ سو ستانوے ہجری میں ہوی آپ کا مزار بیرون حریم حضرت شاہنشاہ قلندر جانب مغرب خام ہے۔

حضرت سید شاہ قطب اعظم قلندر

ابن شاہ اشرف علی بن شاہ بخشش علی ابن حضرت شاہ خدا بخش قلندر خلف اصغر حضرت کلید عرفان۔

آپ کی ولادت سنہ بارہ سو تاسی میں ہوئی حضرت شاہ علی اکبر قلندر کے نواسہ تھے اُنھیں کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی وہ بوجہ اپنی پسری اولاد نہونے کے آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے اذکار و اوراد خاندانی و سلاسل سبعہ کی اجازت مع خرقہ فقر اُنھیں سے پائی اور اُنکے علاوہ حضرت شاہ رکن الدین لاہر پوری و حضرت شاہ واحد علی قلندر کاکوروی سے بھی اجازت و خلافت و خرقہ پایا اپنے نانا کے جانشین ہوئے مگر افسوس عمر نے وفا نہ کی۔

آپ کے بعد آپ کے چھوٹے بھائی سید شاہ علی ظفر لاہر پور جاکر سلسلہ قلندریہ میں حضرت شاہ ولایت احمد صاحب کے مرید و خلیفہ ہوئے مگر اُنکی عمر نے بھی وفا نہ کی غالباً بائیس سال کی عمر میں دس رجب روز دو شنبہ سنہ تیرہ سو چھبیس کو وفات پائی اور قلندر پور شریف بڈگانوں میں حضرت ابو الوقت کے پائیں دفن ہوئے۔

حضرت شاہ رحیم باسط کاکوروی

ابن حضرت شاہ حکیم باسط ابن حضرت عارف باللہ آپنے بعد تحصیل علم مولوی شاہ عبد الولی فرنگی محلی لکھنوی سے بیعت کی اور اجازت و خلافت و خرقہ فقر حضرت شاہ علی اکبر قلندر الہ آبادی سے پایا اکثر لوگ قصبہ و دیہات کے مرید تھے آپ اوراد و وظائف کے بہت پابند تھے اپنے جد امجد کی تحریروں سے بہت ذوق تھا اُنکو چھپوایا بھی تھا نہایت بزرگ صورت و سیرت تھے اپنی نانہالی جائداد پر قابض تھے امور خیر اور کنبہ پروری میں بہت کچھ اُسکا حصہ صرف کر دیا آپنے ستائیس جمادی الاخر روز شنبہ سنہ تیرہ سو گیارہ میں انتقال کیا اور حریم درگاہ اپنے جد امجد میں

جانب مشرق دفن ہوے۔

حضرت مولوی شاہ فضل علی قلندر

ابن شیخ محمد علی بن شیخ علی رضا از فرزندان مخدوم شاہ فرید الحق اسکندر القرشی الچشتی تحصیل علوم سے فارغ ہوکر عرصہ تک درس و تدریس میں مشغول رہے اکثر اوقات فتوحات مکی و فصوص وغیرہ بھی دیکھا کرتے تھے آخر شوق فقر و طلب حق میں مرشد کامل کی جستجو پیدا ہوی اکثر حضرت مخدوم سید علی قوام شاہ عاشقاں کے مزار پر حاضر ہوا کرتے تھے وہاں کچھ تسکین ہوجاتی تھی ایک شب جناب امیر کرم اللہ وجہہ کی زیارت ہوی عرض کیا کہ مجکو طلب حق ہے لیکن اسکا حصول بلا مرشد کے دشوار معلوم ہوتا ہے لہذا ارشاد ہو کہ کس بزرگ کے پاس جاوں اُنھوں نے حضرت کلید عرفاں کو بتایا عرض کیا کہ اُنکو کس پتہ سے تلاش کروں ارشاد ہوا کہ اُنکے بڑے بھای کا نام معدن المعارف سید محمد وارث ہے۔

چندروز کے بعد آپ کو جب پھر اُنکی زیارت ہوی تو عرض کیا کہ کوی اور پتہ ارشاد ہو فرمایا کہ اُنکے چھوٹے بھای کا نام محمد واصل عرف شاہنشاہ ہے۔

پھر تیسری بار ارشاد ہوا کہ اُنکے فقرا میں ایک شاہ روشن علی ناخواندہ و صاحب تصرف ہیں۔

اور چوتھی بار ارشاد ہوا کہ اُنکے علم ظاہر کے اُستاد کا نام حاجی صفت اللہ خیرآبادی ہے۔

پھر پانچویں مرتبہ ارشاد ہوا کہ اُنکے والد شاہ محمد ماہ خلیفہ شاہ محمد لاہرپوری ہیں اُن ہدایات سے آپ کو اطمینان ہوا پھر از راہ مکرمت و نوازش اُنھوں نے آپ کو آپ کی عمر بھر کے حالات بتادے آپنے یہ بھی عرض کیا کہ حضور ہی مجھے اپنی غلامی میں کیوں نہیں لے لیتے ارشاد ہوا کہ مجھسے تم کو اسیقدر ملنا تھا باقی جو کچھ ملیگا وہ اُنھیں سے آپنے اُسیوقت حاضر ہونیکا ارادہ کیا ارشاد ہوا کہ ابھی دو سال ٹھہرو اتنی مدت ختم کرنے کیلئے آپنے عزلت کرنا چاہی اُسی زمانہ میں حضرت شاہ محمد کامل خلف حضرت شاہ محمد واصل قلندر ابن حضرت شمس العارفین سے

آپ کو بُلا بھیجا آپ قلندر پور شریف چلے گئے اسی اثناء میں حضرت کلید عرفاں کو سیر عالم ارواح میں آپ کا حال معلوم ہوا مگر اُنھوں نے کسی سے ظاہر نہ فرمایا جب دو سال کی مدت ختم ہو گئی اور تیسرا سال شروع ہوا تو ایک روز بعد نماز عصر اُنھوں نے شاہ روشن علی سے فرمایا کہ کل ہم تم کو ایک ضرورت سے قلندر پور بھیجیں گے دوسرے روز وہ گئے اور صاحبزادوں سے ملے ایک روز کسی صاحبزادہ نے پوچھا کہ تمھارے پیر کا کیا حال ہے اُنھوں نے کہا کہ میں جاہل ہوں البتہ آپ لوگ ذی علم کتابوں میں دیکھ لیجئے کہ حضرات ائمہ کرام کا کیا حال تھا ویسا ہی میرے پیر و مرشد کا بھی حال ہے اُنھیں دنوں میں ایک روز صاحبزادوں کو معلوم ہوا کہ آج راجہ اعظم گڈھ جسکے آباء و اجداد حضرت رئیس العارفین کے ارادتمند تھے بقصد زیارت مزار و فاتحہ خوانی نیز صاحبزادوں سے ملنے آئیگا وہ منتظر رہے پھر معلوم ہوا کہ وہ بوجہ کسی ضرورت کے راستہ سے واپس گیا اب دوسرے روز آئیگا صاحبزادوں کو فرش بچھوانے سے خفت ہوی شاہ روشن علی نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو واپس بُلا لوں صاحبزادوں نے کہا بہتر ہے اُنھوں نے تصرف کیا معاً راجہ کو خیال آیا کہ اسقدر قریب پہونچکر بغیر صاحبزادوں سے نیاز حاصل کئے چلا آنا خلاف ادب ہے لہذا واپس آیا اور سب سے ملا دو چار روز کے بعد وہ حضرت کلید عرفاں کی خدمت میں واپس گئے اُس زمانہ میں آپ بضرورت نکاح مکان گئے ہوے تھے جب واپس آے تو حضرت شاہ محمد کامل نے واقعہ بیان کیا آپ اُسی وقت رخصت ہو کر حاضر آستانہ ہوے حضرت کلید عرفاں حجرہ میں تھے آپ نے قدمبوسی کر کے طواف کیا اُنھوں نے پوچھا کہ ناخن اور بال کیوں بڑھا رکھے ہیں عرض کیا کہ جسطرح زیارت کعبہ و حج کیلئے یہ شرائط و آداب ہیں اسیطرح زیارت کعبہ دل یعنی مرشد کامل کیلئے بھی یہ باتیں ضروری ہیں پھر اپنے تمام واقعات عرض کئے چونکہ آپ کا آنا ایک طرح کے دعوے سے تھا لہذا اُنھوں نے لا پروائی ظاہر کر کے کئی بار فرمایا کہ میرے نام کے فقیر بہت ہو نگے مگر آپنے ہر بار یہی عرض کیا کہ ہونگے اوروں سے مجھے کیا کام غرض بہت آزمائش کے بعد آپ کو گیارہ ربیع الاخر کو سلسلہ قادریہ میں مرید کیا اور اذکار و افکار و مراقبات تعلیم کر کے اجازت و خلافت عطا فرمای اُسی زمانہ میں آپنے کتاب مناقب الاصفیا

حالات پیران سلاسل سبعہ میں سنہ گیارہ سو ستر میں تالیف کی پھر رسالہ کلمات الاسرار اور کتاب خلاصۃ المعارف
و رسالہ مراتب الانسان و رسالہ اقسام اولیاء اللہ اور رسالہ مسئلہ جبر و اختیار میں بحکم حضرت کلید عرفان لکھے
پھر وطن گئے وہاں چند روز کے بعد آپ پر سکر و جذب طاری ہو گیا گھر بار چھوڑ کر سیاحت اختیار کی
اور بقیہ عمر سیر و سفر میں بسر کی اس سے زائد آپ کا حال نیز تاریخ و سنہ وفات و مدفن معلوم نہ ہو سکا۔

حضرت میر شاہ کفایت اللہ قلندرؒ

معروف بشاہ کونین آدمپوری آپ سید علاء الدین کنتوری نیشاپوری کی اولاد میں سے تھے
ابتداءً فوج میں نوکر تھے اُسی زمانہ سے خدا طلبی کا شوق ہوا ایک بار زمانہ ملازمت میں سلون
جانے کا اتفاق ہوا وہاں روزانہ حضرت پیر اشرف سلونوی کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے
ایک روز خیال آیا کہ انھیں سے بیعت کرنا چاہیئے اُسی اثنار میں ایک بزرگ آئے اور اُنھوں
نے کہا کہ حضرت کلید عرفاں کے جاکر مرید ہو اُنکے کہنے سے آپ کا خیال بدل گیا اور حضرت سے
اعتقاد راسخ ہو گیا کچھ دنوں کے بعد بسنت سنگھ برادر گوپی سنگھ کے ساتھ راجہ بلونت سنگھ کی سرکار
میں نوکر ہوئے راجہ پرگنہ مرکنوامی و جھونسی کا ٹھیکہ دار تھا منجانب راجہ پرتھی پت جو راجہ
نول رائے صوبہ دار الہ آباد کا نائب تھا فوجداری پرگنہ جات مذکور بسنت سنگھ کو ملی اور خدمت
تعلقداری تعلقہ جنگی آپ کے سپرد ہوی آپ وہاں سے اکثر نذر و تحائف حضرت کے حضور میں
بھیجا کرتے تھے اور عرایض میں لکھا کرتے تھے کہ میرا ارادہ ہے کہ چند روز حضور کی خدمت میں
رہوں جب تعلق پرگنہ جات بوجہ عزل و نصب صوبہ دار راجہ سے جاتا رہا تو آپ بھی وہاں سے
علیحدہ ہو کر بنارس چلے گئے ایک روز شیخ محمد مشایخ سے ملنے قصبہ ہنڈیہ آئے اور اُنکے یہاں
اسباب رکھکر سہ پہر کے وقت حضرت کے حضور میں حاضر ہوے حضرت نے اُس روز ایک مصرعہ قصیدہ
غوثیہ کا پڑھنے کو بتایا آپ بہت خوش ہوے کیونکہ آپ کا دل پہلے ہی سے یہ قصیدہ پڑھنے کو
چاہتا تھا چار ماہ آپ وہیں رہے دسویں ذیحجہ کو حضرت بالاخانہ پر یاد الٰہی میں مشغول ہوے

شاہ روشن علی سے فرمایا کہ تم درخت برگد کے نیچے جو حجرہ سے متصل مغرب جانب ہے بیٹھو اور کسی کو اس طرف آنے نہ دو اور ایک اور شخص سے فرمایا کہ تم جانب مشرق درخت انبہ کے نیچے بیٹھو اور اُس طرف سے بھی کسی کو آنے نہ دو تاکہ مشغولی میں حرج نہو اور آپ کی نسبت فرمایا کہ یہ بالاخانہ کے نیچے بیٹھیں اُسکے بعد وہ مشغولی فرمانے لگے چونکہ حضرت کا ارادہ پہلے سے زیارت مزارات حضرت شاہ مجا قلندر و حضرت شاہ فتح قلندر تھا اثنا مشغولی میں خیال آیا کہ اگر آج شاہ مجا قلندر اور دیگر بزرگوں کی زیارت نصیب ہو تو کیا اچھا ہو اُسیوقت حضرت شاہ مجا قلندر اور تمام حضرات قلندریہ کی زیارت ہوی اُنھوں نے حضرت کو تمام مقابر اولیا ہفت اقلیم کی زیارت کرادی پھر فرمایا کہ سید پہلوان لایق تربیت و ارشاد ہے منتظر بیٹھا ہوا ہے اُسے مرید کرو اُسیوقت کہ آخر وقت عصر تھا حضرت نے بالاخانہ سے اُتر کر آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں مرید کرلیا اور کچھ اذکار و اشغال بتاکر رخصت کیا آپنے کچھ دنوں اور نوکری کی پھر حاضر ہوے اور تین چار ماہ رہے پھر کچھ دنوں اور نوکری کی پھر ترک علایق کرکے حاضر حضور ہوے حضرت نے آپ کو طالب صادق پاکر تربیت و تعلیم فرمای تین سال حاضر خدمت رہے اس مدت میں اُنھوں نے آپ کو تمام اذکار و اشغال و مراقبات بتاے اور رسائل سلوک پڑھاے اور بعد تکمیل آپ کو خرقہ پہناکر شاہ کونین کا لقب عطا فرمایا اور اجازت و خلافت سلاسل سبعہ دیکر وطن رخصت کیا وہاں آپنے ایک حجرہ بنالیا اور یاد الٰہی میں مشغول ہوے بہت لوگ آپکے مرید ہوے زوجہ و دختر تجشی رفعت اللہ خاں و شیخ زین العابدین وغیرہ ساکنان کاکوری بھی آپکے مرید تھے۔

بحر زخار میں ہے کہ آپ ابتدا میں سپاہی پیشہ تھے پھر اُسے چھوڑ کر حضرت شاہ باسط علی قلندر کے مرید ہوے نہایت صاحب حال تھے فقر و درویشی کی تصدیق آپ کی زیارت سے ہوتی تھی اپنے پیر کے مریدوں میں سب سے افضل تھے ایک روز آپنے خادم کو پیر کی خدمت میں بھیجا اور فرمایا کہ جلد وہاں پہونچ خادم آپکے برکت ارشاد سے بہت جلد منزلیں طے کرکے پہونچگیا مدتوں آپ نے جناب پیر کرم اللہ وجہہ کے آستانہ پر رہکر مجاہدات کئے وہاں سے آپ کو حضرت کلید عرفاں کی خدمتیں

حاضر ہونے کا حکم ہوا آپ حاضر ہوئے تو اُنکے تصرف سے مجذوب ہوگئے ہر وقت زمین پر لوٹا کرتے تھے اور مطلقاً ستر پوشی کا خیال نہیں کرتے تھے ایک روز آپ کے پیر نے فرمایا کہ اے غلاف شرع ستر پوشی کر اس کلمہ کے فرماتے ہی آپ کا جذب مبدل بسلوک ہوگیا انتہیٰ۔

آدمپور ایک موضع ہے دریائے گنگا کے قریب عموماً یہ قطعہ سیلابی ہے گھاگھرا گھاٹ اسٹیشن سے جانب شمال ایک میل کے اندر اور رجرول روڈ اسٹیشن سے مغرب جانب تقریباً دو ڈھائی میل کے فاصلہ پر یہ موضع آباد ہے آپ کا مزار موضع ہی میں ایک تالاب کے کنارہ ہے خام عمارت تھی جو سیلاب میں منہدم ہوگئی تھی اب عرصہ کئی سال کا ہوا کہ ریاست بلرامپور نے کچھ روپیہ دیا تھا اُس سے امام باڑہ اور مزار خام پھر تعمیر کردیا گیا خام دیوار ہیں چھت دیہاتی طرز کی کھپریل ہے اندر تین قبریں ہیں پورب طرف بیٹی اور وسط میں بیوی اور پچھم طرف آپ برابر برابر مدفون ہیں قرب و جوار کے لوگ بہت عقیدت رکھتے ہیں حاجتمندوں کی منتیں و مرادیں بہت پوری ہوتی ہیں پانچ ماہ ذیقعدہ کو معمولی طور پر عرس ہوتا ہے جبتک ریاست گنڈارہ تباہ نہوی تھی تو وہاں سے کچھ سالانہ مقرر تھا اعلیٰ پیمانہ پر عرس ہوتا تھا قوالی بھی ہوتی تھی اور دو ڈھائی سو فقرا کو کھانا کھلایا جاتا تھا گنڈارہ کے تعلقدار بہت معتقد تھے۔ دس برس کے سن سے آپ مکان سے نکل گئے پچاس سال کی عمر میں واپس آئے اور فرمایا کہ مرشد کے حکم سے عقد کرنے آیا ہوں اُسی روز عقد کردیا گیا دو شب قیام کرکے واپس گئے چلتے وقت کہہ گئے تھے کہ نویں مہینہ لڑکی پیدا ہوگی خیر النسار نام رکھا جائے اور آدمی میرے پاس بھیجا جائے تاکہ مرشد سے تبرک لیکر روانہ کروں حکم کی تعمیل میں بعد ولادت دختر نائی روانہ کیا گیا دس روپیہ نقد کچھ تبرکات اور ایک بڑا ڈھیلا پنڈول کا لیکر وہ واپس ہوا پنڈول کا ڈھیلا بیوی کے ہاتھ میں آکر سونا ہوگیا جس سے عرصہ تک خرچ چلا دوبارہ واپس ہوئے چلہ کشی کرتے رہے چالیس جَو اور ایک گھڑا پانی چالیس دن کیلئے کافی ہوتا تھا جس مقام پر چلہ کشی کرتے تھے غالباً مزار وہیں ہے کہا جاتا ہے کہ ایک سو یا ایک سو دس سال کی عمر ہوی۔ آدمپور سے قریب ایک یا ڈیڑھ میل پر ایک مقام گھورن پور ہے وہاں کا پورا خاندان پٹھانوں کا آپ کا معتقد ہے اُسکے

مورث اعلےٰ کالے خاں حضرت کلید عرفاں کے معتقد و مرید تھے اُسی گانوں میں حضرت شاہ کونین کے زمانہ میں ایک صاحب وہیں کے سلون میں مرید ہوئے اور وہاں سے خلافت حاصل کی اُنکا مزار گھورن پور میں ہے اور وہاں کو قوال صاحب کہلاتے ہیں کالے خاں سے وہ بزرگ کسی وجہ سے خفا ہوگئے اور اُنھوں نے یہ بددعا دی۔

ایک لک پوپ سوا و لک ناتی روئی راون کے دیا نہ باتی۔

اسپر کالے خاں بدحواس ہوکر دھوپ میں بیٹھ گئے اور ایک ڈنڈا زمین میں گاڑ کر کہنے لگے دہائی ہے پیر کی حوالہ کیا پیر باسط کے دس روز تک شاہ صاحب بددعا دیتے رہے اور کالے خاں اپنے پیر کی دہائی دیتے رہے دسویں روز حضرت کلید عرفاں تشریف لائے مرید کو تسلی دی اُن شاہ صاحب کی طرف بغیظ و غضب دیکھکر فرمایا کہ ابھی تمھاری اور تمھارے پیر کی طاقت سلب کر لونگا بے کس کو زبردستی ستاتے ہو شاہ صاحب نے معافی مانگی حضرت نے معاف فرمادیا کچھ روز قیام کے بعد واپس تشریف لئے جا رہے تھے کہ کالے خاں نے عرض کیا کہ حضور مجکو کس کے حوالہ کرتے ہیں شاہ صاحب جب خفا ہونگے برباد کرنے پر تیار ہو جائیں گے حضرت نے فرمایا کہ شاہ کونین تمھاری اور تمھارے خاندان کی ہمیشہ خبر گیری کرینگے اُنھیں کے سپرد کیا چنانچہ ابتک کالے خاں کے خاندان میں جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو ایک آدمی فوراً شاہ کونین کی دُہائی بحوالہ پیر باسط دیتا ہے اور دوسرا مزار پر حاضر ہوکر لوبان کی دھونی دیکر دعا مانگتا ہے بزرگوں کی توجہ سے فوراً ہی مصیبت دور ہو جاتی ہے۔

حضرت مولوی شاہ عبدالقادر قلندر جونپوری

آپ کی ولادت سنہ گیارہ سو چالیس ہجری مقام پائندہ پور ضلع جونپور میں ہوئی آپکے اجداد ملک یمن سے ہند میں آئے تھے آپ قوی الحواس آزاد خیال دور اندیش عالی رتبہ خلیق علم دوست اور علوم عربیہ کے متبحر عالم تھے تاریخ گوئی میں کمال تھا فارسی و عربی و سنسکرت بھی خوب جانتے تھے علوم متعارفہ ملا محمد عسکری جونپوری سے حاصل کرکے سترہ سال کی عمر میں فراغ حاصل کیا

چند سال کے بعد بسبب سیر کتب تصوف طلب حق پیدا ہوی اور مرشد کامل کی تلاش ہوی آخر حضرت کلید عرفاں کی خدمت میں حاضر ہوے حضرت نے آپ میں طلب صادق و استعداد کامل دیکھکر سلسلہ عالیہ قادریہ میں مرید کیا اور اذکار و افکار و مراقبات تعلیم فرماکر اجازت و خلافت سلاسل سبعہ عطا فرمای پھر آپ وطن جاکر علوم ظاہر و باطن کے افادہ میں مشغول ہوے۔

آپ ہر علم میں طاق اور تمام فضائل میں شہرہ آفاق تھے نظم و نثر عربی و فارسی میں خوب لکھتے تھے۔

آپ کی مولفات یہ ہیں ترجمہ رسالہ مسعودیہ فرائض میں رسالہ مختصر مائۃ عامل بطرز جدید نظم بزبان عربی ترجمہ بوستان نظم از فارسی بعربی رسالہ عروض بزبان عربی یہ رسالہ نہایت اختصار و فصاحت سے نظم کیا ہے رسالہ ربط المشائخ منظوم اس رسالہ میں شجرات سلاسل سبعہ جسکی چودہ قسمیں ہیں مفصلاً نظم کئے ہیں رسالہ عربیہ مشتمل عقاید صوفیہ و امامیہ اثنا عشریہ و اہلسنت خطبہ رسالہ کشف الرموز انکے علاوہ چار خطبہ ہیں دو عید الفطر اور دو عید الضحی کے اور ایک مکتوب بھی ہے عربی میں بنام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی دربارہ مسئلہ وحدت وجود۔

آپ کی وفات بعمر باسٹھ سال سنہ بارہ سو دو ہجری میں ہوی سوگھر پور تو ابع جونپور میں مزار ہے۔

آپ کے بعد آپ کے صاحب سجادہ حافظ شاہ فخر الدین ہوے جنکے سلسلہ میں اسوقت شیخ عبد الغفور بن شاہ محمد عباس بن شاہ نجم الدین بن شاہ فخر الدین ہیں۔

اور دوسرے مجاز و خلیفہ حضرت شاہ حیدر بخش عمادی تھے جنکو حضرت کلید عرفاں سے بیعت اور حضرت قطب الوقت سے اجازت و خلافت تھی علم ظاہر و باطن کی تکمیل حضرت شیخ نے کرای اور اپنی زندگی میں نعمت خلافت سے سرفراز کرکے آستانہ آل عماد امرتھوان میں طالبان حق کے ارشاد کیلئے مقرر کردیا۔

حضرت شاہ حسین بخش نے جو فرزند رشید تھے تلقین تقوے سے سلسلہ کو ترقی دی اور حضرت

قطب الوقت سے خلافت حاصل کی اُنکے تین صاحبزادے تھے شاہ مظہر حسین شیخ ماجد حسین شیخ محمد حسین یہ تینوں بھائی حضرت ابوالوقت سیدنا شاہ علی مظہر قلندر کے مرید تھے۔

حضرت میر شاہ حفیظ اللہ امیٹھوی

آپ تحصیل علم سے فارغ ہو کر چند روز درس و تدریس میں مشغول رہے اکثر کتب تصوف مطالعہ میں رہتی تھیں آخر طلب حق میں سب چھوڑ کر مرشد کامل کے متلاشی ہوے حضرت کلید عرفاں کا شہرہ ولایت سُنکر الہ آباد پہونچے وہاں سے آستانہ شریف کا قصد کیا اُس زمانہ میں گنگا طغیانی پر تھی عبور دشوار تھا لیکن بوفور شوق کچھ خیال نہ کیا اور عبور کر کے حاضر خدمت ہوے اور سلسلہ قادریہ میں بیعت کر کے اذکار و اشکار و مراقبات کی تعلیم پائی حضرت کلید عرفاں نے آپ کو اجازت و خلافت دیکر وطن میں اقامت کا حکم دیا چنانچہ وہیں تعلیم و تلقین مریدین میں عمر بسر کی زیادہ حالات معلوم نہ ہوے۔

حضرت شاہ عاشق اودھی

اصلی نام شیخ غلام علی تھا آپ بھی شہرہ ولایت حضرت کلید عرفاں سُنکر نہایت ذوق سے حاضر ہوے زیارت کرتے ہی ایسی بیخودی طاری ہوی کہ بیہوش ہوگئے حضرت کلید عرفاں ہوش میں لاے آپ کچھ دنوں رہکر وطن چلے آے اور چند روز کے بعد پھر بسبب ولولہ فقر و غلبہ عشق الٰہی سب چھوڑ کر حاضر ہوے اور برسوں حضرت کی خدمت میں رہکر اذکار و اشغال سیکھے اور خرقہ فقر پہنکر ملقب بعاشق شاہ ہوے جب جذب و سکر زیادہ بڑھا تو سیاحی اختیار کی مزید حالات معلوم نہوے

شیخ منگلے

عرف منگا ابن شیخ ابو محمد منصبدار و قلعدار دہلی متوطن شیخپور ساکن ملاواں علاقہ پرگنہ جھونسی یہ

بچپن سے دہلی میں رہے وہیں حضرت شاہ محبت علی قلندر خلیفہ حضرت شاہ شکر اللہ قلندر کاکوروی سے ملاقات ہوی اُنھوں نے کہا کہ تمہارا نصیبہ بیعت میرے ہاتھ پر ہے یہ سلسلہ قلندریہ میں اُنکے مرید ہوے پھر اُنھوں نے کہا کہ تمہارا کشود کار و تلقین اذکار و اوراد و اشغال ایک دوسرے قلندر پر موقوف ہے جو کئی سال کے بعد تمہاری طرف آئینگے تمام دینی و دنیوی کام تمہارے اُنھیں سے نکلیں گے مطمئن رہو اُسوقت سے یہ برابر تلاش میں رہے جب حضرت کلید عرفان خیرآباد سے آکر دنگلہ شریف میں مقیم ہوے اور انکو خبر ہوی تو یہ روانہ ہوے اور اُترانواں میں شب باش ہوے اُنکے دنگلہ شریف پہونچنے سے چار روز قبل سے عجیب اتفاق یہ ہوا کہ حضرت کلید عرفاں کو چار روز سے فاقہ تھا کھانے کو کچھ نہیں ملا تھا جس روز صبح کو یہ پہونچنے والے تھے حضرت شاہنشاہ قلندر نے مٹھور میں غلہ تلاش کیا تقریباً دو سیر گیہوں اور تھوڑے تل ملے اُنھوں نے ٹھیکری میں اُنکو بھونا آپسمیں تقسیم کر کے کھایا اُسی میں سے تھوڑے بھنے گیہوں رکابی میں لیکر حضرت کلید عرفاں کے پاس گئے اور کھانے کیلئے عرض کیا حضرت نے فرمایا کہ اے شاہنشاہ تم عارف ہو جانتے ہوگے کہ یہ دانے دوسروں کی قسمت کے ہیں جو آتے ہونگے کچھ ہی دیر کے بعد شیخ منگا شیخ عنایت اللہ کے ساتھ اترانواں سے پہونچکر قدمبوس ہوے حضرت نے وہ رکابی جو طاق پر رکھی تھی اُٹھا کر اُنکے سامنے رکھدی اُنھوں نے کھانا چاہا حضرت نے فرمایا کہ ٹھہرو ابھی دو فقیر اور بھی آرہے ہیں کچھ دیر کے بعد دو فقیر آے تب سب نے وہ دانے کھاے انکو اس واقعہ سے یقین ہوگیا کہ حضرت وہی قلندر ہیں جنکی مجکو خبر دیگئی تھی اُسیوقت سے یہ معتقد ہوگئے پھر مدتوں خدمت میں رہکر اذکار و اشغال و اوراد سیکھے اور حضوری میں رہکر اپنی عمر یاد الٰہی میں بسر کی۔

نفحۂ دوازدہم

حضرت قطب الارشاد عارف باللہ صاحب سر نصیر الملۃ والدین شاہ محمد کاظم قلندر علوی کاکوروی

آپ اعیان مخدوم زادگان قصبہ کاکوری سے تھے نسباً اپنے والد کی طرف سے علوی ہیں اس طرح کہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر ابن حضرت شاہ محمد کاشف چشتی ابن حضرت شیخ حافظ خلیل الرحمن شہید

سلہ بڑے بزرگ صاحب دل وصاحب نسبت تھے آپ کو بیعت واجازت وخلافت سلسلہ چشتیہ میں حضرت شاہ محمد عاقل سبز پوش چشتی لکھنوی سے تھی چنانچہ سبز پگڑی باندھتے تھے اور اتنا اسکا ادب کرتے تھے کہ پاخانہ جاتے وقت اتار ڈالتے تھے سپاہی پیشہ تھے اس زمانہ میں بھی اوراد وعملیات کے پابند تھے بہت لوگ آپ کے فضل وکمال کے باوجود آپ کے استتار وگمنامی کے معتقد تھے بعض عملیات وتعویذات بہت مجرب آپکے پاس تھے سپر شمشیر کا تعویذ مشہور تھا حضرت عارف باللہ فرماتے تھے کہ جب بخشی ابو البرکات خاں اور مرزا باقر نجفی سے لڑائی ہوئی تو وہ تعویذ میرے بازو پر تھا اسکی برکت سے میرے کوئی زخم نہیں لگا اور تسخیر حکام کا بھی ایک عجیب سریع الاثر عمل تھا کبھی کسی وظیفہ کا معین وقت نہیں مقرر تھا جب کہ اگر کسی لڑائی میں بھی جاتے تھے تو سپر وشمشیر پاس رکھکر وظائف سے فارغ ہو کر سوار ہوتے تھے باوجود عیالداری قانع ومتوکل تھے ایک روز گوشہ نشین جنہوں نے جو فقیر کامل کیمیا گر اور حضرت غوث پاک سے فیضیاب تھا اور آپکا خاص دوست آپ سے کہا کہ میں آپکو ایک ایسی چیز بتلاؤں جس سے دوسروں کی محتاجی قطع ہو آپ نے فرمایا مجھکو ضرورت نہیں ہاں ایسی چیز دو کہ جس سے یہ بھوک بھی جاتی رہے کہنے لگا کہ آپ اپنی تنگدستی سے پریشان کرتے ہیں میں اسکے ساتھ کیمیا بھی بتا دونگا آپنے انکار کردیا [illegible] آپ سے خاص روحانی رابطہ تھا حضرت عارف باللہ فرماتے تھے کہ ایکبار میں ایک خاص وجہ سے بہت [illegible] آپکی [illegible] وہاں پر میں نے بیان کیا اور کہا کہ موت چاہتا ہوں کہنے لگے [illegible] پھر بہت تسکین کی [illegible] کہنے لگے کہ یہ پیر ومرشد کے بیٹے ہیں دو تین سال قبل وفات سے آپ کو تشنج کی بیماری ہوگئی تھی جس سے اٹھنے بیٹھنے سے معذور ہوگئے تھے باوجود علالت کے نماز

لہ انتقال نواب دوسری ذیقعدہ سنہ بارہ سو ہجری میں وفات پائی آپکا مزار بالین حضرت عارف باللہ ہے ۱۲

ابن شیخ عبدالرحمن ابن حضرت شیخ غلام محمد ابن حضرت شیخ سیف الدین ابن حضرت شیخ ضیاء اللہ ابن حضرت شیخ ملا عبدالکریم قدس سرہ ابن حضرت حافظ شہاب الدین عرف سوندھن ابن حضرت مخدوم نظام الدین قاری قادری معروف بشاہ بھیکہ کاکوروی ابن حضرت قاری امیر سیف الدین ابن حضرت امیر حبیب اللہ عرف امیر کلاں ابن حضرت قاری امیر نصیر الدین دلیل اللہ ابن حضرت قاری محمد صدیق عرف امیر ابو محمد خانی ابن حضرت قاری عبیداللہ ابن حضرت قاری عبدالصمد ابن حضرت امیر شمس الدین خورد عرف قاری محقق بن حضرت قاری عبدالمجید بن حضرت حاجی سلطان حسین بن حضرت قاری امیر ابراہیم نواسہ وخلیفہ حضرت سید عبدالرزاق خلف وخلیفہ حضرت غوث پاک بن حضرت حاجی قاری سلطان عبداللطیف بن حضرت قاری امیر عبیداللہ بن حضرت قاری امیر شمس الدین صابر خال خالاتی حضرت غوث پاک بن حضرت قاری مجید الدین خانی بن حضرت قاری امیر سلیمان بن حضرت مولانا وجیہ الدین احمد بن حضرت قاری محمد بن حضرت قاری احمد بن حضرت علی بن حضرت ابوالقاسم محمد الحنفیہ بن سیدنا علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ

اور والدہ ماجدہ کی طرف سے عباسی ہیں اسطرح کہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر نواسہ قاضی عبدالاحد بن قاضی محمد حافظ بن قاضی عبدالحلیم بن قاضی مسعود بن قاضی حسین بن قاضی بایزید بن قاضی شیخ کوچک بن قاضی پیاری بن قاضی شیخ کلاں بن شیخ فضل اللہ بن شیخ عنایت اللہ بن فخرالدین بن ابوالبرکات بن شیخ طاہر بن شیخ علی رابع بن شیخ منہاج الدین بن شیخ مظفر بن شیخ علی ثالث بن شیخ حسین بن شیخ تاج الدین بن شیخ محمد بن شیخ ضیاء الدین بن شیخ منیر بن شیخ عین الدین بن شیخ کمال الدین بن مسعود بن محمود بن صدرالدین بن حامد بن محمد بن قاضی علی بن احمد بن قاضی یحییٰ بن علی بن قاسم بن عبدالملک بن قاضی محمد بن ابراہیم بن موفق بن ابراہیم بن اسمٰعیل بن محمد بن علی بن عبداللہ ابن عباس ابن عبدالمطلب

آپ کی ولادت باسعادت سترہ رجب روز دوشنبہ سنہ گیارہ سو اٹھاون ہجری بزمانہ سلطنت محمد شاہ بن جہاندار شاہ بادشاہ دہلی ہوئی۔

بچپن سے انوار ولایت چہرۂ مبارک سے تاباں وفروزاں تھے آپ کے والد بزرگوار ایک بار حضرت

ع آپ کا مفصل حال کشف المتواری مولفہ حضرت غوث ملت قدس سرہ میں ہے ۱۲

مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کے عرس میں کچھوچھہ گئے وہاں بوجہ ہجوم روضہ کے اندر نہ جاسکے یہ خیال کرکے ٹھہر گئے کہ فلاں وقت نزول ارواح کا وقت ہے اُسوقت جاونگا اتفاقاً ایک بزرگ حضرت شیخ علاءالحق پنڈوی کی اولاد سے بھی وہاں موجود تھے انھوں نے اُن سے فرمایا کہ اب زیارت کیلئے جاؤ وہ وقت آگیا وہ گئے اور پھر انھیں کے پاس آکر بیٹھ گئے اُسوقت ایک اور ہموطن اُنکے ساتھ تھے انھوں نے اُن بزرگ سے عرض کیا کہ میرے لڑکے کو پڑھنے کا شوق بالکل نہیں کچھ دعا کیجئے جسپر انھوں نے صرف یہی کہا کہ من شقی شقی فی بطن امہ اور آپکے والد کو ایک دعا بتاکر کہا کہ تم اپنے لڑکے کیلئے لکھ لو اور کہا کہ من سعد سعد فی بطن امہ۔

زمانہ شیرخوارگی میں ایک روز آپ اپنی دادی کی گود میں تھے وہ کسی ضرورت سے اُٹھیں تو آپکے والد کو آپ کے پاس بٹھا گئیں اتنے میں آپنے حق حق کہا وہ متحیر ہوکر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے ایک روز خواب میں اُن سے کسی نے کہا کہ اُس روز حق حق لڑکے ہی نے کہا تھا۔

جب آٹھ نو سال کے ہوے اور کلام مجید پڑھ چکے تب ہی سے نماز و وظائف کے پابند ہوگئے اگرچہ لڑکپن میں کھیلتے بھی تھے مگر نہ کبھی نماز قضا ہوی نہ وظیفہ ناغہ ہوا ایک بار اتفاق سے نماز جمعہ ناغہ ہوگئی آپ کو بہت رنج ہوا اُسی رنج میں سو گئے خواب میں دیکھا کہ حضرت رسالتمآب صلعم کی مجلس شریف ہے اور نماز کی تیاری ہو رہی ہے آنحضرت صلعم نے آپ سے پوچھا کہ کیا نماز پڑھ چکے ہو عرض کیا نہیں ارشاد ہوا کہ اچھا میرے ساتھ شریک ہوجاو آپنے صف کے پیچھے کھڑا ہونا چاہا مگر جناب امیر کرم اللہ وجہہ نے اپنے برابر داہنی طرف کھینچکر آپ کو شریک صف کر لیا۔

ایک بار آپنے لڑکپن میں حضرت حق عز اسمہ کو خواب میں دیکھا کہ بہشت میں ایک نہایت تکلف تخت پر جلوہ فرما ہے آپ کو بلاکر ایک انار دیا چونکہ آپ یہ جانتے تھے کہ بہشت میں بغیر موت کے کوی نہیں پہونچتا اسلئے تعجب سے پوچھا کہ کیا میں مرکر یہاں آیا ہوں ارشاد ہوا کہ نہیں تو زندہ ہے۔

بعد ختم کلام مجید تحصیل علوم کی طرف متوجہ ہوے اولاً کچھ حافظ عبدالعزیز خلیفہ حضرت شاہ محمد عاقل سبزپوش چشتی سے پڑھا پھر مولانا حمیدالدین محدث کاکوروی سے پڑھا اُس زمانہ میں

اُنکے یہاں ایک طالب العلم مولوی عشق اللہ نہایت متقی وصوفی رہتے تھے وہ آپ کی ذاتی خوبیوں پر گرویدہ ہوکر آپ کی تربیت وتعلیم پر آمادہ ہوگئے کیمیائے سعادت ومنہاج العابدین وزاد الآخرت وغیرہ پڑھائیں اُنکی تعلیم سے جو طلب حق کی آگ آپ کے سینہ میں دبی ہوی تھی وہ اور بھڑک اُٹھی

آپ ذہین وطباع ایسے تھے کہ باوجود بے شوقی وکم توجہی اپنے ساتھی محنتی طلبہ سے سبقت لیجاتے تھے مولانا حمید الدین محدث غائبانہ آپ کی ذہانت وجودت طبع کی تعریف کرکے فرماتے تھے کہ یہ لڑکا اگر محنت سے پڑھے تو ساتھیوں سے بڑھ جائیگا وہ آپ کی تعظیم بھی بہت کرتے تھے چنانچہ جب آپ پڑھنے جاتے تھے تو وہ اپنی بارہ دری کے اندرونی دالان میں مغرب طرف کی کوٹھری کے سامنے مسند پر بیٹھے ہوتے تھے آپ کو دیکھکر مسند سے اُٹھکر بارہ دری کے بیچ کے در میں آجاتے تھے اور آپکو وہیں بٹھاتے تھے اور خود ذرا علحدہ ہٹکر بیٹھتے تھے اوائل کتب اُن سے اور اواسط واواخر ملا احمد اللہ سندیلی شارح سلم اور ملا غلام یحیےٰ بہاری سے پڑھیں۔

عنفوان شباب میں علاوہ اور علوم کے علم موسیقی میں بھی طاق اور خوش گلوی میں شہرہ آفاق تھے ہر شخص آپ کا گانا سنکر بیقرار ہوجاتا تھا آپ کا دستور تھا کہ بعد فراغت سبق مکان پر اکثر اوقات گایا کرتے تھے ایک بار دریا کے کنارہ گانا شروع کیا گانے کے اثر سے ایک سانپ زمین سے نکل آیا جب آپ چُپ ہوگئے تو وہ بھی اپنی بانبی میں چلا گیا۔

ایک روز ملا قدرت اللہ بلگرامی رسالے سوئس رسالے کے مکان پر بیٹھے تھے آپ بھی اپنے دوستوں کے ساتھ آستین چڑھائے کمان ہاتھ میں لئے پہونچے اور پھاٹک میں کھڑے ہوکر دروازہ پر ہاتھ رکھکر گانے لگے گاتے گاتے ایسے بیخود ہوی کہ پیر زمین سے اُٹھ گئے اور جسم کانپنے لگا قریب تھا کہ بیہوش ہوکر گر پڑیں مگر لوگوں نے سنبھال لیا۔

آپکے گانے میں خدا نے یہ اثر دیا تھا کہ پانی برسنے لگتا تھا ایک بار ماہ پھاگن کی چاندنی رات میں شیخ جار اللہ چکلہ دار کے پھاٹک پر اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھے تھے کسی نے کہا کہ گانے میں ایسا اثر ہونا چاہیے کہ پانی برسنے لگے آپ نے جوش میں آکر ملار شروع کی گاتے ہی ابر آگیا اور

بوندیں پڑنے لگیں عجیب سماں تھا کہ ایک طرف چاندنی پھیلی ہوی تھی اور ایک طرف بوندیں پڑ رہی تھیں۔ گاتے وقت ولولہ محبت حق بہت بڑھ جاتا تھا یہ حال ہوتا تھا کہ دو دو تین تین روز مسلسل گاتے تھے پھر چُپ ہو جاتے تھے اور مرشد کامل کی یاد و جستجو میں بیقرار رہتے تھے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مجکو دو چیزوں نے فقیر کیا گانے کے شوق اور موت کے خوف نے۔

خوش آوازی کے ساتھ آپ خوبصورت بھی تھے اصول المقصود میں ہے۔

بحان اللہ آواز چناں شیریں و مرغوب صورت چنین نمکین و محبوب ہر طرف از حسن شمایل حکایتہا در ہر جا از وضع و خصایل روایتہا بود کم کسے از ایشان رنجیدہ و عیبے در ذات ایشان دیدہ باشد ہر مشغلہ کہ در طفولیت توجہی نمودند گوے سبقت از ہمعصران می ربودند در علم تیر اندازی و فن شناوری نیز طاق و یگانہ آفاق بودند۔

جب جوان ہوے تو آپ کے والد نے سواروں میں نوکر رکھا کر آپ کے ماموں نواب مظفر الدولہ تہور جنگ بخشی ابو البرکات خاں بہادر ناظم سرکار گورکھپور کے ساتھ کر دیا وہاں بھی آپ کا یہ دستور رہا کہ جہاں کسی فقیر و درویش کو سُنتے جا کر ملتے اور جو کچھ وہ بتاتا اُسپر عمل کرتے مگر قلب کو تسکین نہوتی تھی حافظ معز اللہ صاحب کہتے تھے کہ جس زمانہ میں آپ گورکھپور میں تھے اکثر صوم داودی رکھتے تھے مگر کبھی کوی مطلع نہوا حتے کہ میں بھی جو آپ کا ہر وقت کا ہمدم تھا دنوں واقف نہوا جس روز افطار کرتے تھے تو بخشی صاحب کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور دوسرے روز بہانہ کر دیتے تھے۔

ایک روز بخشی رفعت اللہ خاں نصرت جنگ برادر بخشی صاحب سے حضرت کلید عرفاں کی تعریف سُنی سنتے ہی ایسے مشتاق ہوے کہ بلا اطلاع بخشی صاحب خفیہ پیادہ پا گورکھپور سے دیگہہ شریف روانہ ہوگئے جس روز وہاں پہونچے اُس روز حضرت کلید عرفاں دولتخانہ پر نہیں تھے کسی مرید کے یہاں گئے ہوے تھے آپ وہیں گئے اُنھوں نے دیکھتے ہی فرمایا کہ

بیا بیا دوران باخبر در حضور و نزدیکان بے بصر دور

پھر دوسرے ہی روز سلسلہ قادریہ میں مرید کرکے ذکر مجردھو تعلیم کیا حالانکہ اسقدر جلد وہ کسی کو مرید

نہیں کرتے تھے کچھ دنوں کے بعد آپ بخشی صاحب کے پاس واپس آئے اور جو کچھ تعلیم کیا گیا تھا وہ کرنے لگے فرماتے تھے کہ میں نے ذکر مجرد ھو کو ستر دم تک پہونچایا تھا اور ہر سانس میں ستر بار کرتا تھا اُس زمانہ میں یہ حالت تھی کہ اگر رات کو رضائی اوڑھکر چھت کے نیچے سوتا تھا تو آسمان کے تارے صاف دیکھتا تھا کچھ دنوں کے بعد جب بخشی صاحب کو بکسر میں انگریزوں سے شکست ہوئی تو آپ کو بہت غیرت و وحشت ہوئی وہاں سے بغیر اطلاع حضرت کلید عرفاں کی خدمت میں روانہ ہو گئے حافظ معز اللہ صاحب پہلے ہی فرما چکے تھے کہ میں ایک لڑائی کا اور انتظار کرتا ہوں اُسکے بعد حضرت پیر و مرشد کے پاس چلا جاؤنگا وہ آپ کے پیچھے روانہ ہوئے اور راستہ میں ملکر دونو حضرت کلید عرفاں کی خدمت میں حاضر ہوئے چند روز کے بعد وطن آکر حسب اصرار والدہ و حکم حضرت کلید عرفاں نکاح کیا۔

آپ کی شادی امیٹھی میں اپنی پھوپھی کی بیٹی سے ہوئی جن سے چار صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر حضرت باقی باللہ شاہ حمایت علی قلندر حضرت شاہ حکیم باسط قلندر ہوئے بڑی صاحبزادی کا نکاح حضرت شاہ بہرام علی قلندر خلف شیخ حمید اللہ ابن شیخ محمد نواز ابن حافظ خلیل الرحمن شہید سے ہوا دوسری صاحبزادی کی شادی شیخ غالب علی بن شیخ غلام مصفی ابن شیخ محمد نواز ابن حافظ خلیل الرحمن شہید سے ہوئی تیسری صاحبزادی کی شادی حافظ مظہر حسین ابن شیخ عماد الدین حسین بن شیخ عزیز الرحمن برادر حقیقی حافظ خلیل الرحمن شہید سے ہوئی چوتھی صاحبزادی کی شادی شیخ عبد العلیم بن شیخ عبد الوہاب بن شیخ عبد الفتاح نبیرۂ حضرت ملا احمد معروف بملا جیون سے ہوئی آپ کی پھوپھی امیٹھی میں شیخ عبد الفتاح کو بیاہی تھیں شادی کے چند دنوں بعد پھر سواروں میں نوکری کی آخر وہ بھی چھوڑکر بیٹھ رہے اور اذکار و افکار و اعمال میں مشغول ہوئے ہر سال ایک بار حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں پیادہ جاتے اور چار پانچ ماہ رہکر چلے آتے تھے اگر برسات کا زمانہ قریب ہوا تو حضرت کلید عرفاں رخصت فرما دیتے تھے آپ وطن آکر اپنے دوستوں کو وہ اذکار و افکار تعلیم فرماتے تھے مثنوی باغ و بہار مصنفہ منشی فیض بخش میں ہے ہے

دراں عالم زیاراں چند کس داشت — کہ ہر یک در دل از عشقش ہوس داشت
نخستیں از دل و جانش ہواخواہ — جوان بلگرامی قدرت اللہ
دگر حافظ معز اللہ مشہور — کہ حال او ببالا گشت مسطور
طفیل آں زیرک و ہشیار و دانا — بحسب ظاہر و باطن توانا
چہارم شیخ فضل اللہ نوخیز — کہ بود اندر جوانی بس دلاویز
جوان صالح و نیکو خرد در — متین و خوب نامش بود باقر
دگرزاں شیخ زین العابدیں ہم — کہ دنیا را پے دیں کرد برہم
زہندو زادگاں ہم چند اطفال — کہ بودندش ہمہ ہم عہد و ہم سال
یکے زانجملہ مجلس رائے ذی ہوش — ہمیشہ از شراب عشق در جوش
دگر زانجملہ بینی رام بے عیب — کہ حقانی خطابش آمد از غیب
بدیبانش کسانے چند بودند — ہمیشہ زلہ از خواں می ربودند

دس برس تک اسیطرح حاضر ہوتے رہے پھر حضرت پیر و مرشد کے حضور سے خرقہ خلافت کبریٰ اور اجازت سلاسل سبعہ پاکر وطن آئے اسی زمانہ میں زکوۃ اسماء و ادعیہ خاندانی بھی دی۔ حضرت کلید عرفان سے آپ کو ان اسماء و ادعیہ کی اجازت تھی اور آپنے زکوتیں بھی دی تھیں۔ سورۂ فاتحہ سورۂ مزمل دعائے سیفی چہل اسما شیخ قصیدہ غوثیہ دعیوم دعائے مغنی بانت العظمۃ علیقا ملیقا دعائے اللھم یا ولی الولا تکبیر جلالی ناد علی چہل کاف دعائے سریانی قصیدہ بردہ حروف تہجی اسم یا باسط اسم یا وہاب یا بدیع العجائب یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیأ للہ احمد معکوس اوراد فتحیہ دعائے حیدری حزب البحر۔

انکے علاوہ اور ادعیہ و اسماء کی اجازت اور خاندانوں سے تھی اور یہ سب آپ کے ورد میں تھیں اسوقت تک موجودہ خانقاہ نہیں بنی تھی دن میں آپ حضرت شیخ عبدالرقیب قدس سرہ کی مسجد میں جو آپ کی آبائی مجلسرا کے قریب ہے اور شب کو اپنی مجلسرا میں رہتے تھے اور وہیں مسجد میں مرید بیع کرلیتے

تعلیم فرماتے تھے پھر کچھ دنوں حضرت شاہ شکر اللہ قلندر کاکوروی کی خانقاہ میں رہے وہاں بھی یاران طریقت جمع ہوتے تھے جب آپ کسی اسم کی زکوٰۃ دیتے تھے تو حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر خدمت کرتے تھے اور دریا سے پانی لاتے تھے آپ کو بھی اُن سے بوجہ اُنکی حسن خدمت کے بہت محبت تھی ہر شخص کو اُن سے بیعت کرنے کی ترغیب دیتے تھے خود بھی حضرت شاہ میر محمد قلندر راقم اپنی بی بی صاحبہ کو اُنکا مرید کرایا پھر کچھ عرصہ کے بعد اپنے جدی باغ میں جو آپ کے بزرگوں کا قبرستان ہے ایک مختصر مکان بناکر سکونت اختیار کی صبح سے عصر تک وہاں رہتے اور شب کو مکان چلے جاتے تھے آخر وہ مکان بوجہ بے مرمتی منہدم ہوگیا ایک روز ایک بزرگ اُدھر سے گذرے اور مکان ویران دیکھکر قبرستان کے محافظ فقیر غنی شاہ سے کہنے لگے کہ یہ مکان کیوں ویران پڑا ہے اسکے مالک سے کہدینا کہ اسے ویران نہ کریں اسکی زمین مجکو روشن و آباد نظر آتی ہے تب آپ کی خواہش پر آپ کے چچا شیخ محمد بقا نے اُسکو دوبارہ تعمیر کرایا آپ وہیں رہنے لگے چونکہ شب کو وہ خالی رہتا تھا ایک روز چور اُسکا دروازہ کھود لیگئے آپ نے متفعل ہوکر اُنسے فرمایا کہ باقی لکڑی کھود لیجئے ورنہ چور لیجاینگے اُنھوں نے لکڑی نکلوالی جب آپ حضرت کلید عرفاں کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ میں نے ایک مختصر مکان بنایا تھا وہ بھی نہ رہا ویران ہوگیا ارشاد ہوا کہ ویران نہ کہو آباد ہے اور رہیگا اس ارشاد کے کچھ دنوں بعد مہاراجہ ٹکیت راے دیوان نواب آصف الدولہ بہادر آپکے معتقد ہوئے اور آپ کیلئے خانقاہ بنانا چاہی آپ نے فرمایا کہ خانقاہ کی ضرورت نہیں صرف ایک مختصر کوٹھری کافی ہے مہاراجہ نے ایک پختہ دالان مع چار دیواری اور کنوئیں کے خانقاہ میں بنوادیا اُسوقت سے مستقل سکونت وہیں اختیار کی جب معتقدین و مسافرین کی کثرت مہاراجہ کے معتقد ہونے سے زائد ہوئی تو آپکے حسب خواہش شیخ طفیل علی صاحب نے اُسی دالان پر کمرہ بنوادیا جسمیں آخر عمر تک آپ رہے کمرہ بننے کے زمانہ میں حضرت غوث ملت نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسالتمآب صلعم مزدوروں کے ساتھ لکڑی سر مبارک پر رکھکر بالاخانہ پر لیجاتے ہیں یہ واقعہ اُنھوں نے آپ سے عرض کیا آپ نے خوش ہوکر فرمایا کہ یہ بہت بڑی بشارت ہے امید ہے کہ یہ مکان

متبرک ہوگا اور آباد رہے گا۔

آپ کا لقب عالم غیب سے صاحب سر اور حضرت پیر و مرشد کے حضور سے عارف باللہ اور حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی کی روحانیت سے نصیر الدین تھا اکثر قرابتدار بیبیاں آپ کو یہی کہتی تھیں حضرت قطب الوقت سیدنا شاہ مسعود علی قلندر آپ کے مرشد زادہ آپ کو خطوط میں

واقف اسرار سبحان کاشف سوز یزداں مخزن الاسرار معدن العرفان عارف باللہ

ملقب الغیب بصاحب سر شاہ محمد کاظم قلندر

تحریر فرماتے تھے۔ اصول المقصود میں ہے کہ جب آپ کو حضرت کلید عرفان نے خرقہ خلافت پہنایا تو آپ نے عرض کیا کہ اسکا بوجھ مجھ سے نہیں اُٹھے گا ارشاد ہوا کہ

برداشتن از تو و نگاہداشتن از ما

اور یہ بھی فرمایا کہ

غلغلہ برآرند ز روم و شام

آپ نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو کوہستان میں جا کر بیٹھ رہوں ارشاد ہوا کیا مجذوب ہونا چاہتے ہو میں یہ ہرگز نہ ہونے دونگا تم سے سلسلہ بہت جاری ہوگا پھر عرض کیا کہ خیر اگر یہ مرضی نہیں ہے تو حضوری ہی میں حاضر رہنے کی اجازت دیجائے ارشاد ہوا یہ بھی نہیں ہو سکتا دو آفتاب ایک جگہ نہیں چمکتے نہ دو بادشاہ ایک ملک میں رہ سکتے ہیں تم اپنے وطن جاؤ اور وہیں رہو تمھارے لئے غیب سے یہی حکم ہوا ہے عرض کیا کہ وطن میں بعض لوگ مخالف ہیں ارشاد ہوا کون کون ہیں نام بتاؤ میں سب کو نکال باہر کروں۔

ہر کہ با تو درافتد برافتد وہر کہ دگر کند جگر خورد

آپ ڈرے اور نام بتانے میں متامل ہوئے ارشاد ہوا کہ نہیں ہونگے کیوں نہیں جب آنحضرت صلعم ہی کے اعزہ مخالف تھے تو تمھارے کیسے نہونگے ناچار وطن میں رہنے کا اقرار کیا۔

آپ کو اگرچہ اپنی مشیخت و شہرت وجاہ و رشد سے نفرت تھی لیکن چونکہ مقام قطب الارشادی

عطا ہو چکا تھا لہذا حضرت کلید عرفان نے جو فرمایا تھا وہی ہوا ایک بار حضرت کلید عرفاں کی خدمت میں حاضر ہوئے اُنھوں نے دیکھتے ہی فرمایا کہ آؤ آؤ خوب آئے میں تمھارا منتظر تھا غیب سے تمھارے لئے قطب الارشادی کی بشارت ملی ہے اور اُسکا خلعت بھی میں نے رکھ چھوڑا ہے یہ فرما کر اپنا ملبوس خاص آپ کو پہنا کر فرمایا کہ قطب الارشادی مبارک قطب الارشادی مبارک دو رکعت نماز شکرانہ پڑھو آپ نے قدمبوس ہو کر نماز شکرانہ پڑھی۔

قطب الارشاد وہ ذات ہے جسپر نظام عالم کا انحصار ہو اور وہ باوجود اپنی استغنائے ذاتی کے ہر جز وکل کے حقوق ذاتی جو بمناسبت ظہور اسما وصفات ہوتے ہیں ادا کرتا رہے اور تمام امور ظاہری وباطنی اُسکے متعلق ہوں اور کسی چیز کا ظہور و وجود بغیر اُسکے علم کے نہو تمام ملک وملکوت اُسکا مسخر ومطیع ہو آیہ کریمہ وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منہ اُسکے مطابق حال ہو مقام قطبیت خاص ہے اور مقام قلندریت عام قلندر کیلئے قطب الارشادی ضروری نہیں مگر قطب الارشاد کیلئے قلندر ہونا ضروری ہے قلندر ایک وقت میں کئی ہوسکتے ہیں اور مگر قطب الارشاد ایک ہی ہوتا ہے۔

حضرت غوث ملت اصول المقصود میں لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ فقیر احمد ردولوی ایک بار تشریف لائے اور بیان کیا کہ میں نے آج رات کو یہ خواب دیکھا کہ آپ مثل ایک عظیم الشان درخت کے ہیں اور تمام عالم شاخوں کی طرح آپسے مربوط ہے آپنے مجھ سے فرمایا کہ انکا یہ خواب بشارت ہے اس سے مقام قطب الارشادی کی طرف اشارہ ہے جو حضرت پیر ومرشد نے مجھے عطا فرمایا ہے حضرت شاہ فقیر احمد اور آپسے بہت اتحاد تھا اُنھوں نے آپسے بعض اسماء ودعاء سیفی کی اجازت لی تھی اُنکے والد حضرت شاہ احمد زماں بھی آپ کے حال پر شفیق تھے ایک بار آپ ردولی گئے اور اُنکے یہاں ٹھہرے اُنھوں نے پانچروپیہ نذر دئے آپنے انکار کیا مگر اُنھوں نے نہ مانا اور کہا کہ اسکو بھی بشارت سمجھو۔

ایک روز آپ حضرت کلید عرفاں کے حضور میں حاضر تھے دفعۃً اُنھوں نے نہایت جوش

میں آکر آپ سے فرمایا کہ عارف باللہ مانگ کیا مانگتا ہے عرض کیا کہ بجز مقام عبودیت کچھ نہیں چاہتا
اُنھوں نے نعرہ مارا اور فرمایا کہ مبارک مبارک عبدہ ورسولہ۔

یہاں پر مجکو تعریف عبودیت لکھدینا مناسب معلوم ہوتی ہے تاکہ ناظرین کو معلوم ہوجاے کہ عبودیت کسکو کہتے ہیں اور یہ مرتبہ کس قدر اعلیٰ ہے اور اسے الوہیت متعارفہ پر کیا فوقیت ہے الوہیت جملہ اسماء وصفات حق کے حاوی ہونے کو کہتے ہیں اور عبودیت اُس مرتبہ پر فائز ہونیکے بعد عبدیت میں رہنے کو کہتے ہیں یعنے محض مرتبہ الوہیت بلا عبودیت کے اسلئے خامی رکھتا ہے کہ اس مرتبہ پر پہونچنے پر سالک اپنا سلوک ختم کرکے ساکن ہوجاتا ہے درانحالیکہ سالک کا قیام کرلینا ایک نقص ہے اور مرتبہ عبودیت کو اسوجہ سے فوقیت ہے کہ سالک مرتبہ الوہیت پر پہونچکر پھر تنزل کرکے عبودیت میں آتا ہے اور مزید سلوک کرنیکا موقع رہتا ہے اور وہ برابر اس عروج و نزول کو جاری رکھتا ہے اسیوجہ سے سالک کی انتہاے مراد عبودیت ہوتی ہے اور یہی وجہ تھی کہ آپ نے حضرت کلید عرفاں سے عبودیت طلب کی اور اُنھوں نے اس طلب حقیقی پر نعرہ مارا جو عارف تام المعرفۃ کی انتہای جوش مسرت کا ثبوت تھا مختصر یہ کہ اگر الوہیت بلا عبودیت کے مراد لیجاے تو جامعیت سلوک توحید میں فرق آتا ہے اور عبودیت بلا الوہیت کے ممکن نہیں کیونکہ عبودیت کے بعد الوہیت پر پہونچکر عبد ہونے کی حیثیت سے سالک نے اپنا وجود میٹنے کے بعد پھر عبودیت میں آکر اپنے وجود کو قایم کیا ہے لہذا جامعیت فوت نہیں ہوتی۔

سلوک کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ سالک اپنے آپ کو آئینہ حق میں دیکھے یا حق اپنے کو آئینہ عبد میں ملاحظہ کرے جسوقت سالک اپنے کو آئینہ حق میں دیکھے گا تو حق ہوگا سالک نہوگا اور جب حق آئینہ سالک میں خود کو ملاحظہ کریگا اُسوقت انانیت سالک حق کی انانیت ہوگی سالک نہوگا چنانچہ مولاناے رومی فرماتے ہیں ؎

علم حق در علم صوفی گم شود		ایں سخن کے باور مردم شود	

یہی مقام رسول اللہی ہے اور انانیت دونو صورتوں میں فوت نہیں ہوتی فرق صرف یہ ہے کہ اول

صورت میں بمناسبت تعین سالک انانیت حق محتجب رہتی ہے اور دوسری صورت میں کوئی حجاب نہیں ہے تاچونکہ انانیت حق بعینہٖ ہے لہذا انانیت سالک دوسری صورت میں انانیت حق میں منضح ہیگی اسی سے لئے مارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی اور یدُ اللہ فوق ایدیھم وارد ہیں اور آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ اگر اعلیٰ علیین سے تحت الثری تک ایک ڈول ڈالا جائے تو خدا ہی پر ہوگا یہ آفاق کی نسبت فرمایا ہے اور انفس کی نسبت ارشاد ہے کہ مَن رأنی فقد رای الحق۔

اور دوسرا سلوک توحید عشقی ہے تصوف کا مسئلہ ہے کہ العشق ھو اللہ اس توحید کو توحید ایجادی آفاقی کہتے ہیں اسلئے ارشاد ہے کہ ھو معکم اینما کنتم وا ینما تولوا فثم وجہ اللہ وان اللہ بکل شئ محیط وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ وما من دابۃ الا ھو اٰخذ بناصیتھا ان ربی علی صراط مستقیم اور حدیث قدسی ہے کہ کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لکی اعرف اور تخلیق یوں فرمائی ہے کہ انما امرہٗ اذا اراد شیئا ان یقول لہٗ کن فیکون تخلیق میں آفاق وانفس دونوں ہیں اور شے مراد نفس مرید سے باہر نہیں ہوتی لیکن نفس مرید سے نفس ارادہ ممتاز ہوتا ہے اگرچہ خارج میں نہیں ہوتا اسیطرح پر اعلیٰ علیین سے اسفل السافلین تک جو آفاق وانفس ہے ارادہ کرنیوالے سے علٰحدہ نہیں ہے اور چونکہ کن ارادہ کلی جناب باری کہتے ہیں لہذا کسی ذرہ کی حرکت بلاارادہ واذن حق نہیں ہوسکتی اور جب ارادہ کرنیوالا کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ چیز محبوب ہوتی ہے یا مغضوب کیونکہ جمال وجلال اُسکی شانیں ہیں اور مغضوب بھی محبوب ہے اسلئے کہ اُس نے اپنے حسب سے شے مغضوب پیدا کی ہے جو توحید حالی بیان کیگئی اسکی معیت اسی توحید عشقی ایجادی میں ہے اس توحید میں انفس کا اجمال و آفاق کی

۵۱ اور تم نے تیر نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا۔ ۵۲ اللہ کا ہاتھ اُنکے ہاتھوں پر ہے ۱۲ ۵۳ جس نے مجکو دیکھا اُس نے حق دیکھا ۱۲ ۵۴ اللہ ہر چیز کو گھیرے ہے ۱۲ ۵۵ وہ لوگ وہی چاہتے ہیں جو اللہ چاہتا ہے ۱۲ ۵۶ ہر جانور کے موئے پیشانی اللہ کے قبضہ میں ہیں بیشک میرا پروردگار سیدھے راستہ پر ہے ۱۲ ۵۷ میں پوشیدہ خزانہ تھا پھر میں نے پہچانے جانے کو پسند کیا لہذا خلق کو پیدا کیا تاکہ پہچانا جاؤں ۱۲ ۵۸ جب وہ کوئی چیز پیدا کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے ہوجا تو وہ ہوجاتی ہے ۱۲

تفصیل مع معیت انفس پوری ہے اور عابد و معبود کا خفا و ظہور بھی پورا ہے جامعیت سے ایک ذرہ نہیں چھوٹتا ہے اور اسکا مظہر تام مع تنزیہ انفسی و تشبیہ آفاقی مرشد ہے لہذا سہ

کبھی اللہ سے واصل کبھی مخلوق میں شامل		خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

مرشد نائب رسول ہے اور یہ مجموعی بیان وجود ہے اس وجود کو سالک کی اناء نے ادراک کیا ہے لہذا انا فی نفسہ حق ہے لا الہ الا انا فاعبدونی اور اسکو عبودیت کہتے ہیں اسلئے جناب باری نے فرمایا کہ میری گنجائش قلب انسان کے سوا کہیں نہیں اور معرفت اسی مقام عبودیت سے حاصل ہوتی ہے جسمیں تفرقہ بھی توحید ہے توحید باب تفعیل سے ہے اسکے معنی ایک کر دینے کے ہیں بندہ بندہ نہیں ہے بلکہ حق ہے جو بصورت عبد ظاہر اور بصورت حق پوشیدہ ہے ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا[1] قلب حقایق ہو نہیں سکتا کہ عدم موجود ہو جائے سہ

عدم موجود گردد ایں محال است		وجود از روئے ہستی لایزال است

اور خود فرماتے ہیں سہ

جب سے بھئی ست گر کی کرپا		پیا پائے ڈار سے گرے باہیں
گھر باہر اب وہی ہے کا ظہم		ہم ناہیں ناہیں ناہیں ؛

اور ظاہر ہے کہ شریعت میں بندہ کا جان و مال سب مالک کا ہوتا ہے حق بندہ کا مالک بذاتہ استحقاقاً ہے ع دانی ہمہ اوست وگرنہ دانی ہمہ اوست ۔ دانی ہمہ اوست توحید موسوی ہے وگرنہ دانی توحید ابراہیمی ہے کہ لا احب الآفلین اور ھو الاول والآخر دونوں کی جامع ہے ۔

ابتدا میں آپ پر عشق و توحید کا غلبہ تھا حضرت رئیس العارفین کے بعد سلسلہ عالیہ قلندریہ میں آپ کا ایسا غلو توحید میں کسی نے نہیں کیا اثناء تقریر میں مست ہو کر نعرے مارتے تھے اور یہ کیفیت خواب و بیداری میں یکساں تھی اکثر خواب میں آپ کی زبان سے لوگ کلمات حقایق سنکر آپ کو بیدار سمجھتے تھے بعد کو معلوم ہوتا تھا کہ وہ خواب کی حالت تھی ۔

---

[1] کیا انسان پر کوئی ایسا وقت آیا ہے کہ وہ کوئی چیز نہ تھا ۔

ایک بار آپ حضرت کلید عرفاں کی خدمت میں جارہے تھے اتفاقاً مصطفےٰ آباد سے ہو کر گذرے وہاں ایک بزرگ مداریہ خاندان کے ملے آپ کو بُلایا آپ بادل ناخواستہ گئے اُنھوں نے بہت توجہ کی اور انتقال روح کا عمل بتایا آپ اُسوقت تنزیہ صرف کا شغل فرمارہے تھے اُنھوں نے کہا کہ بابا آفتاب کو بے پردہ نہیں دیکھنا چاہیئے آنکھیں چوندھیا جاتی ہیں تب آپ کو اُن کا صاحب کشف ہونا معلوم ہوا اُنھوں نے یہ بھی کہا کہ تم کو یہ نعمتیں اپنے مرشد سے ملیں اور جو باقی ہیں وہ اب ملینگی پھر یہ شعر پڑھا ؎

جسوقت اے سریجن تو بے حجاب ہوگا	ہر ذرہ تجھ جھلک سے ں جوں آفتاب ہوگا

آپ نے پوچھا کہ یہ کب ہوگا اُنھوں نے داڑھی پر ہاتھ رکھکر کہا کہ جب اِس سن کو پہونچو گے اُنکی داڑھی کے بال زائد سفید تھے چلتے وقت کہنے لگے کہ اسی راستہ سے پھر پلٹنا لیکن آپ کو اُدھر سے واپسی کا اتفاق نہوا جب حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں پہونچے تو واقعی تازہ نعمت یہ پائی کہ جب آپ پہونچے تو اُنکی آنکھ میں آشوب تھا کچھ لکھ نہیں سکتے تھے اُنھوں نے اپنی وظیفہ کی کتاب کھولکر سامنے رکھدی اور فرمایا کہ یہ عبارت میری طرف سے اپنے نام لکھو آپ نے عبارت پڑھکر لکھنے میں تامل کیا ارشاد ہوا کیوں عرض کیا کہ میں اس عبارت کے لایق نہیں ہوں فرمایا کہ اگر میں تمھارے حق میں جھوٹ بھی کہوں تو سچ ہوجاے چہ جائیکہ بحکم غیبی کہتا ہوں تب آپ نے وہ عبارت لکھی کہ

اخوی اعزی شاہ محمد کاظم قلندر رہبر تبہ رسیدہ است کہ بیش ازیں اولیاء اللہ را مرتبہ نیست ایشاں را خلافت دادہ و مجاز گردانیدہ مرید ایشاں مرید من است و مردود ایشاں مردود من برحق برحق برحق۔

یہی عبارت حضرت سید العرفا نے حضرت رئیس العارفین کو لکھی تھی اسی کو خلافت کبریٰ کہتے ہیں جو ہر خلیفہ کو نہیں دیجاتی صاحب خلافت کبریٰ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اگر چاہے تو پیر کے مقبول کو مردود اور مردود کو مقبول کرسکے کیونکہ اُسکو اپنے پیر بھائیوں پر اختیار دیا جاتا ہے۔

آپ کے ایک مسترشد خاص کہتے تھے کہ مجھے ایک روز واقعہ میں معلوم ہوا کہ شاہ محمد کاظم کو معراج ہوگی۔

حضرات اولیاء اللہ کو بھی روحانی معراج ہوتی ہے چنانچہ حضرت سید العرفا نے ایک مکتوب میں مولانا علی خوشنویس اپنے خلیفہ کو لکھا ہے کہ

اے برادر بمقدار درجہ ہر کس را معراج شدہ است معراج موسے طور و ابراہیم آتش و یوسف چاہ و یونس شکم ماہی و ادریس بہشت و عیسےٰ چہارم آسمان و معراج محمد صلعم قاب قوسین او ادنیٰ ہمچنیں بمقدار درجہ اولیاء را ہم معراج شدہ است و میشود و خواہد شد لیکن انبیاء را باجساد و اشخاص و اولیاء را بہمت و اسرار انبیاء را در بیداری و اولیاء را در خواب و مراقبہ کہ بہ از بیداری است کہ معراج عبارت از قرب است و دوستان حق لامحالہ مقرب اند اگرچہ در نبوت مسدود است اما در ولایت مفتوح تا قیامت ہر کہ ولی مقرب است صاحب معراج است اے برادر اگر معراج اولیاء مفصل نہ شنیدۂ از من بشنو۔

پھر انھوں نے معراج حضرت بایزید بسطامی و حضرت غوث الاعظم و حضرت حسین بن منصور حلاج و حضرت نجم الدین کبریٰ و حضرت فریدالدین عطار و حضرت مجدالدین بغدادی و حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی و حضرات پیران سلاسل چشتیہ و قلندریہ بیان کی ہے۔

نیز انھیں نے بیان کیا کہ ایک روز میں نے اپنے مشاہدہ میں ایک نہایت آراستہ بہشت دیکھی مجھ سے کسی نے کہا کہ حضرت شاہ محمد کاظم کے متوسلین کی بہشت ہے، پھر ایک مرتبہ دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ ہر ولی ایک نبی کے قدم پر ہوتا ہے اور شاہ محمد کاظم برقلب محمدی صلعم ہیں جس طرح حضرت غوث الاعظم تھے۔ جس زمانہ میں آپ اعظم گڈھ میں بسلسلہ ملازمت تھے وہاں ایک مجذوب نے آپ کو دیکھکر استعجاب سے کہا تھا کہ سبحان اللہ اس روح نے سو برس کے بعد ظہور کیا ہے انکا یہ ارشاد آپ کی قطب الارشادی کا مشعر تھا اسی قسم کی بشارتیں آپ کے حق میں حضرت کلید عرفاں نے بھی دیں

لیکن آپ کو کبھی ایسی باتوں کا نہ خیال ہوا اور نہ زاید قابل وقعت سمجھے اسلئے کبھی کسی سے
ایسی باتیں نہیں کیں بلکہ اگر کسی بزرگ کی نسبت کوی دریافت کرتا تو فرماتے کہ مجکو اولیای
اہل خدمت کے متعلق گفتگو سے کیا کام مجکو تو حضرت پیر و مرشد کے یہاں سے مقام قطب الارشادی
عطا ہو چکاہے مجھے امید ہے کہ اس زمانہ کے اولیاء اللہ کو میری روح سے فیض ہوگا اور میں اپنی
حسب استعداد اولیاء وقت کے حالات سے مطلع ہوتا ہوں اور اُنکا حفظ مراتب کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ آپ اور حضرت قطب الوقت حضرت کلید عرفاں کے حضور میں حاضر تھے اُنھوں نے
آپ سے فرمایا کہ تم کو علم اولین و آخرین منکشف ہوگا اور کوی ولی اس زمانہ کا تم سے پوشیدہ نہیں رہیگا
تم ہر ایک کی حسب مراتب پاسداری کروگے تم کو حق تعالےٰ سے قدرت عطا ہوی ہے جو چاہو سو کرو
اور جسطرح تمھاری قطب الارشادی کی بشارت ملی ہے اُسیطرح انکی قطبیت کی بھی مجکو بشارت
ملی ہے اُنھوں نے آپ سے فرمایا کہ پوچھو ریاضت بھی کرنا پڑیگی آپ نے پوچھا ارشاد ہوا کہ تم کو
ریاضت کی ضرورت نہوگی انکو البتہ ہوگی۔

ابتدا میں ایک روز آپ حضرت کلید عرفاں سے قصیدہ عین القضاۃ ہمدانی پڑھ رہے تھے
اثناء درس میں اُنھوں نے لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار کے معنی بیان فرماتے
ہوے ارشاد کیا کہ اس سے تجلی قہری مراد ہے جسکی کیفیت تم کو بھی کسی روز مکشوف ہوگی چنانچہ ایک روز
آپ اُنکے حجرہ میں شغل دائرہ غوثیہ میں مشغول تھے دفعۃً فرشتا کی ایسی ایک نہایت بلند اور مہیب آواز
سُنای دی جسے سُنکر آپ کانپنے لگے پھر دیکھا کہ ایک جسم لطیف اس جسم عنصری سے نکلا اور اُس سے
بھی ویسی ہی مہیب آواز آرہی تھی اور وہ جسم اُس آواز کی دہشت سے کانپ رہا تھا پھر اُس جسم نوری
سے ایک اور جسم اُس سے بھی الطف نکلا اُسکی بھی وہی حالت تھی پھر وہ ایک نور میں غرق ہوگیا اگرچہ
آواز بدستور آتی رہی مگر خوف کم ہوگیا پھر دیکھا کہ اُس نور کے نیچے ایک چھوٹا سا دائرہ گردش
میں ہے جسکی یہ آواز ہے کچھ دیر کے بعد وہ حالت جاتی رہی آپ نے حضرت سے عرض کرنا چاہا
مگر موقع نہ ملا دوسرے روز پھر وہی حال ہوا تب عرض کیا اُنھوں نے فرمایا کہ تجلی قہاری یہی تھی اور

اسی کے بابت میں نے تم سے کہا تھا وہ دائرہ دائرۂ عرش تھا جو تم کو اتنا چھوٹا معلوم ہوا اور وہ اُسکی گردش کی آواز تھی۔

آپ پر حضرت کلید عرفاں کی بہت نوازش تھی اُنکے یہاں آپ بسبب کمال محبوبیت صاحبزادوں کے برابر سمجھے جاتے تھے اُنکے گھر میں کوی آپ سے پردہ نہیں کرتا تھا حضرت کی بی بی صاحبہ اکثر فرماتی تھیں کہ کاظم شاہ بابو میاں یعنی حضرت شاہ مسعود علی قلندر میری بائیں آنکھ ہے اور تم داہنی بعض اوقات وہ آپ کو اپنے سامنے بٹھا کر کھانا کھلاتی اور مکھیاں جھلتی تھیں اگر اتفاق سے کوی آجاتا تو دوپٹہ کی آڑ کر لیتی تھیں تاکہ نظر نہ لگے۔ جب کبھی آپ حضرت کے حضور میں حقایق ومعارف بیان کرتے تھے تو وہ خوش ہو کر فرماتے تھے کہ عارف باللہ آفتاب ہے اسکو اپنے پاس کیسے رکھوں دو آفتاب ایک جگہ نہیں ہوتے۔

ایک مرتبہ اُنھوں نے کئی بار فرمایا کہ کاش محمد کاظم یہاں ہوتے اُن دنوں آپ کاکوری میں تھے یہاں آپکے دل میں بھی شوق قدمبوسی پیدا ہوا فوراً پیادہ چل کھڑے ہوے جب آستانہ شریف کے قریب پہونچے تو کسی نے جاکر اُن سے آپ کی حاضری کی اطلاع دی وہ آپکے منتظر تو تھے ہی نہایت خوش ہوے اور اُسکو انعام میں ایک اسم کی اجازت عنایت کی اور اگرچہ بیمار تھے فوراً دولتخانہ سے باہر تشریف لاے جب آپ قدمبوس ہوے تو جوش میں لپٹا کر فرمایا کہ

لقاء الخلیل شفاء العلیل مرحبا مرحبا خوش آمدی و بروقت رسیدی اے مجا قلندر روئے
عبد السلام قلندر روئے نجم الدین غوث الدہر قلندر روئے سید خضر رومی روئے شیخ
عبد العزیز مکی تا این مدت تو طالب بودی و من مطلوب حالا تو مطلوب شدی و من طالب

غرض اُس روز بہت عنایت و نوازش فرمای پھر حکم ہوا کہ میرے فلاں فلاں مرید و مسترشد کو حقایق ومعارف تعلیم کرو آپ نے اُنکو تعلیم فرماے۔

نقل۔ ایک روز حضرت کے وظیفہ کے وقت آپ حاضر تھے اُنھوں نے فرمایا کہ ذرا دور بیٹھو میں وظیفہ پڑھ لوں آپ دور بیٹھے کچھ دیر کے بعد کسی سے فرمایا کہ دیکھو محمد کاظم اب بھی نزدیک ہے جاکر کہو

کا اور زائد دور بیٹھے اُسکی گرمی مجکو وظیفہ نہیں پڑھنے دیتی۔

نقل ایک بار آپ نے وہیں آستانہ پر اسم یا باسط کی زکوۃ دی جب میعاد چلہ بہتر روز کی ختم ہوی تو حضرت کلید عرفاں کو بہت مسرت ہوی غسل کرکے پوشاک بدلی اور خوش ہوکر سب سے فرماتے تھے کہ آج حج اکبر ہے عارف باللہ کی زیارت ہوگی اور آپ کے پاس کہلا بھیجا کہ یہاں آنے میں جلدی نہ کرنا ابھی چلہ سے فارغ ہوے ہو آپ کو یہ ارشاد بوجہ شوق زیارت شاق ہوا وہاں اُنکی خدمت میں حضرت شاہ میر محمد قلندر حاضر تھے استنے میں ایک سپاہی رنگین لباس پہنے حاضر ہوا وہ آپکے دھوکے میں اُٹھے اور فرمایا کہ بسم اللہ بسم اللہ بعد کو پہچانا تو اُن سے فرمایا کہ دیکھا تم نے اسوقت مجھے کیسا دھوکا ہوا جب آپ حاضر ہوے تو جوش میں لپٹا لیا اور دعائیں دیکر فرمایا کہ گھر میں ہو آو۔

قدم درویشاں رد بلا

آپ گئے حکم ہوا کہ کوٹھوں پر بھی جاو وہاں بھی میرے لڑکے بالے رہتے ہیں آپ وہاں بھی گئے پھر فرمایا کہ میری اولاد کیلئے ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا مانگو کہ جو انکا مخالف ہو وہ خراب ہو آپ نے دعا مانگ کر عرض کیا کہ میری اولاد کیلئے بھی حضور یہی دعا فرمائیں ارشاد ہوا کہ تم اور تمھاری اولاد و طالبین سب کیلئے یہی دعا ہے پھر ایک بار فرمایا کہ

اولاد عارف باللہ ہیچ اولاد امامین خواہد شد

غرض بہت عنایت فرماکر رخصت کیا یہ آخری ملاقات تھی زیارت تھی وقت رخصت اپنا عصا عنایت کرکے فرمایا کہ اب تم کو کچھ ضرورت نہیں تمھارا مطلب ہوگیا۔

آپ فرماتے تھے کہ اس چلہ میں مجکو بہت برکات حاصل ہوے چلہ بھر عالم ارواح میرے پیش نظر رہا اور ہر ایک بولنا چاہتا تھا مگر بول نہ پاتا تھا میں نے حضرت سے عرض کیا ارشاد ہوا کہ انکو میں ہی بولنے نہیں دیتا تھا اگر کہیں وہ باتیں کرتے تو تمکو اسقدر ذوق و شوق و مستی ہوتی کہ چلہ پورا نہ کر پاتے لہذا میں سب کو روکے رہا۔

آپ اکثر واقعات میں حضرت رسالتماب صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئے ایک بار آپ چلہ میں تھے واقعہ میں دیکھا کہ ایک دریائے نور موجزن ہے آپ نے میرن میاں کی فلاح کیلئے مناجات کی یکایک اُس دریا سے ایک موج اُٹھی اور آپ کے کان میں یہ آواز آئی کہ تم کون ہو جو اُسکے لئے دعا کررہے ہو میں مالک ہوں اور وہ میرا بندہ ہے۔

ابتدا سے شوق نغمہ و سرود میں کبھی کبھی آپ شیخ محمد بقا کے یہاں مغنیوں کا سرود سُنا کرتے تھے اُسی زمانہ میں ایک روز آنحضرت صلعم کی زیارت ہوئی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تمکو مغنیوں کی مجلس میں بیٹھنا اور اُنکا سرود نہ سُننا چاہئے اسی اثنا میں ایک شخص مجلس مبارک میں آکر عربی اشعار گانے لگا آپ نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ حضور میں بھی تو یہی کہتا ہوں آنحضرت مسکراکر خاموش ہوگئے

ایک مرتبہ آپ نے آنحضرت صلعم سے تناسخ کے متعلق پوچھا ارشاد ہوا کہ اگلی امتوں میں تھا مگر میرے زمانہ سے موقوف ہوگیا۔

ایک بار وقت قیلولہ خواب میں آنحضرت صلعم کی زیارت ہوئی آنحضرت صلعم نے بہت کچھ ارشاد فرمایا ازانجملہ یہ کہ مونچھوں میں سبالہ رکھو اور اپنے دست مبارک سے مقدار معین فرمائی اس سے قبل آپ مونچھیں بہت باریک کترا تے تھے۔

پھر جب زیارت سے مشرف ہوئے تو عرض کیا کہ حضور مجھ سے علاوہ مسلمانوں کے ہندو بھی بہت ربط رکھتے ہیں میں اُنکو درود شریف بتاتا ہوں ارشاد ہوا کس قدر عرض کیا کہ ہزار بار فرمایا کہ اُنکی نجات کیلئے اسیقدر کافی ہے۔

ایک بار آنحضرت صلعم کے حضور میں توحید بیان کی ارشاد ہوا کہ علانیہ نہیں چاہئے یہ فرماکر استراحت کی آپ پیر دابنے اور عرض معروض کرنے لگے آخر میں عرض کیا کہ فقر محمدی و مرتضوی میں میرا حصہ ہے آنحضرت صلعم نے آپ کی پشت پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ ہاں میرے فقر میں تمھارا حصہ ہے

ایک مرتبہ اور آپ کو حضوری ہوئی چند حضرات اور بھی حاضر تھے آپ کو خیال آیا کہ اگر تخلیہ ہوتا تو کچھ عرض کرتا آنحضرت صلعم نے سب کو ہٹا دیا اور آپ کو اپنے سامنے بٹھاکر فرمایا کہ قلب کے

گرد نور سفید دیکھنا چاہئے تم کیسے دیکھتے ہو عرض کیا کہ میں سب محو کر دیتا ہوں ارشاد ہوا کہ یہ بہت اچھا ہے۔

ایک بار درمیان خواب و بیداری حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کو اپنے داہنے طرف کھڑے دیکھا اُنھوں نے فرمایا کہ میں مظہر ولایت مقیدہ محمدی ہوں آپ نے فرمایا کہ ہوا کیجئے پھر وہ آپ میں سما گئے جس سے آپ کو خفیف گرانی معلوم ہوئی پھر دیکھا کہ وہیں پر دو شخص کہہ رہے ہیں کہ یہ ولایت تم میں آئی۔

ایک بار آپ نے حضرت مخدوم شاہ صفی چشتی کی زیارت کی اُنھوں نے آپ کو ایک تسبیح اور اجازت سلسلہ چشتیہ در دعاے سیفی دی۔

ایک بار واقعہ میں آپ نے دیکھا کہ میں حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی کی درگاہ پر گیا اور اعتکاف کرنا چاہا اتنے میں حضرت مخدوم نے مزار سے نکلکر مصافحہ کیا اور سلسلہ چشتیہ کی اجازت دی پھر فرمایا کہ چلو میں تم کو اور بزرگوں کی بھی زیارت کرادوں اور ایک تہخانہ میں لیگئے آپ نے چند بزرگ لیٹے دیکھے ہر ایک نے اُن سے پوچھا کہ یہ ہمارے خاندان کے ہیں یا اور خاندان کے اُنھوں نے فرمایا کہ اس سے کیا کام اُٹھو اور ان سے مصافحہ کرو سب نے مصافحہ کیا اور پیشانی چومی۔

آپ خواب میں جس بزرگ سے ملے ہمسرانہ ملے اور بے تکلفانہ باتیں کیں جس نئی کتاب کو ملاحظہ فرماتے اُسکے مصنف سے خواب میں ضرور ملاقات ہوتی ایک بار حضرت مجدد الف ثانی کے تصانیف ملاحظہ فرماے ایک روز خواب میں دیکھا کہ خود ایک پیر پھیلاے اور ایک سمیٹے بیٹھے ہیں اتنے میں حضرت مجدد تشریف لاے اور آپ کے سامنے بیٹھ گئے آپ نے ادباً پیر سمیٹنا چاہا اُنھوں نے منع کیا اور خود بھی اُسیطرح بیٹھ گئے آپ نے قدمبوسی کرکے پوچھا کہ آپ جو تنزیہ صرف کے قائل اور صفات حق کو ذات پر زائد کہتے ہیں اسکا کیا مطلب ہے کیونکہ کوئی ذات بلا صفات نہیں ہوسکتی شاید یہ تنزیہ آپ کی اختراعی ہے وہ خاموش ہوگئے پھر آپ نے فرمایا کہ میری مشغولی ایسی ہے جہاں کسی وجود و شہود کا خیال نہیں اُنھوں نے فرمایا کہ میری مشغولی بھی ایسی ہی ہے پھر اُنھوں نے

ایک روغنی روٹی نکالی اور نصف آپ کو دی آپ نے لینے میں تامل کیا مگر اُنھوں نے نہ مانا نصف آپ کو دی اور نصف خود کھائی۔

ایک بار آپ نے واقعہ میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوئی اور ہر ایک کا نامۂ اعمال آپ کو دکھایا جانے لگا آپ کو خیال آیا کہ حضرت غوث پاکؓ کا نامۂ اعمال دیکھنا چاہئے دیکھا تو اُسمیں سوا دو عملوں کے باقی تمام اعمال خالصاً للہ تھے آپ نے اُن سے عرض کیا ارشاد ہوا کہ واقعی ایسا ہی ہے۔

آپ کا معمول تھا کہ محرم میں درود شریف و نوافل بہت پڑھتے تھے اور حضرت امام علیہ السلام کی روح اقدس پر نذر کر دیتے تھے ایک دن اُسی زمانہ میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور میں بصورت امام علیہ السلام مع اہلبیت اطہار میدان حشر میں اپنا سر ہاتھ میں لئے خدا سے فریاد و مناجات کر رہا ہوں آپ کے نزدیک رویائے صالحہ و واقعات و کشف و کرامات کی زیادہ وقعت نہ تھی اس لئے بہت کم ظاہر کرتے تھے۔

آپ کا طریقہ ظاہری و باطنی موافق کتاب و سنت تھا متقدمین حضرات صوفیہ کی کتابیں تعرف و قوت القلوب و رسالہ قشیریہ و کشف المحجوب وغیرہ اور متاخرین میں حضرت غوث پاک و حضرت شیخ اکبر و امام غزالی و مولانا جامی کے تصانیف مطالعہ میں رہتی تھیں حضرت شیخ اکبر کی تعظیم اور اُنکے مشرب کی تائید میں غلو تھا فرماتے تھے کہ ان مسائل کو بر سر منبر اسطرح بیان کرنا چاہئے کہ مخالفین کو مطلقاً انکار کی مجال نہ رہے چنانچہ اکثر حضرات نقشبندیہ سے آپ سے توحید وجودی کے متعلق بحثیں ہوئیں آخر اُنھوں نے علوم و معارف حضرت شیخ اکبر مان لئے۔

آپ کا طریقہ تربیت و تعلیم یہ تھا کہ طالب و مرید کو بقدر استعداد پہلے مسائل شرعیہ کی کتابیں پڑھاتے پھر حسب قواعد مشایخ سلوک کراتے تھے اور اُسکے حالات کے نگراں رہتے تھے آپ کا معمول تھا کہ بعد نماز ظہر و عشا کسی دینی کتاب کا تفسیر ہو یا حدیث فقہ ہو یا تصوف درس دیتے اور حاضرین مجلس خصوصاً صاحبزادوں اور دوستوں کو اُسکی سماعت کا حکم فرماتے۔

مرید و خلیفہ کرنے میں بہت احتیاط و تامل کرتے اکثر مسترشدین ایسے تھے جو دس دس بیس بیس

برس حضوری میں رہے مگر انمیں سے مجاز و ماذون بہت کم ہوئے ایک روز ایک صاحب کتاب مناظر اخص الخواص شاہ محب اللہ الہ آبادی کی حضرت غوث ملت سے پڑھ رہے تھے اُسمیں ایک بزرگ کی نسبت لکھا تھا کہ وہ ذکر سہ پایہ معمولہ خاندان چشت چالیس ہزار بار کرتے تھے اسقدر کوی اور اُنکی خانقاہ میں نہیں کر سکتا تھا حضرت شاہ انشاء اللہ قلندریہ سُنکر بولے کہ کچھ بہت نہیں کرتے تھے میں یہ ذکر ساٹھ ہزار بار روزمدتوں کرتا رہا مگر حضرت پیر و مرشد کے نزدیک اسکی کوئی وقعت نہوی

آپ کو علاوہ حضرت کلید عرفاں کے سلسلہ نقشبندیہ کی اجازت مولوی شاہ احمدی ساکن کری خلیفہ حضرت سید محمد عدل عرف شاہ لعل بریلوی سے بالمعاوضہ تھی اُنکو سلسلہ قلندریہ کی اجازت آپ نے دی پھر جب بعض مسائل حضرت مجدد الف ثانی میں آپ کو شبہات واقع ہوئے تو آپ اس سلسلہ کے اکثر مشائخ سے ملے ایک مرتبہ رسالے بریلی گئے اور حضرت شاہ ابو سعید خلیفہ حضرت شاہ محمد عاشق خلیفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے ملے اور اپنے شکوک بیان کیے اُنھوں نے فرمایا کہ آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث کے تصانیف ملاحظہ کیجئے اور پانچ رسالے دئے ہمعات سطعات الطاف القدس انتباہ قول الجمیل آپ ملاحظہ کر کے خوش ہوئے اور سب کی خود نقل کر لی فرماتے تھے کہ میرے اکثر شبہات ان رسائل کے دیکھنے سے جاتے رہے۔ متاخرین میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث کے معرف تھے اُنکے طریقہ کے اشغال واذکار اور سلسلہ کی اجازت بھی حضرت شاہ ابو سعید سے لی تھی

آپ کو اویسی فیض حضرت شاہ کریم عطا سلونوی سے بھی تھا جیسا کہ آپ کی بعض تحریروں سے معلوم ہوتا ہے۔

آپ کی مصنفہ دو کتابیں ہیں ایک رسالہ معمور داشتن اوقات جسکو اپنے مسترشد خاص محب علیخاں زمیندار رگکرہ تحصیل ملیح آباد کی تعلیم کیلئے لکھا تھا اس رسالہ کو حضرت غوث ملت نے اصول المقصود ومطالب رشیدی میں نقل فرمایا ہے اور اسی کی شرح مولوی محی الدین خاں فروق کاکوروی نے اردو میں بنام توشیق المقاصد لکھی جو پچاس سال سے زائد ہوئے کہ چھپی تھی مگر اب نادرالوجود ہے۔

دوسری کتاب نغمات الاسرار معروف بہ سانت رس ہے جسمیں حقایق ومعارف تحریروں میں عموماً

بیان فرمائے ہیں پوری کتاب بھاشا زبان میں ہے جس زمانہ میں یہ ٹھمریاں لکھیں تو معترضین نے بہت اعتراضات کئے چنانچہ آپ نے ایک صحیفہ میں اپنے منجھلے صاحبزادہ حضرت باقی باللہ مولانا شاہ حمایت علی قلندر کو اسکے متعلق تحریر فرمایا ہے

شنیدہ شد کہ بعضے مردم آنجا از طعن باعمال ایں جانب رنجے میرسانند خصوصاً از تصنیف خیالات واقعی محل طعن است برخوردار من اکثر از حرکات خود ندامت می آید از خیالات گوی در صحبت مطربان الہ آباد و کاکوری در دیگر احداث چہ سخنہا کہ نشنیدم از ہمنشیں و اہلخانہ و دیگر مردم اینجا اگر خجالت است ہمین است کہ شما یاں را رنج میشود بسبب مجلسے کہ دارند نمی دانم کہ خدا با ما چہ خواستہ است امید داشتم کہ کتابے در فن تصوف تصنیف کنم ایں چہ شد اسپ گفتم خر برآمد مشغولی سی سالہ را ماحصل ایں شد انا للہ وانا الیہ راجعون بشارت پیر و مرشد آں چناں بود و افعال بشر ایں چنیں انچہ کہ از ما دیدہ میشود اگر باکسے گوییم کہ مارا بآں ہیچ تعلق نیست از ما انچہ می کنانند میکنیم نہ رغبت سرود دارم نہ رغبت دیگر کہ با درکند مارا معاملہ با خدا افتادہ است بر تقدیر او میگردم و بر مذہب او می باشم از سی سال ہمیں مشغولی است کہ من ذاتاً و صفتاً و فعلاً نیستم او ست کہ باین صورت است عالم پیش ازیں در بطون بعین او بود چنانچہ در ظہور او بعین انسان است عقیدہ ہمیں و مشق بریں و کیفیت ہمیں خود را حوالہ او کردہ ایم ہرچہ در حق ما نیک داند بکند و میکنیم انچہ میدانم کہ از کجا است و چرا است در صحبتے کہ شما اید آنجا غیر از ابی حنیفہ و ہدایہ کتابے و عالمے نیست در دین ورزد ما مردم سند ہر چیز از پیران خود است محی الدین ابن عربی در حقایق و غزالی در طریقت از طعن این مردم مرا پروئے نیست در ہر چیز کہ مردم مرا طعن کنند خواہش آں چیزہا در نفس نماندہ مگر حکمت الٰہی است کہ مارا بریں آوردہ اندسہ

	گر طمع خواہد ز من سلطان دیں	خاک بر فرق قناعت بعد ازیں	

یہ کتاب آپ کے پوتے حضرت شاہ رحیم باسط صاحب نے مطبع بہار اودھ لکھنؤ میں سنہ تیرہ سو دو

یا تین ہجری میں چھپوائی تھی مگر اب نادرالوجود ہے تقریباً تیرہ جزو کی کتاب ہے۔

انکے علاوہ فارسی میں مریدین و مسترشدین کے نام مکتوبات بھی ہیں جنکو مع مکاتیب حضرت غوث ملت حضرت وارث الانبیا شاہ محمد حبیب حیدر قلندر قدس سرہ نے مدون کرکے مفاوضات تاریخی نام رکھ کر طبع کرادیا یہ مکاتیب تعداد میں تقریباً دو سو سے زائد تھے میں نے انہیں سے وہ مکاتیب جو محض تعلیم و تربیت مریدین کے متعلق تھے انتخاب کرکے رسالہ تعلیمات قلندریہ میں شامل کئے ہیں۔

آپ کو دو چار سال قبل وصال سے عارضہ ضیق النفس ہوگیا تھا جس سے بہت تکلیف رہتی تھی علاج ہوتا رہا مگر معتد بہ فائدہ نہوا دو چار ماہ قبل وصال سے ارشادات مشعر رفات ہونے لگے بارہ ربیع الآخر کو شب میں درد شکم ہوا آپ نے استفراغ کیا جسمیں مادہ صفراوی تو خارج ہوا مگر مزاج بحال نہوا بلکہ بخار آگیا اور خارشت تمام جسم میں پیدا ہوگئی دو تین روز کے بعد یرقان شدید ہوگیا اور تپ بھی بڑھکر تپ محرقہ ہوگئی چار چار گھنٹہ بیہوش رہتے تھے آخر اسی مرض میں بعمر تر سٹھ سال آخر شب بستم ربیع الاخر سنہ بارہ سو اکیس ہجری زمانہ سلطنت شاہ عالم و عہد وزارت نواب سعادت علیخاں میں وصال فرمایا اور اکیس تاریخ دفن ہوئے اسی روز ایک بزرگ نے لکھنؤ میں خواب دیکھا کہ آنحضرت صلعم نے رحلت فرمائی وہ اسکی تعبیر سوچ رہے تھے کہ انکو آپ کی خبر وصال پہونچی۔

آپ کا مزار شریف اندر احاطہ خانقاہ اپنے والدین کے بائیں ہے تاریخ وصال از حضرت غوث ملت قدس سرہ

شاہ کاظم قدوۂ اہل صفا	صاحب سر و امام عارفاں
چوں ز دنیا رفت و واصل شد بحق	از فراقش ماتمے شد الاماں
شد بفکر سال تاریخش تراب	از برائے یادگار طالباں
ہاتف غیب از سر افسوس گفت	حیف رحلت کرد آں قطب زماں

ایضاً از قاضی القضاۃ قاضی نجم الدین علیخاں بہادر کاکوروی ہو خالد فی الجنات۔ آٹھ سال بعد وفات شیخ لعل محمد آپ کے مرید مخلص نے روضہ بنوایا جو ابتک نضارت بخش دیدہ ہائے

اہل بصیرت وبصارت سے ہے تاریخ تعمیر روضہ شریف از حضرت غوث ملت سہ

خدا بہ لعل محمد جزائے خیر دہد	زسعی او چو بنا گشت روضۂ پیرش
تراب خوش شد و از بہر یادگاری دہر	بگفت گنبذ پر نور سال تعمیرش

حریم روضہ مولوی مسیح الدین خاں بہادر سفیر شاہ اودھ و میر منشی گورنر جنرل نے بنوائی اسکی تاریخ بھی حضرت غوث ملت قدس سرہ نے لکھی جو دروازہ مغربی حریم میں پتھر پر کندہ ہے سہ

وہ چہ خوش رقبہ بنا کرد مسیح الدین خاں	گرد این روضہ زہے شان عظیم روضہ
فکر تاریخ بنایشس چو بدل کرد تراب	بے سر جہد خرد گفت حریم روضہ

آپ کے چہلم کے روز حضرت خواجہ حسن چشتی مودودی لکھنوی نے جو آپ کے محب صادق تھے ۱۲۶۹ آپ کا فاتحہ بصورت عرس یہاں کیا پھر لکھنؤ میں بہت دھوم سے فاتحہ کیا اور حضرت غوث ملت کو آپ کے عرس قائم کرنے کی تاکید کی چنانچہ اُسوقت سے ابتک آپ کا عرس شریف نہایت وسیع پیمانہ پر بہت مجمع اور رونق سے ہوتا ہے۔

چند واقعات کرامات و تصرف آپ کے مختصراً و تبرکاً لکھے جاتے ہیں مفصلاً اصول المقصود میں ہیں

کرامت شیخ ہدایت اللہ ابن شیخ محمد تقی آپ کے ناتہالی عزیز و مرید صاحب نسبت کہتے تھے کہ ایک بار میں بیمار ہوا فم معدہ پر سخت سوزش پیدا ہو گئی تھی میں بہت پریشان تھا مگر حضرت سے اسلئے عرض نہ کیا کہ آپ پر خود سب روشن ہے ایک روز خود ہی آپ نے پوچھا میں نے بیان کیا آپ خاموش ہو رہے اُسی روز ظہر کے وقت یہ ہوا کہ بجائے سوزش معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے فم معدہ پر برف رکھدی اور پھر کچھ دیر کے بعد یہ معلوم ہوا کہ کسی نے جسم کو برف میں غوطہ دیدیا مجکو خوف ہوا کہ کہیں فالج یا لقوہ نہو جائے مگر سوزش فم معدہ جو مہلک تھی جاتی رہی جسکا سبب میری سمجھ میں نہ آیا تیسرے روز حضرت نے پوچھا کہ اب سوزش کا کیا حال ہے تب مجکو خیال آیا کہ یہ حضرت ہی کی توجہ کا اثر تھا عرض کیا کہ حضور کی عنایت و توجہ سے اب آرام و خنکی ہے۔

کرامت حضرت شاہ شیر علی قلندر کہتے تھے کہ ایک بار مجھپر حالت قبض ایسی شدید طاری ہوئی

کہ دل بیقرار ہو گیا شدت پریشانی سے ادھر اُدھر دوڑتا اور روتا تھا دیر تک یہ حالت رہی اتنے میں آپ تشریف لائے اور میرا حال پوچھا میں نے عرض کیا کہ اسوقت میرے دل پر اسقدر سوزش ہے کہ جان پر آبنی ہے جینے سے مرجانا اچھا معلوم ہوتا ہے فرمایا کہاں سوزش ہے میں نے بتایا آپ نے دو انگلیاں میرے قلب پر رکھیں بس یہ معلوم ہوا کہ کسی نے برف کا ٹکڑا رکھدیا اور ایک ایسی حلاوت حاصل ہوئی جسکی وجہ سے دیر تک نعرے لگاتا رہا۔

نیز وہ کہتے تھے کہ ایک بار اعتکاف میں مجکو حضرت نے بُلایا میں حاضر ہوا اور تخت پر آپ کے سامنے بیٹھ گیا آپ حقہ پی رہے تھے دفعۃً مجھے توجہ دی جس سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ پہاڑ پھٹ پڑا جسکے بوجھ سے بے طاقت ہو گیا جس تخت پر بیٹھا تھا وہ چرچرانے لگا میں نعرہ مارکر بیخود ہو گیا کچھ دیر کے بعد آپ قضائے حاجت کو تشریف لیجانے لگے میں نے اُٹھنے کا قصد کیا فرمایا کہ ابھی ٹھہرو جانے میں جلدی نہ کرو مبادا سیڑھیوں سے گر پڑو میں بیٹھا رہا جب واپس آئے تو وہ میری حالت فرو کر دی اور فرمایا کہ اب جاؤ حضرت غوث ملت نے فرمایا کہ میں بھی اسوقت موجود تھا اُنکی حالت خود دیکھی اور تخت کی چرچراہٹ بھی سُنی تھی۔

کرامت حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی مصنف مقامات مظہریہ خلیفہ حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید دہلوی سے آپ سے بہت مراسم تھے ایک بار وہ بیمار ہوئے ہونٹھ پر آبلہ پڑ گیا اور اتنا ورم بڑھا کہ کھانے پینے سے معذور ہو گئے اتفاقاً آپ لکھنؤ گئے وہاں اُنکا حال سُنکر عیادت کیلئے بنگالی باغ گئے اُنکی بیوی نے کہلا بھیجا کہ ایسی توجہ فرمائیے کہ اسیوقت آبلہ ٹوٹ جائے اور اسپر مُصر ہوئیں کہنے لگیں کہ بلا حصول صحت میں جانے نہ دونگی بلکہ پردہ سے نکلکر پیر پکڑ لونگی اور دروازہ پر آکر کھڑی ہو گئیں آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ صحت ہوئی جاتی ہے کھچڑی تیار رکھو جب آبلہ ٹوٹ جائے تو کھلا دینا یہ فرماکر چلے آئے کچھ دیر کے بعد آبلہ خود بخود ٹوٹ گیا اور وہ بالکل اچھے ہو گئے۔

کرامت محمد روشن خاں خادم خاص کہتے تھے کہ ایک بار آپ گنگوہ شریف سے وطن واپس ہوئے اور ملا نشاط بسلے وغیرہ کے اصرار سے الہ آباد کی طرف چلے اُس روز ہولی کی صبح تھی مجھ سے فرمایا

کہ اگر ہندو راستہ میں گھیر کر محصول اُٹھائیں تو کیا کروگے عرض کیا کہ انکی کیا طاقت فرمایا خیر بہتر ہے چلتے ہیں ذرا تمھاری طاقت بھی دیکھیں جب اُترانواں پہونچے تو بہت سے ہندوؤں نے میانہ گھیر لیا مجھ سے فرمایا کہ اب کہو تمھاری طاقت کا تو وقت آگیا میں نے عرض کیا کہ انکی کیا مجال آپ مسکرا دئے پھر اُن لوگوں سے پوچھا کہ کیا چاہتے ہو کہنے لگے کہ آپ کے ساتھ ہولی کھیلیں گے فرمایا کہ بہتر ہے اتنے میں ایک بڈھے نے مجمع سے نکلکر کہا کہ آپ فقیر ہیں ہماری کیا مجال کہ آپ کو پریشان کریں آپ جائیں یہ کہکر چلے گئے پھر آپ نے راستہ میں مجھ سے فرمایا کہ اگر کوتوال گھاٹ پر تنگ کرے کشتی پر سوار نہونے دے اور میرا لباس اُتارے تو کیا کروگے میں نے پھر عرض کیا کہ حضور کوتوال کی کیا مجال جو ایسی گستاخی کرسکے ہنسکر فرمایا کہ خیر یہ بھی دیکھنا ہے جب گھاٹ پر پہونچے اور کشتی پر سوار ہونا چاہا تو کوتوال نے محصول کیلئے تنگ کیا اور کہنے لگا کہ میں ایسے فقیروں کا قائل نہیں ایسے بہت فقیر دیکھے ہیں اور خود میرے پاس فقیری لباس موجود ہے جب چاہوں فقیر بنجاوں اُسکی بیہودہ گفتگو و تشدد بیجا سے پریشان ہوا سوچ رہا تھا کہ کس طرح گلو خلاصی ہو اور کشتی پر سوار ہونے کو ملے آپ نے مسکرا کر مجھ سے فرمایا کہ اب وہ دعوہ کہاں گیا میں نے کہا کہ ایک گھڑی میں معلوم ہوجائیگا یہ سب آپ کے بھروسہ پر کہتا تھا کچھ دیر کے بعد کوتوال خود بخود آپ کے قدموں پر گرا اور ایسی عاجزی و خوشامد سے پیش آیا جسکی امید نہ تھی خیر کشتی پر سوار ہوئے پھر فرمایا کہ اگر وہ نہ آنے دیتا تو کیا کرتے میں نے کہا کہ کیا طاقت تھی اگر حکم ہوتا تو دریا میں ڈالدیتا فرمایا کہ اب دریا کا بھی حال معلوم ہوجائے گا جب بیچ دریا میں پہونچے تو کشتی کا سوراخ کھل گیا اور پانی کشتی میں زانو تک بھر گیا اور کشتی ڈوبنے لگی سب کے چہرے زرد ہوگئے ہر شخص زندگی سے مایوس ہوگیا آپ نے فرمایا کہ اب وہ طاقت کہاں گئی میں چپ ہوگیا تاہم آپ کی کرامت سے امیدوار رہا آپ نے ملاح سے فرمایا کہ کسی طرح کشتی چلاؤ اُسنے کہا کہ حضرت کیسے چلاؤں کوئی تدبیر بن نہیں پڑتی آپ نے کچھ ایسی توجہ کی کہ خود بخود کشتی کنارہ پہونچ گئی جب سب لوگ اُتر گئے تو کشتی وہیں ڈوب گئی۔

نیز وہ بیان کرتے تھے کہ میرا دستور تھا کہ رات کو جب آپ کی خدمت سے فارغ ہوتا تھا تو تکیہ سے اپنے مکان چلا جاتا تھا ایک روز اندھیری رات تھی پانی بھی برس رہا تھا آپ نے مجھ سے فرمایا کہ خبردار ہرگز ہرگز آج اپنے گھر نہ جانا میں نے کہا نہ جاؤنگا جب کام سے فراغت ہوی اور آپ بالاخانہ پر گئے اور سب لوگ سو رہے تو میں نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور نیزہ ہاتھ میں لیکر گھر روانہ ہوا قریب بیرابانہ پہونچا تھا کہ ایک بھیڑیا ملا میں ٹھہر گیا ہر چند نیزہ سے اسکو دھمکایا مگر وہ کسی طرح راستہ سے نہ ہٹا میں پریشان ہوا کہ اگر کسی کو آواز دیکر بلاؤں تو بھی برا ہے کیونکہ حضرت صاحب سے چھپا کر گھر جا رہا تھا اور اگر کسی کو نہیں بلاتا ہوں تو جانا دشوار ہے نہایت پریشان تھا کہ خود بخود زبان سے نکلا کہ یا حضرت پیر و مرشد مدد کیجئے فوراً بھیڑیا ہٹ گیا میں آگے بڑھا پھر راستہ میں شیخ نظر اللہ کے پختہ چبوترہ کے قریب دوسرا بھیڑیا ملا اُسکو بھی اُسیطرح دفع کیا جب گھر کے قریب پہونچا تو وہاں بھی بھیڑیا کھڑا تھا اُسے بھی دفع کیا اور انتہائی خوف وہراس سے دیوار پر چڑھکر کوٹھے پر چلا گیا اور گھر میں کسی کو اطلاع نہ کی صبح سویرے تکیہ واپس گیا اور نہایت آہستہ کواڑ کھولکر اپنی جگہ پر لیٹ رہا اُسیوقت آپ نے پکارا میں گیا پوچھا کہ تم جاگ رہے تھے میں نے کہا نہیں سو رہا تھا فرمایا کہ نہیں آج رات کو تم بہت جاگے اور پریشان ہوے میں خاموش رہا پھر آپ نے بھی کچھ اور نہ فرمایا۔

کرامت ایک بار آپ شیخ موعظت اللہ کے گھر تشریف لیگئے اُنکی بیوی حاملہ تھیں کسی نے پوچھا کہ لڑکی ہوگی یا لڑکا فرمایا لڑکی ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا پھر جب دوسری بار تشریف لیگئے تب بھی اُنکی بیوی حاملہ تھیں اُسوقت پھر کسی نے پوچھا کہ ابکی بار کیا ہوگا فرمایا لڑکی غرضکہ تین چار بار ایسا ہی ہوا۔

کرامت منشی فیض بخش بیان کرتے تھے کہ ایک روز مجھے روپیہ کی شدید ضرورت ہوی بہت کوشش کی مگر کہیں نہ ملا آپ سے عرض کیا فرمایا کہ اس مونڈھے کو اُٹھا دو مونڈھا بہت بڑا تھا اور دیوان تیج رائے نے مجھے بھیجا تھا اور جب سے آیا تھا تو کوٹھے پر ایک جگہ رکھدیا گیا تھا

چونکہ عرصے سے وہیں رکھا ہوا تھا لہذا گرد و غبار سے اٹا ہوا زمین سے چپک گیا تھا بہت دقت و قوت سے اُٹھایا گیا تو اُسکے جوف میں فرخ آبادی روپیہ بقدر ضرورت ملے عرض کیا کہ میں نے تو دعا کرنے کیلئے کہا تھا روپیہ تو مانگا نہ تھا فرمایا کہ یہ میرا روپیہ نہیں ہے تمھارا ہی ہے لیلو اور کچھ مت کہو۔

ایک بار بوجہ بیکاری میں بہت تنگدست تھا آپ سے شکایت کی آپنے میرے چچا زاد بھائی شیخ شفاعت علی کو حکم دیا کہ اپنے بھائی کی ملازمت کیلئے چلہ کرو اور نادعلی پڑھو اُنھوں نے پڑھنا شروع کیا آپ خود معتکف تھے ایک روز رات کو بالاخانہ پر سے شفاعت علی کو پکارا وہ حجرہ سے نکل آئے فرمایا کہو کیا دیکھا تم بیان کرو ورنہ میں کہتا ہوں کہ تین شخص تھے اب اسکے آگے تم کہو اُنھوں نے کہا کہ ہاں حضرت کلید عرفاں اور آپ اور میں تھا فرمایا کہ میں نے کیا عرض کیا اور حضرت پیر و مرشد نے کیا فرمایا کہا کہ آپنے میرے بھائی کی نوکری کیلئے عرض کیا تو حضرت نے فرمایا کہ ابھی تین سال کا توقف ہے مگر اُسی سرکار میں ہوگی فرمایا کہ فیض بخش جلدی کرتے ہیں اب تم نے خود اپنے کانوں سے سُن لیا مگر خبردار اُن سے نہ کہنا ورنہ وہ اور زیادہ پریشان ہونگے تیسرے سال بہو بیگم صاحبہ لکھنو آئیں اور جب ہی میں نوکر ہوا۔

کرامت شیخ احمد حسین آپ کے عزیز و مسترشد خاص بیان کرتے تھے کہ ایک بار سخت جاڑے کے زمانہ میں آخر شب میں میں نے باسی پانی سے غسل کیا اور بعد نماز صبح دہی وغیرہ ٹھنڈی غذائیں کھائیں یکایک انتہای ٹھنڈک میرے جسم میں پیدا ہوگئی اور ہونٹھ کانپنے لگے مجکو لقوہ و فالج کا اندیشہ ہوا لوگوں نے گرم دوائیں استعمال کرانا شروع کیں آٹھ نو بجے دن میں آپ تشریف لائے اور پوچھا کہ یہ گرم دوائیں کیوں کھلای جا رہی ہیں میں نے حقیقت حال عرض کی فرمایا کہ درست کچھ ہوگا کچھ دیر بیٹھکر تکیہ شریف واپس گئے کچھ دیر کے بعد یکایک گرمی ہونٹوں میں پیدا ہونا شروع ہوی رفتہ رفتہ اسقدر گرمی بڑھی کہ ہونٹ پر ہاتھ رکھنے کی طاقت نہیں تھی کچھ دیر کے بعد کم ہوگئی میں سمجھ گیا کہ آپ اس سردی کے دفعیہ کی طرف متوجہ ہوے ہیں اُس روز چونکہ مجھے اتفاق تکیہ شریف

حاضری کا نہوا تو آپ خود خلاف معمول سہ پہر کے وقت پھر تشریف لائے اور فرمایا کہ تم کو گرم دوائیں کھانے کی ضرورت نہیں اور لقوہ و فالج تم کو ہرگز نہیں ہوگا جب کسی کو کوئی بیماری ہونے والی ہوتی ہے تو پہلے اُس بیماری کی صورت عالم مثال میں ظاہر ہوتی ہے پھر اُسکے مطابق یہاں اُسکی صورت پر ظاہر ہوتی ہے تمھاری صورت مثالی صاف ہے اطمینان رکھو اُسیوقت میں نے دوا چھوڑ دی۔

کرامت حضرت شاہ میر محمد قلندر فرماتے تھے کہ مجکو نزلہ کا مرض تھا جب کام ہوتا تھا تو نہایت تکلیف ہوتی تھی اور بعد زکام ضیق النفس ہو جاتا تھا اور پھر اُسمیں اتنی شدت ہوتی تھی کہ زندگی کی امید باقی نہیں رہتی تھی ایک بار میں سنے عرض کیا کہ اس زندگی سے موت بہتر ہے آپ کو بہت قلق ہوا فرمایا انشاء اللہ اب ایسا نہوگا دوسرے ہی روز میں اچھا ہوگیا اور پھر اُسوقت سے ابتک مجکو یہ عارضہ نہ ہوا اگرچہ میرا یہ قدیمی مرض تھا مگر آپ کی توجہ سے بالکل جاتا رہا لیکن اُسیوقت سے یہ مرض آپ کو ہوگیا اور زندگی بھر رہا گویا آپ نے میرا مرض سلب کرکے اپنے اوپر لے لیا۔

کرامت ملا محمد مبین فرنگی محلی لکھنوی آپکے دوست و معتقد بیان کرتے تھے کہ میری پہلی بیوی سے جو ملا محمد حسن کی بیٹی تھیں کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی ایک روز میں نے آپ سے کہا کہ ان بیوی سے ابتک کوئی اولاد نہیں اگر دوسرے نکاح سے اولاد ہو تو کروں بشرطیکہ آپ متوجہ ہوکر آنحضرت صلعم سے دریافت کرکے بتائیں فرمایا کہ اچھا دریافت کرونگا چنانچہ دریافت کرکے فرمایا کہ دوسرا نکاح کرو اُس سے بہت اولاد ہوگی میں سنے کہا کہ خوب تحقیق کرکے فرمائیے ورنہ یہ سمجھ لیجیے کہ پھر میں آپ کو بہت رسوا کرونگا فرمایا کہ کیا مضایقہ اگر غلط ہو تو جو چاہنا کہنا میں نے نکاح کیا اُس سے اولاد ہوئی۔

نیز وہ بیان کرتے تھے کہ آپکے صاحبزادہ مولوی حکیم باسط کے مدت تک اولاد نہیں ہوئی اُنکے سسرالی اعزا ناامید و بدظن ہوکر طعن و تشنیع کرتے تھے ایک بار میں آپ کی خدمت میں اجبہولا اس روز کے مکان پر حاضر ہوا تھا پاکر عرض کیا کہ حکیم باسط کے ابتک کوئی اولاد نہیں اُنکی ساس بہت پریشان و مایوس ہیں سچ سچ بتائیے کہ اُنکی قسمت میں اولاد ہے یا نہیں فرمایا کہ ہے میں نے کہا کہ انھیں بیوی سے یا دوسری شادی کرنے سے فرمایا کہ انھیں بیوی سے میں نے جاکر سب کی تشفی کردی آخر ایک

سال کے اندر اُنکے یہاں لڑکا پیدا ہوا اور پھر کچھ دنوں کے بعد ایک لڑکی۔
کرامت شیخ لعل محمد آپکے مرید کہتے تھے کہ جس زمانہ میں میں بیگمات کی ڈیوڑھی پر نوکر تھا میرے ایک مخالف نے مجکو سحر سے ہلاک کرنا چاہا اور ایک کوری سے سحر کرایا جس روز اُسنے سحر کیا میں گھر میں سو رہا تھا رات کا وقت تھا دیکھتا کیا ہوں کہ آگ کا ایک شعلہ میرے سامنے آیا یکایک حضرت کی برزخ سامنے آئی مجکو جگا کر فرمایا کہ اُٹھ اور سات بار درود شریف اور سات بار آیۃ الکرسی ماش کے سات دانوں پر پڑھکر اس شعلہ پر مار میں اُٹھا خیال آیا کہ اسوقت ماش کہاں ملیں گے استنے میں اپنی ہی چارپائی پر مجکو تھوڑے سے ماش ملے فوراً اُٹھا کر مارے صبح کو معلوم ہوا کہ ساحر اُسیوقت مر گیا دوسرے روز میں حاضر ہوا آپ بالاخانہ پر تھے مجھے دیکھکر مسکرائے اور فرمایا کہ خدا نے فضل کیا کچھ کھانا پکوا کر محتاجوں کو کھلا دو اور کسی سے کچھ نہ کہو۔
کرامت ابتدا میں جبکہ آپ کو توحید بیان کرنے میں بہت غلو تھا ایک بار آپ آستانہ شریف میں حضرت شاہ عطا علی قلندر وغیرہ سے معارف توحید بیان فرما رہے تھے کسی نے کرشن کا ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ وہ بھی میری صورت ہے دان شاہ آپکے پیر بھائی نے کہا کہ جبتک ہم دیکھ نہ لیں ہمکو یقین نہیں فرمایا کہ دیکھ ہی لوگے اُسی شب کو واقعہ میں اُنھوں نے آپ کو کرشن کی صورت پر دیکھا صبح کو آکر کہا کہ واقعی آپ نے سچ کہا تھا۔ اسی قسم کے اور واقعات کہ امانت رائے وٹھاکر پرشاد نے بھی آپ کو کرشن کی صورت پر دیکھا اصول المقصود میں مذکور ہیں۔
آپ کی وفات کے بعد آپ کے وصال کا صدمہ اعزا اور مریدین کو بہت ہوا کسی طرح تسلی نہوتی تھی البتہ مزار پر حاضر ہونے سے تسکین ہوتی تھی حافظ مجتبے کہتے تھے کہ میں آپ کی وفات کے دو تین روز بعد ایک روز مزار پر صدمہ فراق سے رو رہا تھا یکایک کان میں آواز آئی کہ کیوں روتے ہو ہم موجود ہیں یہ سنکر میرا اضطراب جاتا رہا اور سکون ہو گیا۔ منشی فیض بخش کہتے تھے کہ مجھے آپ کی خبر وصال کا یقین نہیں آتا تھا رات کو میں نے آپ کو خواب میں دیکھا فرمایا کہ میری وفات کی خبر صحیح ہے تب یقین ہوا۔

آپ کے خلفا و مجاز یہ حضرات ہوئے۔ حضرت شاہ میر محمد قلندر عرف میرن میاں برادر خورد حضرت غوث ملت مولانا شاہ تراب علی قلندر خلف اکبر و خلیفہ جانشین حضرت باقی باللہ مولانا شاہ حمایت علی قلندر خلف اوسط حضرت شاہ بہرام علی قلندر علوی کاکوروی داماد حضرت حضرت شاہ انشاء اللہ قلندر ہاشمی کاکوروی حضرت شاہ عاشق اللہ قلندر حضرت شاہ شیر علی قلندر شاہ امید علی جونپوری شیخ طفیل علی علوی کاکوروی ملا قدرت اللہ بلگرامی مولوی شفاعت علی کاکوروی ثم السندیلی مولوی شاہ احمدی کرسوی شاہ محمد محفوظ ساکن نیوتنی۔

آپ کے تفصیلی حالات از وقت ولادت تا یوم وفات حضرت غوث ملت نے اصول المقصود میں تقریباً پندرہ جزو میں تحریر فرمائے ہیں علاوہ اُسکے اجمالاً فصول مسعودیہ و مجاہدات الاولیاء کشف المتواری و روض الازہر و حوض الکوثر و انتصاح و مثنوی باغ و بہار و چشمۂ فیض مولفہ ملا فیض بخش کاکوروی میں بھی ہیں من شاء فلیرجع الیہم فقط

حضرت باقی باللہ مولانا شاہ حمایت علی قلندر قدس سرہ

آپ کی ولادت باسعادت سنہ گیارہ سو پچاسی ہجری میں ہوئی حضرت غوث ملت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے تقریباً چار سال چھوٹے تھے آپ سے قبل آپ کے ایک اور بھائی پیدا ہوئے تھے جنکا نام حضرت عارف باللہ نے باقی باللہ رکھا تھا اُنکی ولادت کے وقت دفعۃً گھر میں ایسی روشنی پھیلی کہ گویا کسی نے مشعل روشن کر دی سب یہ سمجھے کہ کسی روح قدسی نے ظہور کیا مگر ایک ہفتہ کے بعد اُنکا انتقال ہو گیا اُنکے بعد آپ کی ولادت ہوئی حضرت عارف باللہ نے واقعہ میں دیکھا کہ آپ نے اُن سے کہا کہ باقی باللہ میں ہوں ستر ہزار حجابات طے کرونگا اس واقعہ سے وہ اور اور اعزا بہت خوش ہوئے۔

لڑکپن ہی سے انوار ولایت آپ کے چہرہ سے تاباں تھے پانچ چھ سال کی عمر میں یہ حال تھا کہ جسکے حق میں جو کچھ فرما دیتے تھے وہی ہوتا تھا اکثر مستورات آپ سے اپنے پردیسی اعزا کا

پوچھتی تھیں آپ بتا دیتے تھے ایک بار اُسی زمانہ میں قحط پڑا پانی بالکل نہ برسا اہل قصبہ نماز استسقا کیلئے تکیہ شریف کے متصل باغ میں جمع ہوے آپ بھی کھیلتے اُدھر جا نکلے مجمع کا سبب پوچھ کر فرمایا کہ اپنے اپنے گھر جائیں اور کنویں کھودیں پانی نہیں برسیگا ویسا ہی ہوا۔

جب سن تمیز کو پہونچے تو وہ حالت کم ہوگئی۔ دس سال کی عمر جب ہوی تو حضرت عارف باللہ آپ کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوے اور بتدریج اذکار و اشغال خاندانی و مسائل تصوف سکھلاے پڑھلاے اُسی زمانہ سے آپ کو پوشاک نفیس و طعام لذیذ سے نفرت تھی چودھویں سال اسم یا باسط کی بشرایط ترک حیوانات زکوٰۃ دی۔

آغاز شباب میں تحصیل علوم عربیہ کا شوق ہوا اولاً میزان و منشعب حضرت غوث ملت سے اور فصول اکبری وغیرہ حکیم محمد حیات ساکن بہرہ سے لکھنؤ میں پڑھیں پھر سندیلہ جاکر مولوی قاسم علی و مولوی حیدر علی اخلاف ملا حمد اللہ شارح سلم سے پڑھا پھر لکھنؤ میں مہاراجہ ٹکیٹ راے کے مدرسہ میں مولوی عبدالواحد خیرآبادی سے پڑھتے رہے جب وہ عدالت دیوانی میں نوکر ہوگئے اور آپ کے سبق میں حرج ہونے لگا تو قصبہ دیوہ جاکر مولانا ذوالفقار علی خلیفہ سید شاہ لعل بریلوی نقشبندی سے ہدایہ وغیرہ پڑھکر فراغ حاصل کیا اور بڑے عالم متبحر و فاضل وحید دوران ہوے آپ کو اُن سے طریقہ نقشبندیہ کی بھی اجازت تھی پھر وہاں سے وطن آے اور مشغلہ درس و تدریس و تصنیف و تالیف اختیار کیا۔

تلامذہ بھی بہت ہوے منجملہ اُنکے مولانا حسین بخش شہید و مولوی قادر بخش اخلاف حضرت شاہ میر محمد قلندر و مولوی حکیم باسط برادر خورد حضرت قطب الافراد مولانا شاہ حیدر علی قلندر و حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر جناب مولوی رضا علی خلف اکبر آنحضرت حضرت شاہ نظام علی قلندر ہمشیرزادہ آنحضرت شاہ کرامت علی قلندر علوی کاکوروی ملا محمد مراد ابن حاجی خدا بخش بن شیخ لطف اللہ عثمانی پانی پتی تھے۔

آپ کی مصنفہ کتابیں یہ ہیں رسالہ نور لاریب ترجمہ فتوح الغیب فارسی اس رسالہ کا آپ نے

حسب ارشاد حضرت عارف باللہ اُنکے خلفا رشاہ عاشق اللہ وغیرہم کیلئے عربی سے فارسی میں لفظی ترجمہ کیا تھا۔ یہ رسالہ طبع ہوگیا ہے۔

رکاز الاصول شرح فصول اکبری صرف میں نہایت عمدہ اُسکی شرح ہے اور درس میں داخل ہے مطبع نولکشور لکھنو میں برابر چھپتی رہتی ہے۔

کتاب مستطاب ملہم الصواب فی اتخاذ طریقۃ اولی الالباب اسمیں آپنے سلاسل ثمانیہ کا سلوک بالتفصیل لکھا ہے حق یہ ہے کہ اس کتاب کو لکھکر آپنے بہت بڑا احسان خاندان کاظمیہ پر عموماً اور دیگر سلاسل قادریہ وچشتیہ وغیرہ پر خصوصاً کیا ہے۔

کتاب معدن علوی اس کتاب میں آپنے اعمال و اوراد و ادعیہ و تعویذات خاندانی و غیر خاندانی لکھے ہیں یہ ضخیم کتاب دو جلدوں میں تھی مگر افسوس کہ ایک جلد تلف ہوگئی۔ نقوش و اعمال میں اسکے علاوہ دو بیاضیں اور ہیں ایک اعمال میں دوسری متفرق فوائد میں۔ خط بھی آپ کا اچھا تھا بہت سی درسی و غیر درسی کتابیں آپ کی لکھی ہوئی موجود ہیں۔

زمانہ طالب علمی میں کتابوں کا عمدہ ذخیرہ جمع کیا تھا جو ہیں کتب خانہ تکیہ شریف میں موجود ہے حضرت عارف باللہ نے آپ کو صغر سنی ہی میں اپنا مرید کر لیا تھا اور جب ہی تعلیم و تربیت و دیگر اجازت و خلافت عطا کی۔

آپ کو سلسلہ نقشبندیہ کی اجازت حضرت مولانا حاجی امین الدین محدث کاکوروی و حضرت شاہ ابو سعید رسے بریلوی سے بھی تھی۔

سماع سے اگرچہ آپ کو ذوق تھا مگر حسب وصیت مولانا ذوالفقار علی نقشبندی نہیں سنتے تھے حضرت عارف باللہ بھی اتنا لحاظ کرتے تھے کہ اگر اُنکے پاس کوئی گاتا ہوتا تھا اور آپ آجاتے تھے تو وہ یہ فرماکر کہ چپ رہو حمایت علی آتے ہیں موقوف کرا دیتے تھے۔

آپ کی جو مقبولیت و محبوبیت اُنکے حضور میں تھی وہ اُنکے مکاتیب سے ظاہر ہے بلکہ ایک مکتوب میں تو اُنھوں نے آپ کو علم اولین و آخرین کی بشارت دی جسکی عبارت یہ ہے کہ

خط شما رسید بسیار محظوظ گردانید فہرست کتابہا نگاہ داشتہ ام انشاء اللہ ہمہ میسر خواہد بلکہ ام الکتاب را امیدوار باشند کہ ہمہ علوم از انجاست ما را و جناب عالی محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام و از زبان مبارک حضرت مرشدی علم اولین و آخرین را بشارت شدہ است۔

ہمہ در شما ظہور خواہد کرد خاطر جمع دارند و خدا را یاد دارند۔

بعد وفات حضرت عارف باللہ حضرت غوث ملت نے آپ سے بھی ترک لباس کرایا اور خرقہ فقر پہنا کر خود بھی اجازت و خلافت دی حضرت عارف باللہ کے بعد آپ کم و بیش پانچ سال زندہ رہے مگر اس کم مدت میں آپ کے اوصاف و محامد و علم و فضل و فقر و کمال کا شہرہ ہو گیا سلسلہ بیعت و ارشاد طریقہ کاظمیہ آپ کی ذات سے خوب جاری ہوا۔

آپ کی ذات ستودہ صفات جامع علم ظاہر و باطن شریعت و طریقت سے آراستہ و حقیقت و معرفت سے پیراستہ تھی نہایت وجیہ الصورت صبیح الوجہ وسیع الاخلاق تھے منشی فیض بخش اپنے نسب نامہ موسومہ بہ چشمہ فیض میں لکھتے ہیں۔

مولوی حمایت علی فاضل زبردست ولی مادر زاد بود در بچگی ہر چہ میگفت بظہور می پیوست بعد حصول علم ظاہر مشغول بہ اشغال شد چندانکہ از پدر تحاوز کرد روزے در عین غرور ہمہ چیز بیننے عروج جوانی و عروج علم ظاہر و باطن کہ عالمے را از مریدان او شاہ محمد کاظم فراموش بود ند برائے وضو برخاست وقت مغرب جناب ملک الموت بصورت مار پیدا شدہ بر پائے مبارکش نیش اجل زد کہ صبح آں بمقام طاء اعلےٰ صعود فرمود۔

پچیس رجب روز جمعہ سنہ بارہ سو چھبیس کو سانپ کے کاٹنے سے بعمر اکتالیس سال انتقال فرمایا تاریخ وفات از حضرت خواجہ حسن مودودی چشتی لکھنوی ؎

	برضا رخ بنمودی بہ قضا	ہاشم ہاشمی من تو آہ	
	بے تو دل بند شدہ اے دلبند	چوں بتو بند اجل زد ناگاہ	
	سال تاریخ وفاتش ز خرد	بسکہ جستم بجنیں حال تباہ	

گفت ہاتف کہ بگو با افسوس	آہ دلبند رضینا باللہ

۱۲۲۶

وفات کے بعد حضرت خواجہ حسن صاحب نے خواب میں آپ کو حضرات حسنین علیہما السلام کی مجلس میں اور حضرت عارف باللہ کو آنحضرت صلعم کے حضور میں باریاب پایا چنانچہ انھوں نے حضرت غوث ملت کو مطلع کیا کہ

آں مرحوم را در صحبت بابرکت سید الشہدا سرور اولیا یعنے سید الشباب اھل الجنۃ دوالد شریف صاحب حقایق ودقایق مغفور ش را در محفل خیر منزل سید الانبیا صلعم دیدم طرفہ تر اینکہ امشب کہ شب سید الایام شب شعبان المعظم کہ از شہور حرم ۱۲۲۶ھ حین صلوٰۃ الفجر دیدہ شد آں مرحوم سید شہید را در مجلس سید الشہدا ہشاش وبشاش با لباس فاخرہ بر صورت جوانے بالغ با جمال کامل پرسیدہ شد از وے ایھا الحمایت علی ما حال اللہ گفت در جواب تبسم کناں اے فلاں بخشید مرا او سبحانہ بتصدق حبیب خویش صلعم دستور خے را ابراہے نمود وگفت کہ ازیں راہ نعماے کریمہ واطعمہ لذیذہ عظیمہ چناں ریزش میفرماید کہ گاہے دیدۂ ندیدہ وگوش ہوشے ازاں نشنیدہ بنحیکہ امرے بران مطلع نمیشود بلکہ ایں بشارت را ہم اطلاعے ازاں نیست لم بشارت مرے جواں میانہ بالا بالباس خوب صورت مرغوب خدمتگاری از وے دیدہ شد متصور را بصورت اعمال صالحہ بے با غلامان چند کہ مصروف بخدمت آں مرحوم اند الحمد للہ علی ذلک الحمید المجید

آپ کا مزار حضرت عارف باللہ کے پہلو میں جانب مغرب ہے دیوار پر کتبہ تاریخ منظومہ مولوی شریف الدین کاکوروی نصب ہے ؎

حضرت مولوی حمایت علی	ابن کاظم ستہ خجستہ نہاد
روز آدینہ بست وپنج رجب	آں قلندر منش بزرگ نژاد
دید از چشم دل چو عالم قدس	گشتہ از بند عنصری آزاد
	۱۲۲۶

حضرت شاہ حکیم باسط قلندر

آپ کی ولادت تقریباً سنہ بارہ سو ایک یا دو میں ہوئی نہایت سعید و شائستہ تھے آپ کو بیعت حضرت غوث ملت سے تھی تئیس ربیع الاول سنہ بارہ سو تئیس ہجری میں سلسلہ کاظمیہ قادریہ میں مرید ہوئے پیشتر حضرت عارف باللہ نے ایک شغل آپ کو تعلیم فرمادیا تھا جسکے اثر سے آپ نہایت رقیق القلب ہوگئے تھے اکثر اوقات رویا کرتے تھے آخر رفتہ رفتہ جذب بڑھ گیا جسوقت جو فرمادیتے وہ ہوجاتا ایک روز آپ کو بھوک معلوم ہوئی ماما سے فرمایا کہ کھانا لاؤ اس نے کہا ابھی تیار نہیں ہے آپ نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ مردہ سے کھانا پکواتی ہیں انھوں نے کہا کہ یہ کیا کہنے لگے کہ ملک الموت اُسکی روح قبض کرنے کیلئے تیار کھڑے ہیں چنانچہ جیسے ہی ماما کھانا پکا چکی دفعتہً اُسکے درد اُٹھا اور مرگئی۔

ایک روز آپ اپنی سسرال میں باہر چبوترہ پر ٹہل رہے تھے آپ کی رعایا میں سے ایک کہار رام کی دادی پانی بھرنے جارہی تھی اُس سے فرمایا کہ تیرے شوہر کی لاش آرہی ہے حیدر گنج میں آگئی ہے پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ اب در قریب آگئی غرض برابر مقامات کے نام فرماتے رہے یہانتک کہ اُسکی نعش آگئی۔

جب خانقاہ کی مسجد شیخ لعل محمد نے بنانا چاہی تو اُسکے متعلق اختلاف ہوا کہ کہاں بنے حضرت غوث ملت کی رائے تھی کہ وہیں پر بنے جہاں کہ اب ہے اور جناب میرن میاں فرماتے تھے کہ پشت درگاہ حضرت غوث ملت میں خانقاہ سے علحدہ بنے آپ نے ایک دن رات کو کہنا شروع کیا

جو چچا میاں کہتے ہیں وہ ناہیں ہوئی ہے اور جو بھائی میاں کہت ہیں وہ ہوئی ہے

بالآخر وہیں مسجد بنی جہاں اب ہے۔

آپ کے خسر شیخ محمد حیات صاحب نے بہت دولت چھوڑی مگر آپ نے کبھی پرواہ نہیں کی تمام عمر بھائیوں کے ساتھ فقر و فاقہ میں بسر کی آپ کا عرف حکیمن تھا ابتدائی تعلیم آپ نے اور حضرت

قطب الافراد نے ساٹھ پای عمر میں تین چار سال سے زائد فرق نہ تھا۔ آپ نے تئیس صفر روز چہارشنبہ سنہ بارہ سو پینتیس ہجری میں دفعۃً وقت عصر وفات پائی تاریخ وفات از مولوی شریف الدین کاکوروی

والا حضرت حکیم باسط	بستہ رخت سفر ز عالم
در فکر سن وصال پاکش	بس مضطر بیقرار بودم
دیدم بہ سر لحد نوشتہ	در ماہ صفر بہ بیست سویم

آپ کا مزار حضرت غوث ملت کے روضہ میں اپنی والدہ ماجدہ کے پائین ہے دیوار میں کتبہ تاریخ نصب ہے

حضرت شاہ بہرام علی قلندر کاکوروی

ابن شیخ حمید اللہ ابن شیخ محمد نواز ابن حافظ خلیل الرحمن شہید ابن شیخ عبدالرحمن بن حافظ غلام محمد بن شیخ سیف الدین بن شیخ ضیاء اللہ بن حضرت ملا عبدالکریم بن حافظ شہاب الدین بن حضرت مخدوم نظام الدین القاری الکاکوروی۔

آپ نے پندرہ سال کی عمر سے حضرت عارف باللہ کی خدمت میں رہکر حضرت غوث ملت کے ساتھ اذکار واشغال کی تعلیم پائی اور چند کتب فقہ وتصوف کی بھی پڑھیں اور اکثر ادعیہ واسماء اللہ کی زکوۃ بھی دی۔

آپ کو بیعت سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں تھی حضرت عارف باللہ کا معمول تھا کہ جب وہ چلہ کرتے تھے تو آپ سے بھی اعتکاف کراتے تھے خانقاہ میں آپ کے لئے ایک حجرہ علیحدہ تھا اسی میں رہتے تھے عمر کا زائد حصہ حضرت عارف باللہ کی خدمت میں صرف کیا مگر اُنکے وصال کے وقت موجود نہ تھے کہیں باہر گئے ہوے تھے حضرت عارف باللہ نے آپ کو اجازت وخلافت دی تھی خرقہ پہنانے کی نوبت نہیں آئی تھی پھر بھی آپ درویشانہ وضع میں رہتے تھے بعد وصال حضرت عارف باللہ افسردہ خاطر ہوکر کئی بار اپنی گوشہ نشینی وترک لباس کیلئے حضرت غوث ملت سے عرض کیا مگر اُنھوں نے روکا جب زیادہ پریشان ہوے تو حضرت غوث ملت سے

عرض کیا کہ اب اس لباس دنیاوی میں رہنے اور تضیع اوقات کرنے کا دل نہیں چاہتا لہذا چاہتا ہوں کہ ترک لباس کر کے بیٹھ رہوں انھوں نے فرمایا کہ حضرت عارف باللہ کی طرف متوجہ ہو کر دریافت کرو جیسا وہ فرمائیں دیسا کرو اور خود بھی متوجہ ہوئے وہاں سے اجازت ملگئی۔ ہیں ربیع الاخر سنہ بارہ سو پچیس روز عرس حضرت عارف باللہ انھوں نے آپ کو خرقہ پہنایا اور خود بھی اجازت و خلافت دیگر سلاسل سبعہ کی مثال لکھدی آپ کو حضرت باقی باللہ مولانا شاہ حمایت علی قلندر سے بھی اجازت تھی بعد ترک لباس موضع دھوررہرہ توابع قصبہ امیٹھی ضلع لکھنو میں دریاے گومتی کے کنارہ تکیہ بنایا اور وہیں رہے انتقال سے کچھ روز پہلے کاکوری چلے آے اور یہیں انتقال کیا۔

آپ کی وفات پندرہ ربیع الاول روز دوشنبہ سنہ بارہ سو چھپن ہجری میں ہوی آپ کا مزار پیش دروازہ درگاہ حضرت غوث ملت سے پہلے چبوترہ پر تھا اب اس چبوترہ کے گرد منشی محمد جواد علوی کاظمی کاکوروی نے حظیرہ خوشنا خشتی بنوا دیا ہے تاریخ وفات از مولوی شریف الدین کاکوروی یہ کتبہ مزار کے سرہانے لگا ہے ؎

چوں شہ بہرام علی صاحب فتہ زیں جہاں	پارہ پارہ شد دل خورد و کلاں اندر غمش
پانزدہ ماہ ربیع الاول آں تاریخ بود	کاندراں شد ناگہاں صد حیف عزم رحلتش
در تلاش سال رحلت ہاتفے آواز داد	بود ہجری یکہزار و دو صد و پنجاہ و ششش

آپ سے اجازت و خلافت حضرت شاہ نظام علی قلندر کو تھی اس سے زائد حالات معلوم نہو سکے اور نہ یہ معلوم ہوا کہ آپ کے کسقدر مریدین و خلفا ہوے۔

حضرت شاہ نظام علی قلندر کاکوروی

ابن حضرت شاہ بہرام علی قلندر آپ کو بیعت و اجازت و خلافت حضرت غوث ملت سے تھی نیز اپنے والد و حضرت باقی باللہ مولانا شاہ حمایت علی قلندر و حضرت ابوالوقت سیدنا شاہ علی مظہر قلندر

الہ آبادی سے بھی تھی اُنھوں نے فرمایا تھا کہ اور سب سلسلوں میں تو اپنے والد کی طرف سے مگر سلسلہ قلندریہ میں میرے نام سے مرید کرنا آپ کو حضرت غوث ملت و حضرت ابوالوقت دونو نے خرقہ پہنایا پھر جب آپ پلاہر پور گئے تو حضرت شاہ عبدالرحمن قلندر ثالث عرف حاجی میاں نے ایک سوزنی کا تاج حضرت شاہ عبداللہ قلندر کا پہنا ہوا آپ کو دیا۔

آپ نے کتب درسیہ حضرت باقی باللہ سے پڑھیں بڑے عامل تھے بیشتر ادعیہ و اسماء اللہ کی زکوتیں دی تھیں اور اسمیں خاص دخل تھا چنانچہ بہت سے نقوش مرتب کئے اور بہت سے قواعد اعمال میں معین کئے مخصوص اس فن میں دو کتابیں آپ کی تصنیف ہیں اور چند بیاضیں بھی۔

پہلی کتاب بحر مواج ہے مگر اب اُسکے صرف چند اجزا موجود ہیں بقیہ تلف ہو گئی۔

دوسری کتاب منتخب الاسماء ہے جو دراصل بحر مواج کا خلاصہ ہے دو جلدوں میں۔ علم جفر میں بھی مہارت تھی ایک رسالہ اسکے متعلق بھی آپ کا مصنفہ ہے آپ کا خط بھی صاف تھا بہت سی کتابیں آپ کی لکھی ہوی موجود ہیں۔

آپ زاہد و محتاط اسقدر تھے کہ تمام عمر جو کی روٹی اور گوکھرو کے ساگ کے سوا کچھ نہ کھایا ریاضات و مجاہدات بہت کئے نفقر و درویشی میں اپنے والد کے قدم بقدم تھے تمام عمر خمول و گمنامی و فقر و فاقہ میں بسر کی۔

مزاج میں تحمل اتنا تھا کہ روز وفات صبح کو سینہ میں شدید درد اُٹھا مگر کسی کو علم ہونے دیا اور نہ حاضرین خدمت ہی میں سے کسی سے کہا آخر بیٹھ کے ہر رونگٹے سے خون جاری ہو گیا اُسی حال میں بعد نماز مغرب انتقال کیا قبر تک جسم سے خون جاری تھا۔

آپ کی وفات انیس ربیع الاول روز دوشنبہ سنہ بارہ سو اناسی میں ہوی مزار آپ کا اپنے والد کے پہلو میں ہے سرہانے کتبہ لگا ہے جسمیں یہ قطعہ تاریخ منظومہ مولوی شریف الدین کندہ ہے۔

حیف شاہ نظام علی صاحب	زیں جہاں رفت و در لحد خفتم
بوصالش زبان ہاتف غیب	فانی ذات ایزدی گفتم
	۱۲ ۷۹

آپ سے اجازت وخلافت آپ کے صاحبزادہ جناب مولوی منصب علی اور چاروں پوتوں مولوی عظمت علی و مولوی حشمت علی و مفتی اکرام اللہ افسوس و مولوی انعام اللہ کو تھی ۔

مولوی منصب علی علوی کاکوروی

آپ کی ولادت دسویں ماہ ذیقعدہ روز سہ شنبہ سنہ بارہ سو تیس میں ہوئی ابتدا ہی سے متصف باوصاف حمیدہ و خصائل پسندیدہ تھے کتب درسیہ حضرت مقتدائے جہاں سے پڑھیں اذکار و اشغال کی تعلیم اپنے والد سے پائی بیعت آپ کو حضرت غوث ملت سے تھی اور اجازت وخلافت اپنے والد بزرگوار اور حضرت شاہ علی مظہر قلندر الہ آبادی سے تھی مگر افسوس کہ آپ کو نوبت ارشاد و تلقین نہ آئی آپ نے والد کے سامنے چوتھی جمادی الاول سنہ بارہ سو تہتر میں بہ عمر تینتالیس سال انتقال کیا اور خاندانی قبرستان میں متصل تکیہ شریف دفن ہوئے ۔

حضرت شاہ عاشق اللہ قلندر

اصلی نام منگل خاں تھا قوم کے پٹھان اور موضع پیوائیں پرگنہ اکبر پور ضلع کانپور کے زمیندار تھے آپ کے آبا و اجداد ذی وجاہت و صاحب منصب و جاگیردار شاہی تھے بچپن ہی سے طبیعت وارستہ اور درویشی کی طرف مائل تھی فقرا کی صحبت میں رہے اور مرشد کامل ڈھونڈھا کئے آخر بمقتضائے من طلب شیئاً وجد وجد جس زمانہ میں شیخ محمد حیات کاکوروی الماس علیخاں نواب ناظر کی طرف سے اکبر پور کے عامل تھے میر رحم علی فیض آبادی سے آپ کی ملاقات ہوئی جو حضرت عارف باللہ کے معتقد خاص اور خود بھی صاحبدل و صاحب ذوق تھے ایک روز انھوں نے حضرت عارف باللہ کا تذکرہ کیا آپ مشتاق ہو کر حاضر خدمت ہوئے حضرت نے آپ کو قیام کا حکم دیا پھر چند ماہ کے بعد سلسلہ عالیہ قادریہ میں مرید کر لیا اور لباس فقر عنایت کیا اور اذکار و افکار و اوراد و اشغال تعلیم فرما کر اکثر رسائل تصوف بھی پڑھائے ۔

اصول المقصود میں ہے کہ یہ نہایت مرتاض و مجاہد اور صاحب تجرید و تفرید اور فطرتاً قوی الہمت تھے
میں نے خود دیکھا کہ باوصف قوت جسامت و پہلوانی و کثیر الغذا ہونے کے بوجہ کسر نفس و ریاضت کے
چند چپاتی کھاتے تھے اور جاڑوں میں تمام رات درخت کے نیچے جو صحن مکان میں ہے ذکر و شغل کیا
کرتے تھے اور شدت بھوک کی گرمی سے سردی نہیں معلوم ہوتی تھی چنانچہ رفتہ رفتہ وحشت و
جذب کی کیفیت پیدا ہو گئی اور بھوک کی حرارت کا اثر ایسا دماغ پر ہوا جو زندگی بھر رہا اگر حضرت
صاحب انکی حالت جذب و وحشت دفع نہ کرتے تو یہ دیوانہ وار جنگل کی طرف نکل جاتے اور ایسے
صاحب حال قوی العزیمۃ و صاحب تاثیر تھے کہ جس بات کی طرف متوجہ ہوتے اور ہمت کرتے وہ
ہو جاتی تھی حضرت کی توجہ آپ پر اسقدر تھی ہمیشہ سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتے تھے جس زمانہ
میں وہ اسم یا باسط کی زکوٰۃ دینے و مگڈھہ شریف گئے آپ بھی ساتھ تھے اور لوح دھونے کی
خدمت سپرد تھی حضرت کلید عرفاں کی بھی عنایت تھی وہ آپ کو عارف باللہ کا فقیر فرمایا کرتے
تھے آپ کو ابتدا میں ایک روز آنحضرت صلعم کی زیارت ہوئی آنحضرت صلعم نے اپنی کلاہ مبارک
آپ کو پہنائی اور منعم شاہ نام رکھکر فرمایا کہ میں نے تجکو ہلاکت کونین سے نجات دی۔ آپ جملہ امور
فقر و سلوک میں حضرت عارف باللہ سے مجاز تھے تمام عمر انکی خدمت میں رہے جب سے حاضر ہوئے
دوبارہ کے سوا مکان نہیں گئے ریاضت و مجاہدہ و ترک و تجرید میں اپنے ساتھیوں سے فایق تھے
کہا کرتے تھے کہ میں نے خدا سے یہ دعا مانگی تھی کہ مجکو مرشد صاحب شرع و جامع کمالات ملے سب
باتیں تو حسب دلخواہ ہوئیں سوا اسکے کہ حضرت نے مجھ سے پہلے وصال فرمایا۔
آپ نے انکے چھ ماہ بعد انتقال کیا چوتھی رمضان روز یکشنبہ سنہ بارہ سو اکیس میں وفات ہوئی
آپ کا مزار بیرون دروازہ مسجد خانقاہ حظیرہ میں ہے سرہانے کتبہ لگا ہے جسمیں تاریخ منظومہ مولوی
شریف الدین کاکوروی کندہ ہے ؎

از شاہ کاظم یافتہ تاج خلافت عارفی	روح روان عاشقاں شہ عاشق اللہ نام او
چوں رابع رمضاں شد بود سحر بنہفت رخ	در پردہ معشوقیت آں عاشق پاکیزہ دم

ناچار دل گفتہ زمن در فکر سال رحلتش
سنہ یکہزار و دو صد و بست و یکم ہجری بگو

حضرت شاہ انشاء اللہ قلندر کاکوروی

ابن کرامت اللہ ابن قاضی محمد حافظ جد مادری حضرت عارف باللہ آپ بچپن سے تجمّل حسین عنایت اللہ خاں کے ہمراہ رہے دنیا کی طرف شروع ہی سے توجہ نہ تھی ہمیشہ قلندرانہ روش سے رہے عرصہ تک قرآن شریف یاد کرنے میں محنت کی نصف حفظ کر پائے تھے کہ دل میں طلب حق سمائی چھوڑ کر حضرت عارف باللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی اُنھوں نے آثار سعادت آپ کے چہرہ سے ظاہر پاکر تعلیم و تلقین میں کوشش کی اولاً کتاب کیمیائے سعادت شروع کرائی مگر بوجہ لکنت زبان مجبور پاکر فرمایا کہ تم صرف سُنا کرو آپ نے صرف سماعت و کتب بینی سے مسائل تصوف پر عبور حاصل کر لیا اور جملہ اذکار و افکار و اوراد و اشغال و مراقبات حاصل کر لئے تب اُنھوں نے آپ کو اجازت و خلافت عطا کی وہ آپ کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ اعتکاف میں جو حالات و کیفیات مجھ پر گذرتے ہیں اُنکا پرتو اِن پر بھی پڑتا ہے ایک مرتبہ ایک ہی جلسہ میں تین بار دیکھا کہ اُنھوں نے آپ کا سر کاٹ ڈالا اور پھر زندہ کیا۔

ایک مرتبہ واقعہ میں دیکھا کہ میں حضرت عارف باللہ کے روبرو بیٹھا عرض کر رہا ہوں کہ مجھ پر توجہ فرمائیے اُنھوں نے ایسی توجہ دی کہ جس سے جسم محو ہو گیا پھر عرض کیا کہ اس کیفیت کو جبتک آنکھ سے نہ دیکھ لوں اطمینان نہوگا اُنھوں نے دوسری مرتبہ توجہ دی معلوم ہوا کہ جسم بالکل معدوم ہو گیا دھوئیں کے سوا کچھ نظر نہ آیا تیسری مرتبہ ایسی توجہ فرمائی کہ جسم بالکل محو ہو کر روح مجرد رہ گیا۔

ایک بار حضرت عارف باللہ معتکف تھے اور آپ پر شدید انقباض طاری ہوا تین روز تک ایک حالت رہی چوتھے روز آپ نے خیال کیا کہ آج حضرت صاحب سے اپنی حالت عرض کر کے فیصلہ کر لینا چاہئے اگر دفع کر دیں تو خیر ورنہ اپنے کو ہلاک کرنا بہتر ہے ظہر کے وقت حاضر ہوئے مگر عرض نہ کر سکے پھر عصر کے وقت عرض کرنا چاہا اُسوقت بھی جرأت نہوئی آخر مغرب کے وقت حاضر

ہوے عرض کرنے کو تھے کہ یکایک وہ حالت دفع ہوگئی اور پھر کبھی قبض نہیں ہوا۔

آپ حضرت عارف باللہ کے حضور میں نہایت عزیز و مقبول تھے اور حضرت غوث ملت کے بھی بڑے محرم راز تھے چونکہ اذکار و اشغال سلسلہ قلندریہ اپنے ساتھیوں میں سب سے بہتر جانتے تھے اسلئے حضرت غوث ملت نے اپنے صاحبزادوں کو اذکار و اشغال کی تعلیم آپ سے دلوای۔

آپ نے مرید کرنے کا سلسلہ حضرت عارف باللہ کی زندگی ہی میں اُنکے حسب ارشاد شروع کردیا تھا ایک شخص بچپن سے آپ کا معتقد تھا کہا کرتا تھا کہ جب آپ فقیر ہوجئے گا تب میں آپ سے بیعت کرونگا جب آپ کو حضرت عارف باللہ نے خرقہ پہنایا تو اُس نے آپ سے تقاضا شروع کیا جسقدر آپ عذر کرتے تھے اُتنا ہی وہ اصرار کرتا تھا جب حضرت عارف باللہ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ مرید کیوں نہیں کر لیتے تب آپ نے اُسکو مرید کیا بعد وصال حضرت عارف باللہ پھر بہت لوگ لکھنو و کاکوری و سندیلہ کے آپ کے مرید ہوے۔

آپ سے اجازت و خلافت مولوی شاہ جمیل الدین سندیلی کو تھی۔

آپ کی وفات پانچویں رجب روز یکشنبہ سنہ بارہ سو اکا دن میں ہوی آپ کا مزار حضرت شاہ عاشق اللہ قلندر کے برابر جانب مشرق ہے۔

حضرت شاہ شیر علی قلندر

آپ نواب شجاع الدولہ بہادر کے غلام تھے ابتدا میں میر رستم علی فیض آبادی معتقد خاص حضرت عارف باللہ کے ساتھ آتے تھے حضرت کو آپ پر بہت توجہ تھی ابتدا میں حسب حال نصائح فرماتے تھے کچھ عرصہ کے بعد سلسلہ قادریہ میں مرید کرکے اولاً شغل ذکر قلبی تعلیم کیا اُس زمانہ میں خانقاہ کی عمارت نہیں بنی تھی آپ صبح کو لکھنو سے آتے اور شام کو واپس جاتے تھے جب خانقاہ بنگئی تو پھر آکر اور چندے روز رہکر چلے جاتے تھے باوجودیکہ کلام مجید کے سوا کچھ نہیں پڑھا تھا مگر حضرت نے اکثر رسائل تصوف مراۃ و گلشن راز وغیرہ پڑھادے رفتہ رفتہ اُنکی توجہ سے بآسانی فارسی

پڑھ سے لینے لگے۔

آپ تیس سال حضرت کی خدمت میں رہے جب تمام اذکار و اشغال میں ماہر ہو گئے تو انھوں نے لباس فقر و اجازت سلاسل عطا کی۔

ابتدا میں آپ پر نسبت عشق و وجد و سماع غالب تھی وہ آپ کو مجلس سماع میں نہیں جانے دیتے تھے فرماتے تھے کہ جس مجلس میں اپنی کیفیت بدلجائے اُسمیں نہ جانا چاہیے اور عشق مجازی صورت پرستی سے بھی منع کرتے تھے پھر اسی نسبت کے غلبہ کی وجہ سے نکاح کا حکم دیا جس سے فی الجملہ اُسمیں کمی ہو گئی اکثر وہ آپکے قلب پر افاضہ کیفیت فرماتے تھے بلکہ حقیقتاً آپ اُنکی توجہات ہی کے پرورش یافتہ تھے اُنکا معمول تھا کہ بعد مغرب یا کسی اور وقت توجہ دیتے تھے خواہ آپ کاکوری میں ہوں یا لکھنؤ میں اُنکے خلفا میں اس توجہ باطنی کا آپ کا ایسا کوئی خوگر نہ تھا مگر وہ آپسے فرمایا کرتے تھے کہ شیر علی میری توجہ کے بھروسہ نہ رہو خود ایسی کوشش کرو کہ توجہ کی ضرورت نہ رہے آپ کہا کرتے تھے کہ میں اور بھی اکثر بزرگان نقشبندیہ کے حلقہ میں شریک ہوا مگر جو تاثیر آپ کی توجہ میں دیکھی کسی کی توجہ میں نہ پائی دوسروں کی توجہ میں صرف بے خطرگی و جریان ذکر قلبی محسوس ہوتا تھا اور آپ کی توجہ میں استغراق و غفلت از ماسوی و لذت تام ناقابل بیان محسوس ہوتی تھی میری تربیت صرف توجہ سے ہوئی میں نے اس راہ میں اور کوئی محنت کی ہی نہیں۔

ایک بار آپ معتکف تھے واقعہ میں دیکھا کہ معلق ہوا میں اُڑتا ہوں خیال آیا کہ حضرت پیر و مرشد کے بالاخانہ پر بھی جا کر اُنکو اعتکاف میں دیکھنا چاہیے چنانچہ اُنکے سامنے ہوا میں معلق کھڑا ہوا دیکھا کہ حضرت بیٹھے ہیں اور چہرہ آفتاب کی طرح چمک رہا ہے اور گرد و پیش نور ہی نور ہے جسکی شعاعیں حجرہ کے روزنوں سے نکل رہی ہیں اور خود حضرت نور میں سرتاپا غرق ہیں حضرت نے میری طرف نہایت تیزی سے دیکھا مجکو خوف ہوا کہ فرمائینگے تو اعتکاف میں بغیر بلائے کیوں آیا خوف زدہ ہوکر عرض کیا کہ میں حضور کے سامنے عالم واقعہ میں حاضر ہوں نہ بیداری میں ورنہ میری کیا مجال تھی انھوں نے مسکرا کر سر جھکا لیا پھر جب رات کو حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا تو ارشاد ہوا کہ شاید تم سے

آج کوئی کام خالصاً ﷲ کیا ہے جسکا یہ ثمرہ ہے عرض کیا، دو رکعت نماز پڑھی تھی فرمایا کہ یہ اُسی کا ثمرہ تھا جو کوئی خالصاً ﷲ ایسے اعمال کریگا اُسکو ایسے ہی کیفیات حاصل ہونگے۔ آپ اُنکے بعد عرصہ تک زندہ رہے آپکے اور حالات معلوم نہ ہوسکے آپ کو حضرت غوث ملت سے بھی سلسلہ قادریہ کی اجازت تھی آپ کی تاریخ و سنہ وفات و مدفن بھی معلوم نہ ہوسکا زمانہ تالیف اصول المقصود یعنے سنہ بارہ سو چھبیس میں آپ زندہ تھے۔

حضرت مولوی شاہ احمدی کرسوی

خلف قاضی محمد نعیم بن مولوی عبدالقادر کیقبادی قاضی گورکھپور و تلمیذ رشید ملا احمد معروف بہ ملا جیون امیٹھوی آپ نسلاً ایرانی خاندان کیان اولاد کیقباد سے تھے آپ کے جد اعلیٰ ایران سے ہندوستان آئے اور شاہان دہلی کے زمانہ میں عہدہ ہائے جلیلہ پر ممتاز رہے آپ دہلی میں سنہ سترہ سو آٹھ عیسوی میں پیدا ہوئے اور وہیں کے علماء سے تحصیل علم کی اور پچیس سال کی عمر میں تکمیل کرکے بنارس کے قاضی مقرر ہوگئے وہاں آپ کو ہندی سیکھنے کا شوق ہوا تھوڑے عرصہ میں کافی مہارت حاصل کرلی علم جوتش میں اچھا دخل تھا اکثر برہمن اپنے مشکلات حل کر لیجاتے تھے آپ کی ذات جامع فضائل صوری و معنوی تھی تمام عمر درس و تدریس و عبادت کے سوا کوئی مشغلہ نہیں رکھا آپ نے ایک تفسیر بھی لکھی تھی موسومہ بہ تفسیر احمدی اور اکثر کتابوں پر فارسی میں حواشی بھی لکھے تھے حنفی مذہب و صوفی مشرب تھے صبح سے چاشت تک اپنا وقت تعلیم علوم میں صرف کرتے تھے اور شب میں افاضہ فیوض باطنی آپ کے دو مرید خاص محمد متین اور شاہ عبدالسلام قوم اگروالہ کایستھ نومسلم تھے جنکی تعلیم باطنی میں شب و روز مشغول رہتے تھے اکثر جنات آپکے پاس حاضر ہوتے تھے محمد علی و غلام حسن از قوم جن آپکے مرید تھے اور اکثر آیا کرتے تھے وقت وفات بھی آئے تھے بہت سے ہندو آپکے ہاتھ پر مسلمان ہوئے شب بیداری نصف شب سے کیا کرتے تھے قلیل الغذا تھے اکثر کہا کرتے تھے کہ خالی پیٹ میں خدا خوب

یاد آتا ہے غذائے لذیذ کبھی نہیں کھائی چند کھانے ایک میں ملا کر باسی کھاتے تھے تازہ کھانا بوجہ ترک لذت نہیں کھاتے تھے آپ کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ اور ایک لوٹا تھا پیالہ میں ہر قسم کا کھانا لیکر ایک میں ملا دیتے جب بھوک زیادہ لگتی چند انگلیاں چاٹ لیتے جوانی میں وزنے زیادہ رکھتے متوسط القامت لاغر اندام تھے رنگ صاف چہرہ نورانی تھا داڑھی گول و لانبی تھی آپ نے ایک ایک حج پیادہ پا بہمراہی شاہ عبد السلام اپنے مرید و خلیفہ کے کیا حرمین شریفین کے مشائخ سے بھی فیوض حاصل کئے دو سال وہاں مقیم رہے آپ کا آخری زمانہ تھا جبکہ حضرت شاہ نجات اللہ کرسوی کا عروج ہوا آپ کی چند مواضعات میں معافیاں تھیں جو بسر اوقات کا ذریعہ تھیں مواضعات سے جو کچھ آتا تھا وہ سب اعزا و اقربا کو تقسیم کر دیتے تھے اکثر اوقات آپ کو فاقے ہوئے آپ شب میں ایک منزل کلام اللہ روزانہ پڑھتے تھے وظائف پڑھنے میں عقد انامل کا استعمال رکھا تسبیح پر کبھی وظیفہ نہیں پڑھا کہتے تھے کہ اسمیں ریا کا اندیشہ ہے۔

آپ کو بیعت و اجازت و خلافت سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت سید محمد عدل معروف بہ شاہ لعل بریلوی سے تھی مگر زیادہ تر نعمت باطنی حضرت شاہ محمد آفاق دہلوی سے ملی جسکا تذکرہ اکثر آپ کیا کرتے تھے اور اکثر آپ درگاہ محمد غالب شہید پر جو کرسی کے دکھن جانب ہے جایا کرتے تھے کہتے تھے کہ یہ بڑے پایہ کے شخص ہیں اور بارگاہ رسالت میں معزز عہدہ پر فائز ہیں حضرت عارف باللہ سے آپ کو خاص خلوص تھا کبھی وہ آپ سے ملنے کرسی جاتے تھے اور اکثر آپ کاکوری آتے تھے اسی خلوص و ارتباط کی وجہ سے آپ کو سلسلہ عالیہ قلندریہ کی اجازت دی اور آپ سے سلسلہ علیہ نقشبندیہ کی اجازت لی۔

آپ آخر زمانہ حیات میں اپنے مریدین سے کہا کرتے تھے کہ جسکو میرے بعد بیعت و ارادت کا شوق ہو وہ حضرت عارف باللہ کے پاس کاکوری جائے میرے نزدیک اسوقت کوئی انکا ہم پلہ نہیں۔

آپ کی وفات بعمر سرسٹھ سال سنہ اٹھارہ سو ستائیس عیسوی میں ہوئی قصبہ کرسی ضلع بارہ بنکی

محلہ قاضی ٹولہ میں مولسری کے درخت کے نیچے مزار ہے اور آپ کے پائیں شاہ عبدالسلام کا مزار ہے قبر پختہ کرنے کی آپ نے ممانعت کی تھی لوگوں نے آپ کا سالانہ عرس کرنا چاہا اس سے بھی ممانعت کردی۔

آپ کے بعد آپ کے سجادہ نشین حضرت شاہ عبدالسلام لکھنوی ہوئے یہ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور مرید و شاگرد بھی تھے قبل غدر انکی وفات ہوئی۔

حضرت شاہ اُمید علی جونپوری

آپ قصبہ مانی ضلع جونپور کے باشندہ تھے اور مولانا عبدالقادر قلندر باسطی کے مرید تھے اُنھوں نے اذکار قلندریہ سیکھنے کیلئے آپ کو حضرت کلید عرفاں کی خدمت میں بھیجدیا تھا اذکار و اشغال کی تعلیم آپ نے وہیں پائی حضرت کلید عرفاں کے وقت وصال وہیں تھے جب حضرت عارف باللہ فاتحہ خوانی کو وہاں گئے تو آپ سے ملاقات ہوئی چونکہ آپ کو خاص خلوص اُن سے ہوگیا تھا اسلئے اُنکے ساتھ کاکوری چلے آئے اور کچھ دنوں رہکر دگدعہ شریف واپس گئے جب کچھ دنوں کے بعد پھر طبیعت اُچاٹ ہوئی تو حضرت کے پاس چلے آئے اور کئی سال رہے اس عرصہ میں اُنھوں نے اذکار قلندریہ خوب سیکھلے اور اسم یا باسط کی زکوۃ با شرایط بھی لوای اور رسائل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی و فتوح الغیب وغیرہ پڑھے پھر آپ اپنے مکان چلے گئے اور ایک عرصہ کے بعد پھر آئے اور حضرت عارف باللہ سے خرقہ پہنا اور سلسلہ قادریہ میں بیعت و ارشاد کی اجازت پاکر اقامت وطن پر مامور ہوئے حضرت غوث ملت اصول المقصود میں لکھتے ہیں کہ سنہ بارہ سو پچیس میں جب میں جونپور حضرت قطب صاحب کے مزار پر فاتحہ پڑھنے حاضر ہوا تو ان سے بھی ملنے گیا بہت عزت و حرمت سے پیش آئے ہیں ان کے ذوق و شوق و عرفان کو دیکھکر بہت خوش ہوا اللہ تعالے ان کو اپنی یاد میں زندہ و خوش رکھے اور ان کی ذات سے سلسلہ کاظمیہ قادریہ

جاری کرے۔

باقی حالات زندگی معلوم نہ ہو سکے۔

حضرت شیخ طفیل علی کاکوروی

بن شیخ محمد بن شیخ غلام نبی ابن شیخ جار اللہ بن ملا عظمت اللہ ابن شیخ عزیز اللہ ابن حضرت ملا عبدالکریم نبیرۂ حضرت مخدوم نظام الدین القاری القادری۔

آپ بچپن سے نہایت مہذب و خلیق تھے علوم درسیہ کی تعلیم حضرت مولانا حمید الدین محدث نیز دیگر علماء سے پاکر فارغ التحصیل ہوئے حضرت عارف باللہ سے شرف بیعت سب سے پہلے آپ ہی کو حاصل ہوا۔

آپ بچپن ہی سے اُنکے منظور نظر تھے حضرت غوث ملت نے اصول المقصود میں لکھا ہے کہ میں نے حضرت صاحب قبلہ کو بارہا یہ فرماتے سُنا کہ جب یہ بچہ تھے تو میں نے انکے والد سے کہا تھا کہ تم اس لڑکے کو مجھے دیدینا میں اسکی تربیت و تعلیم کرکے تمھارے حوالہ کردونگا پہلے انھوں نے آپ کو کتب و رسائل تصوف پڑھائے اور اشغال و اذکار و مراقبات خاندانی سکھلائے پھر استعداد و لیاقت دیکھکر اجازت و خلافت دیکر تمام امور فقر کا مجاز کردیا ہر شخص آپ کے اخلاق و عادات و اعمال و صلاحیت کا معترف تھا۔

آپ نہایت ظریف الطبع و بذلہ سنج و عقیل و فہیم ظاہر با شریعت آراستہ و باطن با حقیقت پیراستہ تھے اگرچہ دنیاداروں کے لباس میں رہتے تھے لیکن فی الحقیقت بڑے بڑے تارکین و خدا پرستوں سے اچھے تھے ایک بار حضرت کلید عرفاں کی زیارت سے بھی مشرف ہوسکے ابتدا میں نواب مظفر الدولہ تہور جنگ بخشی ابوالبرکات خان بہادر کاکوروی کے رسالہ میں نواب شجاع الدولہ کے نوکر تھے پھر راجہ جھاولال اور الماس علیخاں نواب ناظر کے یہاں ملازم رہے۔

آپ باوجود دنیاوی تعلقات کے بندگی و خدا پرستی سے کسی وقت غافل نہیں رہتے تھے

عادت یہ تھی کہ جب تک کچہری میں بیٹھتے تھے تب تک اُدھر متوجہ رہتے تھے اور جب وہاں سے آتے تو ذکر و شغل میں مصروف ہو جاتے حضرت عارف باللہ کے مزار کا چبوترہ آپ ہی نے بنوایا اور روضہ و مسجد بنانے کا بھی ارادہ تھا اور ایک سال عرس بھی کیا تھا مگر زندگی نے وفا نہ کی اُنکے وصال کے بعد سے بہت افسردہ رہتے تھے یہی خیال تھا کہ نوکری چھوڑ کر بیٹھ رہیں۔ چنانچہ جس سال وفات ہوئی اُس سال یہ ارادہ مصمم ہو گیا اور اپنی مسجد سے ملحق حجرہ بھی اسی ارادہ سے بنوایا کہ ترک لباس کر کے وہیں بیٹھ رہیں۔

حضرت غوث ملت اصول المقصود میں لکھتے ہیں کہ اُسی زمانہ میں میں نے انکو خواب میں دیکھا مجھ سے کہا کہ حضرت پیر و مرشد کے تبرکات سے کوئی چادر دیجئے میں نے کہا کہ چادر تو نہیں ہے البتہ انکا ایک فرغل ہے جب وقت آئیگا دیدونگا مگر خدا کو منظور یہی تھا کہ انکی یکایک وفات ہو گئی۔

شب وفات اول وقت معاملات فوجداری ختم کر کے لیٹے جب رات زیادہ گئی تو کچھ تنفس شروع ہوا اُسی حال میں صبح ہوئی آپ پلنگ سے اُتر کر زمین پر آئے اور نماز پڑھی جیسے مصلے سے اُٹھنے کا قصد کیا روح پرواز کر گئی آپ کی وفات سات ربیع الاول روز چہارشنبہ سنہ بارہ سو چھبیس میں ہوئی قبر بینوا شاہ کے تکیہ میں ہے۔

حضرت ملا قدرت اللہ بلگرامی

قصبہ بلگرام ضلع ہردوی کے باشندے تھے ہوشدار ہوتے ہی بغرض تحصیل علم کاکوری آئے اور مولانا حمید الدین محدث کاکوروی سے عربی اور شیخ غلام مرتضی ملک زادہ سے فارسی پڑھی ابتدا میں رسالے سو قبس رسالے کے یہاں رہتے تھے جب ہی آپ سے اور حضرت عارف باللہ سے ربط و ضبط بڑھا فارسی میں آپ اُنکے استاد بھی تھے اور حضرت غوث ملت نے بھی آپ سے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں نہایت خوش طبع و نکتہ سنج تھے کاکوری کے لوگ عزت کی

نظر سے دیکھتے تھے علاوہ مسلمانوں کے بہت سے ہندو بھی شاگرد تھے جب حضرت عارف باللہ کو حق تعالیٰ نے مرتبہ قطب الارشادی عطا کیا تو آپ نے بھی اُن سے کتب تصوف پڑھیں اور اذکار و اشغال سیکھے اگرچہ کسی اور بزرگ کے مرید تھے لیکن تعلیم و اجازت و خلافت حضرت عارف باللہ ہی سے پائی تھی۔

آپ کا معمول تھا کہ بعد عصر حضرت قاضی رضی علیہ الرحمہ کے مزار پر جایا کرتے تھے اور ایک گھڑی رات تک وہاں اذکار و اشغال کیا کرتے تھے اس معمول کے بہت پابند تھے ایک روز مشغولی میں دیکھا کہ ایک شخص نہایت مہیب آیا آپ کو تعجب ہوا پھر خود کو دیکھا کہ سر آسمان میں اور پیر زمین میں سے لگے ہیں اسی قسم کے واقعات دیکھتے تھے اور حضرت عارف باللہ سے عرض کرتے تھے انھوں نے ایک روز فرمایا کہ اس سے بھی بہتر حالتیں ہیں آپ نے متعجبانہ کہا کہ جبتک مشاہدہ نہو کیسے یقین کروں فرمایا کہ دیکھ ہی لوگے ایک روز حسب معمول آپ حضرت قاضی رضی کے مزار پر گئے وہاں ایسی حسین صورت میں آپ کو تجلی ہوئی کہ تمام رات بیہوش رہے صبح کو اسی بیخودی میں مست و سرشار ننگے سر ننگے پیر مکان چلے راستہ میں کسی نے پکار کر کہا کہ میاں صاحب دیکھئے آپکے ساتھ دو بھیڑئیے چلے آرہے ہیں مگر آپ خبر نہوے جب مکان پر پہونچے تو لوگوں نے پوچھا کہ پگڑی اور لوٹا کیا فرمایا کہ ملتنے ہوش کہاں تھے جو لوٹا اور پگڑی لاتا۔

آخر عمر میں جذام کی بیماری ہوگئی تھی مگر اسمیں بھی صابر و شاکر رہے اور ایک لحظہ یاد الٰہی سے غافل نہ رہے ایک روز اسی بیماری میں ایک شخص پاس آکر بیٹھ گیا آپ رضائی سے مُنھ بند کئے لیٹے تھے جاڑوں کے دن تھے وہ سردی سے کانپ رہا تھا آپ کو کشف سے معلوم ہوگیا کہنے لگے کہ میر صاحب تم سردی کھارہے ہو میں نے ایک نئی رضائی بنوائی تھی رہ رکھی ہے لیکر اوڑھ لو اُسے تعجب ہوا کہ انکو میری سردی کا حال کیسے معلوم ہوا یہ تو خود آنکھ بند کئے مُنھ سے رضائی لپیٹے پڑے ہیں۔

جب مرض بڑھا تو وطن چلے گئے کچھ روز کے بعد وہیں انتقال کیا وفات سے قبل ایک روز بیہوش ہوگئے لوگ سمجھے کہ انتقال ہوگیا وہاں بیہوشی میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے

اور آپ کی روح عروج کرکے آنحضرت صلعم کے حضور میں پہونچی اُنھوں نے فرمایا کہ ابھی واپس جاؤ آپ کی روح پھر جسم میں واپس آئی آنکھ کھولکر اپنے صاحبزادہ سے کہا کہ کاکوری جاکر حضرت صاحب سے عرض کرنا کہ میں اس حالت میں بھی یاد حق میں مشغول اور اس عالم سے نہایت کامیابی کے ساتھ جا رہا ہوں بعد وفات کے اُنھوں نے حاضر ہوکر سب حال حضرت عارف باللہ سے عرض کیا وہ خوش ہوئے وفات کے دو تین روز بعد جب قبر پختہ بنانے کیلئے کھولی گئی تو دیکھا گیا کہ آپ قبر میں سر جھکائے مراقب بیٹھے ہیں۔

مولوی شفاعت علی کاکوری

ابن شیخ غلام مرتضی ملک نے اوہ آپ کی ولادت سنہ گیارہ سو چاسی میں بمقام سندیلہ اپنے ناناہال میں ہوی اصلی نام فصاحت علی تھا مگر عورتوں نے جہالت سے سفاعت کہنا شروع کیا پھر اور لوگ شفاعت کہنے لگے آخر اسی نام سے مشہور ہوگئے حضرت عارف باللہ کے ناناہالی عزیز تھے بچپن سے نہایت نیک بخت تھے بچپن میں آپکے والد کا انتقال ہوگیا تھا لہذا سندیلہ میں رہتے تھے ہوشدار ہونے پر کاکوری آنے جانے لگے اور بسبب جذب باطنی حضرت عارف باللہ کی خدمت میں حاضر رہنے لگے سعید ازلی وصاحب استعداد ہونے کی وجہ سے اُنکو خاص توجہ ہوی آپ کو دیکھکر بے اختیار اُنھیں یہ خیال آتا تھا کہ اسکو مرید کرلو ایک روز خوش قسمتی سے اُنھوں نے خود فرمایا کہ آو شفاعت علی ہم تم کو مرید کرلیں آپ اُسیوقت مرید ہوگئے مرید کرلینے کے بعد فرمایا کہ میں نے اسوقت تک اپنی خواہش سے تمھارے اور طفیل علی کے سوا کسی کو مرید نہیں کیا پھر آپ زیادہ حاضر ہونے لگے اکثر تکیہ پر شب میں رہجاتے تھے اُسی زمانہ میں اذکار و اشغال کی تعلیم پای وہ جب اعتکاف کرتے تو آپ کو بھی حکم دیتے آپ اُنکی برزخ سے نہایت ربط رکھتے تھے بیشتر اُنکی برزخ آپ سے متکلم ہوتی چنانچہ ایک بار آپ حجرہ میں مشغول بحق تھے یکایک حضرت عارف باللہ کی برزخ سامنے آئی اور فرمایا کہ کرامت اللہ خاں کو خلعت ملا دو سرے

دن اسکی تصدیق ہوی آیسے ہی اور واقعات ہیں آپ اور حضرت غوث ملت ہم عمر تھے اور باہم بہت اتحاد تھا آپ ہی کی فرمایش سے اُنھوں نے مثنوی اصل المعارف لکھی آپ اپنے اوصاف و خوش خلقی سے ہر ایک کے پسندیدہ خاطر تھے سندیلہ کے اکثر لوگ معتقد تھے اور کہتے تھے کہ اگر آپ فقیر ہونگے تو ہم مرید ہونگے جب آپ حضرت کے فیض صحبت سے اس قابل ہوے تو اُن لوگوں نے بیعت کیلیے اصرار کیا ایک روز آپنے حضرت سے اُن لوگوں کی بیعت کیلیے عرض کیا اُنکو ذریعہ شاہ انشاء اللہ قلندر سب حال معلوم ہوچکا تھا سُنکر فرمایا کہ تم کیوں مرید نہیں کرتے میں تمکو اجازت دیتا ہوں پھر دوسرے موقعہ پر فرمایا کہ اپنے معتقدوں کو مرید کرلو میں اجازت دیتا ہوں مگر آپنے ادباً نہ ترک لباس کیا اور نہ کسی کو مرید کیا مدت العمر ملازمت کی عرصہ تک گورکھپور میں منصف رہے اور وہیں بحالت ملازمت نویں ربیع الآخر سنہ بارہ سو پچاس میں بعمر پینسٹھ سال انتقال کیا اور وہیں قبر ہے ۔

نفحۂ سیزدہم

ذکر حضرت غوث ملت لسان الحق شاہ تراب علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت سنہ گیارہ سو اکاسی میں ہوی آپ کی والدہ ماجدہ شیخ عبدالفتاح امیٹھوی کی صاحبزادی تھیں جنکا سلسلہ نسب یہ ہے کہ شیخ عبدالفتاح ابن شیخ عبدالصمد بن حضرت ملا احمد معروف بملا جیون بن مولوی ابوسعید ابن مولوی عبیداللہ ابن حضرت شیخ عبدالرزاق ابن حضرت مخدوم بہار الحق خاصہ خدا۔

بچپن سے تحصیل علم وفضل میں منہمک اور صلاح وتقوے سے آراستہ تھے اور بسبب حسن ادب وحسن استعداد کے حضرت عارف باللہ کے محبوب ومقبول تھے سات برس کی عمر سے آپ کی تعلیم شروع کردی ذکر سہ پایہ ونماز تہجد جب ہی تعلیم فرمای جب بارہ سال کے ہوے اور تکیہ پر رہنے لگے تو آپکے ذہن واستعداد کی رسای ملاحظہ فرماکر اُسیوقت سے حضرت عارف باللہ نے تصوف کی تعلیم شروع کردی اور آپ کو تیسیر الاحکام مصنفہ شہاب الدین ملک العلما اور زاد الآخرت ومنہاج العابدین وکیمیاے سعادت وتصانیف حضرت شاہ ولی اللہ محدث پڑھائیں اور برابر اخلاق وتصوف خصوصاً مسائل معرفت وتوحید کی زبانی اور عملی تعلیم بھی فرماتے رہے اور امتحاناً کبھی کبھی توحید کے متعلق سوالات بھی کرتے اور حسب دلخواہ جواب سُنکر بہت خوش ہوتے تھے ایکبار آپ نے عرض کیا کہ حقیقت ومعرفت توحید کا مجکو ایسا یقین ہوگیاہے جو کسی اعتراض سے جا نہیں سکتا آپ کا یہ طریقہ تھا کہ حضرت عارف باللہ جب کسی کو کوی نماز یا دعا بتاتے تھے آپ سُنکر یاد کر لیتے تھے روض الازہر میں ہے۔

کہ در کثرت عبادت از صبی تا شیخوخت بریک حال بودہ اند واز آں روز کہ شعور بہم

رسانیدہ ند نماز را بقضا نخواندند۔

بارھویں سال اُنھوں نے اذکار قلندریہ تعلیم فرمائے اور ہر سال اُن سب کا جائزہ لیا کرتے تھے۔
بچپن میں آپ دوبار خواب میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے ایک بار زمانہ قحط میں دیکھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے فرمایا کہ آؤ میں تم کو ایسی نماز بتاؤں جسکی برکت سے قحط دفع ہو جائے دو رکعت وقت ظہر شب برات کے روز یوں پڑھو کہ ہر رکعت میں بعد سورہ فاتحہ چودہ بار اقرا پڑھو آپ نے پڑھی قحط دفع ہو گیا پھر دوبارہ دیکھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ آؤ تم کو ایک اور نماز بتاؤں پھر چار رکعت بتائیں جسمیں سورہ والشمس و واللیل وغیرہ پڑھنے کو بتائیں اور فرمایا کہ اس نماز کو عید الاضحیٰ کے روز بیٹھکر پڑھنا چاہیے جب آپ کی پندرہ سال کی عمر ہوئی تو حضرت عارف باللہ نے کاروبار خانہ داری آپ کے سپرد کر دیا تب سے ہر کام آپ ہی کرتے تھے حتےٰ کہ شجرہ نویسی وغیرہ مگر باینہمہ مصروفیت کبھی کسی شغل یا وظیفہ میں کمی یا تاخیر نہوی۔

حضرت عارف باللہ کا معمول تھا کہ ہر سال جاڑوں میں دو چلے فرماتے تھے اور آپ کو بھی خلوت کا حکم دیتے تھے آپ کا علٰحدہ حجرہ مقرر تھا جسمیں اذکار و اشغال کیا کرتے تھے اور وہ اعتکاف میں آپ کو توجہ دیتے تھے یہ فرما دیا تھا کہ بعد مغرب میری طرف متوجہ ہو کر بیٹھا کرو آپ بیٹھتے تھے اور وہ بالاغانہ سے القاء ذکر وغیرہ آپ کے قلب پر فرمایا کرتے تھے اُنکی ہر حرکت ذکر قلبی پر آپ کا جسم جنبش کرتا تھا غرض جیسی آپ کی تعلیم و تربیت اُنھوں نے کی کم کسی نے کی ہو گی وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے لڑکوں کو کسی بات میں کسی کا محتاج نہیں رکھا ہے۔

آپ کا نکاح شیخ محمد عیوض بن شیخ محب الرحمن بن شیخ عبد الرحمن کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوا جنسے دو صاحبزادے حضرت قطب الافراد مولانا شاہ حیدر علی قلندر و حضرت مقتدائے جہاں مولانا شاہ تقی علی قلندر اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں جو مولوی نذیر علی بن حافظ منظر حسین بن شیخ عماد الدین حسین بن شیخ عزیز الرحمن بن شیخ عبد الرحمن کو بیاہی گئیں۔

آپنے فارسی و عربی کی ابتدائی کتابیں ملا قدرت اللہ بلگرامی خلیفہ حضرت عارف باللہ و مولوی معین الدین بنگالی سے اور بقیہ مولانا حمید الدین محدث کاکوروی سے پڑھیں اور بعض رسائل عروض قاضی القضاۃ قاضی محمد نجم الدین علیخاں بہادر سے اور جلدین اخیرین ہدایہ مولوی فضل اللہ ساکن نیوتنی سے۔

اور کتب تصوف و اخلاق حضرت عارف باللہ سے پڑھیں جب ہی آپنے مولوی شفاعت علی کاکوروی ثم السندیلی کے اصرار سے مقامات عشرہ طریقت رسالہ تعرف کو نظم فرمایا اور مثنوی اصل المعارف نام رکھا جسکو حضرت عارف باللہ نے دیکھکر پسند فرمایا چالیس سال اُنکے سایہ عاطفت میں رہکر ہر طرح کی تعلیم پائی اور ریاضت و مجاہدے کیے اور اسم یا باسطہ و سورہ فاتحہ و یا رحیم و حروف تہجی با موکلات و دعاے سیفی وغیرہ کی زکوتیں دیں کشف المتواری میں خود تحریر فرماتے ہیں کہ

تربیت و تعلیم من در علم طریقت و تصوف ہمہ از والد خود است تمام عمر در صحبت آنحضرت گذرانیدم و از طفلی تعلیم اذکار و اشغال قلندریہ وغیرہ یافتم ہمیشہ در صحبت آنحضرت میگذشت از ہر علم سلوک و تصوف و حقایق و معارف خود آگاہ میفرمودند و بارہا از زبان مبارک خود فرمودند کہ ترا اجازت اینہمہ میدہیم و مکرر کتاب انتباہ وغیرہ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کہ مشتمل بر بیان طرق و سلاسل بود خوانانیدہ ارشاد کردند کہ شمارا بریں ہمہ سلاسل اجازت میدہیم و محتاج تربیت کسے نمیگذارم فقط بیعت کردن از حضرت شاہ مسعود علی قلندر کہ پیرزادہ و صاحب سجادہ مرشد من اند باید کہ ایں رسم پیران من است در سالیکہ قصد بردن من بدرگاہ معظم بود خود ازیں جہان فانی بعالم جاودانی رحلت فرمودند۔

حضرت عارف باللہ کے وصال کے چودھویں روز آپ حضرت شاہ انشاء اللہ قلندر کو ساتھ لیکر حضرت قطب الوقت سیدنا شاہ مسعود علی قلندر کی خدمت میں روانہ ہوے ساتویں

روز بڑگانوں شریف ضلع الہ آباد پہونچے وہاں حضرت شاہ خدابخش قلندر کی قدمبوسی کی پھر صبح کو وہاں سے روانہ ہوکر سہ پہر کو حضرت قطب الوقت کی قدمبوسی حاصل کی دوسرے روز بعد نماز مغرب سلسلہ علیہ باسطیہ قادریہ میں مرید ہوئے سات روز وہاں رہے جتنی دیر آپ اُنکے حضور میں حاضر رہتے تھے وہ آپ ہی کی طرف متوجہ رہتے تھے کئی بار ارشاد ہوا کہ تم کاظم شاہ کی برزخ ہو بہت اچھا کیا جو وقت پر آگئے ایک روز ارشاد ہوا کہ اس خاندان میں بعض اشغال ایسے ہیں جو مرید کو خلافت دیتے وقت بتائے جاتے ہیں انشاءاللہ تم کو بھی بتائے جائیں گے آپ نے عرض کیا کہ غالباً فلاں فلاں اشغال ہونگے فرمایا ہاں شاید تم کو عارف باللہ نے بتادئے ہیں عرض کیا کہ بارہا تعلیم فرمائے ارشاد ہوا کہ پھر اب تم کو کسی تعلیم کی ضرورت نہیں جو کچھ عارف باللہ نے تعلیم کیا وہی میری تعلیم ہے حضرت شاہ مظفر علی قلندر نے عرض کیا کہ حضور عارف باللہ نے انکو سب کچھ تعلیم وتلقین کر دیا تھا کچھ اٹھا نہیں رکھا تھا صرف بیعت آپ پر موقوف رکھی تھی۔

ساتویں روز جب آپ حاضر تھے اُنھوں نے اپنی وظیفہ کی کتاب آپ کے سامنے رکھدی اور فرمایا کہ جسطرح اسمیں سلاسل کی مثالیں لکھی ہیں انکی نقل کرلو میں بوجہ ضعف و بیماری سب لکھ نہیں سکتا آپ نے ایک مثال لکھکر دکھائی اُنھوں نے فرمایا کہ اسیطرح سب لکھ جاؤ اور اُس مثال میں آپ کے نام پر لفظ شاہ لکھدیا یہ آپ کے خطرہ کا جواب تھا آپنے ایک روز قبل حضرت شاہ انشاءاللہ قلندر سے فرمایا تھا کہ اگر حضرت پیر و مرشد اجازت و خلافت کے ساتھ مثال بھی لکھدیں تو زیادہ اچھا ہو اُنھوں نے کہا کہ ہاں اگر ایسا ہو تو بہتر ہے اور نہو تو کوئی حرج بھی نہیں حضرت صاحب نے تو تم سب سلسلوں میں مجاز ہی ہو وہی کافی ہے اسی اثنا میں ایک شخص نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ حضور میں نے شب کو خواب میں دیکھا کہ حضرت کلید عرفاں ایک چوکی پر اور انکے پائیں حضرت شاہنشاہ قلندر بیٹھے ہیں اور سامنے درویشوں کی صف ہے اُسمیں سب سے آگے حضرت عارف باللہ کھڑے ہیں اور اُنکے ہاتھ میں خرقہ ہے اور وہ حضرت شاہنشاہ قلندر سے کہہ رہے ہیں کہ آپ حضرت کلید عرفاں سے کہئے وہ اُس خرقہ کو اُنکے پاس لیگئے اور عرض کیا کہ عارف باللہ کے لڑکے کو خلعت

عطا کیا جاے ارشاد ہوا کہ بابو صاحب کو بلاؤ جب آپ آے تو ارشاد ہوا کہ یہ خلعت عارف باللہ کے لڑکے کو اپنے ہاتھ سے دو آپ نے دیا یہ سنکر انھوں نے فرمایا کہ سچ ہے ایسا ہی ہوگا۔

جب آپ نے سب مثالیں لکھ کر دکھائیں تو ارشاد ہوا کہ رکھ لو سہ پہر کے وقت دستخط کرکے اسپر کچھ لکھونگا چنانچہ سہ پہر کو انھوں نے اپنے قلم سے یہ عبارت اُن مثالوں پر لکھی کہ

درطریق قلندری وجملہ طرق سلاسل سبعہ بشاہ تراب علی قلندر ابن عارف باللہ صاحب الکشف والکرامات حضرت شاہ محمد کاظم قلندر خلیفہ رشید شیخنا ومولانا موصوف خلافت دادہ ومجاز کردہ کہ طالب راحق را خرقہ بدہند و بیعت از و بگیرند و ارشاد کنند و اہل را داخل طریق و نا اہل را خارج نمایند مرید ایشاں مرید من است و مردود ایشاں مردود من الحق الحق الحق دستخط فقیر مسعود علی قلندر خلیفہ ابی وشیخی ومولای قطب الاقطاب فرد الاحباب غوث الدہر حضرت سید شاہ باسط علی قلندر۔

پھر اپنے دست مبارک سے ملبوس خاص یعنے ٹوپی و کرتہ و چادر پہنایا اور بہت نوازش فرماکر بشارتیں دیں اور فرمایا کہ یہ عبارت ہر شخص کو نہ لکھنا سوا اُسکے جو تمہارا ایسا ہو بعد الباس خرقہ میانہ پر سوار ہوکر آپ کو اور حضرت شاہ خدابخش قلندر کو ساتھ لیکر حضرت کلید عرفاں کے مزار پر گئے فاتحہ پڑھکر آپ سے فرمایا کہ تم کو حضرت کی طرف سے مبارکباد دیجاتی ہے آپ نے عرض کیا کہ جو کچھ میرا حال ہے وہ آپ پر روشن ہے میرے والد کو حضرت کلید عرفاں سے نے لباس عطا کیا تھا تو انھوں نے عرض کیا تھا کہ اس بوجھ کے اُٹھانے کی طاقت و لیاقت مجھ میں نہیں جسکے جواب میں انھوں نے فرمایا تھا کہ

برداشتن از تو و نگاہداشتن از ما خاطر جمع دار

یہ سنکر انھوں نے فرمایا کہ تمہارے حق میں فقیر یہ کہتا ہے کہ

برداشتن ہم از ما و نگاہداشتن ہم از ما

اطمینان رکھو کچھ اندیشہ نہ کرو پھر آپ کو حضرت شاہنشاہ قلندر کے مزار پر لیگئے اور فاتحہ پڑھکر فرمایا کہ حضرت شاہنشاہ قلندر کی طرف سے بھی تم کو مبارکباد دیجاتی ہے پھر وہاں سے خود

دولت خانہ تشریف لیگئے اور آپ سے فرمایا کہ مسجد میں جا کر دوگانہ شکرانہ پڑھو بعد ادائے نماز شکرانہ حکم ہوا کہ گھر میں ہو آؤ آپ گئے اور سب کی قدمبوسی کی ارشاد ہوا کہ ان مناسک ادا کرنے کا عارف باللہ کو بھی اتفاق ہوا تھا صبح سے اسوقت تک تمہارے کام میں رہا الحمدللہ کہ بخیر و خوبی فراغت ہوگئی حضرت شاہ خدابخش قلندر کو بڑگانوں سے محض آپ ہی کی وجہ سے بلایا تھا آپ کیلئے چادر انھیں نے رنگی تھی دوسرے روز جمعرات کو سویرے آپ رخصت ہوے اُسوقت ارشاد ہوا کہ میں نے تم کو یہ لباس بحکم غیبی دیا ہے نہ اپنی طبیعت سے بالفعل تمہارا اپنے گھر جانا ضروری ہے توقف نہ کرو آپ قدمبوس ہوکر حضرت عارف باللہ کے چہلم کے روز مکان پر پہونچے۔

آپ کو حضرت عارف باللہ سے سلاسل سبعہ یعنی قادریہ و قلندریہ و چشتیہ و سہروردیہ و فردوسیہ و طیفوریہ و مداریہ و نقشبندیہ کی اجازت تھی اور لباس فقر بھی انھوں نے پہنایا تھا چنانچہ ایک بار جب آپ صغیر السن تھے انھوں نے تاج جعفری و کفنی پہنائی اُس زمانہ میں وہ خود لباس آزادیہ پہنتے تھے پھر جب آپ ہوشدار ہوے تو انھوں نے مکرر آپ سے فرمایا کہ میں لبس و الباس خرقہ کی اجازت دیتا ہوں تاکہ وقت پر دوسرے کی محتاجی نہو جب اُنکی وفات ہوگئی اور آپ دیگر شریف گئے تو راستہ میں خواب دیکھا کہ حضرت عارف باللہ تکیہ شریف کے بالاخانہ پر بیٹھے آپ سے فرماتے ہیں کہ اب تم کو کیا منظور ہے عرض کیا جو آپ کو منظور ہو ارشاد ہوا کہ نہیں تم ہی کہو عرض کیا کہ خرقہ پوش ہونا چاہتا ہوں فرمایا بہتر ہے اور محمد روشن سے فرمایا کہ حجرہ میں جو تاج رکھا ہے لے آو وہ ایک رنگین تاج لے آے فرمایا کہ دوسرا لاو یہ مستعمل ہے وہ تلاش کرکے تاج سبز جعفری لاے انھوں نے آپ کو پہنایا اور اپنی چادر عنایت کی۔

پھر کئی مہینے کے بعد خواب میں دیکھا کہ حضرت عارف باللہ گھر میں بیٹھے آپ سے فرماتے ہیں کہ میں نے اُس روز تم کو پورا لباس نہیں دیا تھا آج وہ بھی دیتا ہوں آپ نے عرض کیا کہ یہاں لباس کہاں ہے فرمایا کہ تمہاری والدہ کے پاس ہے لے آو آپ جا کر لاے انھوں نے پہنایا اور خوش ہوکر حاضرین سے فرمایا کہ دیکھو یہ شاہانہ لباس اسپر کیسا زیب دیتا ہے پھر فرمایا کہ میرے یہاں ایک در

کا گیروی رنگ کا لباس ہے وہ بھی دیتا ہوں۔ اکثر لوگوں نے آپ کے فقیر ہونے کے بعد جب حضرت عارف باللہ کو خواب میں دیکھا تو بہت خوش پایا آپ خود بھی اُنکی روح اقدس کو اپنے حال پر بہت متوجہ پاتے تھے ایک روز خواب میں دیکھا کہ ایک کاغذ پر آپ کے نام مثال لکھی ہوئی دیوار پر چسپاں ہے اور یہ آواز سنائی دی کہ پہلے یہ مثال کسی اور کیلئے لکھی گئی تھی لیکن بوجہ اُسکے بعض امور میں حجت و انکار کے اُسکو نہیں دیگئی پھر ایک اور شخص کیلئے تجویز کیگئی مگر اُسکو بھی نہیں دیگئی اب تم کو دیجاتی ہے۔

آپ کو حضرت عارف باللہ و حضرت قطب الوقت کے علاوہ حضرت شاہ خدا بخش قلندر الہ آبادی و حضرت شاہ عبداللہ قلندر لاہرپوری سے بھی اجازت و خلافت تھی۔

اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ و قادریہ اویسیہ کی اجازت حضرت خواجہ حسن چشتی مودودی لکھنوی سے تھی اور انکو حضرت شاہ علی اکبر مودودی چشتی سے اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی سے اویسی تھی آپ نے خواجہ صاحب سے خرقہ چشتیہ بھی پایا تھا ایک روز آپ نے حضرت عارف باللہ کے زمانہ میں خواب دیکھا کہ حضرت خواجہ حسن ایک مجلس میں تشریف فرما ہیں اور آپ بھی ہیں خواجہ صاحب نے تاج اپنے سر سے اُتار کر رکھدیا وہ تاج خود بخود رواں ہوا اور آپ کے سامنے پہونچکر رک گیا خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اگر جی چاہے تو لے لو پھر خود ہی اُنھوں نے اُٹھا کر پہنادیا حضرت عارف باللہ نے یہ خواب سُنکر فرمایا تھا کہ تم کو اُن سے کچھ ملیگا اتفاقاً ایک روز آپ اُنکے ساتھ خواجہ صاحب کے یہاں گئے حضرت عارف باللہ نے فرمایا کہ اپنا خواب ان سے بیان کردو آپ نے بیان کیا وہ خوش ہو کر کہنے لگے کہ میں خود کیا ہوں مگر جو کچھ میرے پاس ہے حاضر ہے ہر چہ در بغداد است گرد سر خلیفہ پھر جب وہ حضرت عارف باللہ کے فاتحہ سیوم میں آئے تو چلتے وقت آپ سے فرمایا کہ جو کچھ تم نے خواب میں دیکھا تھا وہ حاضر ہے جب جی چاہے لے لینا چند مہینہ کے بعد آپ کو بلایا اور دونوں سلسلوں کی اجازت تحریری اور اپنا خرقہ عنایت کیا۔

آپ حضرت عارف باللہ کے بعد چھپن سال سجادہ نشین رہے آپکے مریدین ہر سلسلے میں

چشتیہ و طیفوریہ و مداریہ و سہروردیہ و نقشبندیہ و قادریہ و قلندریہ میں ہوے لیکن قادریہ میں اور سلسلوں سے زاید سلسلہ قلندریہ میں آپ یوں مرید کرتے تھے کہ لاہرپور اور خیرآباد والونکو سلسلہ قلندریہ رحمانیہ میں بواسطہ حضرت شاہ عبداللہ قلندر لاہرپوری کے اور الہ آباد و جونپور و اعظم گڈھ وغیرہ کے لوگوں کو سلسلہ مسعودیہ قلندریہ میں بواسطہ حضرت قطب لوتے کے اور کاکوری و لکھنؤ وغیرہ کے لوگوں کو سلسلہ قلندریہ کاظمیہ میں بواسطہ اپنے والد ماجد حضرت عارف باللہ کے مرید کرتے تھے۔ علاوہ مسلمانوں کے بہت سے ہندو بھی آپ سے تعلیم پاکر مقصد پر فائز ہوے۔

باوجود کثرت مشاغل ارشاد و تلقین و فرایض سجادگی آپ نے کتابیں بھی بہت تالیف فرمائیں سب سے پہلی تالیف مثنوی اصول المعارف ہے جسکا سابقاً ذکر ہوچکا یہ مثنوی کلیات فارسی یعنی آپکے کلام منظوم کے ساتھ دوبار چھپی پہلے مطبع علوی علی بخش خاں میں پھر دوبارہ مطبع سرکاری ریاست رامپور میں مگر اب نادر الوجود ہے۔

کتاب مستطاب اصول المقصود یہ دراصل حضرت عارف باللہ کا ملفوظ ہے اور ضمناً تمام حضرات مرشدین کا اسکا سنہ تالیف بارہ سو چھبیس ۱۲۲۶ ہے تینتیس جزد کی کتاب ہے اسکو آپ کے مرید منشی امتیاز علی وکیل کاکوروی وزیر بھوپال نے سنہ تیرہ سو بارہ میں چھپوایا تھا مگر اب نادر الوجود ہے۔

کتاب مجمع الفوائد اسکے متعلق آپ کشف المتواری میں لکھتے ہیں کہ

بعد وفات چوں بیاض ہاے حضرت والد ماجد ملاحظہ کردم در ہر بیاض چیزہاے مختلف و نکات عجیبہ غریب بخط خاص آنحضرت از ہر قسم نوشتہ یافتم پس آنرا مفید دانستہ یکجا کردہ بترتیب کتابے پرداختم و مجمع الفوائد نامش نہادم۔

اسکا سنہ تالیف بارہ سو اکیس ہے یہ تقریباً دس بارہ جزد کی کتاب ہے جسمیں مختلف مضامین تصوف و سلوک و ادعیہ و اعمال ہیں۔

رسالہ فتح الکنوز اسمیں آداب شیخ و مرید اور بعض مضامین حقایق و معارف ہیں جنکو ہو

مرصاد العباد و یواقیت و الجواہر شعرانی و مصنفات حضرت شیخ اکبر وغیرہ سے حضرت عارف باللہ نے ملخص فرمایا تھا آپ نے رمضان المبارک سنہ بارہ سو چوبیس میں انکو مرتب فرمایا یہ پانچ جزو کا رسالہ ہے سنہ تیرہ سو اٹھائیس میں حضرت وارث الانبیا مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر نے اسے صحیح کرکے چھپوا دیا مطبع سرکاری ریاست رامپور میں چھپا تھا مگر اب نادر الوجود ہے۔

کتاب مقالات صوفیہ اسمیں آپ نے ارشادات حضرات اولیاء اللہ تذکرۃ الاولیا و نفحات و رشحات وغیرہ سے لیکر جمع فرمائے ہیں مقالات میں ابتک ایسی کوئی کتاب نہیں دیکھی گئی پندرہ جزو کی کتاب ہے کئی بار بوجہ عام مقبولیت کے مطبع نولکشور لکھنؤ میں چھپ چکی ہے۔

کتاب شرائط الوسائط اسمیں آداب پیر و مرید و مسائل بیعت و خلافت مشائخ و آداب زیارت مزارات بہت تفصیل سے تحریر فرمائے دس جزو کی کتاب ہے آپ کی وفات کے تقریباً پندرہ بیس سال کے بعد مطبع علوی لکھنؤ میں چھپی تھی مگر اب نہیں ملتی۔

کتاب کشف المتواری فی حال نظام الدین القاری اسمیں آپ نے حضرت مخدوم شیخ نظام الدین قاری معروف بشاہ بھیکہ کاکوروی اور انکی اولاد کے واقعات نیز اپنے نسبی حالات لکھے ہیں بارہ جزو کی کتاب ہے اسکا سنہ تالیف بارہ سو چون اور سنہ طبع تیرہ سو اٹھارہ ہے۔

کتاب مطالب رشیدی اسے اپنے مرید با مراد مولوی رشید الدین خاں خلف مفتی خلیل الدین خان بہادر کاکوروی سفیر شاہ اودھ کی تعلیم کیلئے پچھتر سال کی عمر میں سنہ بارہ سو ساون میں لکھا سو انیس جزو کی کتاب ہے اسکی بابۃ اسیقدر کہنا کافی ہے کہ یہ کتاب خود اپنی نظیر ہے کوئی ایسا مسئلہ معاش و معاد و شریعت و طریقت نہیں جو اسمیں نہو آپ کی تصانیف میں جسقدر اس نے شہرت و مقبولیت پائی اتنی کسی نے نہیں پہلی بار یہ کتاب سنہ بارہ سو اسی میں مطبع نولکشور لکھنؤ میں چھوٹی تقطیع پر چھپی تھی اسکے بعد سے ابتک معمولی متوسط تقطیع پر چھ سات بار چھپ چکی ہے۔

کتاب مجاہدات الاولیا اسمیں اولیاء متقدمین و متاخرین و حضرات قلندریہ کے ریاضات و مجاہدات لکھے ہیں اسکا سنہ تالیف بارہ سو ساٹھ ہجری ہے اسے آپ نے چھیاسی سال کی عمر میں

تالیف فرمایا تقریباً انیس جزو کی ہے اسے مولوی شید اعلی عباسی کاکوروی نے سنہ تیرہ سو باون ہجری میں چھپوایا اسکا ترجمہ اُردو میں میں نے سنہ تیرہ سو اڑتالیس میں مولوی محمد عالم قیصری مرحوم سے کرایا تھا نصف کتاب کا ترجمہ انھوں نے کیا تھا پھر بوجہ علالت چھوڑ دیا جسے میں نے پورا کیا اب مکمل ترجمہ ہو گیا خدا کرے چھپ جاے مولوی صاحب موصوف نے اصل فارسی کتاب چھپوای ۔

کتاب اسناد المشیخت احکام بیعت و اقسام خلافت و سفر اضافی و خرقہ پوشی کے بیان میں

کتاب تعلیم الاسما اسمیں تمام ادعیہ و اوراد و اعمال و سور قرانی وغیرہ کے طرق دعوت و نصاب و زکوۃ و شرایط عامل بہت شرح و بسط سے تحریر فرماے ہیں ۔

ان کتابوں کے علاوہ آپ کے مکتوبات فارسی میں ہیں بنام امیر عاشق علیخاں بہادر کاکوروی سفیر شاہ اودھ بیان مراقبہ معیت و تصور ذات بحت و طریق وصول الی اللہ و تعلیم شغل برزخ مع تلقین پاس انفاس و تعریف قطب الارشاد و اقسام ربط سلسلہ مشایخ و فوائد مشروعیت بیعت و ضرورت مرشد و ذکر مسئلہ وحدت وجود و فرق درمیان وجودی و شہودی و اقسام توحید وغیرہ یہ مکاتیب مطالب رشیدی و کشف المتواری و مفاوضات و تعلیمات قلندریہ میں طبع ہو چکے ہیں ۔

قسام ازل نے شعر و سخن میں بھی آپ کو کافی حصہ دیا تھا ابتدا میں شہید تخلص تھا پھر تراب ہو گیا کلام نظم فارسی و اردو و ہندی تینوں زبانوں میں ہے مگر زائد حصہ اُردو میں آپنے نہ کبھی کسی کو اپنا کلام دکھایا نہ اصلاح لی اور نہ کبھی کوی شعر تکیہ شریف پر نظم کیا بلکہ جب بستی میں کہیں تشریف لے جاتے تھے تو آنے جانے میں دو غزلیں کہہ لیا کرتے تھے اور تکیہ شریف پر آکر جناب مولوی عبد الباسط خلف حضرت شاہ رحیم باسط صاحب کو سُنا دیتے تھے وہ لکھ لیتے تھے آپ کے اُردو دیوان میں دیوان حافظ کی طرح فال بھی دیکھی جاتی ہے ۔

آپ کا کلیات فارسی جسمیں علاوہ دیوان کے مثنوی اصل المعارف و ترجیع بند و مخمس کریما شامل ہے تین بار چھپا مگر اب نادر الوجود ہے ۔

اور کلیات اُردو سات آٹھ مرتبہ مطبع نولکشور میں چھپ چکا ہے پہلی بار مطبع مصطفائی لکھنؤ میں سنہ بارہ سو اسی میں چھپا تھا اسمیں علاوہ دیوان کے مثنوی عاشق و صنم و شجرات منظوم و ٹھمریاں ہیں۔

آپ کا فارسی و اُردو کلام کچھ تبرکاً بنظر استفادہ ارباب ذوق لکھا جاتا ہے ؎

جلوہ اش ہردم بشانے دیگر است
ہر کسے را زو بیانے دیگر است

او بہر شانے وہر از خود نشان
بے نشاں را کے نشانے دیگر است

گرچہ الآن وکما کان است او
دایم اورا کن فکانے دیگر است

وصل او بے جذبہ نتوان یافتن
بام اورا نردبانے دیگر است

من بہر صورت نظر دارم بحق
خلق را بامن گمانے دیگر است

می زندم از نفخت فیہ یار
در تنم روح وروانے دیگر است

کے انا الحق غیر حق گوید تراب
کلمۃ الحق را زبانے دیگر است

دیگر

تا چو آئینہ صفائی یافتم
بے خودی در خودنمائی یافتم

ہمچو نے خاموشیم گویا کند
صد نوا از بے نوائی یافتم

بر نمودن ہر کمال غیر را
پیش یاران خوشنمائی یافتم

رندی و مستی نہ بگذارم تراب
صد بلا در پارسائی یافتم

دیگر

نبا شد خالی از تو ہیچ بزم و منزل و خانہ
ز تست آبادی عالم جہاں بے تست ویرانہ

توئی ساقی توئی شارب توئی بادہ توئی پیمانہ
توئی رند خراباتی توئی محمد دم میخانہ

مسلماں بندۂ رویت برہمن بستۂ مویت
توئی در کعبہ و مسجد توئی در دیر و بتخانہ

بجز تو کیست معشوق وکدام عشق است کو عاشق
توئی بر صورت شمع و توئی بر شکل پروانہ

تراب از راہ معنی گر بہ بینی جملہ عالم را
ہمہ باہم یگانہ اند یک کس نیست بیگانہ

دیگر

قلق از سوز شش پروانہ داری
ز سوز عاشقاں پروانہ داری

نبود آشفتہ لیلی بجز قیس — تو صد ہا عاشق دیوانہ داری
لبالب جام خواہم ساقی از مے — چرا خالی لب پیمانہ داری
دلم قربان این مژگان و ابرو — عجب تیر و کمان ترکانہ داری
نوائے ما گدایان کے خوش آید — دماغ عالی و شاہانہ داری
تراب آوازۂ عشقت فزون باد — کہ ہائے و ہوئے خوش مستانہ داری

اردو

عاشق ہوں ترا طالب دیدار ہوں تیرا — پردہ تو نہ کر مجھ سے کہ میں یار ہوں تیرا
تو یار ہے غیروں کا میں کب یار ہوں تیرا — اک بار مرا ہو تو میں سو بار ہوں تیرا
کچھ اب ہے نہیں میں تری الفت میں پھنسا ہوں — واللہ ازل سے میں گرفتار ہوں تیرا
کرتا ہے عبث مجکو طبیبوں کے حوالے — خود نبض مری دیکھ میں بیمار ہوں تیرا
جاوں میں تراب اور کہاں چھوڑ کے تجکو — بندہ ہوں ترے گھر کا نمکخوار ہوں تیرا

دیگر

ہدف جسکا نقطۂ دل ہو میں ایسے تیر کے قرباں — بدن جس سے نہ گھائل ہو میں اس شمشیر کے قرباں
جو لیلی نے کہا ہنسکر کہ بیڑی ڈال دو اسکے — گیا بن قیس دیوانہ ہوا زنجیر کے قرباں
اٹھا کر برقع مکھڑے سے ذرا صورت تو دکھلا دے — حجاب اتنا نہ کر مجھ سے تری تصویر کے قرباں
تو خاک اپنے قدم کی دے نہ کر محتاج کندن کا — کسے ملتی ہے یہ دولت میں اس اکسیر کے قرباں
تو اپنے عشق کا طغرا مرے ماتھے پہ کر دے نقش — نہ منھ موڑوں کبھی تجھ سے تری تشہیر کے قرباں
تراب اسنے جوانی میں مجھے پیری کی نعمت دی — بنایا پیر مجکو میں تو اپنے پیر کے قرباں

دیگر

دلیل کاروان بانگ جرس ہے — گواہ درد دل اک نالہ بس ہے
بت ظالم نہیں سنتا کسی کی — غریبوں کا خدا فریاد رس ہے
گلستان عیش باغ بلبلاں ہو — ہمیں تو یار بن کنج قفس ہے
رکھو تیار توشہ آخرت کا — سفر در پیش داں کا ہر نفس ہے
عبث ہے آرزو دنیا و دیں کی — تراب اللہ بس باقی ہوس ہے

کوئی ایسی ذات کو کیا کہے جو نہ فرد ہے نہ وحید ہے | صفت اسکی ہووے کسی سے کیا نہ وہ دید ہے نہ شنید ہے
اُسے محض مطلق مت کہو کہ مقید آپ ہوا ہے وہ | وہی ایک ہے کہ بنا ہے دو نہ وہ مخفی ہے نہ پدید ہے
وہی کعبہ ہے وہی دیر ہے وہی قدر شر و خیر ہے | نہ وہ عین ہے نہ وہ غیر ہے نہ مراد ہے نہ مرید ہے
کرے کون میرے رقم پہ صاد مجھے کون دے یہ سخن کی داد | نہ تو شبلی ہے نہ جنید ہے نہ نظام ہے نہ فرید ہے
بنگاہ کاظم رہنما بطفیل باسط مقتدا | ہے وہی شہود تراب کا کہ قلندروں کی جو دید ہے

آخر زمانہ حیات میں بوجہ پیرانہ سالی اسقدر ضعیف ہو گئے تھے کہ بغیر اعانت کروٹ لینا مشکل تھا مگر پھر بھی نماز کے وقت اور آخر شب سے چاشت تک اور مغرب سے عشا تک ایک جلسہ سے بیٹھا رہنا معمول رہا۔

نوے سال کی عمر تک برابر روزانہ دو سو رکعت نفل پڑھتے رہے فرمایا کرتے تھے کہ وظیفہ صوفی رات دن میں اس سے کم نہ ہونا چاہیے اور مریدین و طالبین کو بھی اسی کی ہدایت فرماتے تھے اور اذکار و اوراد بہ تخصیص اوقات مسنونہ و معمولہ حضرات مشائخ آپ کے ورد میں رہے باوجود اس ضعف و بڑھاپے کے برابر عرس شریف کی مجلسوں میں دو دو گھنٹہ ایک طرح سے بیٹھے رہتے تھے۔

عرس شریف ربیع الآخر سنہ بارہ سو چھپتر کے بعد سے بیشتر ارشادات مشعر وصال ہونے لگے دوسری جمادی الاولی روز پنجشنبہ کو وقت دوپہر داہنی جانب فالج گرا جب اطبا نے نبض دیکھی تو باوجود ظاہری ضعف پیرانہ سالی کے آپ کی نبض جوانوں سے قوی پائی آخر اسی مرض میں آپ نے شب شنبہ چوتھی جمادی الاولی کو بعمر چورانوے سال وصال فرمایا پانچویں تاریخ بعد ظہر وسط حظیرہ میں مابین قبر اپنی والدہ ماجدہ و اہلیہ صالحہ حسب وصیت خود دفن ہوئے۔

آپ کے سیوم کے روز حضرت قطب الافراد مولانا شاہ حیدر علی قلندر نے آپ کا عطیہ خرقہ پہنکر سجادہ کاظمیہ کو رونق بخشی حضرت مقتدائے جہاں مولانا شاہ تقی علی قلندر نے آپ کا اجازت نامہ جو حضرت قطب الافراد کے نام تھا مجمع عام میں پڑھکر سُنایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً و مصلیاً و مسلماً انچه فقیر تراب علی را که جانشین و خلیفه پدر
خود است از خدمت والد بزرگوار خود حضرت شاه محمد کاظم قلندر قدس سره در سلاسل سبعه
و هم از خدمت پیر بیعت خود حضرت شاه مسعود علی قلندر که آں هر دو خلیفه حضرت شاه باسط علی قلندر قدس سرهٔ بودند
رسیده و هم از خدمت شاه عبد اللہ قلندر برادرزاده و خلیفه حضرت شاه عبد الرحمن قلندر ابن
شاه الهدیه احمد قلندر لاهرپوری دریں سلاسل سبعه رسیده و دیگر انچه در سلسله نقشبندیه
از خدمت والد خود که مجاز از طرف مولوی احمدی خلیفه شاه عدل بریلوی بود رسیده و
دیگر انچه از حضرت خواجه حسن چشتی مودودی در سلسله قادریه و چشتیه مع اجازت سلسله
رسیده آنهمه را بفرزند کلاں خود مولوی حیدر علی سلمه اجازت و خلافت داده و خرقه
فقر پوشانیده و قائم مقام خود گردانیده و ملقب بخطاب قلندر گردانید باید که آں برخوردار
بر وقت طالب راه حق را خرقه دهد و بیعت گیرد و موافق طریقه که در فهم الصواب و
تعلیم الاسما مذکور است تربیت و تعلیم نماید و اهل را داخل طریق نماید و نااهل را اخراج کند
مرید وے مرید من است و مردود وے مردود من است حق ست حق ست ٥٥٥
تحریر بششم رمضان المبارک یوم شنبه ١٢٣٧ه هجری مقدسه و برخوردار مولوی تقی علی
را نیز همچنیں در هر سلسله اجازت و خلافت ست و ملبس و الباس خرقه نیز اما در حق ایشاں
وصیت آں ست که بعد من برادر کلاں خود را بجائے من بزرگ خود دارند و در هر امور دینی
و دنیوی استصواب و استرضائے اوشاں مرعی دارند و برخود در هر چیز مقدم می پندارند و خرقه
خرقه بطورے که قمیص حضرت شیخنا شاه مسعود علی قلندر قدس سره بمن عنایت کرده اند
بپوشند و برادر کلاں بطور حضرت والدم قدس سره مختار خود کنند باقی در تربیت و تعلیم طریقه
بموجب کتاب فهم الصواب و تعلیم الاسما معمول دارند و بر اشغال و اعمال هر دو کتاب کار اند
ایں کتب را عزیز دارند و هم نسخه اسناد المشیخه را نگاه دارند و از غیر چند فرزنداں ایں همه
کتب را مستور دارند ٥٥٥

وصال کے دوسرے روز مزار شریف گر گیا مولوی عبدالباسط صاحب مزار صاف کرنے اُترے جب مٹی ہٹا چکے تو یہ خیال کر کے کہ ایک بار اور زیارت کر لینا چاہیے کفن کے چادر کا لفافہ کھولا دیکھا کہ چہرہ مبارک نہایت منور و خنداں ہے مونچھیں چڑھی ہوئی ہیں اور شجرہ جو دفن کے وقت سرہانے طاق میں رکھا گیا تھا سینہ مبارک پر کھلا رکھا ہے اور انگشت شہادت حضرت قطب الوقت کے نام پر رکھی ہے انھوں نے اور حاضرین آستانہ کو بھی بلا کر زیارت کرائی۔ تاریخ وصال از مولوی محی الدین خاں ذوق کاکوروی ؎

سوز کدام حادثہ سر زد کہ این سپہر	جان حزیں بشعلہ ماتم کباب کرد
دانم کہ بدر اوج حقیقت تراب شاہ	زینجا بعزم خلد نگہ با تراب کرد

وصال کے تین برس بعد قاضی احمد علیخاں کاکوروی نے روضہ مقدسہ بنوایا مولوی ہادی علی ہفت قلم لکھنوی نے اُسکی یہ تاریخ تعمیر لکھی ؎

بنایا مقبرہ ایسا خوش اسلوب	کہ ہاتف نے کہا کیا خوب کیا خوب

عرس شریف آپ کا بائیس ربیع الآخر کو بہت دھوم سے ہوتا ہے اور تاریخ وفات پر بھی فاتحہ ہوتا ہے۔

آپ کی چند کرامتیں لالہ گوبند سہائے مختار میر عاشق علیخاں بہادر کاکوروی سے ایک شخص مسیح الزماں کو عداوت تھی اُس نے مختار پر سحر کرایا جس سے وہ بیمار ہوے جب ساحر کو اپنے سحر پر پورا بھروسہ ہو گیا تو اُس نے اُن سے کہلا بھیجا کہ ہوشیار ہو جاویں فلاں روز تمھارا کام تمام کر دونگا اُنھوں نے آپ کو اطلاع دی آپ نے لکھ بھیجا کہ مجکو دعا سے غفلت نہیں ہے تم اُس سے کہلا بھیجو کہ میں بھی کسی کا دست گرفتہ ہوں تم خود ہوشیار رہو جب وہ دن آیا تو معلوم ہوا کہ مسیح الزماں کا دفعۃً انتقال ہو گیا۔

کرامت شیخ منصور علی صاحب کا بیان ہے کہ ایک بار میں برادر صاحب قبلہ شیخ مومن علی صاحب کے ساتھ بنارس سے کلکتہ بجرہ پر روانہ ہوا اثنا راہ میں دو جہاز دور سے آتے دکھائی دیے

قریب پہونچکر اس زور سے گذرے کہ دریا میں تلاطم پڑ گیا اور بجرہ قریب اُلٹنے کے ہو گیا ہم لوگوں نے زیست سے نا اُمید ہو کر آپ کو یاد کیا فوراً تلاطم موقوف ہو گیا اور ایک لہر ایسی آئی کہ جس نے بجرہ کو بھنور سے نکال دیا خیریت سے ہم لوگ کلکتہ پہونچے ہنوز آپ کے حضور میں اس واقعہ کی اطلاع ذریعہ عریضہ نہ کر سکے تھے کہ آپ کا خود صحیفہ پہونچا جسمیں آپ نے اس بلا سے نجات پانے پر ادائے شکر کی ہدایت فرمائی تھی۔

نیز اُنکا بیان ہے کہ کلکتہ پہونچکر ایک خاص معاملہ میں فکر پیدا ہو گئی ایک روز ایک تاجر گھوڑوں کا گھوڑے خریدنے کیلئے بلایا گیا وہ آیا گھوڑے دکھانے کے بعد اُس نے کہا کہ آپ لوگ شاید کاکوری کے رہنے والے ہیں میں نے کہا ہاں کہنے لگا کہ کل آپ کے صاحب معاملہ اپنے لوگوں سے یہ مشورہ کر رہے تھے کہ آپ کو بندوق مار دینا چاہیے لہذا ہوشیار رہئے میں یہ سنکر بہت پریشان ہوا اُسی روز آپ کا صحیفہ پہونچا جسمیں اسی واقعہ کا ذکر اور اُس سے حفاظت کے تدابیر تحریر تھے بتوجہ حضرت وہ معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

کرامت مولوی احسن الدین خاں مغفور کاکوروی بیان کرتے تھے کہ جس زمانہ میں اپنے والد مولوی رضی الدین خاں کے ساتھ علیگڈھ میں تھا وہاں ایک برہمنی کو ایک جن ستایا کرتا تھا ایک روز اُسکے باپ نے جو میرا دوست تھا حال بیان کیا میں نے کہا پریشان نہو مجھے عمل معلوم ہے انشاء اللہ دفع کر دونگا چنانچہ میں نے عمل کیا وہ اُتر گیا یہ کہکر کہ میں اسکو کبھی نہ چھوڑتا تم حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ کے مرید ہو اسلئے رعایت کرتا ہوں کوئی اور ہوتا تو مزہ چکھا دیتا جب وطن آیا تو واقعہ آپ سے عرض کیا فرمایا کہ خیر جو کچھ ہوا ہو گیا مگر آئندہ سے احتیاط کرنا کیونکہ حضرت عارف باللہ قدس سرہ اور شہنشاہ جنات سے یہ معاہدہ ہو چکا ہے کہ ہم تمہاری اولاد و منتسبین سے تعرض نہ کرینگے اور نہ تم ہم سے۔

کرامت ایک بار آپ میانہ پر سوار سنجر خاں کی گڈھی جو ملیح آباد کے قریب ہے تشریف لئے جاتے تھے جب گڈھی کے قریب ایک باغ میں جو قبرستان تھا پہونچے تو کہاروں سے فرمایا

کر بھاگو ایک روز حاجی حسن علی شاہ نے جو اُس روز ہمراہ تھے اسکی وجہ پوچھی فرمایا کہ میں نے وہاں کے مُردوں کو کتوں کی صورت میں میانہ کے پیچھے دوڑتے دیکھا چونکہ قلب ماہیت سخت عذاب ہے لہذا وہاں سے بھاگنے کا حکم دیا۔

کرامت آپ کے مرید شاہ عبدالغنی بیان کرتے تھے کہ چودھری مصاحب علی ساکن کرہی مرید حضرت کے کوئی اولاد نہ تھی میں حسب معمول آموں کے فصل میں جب حاضر ہوا تو ایک روز دوپہر کے وقت آپ نے مجھے ایک آم دیا اور فرمایا کہ یہ جاکر چودھری مصاحب علی کی بیوی کو دو انشاءاللہ اب کی مرتبہ اُنکے یہاں طالب علی پیدا ہوگا میں نے دوسرے روز جاکر وہ آم دیا اور آپ کا ارشاد بیان کیا اُنھوں نے خوش ہوکر اپنی بیوی کو کھلا دیا نویں مہینہ اُنکے لڑکا ہوا جسکا وہی نام رکھا گیا جب آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ چودھری صاحب خدا کا شکر کریں اور اُسی کی عنایت سے دوسرے لڑکے غالب علی کے بھی امیدوار رہیں چنانچہ ویسا ہی ہوا۔

کرامت مولانا امجد علی علوی نے خود مجھ سے فرمایا کہ ابتدا میں جب میں حضرت عم اکرم مولانا تقی علی سے پڑھتا تھا مجکو آپ سے جیسا اعتقاد ہونا چاہیئے تھا نہیں تھا ایک روز خواب میں دیکھا کہ احاطہ کے دروازہ کے قریب ایک خرمہ کا باغ ہے جسکی خندق اسقدر بلند ہے کہ کوئی باسانی اندر نہیں جاسکتا اسی اثنا میں آپ تشریف لائے اور مجھ سے پوچھا کہ یہاں کیوں کھڑے ہو عرض کیا کہ باغ میں جانا چاہتا ہوں آپ میرا ہاتھ پکڑ کے باغ میں لیگئے اور خود ایک خرمہ کے درخت پر چڑھ گئے اور اُسکی شاخیں ہلائیں جس سے بکثرت خرمے گرے مجھ سے فرمایا کہ جسقدر چاہو دامن بھر لو میں نے بھر لیئے آپ درخت سے اُترے میں جاگ پڑا لیکن اس خواب سے میرے قلب پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا۔

اُسکے بعد دوسرا خواب یہ دیکھا کہ ایک بڑے میدان میں جا رہا ہوں جسمیں بغیر آفتاب و ماہتاب کے بہت روشنی پھیلی ہوئی ہے وہیں مجکو ایک بڑا خیمہ نہایت عمدہ نظر پڑا جسکے دروازہ پر چوبدار کھڑے تھے میں نے اندر جانا چاہا اُنھوں نے روکا میں نے پوچھا کہ یہ کس کی محفل ہے کہا کہ حضرت

شاہ تراب علی قلندر کی میں نے کہا کہ پھر کیوں رو کتے ہو مجھ کو تو اُن سے نسبت فرزندی ہے یہ کہکر خیمہ میں چلا گیا دیکھا کہ بہت مجمع ہے اور صدر میں ایک تخت پر آپ تشریف رکھتے ہیں اور آپکے روبرو ایک شمع روشن ہے اُسی کی روشنی سے میدان روشن ہے اور تمام اہل محفل بے ریش و بروت ہیں بجز آپکے میں اس خیال سے کہ شاید حضرت عارف باللہ کے عرس کی محفل ہے اور ابھی سماع میں دیر ہے باہر چلا آیا پھر میری آنکھ کھل گئی۔

اسی کے بعد تیسرا خواب یہ دیکھا کہ میں محلہ تجبا تلہ میں اپنے قدیم مکان کے پھاٹک کے کمرہ میں ہوں اور آپ بستی سے واپس تکیہ شریف جا رہے ہیں میں اُتر کر بطور مشایعت آپکے ساتھ ہولیا کچھ دور پہونچکر فرمایا کہ میرے ساتھ کیوں آتے ہو تمھیں تو مجھ سے اعتقاد ہی نہیں پھر فرمایا کہ مجھے اتنی قدرت ہے کہ اپنی آنکھ نکال لیتا ہوں یہ فرما کر آنکھیں نکالکر ہتیلی پر رکھیں وہ رینگنے لگیں پھر میں جاگ پڑا تب سمجھا کہ یہ بیعت کرنے کی طرف اشارہ ہے چنانچہ صبح کو جمعہ کے روز حافظ واحد علی اپنے چھوٹے بھای کو لیکر مرید ہونے حاضر ہوا مجھ سے فرمایا کہ کیوں آے ہو میں نے عرض کیا فرمایا کیوں مرید ہوتے ہو مجھ سے تمھیں اعتقاد تو ہے نہیں میں نے عرض کیا کہ اب ہے تب آپنے ہم دونوں کو مرید کر لیا۔

کرامت ایک بار آپ مرزا گنج محمد یعقوب خاں کمیدان کے یہاں تشریف لیگئے اُس زمانہ میں وہاں ہیضہ بہت تھا خود اُنکے یہاں بھی کوی اس مرض میں مبتلا تھا اُنکی بیوی نے آپسے اُنکی صحت کیلیے بہت زاری سے عرض کیا آپنے فرمایا کہ انشاء اللہ اچھا ہو جائیگا اُنھوں نے عرض کیا کہ یہ بلا اس قصبہ سے دفع ہو جاے فرمایا کہ اچھا جسوقت کہار میری پالکی اُٹھائیں اُسوقت سب لوگ چلا کر کہیں کہ الٹیا بلتیا جات ہے سب نے کہا کہ ہماری اتنی مجال نہیں فرمایا کہ جبتک ایسا نہ کروگے یہ بلا دفع نہوگی آخر مجبور ہو کر تعمیل ارشاد کیگئی جیسے آپ کی سواری آبادی سے نکلی ویسے ہی وہ بلا قصبہ سے دفع ہوگئی۔

کرامت مولوی فریدالدین خاں محدث کاکوروی مولوی احمد علی کاکوروی سے سنکر بیان

کرتے تھے کہ اس قصبہ کو بفضلہ تعالیٰ ابتک یہ بات حاصل ہے کہ یہاں تین چیزیں نہیں ہوئیں نہ کبھی سرائے تعمیر ہوئی نہ روافض ہوئے نہ کوئی طوائف آکر رہی ایک مرتبہ ایک طوائف نے رہنا چاہا آپ نے کئی بار ممانعت کی اُس نے اپنے شامت اعمال سے نہ مانا آپنے فرمایا کہ اچھا اب میں اپنے خدا سے کہونگا اور چپ ہو رہے اُسی شب کو اُسپر یہ قہر الٰہی نازل ہوا کہ اُسکے تمام سامان میں آگ لگ گئی جسقدر بجھانے کی کوشش کی جاتی تھی وہ اور بڑھتی تھی آخر تمام اسباب مع گاڑی و بیلوں کے جلگیا وہ روتی ہوئی آپ کی خدمت میں آئی آپنے فرمایا کہ اسی میں خیریت ہے کہ بھاگو ورنہ تم بھی جلجاوگی وہ بھاگ گئی پھر کسی نے ادھر کا رُخ نہ کیا۔

کرامت ایک بار آپ لکھنؤ میں عبدالرحیم خاں رسالدار کے مکان پر تشریف لیگئے اُنکی سالی نے جو آپ کی مریدنی تھیں عرض کیا کہ حضور میری بہن کے کوئی اولاد نہیں ہے دعا فرمائیے کہ لڑکا ہو فرمایا کہ انشاء اللہ اسی سال لڑکا ہوگا چنانچہ اُسی سال لڑکا ہوا۔

کرامت خواجہ عطاء اللہ کشمیری بیان کرتے تھے کہ ایک بار میں سخت بیمار ہوا ہر وقت خیال موت و تاریکی قبر و سوال منکر نکیر سے ڈرتا تھا ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں مرگیا دل میں سوچا کہ جس چیز سے ڈرتا تھا وہی پیش آئی دیکھوں کیا ہو آخر سب مجکو دفن کر آئے میں خوف سے رو رہا تھا دیکھا کہ آپ سرہانے کھڑے فرماتے ہیں کہ عطاء اللہ مت ڈرو میں آخر کس دن کیلئے ہوں میں اس بشارت سے جاگ پڑا اور یقین کر لیا کہ اب اچھا ہو جاونگا اُسی روز سے مجکو صحت ہونے لگی چند روز میں بالکل اچھا ہو گیا۔

کرامت ایک بار تین شخص حاضر ہوئے راستہ میں باہم کہنے لگے کہ حضرت صاحب رخصت کرتے وقت کچھ نہ کچھ تبرک ضرور دیتے ہیں ایک نے کہا کہ اس بار مجکو مصلے کی ضرورت ہے دوسرے نے کمبل تیسرے نے کسی اور چیز کی خواہش ظاہر کی جب وہ رخصت ہونے لگے تو آپنے اُن کو مسکرا کر وہی چیزیں دیں۔

کرامت شیخ احمد علی ولد شیخ اکبر علی کاکوروی کو کرامات اولیاء حق کا عقیدہ نہیں تھا

وہ اسکو غلط سمجھتے تھے اور بزرگوں کی شان میں کلمات نامناسب کہا کرتے تھے آپ سے بھی انکو عقیدت نہ تھی اتفاقاً وہ اپنے لڑکے امید علی کو تلاش کرتے لاہور سے ملتان گئے وہاں انکو معلوم ہوا کہ انکا لڑکا ڈیرہ غازی خاں میں نوکر ہے یہ ایک راہبر کو لیکر وہاں روانہ ہوئے چلتے چلتے ایسی جگہ پہونچے جہاں سے دریائے بیاس پانچ کوس تھا اور بلا عبور دریا منزل مقصود پر پہونچ نہیں سکتے تھے وہاں راہبران سے جدا ہوگیا یہ پریشان ہوکر بقصد عبور دریا گھڑی دن رہے ایک طرف چل کھڑے ہوئے راستہ بھولکر ایک ہولناک جنگل میں جہاں درندوں کے سوا کسی کا پتہ نہ تھا پہونچ گئے چونکہ شام ہوگئی تھی اور ہرطرف ہولناک منظر وہیبت آوازیں نظر آتی اور سنائی دیتی تھیں یہ پریشان ہوکر رونے اور کہنے لگے کہ یا حضرت شاہ تراب علی صاحب اب وقت مدد ہے للہ مجکو بچایئے اور یہاں سے نجات دیجیئے دفعۃً آپ ایک طرف سے آتے ہوئے نظر آئے قریب آکر فرمایا کہ کیوں گھبراتے ہو یہاں سے دریا قریب ہے پھر راستہ بتاکر غائب ہوگئے وہ اسی راستہ پر چل کھڑے ہوئے تھوڑی دیر میں شارع عام پر پہونچگئے جہاں سے دریا ڈیڑھ کوس تھا یہ بخیریت عبور کرکے منزل مقصود پر پہونچے پھر اپنی بداعتقادی پر شرمندہ ہوکر توبہ کی اور آکر مرید ہوئے۔

کرامت حضرت قطب الاقطاب عظم اللہ ذکرہ فرماتے تھے کہ ایک روز میں سبق مطالعہ کررہا تھا یکبارگی آپکے مزار پر حاضر ہونے کا جی چاہا جب درگاہ کے دروازہ پر پہونچا تو معلوم ہوا کہ اندر کوئی سورہ واقعہ پڑھ رہا ہے میں نے دروازہ کھولا دیکھتا کیا ہوں کہ آپ اپنے مزار کے پائیں مسہری سے تکیہ لگائے سورہ واقعہ پڑھ رہے ہیں مجھے خطرہ آیا کہ وہم ہے یہ خیال آتے ہی آپ باواز بلند پڑھنے لگے جب میں نے اُسکے دو رکوع آپ کی زبان مبارک سے سُن لئے تو فورا شوق میں قدمبوسی کو بڑھا مگر وہ سماں نظر سے غائب ہوگیا دیکھا کہ مزار شریف بدستور مسہری میں ہے فاتحہ پڑھکر واپس آیا اور عرصہ تک اس واقعہ سے محظوظ ہوتا رہا۔

آپکے خلفاء ومجاز وفقرا حضرت قطب الافراد مولانا شاہ حیدر علی قلندر حضرت مقتدائے جہاں

مولانا شاہ تقی علی قلندر جناب مولوی رضا علی و جناب مولوی باسط علی ابنائے حضرت باقی باللہ حضرت قطب الاقطاب مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر نبیرہ زادہ آنحضرت مولوی شاہ علی نقی یا در خاں کاکوروی مولوی حافظ شاہ وجیہ الدین کاکوروی مولوی شاہ اظہر علی سندیلی مولوی شاہ جمیل الدین سندیلی سید شاہ خادم حسین آدمپوری سید شاہ غلام مرتضی قلندر ساکن چھنیرہ ضلع باندا شاہ کریم بخش بن شیخ امام علی مچھلی شہری مولوی سالار بخش محدث کرسوی مولوی ہادی علی ہفت قلم لکھنوی سید شاہ جلال الدین ابن میر شاہ فضل حسین لکھنوی شاہ اسد علی لکھنوی شاہ قدرت اللہ کرسوی میر شاہ محمد امین ابن میر افضل اللہ بریلوی شاہ امداد قلندر لکھنوی مرزا شاہ یار علی بیگ قلندر نعمت اللہ شاہ صادق شاہ محبوب شاہ محمد شاہ بیدار شاہ کاکوروی بادل شاہ خیاط قاسم شاہ مجذوب شاہ محمدی شاہ یقین شاہ خلیفہ امداد شاہ۔

انکے علاوہ حضرت عارف باللہ کے جن خلفاء نے آپ سے بھی خلافت حاصل کی اور خرقہ پہنا وہ یہ ہیں حضرت شاہ میر محمد قلندر حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر حضرت شاہ بہرام علی قلندر حضرت شاہ انشاء اللہ قلندر حضرت شاہ شیر علی قلندر قدست اسرارہم۔

جناب مولوی رضا علی کاکوروی

آپ کی ولادت انیس رمضان روز پنجشنبہ سنہ بارہ سو گیارہ ہجری میں ہوئی حضرت قطب الافراد سے عمر میں چھوٹے اور حضرت مقتدائے جہاں سے بڑے تھے کتب درسیہ اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں حضرت غوث ملت کے مرید و مجاز تھے چوتھی شعبان روز جمعہ سنہ بارہ سو چھبیس میں سلسلہ قادریہ میں بیعت کی حضرت عارف باللہ کے وقت وفات دس سال کے تھے اور انکے حضور میں مقبول تھے باوجود مجاز ہونے کے کبھی کسی کو مرید نہیں کیا مدۃ العمر ملازمت کی دل بیار و دست بکار کے مصداق تھے بعد غدر تحصیلداری سے پنشن لیکر خانہ نشین ہوگئے بہت با مروت قابل خوش وضع خلیق وجیہ الصورت صاحب ثروت و امارت تھے حضرت قطب الاقطاب اعظم اللہ ذکرہ کے حقیقی نانا تھے

بعارضہ فالج بعمر اٹھاون سال چھ رمضان روز چارشنبہ سنہ بارہ سو اناسی وفات ہوی اور پائیں مزار شیخ والد کے بیرون روضہ اپنے جد بزرگوار حضرت عارف باللہ کے جانب مغرب دفن ہوے۔

مولوی شاہ تقی یاور خاں کاکوروی

ابن شیخ غلام حسن بن حکیم محمد روشن شہید بن حکیم عبداللہ بن شیخ ولی محمد ابن شیخ زین العابدین بن شیخ احمد بن شیخ محمود برادر حضرت مخدوم شیخ سعدی کاکوروی ابن مخدوم بندگی من اللہ صدیقی خلیفہ حضرت مخدوم شیخ سعد خیرآبادی چشتی۔

آپکے اجداد میں اکثر حضرات اولیاء اللہ تھے آپکے پردادا حکیم عبداللہ بھی بزرگ صاحب نسبت وکشف و کرامت تھے جنکا مزار محلہ ولی نگر قصبہ کاکوری میں ہے ابتک اُن کی کرامت یہ چلی آرہی ہے کہ امساک باراں کے زمانہ میں اگر مزار پر پانی چھڑک کر دعا مانگی جاتی ہے تو بہت جلد بارش ہوتی ہے آپکے والد بھی حضرت غوث ملت کے مرید تھے آپ متوسط درجہ کی علمی قابلیت رکھتے تھے قبل خرقہ خلافت پانے کے ملازم سرکار انگریزی تھے ترقی کرکے عہدہ صدر الصدوری تک پہونچے اور اُسی سے پنشن پای۔

ابتدا ہی سے متشرع و متورع وعفیف تھے جب کچہری جاتے تو پالکی کے پٹ بند کر لیتے تھے تاکہ نامحرم پر نظر نہ پڑے نہ مدت العمر کسی غیر عورت سے پنکھا جھلوایا معاملت بخلق ایسی تھی کہ ایکبار پالکی پر سوار کہیں جارہے تھے کہار پالکی ایک کھیت کے اندر سے لیکر گذرے آپنے فوراً پالکی رکھوادی اور کھیت والے کو بلا کر معافی مانگی اور جسقدر نقصان اُس نے اپنا تشخیص کیا اُسکو دیا۔

خدا طلبی کا ذوق ابتدا ہی سے تھا اور طلب حق میں مرشد کامل کی تلاش میں رہتے چاہتے تھے کہ جس بزرگ کو اپنے خیال میں تمام اوصاف سے موصوف پائیں اُس سے بیعت کریں اسلئے اکثر بزرگوں سے ملے اس اثنا میں کئی واقعے ایسے پیش آے جو حضرت غوث ملت سے بیعت کے مشعر تھے منجملہ اُنکے ایک یہ کہ قصبہ پھلواری میں حضرت شاہ ابوالحسن فرد کی ہدایت سے حضرت شاہ مجیب اللہ

قلندر کے مزار پر دریافت بیعت کیلئے مراقبہ کیا دیکھا کہ اُنکے مزار سے ایک ہاتھ حضرت غوث ملت کے ہاتھ کے مشابہ نکلا لہذا وہاں سے بغیر بیعت کئے واپس آئے اسیطرح کرسی میں حضرت شاہ نجات اللہ قدس سرہ کے مزار پر پھر اُنکے صاحب سجادہ کے حلقہ میں بھی شریک ہوئے مگر وہاں بھی تسلی نہوی پھر حج کرنے گئے وہاں ہر مقام پر حضرت غوث ملت کی برزخ آپکے پیش نظر رہی آخر وہاں سے آکر شرف بیعت حاصل کیا اور پھر ایسے مقبول ہوئے کہ حضرت غوث ملت نے مکرر فرمایا کہ مجھ سے اگر اللہ تعالی قیامت کے روز پوچھے گا کہ دنیا سے تم میرے لئے کیا تحفہ لائے تو میں نتھی یا ور خاں کو پیش کرونگا۔

جب حضرت غوث ملت نے آپ کو لباس پہنایا اور آپ خرقہ پوش ہو کر مکان گئے تو دو روز تک قضائے حاجت کو محض اس خیال سے نہ گئے کہ لباس کی بے حرمتی ہوگی جب حضرت کو معلوم ہوا تو کہلا بھیجا کہ اُس لباس کو تبرکاً رکھ چھوڑو اور دوسرے کپڑے بنوا کر پہنو جب دوسرا لباس پہن لیا تب بیت الخلا گئے۔

شیخ سعید الدین صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک بار میں آپکے پاس گیا آپ اپنے نواسہ منشی عبد الباقی مرحوم کو گود میں لئے بیٹھے تھے اُنھوں نے آپ کی داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہا کہ ہائیں آپ کی داڑھی تو حضرت صاحب کی داڑھی سے بھی بڑی ہے آپنے حجام کو بلا کر کم کرا دی۔

ایک بار تکیہ شریف پر قیام کی غرض سے حاضر ہوئے حضرت غوث ملت نے مسجد کے قریب حجرہ میں ٹھہرایا دو تین گھنٹہ بعد ایک عورت اپنے بچہ کو لیکر آئی اور آپ کو حضرت غوث ملت یا اُنکا صاحبزادہ سمجھ کر پھونک ڈالنے کیلئے کہا آپنے اُسوقت پھونک تو ڈالدی مگر حضرت سے یہ عرض کر کے کہ یہاں کے قیام میں مجکو لوگ حضور سے مشابہت دیتے ہیں اور میں اسے خلاف ادب سمجھتا ہوں اپنے مکان چلے گئے۔

آپ کا معمول تھا کہ حضرت غوث ملت کے حضور میں جب نذر پیش کرتے تو اُنکی پاپوش پر رکھ دیتے کسی نے وجہ پوچھی کہنے لگے کہ حدیث میں ہے کہ دینے والے کا ہاتھ لینے والے کے

ہاتھ سے اونچا رہتا ہے میں اسکو سوء ادب سمجھتا ہوں کہ میرا ہاتھ حضرت پیر و مرشد کے ہاتھ سے اونچا رہے دوسرے روپیہ کی جگہ پاپوش سے اونچی نہیں ہو سکتی۔

یہ بھی معمول تھا کہ جب کوئی خطرہ پیر و مرشد کے کسی فعل کی نسبت آتا تو حاضر ہو کر عرض کرتے پھر عفو تقصیر چاہتے اور کفارہ میں نذر پیش کرتے تھے۔

آخر عمر میں آنکھوں میں پانی آگیا تھا بصارت جاتی رہی تھی اُسی زمانہ میں ایک سنھیا کا کوری میں آیا بہتوں کی آنکھیں کھولیں حضرت مقتدائے جہاں نے کہا کہ خانصاحب آپ بھی آنکھیں کھلوا لیجئے آپ نے رو کر کہا کہ ان آنکھوں سے حضرت پیر و مرشد کی زیارت ہو چکی اب کس کی زیارت کیلئے آنکھیں کھلواوں اُنکو آپ کے اس خلوص محبت پر رقت آگئی۔

آپ نے بپاس ادب کسی کو مرید نہیں کیا نہ خلافت دی مگر فیض باطنی آپ سے جناب منشی وہاج الدین آپ کے نواسہ کو تھا۔

شیخ سعید الدین صاحب بیان کرتے تھے کہ میرے بڑے بھائی شیخ وحید الدین آپ کے داماد ہفتہ میں ایک بار آپ سے ملنے جاتے تھے اُس زمانہ میں ہم دونو تنگی معاش سے پریشان تھے ایک روز آپ نے اُنکو چالیس روپیہ دیے جسکے پندرہ روز بعد وہ چالیس روپیہ کے نوکر ہو گئے۔

آپ نے کبھی کوئی خلاف شرع چیز اپنے گھر میں رکھنا پسند نہیں کی ایک بار آپ سے چھپا کر گھر میں کسی نے نقرئی ظروف بنوائے آپ کو شب میں بارہ بجے کے بعد یہ مکشوف ہوا اُسی وقت سب کو جگا کر کوٹھری کھلوائی اور صندوق سے ظروف نکالکر پھینک ڈالے اور کہا کہ مجھے حیرت تھی کہ اس کوٹھری میں آگ لگی ہوئی کیوں نظر آتی ہے معلوم ہوا کہ یہ خلاف شرع چیز اسمیں رکھی تھی۔

آپ شاعر بھی تھے سلیم اور ہیچ تخلص تھا آپ کا مختصر دیوان فارسی مسمیٰ بہ نگارستان معرفت چھپ چکا ہے مگر اب نادر الوجود ہے۔

آپ کی وفات شب شنبہ چھٹی ربیع الاخر سنہ بارہ سو اٹھتی ہجری میں ہوئی غفر تاریخ وفات ہے وقت انتقال ذکر مجرد ھو با لجہر جاری تھا کہ دیوانخانہ کے باہری دروازہ سے سنائی دیتا تھا

حضرت مقتدرسلے جہاں عیادت کو گئے آپ کی حالت دیکھکر رقت آگئی فرمایا کہ نقی یاور خاں پالا مار لیگئے مرض الموت میں آپ کی زبان پر جاری تھا کہ جس گھر میں ہوں یہی بیت اللہ ہے حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر فرماتے تھے کہ محلہ ولی نگر میں قدم رکھتے ہی نقی یاور خاں کی نسبت کا اثر ہوتا ہے آپ کا مزار محلہ ولی نگر میں اپنے مکان کے زیر دیوار جانب مشرق بائیں مزار حکیم عبداللہ کے ہے۔

مولوی حافظ شاہ وجیہ الدین کاکوروی

خلف قاضی علیم الدین خان بہادر صدر الصدور ابن قاضی القضاۃ نجم الدین علیخاں بہادر خلف اکبر مولانا حمید الدین محدث کاکوروی۔

آپ کی ولادت سنہ بارہ سو تیس ہجری میں ہوی تعلیم و تربیت اپنے والد اور مولوی فضل اللہ نیوتنوی و مولانا حسین احمد محدث ملیح آبادی سے پای اور سند علم حدیث علاوہ محدث ملیح آبادی کے مولانا آل احمد محدث پھلواروی سے بھی تھی علم ہیئت کی کتابیں اپنے چھوٹے چچا مفتی حکیم الدین خاں صدر الصدور سے پڑھیں اور عمل بالاصطرلاب پر کافی مشق کی فارسی نظم و نثر پر قادر تھے مگر شعر بہت کم کہتے تھے نہایت ہوشیار اور عالی ہمت تھے امور انتظامیہ تعمیرات و حساب میں خاص مہارت تھی اوراد و وظائف و اشغال کے پابند تھے رات دن میں بہت کم آرام کرتے تھے آپنے کلام مجید صرف چھپن روز میں حفظ کیا تھا ہر سال رمضان میں پڑھتے تھے باوجودیکہ دور کرنے کا موقع بہت کم ملتا تھا صرف شعبان میں دور کر لیتے تھے مولانا فرید الدین خاں آپ کے بھتیجے بیان کرتے تھے کہ عبداللہ شاہ ابدال کمل پوش نے جو اکثر کاکوری آیا کرتے تھے ایک بار آپ سے کلام مجید مانگا آپنے کہا کہ میرے پاس ایک ہی کلام مجید ہے جسمیں میں یاد کرتا ہوں انھوں نے کہا کہ اچھا یہ ہمکو دیدو تمکو قران بہت جلد یاد ہو جائیگا آپنے وہ انکو دیدیا انکے ارشاد کی برکت سے بہت جلد قران مجید آپ کو یاد ہو گیا۔

بیعت آپ کو حضرت غوث ملت سے تھی ستائیس رجب روز چہارشنبہ سنہ بارہ سو باسٹھ سلسلہ قلندریہ میں مرید ہوے اور خرقہ تفرع اجازت وخلافت پایا آپ نے بھی بپاس ادب کسی کو مرید نہیں کیا نہ خلافت دی۔

آپ کی وفات بعمر تہتر سال یکم ربیع الاول روز پنجشنبہ سنہ تیرہ سو پانچ ہجری میں ہوی آپ کا مزار کاکوری میں اپنے بزرگوں کے حظیرہ میں قریب درگاہ حضرت مخدوم نظام الدین قاری ہے

مولوی شاہ اطہر علی سندیلی

ابن مولوی اکبر علی ابن مولوی حمداللہ شارح سلم آپ کو اپنے والد سے بیعت تھی اور وہ حضرت شاہ قدرت اللہ صفی پوری کے مرید وخلیفہ تھے آپ صوفی بے بدل وعالم اجل تھے علوم متعارفہ اپنے بزرگوں سے پڑھے آپ کو علاوہ اپنے والد کے حضرت غوث ملت سے بھی اجازت وخلافت تھی بعد اپنے والد کے سجادہ نشین ہوے اور عرصہ تک مریدین وطالبین کو فیض پہونچاتے رہے سنہ ولادت ووفات ودیگر حالات دریافت نہیں ہوے آپ کا مزار سندیلہ ضلع ہردوی محلہ جھنوانہ میں ہے مزار کا حظیرہ پہلے خام تھا مگر ۱۳۱۲ھ میں چودھری نصرت علی رئیس سندیلہ مرید حضرت غوث ملت نے اُسے پختہ کرا دیا۔

مولوی شاہ جمیل الدین سندیلی

ابن مولوی اظہر علی ابن مولوی اصغر علی ابن ملا حمداللہ شارح سلم آپ کی ولادت سنہ بارہ سو بیس یا اکیس ہجری میں ہوی ابتداءً لکھنؤ میں سواروں میں نوکر تھے حضرت شاہ انشاء اللہ قلندر خلیفہ حضرت عارف باللہ سے بہت عقیدت وخلوص تھا وہ بھی آپ سے محبت کرتے تھے اُنھیں نے آپ کی تربیت وتعلیم فرمائی اور دعاے بانت العظمة وغیرہ کی زکوتیں دلوائیں جب جاذبہ الہی شامل حال ہوا تو آپ نے لکھنؤ میں اپنا تمام اسباب لٹا کر اور نوکری سے استعفا

دیگر سندیلہ کا راستہ لیا پہلے کاکوری آئے یہاں سے حضرت شاہ انشاء اللہ قلندر کو ساتھ لے کر سندیلہ گئے اور اپنے چچا مولوی شاہ اطہر علی کے مرید و خلیفہ ہوئے۔

آپ کو اجازت و خلافت حضرت غوث ملت و حضرت شاہ انشاء اللہ قلندر و شاہ محمد علی صفوی سے بھی تھی علوم ظاہر و باطن میں طاق و یگانہ آفاق تھے بعد مرید و خلیفہ ہونے کے گوشہ نشین ہو گئے عمل دست غیب معلوم تھا اگرچہ خود کبھی نہیں کیا مگر مریدین خاص میں سے کسی کسی کو بتا دیتے تھے۔

معمول تھا کہ ہر مہینہ میں یا جب کبھی دل چاہتا تھا تو اپنا تمام اسباب خانہ داری لٹا دیتے تھے جب مستورات کو معلوم ہوتا تو وہ سب چیزیں چھوڑ کر ایک چارپای پر بیٹھ جاتیں آپ اندر جاکر نقد و جنس جو کچھ ہوتا لیجا کر خیرات کر دیتے اگر کسی روز مستورات کو معلوم نہوتا تو آپ چارپای وغیرہ بھی اُٹھا کر دے دیتے تھے۔

آپ کے مرید بہت ہوئے ایک سید مردان علیشاہ اکبر آبادی تھے جو خلیفہ بھی تھے اُنکو آپ سے ایک خاص جیسی نسبت تھی اکثر آپ کی خدمت میں رہتے تھے جب کبھی آپ سندیلہ میں ہوتے تو وہ بحالت وجد و شوق اکبر آباد سے آپ کا نام لیتے چلتے تھے یہاں آپ کہتے تھے کہ مردان علیشاہ آتے ہیں آپ کی وفات کے بعد جو کوی سندیلہ والا اکبر آباد جاتا خواہ وہ کتنی ہی انبوہ میں ہوتا وہ اُسکو پہچان لیتے اور وجد میں کلو میاں کلو میاں کہکر اُسکا طواف کرنے لگتے تھے اُنکے بعد اُنکے بیٹے سید فرزند علیشاہ جانشین ہوئے یہ سلسلہ ابتک جاری ہے۔

آپ نے پینتیس چھتیس سال کی عمر میں گیارہ یا بارہ شعبان روز دوشنبہ سنہ بارہ سو چھپن میں وفات پای آپ کا مزار اپنے پیر و مرشد کے پہلو میں ہے۔

آپ کے خلفا میں آپ کے بڑے صاحبزادہ مولوی عبد القادر و سید مردان علیشاہ و شاہ نجف علی سندیلی و مولانا فضل رحمن مرادآبادی تھے مگر مولانا کو صرف سلسلہ چشتیہ کی اجازت تھی مولوی عبد القادر کے کوی صاحبزادہ نہ تھے لہذا اُنکے بعد اُنکے چھوٹے بھای و مرید و خلیفہ مولوی اکرام اللہ جانشین ہوئے یہ بھی لاولد تھے۔

آپکے خلیفہ مولوی ظہیر الحسن عرف جھاو میاں ہوے جو سید مردان علیشاہ اکبرآبادی کے مرید اور شاہ خیرات علی صفی پوری کے خلیفہ تھے آن سے اجازت وخلافت ان کے بیٹے مولوی معین الدین کو ملی۔

میر شاہ خادم حسین آدمپوری

آپ نسباً سید تھے اور حضرت شاہ کفایت اللہ عرف شاہ کونین خلیفہ حضرت کلید عرفان کے نواسہ تھے ابتداہی سے موصوف بصفات حمیدہ وخصائل پسندیدہ تھے جب طلب حق پیدا ہوی تو حضرت غوث ملت کے حضور میں حاضر ہوکر اکیس ذیحجہ سنہ بارہ سو اڑتیس ہجری میں سلسلہ علیہ قلندریہ مسعودیہ میں بیعت کرکے اذکار واشغال قلندریہ کی تعلیم حاصل کی چونکہ ذوق وشوق فقر و معرفت سوروثی تھا اور استعداد بھی اچھی تھی لہذا بعد تعلیم وتربیت حضرت غوث ملت نے آپ کو خرقہ فقر مع اجازت وخلافت سلاسل عطاکی آپ مدۃ العمر شاہ کونین کے مزار کے جاروب کش رہے اور وہیں حسب وصیت خود روضہ کے باہر دروازہ کے قریب دکھن جانب دفن ہوے مگر چونکہ آپ کی قبر بالکل تالاب کے کنارہ ہے لہذا وہ بالکل برابر ہوگئی ہے کسی نے ازسرنو تعمیر نہ کرائی گھانس وغیرہ لگی ہے بمشکل پتہ چلتا ہے آپ نے نکاح نہیں کیا اور نہ کسی کو مرید کیا زائد حالات معلوم نہوے فقط

سید شاہ غلام مرتضی قلندر

عرف بھبنے میاں ابن سید محمد یسین ابن سید صلاح الدین ابن سید محمد مسعود ابن سید لطف اللہ ابن سید محمد ناصر ابن سید سراج الدین ابن سید روح اللہ کالپوی۔

سید سراج الدین قاضی محمد عرف شیخا میاں ابن قاضی محمد داؤد حسینی کے نواسہ تھے جو قصبہ سیونڈھا تحصیل ترہنی ضلع باندہ کے قاضی تھے چونکہ سکونت انھوں نے اختیار کی تھی یہانسے

آپ سادات چھپرہ ضلع باندہ سے تھے آپ کے نانا سید راحت علیشاہ سلسلہ قلندریہ قادریہ کے کسی بزرگ کے مرید وخلیفہ اور بزرگ صاحب نسبت تھے کہا جاتا ہے کہ جامع مسجد چھپرہ میں ایک بار وضو کر رہے تھے کسی نے عرض کیا کہ یہاں پر اگر کوی سایہ دار درخت ہوتا تو بہت اچھا تھا انھوں نے اپنی مسواک نصب کردی جس نے بہت جلد جڑ پکڑلی اور چند دنوں میں بڑا نیب کا درخت ہوگیا انکا مزار اسی کے سایہ میں ہے گیارہ جمادی الاخر سنہ بارہ سو چھبیس میں انکی وفات ہوی۔

آپ کا سنہ ولادت بارہ سو بائیس ہے آپ کے زمانہ میں کاکوری کے اکثر لوگ بسلسلہ ملازمت باندہ میں مقیم تھے آپ سے اور نقی یاور خاں خلیفہ حضرت غوث ملت سے بھی مراسم تھے غرض کسی کسی ذریعے سے آپ حضرت غوث ملت کے حضور میں حاضر ہوکر بروز پنجشنبہ چھبیس ذیقعدہ سنہ بارہ سو اکسٹھ سلسلہ قلندریہ علویہ میں مرید ہوے اور اجازت وخلافت مع خرقہ فقر پای پھر عرصہ تک یہیں آستانہ پر مقیم رہے۔

ایک بار کوی مکان تعمیر ہو رہا تھا دھنیاں چڑھای جاتی تھیں اتفاق سے دھنیاں دالان کے عرض سے چھوٹی نکلیں کسی نے حضرت غوث ملت سے عرض کیا انھوں نے آپ سے فرمایا کہ جاکر دھنیاں چڑھوا دو آپ گئے مزدوروں نے ناپ کر بتایا کہ دھنیاں چھوٹی پڑتی ہیں آپ نے کہا کہ اچھا جاو تم لوگ مزدوری کھا آو سہ پہر کو جب مزدور آے اور دھنیاں دیکھی گئیں تو وہی عرض عمارت سے بڑی نکلیں حضرت غوث ملت کو معلوم ہوا تو ہنسکر فرمایا کہ خداوندا مرتضی شاہ کی ایسی کرامت مجکو بھی عطا کر آپ کو اپنے اس فعل سے کچھ ایسی شرمندگی ہوی کہ بغیر اطلاع مکان چلے گئے۔

بڑے بزرگ صاحب نسبت وکرامت اور وارستہ مزاج تھے اکثر قرب جوار کے لوگ مجذوب سمجھتے تھے زہد وتقوے وکسب حلال میں اپنے جوار میں مشہور تھے مزاج میں تقوی ایسا تھا کہ غیر کے کھیت سے بلا اجازت استنجے کے ڈھیلے نہیں اٹھاتے تھے اور لقمہ حلال میں اتنا اہتمام تھا کہ سود خوار وراشی وعیاش کے یہاں کھانا نہیں کھاتے تھے کسب حلال کیلیے کھیتی کیا کرتے تھے ایک بار کپاس بوی تھی کھیت تیار تھا پڑوس میں دو کسان کے لوکے رہتے تھے ایک روز انھوں نے اپسمیں مشورہ

کیا کہ جب دوپہر کو آپ سو جائیں تو چلکر کھیت سے تھوڑی کپاس چن لائیں جب آپ سو گئے تو انمیں سے ایک آپکے قریب کھڑا ہو گیا کہ جب جاگیں گے تو فوراً اپنے بھائی کو اطلاع کر دونگا اور دوسرا کھیت پر کپاس چرانے گیا وہاں پہونچکر دیکھا کہ آپ ڈنڈا لئے کھیت کے کنارہ کھڑے ہیں اُس نے واپس آکر بھائی سے بیان کیا بھائی نے کہا کہ وہ تو یہاں سو رہے ہیں تجھے دھوکا ہوا تو یہاں کھڑا رہیں جاتا ہوں وہ گیا اُس نے بھی ویسا ہی دیکھا غرض دونوں آپ کے خوف سے چوری نہ کر سکے۔

آپ سماع کے شائق تھے اکثر سماع میں تڑپتے لوٹتے بیہوش ہو جاتے تھے ایک بار قوال نے یہ ٹھمری گائی سے مچھلیا بند یا لیگئی موری پر آپ کو وجد ہوا کسی نے اعتراضاً کہا کہ ہماری سمجھ میں نہ آیا کہ اسمیں کیا ایسی بات ہے جسپر آپ کو وجد ہوا آپنے کہا کہ مچھلی سے شیطان مراد ہے اور بندیا سے ایمان ڈرتا ہوں کہ کہیں شیطان میرا ایمان نہ لیجائے۔

آپ کو علاوہ حضرت غوث وقت کے حضرت قطب الافراد سے بھی اجازت خلافت تھی اطراف چینیرہ کے لوگ اکثر مرید تھے ازانجملہ ایک عزیز میر شاہ احمد حسین خلیفہ بھی تھے اور اُنکے بھی چند مرید تھے مگر خلافت اُنھوں نے کسی کو نہیں دی۔

آپ کی وفات بعمر تر سٹھ سال اُنیس ربیع الاخر روز یکشنبہ سنہ بارہ سو بچاسی ہجری میں ہوئی کئی روز بیمار رہے وفات سے آٹھ روز پہلے کہدیا تھا کہ میں فلاں روز مرونگا روز وفات سب سے کہا کہ کھانا کھا لو سب کھانے میں مصروف ہوے آپنے کلمہ پڑھا اور چادر اوڑھکر انتقال کیا وفات کے بعد ایک بار آپکے ایک عزیز کو حالت امامت میں محسوس ہوا کہ اقتدا میں آپ نماز پڑھ رہے ہیں بعد سلام کے اُنھوں نے آپ کو اچھی طرح دیکھا اسیطرح ایک بار بعد وفات ایک خادم سے وضو کیلئے پانی مانگا وہ دینے گیا آپ نے وضو کر کے اُس سے کہا کسی سے نہ کہنا ہم تم سے ملا کرینگے مگر اُس سے ضبط نہوا لوگوں سے بیان کر دیا پھر کبھی زیارت نہ ہوئی۔

آپ کا مزار صحن مسجد جامع چینیرہ میں اپنے نانا کے پہلو میں ہے خام قبر ہے اطراف سیر پھولوں کے درخت لگے ہیں آپنے وصیت کی تھی کہ میری قبر پختہ بنانے کا کام ہے اور کبھی اسکی مرمت بھی دیکھنا

قیامت تک قائم رہیگی چنانچہ ایک بار کے سوا ابتک مرمت نہین کیگئی اور مرمت بھی یوں ہوئی تھی کہ آپ کی وفات کے چودہ سال بعد مسجد کے گرد اُسوقت تک احاطہ نہونے سے ایک بیل قبر سے گذرا چونکہ فوراً بارش ہوچکی تھی کچھ مٹی گر گئی اُس روز یہ دیکھا گیا کہ قبر میں آپ کا جسم مع کفن بدستور صاف و سالم موجود ہے پھر وہ سوراخ بند کرکے اوپر سے مٹی ڈالدی گئی آپ نے ایک عزیز سے خواب میں کہا کہ میری قبر کی مرمت کیوں کیگئی میں نے تو منع کیا تھا تب سے پھر مرمت بھی نہیں ہوئی۔

آپ کے دو بیٹے تھے میر عطا حسین و میر مظہر حسین یہ لاولد فوت ہوے اور اُنکے دو بیٹے سید محمد ابراہیم و سید امداد حسین تھے۔

مولوی شاہ کریم بخش مچھلی شہری

ابن شیخ امام علی قصبہ مچھلی شہر ضلع جونپور کے باشندہ تھے نوجوانی میں وطن سے نکل کھڑے ہوے اور سیر کرتے کاکوری آے اور قاضی غلام مصطفےٰ خاں رئیس کاکوری کے یہاں ملازمت کی حضرت مقتداے جہاں کے شاگرد تھے بیشتر کتب درسیہ اُن سے پڑھیں نہایت مہذب و صالح و متقی و متورع تھے آپنے سنہ بارہ سو انسٹھ میں سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں حضرت غوث ملت سے بیعت کی اور تعلیم اذکار و اشغال پاکر اجازت و خلافت بھی پائی زائد حالات معلوم نہوسے۔

مولوی ہادی علی ہفت قلم لکھنوی

ابن مولوی محمد مہدی خوشنویس بن مولوی محمد عظیم آپ کی ولادت سنہ بارہ سو چودہ ہجری میں شہر بنارس محلہ گلی دیلو متصل بدلی عدالت ہوئی جب سن تمیز کو پہونچے تو والد نے آپ کو بغرض تحصیل علم لکھنؤ میں علماے فرنگی محل کی خدمت میں بھیجدیا آپنے مختلف علمار سے پڑھکر فراغ حاصل کیا پھر حافظ محمد ابراہیم خوشنویس سے مشق خوشنویسی کی اور اس فن میں بہت شہرت حاصل کی بڑے بڑے لوگ اس فن میں آپ کے شاگرد تھے بڑے اعلےٰ درجہ کے خوشنویس تھے سات طرح کے خط

علی وجہ الکمال جانتے تھے جسکی وجہ سے ہفت قلم مشہور ہوئے آپ حافظ و حاجی بھی تھے سنہ بارہ سو چونتیس میں لکھنؤ میں مکان خرید کر بود و باش اختیار کی اُسی زمانہ میں نواب حید علیخاں و نواب اصغر علیخاں و نواب علی حسین خاں و نواب کاظم علیخاں اخلاف حافظ الملک نواب حافظ رحمت خان بہادر والی روہیلکھنڈ سے آپ سے ایسے مراسم بڑھ گئے تھے کہ انہیں کی وجہ سے اپنا وطن بنارس ترک کرکے مستقل لکھنؤ میں قیام کر دیا۔

آپ کو سلسلہ چشتیہ میں بیعت حضرت خواجہ حسن چشتی مودودی لکھنوی سے تھی انھیں کے ساتھ آستانہ کاظمیہ پر حاضر ہونے لگے پھر اُسی سلسلہ چشتیہ حسنیہ کی اجازت حضرت غوث علی سے لی اور مدۃ العمر یہاں حاضر ہوتے رہے اور اپنے بڑے بیٹے مولوی محمد مبین کو حضرت قطب الافراد کا مرید کرایا بہت وارستہ مزاج لطیف و ظریف تھے آخر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی مگر با ایں ہمہ لکھتے رہتے تھے حافظ عزیز حسین علوی کاکوروی خاص شاگرد تھے اُسی حالت نابینائی کا یہ واقعہ ہے کہ آپ نے حضرت غوث علی کے مزار شریف کی مسہری کیلئے ایک چھت کپڑے کی بنوائی اور اُسپر بجائے مداخل کے اپنے ہاتھ سے آیۃ الکرسی بخط نسخ لکھی اور درمیان میں سورہ اخلاص کا طغرا لکھا حافظ عزیز حسین بیان کرتے تھے کہ اس چھت کے لکھتے وقت میں حاضر رہتا تھا آپ مجھ سے کہدیتے تھے کہ جہاں پر سے حروف لکھوانا منظور ہوں وہاں پر میرا ہاتھ رکھ دو میں رکھدیتا تھا آپ لکھتے چلے جاتے تھے وہ چھت آپ کی لکھی ہوئی ابتک موجود ہے جس نفاست سے آپ نے لکھا ہے وہ قابل دید ہے حروف کی آب و تاب ابتک ویسی ہی ہے۔

آپ کی وفات پندرہ رجب شب جمعہ سنہ بارہ سو چھیاسی میں ہوئی تاریخ وفات از مولوی لطف اللہ واعظ لکھنوی ؎

ہائے مولائے ہادی مہدی	کہ ندیدش ندید صاف و نہ درد
ناخن کلک حسن تعلیمش	مشق خطاط را بخاک سپرد
خوشنویسی کہ نسخ و نستعلیق	ہمرہ با خود بداشت با خود برد

شب آدینہ بعد نیم رجب لطف جسیم سال تاریخش		چوں براہ عدم قدم بفشرد غم دل گفت خوشنویسی مرد		

آپ حسب وصیت خود حضرت غوث ملت کے روضہ منورہ سے کچھ قدم کے فاصلہ پر ڈپٹی منصور علی صاحب کے کنویں کے قریب دفن ہوئے زائد حالات معلوم نہوے۔

شاہ قدرت اللہ کرسوی

قصبہ کرسی ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے تھے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں حضرت باقی باللہ مولانا شاہ حمایت علی قلندر سے بیعت تھی زہد و قناعت میں یکتائے زمانہ تھے مرید ہونیکے بعد ہی سے آپ کا میلان درویشی کی طرف ہوگیا اکثر قیام کاکوری میں رہتا تھا اسی زمانہ میں اذکار و اشغال سیکھے بعد وفات حضرت باقی باللہ لباس فقر مع اجازت و خلافت سلاسل حضرت غوث ملت نے عطا فرمایا زائد حالات معلوم نہوے قبر کرسی میں ہے۔

شاہ امداد قلندر

آپ کو خرقہ فقر مع اجازت و خلافت حضرت غوث ملت نے عطا فرمایا بیشتر وقت انھیں کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اذکار و اشغال کے پابند تھے اکثر فقرا آستانہ سے حالات و مقامات میں ممتاز تھے باوجود امی محض ہونے کے معنی خیز اشعار کہتے تھے البتہ بعض اشعار قواعد عروض سے گرے ہوتے تھے اکثر غزلیں اسی طرح پر کہتے تھے جن پر حضرت غوث ملت فرمایا کرتے تھے وہ آپ کو اپنا کلام سناتے تھے جسکے سننے سے آپ کو ذوق و شوق ہوتا تھا اسی حالت میں آپ اشعار موزوں کرکے دوسرے وقت انکے ملاحظہ میں پیش کرتے تھے آپ کا کوئی دیوان مرتب و مجتمع نہیں چند غزلیں یہاں لکھی جاتی ہیں ؎

تم ماہتاب میں ہے یہ کس کجکلاہ کا		پھیلا ہے آسماں پہ دھواں کس کی آہ کا		

نرگس کیطرح آنکھوں کو وا کرکے رہ گیا
کشتہ ہے یہ غریب کسی کی نگاہ کا

بوسہ دیا کہ مہر سلیماں لبوں کو دی
رتبہ ملا گدا کو ترے آج شاہ کا

دیگر

تیرے جانے سے یہ میرا حال جاناں ہوگیا
جس طرح بیمار کوئی یا دیوانہ ہوگیا

تیرے جاتے ہی مرے جاتے رہے ہوش و حواس
ایک دل اپنا تھا سو وہ بھی بیگانہ ہوگیا

ہے عبادتگاہ میری آستانہ یار کا
مجھ کو لازم اب یہاں سر کا جھکانا ہوگیا

فصل گل آئی تو پھر امداد یہ اس نے کیا
نیم بسمل کرکے وہ مجھ کو روانہ ہوگیا

دیگر

جس نے اب اس سے دل لگایا خوب
بس اسی نے کچھ اسکو پایا خوب

غیر کوئی نظر نہیں آتا
جب سے نظروں میں تو سمایا خوب

گر فنا ہو تو ذات میں ملجاے
خضر یہ راستہ بتایا خوب

بے نشاں کا نشاں اسی کو ملا
جس نے اپنا نشاں مٹایا خوب

پیر و مرشد کے صدقہ میں امداد
سلسلہ تیرے ہاتھ آیا خوب

دیگر

غم نہیں اسکا مجھے اپنا بیگانہ بھولجاے
پر نہیں ممکن کہ تجکو یہ دیوانہ بھولجاے

اے شکار انداز یہ کیا رسم ہے
قتل تو سب کو کرے میرا نشانہ بھولجاے

میرے گلرو کو جو دیکھے عندلیب
چھوڑدے سیر چمن اور آشیانہ بھولجاے

کیا حقیقت اپنی میں اسکو لکھوں
نامہ بر خط لیکے جاے کوے جاناں بھولجاے

شاہ تراب امداد اتنی چاہیے
یاد بس تو ہی رہے سارا زمانہ بھولجاے

دیگر

آیا ہے باغ میں صیاد خدا خیر کرے
مرغ دل ہو نہ گرفتار خدا خیر کرے

عشق کافر نے کیا آن کے سینہ میں گھر
خانۂ دل نہو ویران خدا خیر کرے

تیشہ رکھتا تھا تو یہ کوہ سے آتی تھی صدا
جان کی تیرے اے فرہاد خدا خیر کرے

آہ پر بستۂ الفت ہوں اڑا جاتا نہیں
وہ مجھے کرتا ہے آزاد خدا خیر کرے

مٹ نہیں سکتا ہے یہ کاتب قدرت کا لکھا
عشق جسکو ہوا امداد خدا خیر کرے

تصور جسکا ہر شام و سحر ہے	دیگر	بناوے کوئی مجھ کو وہ کدھر ہے
بنا قبلہ نما کیا دل ہمارا		جدھر ہو یار بس یہ بھی اُدھر ہے
نہو عاشق کسی پر کوئی کہدو		محبت میں بڑا خوف و خطر ہے
رہو پردہ میں تم گھر گھاپ پیارے		نہیں آتا مرے دل کو صبر ہے
یہ بازی عشق کی بھی گنجفہ ہے		جو سر دیجئے تو پھر بازی یہ سر ہے
نگہ دزدیدہ نے تو دل لیا ہے		یہ جاں حاضر ہے سو تیری نذر ہے
ہوا ہے دل ہی دل میں کام اپنا		بھلا امداد یہ کیسا ہنر ہے

آپ کے مریدین بہت ہوئے آپنے اجازت و خلافت داتا یقین شاہ کو تھی اور اُن سے اجازت و خلافت شاہ منور علی کو جنکے بعد اُنکا کوئی خلیفہ و جانشین نہیں ہوا آپ کے ایک مرید بلاقی شاہ تھے جنکو سلسلہ قادریہ کی اجازت حضرت مقتدر لے جہاں سے تھی۔ آپ کے زائد حالات دریافت نہیں ہوئے قبر لکھنو میں ہے۔

مرزا شاہ یار علی بیگ قلندر

اطراف دہلی کے باشندہ تھے آپ کو سلسلہ قلندریہ قادریہ میں حضرت باقی باللہ مولانا شاہ حمایت علی قلندر سے بیعت تھی مرید ہو کر پھر یہیں رہے وطن نہیں گئے اذکار و اشغال کچھ اُن سے اور بعد اُنکے حضرت غوث ملت سے سیکھے اور لباس فقر مع اجازت و خلافت سلاسل سبعہ حاصل کیا نہایت خوش اوقات و قوی الہمت خالص الارادت قلندر مشرب صاحب نسبت بزرگ تھے اذکار و اشغال کے بعد جو وقت بچتا تھا اُسمیں جوتے کی اوگی بناتے تھے اور اُسی کو فروخت کر کے اپنے صرف میں لاتے تھے امرائے قصبہ آپ کے حال سے واقف تھے وہ فوراً خرید لیتے تھے آپ کمال راستبازی سے جو کچھ اُسمیں صرف ہوتا تھا خریدار سے بیان کر دیتے تھے مولانا امجد علی صاحب کہتے تھے کہ میرے زمانہ طالب علمی میں آپ زندہ تھے وہ آپکے قوی التصرف ہونیکا یہ واقعہ بیان

کرتے تھے کہ ایک بار حضرت شاہ بہرام علی قلندر رحضرت شاہ انشاء اللہ قلندر راور آپ میں باہم تصرف کے متعلق تذکرہ تھا کہ دیکھنا چاہئے کون قوی التصرف ہے چنانچہ ساونی کے درخت پر جو صحن خانقاہ میں اب بھی ہے پہلے حضرت شاہ بہرام علی قلندر متوجہ ہوے تو اُسکی پتیوں میں جنبش ہوی پھر حضرت شاہ انشاء اللہ قلندر متوجہ ہوے تب اُسکی شاخوں میں جنبش ہوی پھر آپ متوجہ ہوے تو پورا درخت بہت زور سے ہلنے لگا۔

آپ کی وفات سنہ بارہ سو چھپن یا ستاون ہجری میں ہوی قبر احاطہ تکیہ شریف میں مولوی ہادی علی ہفت قلم لکھنوی کی قبر کے برابر ہے۔ زائد حالات معلوم نہوے۔

شاہ صادق قدس سرہ

آپ صوفی منش قلندر روش شخص تھے جب سے وطن چھوڑا اُسوقت سے زاید قیام آستانہ ہی پر رہا نہایت خوش اوقات ذاکر و شاغل تھے لباس فقر حضرت غوث ملت نے عطا فرمایا تھا آپ گدای کر کے کھاتے تھے مگر کبھی دو روٹیوں سے زائد کے طالب نہیں ہوے جب دو روٹی بھر آٹا یا غلہ ملجاتا تھا واپس آتے اور روٹیاں پکا کر ایک میں سے آدھی کتے کو اور آدھی قمری کو کھلا دیتے اور دوسری میں سے آدھی کسی دوسرے فقیر کو دیکر باقی خود کھالیتے اور جس روز کہیں سے کھانا آجاتا یا کوی لے آتا تو اُس روز گدای کو نہیں جاتے تھے آپ کی قبر قریب مزار مرزا شاہ یار علی بیگ ہے۔

شاہ محمد قدس سرہ

ابن شیخ احمد علی ساکن نگینہ ابتدا میں توپ خانہ لکھنو میں گولہ اندازوں میں نوکر تھے اُس زمانہ میں بزرگوں سے زائد اعتقاد نہ تھا اکثروں سے ملے مگر کسی سے عقیدت نہوی بلکہ بدظنی بڑھگئی اتفاقاً اُسی زمانہ میں ایک مقام پر لشکر شاہی پڑا ہوا تھا وہاں آپنے ایک مجذوب کو دیکھا جو ندی کے کنارہ کیچڑ لکھا رہے تھے آپ کو یہ دیکھکر بہت تکدر ہوا اپنے ساتھیوں سے واقعہ بیان کر کے اٹھا

نفرت کیا لوگوں نے اگرچہ منع بھی کیا مگر آپ سخت و سست کہتے رہے دوسرے یا تیسرے روز پھر
اُدھر سے گذرے پھر وہی دیکھا اور بھی نفرت ہوی کچھ دور گئے تھے کہ اُنھوں نے پکارکر بلایا اور تھوڑی
کیچڑ آپ کو دی پہلے تو آپ کو نفرت ہوی پھر لیکر لنگی کے کنارہ میں باندھ لی اور دل میں کہا کہ
یہ چلکر اُنکے معتقدین کو دینا چاہیے راستہ میں کمر و شکم پر گرمی معلوم ہوی لشکر میں پہونچکر سارا واقعہ
تمسخر اُساتھیوں سے بیان کیا اور کہا کہ وہ تحفہ بھی لایا ہوں یہ کہکر لنگی کا کنارہ کھولا دیکھا کہ بجاے
کیچڑ کے نہایت عمدہ روی کا گرم گرم حلوا ہے متحیر ہو گئے تھوڑا تھوڑا سب کو دیکر خود بھی کھایا
کھاتے ہی انکار و طعن دل سے جاتا رہا اور عقیدت پیدا ہوی کئی روز کے بعد اُنکے پاس مرید ہونے
گئے اُنھوں نے دور ہی سے دیکھکر کہا کہ میں اس جھگڑے میں نہیں پڑتا تم کو اگر مرید ہونا ہے تو
کاکوری میں حضرت شاہ تراب کے پاس جاو وہ بڑے کامل بزرگ ہیں آپ حضرت غوث علت
سے واقف تو تھے مگر معتقد نہ تھے اُنکے کہنے سے ذوق حاضری پیدا ہوا لکھنو پہونچکر معلوم ہوا
کہ وہ دو روز سے وہیں تشریف فرما ہیں آپ اُنکی خدمت میں حاضر ہوے اُنھوں نے پہلے تو
ٹالا اور مختلف بزرگوں کے نام بتاے آپ نے نہ مانا اور واقعہ بیان کرکے عرض کیا کہ میں سوا آپ کے
اور کسی کے پاس نہیں جاونگا آخر وہیں سترہ ذیحجہ روز دوشنبہ سنہ بارہ سو باسٹھ میں سلسلہ قادریہ
میں بیعت کی کچھ دنوں کے بعد نوکری چھوڑکر آستانہ پر چلے آے اور اذکار و اشغال کی تعلیم
پای اور خرقہ بھی پایا تمام عمر یہیں رہے وقت وفات اُٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنی روح سے مخاطب
ہوکر کہنے لگے کہ نکل کمبخت کیوں میری یکسوی میں فرق ڈالتی ہے پھر الا اللہ کی ضربیں لگاکر جان
دی سو سال سے زائد کی عمر میں سنہ بارہ سو اٹھاسی میں انتقال کیا آپ کی قبر مرزا شاہ یار علی بیگ
کے مزار کے برابر ہے۔

نفحۂ چہاردہم

حضرت سلطان العارفین قطب الافراد مولانا شاہ حیدر علی قلندر

آپ کی ولادت باسعادت آٹھ شعبان سنہ بارہ سو پانچ ہجری میں ہوئی آپ نے اپنے جد بزرگوار حضرت عارف باللہ کی زیارت و خدمت بھی کی تھی اُنکی وفات کے وقت آپ کی عمر سولہ سال کی تھی آپ نے کتب درسیہ تفسیر و حدیث و فقہ و منطق حضرت باقی باللہ مولانا شاہ حمایت علی قلندر سے پڑھیں اور علم اخلاق و تصوف کی کتابیں اپنے والد ماجد سے بعد فراغ عرصہ تک طلبہ کو درس دیا جب حضرت غوث ملت کی پیرانہ سالی کا زمانہ آگیا اور اُنھوں نے انتظام خانقاہ آپ کے سپرد کر دیا نیز حضرت مقتدائے جہاں فارغ التحصیل ہو گئے تب آپ نے پڑھانا چھوڑ دیا آپ کے تمام شاگردوں کے نام تو معلوم نہو سکے صرف چند معلوم ہوئے۔ حضرت مقتدائے جہاں قدس سرہ جناب مولوی حسن بخش مصنف تفریح الاذکیا وغیرہ نبیرۂ حضرت شاہ میر محمد قلندر مفتی رشید الدین خاں خلف مفتی خلیل الدین خاں بہادر سفیر شاہ اودھ مولوی مہدی حسن علوی کاکوروی مولوی احمد علی والد حکیم یاد علی کاکوروی مولوی حکیم اکرام علی کاکوروی۔

آپ نے تعلیم اذکار و اشغال و مراقبات و اعمال و اوراد خاندانی مع اجازت و خلافت و مثال و خرقۂ فقر حضرت غوث ملت سے پائی اُنھوں نے آپ کو یہ اجازت نامہ خاص مع مثال علاوہ اجازت نامہ مذکورہ بالا کے عنایت فرمایا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً و مصلیاً و مسلماً بعد حمد و صلوٰۃ میگوید فقیر حقیر تراب علی کہ جانشین و خلیفہ پدر خود ہست کہ ہر چہ بندہ را از خدمت والد بزرگوار خود حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ در سلاسل سبعہ و ہم از خدمت پیر بیعت خود سید شاہ مسعود علی قلندر کہ ایں ہر دو حضرات خلیفہ حضرت شاہ باسط علی قلندر قدس سرہ بودند

رسیدہ و نیز آنچہ از خدمت حضرت شاہ عبداللہ قلندر برادر زادہ و خلیفہ حضرت شاہ
عبدالرحمن قلندر ابن حضرت شاہ الصمد بیر احمد قلندر لاہر پوری در سلاسل سبعہ رسیدہ
و دیگر آنچہ در سلسلہ نقشبندیہ از خدمت والد بزرگوار خود کہ مجاز از طرف مولوی احمدی
خلیفہ شاہ عدل بریلوی بود رسیدہ و دیگر آنچہ از حضرت خواجہ حسن چشتی مودودی در سلسلہ
قادریہ و چشتیہ مع اجازت سلسلہ رسیدہ آنہمہ بعزیز ز کلاں خود مولوی حیدر علی سلمہ اجازت
و خلافت داد و خرقہ فقر پوشانید و قائم مقام خود ساخت و ملقب بخطاب قلندر گردانید
باید کہ برخوردار مذکور بر وقت خود طالب راہ حق را خرقہ دہد و بیعت گیرد و موافق طریقہ
کہ در رسالہ فہم الصواب فی تعلیم الاسرار ہست تربیت و تعلیم نماید و اہل را داخل طریق نماید
و نا اہل را خارج کند مرید وے مرید منست و مردود وے مردود منست حق است حق است
حق است در کتاب شرائط الوسائط و اسناد المشیخۃ را مستند خود داند تحریر بنوزدہم رمضان
المبارک یوم شنبہ ۱۲۴۳ھ

آپ تمام اذکار و اشغال عموماً و اذکار قلندریہ خصوصاً خوب جانتے تھے اذکار کی تعلیم حضرت شاہ انشاء اللہ قلندر سے بھی پائی تھی حضرت قطب الاقطاب فرماتے تھے کہ مجکو اذکار و اشغال کی تعلیم زیادہ آپ ہی نے دی جس زمانہ میں ذکر نفی و اثبات بتایا تو ایک روز فرمایا کہ آج بعد مغرب کوٹھے پر آنا ذرا دیکھونگا کہ ذکر کس طرح کرتے ہو میں حاضر ہوا مجھ سے فرمایا کہ ذکر کرو میں نے کیا آپ نے کچھ اصلاح دیکر فرمایا کہ اب میں ذکر کرتا ہوں تم دیکھو چنانچہ جسوقت آپ نے لفظ لا کھینچکر اپنے مونڈھے تک لاکر لفظ اللہ کہا اُسوقت میں نے آپ کو نہ پایا بلکہ دھواں سا کمرہ میں بھرا دیکھا کچھ وقفہ کے بعد لا اللہ کے ضرب کی آواز معلوم ہوئی دیکھا تو آپ اُسی کمرہ میں کچھ فاصلہ پر دکن جانب تشریف فرما تھے مجھ سے فرمایا کہ ذکر اسطرح کرنا چاہیے کہ جب لفظ لا الٰہ کہے تو اپنی ہستی معدوم کردے اور جب الا اللہ کہے تو حق کا اثبات کرے۔

آغاز شباب سے آپ کی باطنی صفائی و قلبی جلا اسقدر بڑھی ہوئی تھی کہ ایک شب حضرت

قطب الاقطاب نے مسجد کے کنویں کی جگت پر روشنی دیکھی چونکہ اندھیری رات تھی اسلئے اُنکو تعجب ہوا دیکھا کہ آپ حجرہ مسجد میں مراقب ہیں اور سینہ مبارک آفتاب کی طرح روشن تھا اور اُسی کا عکس پڑ رہا تھا۔

آپ کو حضرت ابوالوقت سیدنا شاہ علی مظہر قلندر سے بیعت تھی حضرت غوث ملت نے جب وہ یہاں تشریف لائے تھے تب ہی حسب دستور خاندانی کر اپنے جانشین کو اپنے مرشد زادہ کا مرید کراتے تھے آپ کو اُنکا مرید کرا دیا اُنھوں نے بھی اجازت و خلافت سلاسل سبعہ مع خرقہ کے دیکر یہ اجازت نامہ خود لکھکر عطا فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم بعد حمد و صلوٰۃ میگوید فقیر علی مظہر قلندر ابن حضرت شاہ مسعود علی قلندر کہ انچہ فقیر را در ارشاد و تلقین و اجازت و خلافت اشغال و اسمار خاندانی خود از حضرت شاہ عبداللہ قلندر و از حضرت والد خود شاہ مسعود علی قلندر قدس سرہما در سلاسل سبعہ یعنے قلندریہ و قادریہ و سہروردیہ و چشتیہ و طیفوریہ و مداریہ وغیرہا رسیدہ آں ہمہ را بہ برخوردار مولوی حیدر علی کہ ملقب بہ مولوی شاہ حیدر علی قلندر ابن عارف باللہ صاحب الکشف و الکرامات حضرت شاہ تراب علی قلندر خلیفہ رشید حضرت شیخنا و مولانا موصوف ہستند اجازت و خلافت دادم پس چنانکہ فقیر از طرف حضرت والد خود در سلاسل سبعہ بارشاد و تلقین و لبس و الباس خرقہ با جازت و خلافت اشغال و اسمار وغیرہ مجاز است ایں فقیر نیز مجاز و خلیفہ خود گردانید ہر کرا خواہند خرقہ دہند و بیعت گیرند اہل را داخل طریق نمایند و نا اہل را خارج کنند از طریق مرید ایشاں مرید من است مردود ایشاں مردود من است الحق الحق الحق ۔۔۔

اُن سے آپ کو سورہ مزمل و قصیدہ غوثیہ و دعاے شیخ و یا بدیع العجائب و بانت العظمۃ و عیوم کی اجازت بھی تھی آپ نے ان سب کی زکوتیں بھی دی تھیں یہ بھی ایک خاص بات تھی کہ جس طرح حضرت غوث ملت کو حضرت عارف باللہ و حضرت قطب الوقت سے خلافت کبری تھی اُسی طرح

آپ کو بھی حضرت غوث ملت و حضرت ابوالوقت سے خلافت کبریٰ ملی ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

آپ ریاضات و مجاہدات میں آیۃ من آیات اللہ تھے نسبت مع اللہی قدرتاً ایسی قوی واقع ہوئی تھی کہ حضرت غوث ملت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جیسی نسبت انکی بارہ برس کی عمر میں تھی ویسی ہی اب بھی ہے یعنے ساٹھ برس کے سن میں بچپن ہی سے آپ کی استعداد و نسبت ایسی قوی و اعلیٰ تھی جسمیں پھر زیادتی کی ضرورت ہی نہ پڑی۔

سلوک میں حضرات فخرالدین عراقی و مولانا جلال الدین و شمس تبریزی و سعدی شیرازی و سرمد کی روش بہت پسند تھی ان حضرات کی اکثر تعریف کرتے تھے آپ کی نسبت مع اللہی میں ایک ایسی قوی شورش تھی جس سے قلبی حالات و واردات چھپانے میں دقت پڑتی تھی اور بسبب حرارت عشقی و طپش باطنی جاڑوں میں بھی روئیدار لباس پہننے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی مگر اسلئے پہنتے تھے کہ لوگوں کو معلوم نہو اسی لئے روز صبح کو معمول تھا کہ وظایف سے فراغت کے بعد شربت نوش کرتے اور ہنسکر فرماتے تھے کہ میں بھی کسقدر حریص ہوں کہ صبح صبح کھانے پینے کے سوا کسی چیز سے سروکار نہیں رکھتا حالانکہ یہ شربت پینا محض تسکین حرارت کیلئے ہوتا تھا جو باوجود ستر سال سے عمر متجاوز ہونے کے بھی ویسی ہی تھی جیسے زمانہ شباب میں تھی۔

آپ کے روزانہ کے عادات و معمولات یہ تھے کہ صبح کو بعد نماز و فراغ اوراد و وظایف و نماز اشراق بالاخانہ سے اُترکر اور مزارات پر فاتحہ پڑھکر کمرہ میں تشریف رکھتے تھے اور بعد فراغت دیگر ضروریات صدر دالان خانقاہ شریف میں تشریف لیجاکر تفکر و مراقبہ میں دوپہر تک مشغول رہتے تھے اور بعد دوپہر کے کھانے اور قیلولہ کے نماز ظہر باجماعت پڑھکے دو پارہ کلام مجید تلاوت کرتے تھے اُسکے بعد کوئی نہ کوئی تصوف کی کتاب پڑھی جاتی تھی اور آپ مع حاضرین سنتے تھے اسکا معمول بعد ظہر سے عصر تک حضرت عارف باللہ کے وقت سے تھا اس اثنا میں جو کوئی قدمبوسی کیلئے حاضر ہوتا تو آپ مزاج پرسی اور دو چار باتیں کرکے سکوت فرماتے آپ لوگوں سے بات چیت اور از خود تخاطب بہت کم کرتے اور اکثر اوقات مراقب رہتے تھے منشی وہاج الدین صاحب کہتے تھے

کہ آپ کثیر السکوت اسلئے تھے کہ ہر وقت سیر عروجی و نزولی کیا کرتے تھے اور اسی میں مستغرق رہتے تھے اور برابر یہی رہتا تھا کہ مقام احدیت سے تنزل فرما کر مراتب طے کرتے ہوے مقام عبودیت یعنی مرتبہ جامعہ انسانیہ پر پہونچتے تھے اور پھر عروج کر کے مرتبہ احدیت پر پہونچتے اور قاب قوسین او ادنیٰ سے دنیٰ اور پھر فتدلیٰ ہو کر نزول فرماتے اور بعد مغرب سے عشا تک خلوت میں رہتے فرماتے تھے کہ التزام خلوت کو صفائے وقت میں بڑا دخل ہے اور خاموشی میں اکثر بلاؤں سے نجات اور تمام شب بیدار رہتے تھے فرماتے تھے کہ ستر برس ہوے کہ مجھکو غفلت کی نیند نہیں آئی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آدمیوں کے پیروں کی چاپ کان میں نہ آئی ہو اکثر اوقات گوٹ مار کر بیٹھتے تھے انتہائے ادب و حیا سے کبھی پیر نہیں پھیلائے بچپن ہی سے اوقات منضبط تھے فرماتے تھے کہ سہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں لہذا اپنا نقد وقت بیجا صرف نہ کرنا چاہیئے۔

بظاہر اوقات آپ کے تین حصہ پر منقسم تھے ایک طاعت و عبادت حق میں دوسرا ہدایت وارشاد خلق میں تیسرا انصرام مہمات و ابستگان دامن دولت میں۔

موٹے اور سخت کپڑے پہننے کی آپ کو عادت تھی اگر کوئی قیمتی و نفیس کپڑا لاتا تو دوسروں کو دیدیتے تھے باانیہمہ بچپن سے آپ کی طبیعت نہایت صفا دوست و لطافت پسند تھی کسی کو اگر میلے کپڑے پہنے دیکھتے تھے تو ناخوش ہوتے تھے ہر چیز پاک صاف سلیقے سے اپنے موقع پر رکھی جانا پسند کرتے تھے ظروف و فرش و صحن مکان صاف و ستھرے رہنے کی تاکید فرماتے۔

صفت استغنا ایسی تھی کہ کبھی کسی قسم کی کوئی خواہش نہیں ہوئی اور رضا و تسلیم کی حالت یہ تھی کہ کبھی اپنے لئے کسی طرح کی دعا نہیں مانگی اسکی وجہ یہ فرماتے تھے کہ جب بندہ کو خدا پر ہر امر دینی و دنیاوی میں اعتماد ہو جاتا ہے پھر اسکو کسی چیز کی ضرورت نہیں رہتی اور نہ اسکی مقدرہ چیز کوئی دوسرا لے سکتا ہے۔

ترک و تجرید کا یہ حال تھا کہ کئی بار مخلصین و معتقدین نے اس بات کی تمنا ظاہر کی کہ کچھ رقم ناہوار رسرت سے و زمرہ خانقاہ کیلئے مقرر کر دیں لیکن آپ نے منظور نہ فرمایا ہر مرتبہ یہی فرمایا کہ ہمارا

معین وکفیل پروردگار عالم ہے اور وہ رزق کا وعدہ فرما چکا ہے کہ وفی السماء رزقکم وما توعدون ہمکو اُسی کے ارشاد پر توکل کرنا چاہیئے ؎

ہیں توکل کن مرزاں پا و دست	رزق تو بر تو ز تو عاشق تر است

اور حدیث بھی ہے کہ لو توکلتم علی اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصا وتروح بطانا مجھے یہاں پر اسکے متعلق ایک واقعہ یاد آیا حضرت قطب الاقطاب فرماتے تھے کہ بعد وفات حضرت عارف باللہ آستانہ شریف پر عسرت بہت تھی اور متواتر فاقہ ہوا کرتے تھے حضرت خواجہ حسن چشتی نے جو شاہ اودھ کے درباری تھے ایک روز حضرت غوث ملت سے قلق و ہمدردی سے ارشاد کیا کہ میری رسالے میں ایک درخواست شاہ اودھ کے یہاں اس مضمون کی دینا چاہیئے کہ یہاں توکل محض ہے اور کوئی مقررہ آمدنی نہیں ہے نہ کوئی جائداد ہے لہذا اگر خزانہ شاہی سے براحم خسروانہ کچھ مقرر کردیا جاوے تو باعث شکریہ ودعاگوئی ہوگا چونکہ حضرت غوث ملت انکا ادب کرتے تھے اسلئے جواب میں اسکے سوا کچھ نہ فرمایا کہ عرضی میں بجاے میرے کسی ورثا کا نام ہو تو اچھا ہے خواجہ صاحب نے اسے پسند کرکے آپ کی نسبت فرمایا کہ انکی طرف سے ہو حضرت غوث ملت نے فرمایا کہ آپ ہی اُن سے کہیں انھوں نے آپسے تجویز بیان کی آپنے کچھ سکوت کے بعد فرمایا کہ خواجہ صاحب اگر بادشاہ اسکے جواب میں سائل سے پوچھے کہ تم نے مجھپر توکل کیا تھا یا خدا پر تو اسکا کیا جواب ہوگا خواجہ صاحب کہنے لگے کہ واقعی اسکا کوئی جواب نہیں بیشک خدا پر توکل ایسا ہی کرنا چاہیئے پھر کبھی انھوں نے نہیں کہا۔ باوجودیکہ کبھی کسی سے بدرشتی پیش نہیں آئے مگر اسقدر ہیبت تھی کہ کبھی کسی کو از خود بات کرنے کی جرأت آپسے نہیں ہوتی تھی۔

غرض جسقدر اوصاف نفس انسانی میں ہونا چاہیئے وہ سب آپ کی ذات قدسی میں جمع تھے ایک بار عید کے روز اولیاے متقدمین کا تذکرہ ہو رہا تھا قاضی احمد علیخاں ومنشی عبدالحی عرشی نے پوچھا کہ حضور اب بھی حضرت جنید وحضرت شبلی کے ایسے لوگ ہوتے ہیں یا نہیں فرمایا کہ اب بھی ہوتے ہیں ولایت کچھ ختم تو ہو نہیں گئی حضرت مقتدا لے جہاں نے فرمایا کہ نہیں اب

ویسے لوگ کہاں آپ نے پھر فرمایا اُنھوں نے پھر انکار کیا جب تین بار ایسا ہوا تو آپ منقبض ہو کر اُٹھ گئے قاضی صاحب نے اُن سے عرض کیا کہ اسوقت حضور نے بڑے حضور کو کیوں ناراض کر دیا اُنھوں نے فرمایا کہ وہ اسوقت حضرت جنید و شبلی کے مقام پر فائز تھے اگر میں اُنکا ارشاد رد نہ کرتا تو روح پرواز کر جاتی کیونکہ اسوقت کوئی حجاب اُنکو مانع نہ تھا یہی ناگواری سبب حجاب اور حجاب سبب قیام ناسوت ہو گیا۔

مولانا امجد علی صاحب مجھ سے فرماتے تھے کہ ایک بار میں خواب میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوا عرض کیا کہ اپنے حالات و مقامات سے کچھ مجھ کو بھی مطلع کیجئے فرمایا کہ حالات و مقامات دریافت کر کے کیا کروگے صرف اسقدر سُن لو کہ میری روح اور میرے دادا حضرت عارف باللہ کی روح ایک ہے جیسے حضرت بایزید بسطامی اور حضرت ابوالحسن خرقانی کی روح ایک تھی اس ارشاد سے یہ ظاہر ہوا کہ جسطرح حضرت عارف باللہ قطب الارشاد تھے ویسے آپ بھی قطب الافراد تھے۔

آپ کی قطبیت کا ثبوت اس واقعہ سے بھی ملتا ہے کہ منشی وہاج الدین صاحب کہتے تھے کہ ایکبار میں مشغولی میں تھا کہ مجکو آپ کی زیارت ہوی آپ تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ چلو اور ایک طرف روانہ ہوے آگے آگے آپ اور پیچھے میں سرانت کا اسقدر غلبہ تھا کہ نہ حضرت کو کوی جرم سماوی و جسم عنصری مانع و حاجب ہوتا تھا نہ مجکو بیشمار راستوں اور چکروں کے قطع کرنے کے بعد ایک نہایت بلند مقام پر پہونچے اور مجھ سے فرمایا کہ اس مقام پر جہاں میں نے تم کو پہونچایا ہزاروں میں ایک پہونچتا ہے اسکے بعد وہاں سے روانہ ہوگئے اور اُسی تیزی کے ساتھ میں بھی حضرت کے ساتھ روانہ ہوا جاتے جاتے ایک مقام پر فرمایا کہ اس مقام پر جہاں میں نے تم کو پہونچایا لاکھوں میں ایک پہونچتا ہے اور اس جملہ کی تین بار تکرار فرمای اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ یہ مقام فرد کا ہے پھر اور بلند ہوے میں نے بڑھنا چاہا تو ایک چھوٹی کھڑکی حائل ہوی جسمیں میں نہ جا سکا وہیں رہگیا اور آپ غائب ہوگئے میں بھی غائب ہو گیا اسکے بعد جب مجکو انتباہ واقع ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت شاہ حیدر علی قلندر اور حضرت شاہ تقی علی قلندر عالم قدس میں

بہت لطیف و الطف جبۂ نور کا پہنے ہوئے بڑی بلندی پر طیران فرمارہے ہیں اور ایک دوسرے سے بدلتے جاتے ہیں یعنے یہ وہ ہو جاتے ہیں اور وہ یہ اور میں اُن سے پستی میں سر اوپر اُٹھائے ہوئے یہ کرشمہ دیکھ رہا ہوں پھر دونو حضرات ایک ہو کر غائب ہو گئے اور میں عالم ناسوت میں اُتر آیا لیکن ہنوز وہی حالت بیخودی کی باقی تھی کہ جیسے مابین خواب و بیداری کے ہوتی ہے اُسی حالت میں میں نے حضرت شاہ علی اکبر قلندر کی زیارت کی اور سارا واقعہ عرضکیا ارشاد ہوا کہ انکی یکتائی کی یہی کیفیت ہے اس سے آپ کے مرتبہ کا اندازہ کرنا چاہیئے سلوک میں فردیت سے اعلےٰ کوئی مقام نہیں آپ نے مجکو اُس مقام پر لیجا کر اپنے مرتبہ سے آگاہ کیا پھر اُس سے بھی بالاتر چلے گئے جس سے یہ ظاہر ہوا کہ فرد کا مقام و مرتبہ لانہایت ہے حضرت شیخ عبدالکریم جیلی نے انسان کامل میں لکھا ہے کہ جناب باری عز اسمہ اپنے کمال ذاتی کا احاطہ نہیں کر سکتا اسیطرح فرد بھی اپنے مرتبہ کا احاطہ نہیں کر سکتا اور آپ کا کمال قلندری مجکو اس سے بھی معلوم ہوا کہ بارہا واقعات میں میں نے آپ کو بے قدرت اور پھر بے قدرت ہو کر زمین و آسمان و پہاڑ وغیرہ بنتے دیکھا ہے اور ہر شان میں کلام کرتے سُنا اگرچہ جمادات وغیرہ کی شان کیوں نہو ؎

نطق آب و نطق باد و نطق گِل		ہست محسوس حواس اہل دل	

آپکے ارشادات فرماتے تھے کہ جب میں تحصیل مقامات سلوک پر متوجہ ہوا تو چھ مہینہ میں وہ سو مقامات جو حضرت فریدالدین عطار نے منطق الطیر میں لکھے ہیں طے کر گیا اگرچہ نعماء الٰہیہ بہت ہیں مگر توفیق یاد و ادراک حالات و کیفیات (جو ثمرات دوام شغل باللہ ہیں) سے بہتر کوئی چیز نہیں جسکو خدا دے اگرچہ دنیا میں ظاہر نہوں مگر قیامت میں کیفیات عمل و خلاص ضرور ظاہر ہونگے ؎

تو بندگی چو گدایان بشرط مزد مکن		کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند	

حضرت غوث ملت قدس سرہ کا ارشاد ہے ؎

بہشت و جنت و دوزخ کے دہشت سے		کوئی کمتر عبادت خالصاً للہ کرتا ہے	

اسی لئے آپ فرماتے تھے کہ میں نے کبھی اپنے خاتمہ بخیر ہونے کی بھی دعا نہیں مانگی یہ معلوم ہے کہ جو کچھ مقدر ہو چکا ہے وہ ضرور ہو گا میں اپنی اوقات کیوں ضائع کروں ان اوقات میں بھی ذکر و فکر ہی کیوں نہ کروں۔

فرماتے تھے کہ میرے نزدیک مرد بیکار گنہگار سے بدتر ہے اسلئے کہ یہ اپنا وقت مفت ضایع کرتا ہے اور وہ پھر ایک کام میں مشغول ہے۔

فرماتے تھے کہ افراط و تفریط ہر دینی و دنیوی امر میں معیوب ہے ہر بات میں خیر الامور اوسطہا پر عمل چاہئے۔

فرماتے تھے کہ لفظ فقر میں فا، رفنا اور قاف قرب اور را رافت ہے فقیر کو چاہئے کہ قرب و رافت حق میں طالب فنا ہے بینے بجاے اور مجاہدات و ریاضات کے خطرۂ غیر نہ آنے دینے کو سخت ریاضت سمجھے ورنہ پھر بجاے فنا و قرب و رافت فضیحت و قہر و رسوای ہے ایک مرتبہ شیخ سعید الدین صاحب نے پوچھا کہ فنا کسے کہتے ہیں فرمایا کیوں پوچھتے ہو عرض کیا کہ نہ جاننے سے جاننا بہتر ہے فرمایا کہ جو کچھ جانتا ہو اُسے نہ جانے۔

فرماتے تھے کہ خلاصہ کار حضرات قلندریہ بعد ادائے فرایض و تخریب عادات طیبۃ القلب مع اللہ و عجز و نیستی و حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہیں اور درحقیقت یہی اصل جملہ ارکان و شرایط ہے۔

فرماتے تھے کہ طالب ذوق و شوق و کرامت طالب حق نہیں ہے اسلئے کہ وہ بھی اگرچہ بہتر ہیں مگر حجاب ہیں اور کرامت محض موہبت الہی ہے جو بندہ کے ذریعے سے ظاہر ہوتی ہے بندہ وہی ہے جو بحالت مخدومی بھی خادم رہے ہے ؎

بود مرد آنکہ در حال تمامی	کند با خواجگی کار غلامی

فرماتے تھے کہ عارف کا ادب دوسروں کے ادب سے اعلےٰ ہے اسلئے کہ اس کی موت قرب اس کی بعد نشست ہے۔

فرماتے تھے کہ حقیقت اخلاص تک پہونچانے والی خلوص سے بہتر کوئی چیز نہیں۔

فرماتے تھے کہ اعلےٰ ترین مقامات مقام عبودیت ہے، اور نشان عبودیت یہ ہے کہ اپنی خواہشات چھوڑ کر ہر حال میں حق کا ہو رہے۔

فرماتے تھے کہ پکا دیندار وہ ہے جسے حضرت سرورکائنات صلعم سے کمال محبت ہو۔

فرماتے تھے کہ توکل یہ ہے کہ ہر حال میں حق سبحانہ کی طرف متوجہ رہے اور اس یکسوی میں فرق نہ آنے دے جو کچھ اُس نے کہا ہے وہ کریگا اور جو دینے کو کہا ہے وہ دیگا اگر دینے کے بعد اُس سے مانگے گا تو حریص و طامع کہلائے گا۔

فرماتے تھے کہ عارفین کو بہشت کی خواہش نہیں ہوتی یہ جاگتے و سوتے ہر حال میں طالب مطلوب رہتے ہیں اور طلب سے بھی فارغ اسلئے کہ مشاہدہ معشوق میں محو ہوتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ الثقلین کے معانی اکابر نے خوب خوب بیان کئے مگر سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی فنا رکامل کا خیال جسمیں علم فنا بھی باقی نہ رہے اپنے خیالات کی پرستش سے بہتر ہے ؎

تا روے ترا بدیدم اے شمع طراز چوں با تو بوم محباز من جملہ نماز	نے کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز چوں بے تو بوم نماز من جملہ مجاز

فرماتے تھے کہ حالت وصول میں تفرقہ ضلالت ہے بہتوں کے قدم ڈگمگا گئے ہیں مقام ہاہوت میں بجائے ہو کے انا اور ناسوت میں بجائے انا کے ہو نہ کہنا چاہیئے۔

فرماتے تھے کہ شکر ہر حال میں خواہ ظاہری ہو یا باطنی سرمایہ حصول جاذبہ رحمانی ہے۔

فرماتے تھے کہ جبتک ظاہر شریعت پر مرتب نہو تب تک باطن غیر مرتب سمجھنا چاہیئے احکام شرعیہ پر عمل خود جاذب رحمت الٰہی ہے اور جب یہ دولت حاصل ہو جائے تو دوام توجہ بحق پر قایم رہنا چاہیئے۔

فرماتے تھے کہ سرمایہ عرفان تحیر کے سوا کچھ نہیں جسقدر عرفان بڑھتا جائیگا تحیر زیادہ ہوگا

حضرت قطب الاقطاب قدس سرہ فرماتے تھے کہ رسالہ منہاج العابدین پڑھنے کے زمانہ میں مجھے

یہ شبہہ واقع ہوا کہ نفس جبکہ معدن شر ہے تو اُسکے پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی اس شبہہ کو میں نے عرض کیا فرمایا کہ علم عقائد سے یہ بات ثابت ہے کہ ہر چیز کا پیدا کرنا بد نہیں ہے بلکہ مقتضیات شان جامعیت ہے کہ ہر قسم کی تخلیق ہو اب یہ کہ ضرورت کیا تھی اسکو یوں سمجھو کہ پونڈے کے کھیت میں جسقدر زائد بانس جس پونڈے کی جڑ پر رکھی جاتی ہے وہی زائد شیریں ہوتا ہے لہذا یہ اسلیئے پیدا کیا گیا کہ جسقدر اس سے احتراز کیا جاوے اُسیقدر حقانیت کا ظہور ہو اور انسان کو عرفان حاصل ہو جو اُسکی تخلیق کا اصلی مقصود ہے۔

فرماتے تھے کہ نسبت بحق وہی بہتر ہے جسمیں ذوق و شوق و جذب پیدا ہوا ور یہ شعر اکثر پڑھتے تھے ؎

	رفتم از میکدہ اما بدعا میخواہم	کہ ازیں ورنہ روم لغزش مستان ہدوے	

دراٰخر زمانہ میں اس رباعی سے بہت ذوق ہو گیا تھا ؎

سر کہ ز جام عشق مستش کردند	بالا بردند و باز پستش کردند
میخواست خدا پرستی و ہشیاری	مستش کردند و بت پرستش کردند

آپ کے ذوق و شوق و جوش و خروش قلبی کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی صاحب استعداد قریب بیٹھتا تھا تو آپکے سینہ مبارک کے جوش کی آواز سنتا تھا مگر پھر بھی اسقدر ضبط فرماتے تھے کہ کبھی وہ حالت سماع وغیرہ میں ظاہر نہیں ہوتی تھی اکثر بزرگ آپسے پوچھا کرتے تھے کہ آپ کو ذوق و شوق کیوں نہیں ہوتا ہے آپ اُسکے جواب میں منکسرانہ فرما دیا کرتے تھے کہ مجھ میں اتنی قابلیت ہی نہیں ایک بار مسکین شاہ لکھنوی جو فقیر با ذوق و شوق و صاحب نسبت تھے عرس شریف میں آئے بائیس ۲۲ تاریخ صبح کو جب ملاقات کیلئے آئے تو کہنے لگے کہ سنا گیا ہے کہ آپ کو سماع میں ذوق و شوق نہیں ہوتا اور نہ کیفیت ہوتی ہے اسکی وجہ سمجھ میں نہیں آتی فرمایا کہ شاہ صاحب دل تو میں بڈھا ہوں یونہی نشست و برخاست میں تکلیف ہوتی ہے اور کیفیت کیلئے قابلیت چاہیئے مجھ میں وہ قابلیت کہاں اُنھوں نے پھر کہا کہ نہیں آج ہونا چاہیئے

آپ خاموش ہورہے صبح کو قوال درگاہ پر گارہے تھے اُنکا ایک مرید مع چند ہمراہیوں کے وہاں چلا گیا اور پھر شاہ صاحب بھی گئے قوال حضرت غوث ملت کا یہ شعر گا رہا تھا کہ ؎

تو شیخ جام کرمجکو قسم ہے پیر مغ تجھ کو		سقاھم ربھم پڑھکر شراب آگئے میرے دھرکے	

اسپر اُس نوجوان کو کیفیت ہوی اور اسقدر بڑھی کہ دیوانگی و مدہوشی میں وہ پختہ فرش پر سر پٹکنے لگا شاہ صاحب خود ذوق میں تھے اُسکی یہ حالت دیکھکر فرو کرنا چاہی مگر فرو نہوی جسقدر کم کرنیکی کوشش کرتے تھے اُسیقدر شورش میں زیادتی ہوتی تھی اُسی اثنا میں آپ کا وقت مجلس سماع میں تشریف لے جانے کا آگیا آپ بالاخانہ سے اُترکر جب دروازہ خانقاہ سے اُترے تو خلاف معمول بجائے مجلس میں تشریف لے جانے کے درگاہ کی طرف بڑھے حضرت معتقد لے جہاں نے کہا کہ اس وقت درگاہ پر جانے کا معمول نہیں ہے فرمایا کہ کیا مضایقہ ہے جب درگاہ میں داخل ہوے تو اُس نوجوان کی بُری حالت ہو رہی تھی مسکین شاہ نے دست بستہ عرض کیا کہ آپ ہی توجہ فرمائیں تو اسکی جان بچ سکتی ہے میں نے بہت روکنا چاہا مگر اب یہ میری طاقت سے باہر ہو گیا ہی اگر میرا وہ فقرہ کچھ ناگوار ہوا ہو تو معاف فرمائیے آپنے فرمایا کہ گھبرائیے نہیں یہ حالت کچھ مخوف نہیں ہے ابھی فرو ہوی جاتی ہے یہ کہکر فاتحہ پڑھنے لگے معاً اُسکی کیفیت میں سکون شروع ہوا اور جب آپ فاتحہ پڑھکر روضہ سے نکلے تو وہ خاموش ہو چکا تھا آپنے اُسکے سر پر ہاتھ پھیرا اور پانی دم کرکے پلوایا اور شاہ صاحب سے فرمایا کہ انکو اسوقت مجلس میں نہ لائیے گا پھر خود مجلس میں تشریف لیگئے تقریباً ایک گھنٹہ میں اُسے بالکل ہوش آگیا۔

ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا کہ حضور میرے لئے خاص وقت میں دعا فرمائیں آپنے مُسکرا کر فرمایا کہ اول تو میرا کوی خاص وقت نہیں پھر تمھیں اُسوقت پر تمھیں کوی اور یاد آئے۔

نقل شیخ جعفر علی علوی جو آپکے مرید و عزیز خاص اور انسپکٹر پولیس تھے ایک مرتبہ حاضر ہوے اثناء تذکرہ میں منجملہ اپنی کارگذاریوں کے یہ بیان کیا کہ ایک بڑا نامی ڈاکو تھا اُسکو میں نے اس مرتبہ بہت کوشش سے گرفتار کیا اُسمیں اسقدر انعام ملنے کی امید ہے آپنے فرمایا

کہ میاں جعفر علی تم نے اپنا چدر بھی پکڑا یا نہیں اُنکو اس ارشاد سے اسقدر تنبہ ہوا کہ پھر وہ نہایت خوش اوقات و ذاکر و شاغل ہو گئے۔

آخر زمانہ حیات میں بسبب غلبہ جاذبات الہیہ و شہود حق آپ کو استغراق ایسا بڑھ گیا تھا کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رکھتے تھے پانچ چھ ماہ قبل وصال سے خلاف معمول عشا کے قبل کوٹھے سے اُترکر کمرہ میں تشریف لے آتے تھے اور تھوڑی ہی دیر میں شہود حق میں ایسے مستغرق ہو جاتے تھے کہ سب لوگ تو نماز کیلئے تیار ہو جاتے تھے اور آپ اُسیطرح مستغرق ہوتے تھے جب حضرت مقتدائے جہاں ہوشیار کرتے تو آپ آنکھیں کھولکر فرماتے کہ افوہ کسقدر سویا بعض اوقات عندالتذکرہ بے ساختہ اپنی قلبی حالت کے بابتہ فرماتے تھے کہ ایک جنگل ہے جسمیں چاروں طرف سے آگ لگی ہوی ہے اسیطرح اکثر کنایۃً و اشارۃً اپنے وصال کی خبر دیا کرتے تھے۔

چودھویں شوال روز یکشنبہ کو مولوی رشید الدین خاں کی عیادت کو تشریف لیگئے تو گھر میں بیبیوں سے فرمایا کہ کیا عجب اب ہماری تمہارے ملاقات نہو سب نے پریشان ہوکر عرض کیا کہ اللہ ایسا نہ فرمائیے پھر منشی رسول بخش شہید کے یہاں تشریف لیگئے اور وہاں بھی یہی فرمایا دوپہر کو واپس آکر کھانا نوش فرمایا کچھ دیر قیلولہ کرکے نماز ظہر پڑھنے مسجد تشریف لیگئے نماز پڑھکر دالان خانقاہ میں آکے اور کلام مجید لینے صحنچی میں گئے وہاں پیر کو لغزش ہوی گرنے لگے تو شبراتی خانساماں منشی علی حسین خاں نے سنبھال لیا آپنے کلام مجید لاکر مصلے پر رکھ دیا اور خاموش کچھ دیر تکیہ پر سر رکھے رہے پھر بوقت تمام دو ایک رکوع پڑھکر اُسکو بند کردیا اور کمل اوڑھکر بیٹھ گئے استے میں حضرت مقتدائے جہاں نماز پڑھکر آئے اور مزاج پوچھا فرمایا الحمدللہ طبیعت اچھی ہے لیکن اتنا فرمانے میں اُنکو کچھ لکنت آپ کی زبان میں معلوم ہوی فوراً اُنھوں نے حکیم اکرام علی و حکیم بخش علی کو بُلایا اُنھوں نے نبض دیکھکر نسخہ لکھا آپنے مُسکراکر فرمایا کہ اب اس سے کیا ہوگا جو کچھ ہوتا تھا وہ ہو چکا کچھ دیر کے بعد وہ کیفیت جاتی رہی ایسا کہ آپنے نماز عصر وضو کرکے پڑھی اور شب کو بالاخانہ پر جانے کا قصد کیا مگر حضرت مقتدائے جہاں نے جانے نہ دیا اُسوقت پھر سب کا مجمع ہوا آپ

ہر ایک سے یہی فرماتے کہ دیکھتے ہو میں نے اپنے کو کیسا بیمار بنایا ہے سب نے عرض کیا کہ معاذ اللہ آپ کی نسبت یہ گمان ہو سکتا ہے خدا آپ کو شفا دے فرمایا کہ شفا اشارات سے بھی اب نہیں معلوم ہوتی جب سب رخصت ہو گئے تو آپ نے حضرت مقتدر ائے جہاں کو بلا کر وصیت امور شرعی والباس خرقہ حضرت فخر الکاملین مولانا شاہ علی اکبر قلندر کی نسبت فرما کر حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر کے متعلق فرمایا کہ انکو بھی اجازت و خلافت مع خرقہ کے دیتا ہوں مگر تم کو اختیار ہے جس وقت جسطرح مناسب سمجھنا اظہار کر دینا انھوں نے فرمایا کہ اکبر کیلئے تعمیل ارشاد تو وقت پر کیجائیگی لیکن انور کو میرے لئے چھوڑ دیجیے حضرت فخر الکاملین اُسوقت مسجد جا رہے تھے وہ یہ ارشادات سنکر رونے لگے حضرت مقتدر ائے جہاں نے انکو تسکین دیکر فرمایا کہ تم کیوں روتے ہو جو کچھ مصیبت ہوگی میرے لئے ہوگی تمھارے لئے تو میں موجود ہوں آپنے فرمایا کہ رونا کس لئے ہے خیال کرنے کی بات ہے کہ سب کی مثال مسافروں کی ہے جو کچھ زیر سایہ میں ٹھہر کر پھر چل کھڑے ہوتے ہیں ؎

گر بدانستی کہ ظل کیستی		فارغی گر مردہ گر زیستی	

پھر حضرت فخر الکاملین کو اپنے بازو سے تعویذ خاندانی کھول کر دیئے اور فرمایا کہ یہ تم ہی باندھو کچھ رات باقی تھی کہ دوبارہ فالج گرا جس سے صاف بات زبان سے نکلنا مشکل ہو گئی اور روز بروز مزاج متغیر ہوتا گیا۔

انیس شوال روز پنجشنبہ آخر شب میں دفعۃً بلا اعانت اُٹھکر فرمایا کہ ہم کو لے چلو لوگوں نے پوچھا کہاں آپنے حضرت عارف باللہ کی درگاہ کی طرف اشارہ کیا سب نے عرض کیا کہ اسوقت رات ہے کل لے چلیں گے فرمایا کہ کل ہم خود جائینگے یہ فرما کر لیٹ گئے صبح ہوتے ہی بیخودی طاری ہوئی اور پاس انفاس بالجہر جاری ہو گیا۔

شب بستم روز جمعہ ڈیڑھ گھنٹہ رات باقی تھی کہ آپنے وصال فرمایا اور شنبہ کے روز بعد نماز ظہر حریم روضہ حضرت غوث ملت میں جانب مغرب دفن ہوئے اکثر وقت فاتحہ خوانی جو کوئی

ہمراہ ہوتا تھا اُس سے فرماتے تھے کہ دیکھو یہ دو نو گوشے قبر کیلئے کیسے عمدہ ہیں اُسی پر قاضی احمد علیخانصاحب نے مختصر قبہ بنوایا۔

آپ کی وفات سے ایک روز قبل مقصود علیشاہ شاہجہانپوری نے خواب میں دیکھا کہ دو کلام اللہ شجرنی وسیاہ حروف کے رکھے ہیں اور شجرنی کلام اللہ کے حروف خود بخود آسمان کی طرف اُڑے جاتے ہیں وہ ہیبت سے جاگ پڑے اور تعبیر میں متحیر تھے کہ اُسی روز اُنکو آپ کے وصال کی خبر پہونچی۔

حافظ عنایت اللہ ساکن کھیری بیان کرتے تھے کہ آپ کے وصال کے روز میں نے خواب دیکھا کہ حضرت مخدوم شاہ مینا قدس سرہٗ کے متصل مزار مسجد میں بہت مجمع ہے اور سب نماز کیلئے تیار ہیں اتنے میں آپ نے تشریف لاکر وضو کیا اور نماز پڑھائی میں نے پوچھا کہ حضور یہاں کب تشریف لائے فرمایا کہ اب یہیں آگیا ہوں جب بیدار ہوا تو آپ کی خبر وصال سُنی اور ایسا ہی خواب مولوی حکیم لطف اللہ لکھنوی نے بھی دیکھا۔

حضرت قطب الاقطاب فرماتے تھے کہ میں نے بھی اُس شب میں یہ خواب دیکھا کہ ایک بڑا لق ودق میدان ہے جسمیں میں پھرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ کدھر جاؤں اتنے میں بہت سے سبز پوش حضرات جنمیں آپ بھی ہیں نظر آئے میں نے قدمبوسی کی اور پوچھا کہ آپ یہاں کہاں فرمایا کہ بہت دیر ہوئی میں نے آبادی چھوڑدی ویرانہ میں جاتا ہوں تم میرے ساتھ مت آؤ اور ایک طرف اشارہ فرمایا کہ وہ شاہراہ ہے چلے جاؤ میں خواب سے جو بیدار ہوا تو دیکھا کہ آثار وصال آپکے چہرہ سے نمایاں اور حاضرین پریشان ہیں۔

مولوی رشید الدین خان بیان کرتے تھے کہ آپ کی خبر وصال سُنکر دفن کے وقت جب میں حاضر ہوا تو بوجہ دفن میں کچھ دیر ہونے کے حضرت پیر ومرشد غوث ملت کے پائین مزار جاکر بیٹھ رہا جب آپ دفن ہوگئے تو مجھے اطلاع ہوئی میں وضو سے جو نکلا تو دیکھا کہ ایک نور آپکے مزار سے نکلکر آسمان پر چلا گیا۔

روز سیوم اسقدر مجمع تھا کہ بارہ کلام مجید ختم ہوے تاریخ وفات از منشی ناظم حسین منتظم کاکوروی مرید حضرت ؎

رفت در جنت ز دنیاے دنی	مرشد من کا نتخاب ہند بود
نام پاکش بود حیدر با علی	ذات اقدس بوتراب ہند بود
چوں بگریم منتظم در ماتمش	کز وجودش آب و تاب ہند بود
جاں ز تن شد اُف بگو سال وصال	فی الحقیقت آفتاب ہند بود

۱۲۸۴

تاریخ تعمیر روضہ شریفہ از مولوی محی الدین خاں ذوق کاکوروی ؎

بناے روضۂ حیدر علی شہ کے تصدق سے	مگر احمد علیخاں مورد لطف الٰہی ہے
سن تعمیر میں اُسکی کہا اے ذوق ہاتف نے	نہ کہنے گنبد عالی بنا یہ چتر شاہی ہے

۱۲۸۹

آپنے بسبب اخفا و کتمان کے بہت کم لوگوں کو مرید کیا جو کوی مرید ہونے کو حاضر ہوتا تھا اُسے حضرت مقتداے جہاں کے پاس بھیجدیتے تھے اگر وہ زیادہ اصرار کرتا تھا تو مجبوراً مرید فرما لیتے تھے اسیطرح اجازت و خلافت بھی بجز اپنے صاحبزادہ حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر اور پوتے حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر کے کسی کو نہیں دی حضرت غوث ملت کے فاتحہ چہلم کے روز البتہ یہ ہوا کہ حضرت مقتداے جہاں نے اپنی چند ٹوپیاں آپکے سامنے لاکر رکھدیں اور عرض کیا کہ آپ ہمکو اور منگنے اور خلفا کو یہ پہنا دیجیے اور خود بھی اجازت و خلافت عطا فرمایئے اُسوقت آپ نے انکے اصرار سے انحضرات کی بمصداق الوضوء علے الوضوء نور علے نور تجدید خرقہ و اجازت و خلافت کردی حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر مولوی شاہ تقی بادرخاں کاکوروی مولوی حافظ شاہ وجیہ الدین کاکوروی سید شاہ غلام مرتضے قلندر ساکن باندہ شاہ امداد قلندر۔

انکے علاوہ آپنے حاجی حسن علی شاہ و مرزا کمال الدین بیگ لکھنوی کو بھی لباس فقر عطا فرمایا تھا۔

آپکے واقعات کرامات منشی عبدالحی عرشی کاکوروی بیان کرتے تھے کہ ایک روز

میں اپنے مکان سے آستانہ شریف پر حاضر ہوا جب حضرت پیر و مرشد غوث ملت کے روضہ کے قریب پہونچا تو دیکھا کہ آپ فاتحہ پڑھکر درگاہ سے خانقاہ میں واپس جا رہے ہیں میں دور ہی سے آداب بجالایا آپ نے جواب دیا میرے دل میں خطرہ آیا کہ پہلے درگاہ پر جاوں یا آپ کے ساتھ خانقاہ میں آپ نے میری طرف بیٹھ کر کے فرمایا کہ جاو مزار شریف پر فاتحہ پڑھ آو پھر آنا۔

نیز وہ بیان کرتے تھے کہ ایک روز میں مع اپنے بھتیجہ مولوی عبدالباقی کے آپ کے حضور میں حاضر تھا آپ حضرت پیر و مرشد کا تذکرہ فرمارہے تھے اسی درمیان میں میاں شیوراج کی شادی کا تذکرہ فرمایا کہ اُنکے بزرگوں کے اصرار پر حضرت غوث ملت بھی اُنکی شادی میں تشریف لیگئے تھے یہ بیان فرمارہے تھے کہ یکبارگی غصہ ہوکر فرمایا کہ آدمی اگر میزان سے بیضاوی تک پڑھ جاوے تو بھی بغیر فہم درست کے بیکار ہے اگر کوئی اپنی ہستی سے فانی ہو تو اسکو ایسی جگہ جانے میں کیا مضایقہ مجھے حیرت ہوئی کہ اس ارشاد کا کیا مطلب ہے جب رخصت ہوکر مکان واپس ہوا تو راستہ میں اپنے بھتیجہ سے پوچھا کہ کیا تم کو اُسوقت کوئی خطرہ آیا تھا اُنھوں نے کہا کہ بیشک مجھے یہ خطرہ آیا کہ حضرت اقدس ایسے شخص کے گھر کیوں گئے۔

کرامت کالکا پرشاد آپ کے مرید ایک روز اپنی ماں کے ساتھ آئے اُنکی ماں نے اُن سے کہا کہ اپنی تنگدستی و پریشانی حضرت سے بیان کرنا اور کہنا کہ تمھاری تنخواہ بھی لالہ شیوراج کیطرح اپنے کسی مرید سے مقرر کرادیں اُنھوں نے کہا کہ میں کچھ نہیں کہونگا حضرت کو خود ہی سب معلوم ہے صبح کو جب آپ بالاخانہ سے اُترکر دالان میں تشریف لائے اور کالکا حاضر ہوئے تو پہلی بات آپ نے اُن سے یہ فرمائی کہ کالکا مجھ سے اسکی امید مت رکھنا کہ میں تمھاری تنخواہ کسی سے مقرر کرادوں پھر پوچھا کہ کسقدر روپیہ ملنے پر تمکو قناعت ہوسکتی ہے اُنھوں نے دس بارہ ہزار روپیہ کہا آپ نے فرمایا کہ ملیگا تو لاکھوں مگر تمھاری حرص نہ جاوے گی آخر ایسا ہی ہوا کہ کچھ دنوں کے بعد وہ بھوپال طلب ہوگئے اور وہاں سے کئی لاکھ روپیہ نقد لائے۔

کرامت ایک روز صحن مسجد میں عصر کے وقت آپ ٹہل رہے تھے شیخ نقی علیخاں بھی حاضر تھے

آپ نے فرمایا کہ نقی علیخاں تم نے اپنا ارادہ وشوق اس مسجد کا دوسرا درجہ بنانے کا ظاہر کیا اور مجھکو بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سعادت تمھاری قسمت میں ہے اُنھوں نے عرض کیا کہ حضور میری ایسی قسمت کہاں فرمایا کہ خیر دیکھا جائیگا آخر دس گیارہ سال کے بعد ایسا ہی ہوا کہ اُنھوں نے مسجد کا دوسرا درجہ بنوایا۔

کرامت شیخ فدا حسین صاحب بیان کرتے تھے کہ شیخ احمد حسین بخشی ٹکس قصبہ خورجہ قدیمی ملازم گورنمنٹ تھے اُنپر ایک اُفتاد یہ پڑی کہ کئی سال کے بعد جب آپ مدنی ٹکس کی تحقیق ہوی تو اُنپر دو ہزار روپیہ کا غبن سیاہہ سے ثابت ہوا اُنھوں نے اپنی بریت کی ظاہری تدابیر کئے مگر کچھ کارگر نہوی مقدمہ مجسٹریٹ کی عدالت میں گیا وہاں سے بعد ثبوت جرم سشن سپرد ہو گئے اب بالکل رہای کی امید جاتی رہی بیچارے انتہای پریشان ہوے میرے بھای منشی مظفر حسین ڈپٹی کلکٹر و منشی محمد رضا صابر نے اُن سے کہا کہ اب سوا اسکے کوی تدبیر نہیں کہ توبہ کرو اور تکیہ شریف پر مرید ہونیکی نیت کرلو اُنھوں نے اُنکے سامنے توبہ کی اور آپکے حضور میں عریضہ بھیجا یہاں سے جواب میں لکھ گیا کہ سورۂ اخلاص کا ختم پڑھوا و خدا رحم فرمائے گا اتفاق وقت کہ خورجہ میں کوی عمل پڑھنے والا نہ ملا تب اُنھوں نے خود پڑھنا شروع کیا اس عرصہ میں اُنکا چالان بلند شہر کا ہو گیا اور وہاں کے جیل میں وہ بھیجدئے گئے وہاں بھی اُنھوں نے پڑھنا نہ چھوڑا یہانتک کہ سشن کا دورہ بلند شہر میں پڑا اور مقدمات فیصل ہونے لگے مگر انکو کسی نے نہ پوچھا یہانتک کہ سب مقدمات ختم ہو گئے صرف انھیں کا مقدمہ رہگیا اور عمل بھی بمقدار پانچہزار رہ گیا رات کو بخشی صاحب کو اپنے حال پر رونا آیا اور رہای سے مایوسی ہو گئی اُسی رنج میں سو گئے خواب میں دیکھا کہ دو بزرگ آئے اور ایک سرہانے اور دوسرے پائیں کھڑے ہو گئے سرہانے والے بزرگ نے دوسرے بزرگ سے پوچھا کہ سورہ اخلاص کا ختم کون پڑھتا ہے اُنھوں نے کہا کہ بخشی صاحب فرمایا اُن سے کہدو کہ تم رہا ہو گئے اُنھوں نے کہا کہ بقیہ عمل چھوڑ دیا جائے یا ختم کیا جائے فرمایا کہ عمل ختم کریں چنانچہ بخشی صاحب نے اُسی خواب میں عمل ختم کیا صبح کو جب بیدار ہوے تو اُسی روز بری ہو گئے خوش خوش

اپنے گھر آئے۔

کرامت مولوی حبیب علی علوی آپکے مرید بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ بچپن میں وطن میں مجکو سخت بخار آیا اور بہت دنوں مبتلا رہا کئی مسہل ہوے مگر بخار نہ گیا علاوہ مسہل ور بھی جسقدر تدبیریں کیجاتی تھیں اُتنا ہی وہ اور بڑھتا تھا ایک روز حضرت پیرومرشد شیخ اسید علی مرحوم کے مکان میں تشریف لیگئے اور چا نوش کی میں بھی موجود تھا آپنے اُسمیں سے تھوڑی مجکو دیکر فرمایا کہ پی لو میں نے پی لی اُسیوقت سے صحت ہونے لگی ایک ہفتہ میں بالکل میں اچھا ہو گیا۔

کرامت وہ بیان کرتے تھے کہ زمانہ شباب میں مین پوری میں مبتلاے تپ لرزہ ہوا لرزہ سے قبل شدید درد اُٹھتا تھا پھر لرزہ آتا تھا اس بار بھی بہت علاج کیا مگر فائدہ نہوا ایک شب خواب میں حضرت پیرومرشد کی زیارت ہوی دیکھا کہ آپ پلنگ پر بیٹھے ہیں اور یہ درود شریف مجکو تعلیم فرماتے ہیں کہ اللھم صل علے سیدنا محمد وعلے آل سیدنا محمد وبارک وسلم بعدد کل داء ودواء وبعدد کل مرض وشفاء جب صبح کو بیدار ہوا تو یہی زبان پر تھا جسکو میں نے اپنے وظیفہ میں داخل کر لیا اُسی روز سے صحت ہونے لگی رفتہ رفتہ بالکل اچھا ہو گیا

کرامت اور وہ بیان کرتے تھے کہ میں مین پوری سے بہل پر اٹاوہ جارہا تھا راستہ میں قصبہ کرہل ضلع مین پوری کے قریب جب جاگا اور اسباب دیکھا تو حمائل شریف جسکے جزدان میں بعض تبرکات حضرت پیرومرشد قدس سرہ رکھے تھے نہ پاے سخت پریشان ہوا اور یہ سمجھکر راستہ میں کہیں گر گئے ایکمال حسرت و رنج واپس ہو کر ڈھونڈھنے چلا دور تک تلاش کرتا چلا گیا جب نہ ملے تو تھک کر ایک جگہ ٹھہر گیا دفعۃً دیکھا کہ حضرت پیرومرشد گھوڑے پر سوار تشریف لاے اور مجھسے فرمایا کہ ایک بھشتی کے پاس تمھاری حمائل ہے اور اُسمیں سب چیزیں بھی ہیں اور وہ تمھاری بہل کے قریب ہے میں یہ سُنتے ہی لپکا اور بہل کے قریب پہونچکر سقہ سے دریافت کیا اُس نے حمائل دیکر کہا کہ میں نے اسے سر راہ پڑا پایا تھا جزدان کھولا تو سب تبرکات تھے۔

کرامت مولوی فریدالدین خاں محدث کاکوروی بیان کرتے تھے کہ میں اپنے چچا مفتی

ریاض الدین خاں کے ساتھ ریاست رامپور میں تھا وہاں میرے ایک دوست پٹھان کی لڑکی پر جن آتا تھا اور سخت پریشان کرتا تھا انھوں نے اُسکے دفعیہ کی بہت تدبیریں کیں مگر فائدہ نہوا ایک روز مجھ سے کہا کہ اگر آپ چلکر اُسکو دیکھ لیں تو کیا عجب کہ خدا فضل کردے میں نے کہا کہ مجکو عملیات میں مطلق دخل نہیں میرے جانے سے کیا فائدہ ہوگا مگر انھوں نے نہ مانا اور لیگئے میں نے مریضہ کو دیکھا واقعی سخت اذیت میں تھی میں نے اُس جن سے کہا کہ تمکو اسکے ستانے سے کیا فائدہ چھوڑدو اور چلے جاؤ کہنے لگا کہ اس نے میری بیٹھک خراب کی وہاں نجس پانی ڈالدیا اسلئے میں نے ستایا میں نے کہا کہ بوجہ لاعلمی معاف کردو میں وہ جگہ صاف کرائے دیتا ہوں آئندہ تم کو تکلیف نہوگی کہنے لگا کہ فی الحال کوی ضرورت نہیں میں مسجد میں ٹھہرجاونگا اور محض آپ کی خاطر سے چھوڑتا ہوں کیونکہ میں نے آپ کو اپنے پیرومرشد کی خدمت میں دیکھا ہے میں نے پوچھا کہ وہ کون کہنے لگا کہ حضرت شاہ حیدر علی قلندر کاکوروی میں نے کہا کہ وہ میرے بھی مرشدزادہ ہیں غرض وہ چلا گیا اور پھر کبھی اُسکو نہیں ستایا۔

کرامت شیخ سعید الدین صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک بار میں شاہ آباد ضلع ہردوی سے کاکوری آرہا تھا راستہ میں کسی اسٹیشن پر عصر کا وقت آگیا میں نے مصلے بچھاکر نماز پڑھی پھر ریل پر سوار ہوگیا دفعۃً خفیف غنودگی آی اور آپ کی زیارت ہوی مجھ سے فرمایا کہ نماز جس جگہ پڑھی جاے اُس جگہ کا پاک ہونا شرط ہے صرف کپڑے کی پاکی کافی نہیں میں نے خیال کیا تو واقعی وہ جگہ پاک نہ تھی مگر عجلت میں میں نے لحاظ نہ کیا۔

کرامت حکیم اطہر حسین علوی کاکوروی بیان کرتے تھے کہ زمانہ طالب علمی میں میں لکھنؤ میں شیخ خورشید علی مختار عام راجہ جہانگیرآباد کے یہاں رہتا تھا اور میرا معمول تھا کہ ہر روز صبح کو بعد نماز کے کلام مجید اور ایک منزل دلائل الخیرات اور دیگر وظائف پڑھکر شجرہ عطیہ حضرت پیرومرشد پڑھتا تھا اور جزدان میں رکھدیتا تھا ایک روز ایسا ہوا کہ جب صبح کو نماز کیلئے اُٹھا تو خود بخود منقبض و پریشان تھا لوگوں نے وجہ پوچھی میں نے کہا کہ بظاہر تو اچھا ہوں مگر قلب خود بخود پریشان ہے

بعد نماز و وظائف جب شجرہ پڑھنا چاہا تو وہ جزودان میں نہ ملا اور کتابوں میں جو گرد و پیش رکھی تھیں
اُنمیں تلاش کیا اُنمیں بھی نہ ملا جب ڈھونڈھکر تھک گیا تو نہایت پریشانی سے رونے لگا مختار
صاحب نے بھی بتفضلے عنایت تمام کاغذات اُلٹے لیکن کہیں نہ ملا اُسیطرح یہ ہوا کہ اس دو تین
روز کی جستجو میں وظیفہ کے وقت خیال کیا کہ لاؤ جسقدر اسمار پیران سلسلہ یاد ہیں اُنھیں کے نام
لوں وہ بھی یاد نہ آے اس سے اور زائد پریشان ہوا تیسرے روز بعد نماز عشا دعا کے وقت روکر
عرض کیا کہ یا حضرت پیر و مرشد میرا شجرہ گم ہو گیا ہے پریشان ہوں اگر مجھسے کوئی خطا ہوئی تو
معاف فرماکر آئندہ کیلئے ہدایت فرمائیے یہ کہکر سو رہا خواب میں دیکھا کہ حضرت پیر و مرشد آگے
آگے مع بہت سے بزرگان دین کے جنکی ریش سفید و لباس سبز تھا اور سب کے ساتھ روشنی تھی تشریف
لاے میں نے پہلے آپ کی پھر اُن سب کی قدمبوسی کی آپنے فرمایا کہ تمھارا شجرہ یہ حضرات لیگئے
اسلیے کہ تم بعد شجرہ انکا فاتحہ نہیں پڑھتے تھے میں نے شرمندہ ہوکر توبہ کی آپنے اُن حضرات سے
شجرہ لیکر مجھکو دیا جب آنکھ کھلی تو شجرہ اپنی داہنی مٹھی میں پایا نہایت مسرت ہوئی۔

کرامت وہ بیان کرتے تھے کہ بعد ختم کتب درسیہ طبیہ میں صاحبزادہ نواب ابوالحسن خاں
مرحوم رئیس لکھنؤ کے ساتھ بانس بریلی گیا وہاں چند دنوں میں میرا مطب جاری ہو گیا ایک روز
عبدالعزیز خاں رسالہ دار اپنے داماد کے ساتھ آے اور اپنی بیٹی کی حالت و اطبار شہر کے علاج کا حال
بیان کیا میں نے مریضہ کو طلب کیا جسکو وہ چارپائی پر ڈالکر لاے میں نے نبض ساقط اور لمس سرد پایا
خاموش ہو گیا وہ میرے سکوت پر آبدیدہ ہوکر حال پوچھنے لگے میں نے تسکین دیکر کہا کہ کل
نسخہ لکھونگا وہ دوسرے روز نسخہ لینے آے حالت مریضہ بالکل ردی تھی میں متحیر تھا کہ ایسی
حالت میں کیا علاج کروں لیکن میرے احباب شیخ امین الدین احمد و عزیز الدین احمد ہمشیر زادگان
منشی جمیل الدین رئیس فرخ آباد نے اصرار کیا مجبوراً اُس روز بھی دوسرے روز کا وعدہ کیا اور
اُن سے کہا کہ کیفیت بدرد یہ مریضہ سب پر ظاہر ہے میرے سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے وقت میں کون
نسخہ لکھوں مگر اُنھوں نے نہ مانا اور باصرار مریضہ کی نبض پھر دکھائی وہی کیفیت تھی سخت پریشان

ہوا اور باوجود فکر کے کچھ سمجھ میں نہ آیا تب اپنے اُستاد حکیم نتا صاحب کی بیاض دیکھی اسمیں بھی کوئی نسخہ نہ نکلا حیران ہوا کہ کیا کروں اور اب کل کیا عذر کرونگا اسی خیال میں شب کو سو رہا خواب میں حضرت پیر و مرشد کی زیارت ہوی فرمایا کہ متردد کیوں ہو اپنے اُستاد کی طرح تم بھی نسخہ لکھ دو میں نے عرض کیا کہ حضور مجھے یاد نہیں آتا فرمایا کہ خیر قلم دوات لاؤ میں لکھدوں میں نے پیش کیا آپ نے نسخہ لکھکر میرے سامنے ڈالدیا اور فرمایا کہ علاج کرو انشاءاللہ صحت ہوجائیگی یہ فرماکر میری نظر سے غائب ہوگئے میں فرط مسرت سے جاگ پڑا تو صبح کی نماز کا وقت تھا اُٹھکر تکیہ کے نیچے ٹوپی تلاش کرنے لگا دیکھا کہ ٹوپی کے نیچے آپ کا لکھا ہوا نسخہ رکھا ہے اور زیادہ خوش ہوا مطب میں جاکر بیٹھا اور مریضہ کو بلاکر پھر دیکھا اُس روز بھی وہی حالت تھی مگر بتائید مرشدی میں نے وہی نسخہ دو تین روز پلوایا چوتھے روز شام کو خود بخود تھوڑی سی اجابت ایسی متعفن ہوی کہ تیمار دار نہ بیٹھ سکے مجکو اطلاع ہوی میں نے نسخہ میں خفیف تغیر کرکے پھر پلوایا اُس سے پھر کئی بڑے بڑے دست آئے اور روز بروز طبیعت سنبھلنے لگی یہانتک کہ مریضہ کو ایک ماہ میں بالکل صحت ہوگئی۔

کرامت خان بہادر منشی تاج الدین مغفور بیان کرتے تھے کہ لڑکپن میں ہم تینوں بھائیوں کا معمول تھا کہ ساتویں آٹھویں روز حضرت قطب الافراد کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ایک بار عجب اتفاق ہوا کہ ہم لوگ اپنے پھوپھا مولوی ممتاز الدین صاحب سے ملنے مولوی محلہ گئے اُنکے مکان سے ماموں صاحب منشی عبدالحی عرشی کا مکان و باغیچہ ملحق ہے باغیچہ میں نارنگیاں لگی ہوی تھیں ہم نے بلا اجازت چار نارنگیاں توڑلیں جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوے تو آپ نے دوسروں سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ چوری کبھی نہ کرنا چاہیئے خواہ اپنے ماموں کے باغ سے چار نارنگیاں ہی توڑنا کیوں نہو پھر بھائی مرحوم سے فرمایا کہ کیوں سراج الدین اور ہم دونوں کی طرف بھی دیکھا ہم سب سمجھ گئے اور ماموں صاحب سے اجازت نہ لینے پر اپنے دل میں نادم ہوے پھر اُن سے بیان کرکے معافی مانگی۔

ذکر حضرت مقتدائے اجہاں مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہٗ

آپ کی ولادت باسعادت سترہ رجب المرجب سنہ بارہ سو تیرہ ہجری میں ہوئی آپ نے ابتدائی کتابیں حضرت باقی باللہ مولانا شاہ حمایت علی قلندر سے اور مختصرات عربیہ وغیرہ حضرت قطب الافراد مولانا شاہ حیدر علی قلندر سے اور متوسطات سے اخیر تک مولانا محمد مستعان کاکوروی تلمیذ رشید ملا محمد اعلم سندیلی سے پڑھیں اور انھیں سے دلائل الخیرات کی بھی اجازت لی اور صدرا شرح ہدایۃ الحکمۃ ملا محمد عظیم اصفہانی سے پڑھا جو اُس زمانہ میں اس قصبہ میں شیخ محمد حیات کے مکان پر عرصہ تک مقیم رہے تھے اور اجازت صحاح ستہ و حزب البحر و دلائل الخیرات وغیرہ مولانا حاجی امین الدین محدث خلف مولانا حمید الدین محدث کاکوروی سے حاصل کی حاجی صاحب نے مدینہ طیبہ میں حضرت شیخ ابو الحسن سندھی مدنی سے اجازت لی تھی اور انھوں نے شیخ محمد حیات سندھی مدنی سے اور انکو مصنفین مولفین رحمہم اللہ سے سند تھی حاجی صاحب نے جو آپ کو اجازت مختصر رسالہ اسناد مولفہ شیخ ابو الحسن مدنی پر تحریر فرمائی وہ یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم و بعد حمدا للہ علی جزیل نوالہ والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد وصحبہ والہ فیقول الفقیر حاجی امین الدین عفا اللہ عنہ ان الفاضل اللوذعی الفطن المولوی محمد تقی علی ابن شاہ تراب علی ابن شاہ محمد کاظم المرحوم لما طلب منی الاجازۃ المعتادۃ فاجزتہ ان یروی عنی جمیع ما اشتمل علیہ فہرستی والمرجو منہ ان لا ینسانی من صالح دعائہ نفع اللہ بہ المسلمین آمین وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین حررہ الفقیر حاجی محمد امین الدین عفا عنہ فی شہر المحرم سنۃ اثنین واربعین و مائتین بعد الالف من الہجرۃ النبویۃ۔

بعد کثرت مطالعہ کتب نیز درس و تدریس سے بہت شہرت حاصل کی مولانا امجد علی علوی آپ کے شاگرد خاص کہتے تھے کہ میں زمانہ طالب علمی میں اکثر علماء کے حلقہ درس میں گیا مگر کسی کے

یہاں یہ تحقیق و تدقیق و طرز درس نہیں پایا جیسا کہ اپنے استاد کے یہاں پایا۔

اکثر آپ کے معاصرین علما مولوی تراب علی لکھنوی مفتی عنایت احمد وغیرہ کہا کرتے تھے کہ مولانا تقی علی علم و عمل میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے کم نہیں ہیں اگر یہ بھی کسی مشہور مقام پر ہوتے تو ان سے زائد مشہور ہو جاتے مفتی عنایت احمد کہا کرتے تھے کہ میں نے علم و فضل میں ابتک کسی کو مولانا تقی علی کا ہم پلہ نہیں پایا اگر سفر حج سے واپس آیا تو انھیں کا مرید ہونگا مگر انکو واپسی کی نوبت نہ آئی سمندر میں انکا جہاز غرق ہو گیا۔

مولوی ابو الحسن منطقی ایک بڑے فاضل جید و عالم زبردست تھے خصوصاً معقولات میں مطالب و مشکلات حواشی میر زاہد و دیگر کتب منطقیہ پر عبور رکھتے تھے اور روزانہ مطالعہ کیا کرتے تھے اکثر کہا کرتے تھے کہ میں اپنے حریف کو بذریعہ دلائل منطقی دم بخود کر دیتا ہوں قاضی علی نقی خاں کی سرکار میں انکے بیٹے قاضی صادق علیخاں کے پڑھانے پر ملازم ہوئے ایک مرتبہ غلام حیدر خانصاحب کے یہاں شادی تھی جسمیں قصبہ کے تمام اعزا و احباب مدعو تھے مولوی صاحب بھی تھے حضرت قطب الافراد بوجہ قرابت مجلس نکاح میں تشریف لیگئے خانصاحب نے اُن سے یہ مسئلہ پوچھا کہ متوضی مقتدی کو متیمم امام کی اقتدا کرنا چاہیئے یا نہیں اُنھوں نے فرمایا کہ اقتدا جائز ہے اُنھوں نے اسی مسئلہ کو مولوی صاحب سے پوچھا اُنھوں نے کہا ناجائز ہے حضرت قطب الافراد بعد شرکت تکیہ شریف پر واپس آئے اور آپ سے اسکا تذکرہ کیا آپ یہ واقعہ سُنکر بحیلہ شرکت دعوت وہاں تشریف لیگئے مختلف باتیں ہوا کیں پھر خانصاحب نے آپ سے بھی وہی مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا کہ جائز ہے اُنھوں نے مولویصاحب سے کہا کہ مولانا صاحب بھی جائز بتاتے ہیں مولوی صاحب نے کہا کہ جو کوئی اسے جائز کہتا ہو وہ میرا مقابلہ کرے یہ کہکر اپنی جگہ سے اُٹھکر آپ کے پاس آئے اور پوچھا کہ جواز اقتدا میں آپ کے پاس کیا سند ہے آپ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ تمام کتب فقہیہ میں موجود ہے زیادہ

تلاش کی ضرورت نہیں شرح وقایہ میں ہے کہ و یقتدی المتوضی بالمتیمم لان التیمم طہارۃ مطلقۃ عند عدم الماء و الخلافیۃ فی التراب عندنا مولوی صاحب نے کہا کہ

آپ نے جو کچھ فرمایا یہ اُس عبارت کا منطوق ہے یا مفہوم آپ نے فرمایا کہ مفہوم ہے اُنھوں سنے ہر ایک کی تعریف پوچھی آپ نے بیان کی غرض بحث کو اتنا طول ہوا کہ مباحثہ اصول فقہ میں جا پڑا اور چونکہ اس علم کو علم منطق سے مشابہت ہے لہذا وہ یہ کوشش کرتے تھے کہ کسی طرح یہ بحث علم منطق میں آجائے مگر آپ ایسے جوابات دے رہے تھے کہ جس سے اُنکو اپنے ارادہ میں کامیابی نہیں ہوتی تھی اس بحث میں گھنٹے گذر گئے آخر آپ نے یہ خیال کرکے کہ انکو یہ بھی حوصلہ نہ رہجائے ایک ہم تیغ پر اصطلاحات منطق بھی استعمال فرمائے اور سلسلہ بحث علم منطق میں بہونچگیا اثنار تقریر میں اُنھوں نے کئی بار کہا کہ میں نے نو حاشیہ میر زاہد کے دیکھے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں نے بارہ حاشیے دیکھے ہیں چونکہ حاضرین جلسہ میں اکثر لوگ ذی علم تھے وہ سب اس بحث کو نہایت دلچسپی سے سُنتے رہے ایسا کہ صبح سے ظہر کا وقت آگیا اور کھانا ٹھنڈا ہونے لگا قاضی حافظ علیخاں اس واقعہ کو سُنکر اپنے گھر سے آئے اور دونو صاحبوں سے کہا کہ کھانے کا وقت نکلا جاتا ہے کھانا خراب ہو رہا ہے اور حاضرین جلسہ کو تکلیف ہو رہی ہے اب بحث دعوت کے بعد اُٹھا رکھئے بعد فراغت دعوت آپ نے مولوی صاحب سے کہا کہ بحث ختم کر لینا چاہئے اُنھوں نے کہا کہ اب اسکو ختم ہی سمجھئے آپ تکیہ پر واپس آئے دوسرے روز مولوی صاحب تکیہ شریف پر آپ سے ملنے آئے اور بہ نیاز مندی دو روپیہ نذر کئے آپ نے بہت انکار کیا مگر اُنھوں نے نہ مانا اور کہا کہ آپ متوکل و با خدا ہیں اس لئے نذر کرتا ہوں۔

وسعت نظر و قوت حافظہ فطرتاً ہی ایسی قوی تھی کہ بچپن میں جو کچھ ملاحظہ فرمایا کبھی نہ بھولے منشی عبدالرحمن صدیقی رامپوری بیان کرتے تھے کہ غدر ۱۸۵۷ء میں ہم لوگ بھاگ کر کاکوری آئے اور شیخ بشارت علی صاحب کے مکان پر مقیم ہوئے منشی امیر احمد مینائی بھی تھے روزانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ایک روز آپ نے امیر مینائی سے فرمایا کہ پینتیس سال سے میرے علم میں باعتبار مطالعہ کتب کوئی ترقی نہیں ہوئی اسوقت اس ارشاد کا مطلب سمجھ میں نہ آیا کئی روز کے بعد منشی صاحب نے عرض کیا کہ جنات کے حالات کے متعلق مجھکو ایک کتاب پینتیس جزو کی ملی ہے اُسے آجکل دیکھ رہا ہوں

ایسی شرح کتاب میری نظر سے نہیں گذری یہ کہکر اُنکو خطرہ آیا کہ آپ نے وہ کتاب شاید نہ دیکھی ہو فوراً آپ نے فرمایا کہ اُس کتاب کے کسی مقام کی عبارت پڑھو تاکہ معلوم ہو کہ کون کتاب ہے اُنھوں نے تھوڑی عبارت پڑھی آپ نے قطع کلام کرکے خود پڑھنا شروع کیا تین چار روز تک مسلسل اُسکی عبارت پڑھی منشی صاحب روزانہ گھر جاکر کتاب دیکھتے تھے تو بعینہ پاتے تھے یہانتک کہ آپ نے پوری کتاب اُنکو زبانی سُنادی اور فرمایا کہ یہ کتاب شاہ محب اللہ الہ آبادی کے کتب خانہ کی ہے اور میں نے اُنکا پورا کتب خانہ دیکھا اور ہر کتاب پوری پڑھی ہے منشی صاحب دنگ ہوگئے کہنے لگے کہ ایسا تبحر بہت مشکل ہے۔

زمانہ غدر میں مولوی حافظ شوکت علی سندیلی نے اپنا کتب خانہ بغرض تحفظ تکیہ شریف پر رکھا تھا جسمیں مختلف علوم کی کئی ہزار کتابیں تھیں بعد غدر جب وہ اپنا کتب خانہ لینے آئے تو تذکرۃً آپ سے پوچھا کہ آپ نے بھی اسمیں سے کچھ کتابیں دیکھیں فرمایا کہ بعض کتابیں تو کئی بار ابتدا سے انتہا تک اور کل کتابیں بالاستیعاب ایک ایک بار دیکھ گیا ہوں۔

مولوی فریدالدین خاں محدث کاکوروی کہتے تھے کہ ایک بار آپ نے مجھ سے فرمایا کہ جب میں مثنوی شریف اپنے والد سے پڑھتا تھا تو پچاس شرحیں اُسکی میرے پیش نظر تھیں مگر وہ ایسے مطالب بیان فرماتے تھے جو اُن شروح سے بالکل علیحدہ ہوتے تھے۔

مولوی حکیم لطف اللہ مصنف تفسیر مظہر العجائب و تعقباب وغیرہ و مولوی حیدر علی صاحب منتہی الکلام و ازالۃ الغین و مولوی عبدالحکیم فرنگی محلی و ملا معین و ملا جمال الدین فرنگی محلی و مولوی سراج الدین و مولوی سعدالدین لکھنوی و مولوی حسین احمد محدث ملیح آبادی و مولوی عبدالغفار خالص پوری آپکے خاص دوست تھے صاحب تفسیر مظہر العجائب تو آپ کو خطوط میں لفظ استادی یا استادنا لکھا کرتے تھے اور ویسی ہی تعظیم بھی کرتے اکثر یہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے اور کبھی کبھی آپ بھی اُنکے یہاں جاتے تھے مولوی حسین احمد محدث ملیح آبادی شاگرد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے عوارف المعارف حضرت شیخ سہروردی کی اجازت روایت بھی آپ سے

لی تھی اس خاندان میں اسکی سند واجازت بوسایط قلیلہ یوں ہے کہ حضرت مقتدائے جہاں کو اجازت روایت اپنے والد حضرت غوث ملت سے تھی اور انکو اپنے والد حضرت عارف باللہ سے اور انکو اپنے پیر و مرشد حضرت کلید عرفاں سے اور انکو اویسی حضرت شیخ سہروردی سے۔

مولوی تراب علی لکھنوی کہا کرتے تھے کہ ہند سے عرب تک میں نے سفر کیا مگر ان دونو بھائیوں یعنی حضرت قطب الافراد و حضرت مقتدائے جہاں کی نظیر نہ پای اکثر جگہ دو بھای دیکھے مگر انمیں باہم ایسا اتفاق و محبت و شرافت حسبی و نسبی و کمالات علمی و عملی نہ ہوے اور اگر یہ بھی ہوے تو وجیہ الصورت و وسیع البصیرت نظر نہ پڑے اور اگر یہ بھی ہوا تو فقیر نہ پاے۔

آپ کی قوت حافظہ کے متعلق حضرت قطب الاقطاب ایک یہ بھی واقعہ بیان فرماتے تھے کہ ایک روز ایک صاحب موسوم بہ مسافر شاہ دہلوی آے آپ اسوقت درس دے رہے تھے بعد فراغت آپنے انکا حال پوچھا پھر فرمایا کہ میں نے تم کو کہیں دیکھا ہے انھوں نے کہا کہ میں کبھی یہاں آیا ہی نہیں معلوم نہیں آپنے مجکو کہاں دیکھا ممکن ہے کہ کسی اور کا دھوکھا ہوا ہو آپنے فرمایا کہ ممکن ہے سہو ہوا ہو مگر آجتک تو میرے حافظہ نے غلطی نہیں کی مجھے یاد پڑتا ہے کہ تم تقریب شادی شہزادہ مرزا اسکندر حشمت میں موجود تھے اور اتنے چھوٹے تھے کہ دای کی گود میں بارات کا تماشہ دیکھ رہے تھے وہ قدموں پر گر پڑے اور عرض کیا کہ واقعی میں نے اپنی دای سے سنا ہے کہ میرے والدین اس تقریب میں مدعو تھے اور ہم سب دہلی سے لکھنو آے تھے ایسی یادداشت خارج از طاقت بشری ہے کیونکہ اتنے عرصہ میں میری صورت میں بہت بڑا تغیر ہو گیا ہے پہلے میں میرزادہ تھا اب فقیر ہوں عرصہ تک سیاحت میں رہا پس جسمیں اتنے تغیر و انقلاب ہوے ہوں اسکا پہچاننا معمولی بات نہیں۔

حضرت قطب الاقطاب فرماتے تھے کہ آپ تحصیل علم میں اسقدر محنت و کوشش کی وجہ یہ فرماتے تھے کہ جب حضرت باقی باللہ کی وفات ہوی اسوقت میں تیرہ سال کا تھا انکی نعش املی کے نیچے رکھی تھی میں بھی تھا حضرت عارف باللہ کے دو مریدوں نے آپسمیں کہا کہ افسوس اب حضرت پیر و مرشد کے خاندان سے علم گیا کیونکہ حضرت غوث ملت کو مشاغل رشد و ارشاد

اسقدر فرصت کب ملیگی جو درس و تدریس کی طرف متوجہ ہونگے یہ سنکر مجکو اتنی غیرت معلوم ہوی کہ میں نے دل میں کہا کہ زمین پھٹے اور میں سما جاوں اسی کے بعد میں نے مولانا محمد ستعان سے پڑھنا شروع کیا اور محنت و جفاکشی سے اسقدر قابلیت حاصل کی کہ جبتک اُنھیں لوگوں سے یہ نہیں سن لیا کہ ہمارا خیال غلط تھا بیشک اب اس زمانہ سے زائد تکیہ شریف پر علم کا چرچا ہے چین نہیں لیا۔

طالب علمی کے زمانہ میں مدتوں چاندنی میں مطالعہ کیا بسبب مطالعہ و تدریس آپ کی بینائی میں ضعف آگیا تھا مقامی طبیبوں نے علاج کیا مگر فائدہ نہوا تب بعض احباب کے مشورہ سے آپ مرزا محمد علی طبیب شاہی کے پاس لکھنو گئے پہلے روز بوجہ ہجوم مرضا روہ متوجہ نہوے دوسرے روز بھی یہی ہوا تیسرے روز پھر گئے بیٹھے ہوے تھے کہ مولانا میرزا حسن علی محدث لکھنوی اتفاقاً آگئے اور آپ کو دیکھکر متعجبانہ آنے کا سبب پوچھا آپ نے بیان کیا حکیم صاحب نے جو انکو آپ سے مخاطب پایا تو خود بھی متوجہ ہوے اور اُن سے آپ کو پوچھا اُنھوں نے تعارف کرایا حکیم صاحب نے معذرت کی آپ نے فرمایا کہ خیر جو ہوا ہو گیا مگر معلوم ہوا کہ آپ امیروں سے زیادہ مخاطب ہوتے ہیں غریبوں کا خیال نہیں کرتے میں تین روز سے آرہا ہوں آپ کسی روز متوجہ نہوے آج مرزا صاحب کی وجہ سے آپ نے پوچھا بھی حالانکہ یہ بات طبیب کے شایان شان نہیں اُسے ہر ایک پر توجہ یکساں کرنا چاہیے میں نے طب کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ طبیب کیلئے یہ شرط بھی ہے کہ وہ خوش خلق و شفیق ہو میں نے بھی تمام کتب طبیہ دیکھی اور پڑھای ہیں مجھ میں اور آپ میں صرف جزو علمی و عملی کا فرق ہے اُنھوں نے بہت معذرت کی اور حال پوچھا آپ نے بیان کرکے فرمایا کہ میں طالبعلم فقیر و متوکل ہوں چاہتا ہوں کہ نہایت کم قیمت و مجرب نسخہ تجویز کر دیجے اُنھوں نے بہت کم قیمت نسخہ لکھ دیا جو آپ کو بہت مفید ہوا زندگی بھر آپ نے وہی سرمہ لگایا بینائی بدستور رہی۔

آپ نے ساٹھ سال طلبہ کو درس دیا اور کمالات باطنی علم کے پردہ میں چھپائے رہے فرمایا کرتے تھے کہ میں نے یہ طریقہ اسلیے اختیار کیا ہے تا کہ لوگ مجکو مولوی سمجھ کر پریشان نہ کریں۔

ابتدا میں بیشتر آپ کی وضع سپاہیانہ رہی فنون سپہ گری میں بھی آپ کو پورا دخل تھا تہور و شجاعت بھی آپ میں بہت تھی اپنے مصلے پر آپ دو عصا رکھا کرتے تھے فرماتے تھے کہ اسمیں سے ایک عصائے موسوی ہے دوسرا عصائے مرتضوی۔

آپ کو تصنیف و تالیف کی طرف زیادہ توجہ نہیں ہوی صرف ایک کتاب اور ایک رسالہ لکھا کتاب تو روض الازہر فی ماثر القلندر ہے جسکو حضرت غوث ملت کا ملفوظ کہنا چاہیے یہ ضخیم کتاب ہے آپنے اسمیں بضمن ملفوظ بہت سے مباحث علمیہ لکھے ہیں اکثر حاضرین مجلس سے فرمایا کرتے تھے کہ اس کتاب کے لکھتے وقت میرے قلب پر مضامین کا اتنا ہجوم ہوتا ہے کہ اگر لکھ نہ ڈالوں تو شاید قلب شق ہوجاے مگر افسوس کہ آپ کو اسکی تکمیل کی نوبت نہ آی مسئلہ سماع تک لکھا تھا کہ وصال ہوگیا آپ کے بعد اسکی تکمیل حضرت قطب الاقطاب نے کی۔

دوسرا رسالہ خصائل عشرہ فطرۃ کے بیان میں ہے جو تقریباً ڈیڑہ جزو کا ہے اسے اپنے شاگرد مولوی امام الدین کاکوروی کی فرمائش سے ایک جلسہ میں لکھا۔

آپ کے شاگرد بہت ہوے انمیں سے اکثر فاضل جید و عالم متبحر سب کے نام تو معلوم نہو سکے مگر جنھوں نے فراغ حاصل کیا وہ اسقدر ہیں مولانا حسن بخش نبیرۂ حضرت شاہ میر محمد قلندر مولانا نعمت علی ابن حضرت شاہ نظام علی قلندر مولانا مجد علی علوی مصنف تاریخ کابل وغیرہ مولانا عابد علی و مولانا شاہ واجد علی قلندر و مولانا حامد علی صاحبزادگان آنحضرت حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر و مولانا علی اصغر صاحبزادگان حضرت قطب الافراد مولوی حافظ ذاکر علی علوی برادر زادہ عمزادہ و داماد آنحضرت مولوی اکرام اللہ افسوں علوی مولوی افضل علی علوی نبیرۂ حمہ آنحضرت مولوی شیخ وزیر علی علوی داماد حضرت غوث ملت منشی حافظ عبد الصمد شہید متخلص بیوسفی کاکوروی ملا محمد نواب ولایتی مہاجر مدینہ طیبہ استاد مولوی ارشاد حسین رامپوری مولوی امیر شاہ خاں خالص پوری مولوی کریم بخش مچھلی شہری خلیفہ حضرت غوث ملت مولوی حیدر علی اول و مولوی حیدر علی ثانی مولوی محمد علی اعظم گڈھی مولوی قاضی علیم الدین خاں ابن قاضی وحید الدین خاں کاکوروی قاضی عظیم آباد پٹنہ مولوی حافظ محمد حسین

ساکن بڑا گانوں مولوی امام الدین علوی کاکوروی مولوی امیر الدین خاں ابن مفتی جلیل الدین خاں بہادر سفیر شاہ اودھ مولوی نعیم الدین خاں ابن مفتی حکیم الدین خاں کاکوروی مولوی رکن الدین مولوی بشیر الدین نبیرہ حاجی امین الدین محدث کاکوروی مولوی احسان علی بیگ کاکوروی مولوی ریاست علی کاکوروی مولوی سید حسین ابن شیخ عبد الحسیب ساکن دیوہ مولوی ضامن حسین سندیلی مولوی صلاح الدین عباسی کاکوروی مولوی محمد مہدی کاکوروی مولوی ہدایت اللہ ملیح آبادی مولوی سید علی کسمنڈوی مولوی عنایت اللہ سندیلی حضرت مرشدی مولائی حافظ شاہ محمد علی انور قلندر۔

آپ کو سلسلۂ عالیہ قادریہ میں حضرت غوث ملت سے بیعت تھی چوتھی شعبان روز جمعہ سنہ بارہ سو چھبیس میں مرید ہوئے اور اجازت و خلافت سلاسل ثمانیہ و اوراد و اعمال خاندانی بھی پائی۔ نیز اجازت و خلافت حضرت قطب الافراد سے بھی پائی۔

اذکار و اشغال کی تعلیم حضرت غوث ملت و حضرت شاہ انشاء اللہ قلندر سے پائی۔ آپ کو اویسی فیض حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی دہلوی سے بھی تھا۔

آپ کو سلوک میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی و حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید و حضرت شیخ فخر الدین عراقی و شیخ اوحد الدین کرمانی و شیخ احمد غزالی قدست اسرارہم کی روش بہت پسند تھی۔

ادائے عبادت نافلہ و صوم و صلوٰۃ و التزام آداب شریعت و طریقت میں یکتائے دہر تھے علاوہ اوراد و اشغال معمولہ خاندانی سو رکعت نفل روزانہ پڑھتے تھے جو زمانہ وفات تک ناغہ نہویں حتے کہ جس روز آپ کے چھوٹے صاحبزادہ جناب مولانا حامد علی قدس سرہ کی وفات ہوئی تو یہ حال تھا کہ نیت باندھتے تھے اور وہ شدت رنج و صدمہ سے ٹوٹ جاتی تھی آخر پوری ہی کی۔

بیشتر اوقات رو بقبلہ بیٹھتے تھے حضرت قطب الاقطاب فرماتے تھے کہ ایک روز آپ کے سامنے میں نے ایک کتاب میں پڑھا کہ جو شخص دس برس قبلہ رو بیٹھے اسکو جنت ملیگی آپنے فرمایا کہ مصنف کتاب یہ لکھتے ہیں اور مجھے پینسٹھ سال قبلہ رو بیٹھے ہوچکے ہیں محض اس خیال سے کہ شاید خدا اسی عمل سے

مغفرت کرے۔

باوجود کمال علمی و عملی آپ میں انکسار و تحمل اتنا تھا کہ کبھی کسی خادم و ملازم پر بھی خفا نہ ہوتے عوام الناس سے انھیں کیطرح ملتے تھے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں شیخی باشیخ کو پسند کرتا ہوں ایک بار حضرت عارف باللہ کے عرس میں مکان جاتے تھے دوکاندار دوکانیں لگائے تھے انھیں میں ایک عورت بھی دوکاندار تھی آپ نے کسی سے پوچھا کہ اسکی کس چیز کی دوکان ہے کہا کہ ساقن ہے گانجہ و چرس پلاتی ہے آپ کو غصہ آگیا فرمایا کہ سبحان اللہ حضرت صاحب کی روح مبارک اس سے کس قدر خوش ہوگی فوراً اسکو نکالو اُس نے گستاخانہ کہا کہ خیر اگر ایسا ہی اختیار ہے تو خدا کے یہاں سے بھی نکلوا دینا آپ یہ سنکر چپ ہوگئے اور تکیہ شریف پر واپس چلے آئے اور رو کر فرمایا کہ افسوس اسوقت ہدایہ و شرح وقایہ کے حجاب میں پڑکر میں اسپر غصہ ہوا اور اُسکا دل دکھایا پھر منتظم مطبخ سے فرمایا کہ روزانہ اسکو کھانا بھیجدیا کرو۔

اخفا و کتمان اتنا تھا کہ کبھی اپنے حالات و مقامات کی بابت کسی سے کچھ نہ فرمایا البتہ یوم وصال حضرت قطب الافراد وقت تجہیز و تکفین ایک مخلص سے رو کر اتنا فرمایا کہ مجھ سے اور بھائی سے کئی سال یہ مشورہ رہا کہ اس عالم سے انتقال پہلے کس کو کرنا چاہیے اگر آپ سبقت کریں تو تکیہ کی کیا حالت ہوگی اور اگر میں پیشقدمی کروں تو کیا ہوگا آخر یہی طے پایا کہ وہ پہلے انتقال کریں چنانچہ وہی آج ہوا اور میں نے اپنے لئے خدا سے پانچ سال اور زائد عمر مانگ لی تاکہ اس مدت میں جو میرے ذمہ چند امور ہیں اُن سے فراغت ہوجائے منجملہ اُنکے اس لڑکے (یعنی حضرت قطب الاقطاب) کی تکمیل تعلیم بھی ہے۔

آپکے ارشادات متعلق بسلوک و فقر بہت ہیں جنکو حضرت قطب الاقطاب نے تکملہ ارشاد الرحمن میں لکھا ہے انہیں سے چند یہاں لکھے جاتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ مقتضائے فطرت نفس آزادی ہے اگر شرع شریعت کی قید نہوتی تو خدا معلوم یہ کیا کرتا اسکی خاصیت یہ ہے کہ اپنی قسمت پر راضی نہیں رہتا اور زائد مانگتا ہے اور ظاہر ہے کہ طلب بیجا

کسقدر ذلت ہے چہ جائیکہ طلب غیر مقسوم لہٰذا اسکے خواہشات پر نہ جانا چاہیئے اور جو کچھ پیش آئے
اُسپر صبر و تحمل کرنا چاہیئے ۔

نفس اژدرہا است ایں کے مردہ است		از غم بے آلتی افسردہ است	

فرماتے تھے کہ اصل و منشا ریاضات و مجاہدات تہذیب نفس ہے اگر آنحضرت صلعم کا اتباع کامل حاصل ہوگیا تو اتباع حال بھی نصیب ہوگا کہ المواہب ثمار المکاسب ۔

فرماتے تھے کہ توکل سے مخالفت نفس مراد ہی جسکو خدا توفیق دے ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ توکل میں حق سبحانہ کی طرف توجہ رکھے اور غیر توکل میں خلق کی طرف اور قوت کفاف پر قناعت کرے اور طمع یعنے مادہ تشویش کو رفع کرے مولوی نبی یار خان صدر الصدور مرید حضرت غوث ملت نے آستانہ شریف کی حالت فقر و فاقہ دیکھکر آپ کیلئے عہدہ صدر الصدوری تجویز کیا اور اسکے متعلق کوشش کرکے آپ سے عرض کیا مگر آپ نے منظور نہ کیا فرمایا کہ میں اپنی موجودہ حالت کو آئندہ وقت پر ترجیح دیتا ہوں خدا تعالی رزق کا کفیل ہے جسطرح اُسنے مقدر کیا ہے ملیگا میں اپنی بقیہ عمر اسی حالت میں بسر کردینا چاہتا ہوں کسی ارباب دولت کے دروازہ پر خدا مجھے نہ لیجائے ۔

فرماتے تھے کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن نفس ہے آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ یہ ہرگز نافرمانی و خلاف ورزی سے باز نہیں آتا اسی لئے کہتے ہیں کہ نفس سے بڑھکر کوی چیز پیدا نہیں کیگئی اور نہ کسی مخلوق نے نفس کے سوا دعوۂ خدای کیا ۔

نفس را ہمعد سر است و ہمسری		از فراز عرش تا تحت الثری	

فرماتے تھے کہ اصول درویشی تین چیزیں ہیں کم کھانا کم سونا کم ملنا کم کھانے کے فوائد بہت ہیں ایک بزرگ فرماتے تھے کہ صوم دہر میں نے اسلئے اختیار کیا کہ چھ آدمیوں سے میں نے کم کھانے پینے کے متعلق پوچھا سب نے ایک ہی جواب دیا اطبا کے نزدیک اصول صحت جسمانی یہی ہے حکما کے نزدیک طلب حکمت میں بڑی چیز یہی ہے زاہدین و عابدین بھی عبادت حق کیلئے

نافع ترین اسی کو کہتے ہیں علما حفظ علم میں افضل اشیا اسی کو کہتے ہیں بادشاہ وملوک بھی لطیف تر شئے اسی کو جانتے ہیں اور عشاق بھی وصل معشوق کا قوی ذریعہ اسی کو خیال کرتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ دنیا راحت کی جگہ نہیں اور چونکہ سب دنیا میں اسی کے طالب ہیں اسلئے پریشان ہیں حضرت امام جعفر صادقؓ کا ارشاد ہے کہ جس نے وہ چیز مانگی جو پیدا ہی نہیں کیگئی اُسنے اپنی جان عذاب میں مبتلا کی لوگوں نے پوچھا وہ کون چیز ہے فرمایا کہ دنیوی راحت۔

فرماتے تھے کہ بہترین صفت طالب حق ادب ہے آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے ادبنی ربی فاحسن تادیبی ؎

ادب تاجیست از فضل الٰہی		بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی	

فرماتے تھے کہ بلا عمل وطلب باتوں سے کچھ نہیں ہوتا حضرت غوث پاک کا ارشاد ہے کہ التصوف ما اخذ من القیل والقال ولکن اخذ عن الجوع وترک الدنیا وقطع المالوفات والمستحسنات ؎

کارکن کار بگذر از گفتار		کاندریں راہ کار دارد کار	

فرماتے تھے کہ جفا وایذار خلق پر تحمل کرنا چاہیئے دیکھو آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ لقد اوذیت فی اللّٰہ مالم یوذ احد تو پھر اور کسی کو کیا کہا جاوے۔

فرماتے تھے کہ ساتوں طریقوں کی بنیاد چار امر پر ہے خاموشی وعزلت وبھوک و شب بیداری اور طریقہ قلندریہ میں ذلت وانکسار نفس اور خدا سے خوف اور شیخ کی محبت ہے۔

فرماتے تھے کہ اگر قیامت میں بارگاہ خداوندی میں مجکو کچھ رسوخ ہوا تو سب سے پہلے جاہل پیرزادوں سے دوزخ بھرونگا۔

چند روز قبل وفات سے پڑھانا اور لوگوں سے ملنا کم کردیا فرماتے تھے کہ اب ان سب سے نفرت معلوم ہوتی ہے یہ سب بکھیڑے ہیں کہاں ہیں کہاں یہ تعلقات ؎

من ملک بودم و فردوس بریں جایم بود		آدم آورد دریں دیر خراب آبادم	

ہر وقت عبادت و ظلیفہ میں مشغول رہتے تھے اور ذراسی توجہ الی الغیر میں منقبض ہوجاتے تھے بیشتر سکوت و تحیر میں رہتے تھے اور اذکار رحلت وکلمات شوق وصال معشوق حقیقی کہنا اور مخلصین صادقین کو ایسے فقرے لکھنا دستور ہوگیا تھا چنانچہ مولوی شاہ رکن الدین قلندر لاہرپوری کو تحریر فرمایا کہ فقیر کی عمر اب ستتر سال کی ہوئی وقت قریب آگیا اس بار ضرور عرس میں شریک ہوکر باہمی ملاقات غنیمت سمجھنا چاہئے اسیطرح پانچویں جمادی الاولی یوم فاتحہ حضرت غوث ملت مجمع عام میں ایک مخلص سے فرمایا کہ اب کی عرس شریف میں بہت لوگ سلسلہ علیہ قلندریہ میں مرید ہوئے معلوم نہیں ہمیں کیا راز ہے کہیں مجکو حضرت سید نجم الدین غوث الدہر قلندر کا مقام تو نہیں ملا ہے۔

بارہ رجب روز جمعہ کو کچھ آپ کی طبیعت کسلمند ہوئی خلاف معمول بعد نماز جمعہ قیلولہ کیا حاضرین نے مزاج پوچھا فرمایا کہ کئی روز سے بخار کی صورت سامنے آتی ہے خیال ہوتا ہے کہ کہیں بیمار نہو جاوں پھر کچھ دیر کے بعد اٹھ بیٹھے رات کو بالکل نیند نہ آئی صبح کی نماز کے بعد پھر آرام فرمایا جب روز روشن ہوا تو حضرت قطب الاقطاب حسب معمول سلام کیلئے حاضر ہوئے آپ کی آنکھیں سرخ دیکھکر مزاج کا حال پوچھا فرمایا کہ شب کو نیند نہیں آئی اسی اثنا میں حضرت فخر الکاملین بھی بالاخانہ سے اتر کر حاضر ہوئے اور مزاج پوچھا حال بیان فرمایا پھر کچھ دیر سکوت کرکے پوچھا کہ حضرت غوث الاعظم و حضرت کلید عرفاں و حضرت عارف باللہ کی وفات کس طرح ہوئی سب کو اس سوال سے تعجب ہوا حکیم بخشش علی صاحب بلائے گئے انھوں نے نبض دیکھکر کہا کہ کوئی اندیشہ کی بات نہیں صرف ہضم کا فتور ہے تنقیہ مناسب تھا لیکن بنظر ضعف پیرانہ سالی تامل ہوتا ہے۔

اسکے بعد اگرچہ بظاہر زیادہ بخار نہیں رہا لیکن روز بروز طبیعت گرتی رہی خبر علالت سنکر احمد علیخاں صاحب مولوی حکیم لطف اللہ کو لیکر لکھنؤ سے آئے انھوں نے بھی علاج کیا مگر فائدہ نہوا زیادتی ہی ہوتی گئی دوشنبہ کی رات سے بیہوشی بڑھ گئی اسی بیہوشی میں آپ بھائی

ہاں بھائی فرماتے تھے حضرت فخر الکاملین نے پوچھا کہ کیا حضور کو بھائی نظر آتے ہیں فرمایا ہاں عرض کیا کہ کچھ ارشاد فرمائیے فرمایا کہ قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون ان ارشادات سے اور بھی سب مایوس پریشان ہو گئے آخر ستره رجب روز چارشنبہ کو جو یوم ولادت حضرت عارف باللہ وتاریخ وصال حضرت سید خضر رومی قلندر قدس سرہما تھی ڈیڑھ بجے دن کو آپ نے وصال فرمایا بعد نماز عصر تجہیز و تکفین ہوی اور شب پنجشنبہ وقت نماز عشا جانب مشرق پائین روضہ حضرت غوث ملت دفن ہوے۔

مولوی رشید الدین خاں نے واقعات رشیدی میں لکھا ہے کہ روز وفات حضرت مولانا جب میں نے سنا کہ آپ پر سکرات طاری ہے تو مجھے اسکا رنج ہوا کہ افسوس بوجہ علالت زیارت سے محروم رہا جاتا ہوں اسی رنج میں کچھ غنودگی آگئی دیکھا کہ تکیہ شریف پر حاضر ہوا وہاں برآمدہ کے نیچے ایک شیر ٹہل رہا ہے کل زنجیریں توڑا چکا ہے صرف گلے کی زنجیر باقی ہے میں خوف زدہ ہو کر زینہ پر چلا گیا وہاں کمرہ میں آپ کو آرام کرتے دیکھا میں بھی وہیں قریب تخت پر لیٹ گیا کچھ دیر کے بعد دیکھا کہ لوگ مجکو جبراً زینہ کے نیچے لئے جاتے ہیں اور میں شیر کے خوف سے جانا نہیں چاہتا آخر سب نے مجھے پلنگ پر ڈالکر نیچے چھوڑ دیا میں نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں تو بجائے شیر کے مجمع کثیر پایا جنمیں بعض لوگ وضو کر رہے تھے میں نے آپ کا حال پوچھا معلوم ہوا کہ وصال فرمایا آنکھ کھلتے ہی آپ کی خبر وصال سنی میں نے دل میں کہا کہ واقعی مولانا اسد اللہ تھے۔ تاریخ وفات از مولوی غلام امام شہید امیٹھوی سے

جنید زماں شبلی عہد خویش	تقی علی مرشد اہل دیں
بہار گلستاں از و مستفیض	گل از خرمن فیض او خوشہ چیں
دم فکر سال وصالش ز غیب	رسید ایں ندا کاے شہید حزیں
سزد گر بگوئی بتاریخ او	جنید آمده در بہشت بریں

دیگر از خان بہادر منشی تاج الدین صاحب جذب کاکوروی سے

حضرت شاہ تقی مرشد غلو	صاحب فیض رفیع الدرجات
جب ہوئے آپ جہاں سے رخصت	لفظ رخصت سے ملا سال وفات ۱۲۹۰

آپ کا مختصر قبہ شریف منشی عبدالحی عرشی کاکوروی نے بنوایا۔

آپ کے خلفاء و مجاز و فقراء یہ حضرات ہوئے حضرت فخر الکاملین مولانا شاہ علی اکبر قلندر حضرت قطب الاقطاب مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر۔ شاہ علی احمد معروف بہ شاہ حبیب نور قلندر خیرآبادی سرگروہ فقراء آزاد لاہرپور مولوی شاہ رکن الدین قلندر لاہرپوری قاضی خواجہ محمد ابن قاضی خواجہ منظفر ملکاپوری میر شاہ منصب علی طالب شاہ کرسوی شاہ عبدالغنی کرسوی ہدایت شاہ کاکوروی بلاقی شاہ۔

سوئم کے روز حسب وصیت آپ کا خرقہ حضرت قطب الاقطاب کو پہنایا گیا اور حسب اصرار مولوی شاہ وجیہ الدین حضرت فخر الکاملین نے اپنا لباس مولانا شاہ واجد علی قلندر کو دیا اور حافظ صاحب سے فرمایا کہ بھائی چونکہ مجھ سے عمر میں بڑے ہیں اور آپ ہم دونوں سے بڑے اور حضرت غوث ملت کے خلیفہ بھی ہیں لہذا مناسب ہے کہ آپ ہی انکو پہنا دیجے چنانچہ انھوں نے پہنا دیا پھر جب برسم تعزیت مولوی شاہ رکن الدین قلندر گئے تو انھوں نے حضرت مولانا شاہ واجد علی قلندر کے سر پر دوپٹہ باندھا اور لاہرپور جاکر اجازت نامہ لکھ کر بھیجدیا۔

آپ کے واقعات کرامت۔ شیخ سعیدالدین صاحب کہتے تھے کہ ایک بار میں رخصت ہونے حاضر ہوا آپ کسی اور سے مخاطب تھے باتوں میں اتنی دیر لگی کہ ریل کے جانے کا وقت آگیا میں نے دل میں کہا کہ باتیں ختم ہوں تو میں رخصت ہوں مگر باتیں ختم نہوئیں تب مجبوراً اٹھا اور عرض کیا کہ وقت نکلا جاتا ہے لہذا رخصت ہوں آپ نے فرمایا کہ فی امان اللہ مگر رخصت کرتے وقت کچھ تبرک حسب معمول نہ دیا مجھے خیال ہوا کہ اسوقت آپ نے کوئی چیز ترکاری وغیرہ مجکو عنایت نہیں کی اسی خیال میں جارہا تھا کہ آپ نے مجکو آواز دی اور فرمایا کہ ذرا ٹھہر جاؤ میں ٹھہر گیا آپ نے والدہ ہی ملازم خاص سے فرمایا کہ انکے لیے مٹھائی لاؤ مگر اسوقت ترکاری نہیں ہے پھر کچھ دیر کے بعد

کہ ایک بیں بھی رکھا ہے وہ بھی لاؤ بجاے ترکاری میں نے لیا اور رخصت ہوا۔

کرامت محمد احمد خاں تعلقدار خلف فقیر محمد خاں رسالدار ملیح آبادی (جنکو علاوہ خصوصیت قدیمہ خاندانی آپ سے خاص نیاز و خلوص تھا) کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا جسکو وہ چلہ نہلا کر آپ کے حضور میں لاے اور قدموں پر ڈالدیا آپ نے ازراہ شفقت تسبیح اُسکے مُنھ کے سامنے کر کے فرمایا کہ پٹھان کہو اللہ اُس نے بہ آواز بلند و فصیح اللہ کہا جسکو سنکر خانصاحب وغیرہ نے کہا کہ یہ حضور کی کرامت ہے ورنہ اتنا سا بچہ کب کہہ سکتا ہے کچھ دنوں کے بعد وہ لڑکا مر گیا خانصاحب کو سخت صدمہ ہوا تین روز تک اُسے دفن ہونے دیا بعد فہمایش بسیار اپنی ڈیوڑھی میں دفن کیا اُسی شدت پریشانی میں چند عرایض بھی آپ کے حضور میں اُسکو زندہ کر دینے کے متعلق بھیجے اور پھر بیقرار ہو کر خود حاضر ہو کر عرض کیا کہ معجزہ احیاے میت حق ہے اور اکثر اولیا اللہ سے ایسی کرامتیں ظاہر ہوییں کیا اس زمانہ میں اب کوی ایسا نہیں ہے فرمایا کہ ہیں کیوں نہیں کچھ دنیا اس سے خالی تھوڑی ہے دیکھنے والا چاہیے اللہ تم کو صبر جمیل و نعم البدل عطا کرے اسی قسم کی باتیں کر کے اُنکو رخصت کر دیا بمصداق ؎

اولیا را ہست قدرت از اِلٰہ	تیر جستہ باز آرندش ز راہ

آپ کی دعا نے یہ اثر دکھایا کہ اُسی زمانہ میں اُنکے گھر میں امید ولادت پھر ہوی جس سے فی الجملہ اُنکا اضطراب کم ہوا اور وہ خوش ہو کر سمجھے کہ اس ارشاد کا مطلب یہ تھا تب اُنھوں نے یہ اصرار شروع کیا کہ جسطرح یہ امید محض ببرکت ارشاد ہوی ہے اسیطرح یہ بھی ہو کہ اولاد نرینہ ہی پیدا ہو آپ نے جواب میں لکھا کہ امور خداوندی میں دخل نہ دو جس نے اس نعمت کی امید دی ہے وہ یہ بھی کر سکتا ہے جب ایام مقررہ گذرے تو اُسیوقت یہ لڑکا پیدا ہوا جسوقت پہلا لڑکا ہوا تھا خانصاحب بہت خوش ہوے اور اُنکی عقیدت اور بھی بڑھگئی اُسیوقت اُنھوں نے آپ کو اطلاع کی آپ نے بشیر احمد نام رکھا۔

کرامت شیخ تصدق حسین ساکن اناؤ مرید حضرت غوث ملت جو حاضرین آستانہ سے

تھے اور آپ کی اجازت سے اکثر اسماء ادعیہ کی زکوٰۃ دے چکے تھے بیان کرتے تھے کہ ایک بار میں نے اسم یارحیم یا تکبیر عاشقاں کی زکوٰۃ دی دوسرے روز آپ نے مجھکو بلا کر گائے کے کباب دیئے اور فرمایا کہ کھاؤ مجھے اتنی قدرت ہے کہ باوجود ممانعت تم کو کباب کھلاؤں اور کچھ نقصان نہوئیں کھلائے دیتا ہوں مگر تم ایسا نہ کرنا کہ از خود کھالو میں نے کباب کھائے اور زکوٰۃ پوری کی اور کسیطرح کی مضرت و رجعت نہوئی

کرامت مولوی فریدالدین خاں محدث کاکوروی بیان کرتے تھے کہ جس زمانہ میں میں رامپور میں اپنے چچا مفتی ریاض الدین خاں کے ساتھ تھا اُسی زمانہ میں نواب کلب علیخاں کا عزم زیارت حرمین شریفین کا ہوا اور اُنھوں نے ترتیب فہرست ہمراہیان کا حکم دیا چونکہ عرصہ سے مجکو بھی زیارت کا شوق تھا اور دل سے چاہتا تھا کہ اگر نواب صاحب بلا میری استدعا کے مجکو اپنے ساتھ لے جاتے تو بہتر ہوتا اُسی زمانہ میں وطن آیا اور بروقت حاضری عرض کرنا چاہا تھا کہ خود ہی فرمایا کہ تم حج کرنے جاؤگے وہاں پندرہ مقام پر دعا قبول ہوتی ہے اُن مقامات پر میرے لئے دعا مانگنا خاتمہ بخیر ہونے کی بھول نہ جانا میں جب واپس گیا تو معلوم ہوا کہ میں بھی مع مفتی صاحب کے نواب صاحب کے ہمراہیوں میں منتخب ہوا ہوں مجکو نہایت مسرت ہوی جب زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوا اور حسب وعدہ اُن مقامات پر آپ کے لئے دعا مانگنا چاہی تو ہر مقام پر آپ کو اپنے سامنے سبز عمامہ باندھے دیکھا مگر بوجہ رعب و ہیبت بات نہ کر سکا وطن واپس آکر واقعہ عرض کیا مسکرا کر فرمایا کہ اور کسی سے ذکر نہ کرنا میں نے عرض کیا کہ یہ واقعہ تو ضرور بیان کرونگا آپ خاموش ہو رہے۔

کرامت شیخ عبدالعزیز آپ کے مرید بیان کرتے تھے کہ میں ضلع سلطانپور میں ملازم تھا وہاں عملہ والوں نے مجھ پر مقدمہ قایم کرا دیا اور قید کرانے کی فکر میں ہوے میں نے بہت کوشش کی مگر مقدمہ درست نہوا پیشی کے روز رو کر میں نے آپ کو یاد کرکے عرض کیا کہ یا حضرت مدد فرمایئے یہی مدد کا وقت ہے اور کچہری روانہ ہوا راستہ میں ایک پل پڑتا تھا جب اُس پار گیا دیکھا کہ آپ وہی مبارک پرچیا اوڑھے تشریف لا رہے ہیں جب میرے قریب آئے تو چند قدم کے فاصلہ سے پکار کر فرمایا کہ عبدالعزیز بیدل نہو مقدمہ تمھارے موافق ہوگا یہ فرما کر آگے بڑھ گئے میں اسقدر مضطرب تھا

سعد موسی بھی نہ کر سکا جب کچہری میں مقدمہ پیش ہوا تو وکلاے سرکار نے میرے مخالف خوب بحث کی اور مجکو سزا دلانے میں کوی دقیقہ اٹھا نہ رکھا لیکن بتوجہ مرشدی کسی کی نہ چلی اور میں بری ہو گیا۔

کرامت خواجہ عطاء اللہ کشمیری لکھنوی آپکے مرید بیان کرتے تھے کہ ایک روز میں افلاس سے بہت پریشان ہوا ہر طرح کے خطرے دل میں آتے تھے آخر یہ خیال جم گیا کہ تبدیل مذہب کر دینا چاہیے اسی خیال میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ برآمدہ میں تشریف فرما کسی سے باتیں کر رہے تھے میں خاموش بیٹھ گیا دفعۃً مجھ سے فرمایا کہ میاں عطاء اللہ تبدیل مذہب سے کیا ہوگا کبھی ایسا نہ کرنا خدا مسبب الاسباب ہے تنگی و آسانی تو آدمی کے ساتھ لگی رہتی ہے میں جانتا ہوں کہ آجکل تم بہت پریشان ہو دعا سے غافل نہیں ہوں خدا غیب سے سامان کریگا گھبراو مت میں یہ سنکر نہایت شرمندہ ہوا اور دل سے توبہ کی اسی ہفتہ میں خداوند تعالیٰ نے ببرکت آنحضرت مجھ پر رزق کا دروازہ کھول دیا چنانچہ ابتک اطمینان سے بسر کرتا ہوں۔

کرامت شیخ مشتاق علی جے پوری آپکے مرید بیان کرتے تھے کہ ایک بار میں نے اور میرے چچا منشی فدا علی نے تکبیر عاشقاں کی زکوۃ دینا چاہی آپ سے عرض کیا ارشاد ہوا کہ بہتر ہے مگر اسکی زکوۃ میں دقتیں ہیں سب سے آسان طریقہ ایک روز میں زکوۃ دینے کا ہے مگر اسمیں بھی تمام شرایط زکوۃ کا لحاظ ضروری ہے ہمیں آکر مسجد میں زکوۃ دو غرض جمعرات کے روز آٹھ بجے صبح سے عمل شروع کیا جب قریب ختم کے پہونچا تو معلوم ہوا کہ ایک شعلہ آتش مسجد کے باہر سے آیا جسکو دیکھکر اتنا خوف معلوم ہوا کہ زبان لکنت کرنے لگی اور دعا بھولنے لگے ہر چند ہم چاہتے تھے کہ عمل پورا کر ڈالیں مگر زبان چلتی نہ تھی قریب تھا کہ عمل ناقص ہوجاے یکایک معلوم ہوا کہ آپ منبر کے قریب بیٹھے فرماتے ہیں کہ عمل ختم کیوں نہیں کرتے یہ فرما کر نظر سے غائب ہو گئے اور وہ شعلہ بھی غائب ہو گیا اور حواس بجا ہو گئے اور عمل بخیر و خوبی ختم ہو گیا۔

کرامت منشی صفدر حسن صاحب بیان کرتے تھے کہ میرا ایک معاملہ ایک شخص سے پڑا ایک روز میں نے سُنا کہ کل صاحب معاملہ مجھ سے یہ باتیں کہیں گے میں پریشان ہوا کہ ان باتوں کا جواب کیا

دونگا اسی پریشانی میں سو رہا خواب میں دیکھا کہ آپ پردہ میں ہیں میں نے آپکی آواز پہچانی آپ نے مجھ سے اُس شخص کی تمام باتیں بیان کیں اور ہر بات کا جواب بتایا میں خوش ہو کر جاگ پڑا تو سب مجھے یاد تھا جب اُس سے گفتگو ہوئی تو وہی سوالات و جوابات ہوئے آخر وہ چپ ہو گیا اور کسی بات کا جواب نہ دے سکا۔

کرامت منشی صفدر حسن کے گھر میں امید ولادت تھی قریب زمانہ ولادت اُنکی بیوی کو ہیضہ ہو گیا ہاتھ پیر کے ناخن سیاہ ہو گئے اور زہر جسم میں پھیل گیا سب لوگ یہ حالت دیکھکر مایوس ہو گئے شیخ فدا حسین صاحب خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے تشریف لے چلنے کیلئے عرض کیا چونکہ قطع نظر ارادت نسبت قرابت بھی تھی آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ میرا کام دعا کرنا ہے اور وہ کچھ جانے پر موقوف نہیں مگر اُنھوں نے نہ مانا آخر آپ تشریف لیگئے سب نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور صحت مریضہ کیلئے عرض کیا آپ نے فرمایا کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے رحم فرمائیگا یہ فرما کر اُٹھ کھڑے ہوئے دروازہ مکان تک پہونچے تھے کہ اُنکے صحیح و سالم لڑکا پیدا ہوا زہر کے اثر سے تمام جسم اُسکا سیاہ تھا مگر چند ہی روز میں سیاہی جاتی رہی اور اُسکی ماں بھی اچھی ہو گئی۔

کرامت آپ کی وفات کے بعد ایک بار شیخ سعید الدین صاحب کی بیٹی قریب زمانہ ولادت تپ لرزہ میں مبتلا ہوئیں اور سوء تدبیری سے حمل ساقط ہوا اور مرض کزاز پیدا ہو گیا جسقدر علاج کیا گیا اُسیقدر مرض بڑھتا گیا یہانتک کہ زندگی سے نا امیدی ہو گئی ایکروز نبضیں بھی ساقط ہو گئیں حکیم معالج پریشان ہو گئے اور گھر میں کہرام مچگیا علاوہ اسکے شیخ صاحب نے اس سے قبل خواب میں دیکھا تھا کہ ایک بزرگ نے اُن سے فرمایا کہ اگر داغ قبول کرو تو بہشت پاؤ اُنھوں نے جواب دیا کہ مجھے داغ قبول ہے اس خواب کی وجہ سے بھی نا امیدی تھی غرض اُسی پریشانی میں حافظ سراج الدین صاحب بیتابانہ آپ کے مزار پر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ چچا صاحب تو اپنے وعدہ پر قایم ہیں مگر ہم لوگوں کا گھر برباد ہوا جاتا ہے یہ کہکر مزار پر سر رکھدیا اور رونے لگے اُسی حالت میں اُنھوں نے دیکھا کہ ایک حجرہ ہے جسمیں آپ تشریف فرما ہیں اور ایک ضعیف و نحیف لڑکی روبرو کھڑی ہے آپ نے اُسکا ہاتھ

پکڑکر اُن سے فرمایا کہ تو اُنھوں نے عرض کیا کہ میں ایسی کمزور کو لیکر کیا کروں کچھ دیر کے بعد وہ صحیح وتندرست ہوگئی آپ نے پھر اُسکا ہاتھ پکڑکر اُنکو دیا اُسی حالت میں منشی عبدالقیوم صاحب نے آکر اُنکو اُٹھایا اُنھوں نے اُن سے پوچھا کہ یہاں کوئی اور بھی تھا جو باتیں کر رہا تھا انھوں نے کہا نہیں وہ متحیر مگر مطمئن ہوکر گھر گئے اور حکیم صاحب کو بُلاکر پھر نبض دکھائی انھوں نے حیران ہوکر کہا کہ خدا کی قدرت ہے کہ نبض ساقط پھر عود کر آئی پھر مقویات و مفرحات دیے گئے جس سے طاقت آئی رفتہ رفتہ کچھ دنوں میں وہ بالکل اچھی ہوگئیں۔

کرامت منشی تقی حیدر عرف ابن صاحب بیان کرتے تھے کہ میرے والد مولوی عبدالباقی خانصاحب پر آپ کی بہت عنایت تھی ایک بار جب میرے والد فکر روزگار سے بہت پریشان ہوے تو حاضر ہوکر عرض کیا کہ حضور اب گذر بسر بہت دشوار ہوگئی ہے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں معلوم ہوجاے گا چنانچہ اُسی روز خواب دیکھا کہ ایک گھوڑے پر سوار آپ تشریف لاے اور اُنکو بھی اُسی پر اپنے آگے بٹھایا پھر چلے پہلے اورنگ آباد پہونچے پھر بیڑ وہاں سے اور کئی جگہ ہوتے ہوے بعد پھر گلبرگہ شریف پہونچے وہاں پہونچکر گھوڑے کے پیر زمین میں دھنس گئے دونو اُتر پڑے اور اُنکی آنکھ کھل گئی اُسکے بعد ہی سے اسکا ظہور شروع ہوا یعنی پہلے تقرر مددگار صوبیداری ضلع اورنگ آباد میں ہوا اسکے بعد جو تبادلے ہوے وہ وہی مقامات تھے جہاں جہاں گھوڑا گیا تھا وہ کہا کرتے تھے کہ میرا انتقال گلبرگہ ہی میں ہوگا جہاں گھوڑے کے پیر دھنس گئے تھے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

کرامت منشی ولی حسن بیان کرتے تھے کہ جب میرے دادا مولوی عبدالباقی خانصاحب کا انتقال ہوا تو میرے والد منشی تقی حسن صاحب سخت پریشان تھے کہ اب زندگی کیونکر بسر ہوگی شب میں انھوں نے آپ کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا کہ تم کیوں پریشان ہو میں تمھارا باپ موجود ہوں پھر فرمایا کہ آٹھ سال کے بعد تم کو فلاح ہوگی چنانچہ آٹھویں برس بارہ سو کی تعلقداری ملی اسکے بعد آپ نے اُنکا ہاتھ پکڑا اور مکان کی پشت پر تشریف لیگئے تو ایک بہت پرفضا باغ

لگا ہوا تھا اور اُسمیں ایک لانبی قبر بنی ہوئی تھی جیسے آپ وروہ قریب پہونچے کہ قبر شق ہوئی ا ور ایک بزرگ اُسمیں سے برآمد ہوے پوچھا کہ آپ نے کیسے تکلیف کی فرمایا کہ انکو آپ کے پاس لیکر آیا ہوں یہ آپ کے سپرد ہیں انکو جسوقت ضرورت ہو آپ مدد فرمایا کریں اسکے بعد وہاں سے تشریف لے آئے یہ قصہ ناندیر کا ہے جبکہ میرے والد دوم تعلقدار تھے صبح کو جب وہ اُٹھے تو رات کا خواب یاد تھا اور اُس باغ و قبر کا نقشہ ہو بہو پیش نظر تھا چنانچہ اُسیوقت سے آنھوں نے ہم سب نیز پولیس کو حکم دیا کہ ناندیر میں اس جگہ کی تلاش کریں کئی روز تلاش جاری رہی مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا اتفاقاً ایک روز میرے چچا منشی تقی حیدر عرف ابن صاحب ٹہلنے جارہے تھے راستہ میں اُنھوں نے وہی مقام دیکھا جو میرے والد نے خواب میں دیکھا تھا چنانچہ واپس آکر بیان کیا میرے والد فوراً گئے تو دیکھا کہ واقعی وہی باغ ہے اور وہی قبر اُسی جگہ پر بنی ہے۔

قاضی خواجہ محمد ملکاپوری

آپکے آباء واجداد شہر برہانپور قدیم دارالحکومت صوبہ خاندیس کے باشندہ تھے آپکے مورث اعلےٰ شیخ محمد ابن فضل اللہ اپنے زمانہ کے فضلاء و کملاء میں ممتاز سمجھے جاتے تھے اُنکے حالات ملفوظات و تواریخ میں موجود ہیں آپ کا سلسلہ نسب حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی تک پہونچتا ہے آپ کی ولادت سنہ بارہ سو تیئیس میں ملکاپور مضاف صوبہ برار کے ایک ایسے خاندان میں ہوئی جسمیں ہمیشہ سے علم وفضل کا چرچا اور اذکار و اشغال کا شغل رہا کرتا تھا آپ عالم ومتقی وفقیہ تھے اور صالحانہ زندگی بسر کرتے تھے اگرچہ ابتدا میں سلسلہ پیری ومریدی جاری رہا اور فیوض ظاہری وباطنی سے خلق فیضیاب ہوتی رہی مگر جب قاضی عبداللہ قاضی ملکاپور کی بیٹی سے آپ کا نکاح ہوا اور قضا وخطابت پرگنات ملکاپور و ناندورہ آپسے متعلق ہوئیں تب سے ان مشاغل کی وجہ سے سلسلہ رشد وارشاد کم ہوگیا سنہ بارہ سو اٹھاسی میں آپ منشی تاج الدین حسین خاں کا کوروی اسسٹنٹ کمشنر صوبہ برار کے ہمراہ یہاں آئے اور حضرت

مقتدلے جہاں کے سلسلہ عالیہ قادریہ میں پندرہ محرم روز شنبہ کو مرید ہوے اور خرقہ فقر مع اجازت و خلافت حاصل کرکے وطن واپس گئے آپ کی وفات بعمر ستر سال تیئیس جمادی الاخر سنہ بارہ سو ترانوے ہجری میں ہوی مزار ملکاپور میں ہے زائد حالات دریافت نہوے۔

حضرت شاہ رکن الدین قلندر لاہر پوری

ابن مولوی سید معین الدین بن مولوی سید محمد حامد ہرگامی خلیفہ حضرت حجۃ العارفین لاہر پوری بن مفتی سید عصمت اللہ خلیفہ حضرت غوث العالمین لاہرپوری بن مفتی سید غلام احمد خلیفہ حضرت شاہ یسین قلندر لاہرپوری بن ملا سید معزالدین خلیفہ حضرت سید العرفا لاہرپوری بن مفتی سید محمد شفیع خلیفہ حضرت شیخ ابوسعید نبیرہ حضرت قطب جہاں لاہرپوری بن مفتی سید اسد اللہ بن مفتی سید اسمٰعیل خلفا حضرت شاہ عبدالسمیع قلندر ابن حضرت سید خضر ہرگامی خلیفہ و شاگرد و داماد حضرت قطب جہاں۔

آپ کی ولادت غرہ محرم الحرام روز دوشنبہ سنہ بارہ سو چوالیس میں ہوی آپ کو تلمذ علوم درسیہ میں مولوی محمد فضل لاہرپوری از نبائر حضرت قطب جہاں مولف نسب نامہ حضرت سید العرفا قدس سرہ سے تھا۔

آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں آٹھ جمادی الاخر روز دوشنبہ سنہ بارہ سو چوراسی میں حضرت قطب الافراد مولانا شاہ حیدر علی قلندر سے بیعت کی اور اجازت و خلافت مع خرقہ فقر اٹھائیس ذیحجہ سنہ بارہ سو تاسی میں حضرت مقتدلے جہاں مولانا شاہ تقی علی قلندر سے پای اور صاحب طبقہ ہوے حضرت غوث ملت نے اصول المقصود میں لکھا ہے کہ صاحب طبقہ وہ ہے جس سے اسکے شیخ کی اولاد خلافت پاوے چنانچہ بعد وفات حضرت مقتدلے جہاں اُنکے منجھلے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ واجد علی قلندر نے آپ سے لباس فقر پہنا اور اجازت و خلافت پای۔

چونکہ آپ کے نانا حضرت شاہ عبدالرحمن قلندر ثالث عرف حاجی میاں کے کوی لڑکا نہ تھا

اولاد نہ تھی لہذا اُنھوں نے اپنی وفات سے کچھ پہلے آپ کو آپ کے حسب خواہش اپنے بعد اجازت سجادہ نشینی و تولیت درگاہ حضرت شاہ علاء الدین چرمینہ پوش و حضرت قطب جہاں وغیرہ کی لکھ دی تھی۔

اُنکی وفات کے بعد آپ کو فاتحہ چہلم کے روز حضرت قطب جہاں کے روضہ میں مشایخ خیرآباد و کھیری کے روبرو حضرت شاہ علی احمد عرف شاہ حبیب نور قلندر خیرآبادی خلیفہ حضرت مقتدائے جہاں و حضرت حاجی میاں نے خرقہ پہنایا۔

آپ نے اپنے زمانہ میں اشاعت احکام شرعیہ میں بہت کوشش کی ایک شخص نوربان ساکن ہرگام سے آپنے روزہ و نماز کی تاکید کی لیکن جسقدر آپ تاکید کرتے تھے اُسیقدر وہ انکار کرتا تھا حتے کہ اُسکے لڑکوں نے اُسکو نکال دیا اسپر بھی وہ تائب نہوا آپنے پھر تاکید کی اور کہا کہ جب تو مریگا تو کوئی تیری تجہیز و تکفین نہ کریگا اُس نے کہا نہ سہی زمین تو پوچھےگی آپنے کہا کہ زمین بھی قبول نہ کریگی چنانچہ جب وہ مرا اور دفن کیا گیا تو صبح کو اُسکی نعش قبر سے باہر پڑی ملی۔

ایک بار ایک ٹھاکر آپ کے پاس کسی ضرورت سے آیا آپنے کہا کہ کل آنا اُسکے ساتھی نے کہا کہ کل ٹھاکر کہیں اور جانیوالے ہیں آپنے کہا کہ ٹھاکر زندہ کب رہیں گے جو کل جائیں گے دوسرے روز معلوم ہوا کہ وہ اُسی روز اپنے مکان پر پہونچکر مرگیا۔

آپنے تقریبًا بیس سال خدمت سجادگی انجام دیکر بعمر ترسٹھ سال انیس شعبان دوشنبہ وقت ظہر سنہ تیرہ سو چھ میں وفات پائی۔

آپ کا مزار چبوترہ مزارات حضرات صاحب سجادگان لاہرپور درمیان مسجد و روضہ حضرت سید العرفا ہے۔

آپکے خلفا یہ حضرات ہوے حضرت مولانا شاہ واجد علی قلندر شاہ برکت علی قلندرپوری ازاولاد حضرت رئیس العارفین شاہ قطب اعظم الہ آبادی حکیم سید مشرف حسین خیرآبادی

شاہ محمد اسماعیل قلندر خلف و خلیفہ جانشین۔

حضرت شاہ واجد علی قلندر کاکوروی

آپ کی ولادت تقریباً سنہ بارہ سو بیالیس میں ہوئی آپ نے کتب درسیہ اپنے والد سے پڑھیں اور ابتداً میں درس بھی دیا۔

آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت غوث ملت سے بیعت تھی گیارہ ربیع الآخر روز دوشنبہ سنہ بارہ سو انسٹھ میں مرید ہوئے اذکار و اشغال کی تعلیم اپنے والد سے پائی اور اوراد و وظائف کے پابند تھے۔

تصنیف و تالیف کا اتفاق نہ ہوا آپ نے سیاحت زائد کی اسی کی وجہ سے وطن میں قیام کم ہوتا تھا کیفیت جذبی بڑھی ہوئی تھی اکثر باتیں جذب آمیز ہوتی تھیں۔

آپ کو اجازت و خلافت مولوی شاہ رکن الدین قلندر لاہرپوری و حضرت شاہ علی اکبر قلندر الہ آبادی سے تھی آپ کے مریدین بہت ہوئے قریب اُنہتر سال کے عمر ہوئی ماہ ربیع الاول سنہ تیرہ سو گیارہ میں آپ کو سخت بخار آیا اور باوجود علاج علالت میں زیادتی ہوتی گئی ماہ ربیع الاخر میں بعد ختم عرس آپ نے حضرت قطب الاقطاب سے فرمایا کہ ہم بوجہ تمہاری سعادت و خدمت کے تم سے بہت راضی و خوش ہیں اور تم کو اپنے وظائف کی کتابیں مع اجازت و خلافت سلاسل و خرقہ فقر کے دیتے ہیں ہمارے مریدین کی خبر گیری کرنا اور ہمارا فاتحہ بھی کرنا اُنھوں نے عرض کیا کہ میں کسی کی حق تلفی نہیں چاہتا مجکو جو کچھ حضرت مقتدئے جہاں عنایت فرما گئے ہیں وہی کافی ہے فرمایا کہ میں بحکم دیتا ہوں نہ از خود اور ورثہ کے حقوق سے کیا بحث کچھ میں اپنی جائداد تھوڑے دے رہا ہوں وہ خاموش ہو گئے۔

آپ کی وفات کے بعد اکثر عمائد کاکوری نے اُن سے آپ کی جگہ پر بیٹھنے کیلئے کہا مگر اُنھوں نے منظور نہ کیا بعد ایک ہفتہ کے تیسری جمادی الاول روز جمعہ وقت شب دو بجے آپ نے

انتقال کیا دوسرے روز صبح کو تجہیز و تکفین کے بعد ایک بجے حریم روضہ حضرت غوث ملت میں جانب مغرب دفن ہوئے۔

چونکہ آپ کی وفات بارہ دری واقع تکیہ شریف میں ہوئی لہذا حضرت فخر الکاملین کی رائے ہوئی کہ وہاں سے نعش خانقاہ میں اٹھا لے جانا چاہیئے کسی نے کہا کہ بارہ دری سے خانقاہ میں جانے کا دروازہ وسیع نہیں ہے چارپائی نہ نکلے گی لہذا صدر دروازہ سے لے چلنا چاہیئے یا چارپائی بدل دیجائے چارپائی و دروازہ کا عرض جو ناپا گیا تو چارپائی بڑی نکلی مگر حضرت فخر الکاملین نے فرمایا کہ نہیں ادھر ہی سے لے چلنا چاہیئے تعمیل ارشاد کی گئی بتصرف حضرت اسی دروازہ سے چارپائی نکل گئی تاریخ وفات از منشی ولایت علیخاں معروف بشاہ عزیز اللہ چشتی صفی پوری سے

روز شنبہ چاردہم شب از جمادی الاولین	آں قلندر رفت در فردوس اعلیٰ چوں ولی
مصرع تاریخ او گفتم بفرمایش عزیز	در مقام خلد عابد مولوی واجد علی

آپ کے خلفا و مجازیہ حضرات ہوئے حکیم سید مشرف حسین خیرآبادی حافظ شاہ محمد اکبر لاہرپوری شاہ التفات حسین لاہرپوری حافظ شاہ امیر احمد نواسہ شاہ رکن الدین قلندر لاہرپوری شاہ قطب اعظم الہ آبادی شاہ عبدالرحمن عرف قناعت علی شاہ لاہرپوری حافظ نور محسن لاہرپوری محمد خاں لکھنوی

حضرت شاہ محمد اسماعیل قلندر

آپ کی ولادت انیس شعبان روز شنبہ سنہ بارہ سو ستر میں ہوئی آپ کو تلمذ علوم درسیہ میں حافظ سید اولاد حسین سندیلی و مولوی حافظ سید نبی بخش خیرآبادی و مولوی حاجی مظہر علی زمانوی غازی پوری و مولوی حاجی نذیر علی فتحپوری سے تھا بیعت آپ کو سلسلہ عالیہ قلندریہ علویہ مکیہ میں حضرت مقتدائے جہاں سے تھی بائیس ربیع الاخر روز شنبہ سنہ بارہ سو نواسی میں مرید ہوئے اور اجازت و خلافت اپنے والد سے تھی اُنھوں نے آپ کو اجازت و خلافت سفر حجاز سے واپس آکر سنہ بارہ سو اکانوے میں دی بعد وفات اُنکے جانشین ہوئے آپ کی ذات باخیر و برکت و ایثار

وسخاوت تھی جسکی ایک مثال معاملہ وقف املاک کثیرہ دیہات ہی سے ہے جسکو آپنے بغرض مصارف اعراس و فواتح پیران سلسلہ قلندریہ و مرمت مساجد لاہرپور و مدرسہ درگاہ شریفہ و دیگر امور خیر وقف کیا اور اپنے زمانہ جانشینی میں درگاہ حضرت سید العرفا میں جدید عمارتیں بنوائیں مسجد درگاہ کو بھی وسیع کرویا تقریباً سنہ بارہ سو دس میں زیارت حرمین سے مشرف ہوے بعمر انچاس سال بارہ ماہ شعبان المعظم روز چارشنبہ سنہ تیرہ سو چھبیس میں ایک عرصہ تک مبتلاے فالج رہکر وفات پائی آپکا مزار اپنے والد کے مزار سے متصل ہے چونکہ آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی اسلئے آپنے اپنے بھانجہ مولوی شاہ ولایت احمد قلندر کو مرید کرکے اپنا قایم مقام کیا پھر انکو حضرت قطب الاقطاب اعظم اللہ ذکرہ سے اجازت و خلافت دلوائی اور خرقہ پہنوایا آپ کے خلفا و مجاز یہ لوگ ہوے مولوی حاجی حافظ شاہ امیر احمد مولوی حاجی شاہ ولایت احمد مولوی حاجی انیس احمد مولوی جلیس احمد مولوی ادریس احمد ہمشیرزادگان مولوی حاجی ولی اللہ آسیونی شیخ محمد اسلم مچھلی شہری جونپوری۔



نفحۂ پانزدہم

ذکر حضرت فخر الکاملین اکبر العلما مولانا شاہ علی اکبر قلندر

آپ کی ولادت باسعادت گیارہ ربیع الاول روز دوشنبہ سنہ بارہ سو انچاس میں ہوی کتب درسیہ تفسیر و حدیث و فقہ و منطق و کلام و ادب و فلسفہ و اخلاق و تصوف وغیرہ حضرت مقتدائے جہاں مولانا شاہ تقی علی قلندر سے پڑھیں اور حدیث اور اوراد کی اجازت بھی انھیں سے پای۔

علاوہ انکے آپ کو اجازت صحاح ستہ وغیرہ حضرت شاہ آل احمد محدث پھلواری سے بھی تھی اور یہ سند خود انکی لکھی ہوی آپ کے وظیفہ کی کتاب میں موجود ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین مولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین اما بعد فیقول خادم الفقراء والمحدثین آل احمد بن محمد امام بن نعمت اللہ فلواری البہاری وطنا جعفری الطیاری نسبا حنفی مذہبا قادری طریقتا وارادۃ ان اعلم العلماء افضل الفضلاء قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین سیدنا ومولانا شاہ علی اکبر بن شاہ حیدر علی بن شاہ تراب علی قلندر قدس اللہ اسرارہما لما طلب منی اجازۃ کتب الاحادیث فاجزت لہ انہ القدسیۃ بصحاح الستۃ والمسانید الاربع وبحصن الحصین کما اجازنی بہا سند المحدثین عمدۃ العلماء قدوۃ الفضلاء شیخی ومولای محمد یحیی وسندہ لصحیح البخاری عن سلیمان محمد بن موسی عن عبد الحفیظ العجمی مفتی مکہ عن صالح الفلانی عن احمد بن سنۃ عن احمد العجل عن قطب الدین محمد بن احمد مفتی مکہ عن حافظ نور الدین ابو الفتوح عن بابا یوسف الہروی عن محمد بن شاد بخت عن ابی للقمان الختلانی عن الفربری عن الامام الحافظ المتقن ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری فارجوا من جنابہ ان لا ینسانی من دعائہ المستجاب

ان اجل اللہ تعالیٰ راضیا عند الموت وبعد الموت ویحشر نی فی القیامۃ فی زمرۃ اولیائہ

الکرام امین والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ وآلہ واصحابہ اجمعین خیر ختم الکلام۔

اور تعلیم اذکار واشغال و مراقبات اپنے جد بزرگوار حضرت غوث ملت اور والد ماجد حضرت قطب الافراد سے پائی اذکار و اشغال خوب جانتے تھے خصوصاً ذکر اسدی جو اذکار قلندریہ میں بہت دشوار ہے۔

آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ مسعودیہ میں حضرت غوث ملت سے بیعت تھی پچیس جمادی الاولیٰ روز سہ شنبہ سنہ بارہ سو اکہتر میں مرید ہوئے اور اجازت و خلافت اپنے والد ماجد و عم بزرگوار نیز حضرت شاہ علی اکبر قلندر الہ آبادی نبیرۂ حضرت کلید عرفاں سے پائی۔

فصاحت و بلاغت و لطافت و ظرافت آپ کا خاص حصہ تھا بچوں اور بوڑھوں سے انکے مناسب حال باتیں کرتے اور نصیحت اس خوبی سے فرماتے کہ کسی کو ناگوار نہوتی ہر ایک سے نہایت اخلاق سے پیش آتے ظاہر اعراض سے مجرد اور باطن اغراض سے معرا تھا ہر وقت آثار بشاشت و فرحت بمصداق العارف ھش وبش و فرحان چہرہ سے ظاہر ہوتے تھے ایک بار حضرت مقتدائے جہاں کے حضور میں ایک شخص کو آپ کی کثرت بشاشت و فرحت کے متعلق خطرہ آیا انھوں نے اسکے خطرہ پر مشرف ہوکر فرمایا کہ اکثر اولیاء اللہ ایسے ہوئے ہیں جن پر انبساط کی کیفیت طاری رہتی تھی۔

کسی کے حق میں کبھی بددعا نہ کی کوئی کیسا ہی ہو اور کچھ کرے نہ کسی پر الزام شرک و کفر لگایا نہ کسی پر کبھی اعتراض فرمایا کسی خیال کا کوئی کیوں نہو آپ اس سے نہایت مہربانی سے پیش آتے ہر ایک سے بے تکلف ملنا کمال رتبہ عارف و موحد ہونے کی دلیل ہے اخفاء حالات باطنیہ میں آپ کا عمل من کتم سرہ فقد حصل امرہ پر تھا دعوۂ دانانیت کی بات سے کبھی لب آشنا نہوئے اور بے نفسی و خاکساری بقدر تھی کہ اگر آپ کو سلطان خاکساران ہند کہیں تو بجا ہے آپ نے اپنے آپ کو اتنا چھپایا کہ بہت کم لوگ آپکے علم و فقر سے آگاہ ہوئے۔

آپ بعد وفات اپنے والد ماجد حضرت قطب الافراد کے سجادہ نشین خانقاہ کاظمیہ ہوئے اُنھوں نے وقت وصال اپنے بازو کے تعویذ کھولکر عنایت کئے اور فرمایا کہ انکو باندھ لو اور حضرت مقتدائے جہاں سے آپ کو خرقہ پہنانے کی وصیت کی چنانچہ بروز سیوم اُنھوں نے آپ کو مجمع عام میں خرقہ پہنایا اور خود کھڑے ہوکر نذر دی اور فرمایا کہ یہ خادم آستانہ کی نذر ہے آپ اُسوقت تو رسماً نیز بخیال الامر فوق الادب اُنکے سامنے سجادہ کاظمیہ پر بیٹھے مگر پھر تاحیات اُنکے ادباً نہیں بیٹھے بلکہ سجادہ سے کچھ ہٹ کر بیٹھا کرتے تھے انتظام خانقاہ و دیگر امور متعلقہ سجادگی میں وہ مداخلت نہیں فرماتے تھے یہ سب حضرت قطب الافراد کے بعد سے آپ ہی کے ذمہ رہا حضرت مقتدائے جہاں کی حیات میں آپ کو جتنا وقت بعد ادائے فرایض سجادہ نشینی ملتا تھا وہ آپ درس و تدریس میں صرف کرتے تھے۔

آپ کے تلامذہ یوں تو بہت ہوئے لیکن جنھوں نے آپ سے پوری تعلیم پاکر فراغ حاصل کیا وہ یہ ہیں مولوی عبدالباقی کاکوروی صوبہ دار گلبرگہ دکن مولوی صدرالدین خاں کاکوروی مولوی حاجی فریدالدین خاں محدث کاکوروی مولوی شاہ سکندر علیخاں واصل خالصپوری نزیل بمبئی مولوی حکیم علی حیدرخاں خالص پوری منشی نظیر حسن ساکن کاکوری مولوی حکیم عبدالحفیظ کاکوروی حکیم عبدالنور خاں خالصپوری مولوی عظیم الدین منصف کاکوروی مولوی محمد علی شاہ لکھنوی۔

ان میں سے بعض نے اگرچہ حضرت مقتدائے جہاں سے بھی پڑھا مگر فراغ آپ ہی سے حاصل کیا مولوی شاہ سکندر علیخاں کے حال میں اُنکے ملفوظ مفیدالصالحین مولفہ شیخ داؤد ساکن بمبئی میں ہے کہ فاضل واصل نے بعض کتب درسیہ حضرت شاہ تقی علی قلندر کاکوروی سے اور نیز بعض غیر درسیہ مثل عوارف و عین العلم مع شرح ملاعلی قاری و منتقط احیاء وغیرہ پڑھیں اور اُنکے صاحبزادہ سے تفسیر جلالین و بیضاوی سورہ بقر تک پڑھیں اور میبذی و مختصر معانی و شرح عقاید نسفی کے بھی چند سبق پڑھے لیکن اکبر العلما مولانا شاہ علی اکبر قلندر سجادہ نشین حضرت شاہ تراب علی قلندر کاکوروی سے زاید پڑھنے کا اتفاق ہوا کہ شرح جامی سے ہدایہ تک سب کتابیں پڑھیں۔

اُسی زمانہ میں آپ نے دو رسالہ بھی لکھے پہلا رسالہ اصل الاصول فی بیان السلوک والوصول ہے اسمیں آپ نے شرایط و آداب شیخی و اجازت و خلافت و مسایل بیعت کے لکھے ہیں اسکا سنہ تالیف سنہ بارہ سو بیاسی ہے یہ رسالہ فارسی دو بار چھپا پہلی بار سنہ تیرہ سو تراسی میں مطبع گلزار اودھ میں اور دوسری بار سنہ بارہ سو چوراسی میں مطبع علوی میں اب حال میں یعنی سنہ تیرہ سو بادن میں اسکا اردو ترجمہ مشیر احمد علوی کاکوروی نے کرکے مطبع اشاعۃ العلوم لکھنؤ میں چھپوایا ہے دوسرا رسالہ ہدیۃ المتکلمین ہے اثبات قیام مجلس میلاد میں یہ ڈیڑھ جزو کا اردو رسالہ بارہ سو ستاسی میں تالیف فرمایا جو اُسی سال مع آپکے ایک دوسرے رسالہ تحفۃ المسلمین در رسالہ سرور المومنین مصنفہ مرزا حسن علی محدث لکھنوی و نقول استفتا علمار حرمین کے مطبع علوی میں اور پھر دوبارہ وہ مع استفتاے علمار حرمین کے سنہ بارہ سو نوے میں مطبع مصطفائی میں چھوٹی تقطیع پر چھپا مگر اب یہ دونو رسالے نہیں ملتے۔ تحریر عبارت میں آپ کو خاص مہارت تھی فارسی و اردو بہت رنگین و مقفی و مسجع لکھتے تھے۔

بعد وصال حضرت قطب الافراد آپ تیس سال زینت بخش سجادہ کاظمیہ رہے اوقات شبانہ روزی حضرت مقتدائے جہاں کے بعد سے یہ تھے کہ بعد نماز صبح و فراغ از وظایف بلاناغہ سے اُترکر پہلے مزارات پر فاتحہ پڑھتے تھے پھر خانقاہ میں سجادہ پر تشریف رکھتے یا اکثر بستی میں چلے جاتے تھے بجز ماہ رمضان کے کہ اس ماہ میں آپ کا خاص معمول تھا کہ بہت کم ملاقات کرتے اور خانقاہ سے باہر مکان تک بھی تشریف نہ لیجاتے تھے اور دوپہر کو واپس آکر بعد فراغ طعام وقدرے قیلولہ نماز ظہر پڑھکر کلام مجید پڑھتے تھے اور کتب تصوف پڑھاتے پھر بالاخانہ پر جاتے اور صبح تک کسی سے ملاقات نہ کرتے مگر بحالت مجبوری۔

صورتاً بہت وجیہ تھے رنگ سرخ و سپید نقشہ بہت پاکیزہ قد میانہ تھا عفیف استعداد تھے کہ عمر بھر غسل میں کسی سے جسم نہیں ملوایا حلم و بے نفسی آپ کی اس وقت سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ ایک صاحب بہت مخالف تھے اور ہمیشہ آپ کی شان میں کلمات سخت کہا کرتے تھے

جب اُنکا انتقال ہونے لگا تو کچھ پہلے اُنکے پاس تشریف لیگئے اور کلمہ شہادت تلقین فرماتے رہے اور بعد انتقال تو دکھڑے ہوکر غسل دلایا اور تجہیز و تکفین میں مثل اُنکے اعزہ کے شریک رہے دفن کے بعد فرمایا کہ یہ فلاں صاحب کے بیٹے تھے الحمد للہ کہ خدا نے مغفرت کی۔ آپ کا معمول تھا کہ اپنے ادپر جب کسی معترض کا اعتراض سنتے تو ہنسکر ٹالدیتے اور مطلقاً برا نہ مانتے لیکن جو بات ناگوار ہوتی تھی اُسپر ہنستے نہ تھے بلکہ سکوت فرماتے یا کوئی منکسرانہ لفظ فرما دیا کرتے تھے پہلی صورت میں معترض کو کوئی نقصان نہ پہونچتا تھا مگر دوسری صورت میں ضرور نقصان پہونچتا تھا چنانچہ معترضین میں اکثر مثالیں ایسی گذریں کہ جسکے کسی فقرہ پر آپنے سکوت فرمایا اُس نے جو لفظ آپ کی شان میں کہا بعینہ وہی بہت جلد اُسپر صادق آیا۔ ؎

چراغے را کہ ایزد بر فروزد		کسے گر پف زند ریشش بسوزد	

آپ ہمیشہ شہرت سے متنفر و محترز رہے اور بمفہوم الخمول راحۃ والشہرۃ آفۃ تمام عمر اخفاء و کتمان و ملامت میں بسر کی منشی حسن رضا وکیل کاکوروی بیان کرتے تھے کہ مولوی عبد الباقی صاحب کو ایک مرتبہ آپ کی نسبت باطنی معلوم کرنے کا شوق ہوا مگر باوجود کوشش معلوم نہ کرسکے شب میں حضرت مقتدائے جہاں کی زیارت ہوئی ارشاد ہوا کہ میاں اکبر کی نسبت آجتک بہت سے اولیاء اللہ کو بھی معلوم نہوئی تو تم کیا ہو منشی سراج الدین صاحب رسالہ کبریت احمر میں لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ علی اکبر قلندر کا کمال قلندری مجکو یوں معلوم ہوا کہ آپ سے میں فیضیاب ہوا ہوں اور آپ مثل حضرت عمرؓ لومۃ لائم کی کچھ پروا نہیں کرتے تھے یہ بات مقام قلندریت پر دلالت کرتی ہے اور آپ سے فیضیاب ہونے کا واقعہ مقدمہ کتاب الکہف و الرقیم میں یہ لکھا ہے کہ ایک روز کا قصہ ہے کہ جب میری دیوانگی و مدہوشی بڑھ گئی اور قصبہ میں بے سمجھے بوجھے سخت بدنامی پھیل گئی تب مجھے میرے حضرت یعنی حافظ شاہ علی انور قلندر نے حکم دیا کہ صبح سے آدھی رات تک تم تکیہ شریف پر روزانہ حاضری ترک کردو صرف نماز عصر تکیہ پر پڑھو اور بعد نماز ہمارے ساتھ بستی چلا کرو اور واپسی میں تکیہ پر ہمکو پہونچا کر اپنے گھر چلے جایا کرو مگر جمعہ کے دن نماز جمعہ کے وقت آیا کرو اور بعد نماز ہمارے ساتھ چلا کرو تب سے یہی

عملدرآمد رہا ایک بار مجھ جمعہ کا خیال نہ رہا میں حسب معمول عصر کے وقت حاضر ہوا وہاں میں نے
حضرت کو نہ پایا صرف آپ تشریف رکھتے تھے مجھ سے فرمایا کہ تمھارا قافلہ گیا میں نہ سمجھا تب فرمایا
کہ اور بستی گئے آج جمعہ ہے میں نے واپس ہونا چاہا فرمایا کہ دیکھو تکیہ خالی ہے تم ذرا یہاں ٹھہر جاؤ
ہم مسجد میں نماز پڑھ آئیں تب چلے جانا مجھے اتنا توقف بہت شاق ہوا مگر تعمیل کرنا پڑی جتنی
دیر میں آپ نماز سے فارغ ہوئے میں ٹہلتا رہا بعد نماز مجھ سے فرمایا کہ خانقاہ کا صدر دروازہ بند
کر دو اور باورچیخانہ سے چلے جاؤ میں دروازہ بند کرنے چلا فرمایا کہ اچھا ہم ہی بند کئے دیتے ہیں تم
جاؤ اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں میں دو بجلیاں چمکیں میں سمجھا کہ یہ بجلیاں چمکتا
ہے سبب نہیں بہر حال میں وہاں سے اپنے حضرت کے پاس جانے کو چل کھڑا ہوا تکیہ شریف کے
پھاٹک تک پہونچا تھا کہ بالکل بیخود ہو گیا اور عصر کے بعد کا تکیہ سے چلا ہوا منشی عبدالحی صاحب کی
کوٹھی میں جو تکیہ سے تین فرلانگ ہے بہزار دقت بعد مغرب پہونچا معلوم ہوا کہ حضرت منشی صاحب کے
پاس تشریف رکھتے ہیں سیدھا اوپر چلا گیا مجھ سے منشی صاحب نے چند باتیں پوچھیں جنکا جواب میں نے
گڑ بڑ زیادہ دینے لگے حضرت نے پوچھا کہ کیا تم ابا کے پاس گئے تھے میں نے کہا جی ہاں فرمایا کہ
جاؤ سو رہو میں نیچے اُتر کر برادر عزیز عبدالقیوم کے کمرہ میں سو رہا جب پلنگ پر لیٹا تو پھر مجھ کو
ہوش نہیں رہا حضرت اپنے معمولی وقت پر تکیہ شریف واپس گئے لوگوں نے میرے جگانے کی
کوشش کی مگر مجکو خبر نہوی تمام شب گذری اور صبح ہو گئی اُسوقت بھی نہ اُٹھا یہانتک کہ دوپہر
ہو گئی تب سب کو تشویش ہوی بہر حال معلوم نہیں کہ کیا تدبیر کیگئی جس سے مجکو ہوش آیا میں نے
جاگتے ہی پوچھا کہ حضرت اوپر تشریف رکھتے ہیں یا اندر یعنی میں سمجھا کہ ابھی سو رہا ہوں معلوم ہوا
کہ تمام شب اور نصف دن گذر گیا ہے میں سخت متعجب ہوا پھر مکان چلا آیا اور اپنے کمرہ میں آکر چپ
چاپ مبہوت بیٹھ گیا اُسی مستی میں آپ ہی آپ بلا شور و شغب بغیر کسی روشنی یا تجلی کے دیدۂ دل
سے دیکھتا تھا کہ پہلے آسمان پر گیا اور جسم یہیں نیچے تھا اسیطرح دوسرے آسمان اور تیسرے
یہانتک کہ ساتویں آسمان تک گیا اشیاء آسمانی اور ملائکہ وغیرہ سب دکھائی دیتے تھے اور میرا جی چاہتا

چاہتا تھا کہ کسی سے مخاطب ہوں آخر آسمانوں کی سیر ختم ہونے کے بعد ایک عظیم الشان تاریکی نظر آئی کہ جس سے عجیب و غریب ہیبت طاری ہوگئی اگر مستی و بے خودی کی حالت نہوتی تو دل و دماغ پھٹ جاتے تاہم بے انتہا گھبراہٹ ہوئی تشویش نے گھیر لیا کہ یہ ہے کیا اور کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا سخت پریشانی کے بعد میں نے اپنے اندر سے حق تعالیٰ کا ارشاد بآواز بلند یہ سُنا کہ ھذا الاصل اسکے سُنتے ہی مجھپر سخت رقت طاری ہوئی بہت رونے کے بعد میری مستی کم ہوگئی اور ہوش آگیا انتہی۔

آپنے کبھی اپنا کمال باطنی کسی پر ظاہر نہونے دیا اسی لئے زائد واقعات کشف و کرامت آپکے اہل ظاہر کے نظر میں نہ آئے مگر پھر بھی چند واقعات لکھے جاتے ہیں۔

خان بہادر منشی تاج الدین صاحب کہتے تھے کہ ایک روز خواہ مخواہ میرے دل میں آپ کی طرف سے اعتراضات پیدا ہوے اور اتنے بڑھے کہ مجھے معاذ اللہ آپ سے نفرت ہوگئی میں نے یہ قصد کرلیا کہ تکیہ شریف کی حاضری ترک کردوں اس خیال میں مستغرق نہ معلوم کیونکر تکیہ شریف پر پہونچگیا چونکہ قلباً اُسوقت آپ سے بیزاری تھی ارادہ کیا کہ آپ کے پاس نہ بیٹھونگا بلکہ حضرت حافظ صاحب کے پاس بیٹھونگا مگر دستور قدیم و آداب ظاہری کے مطابق مجبوراً سلام کرنا پڑا کیونکہ اُسوقت آپ سجادہ پر تشریف فرما تھے اور حافظ صاحب کے پاس برآمدہ میں جانے کا کوئی اور راستہ نہ تھا سلام کے جواب میں مسکراکر فرمایا آو منشی تاج الدین یہاں بیٹھو پھر اُدھر جانا میرا دل تو نہ چاہتا تھا مگر مجبوراً بیٹھ گیا فرمایا کہ ہم نے تمہارے لئے آج حضرت عارف باللہ کے مکتوبات نکالے ہیں ذرا اُنکو دیکھو تو کیا اچھا مضمون ہے یہ فرماکر ایک قلمی بیاض اُٹھائی اور اُسمیں ایک مکتوب اُنکا جو اپنے منجھلے صاحبزادہ کو لکھا تھا نکالکر مجھ سے فرمایا کہ اسکو پڑھو اُسمیں تحریر تھا کہ جو لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں وہ اپنے خیال میں بجا کرتے ہیں لیکن مجکو جو کچھ حکم ہوتا ہے وہ کرتا ہوں یہ فعل میرا جاہے کسی کو اچھا معلوم ہو یا بُرا مجھے خدا سے کام پڑا ہے اُسی کی تقدیر پر نقل و حرکت کرتا ہوں تیس سال سے یہی مشغولی ہے کہ ذاتاً و صفتاً و فعلاً میں نہیں ہوں وہی اس صورت میں ہے

قبل اسکے عالم بطون میں ارکامین تھا چنانچہ اب ظہور میں ہے جیسا نسان سے یہی عقیدہ ہے اور اسکی
مشق ہے غرض یہی مضمون دور تک تحریر تھا آگے چلکر لکھا تھا کہ تم جن صحبت میں ہو وہاں اچھا یاد
امام ابی حنیفہ کے سوا کوئی کتاب ہے اور نہ کوئی عالم دین اور نہیں ہر چیز کی سند اپنے پیروں سے ہے
محی الدین بن عربی حقایق میں اور غزالی طریقت میں ان لوگوں کے حسن کی ہیں پروا نہیں سہ

گر طمع خواہد زمن سلطان دین		خاک بر فرق قناعت بعد ازین	

اور ایک دوسرا مکتوب دکھایا جسمیں لکھا ہوا تھا کہ افسر ملا قتیاں رسول مانو وسلعم پھر آپ نے
میری طرف دیکھکر اور اپنی عادت کے موافق شفقت آمیز طریقہ پر ہنسکر فرمایا کہ جی اور کیا جناب
پھر اس ارشاد کے میں بے اختیار ہوگیا یہ حالت ہوئی کہ کبھی تو ایسی ہنسی آتی تھی کہ سانس نہیں
سماتی تھی اور کبھی ایسی رقت ہوتی تھی کہ ہچکیاں آنے لگتی اور سسکیاں بندھ جاتی تھیں یہ حالت
ایک گھنٹہ رہی اور اسکے ساتھ ہی نہایت ذوق و لطف تھا حضار میری حالت سے متاثر ہوے
جب بیقراری بہت بڑھی تب آپ نے پانی منگا کر تھوڑا خود پیا اور باقی مجھے پلایا جسکے بعد فوراً
میری حالت درست ہوگئی اسوقت طبیعت ایسی ہلکی تھی کہ معلوم ہوتا تھا میں نے کبھی کوئی گناہ
ابھی نہیں کیا ہے اور بہت ہشاش بشاش تھا۔

کرامت جناب ممدوح بیان کرتے تھے کہ ایک بار آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ تم اپنے
نانا کے عہدہ پر پہونچو گے چونکہ وہ صدر الصدور تھے اور میں کہیں ملازم نہ تھا مجھے تعجب ہوا اور
معمولی بات سمجھ کر یاد بھی نہ رہا مگر آپ کے علم باطن و کشف صریح کا ظہور اس ارشاد کے ایک
مدت بعد ہوا میں سب جج ہوا اور مدتوں رہا جو اب عہدہ صدر الصدوری کا انگریزی لقب ہے
پھر اس عہدہ سے ترقی پاکر جج خفیفہ ہوا اور اب بھی خفیفہ سے پنشن یاب ہوا ہوں۔

کرامت جناب ممدوح بیان کرتے تھے کہ حضرت خداوند نعمت جناب حافظ صاحب ہر سال
رمضان میں ایک قرآن شریف تراویح میں پڑھتے تھے آٹھ رمضان سنہ تیرہ سو تیرہ کا ذکر ہے کہ حافظ
صاحب نے قرآن شریف ختم فرمایا بعد ختم تراویح میں اُنکے پاس حاضر تھا آپ نے مجھے پکارا اٹھو آپ نے

فرمایا کہ جاؤ جاؤ والد کچھ کہیں سگے میں حاضر ہوا آپنے فرمایا کہ الحمد للہ میاں انور کا قران شریف آج
بخیر وخوبی ختم ہوگیا جس دن انکا قران شریف ختم ہوتا ہے ہمکو بڑی خوشی ہوتی ہے خدا جانے
آئندہ سال ہم ہوں یا نہوں بالفعل ہم نے تمھارے لئے تین دعائیں کی ہیں کہو کیا میں نے عرض
کیا کہ ارشاد ہو فرمایا کہ پہلی دعا یہ کہ صحت قلبی وقالبی رہے دوسرے حاکم حقیقی ومجازی راضی رہیں تیسرے
فلاح دارین نصیب ہو اور کچھ میں نے عرض کیا کہ دعا میں کہیں فرمایش ہوتی ہے یہ سنکر میری بیٹھ
ٹھونکی اور مجھے لپٹا لیا پھر فرمایا کہ اچھا اب اپنے قافلہ میں یعنی حافظ صاحب کے پاس جاؤ میں چلا آیا
اُنھوں نے پوچھا کہ کیا فرمایا میں نے بیان کیا فرمایا کہ یہ توہی سے ہے ان ارشادات کا پہلا ظہور تو یہ
ہوا کہ اُس سال کے بعد پھر آپ کو رمضان دیکھنے کی نوبت نہ آئی کیونکہ رجب سنہ تیرہ سو چودہ
میں وفات ہوگئی نتیجہ دعاؤں کے حسب ذیل امور کا ظہور اب تک ہوچکا ہے میں اس ارشاد سے
قبل اکثر بیمار رہتا تھا درد گردہ وسنگ مثانہ کا مرض مجھے چودہ سال رہا لیکن اسکے بعد میں
تندرست ہوگیا اور اب تک بفضلہ مجھے کوئی جسمانی مرض نہیں ہوا صحت قلبی سے پاکیزگی باطن
مراد ہے اسکا حال خدا کو معلوم حاکم مجازی کی رضامندی کا بخوبی ظہور رہا اُنتیس سال چند ماہ
میں نے ملازمت کی اور مختلف المزاج حکام سے سابقہ رہا کبھی مجھ سے کوئی ناراض نہیں ہوا
بلکہ خوش ہے یہانتک کہ خان بہادری کا خطاب ملا حاکم حقیقی کی رضامندی اُسی کو خوب معلوم ہے
فلاح کا ظہور بھی یہ ہوا کہ اس عالم میں مجھے اپنے ہچشموں اور اعزہ میں اچھی خاصی عزت حاصل
ہوئی اُس عالم کی فلاح خدا کے ہاتھ ہے۔

کرامت شاہ ارادت اللہ مرحوم بیان کرتے تھے کہ میں باجازت آپکے حج وزیارت
مدینہ منورہ کو گیا مکہ معظمہ سے بوجہ تنگدستی مدینہ منورہ پاپیادہ روانہ ہوا راستہ میں دست آنا شروع
ہوے اور اسقدر آئے کہ امید زیست جاتی رہی بمشکل تمام مقام رابغ تک پہونچا وہاں کچھ ہموطن
اہل قافلہ ملے اُن سے ساتھ لے چلنے کی درخواست کی مگر اُنھوں نے حالت خراب دیکھکر انکار
کردیا تین روز تک ایک لکڑی والے کی دوکان پر بے آب ودانہ پڑا رہا تیسرے روز دست

موقوف ہوئے اور نہایت ضعف ہوگیا میں نے خیال کیا کہ جبتک سانس ہے جو قدم اُٹھے مدینہ منورہ ہی کی طرف اُٹھے چنانچہ لکڑی والے کی خوشامد کرکے راستہ پوچھا اور لاٹھی کے سہارے چل کھڑا ہوا راستہ میں ایک جگہ کچھ بدو ملے میرے پاس جو کچھ نقد تھا چھین لیگئے میں نے حضرت پیر و مرشد کو یاد کیا کچھ دیر کے بعد ایک عورت آئی اور اُس نے بدوؤں کو پکارا میں تو سمجھا کہ اب میرے قتل کا سامان ہے مگر اُس نے بدوؤں سے خدا معلوم کیا کہا کہ فوراً وہ میرا مال واپس دے گئے پھر وہ عورت غائب ہوگئی اس اثنا میں عشا کا وقت آگیا میں نے اپنی بیکسی و مجبوری سے پریشان ہوکر بعد نماز عشا دعا مانگی اور پیر و مرشد کی طرف متوجہ ہوکر استدعاء امداد کی اور بقصد روانگی کمر باندھی دفعتہً آنکھوں میں ایسا شدید درد ہوا کہ معلوم ہوتا تھا کہ آنکھ کے ڈھیلے نکل پڑینگے کپڑے کی گدی بناکر باندھی مگر کمی نہوئی اس بیقراری میں آنکھوں کو ہتھیلی سے داب کر بیٹھ گیا دفعتہً ایک آندھی نہایت زور شور سے آئی اور چار پانچ جھونکوں کے بعد کم ہوگئی اُدھر آنکھ کا درد بھی کم ہوگیا شوق روانگی میں آنکھوں سے پٹی کھولی تو دیکھا کہ ایک شہر میں پہونچ گیا ہوں دس بجے شب کا وقت ہے اور روشنی ہو رہی ہے لوگوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہی مدینہ منورہ ہے یقین نہ آیا متواتر دریافت کیا آخر پوچھتے پوچھتے روضہ مبارک پر پہونچا اور جھنجھریوں کو بوسہ دیکر درود خوانی میں مصروف ہوگیا کئی شبانہ روز بے آب و دانہ بیخود و بیہوش وہاں درود شریف پڑھا کیا پہلے روز تو دربانوں نے شب کو وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا مگر میں نے اپنی مدہوشی میں جنبش تک نہ کی تو کچھ بولا ایک خادم کو غصہ بھی آیا اور اُس نے مارا بھی آخر مجھ سے تعرض کرنا چھوڑ دیا اور میں شادان و شاد ایک مدت تک وہاں رہکر بخیر و خوبی وطن واپس آکر قدمبوس ہوا شاہ رکن الدین قلندر لاہرپوری بھی اُسی سال حج و زیارت کو گئے تھے اس واقعہ کی تصدیق اُن سے بھی ہوئی اکثر لوگوں سے انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں یہ مقام رابغ میں بیمار و ضعیف ملے تھے اور بوجہ حالت ردی ہونیکے پیچھے رہ گئے تھے مگر مدینہ منورہ پہونچکر معلوم ہوا کہ یہ ہم سے تین روز قبل پہونچگئے تھے۔

کرامت منشی شکور احمد امیٹھوی بیان کرتے تھے کہ جب میں ریاست ملانپور ضلع سیتاپور

میں ملازم تھا وہاں کے راجہ وغیرہ میری زبانی حالات معلوم کرکے آستانہ شریف کاکوری کے بزرگوں کے معتقد ہوگئے ایک بار ملانپور میں ہیضہ کی بیماری شدت سے ہوئی جسمیں چار سو سے زیادہ آدمی مرگئے اس بیماری میں اہل ہنود ایک دوسرے کی عیادت کو نہیں جاتے تھے نہ دفن میں شریک ہوتے تھے ایسی حالت میں میرے ایک عنایتفرما منشی متھرا پرشاد کی زوجہ مبتلاے ہیضہ ہوئیں بیچاری کی نہ تو کوئی اولاد تھی نہ کوئی رشتہ دار ساتھ تھا جب حالت زیادہ خراب ہوئی تو وہ اس خیال سے اور زیادہ پریشان ہوے کہ تجہیز وتکفین کون کریگا اور گورستان تک کون لے جائیگا کیونکہ یہاں کوئی یہیں کے باشندوں کا شریک نہیں ہوتا تو مجھ غریب الوطن کو کون پوچھے گا انکا بیان ہے کہ اسی پریشانی میں باہر کے مکان میں آکر لیٹ گیا اور شدت غم میں بیخود سا ہوگیا دیکھا کہ حضرت تشریف لاے اور کچھ ہاتھ میں لئے ہوے ہیں فرمایا کہ یہ کھلادو اچھی ہوجاے گی میری آنکھ کھل گئی اٹھکر اندر گیا مریضہ کے ہاتھ کی مٹھی بند تھی اس نے مجھ سے کہا کہ میں غافل ہوگئی تھی تمہارے گروجی یعنی کاکوری کے بابا ابھی آے تھے مجھ کو یہ دے گئے ہیں میں کھالوں میں نے کہا دیکھوں کیا ہے اس نے مٹھی کھولی تو اسمیں سفید سفید دو دانہ تھے میں نے کہا کھالو اس نے کھالئے اسیوقت سے صحت شروع ہوگئی شام کو اس نے غسل کرکے کپڑے بدلے اور کھانا کھایا جو حلیہ انکا مریضہ نے بتایا وہ آپ کا تھا۔

کرامت مولوی محمد ہاشم صاحب کاکوروی کے گھر میں اوائل میں دو تین اولادیں ہوئیں مگر زندہ نہ رہیں انکی والدہ رنجیدہ رہا کرتی تھیں اور انکی اولاد کے واسطے دعا کرنے کیلئے اکثر آپ سے عرض کیا کرتی تھیں ایک بار آپ نے ان سے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں تم اپنے چار پوتے پوتی چھوڑ کر اس عالم سے جاؤگی چنانچہ جب سنہ تیرہ سو اکیس میں انکا انتقال ہوا تو مولوی صاحب کے چار اولادیں موجود تھیں۔

کرامت خان بہادر منشی تاج الدین بیان کرتے تھے کہ ربیع الآخر سنہ تیرہ سو چودہ کے عرس شریف میں آپ حسب معمول میرے خیمہ میں تشریف لاے اور مجھ سے فرمایا کہ تاج الدین یہ

سال بہت سخت ہے اس سال کاکوری کے اکثر ارکان اُٹھ جاینگے اور ہم تو بوڑھے ہی ہیں خدا ہمکو وہ نہ دکھاے جو ہونیوالا ہے اسکے بعد باتوں کا رُخ بدلکر فرمایا کہ خدا حافظ جی (حافظ سراج الدین مرحوم) کو زندہ رکھے اُن کا نذر کیا ہوا خیمہ ہمیں بہت پسند آیا اس ارشاد کے بعد اُسی سال رجب میں آپ کا وصال ہوا اور ماہ صفر میں بھائی صاحب کا انتقال ہوا اور اکثر عمائد کاکوری کا اُسی سال انتقال ہوا۔

کرامت سنہ تیرہ سو تیس میں منشی وہاج الدین صاحب نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے اُنکو پانچ یا چھ اشرفیاں دیں اور فرمایا کہ یہ معراج الدین کو دیدو چنانچہ اُسی کے چندروز بعد منشی معراج الدین تحصیلدار قایم مقام مقرر ہوے اُنکی تنخواہ میں اُسیقدر رقم ملی جسقدر اُن اشرفیوں کی قیمت حساب سے ہوتی تھی۔

کرامت صاحب ممدوح بیان کرتے تھے کہ جب میں بہرائچ ڈپٹی کلکٹر ہوکر گیا تو دو ہی تین روز بعد ایک روز میں بیٹھا تھا کہ دفعۃً عین بیداری میں آپ تشریف لاے یہ واقعہ ۱۳۲۵ھ کا ہے اور نہایت تیز چال سے اُسوقت چل رہے تھے اور نہایت عجلت سے بولتے تھے ایسا کہ سمجھنا دشوار تھا آپ نے فرمایا کہ وہاج الدین چلو تم کو حضرت سید سالار مسعود غازی سے ملا لائیں میں اُٹھا اور آپکے ساتھ چلا درگاہ میں پہونچکر بجاے مزار کے حضرت سید صاحب کو بیٹھے دیکھا جو نہایت کمسن وخوبصورت تھے وہیں سے آپ غائب ہوگئے۔

کرامت مولوی شریف الدین کاکوروی ایک سال امتحان میں ناکام ہوے دوسرے سال بوجہ مایوسی امتحان دینا نہیں چاہتے تھے آپ نے فرمایا کہ میں بحکم خدا کہتا ہوں کہ امتحان دو ضرور کامیاب ہوگے اُنھوں نے اُس سال ایک کتاب بھی نہیں دیکھی اور امتحان دیدیا تمام ممالک مغربی وشمالی کے طلبہ میں دوسرے نمبر پر کامیاب ہوے۔

کرامت مولوی امتیاز الدین کاکوروی بیان کرتے تھے کہ ایکبار میرے بھتیجے اعتماد الدین جیلیے کو ہیضہ ہوگیا میں نہایت پریشان ہوا آپ عیادت کو تشریف لیگئے میں سے آپکی پاے پر شہ مریض پر سے

جسم سے مس کر دی اُسیوقت سے اُسے صحت ہونے لگی۔

کرامت اہلیہ منشی وہاج الدین سخت علیل تھیں امید زیست نہ تھی آپ نے مرض سلب کرکے ایک مرچ کے درخت پر اُتار دیا درخت خشک ہوگیا اور وہ اچھی ہوگئیں۔

کرامت مولوی رضی علی کاکوروی مرید حضرت ایک مرتبہ بحالت پریشانی وکسنی اپنے کسی مخالف کے خوف سے نو بجے دن کو موسم گرما میں اٹاوہ سے آگرہ کی سڑک پر چلدیئے اور تقریباً پندرہ کوس نکل گئے راستہ میں شدت پیاس سے بیتاب ہوکر پانی کے متلاشی ہوئے ایک پُل کے نیچے پانی نظر آیا خراب تھا نہ پی سکے تھک کر ایک درخت کے نیچے سو رہے خواب میں آپ کو دیکھا فرمایا کہ اب واپس جاو آنکھ کھل گئی خیال آیا کہ تھک گیا ہوں پانچ بجگئے ہیں مکان پندرہ کوس ہے کیسے پہونچونگا تو پھر آپ کو بچشم ظاہر یہ فرماتے دیکھا کہ چلے جاو راستہ جلد طے ہو جائیگا تعمیلاً للحکم واپس ہوئے دو گھنٹہ میں راستہ طے ہوگیا اور اپنے مکان پہونچگئے۔

کرامت مولوی سلطان الدین صاحب کاکوروی کے والد مولوی محمد یحییٰ کانپور سے کسی طرح کاکوری نہیں آنے تھے اور نہ چودہ سال سے پنشن لی تھی اُنھوں نے پریشان ہوکر عرض کیا فرمایا کہ آجاینگے کچھ ہی عرصہ میں وہ کانپور سے کاکوری آگئے اور کل پنشن بھی وصول ہوگئی۔

کرامت مولوی فخرالدین مرحوم بیان کرتے تھے کہ میں پہلے حضرت تکیہ کا مخالف تھا آپ کو برُا سمجھتا تھا صرف حضرت حافظ صاحب سے عقیدت تھی ایک بار آپ نے حضرت مقتدائے جہاں کے فاتحہ میں کھانا کھانے کے واسطے فرمایا مجبوراً کھایا پھر ایک بار منشی تاج الدین صاحب بیمار ہوکر آئے اُنکو دیکھنے گیا دیکھا تو آپ تشریف رکھتے تھے خیال آیا کہ اب گنا پڑیگا منشی صاحب نے اندر سے کوئی چیز منگائی پھر دوبارہ پکارا جب میں آیا تو پوچھا کہ تم کس کے مرید ہو میں نے کہا کسی کا نہیں کہا وضو کرآؤ اور مرید ہوجاؤ آپ نے فرمایا کہ تاج الدین رہنے دو اصرار نہ کرو یہ کہیں جا سکتے ہیں اور کسی کے مرید ہونگے اور اس سے پہلے یہ بھی فرمایا کہ میاں ہم کیا مرید کرینگے ہم پیٹ کرتے لوگوں کو دکھانے کیلئے پہنتے ہیں اور سود خوار ہیں میں یہ سُنکر بہت شرمندہ ہوا کیونکہ یہی سب میرے خیالات تھے

آخر میں حضرت حافظ صاحب کا مرید ہوا۔

کرامت زمانہ مرض الوصال میں ضعف گوی بہت بڑھگئی تھی ایک روز اہلیہ منشی امتیاز علی وزیر بھوپال عیادت کو آئیں کچھ دیر کے بعد اُن سے فرمایا کہ اب جاو وہ ٹھہرنا چاہتی تھیں مگر آپنے نہ مانا اور باصرار رخصت کردیا اُنکے جانے کے بعد آپ کی چھوٹی صاحبزادی نے کہا کہ اسوقت آپنے انکو ٹھہرنے نہ دیا کہیں اُنکو رنج نہ ہوا ہو فرمایا کہ تم کو کیا معلوم منشی امتیاز علیصاحب کا بھوپال میں انتقال ہوگیا ہے اُنکے گھر میں تار آیا چاہتا ہے یہ بیچاری یہاں بیٹھی تھیں انکی صورت دیکھ دیکھ کر قلق ہوتا تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اُنکے مکان پہونچنے کے بعد بھوپال سے منشی صاحب کے انتقال کا اطلاعی تار آیا ہنوز تکیہ شریف پر اطلاع نہیں آی تھی کہ آپنے حضرت مرشدی مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر سے فرمانا شروع کیا کہ جاو تعزیت کر آو جب خبر قصبہ میں پھیل گئی تب وہ تعزیت کو گئے

ایک سال قبل بعض مخلصین سے اشارتاً اپنے وصال کی خبر دیدی تھی اور اپنے مزار مبارک کیلئے جگہ بھی تجویز فرمادی تھی آٹھ جمادی الاول روز جمعہ سنہ تیرہ سو چودہ کو وقت شب داہنی جانب فالج گرا اور زبان پر اثر زیادہ معلوم ہوا ایسا کہ تکلم میں دقت معلوم ہوی علاج شروع کیا گیا آخر جمادی الاخر تک مرض میں اسقدر خفت ہوگئی کہ چلنے پھرنے لگے دس رجب کو شب کے وقت قریب تین بجے کے پھر مادہ فالج دوسری جانب گرا اور آپنے چند وصایا ضروری کے بعد سکوت اختیار کیا منجملہ وصایا کے حضرت قطب الاقطاب سے یہ فرمایا کہ الحمد للہ تم خود کامل ہو اور چچا میاں سے تمہاری تعلیم و تکمیل میں کوی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تم کو میری کیا ضرورت مگر پھر بھی میں تم کو اپنا خلیفہ و جانشین کرتا ہوں اور اپنے نبیرہ والاگہر حضرت وارث الانبیاء کے بارہ میں فرمایا کہ انکو بھی اجازت و خلافت دیتا ہوں تم خرقہ دیدینا آپنے حضرت وارث الانبیاء کو بیٹا بنایا تھا اور بہت عزیز رکھتے تھے دو ایک بار اپنا تاج بھی اُنکو پہنایا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ دنیا سے کوی تمنا مجھ کو سوا تمہارے باقی نہیں۔

دو روز قبل وصال سے آپ کی صورت حضرت مقتدائے جہاں کی ایسی ہوگئی تھی زمانہ حیات

میں جب اُنکا نام زبان پر آتا تو چہرہ کا رنگ بدلجاتا صاف معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو اُن سے نسبت عشقی تھی جس نے آپ کو بالکل صورتاً و سیرتاً وقت وصال اُنھیں میں فنا کر دیا اور ویسا ہی کر دکھایا ایک روز قبل وفات شب میں بعد بارہ بجے کے یکایک یہ معلوم ہوا کہ آپ میں کچھ حس و حرکت باقی نہیں حکیم عبدالرحیم خاں نے نبض دیکھی تو وہ نہ ملی مگر جسم گرم تھا اُنھوں نے حضرت قطب الاقطاب سے عرض کیا فرمایا کہ یہ وقت اُنکی مشغولی کا ہے اسلئے یہ حالت ہے اتنے میں آپ کی سانس برابر پاس انفاس چلنے لگی اور صبح تک چلتی رہی۔

سولہ رجب روز سہ شنبہ آٹھ بجے صبح سے اُنمیں تغیرات شروع ہوے آخر آپ نے بھی مثل حضرت مقتدائے جہاں اُسی شان و شوکت سے شب سترہ رجب روز چہارشنبہ ۱۳۱۲ھ کو عالم قدس کیطرف رحلت فرمائی انا للہ وانا الیہ راجعون سہ

چشم بست اندر زماں آں محو ہو دار جاں اندر فروغ روئے ہو	روح اللہ تعالیٰ روحہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ

جسوقت روح مبارک نے پرواز کیا تو حضرت قطب الاقطاب کو بے ساختہ رقت آئی مگر ضبط کر گئے کچھ دیر کے بعد پھر سخت رقت آئی اور بیقرار ہو کر قریب تھا کہ آپ پر گر پڑتے مگر سنبھل گئے اور دیر تک روتے رہے حکیم عبدالرحیم خاں نے دوسرے روز اسکا سبب پوچھا فرمایا کہ میں نے حضرت قطب الافراد کو دیکھا کہ سرہانے کھڑے نہایت شفقت سے آپ کا چہرہ مبارک دیکھ رہے ہیں یہ دیکھکر مجھ پر آپ کی نسبت حبی جو حضرت قطب الافراد سے تھی منکشف ہوی اور اقتضائے حبی سے میں بیقرار ہو گیا

دوسرے روز بعد نماز ظہر حریم روضہ حضرت غوث ملت میں حضرت قطب الافراد کے پہلو میں جانب مغرب آپ کا مزار بنایا گیا جس پر شیخ سعیدالدین مرید حضرت قطب الافراد نے روضہ بنایا سہ

شمع مزار او ہمہ نور غفور باد	دلہائے زائران درش غرق نور باد

بعض معتقدین نے غم رحلت کو اشعار میں ظاہر کیا ہے چونکہ وہ سب رنگیں مع تاریخہائے وصال حضرت مقتدائے جہاں یکجا بنام رسالہ سراپائے غم چھپ چکی ہیں لہذا یہاں صرف دو تاریخیں لکھی جاتی ہیں

تاریخ وفات از خان بہادر منشی تاج الدین صاحب جذب کاکوروی ؎

ہاے وہ مہر سپہر دیں علی اکبر جناب	جس پہ ہوتا تھا تصدق شاہ خاور بار بار
جذب خود ہے نام نامی شاہ ہر سال وصال	کہئے مولانا ملا کر شاہ اکبر بار بار

۱۳ ۱۴

دیگر از منشی ارتضی علی شر علوی کاظمی کاکوروی ؎

فدا شاہ تقی پر ہو گئے شاہ علی اکبر	نہ کیوں اُنکی سی صورت ہو یہی رنگ محبت ہیں
وفات پاک سے اک روز پہلے یہ ہوا نقشہ	نظر جسکی پڑی وہ بول اُٹھا یہ چھوٹے حضرت ہیں

تاریخ تعمیر روضہ شریفہ از خان بہادر منشی تاج الدین جذب کاکوروی ؎

خفتہ بہ پہلوے اب ابن شہ حیدر رست	دیگر	نام علی اکبر و نام علی اکبر است
بکام باد مراد دل سعید الدین		کہ ہست او ز مریدان حضرت حیدر
سعادت ازلی شد رفیق ہمت او		بخاک کرد بپا روضہ فلک اختر
فدا حسین نمود اہتمام تعمیرش		دہد فداش جزاے خلوص پاک اثر
بحق شاہ تراب و تقی و حیدر شاہ		بحق عارف باللہ کاظم سرور
بحق باسط و شاہ العہد یہ احمد		بحق فتح و مجا شاہ مرشد رہبر
مدام باد الٰہی بحرمت پیران		بدہر نام نکو ہم نشان خوش منظر
بگوش جذب در آمد ز لامکان آواز		مزار باسط و عارف بشر علی اکبر

علاوہ حضرت قطب الاقطاب حضرت وارث الانبیاء کے آپکے خلفا و مجاز و فقرا یہ حضرات ہوے مولوی حکیم محمد حبیب علی علوی کاکوروی مولوی شاہ افضل علی علوی کاکوروی مولوی حاجی شاہ سکندر علیخاں وصل خالص پوری مولوی شاہ عبد الحق بن شیخ امام الدین صدیقی ساکن قصبہ معظم پور تلہر ضلع شاہجہانپور میر سید حسین بن مولوی سید محمد دہلوی سید شاہ فرزند حسین از نبائر حضرت خواجہ حسن چشتی مودودی لکھنوی مولوی شاہ سلیم الدین کاکوروی مولوی شاہ عصیم الدین کاکوروی شاہ ارادت اللہ ساکن محمدی ضلع کھیری شاہ برکت اللہ ابن شاہ ارادت اللہ شیخ ولی محمد عرف

متوکل شاہ لکھنوی بسم اللہ شاہ لکھنوی امام شاہ لکھنوی محسن علی شاہ ابن منصب علی شاہ کاکوروی محب اللہ شاہ کاکوروی ابراہیم شاہ کاکوروی خواجہ عطاء اللہ شاہ لکھنوی۔

مولوی حکیم محمد حبیب علی کاکوروی

آپ حضرت شاہ پیر محمد قلندر برادر خورد حضرت عارف باللہ کے پرنواسہ تھے آپ کے والد حکیم مشتاق علی حضرت غوث ملت کے مرید بامراد اور ذاکر و شاغل و صاحب مجاہدہ تھے ایک صحیفہ میں حضرت غوث ملت نے اُنکو تحریر فرمایا تھا کہ تم جیسی ریاضت کرتے ہو ہم سے نہیں ہو سکتی اُس صحیفہ کی نسبت اُنھوں نے وصیت کی تھی کہ شجرہ کے ساتھ اُنکی قبر میں رکھدیا جاے۔

آپ پانچ جمادی الاخر سنہ بارہ سو چونسٹھ روز چہارشنبہ بعد غروب آفتاب پیدا ہوے آپنے اولاً کچھ درسی کتابیں حضرت فخر الکاملین سے پڑھیں اور کچھ مفتی عنایت احمد کاکوروی و مولوی لطف اللہ و مولوی اولاد حسین موہانی سے اور سترہ سال کی عمر میں بقیہ کتب درسیہ وغیرہ سے فراغت و سند فضیلت مولوی سلطان حسین سے حاصل کی پھر صرف چھ ماہ میں طب تمام و کمال اپنے والد سے پڑھی سلسلہ درس و تدریس مدت العمر جاری رکھا ضلع اٹاوہ و جوار مین پوری کے اکثر لوگ آپ کے شاگرد تھے اُس طرف احکام شریعت کی پابندی آپ ہی کی ذات سے ہوی۔

آپ کے تالیفات یہ رسایل ہیں رسالہ تعین دل بجلیہ شریف معروف بخیال حلیہ سید الابرار منظم تقابل موذی سیف المسلول علی من یمانع القیام بمولد الرسول المواعظ الحسنہ دمغ المعاند جواب القیام فی میلاد خیر الانام تحقیق حکایات امام ابی یوسف تحقیقات نادرہ جیبی تحفہ تحریر تحریر اہل نجات تقریر کشاف تحقیق کنیت صدیقی جایزہ سجدات تحیات ترقیع شریعت جواز الاحجاج بالغیر اثبات معانقہ عیدین ازالہ خطرات موروہ آیات البر یا بسط التحف و الہدایا تحقیق بیعت الحج۔

آپ عرصہ تک اٹاوہ میں وکیل عدالت دیوانی رہے کبھی کسی جھوٹے مقدمہ کی پیروی نہیں کی اگرچہ بظاہر دنیادار تھے مگر بباطن تارک و خدا پرست ظاہراً باخلق و باطن باحق دل بیار و دست بکار

رہتے تھے کتب بینی کا مشغلہ بڑھا ہوا تھا اکثر کتب حدیث و تصوف دیکھا کرتے تھے فن مناظرہ سے خاص دلچسپی تھی آپ شاعر بھی تھے حبیب تخلص تھا۔

آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت قطب الافراد سے بیعت تھی دوسری جمادی الاول روز جمعہ سنہ بارہ سو ستتر میں مرید ہوئے اُنکی توجہ بھی آپ پر بہت تھی نیز حضرت معتقد لے جاں بھی عنایت فرماتے تھے آپ کا ورع و زہد و علم و حلم بڑھا ہوا تھا چونکہ آپ صاحب استعداد و متقی تھے لہذا حضرت فخر الکاملین نے آپ کو سلاسل سبعہ کی اجازت دی مگر آپ نے ادباً کبھی کسی کو مرید نہیں کیا اُن کے مکاتیب بھی آپ کے نام متعلق بہ تعلیم اذکار و اشغال و اوراد نہایت عمدہ ہیں جو رسالہ فیوض العارفین فی تعلیمات قلندریہ میں چھپ چکے ہیں۔

آپ نے بعمر چھیاسٹھ سال بعارضہ فالج پچیس ذیقعدہ سنہ تیرہ سو تیس روز سہ شنبہ اٹاوہ میں انتقال کیا اور بادشاہ قلی کے قبرستان میں دوسرے روز بعد نماز ظہر دفن ہوئے۔

مولوی شاہ افضل علی کاکوروی

ابن شیخ لطافت علی ابن حضرت شاہ کرامت علی قلندر آپ کی ولادت سنہ بارہ سو تینتیس میں ہوئی بچپن سے اپنے والد کے ساتھ سہارنپور و میرٹھ وغیرہ میں رہے بہت نیک مزاج و صاف باطن تھے تنتیس سال مختلف عہدوں پر ملازم رہکر پنشن لیکر بعد مدت دراز وطن آئے بہت سخی و مہمان نواز و سادہ مزاج و فقیر دل بزرگ تھے جب خانہ نشین ہوئے تو بعض اعزہ و احباب نے صلاح دی کہ آپ ترک لباس کرکے اپنے جد بزرگوار کے مزار پر بیٹھیں چنانچہ آپ نے اُنکے عرس کے روز جو پانچ جمادی الاخر کو ہوتا تھا حضرت فخر الکاملین کے دست مبارک سے خرقہ پہنا اور اجازت و خلافت مع مثال حاصل کی اور وہیں قیام اختیار کیا تاریخ خرقہ پوشی سے

بہ افضل علی شاہ طوبیٰ مقام	ز اکبر علی شاہ عرش آشیاں
چو شد خرقہ حاصل سروشی زغیب	بگفتا بگو خرقہ عارفاں ۱۳۰۷

پانچ برس وہیں رہے اور سوا اوراد و وظایف کے کوئی شغل نہ رکھا آپ میں صبر و رضا بقضا کی ایک خاص شان تھی چند ماہ علیل رہکر بعمر چہتر سال چہ صفر روز شنبہ سنہ تیرہ سو گیارہ میں انتقال کیا اور اپنے جد بزرگوار کے روضہ کے بائیں چبوترہ پر دفن ہوئے آپ سے سلسلہ بیعت بھی جاری ہوا

مولوی شاہ سلیم الدین کاکوروی

ابن مولوی تقی الدین بن مولانا حاجی امین الدین محدث بن مولانا حمید الدین محدث کاکوروی حضرت حاجی صاحب کا صاحب دل صاحب تصرف ہونا مشہور ہے اب بھی لوگوں کو انکی کرامات معلوم ہیں۔

مولوی تقی الدین فتحپور سیکری میں عرصہ تک تحصیلدار رہے آپ اُنکے صاحبزادہ تھے آپ کو ابتدا ہی سے نوکری کی طرف میلان نہوا اور چونکہ اپنے والدین کے محبوب ترین اولاد سے تھے لہذا ہمیشہ اُنھیں کے پاس رہے۔

آپ کو حضرت غوث ملت سے بیعت تھی زمانہ قیام فتحپور میں بوجہ غلبہ ذوق و شوق فقرا سے زیادہ ملتے رہتے تھے ایک بار ایک نقشبندی بزرگ کے حلقہ میں چند روز گئے مگر کچھ فائدہ نہوا اور اُن بزرگ نے خواب میں حضرت غوث ملت کو اپنی طرف سے برہم اور یہ ارشاد فرماتے سُنا کہ تمہارا معاملہ تمہارے ساتھ ہے اور ہمارا معاملہ ہمارے ساتھ اُس روز سے اُنھوں نے اپنے حلقہ میں شریک ہونے سے آپ کو روک دیا آپ وہاں سے منتفض واپس آئے یہاں حضرت غوث ملت کی عنایت خاص ظاہر ہوئی یعنی ہر در و دیوار و شجر و حجر و زمین و آسمان میں لفظ اللہ منقش معلوم ہوتا تھا جس سے چند روز آپ نے جوتہ پہننا چھوڑ دیا اور کیفیت دیوانگی پیدا ہوگئی جس نے کثرت درود خوانی کی طرف متوجہ کر دیا آخر اُس حالت سے افاقہ ہوگیا عشق و محبت نبوی صلعم فطرتاً آپ میں زیادہ تھا اسلئے درود شریف بہت پڑھتے تھے مزاج میں صفائی و آزادی بھی بہت تھی وضع بالکل سپاہیانہ تھی اور اشتیاق شہادت قلب میں بہت تھا اکثر لوگوں سے کہا

کرتے تھے کہ دعا کرو خدا مجکو شہید دنیا سے اُٹھائے آخر عمر میں لباس فقر آپکو حضرت فخرالکاملین نے پہنایا بعد خرقہ پوشی سے بعد نماز فجر ذکر نفی و اثبات کے بالالتزام پابند رہے اور بعد ذکر اکثر یہ شعر پڑھتے تھے ؎

آنجا نہ پذیرند نماز و ورع و زہد	آں چیز کہ آنجا بپذیرند نیاز است

آپ کی وفات سترہ جمادی الاخر سنہ تیرہ سو تیرہ میں ہوی مرض الوفات یہ ہوا کہ ایک پیر پک گیا تھا علاج کیا گیا مگر مرض بڑھتا ہی گیا شب انتقال میں بار بار کہتے تھے کہ میں جن بزرگان دین کی ارواح طیبہ پر درود شریف بخشتا ہوں وہ سب اسوقت موجود ہیں بعد انتقال کے جب آپ کو غسل دینے لگے تو کرتہ کا گریبان پھاڑکر اُتارنا چاہا حضرت فخرالکاملین نے فرمایا کہ کیوں گریبان پھاڑتے ہو اُٹھاکر بٹھادو اور کرتہ اُتارلو چنانچہ بٹھاکر کرتہ اُتارا گیا اور پھر بیٹھے بیٹھے غسل دیا گیا اُسی زمانہ میں حضرت قطب الاقطاب نے آپکے نواسہ مولوی شریف الدین سے فرمایا کہ کل شب کو میں نے اُنکو خواب میں دیکھا کہ وہ نہایت وجد و ذوق میں تسبیح لئے مابین مزار و حجرۂ حاجی صاحب ٹہل رہے ہیں اور یہ شعر نہایت ذوق سے پڑھ رہے ہیں کہ ؎

آنجا نہ پذیرند نماز و ورع و زہد	آں چیز کہ آنجا بپذیرند نیاز است

آپ کے صاحبزادہ مولوی شاہ عصیم الدین بیان کرتے تھے کہ آپکے انتقال کے دوسرے روز شب کو حاجی صاحب کے حجرہ سے جسمیں آپ رہتے تھے ذکر کی آواز آتی رہی مگر حجرہ کھولکر دیکھنے پر کچھ معلوم نہوا قریب مزار حضرت حاجی صاحب آپ کی قبر ہے۔

مولوی شاہ سکندر علی خاں

آپ کی ولادت پانچویں رجب روز شنبہ سنہ بارہ سو تریسٹھ میں شہر لکھنو محلہ قندھاری بازار میں ہوی خالص پور تحصیل ملیح آباد ضلع لکھنؤ وطن ہے آپکے اجداد در زمانہ نواب شجاع الدولہ آصف الدولہ بہادر میں رسالہ داری وغیرہ کے عہدوں پر مامور رہے لکھنو میں محلہ قندھاری بازار اُنھیں کا آباد کیا ہوا ہے

آپنے لکھنؤ میں دسویں سال کلام مجید ختم کیا اور فارسی کی مختصرات پڑھیں پھر اپنے پھوپھا عبدالہادی خاں رسالدار کے ساتھ خیرآباد گئے اور ایک سال وہاں رہے وہیں تحصیل علوم عربیہ کا شوق ہوا وہاں سے وطن آکر پانچ برس مختلف لوگوں سے پڑھتے رہے پھر بہدایت غیبی آستانہ کاظمیہ پر حاضر ہوے یہاں دس برس رہکر جملہ علوم مختلف حضرات سے حاصل کئے بعض کتب درسیہ حضرت مقتدرے جہاں سے اور بعض غیر درسیہ انکے صاحبزادوں سے پڑھیں پھر بقیہ کتب درسیہ یعنی شرح جامی سے ہدایہ تک حضرت فخرالکاملین سے پڑھیں بعد وصال حضرت مقتدرے جہاں بمبئی چلے گئے وہاں مولوی شاہ عبیداللہ چشتی سے کتب صحاح ستہ و فصوص الحکم پڑھیں اور وہیں سے مکہ معظمہ گئے اور وہاں کے علما سے بھی استفادہ کیا حضرت شیخ احمد دحلان کے حلقہ درس میں شریک ہوے اور سند حاصل کی پھر مدینہ منورہ میں حضرت شاہ عبدالغنی نقشبندی مجددی سے بھی کچھ حدیث پڑھکر سند حاصل کی اور وہیں حضرت شاہ محمد مظہر مہاجر مدنی سے بیعت کی اور وطن واپس آے یہاں آکر حضرت فخرالکاملین اور حضرت شاہ عبدالسلام ہسوی سے اجازت و خلافت پائی ان حضرات نے آپ کو خرقہ بھی دیا جنکو آپ نے کبھی بپاس ادب نہیں پہنا اور قریب اپنے زمانہ انتقال کے وہ سب تبرکات حاجی ایوب میمن کے یہ کہکر سپرد کردئے کہ تم انکو نہایت تعظیم و توقیر سے اپنے پاس رکھو لوبان وغیرہ کی خوشبو دیا کرو اور محبان اولیاء کرام کو زیارت کرایا کرو اور اپنے ورثا کو وصیت کردو کہ تمہارے بعد انکو بحفاظت رکھیں بے ادبی نہونے پاے میں ایک مجرد آدمی ہوں خوف ہے کہ میرے بعد کوئی انکی قدر نہ کرے اور میری قبر میں بھی انکو نہ رکھنا کیونکہ قبر میں تلویث نجاست کا خوف ہے آپنے بمبئی میں مدرسہ اسلامیہ مرین لین میں بزمرۂ مدرسین ملازمت کرکے سکونت اختیار کرلی تھی آپ کو جملہ علوم میں عبور تھا علماء عرب و عجم آپکے تبحر علمی کے قائل تھے آپکے تلامذہ بمبئی اور اسکے نواح میں بہت تھے شعرگوئی میں بھی دستگاہ کامل تھی شعر و سخن میں آپنے مولوی محی الدین خاں فوق کاکوروی سے اصلاح لی تھی آپ کے تالیفات بھی متعدد ہیں مگر ان رسایل کے سوا اور کوئی شایع نہیں ہوے صحیفہ عشق معیار البلاغت تنقیح المسائل تحفۃ العلماء آپ نہایت مودب و منکسر المزاج تھے کاکوری جب آتے اور حضرت فخرالکاملین کے حضور میں

حاضر ہوتے تو جو کچھ نذر پیش کرتے وہ اُنکے کفش مبارک پر رکھدیتے اور اُنکے خدام تک کی قدمبوسی کرتے تھے آپکے تفصیلی حالات مفید الصالحین مولفہ شیخ داؤد ساکن بمبئی میں مذکور ہیں آپ کی وفات سترہ شعبان سنہ تیرہ سو چودہ میں ہوئی قبر بمبئی میں ہے۔

شاہ ارادت اللہ

ابن شیخ سبحان آپ قصبہ محمدی ضلع لکھیم پور کھیری کے باشندہ تھے تقریباً سنہ بارہ سو بیس میں پیدا ہوئے بچپن سے فن سپہ گری کے شایق تھے دہلی میں شاہی فوج میں ملازم تھے پھر اسکو چھوڑکر تجارت شروع کی مختلف چیزوں کی تجارت کرکے فراغبالی سے بسر کرتے تھے آپکی بیعت فقیر ہونیکا یہ واقعہ ہوکہ ایک روز آپ کی دوکان پر چند لوگ جمع تھے کچھ حضرت سلطان ابراہیم ابن ادہم کا ذکر آیا آپنے اُنکی ترک سلطنت داختیار فقر کے حالات پوچھے لوگوں نے بیان کیے جسے سنکر آپ کی حالت ایسی متغیر ہوی کہ جو کچھ مال و اسباب تھا سب لٹا کر گھر گئے اور بیوی سے کہا کہ لڑکوں کو لیکر تم اپنے میکہ جاؤ میں مرشد کامل کی تلاش میں جاتا ہوں تین سال تک مشہور مقامات بانس بریلی بدایوں دہلی پاکپٹن اجمیر پیلی بھیت لاہرپور کھیری ردولی سلون گنج مرادآباد وغیرہ پھر اسکئے مگر کسی بزرگ کو حسب منشا رہ پایا آخر لکھنو آکر بزرگان لکھنو سے ملے مگر کسی کی طرف طبیعت مایل نہ ہوی فوراً وہیں سے حرمین شریفین کا ارادہ کرو یا لوگوں نے کاکوری کا پتہ بتایا کہ وہاں بھی ہو لیجیے تب کاکوری آئے اور قصبہ کا گشت کرتے تکیہ شریف پر پہونچے اور حضرت فخر الکاملین کے حضور میں حاضر ہوئے اُنھوں نے فرمایا کہ آؤ شاہ جی السلام علیکم آپنے عرض کیا کہ میں شاہ جی کیونکر ہوگیا ابھی تو لباس دنیاداری میں ہوں فرمایا کہ تمہارا دل فقیر ہوچکا ہے ظاہر باقی ہے آپنے حال بیان کرکے کہا کہ اب بیت اللہ شریف جاکر حاجی امداد اللہ صاحب سے بیعت کرنے کا قصد ہے کیونکہ میری یہاں کی حاضری بھی بے سود رہی یہاں بھی میرا عقیدہ نہیں جمتا ارشاد ہوا کہ ایک رات یہاں ٹھہرجاؤ اور شب کو سوتے وقت باوضو درود شریف جسقدر پڑھا جائے پڑھو صبح کو اختیار ہے رہنا

یا چلے جانا آپ نے تعمیل ارشاد کی شب کو خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ خوبصورت باہیبت و جلال جنکی بڑی بڑی آنکھیں اور نورانی پیشانی ہے آئے اور فرمایا کہ سوتا ہے یا جاگتا اُٹھ اور ہمارے کہنے پر عمل کر خبردار بغیر بیعت کئے بیت اللہ نہ جانا زندگی و موت کا اعتبار نہیں اگر سمندر میں ڈوب گیا اور وہاں تک نہ ہونچا تو کہیں کا نہ رہیگا یہ سنکر آپ کی آنکھ کھل گئی صبح کو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا تو جس صورت کے بزرگ کی شب کو زیارت ہوئی تھی انکی شکل اُسوقت بعینہ وہی تھی یہ دیکھ کر عقیدہ راسخ ہوگیا اُسیوقت اصرار کرکے مرید ہوگئے اور خرقہ فقر بھی پایا دوسری ذیحجہ روز چہارشنبہ سنہ بارہ سو نوے میں مرید ہوئے پھر ایک ہفتہ ٹھہر کر حرمین شریفین روانہ ہوگئے وہاں سے واپس ہوکر دو چلّے متواتر ایک قبر بنا کر اور اُسمیں رہکر کئے اور زندہ درگور کا لقب پایا انمیں نہ کچھ کھایا نہ پیا جب چلّے ختم ہونے میں دو تین روز باقی رہے تو دیکھا کہ ایک پیر مرد مقطع صورت خوان سر پر لایا اور کہا لیجئے یہ کھانا آپکے پیر و مرشد نے بھیجا ہے یہ متعجب ہوئے کہ چلہ میں کھانے پینے کی ممانعت پھر یہ خوان کیسا فوراً حضرت پیر و مرشد کی طرف متوجہ ہوئے معلوم ہوا کہ یہ شیطان ہے لاحول پڑھو آپ نے پڑھی وہ مع خوان کے غائب ہوگیا ختم چلہ پر اسقدر کمزور و نحیف ہوگئے تھے کہ روئی کے پہلوں پر لپیٹ کر نکالے گئے بیس و نتک آب مونگ و یخنی دیگئی تب طاقت آئی مدت العمر بحکم مرشدی محمدی ضلع کھیری میں رہے اور دس جمادی الاخر روز پنجشنبہ سنہ تیرہ سو تیس میں بعمر ایک سو بارہ سال انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے ہر سال حضرت عارف باللہ کے عرس میں حاضر ہوتے اور تین ماہ رہکر بعد فاتحہ اپنے پیر و مرشد کے واپس جاتے تھے بجز دو سال قبل انتقال کے یہ معمول کبھی ناغہ نہوا آپ کی زبان میں خدا نے اثر دیا تھا جو کہتے تھے وہ ہوتا تھا اور جس قبر میں چلہ کشی کی تھی اُسی میں اکثر رہا کرتے تھے جن لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی تھیں وہ اُس قبر پر آپ کی زندگی میں چادر چڑھاتے تھے اور اب بھی چڑھاتے ہیں اور مرادیں بھی پوری ہوتی ہیں آپکے جانشین آپکے بیٹے شاہ برکت اللہ ہوئے جنکو بیعت حضرت قطب الاقطاب قدس سرہٗ اور اجازت و خلافت حضرت فخر الکاملین سے ہے ہر سال یہ اپنے والد کا اور اُسی کے ساتھ حضرت فخر الکاملین کا عرس کرتے ہیں۔

نفحہ شانزدہم

ذکر حضرت شمس العارفین قطب الاقطاب مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر

آپ کی ولادت باسعادت گیارہ ربیع الآخر روز جمعہ ہوئی بعد ولادت جب لوگوں نے حضرت غوث ملت کو مبارکباد دی تو انھوں نے مسرور ہوکر فرمایا کہ الحمد للہ آج میرے گھر آفتاب آیا اور مکان پر جاکر دیکھنا چاہا آپ نہلاکر انکے پاس لائے گئے انھوں نے آپکے منھ میں اپنے داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی دی آپنے خوب چوسا پھر کچھ پڑھکر دم کیا اور ولادت کے ساتویں روز علی انور نام رکھا بحالت شیرخوارگی وہ اکثر نہا بچہ پر آپ کو گود میں لیکر چادر کا گوہا سر سے پیر تک کر لیتے تھے ایک مرتبہ آپنے انکی گود میں پیشاب کردیا کسی نے آپ کو گھڑکا انھوں نے اسپر ناراض ہوکر فرمایا کہ یہ لڑکا ایسا ہوگا جسکا پیشاب چلو میں لینا لوگ فخر سمجھیں گے۔

جب آپ چار سال کے ہوئے تو حضرت غوث ملت نے آپ کی تسمیہ خوانی کی اور نتیس رمضان المبارک روز جمعۃ الوداع سنہ بارہ سو چوہتر سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں مرید کرکے اپنے سر سے ٹوپی اتار کر آپکو پہنادی اور آپ کی ٹوپی حسین شاہ کو دیدی اور فرمایا کہ الحمد للہ میں بھی کتنا خوش نصیب ہوں کہ ایک باغ لگایا اور اسکا پھل کھایا پھر اس پھل کی گٹھلی بوئی وہ بھی پھلی اسکا بھی پھل کھایا جب انھوں نے آپ کو اپنی ٹوپی پہنائی تو حضرت مقتدائے جہاں نے پوچھا کہ آپنے اسمیں اتنی عجلت کیوں کی فرمایا کہ محض اس خیال سے کہ شاید کوئی ایسا وقت آئے کہ یہ مکان بزرگوں سے بالکل خالی ہوجائے اور کوئی لبس و الباس خرقہ کا مجاز نہو تو اسوقت اسکو کسی سے پہننے کی ضرورت نہ پڑے اور جب یہ کلام اللہ یاد کرچکے تو اسوقت میری طرف سے اسکو میرا خرقہ مع اس تاج جعفری کے جسکو میں اکثر

پہنتا ہوں پہنا دینا حضرت قطب الافراد نے آپ سے نذر پیش کرنے کا اشارہ کیا آپ نے چار روپیہ نذر کئے اُنھوں نے فرمایا اسکی کیا ضرورت کہ میرا روپیہ مجھی کو نذر دیا جائے آپ نے عرض کیا کہ یہ تو عرفی نذر ہے اُنھوں نے ہنسکر پوچھا کہ اور حقیقی نذر کیا ہے آپ نے عرض کیا کہ حقیقی نذر میں خود ہوں اُنھوں نے خوش ہوکر لپٹا لیا اور بہت دعائیں دیں۔

اُنکا معمول تھا کہ روزانہ صبح کو جب آپ آتے تو آپ سے سات سلام کراتے اور ہر سلام پر مختلف دعائیں دیتے پھر اُسی زمانہ میں آپ کو صلوۃ التسبیح اور بعض اوراد تعلیم فرمائے اور حفظ کلام مجید بھی شروع کرا دیا اور عرس شریف کی مجلس قل میں گود میں بٹھا کر آپ سے قل ہو اللہ پڑھوائی اور خوش ہوکر ایک اشرفی دی۔

آپ بچپن ہی سے بہت ذہین تھے ایک بار محفل عرس میں حضرت غوث ملت کی گود میں بیٹھے تھے قوال نے اُنھیں کی غزل گائی جسکا ایک شعر یہ تھا کہ ؎

خوباں کسنوں پر فدا ہوتے ہیں سبھی		معشوق پیر پر جو فدا ہو تو جانیئے	

اُنھوں نے آپ سے پوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے آپ نے عرض کیا کہ سچ کہتا ہے فرمایا کیسے عرض کیا کہ جیسے میں آپ پر فدا ہوں اُنھوں نے خوش ہوکر لپٹا لیا۔

حضرت غوث ملت کے سیوم کے روز حضرت مقتدائے جہاں نے پنج آیت آپ سے شروع کرائی یعنی اول رکوع سورہ لم یکن الذی جو اُسی روز آپ نے یاد کیا تھا پڑھوایا اور اپنے یاران خاص مولوی حسین احمد محدث ملیح آبادی و مولوی عبد الغفار غالص پوری وغیرہ سے فرمایا کہ چونکہ حضرت صاحب قبلہ کی مرضی انکو قرآن یاد کرانے کی تھی لہذا انھیں سے پہلے پڑھوانا مناسب معلوم ہوا کہ ان کے پڑھنے سے انکی روح مبارک زائد خوش ہوگی۔

دسویں سال آپ نے بتوجہ اُستاد الحفاظ حافظ محمد علی نابینا ساکن بڑاگانوں مقیم کاکوری حفظ کلام مجید سے فراغت پائی اور اُسی سال ماہ رمضان سنہ بارہ سو اُناسی میں پہلی محراب متعدد حفاظ کی اقتدا میں سنائی یوم ختم حضرت مقتدائے جہاں نے حسب وصیت و ارشاد حضرت غوث ملت بحضور

قطب الافراد آپ کو خرقہ مع تاج جعفری پہنایا اور حضرت عارف باللہ کی تیسری صاحبزادی یعنی اہلخانہ حافظ مظہر حسین صاحب کی خدمت میں بھیجا انھوں نے بہت شفقت کی اوراذکار قلندریہ جنکی تعلیم آپنے حضرت قطب الافراد سے پائی تھی سب پوچھے آپنے بتلائے انھوں نے خوش ہو کر دعائیں دیں۔

آپ اپنے معاصر حفاظ میں ممتاز تھے ایسا یاد تھا کہ بعد وفات آپکے اُستاد کے تراویح میں کسی کو لقمہ دینے کی ضرورت نہیں پڑی دو چار حافظ ضرور سامعین میں ہوتے تھے لحن و صوت بھی ایسا دلکش تھا کہ رمضان شریف میں قران سُننے جوق جوق لوگ آتے تھے خصوصاً سورہ رحمن کے روز زائد مجمع ہوتا تھا حضرت فخر الکاملین خوش ہو کر اپنے بعض مخصوصین سے فرماتے تھے کہ کیا اچھا پڑھتے ہیں وقت حفظ سے سال وصال تک آپکا رمضان میں قران پڑھنا بجز ایک سال کے بوجہ علالت کبھی ناغہ نہوا روزانہ تین پارہ پڑھنے کا معمول رہا اور قریب رمضان میں اس سے زائد آپکا معمول تھا کہ جمادی الاخر سے روزانہ کے دور میں اضافہ کر دیتے تھے فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں جسقدر ختم ہوتے ہیں وہ سب میں اپنے دادا صاحبان کی ارواح طیبہ پر ہدیہ کر دیتا ہوں۔

حفظ کلام مجید کے ساتھ آپنے فارسی کی ابتدائی کتابیں مولوی شرف الدین سندیلی نزیل کاکوری سے پڑھیں اور میزان الصرف سے مصباح تک اپنے والد بزرگوار سے اُسکے بعد سے حضرت مقتدائے جہاں نے پڑھایا اُنھیں سے کل کتابیں تفسیر و حدیث و فقہ و عقاید و منطق و تصوف و ادب و کلام وغیرہ پڑھکر اٹھارھویں سال فراغت پائی اُنھوں نے محض آپ کی تعلیم کی وجہ سے پانچ سال اپنی عمر زائد حق تعالیٰ سے مانگ لی تھی سنہ بارہ سو تاسی میں جب آپ کی تکمیل ہوگئی تو آپ کا نکاح اپنے چھوٹے صاحبزادہ مولانا حامد علی مغفور کی صاحبزادی سے کر دیا۔

آپ تمام علوم مروجہ میں طاق اور علم تصوف و حقایق میں شہرہ آفاق تھے اس وسیع و لطیف علم معنوی میں جسکے جاننے والے شاذ و نادر ہی ہونگے آپ کی معلومات کا پایہ بہت بلند تھا علوم ظاہر میں معقولات و منقولات پر ایسا عبور تھا کہ طالب علم کے سبق کے وقت کوئی کتاب کیسی ہی دقیق کیوں نہو پہلے سے نہیں دیکھتے تھے اور مطالب اسطرح سمجھاتے تھے کہ اُسکو اُلجھنا نہیں پڑتا تھا۔

پڑھانے میں یہ دستور تھا کہ اگر طالب علم سمجھدار و ذہین ہوا تو عبارت و معنی کہلوا کر مطلب بیان کر کے پوچھتے تھے کہ کیا سمجھے اگر وہ سمجھ جاتا تھا تو خیر ورنہ پھر سمجھاتے تھے اور اگر طالب علم معمولی استعداد کا ہوا تو اُسکو عبارت پڑھنے میں بھی مدد دیتے تھے فرماتے تھے کہ حضرت مقتدائے جہاں اور اُنکے اُستاد مولانا محمد مستعان کا یہی طریقہ تھا۔

حضرت مقتدائے جہاں کے سامنے ہی سے آپنے درس دینا شروع کیا جسکا سلسلہ وفات تک قایم رہا ابتدا میں پینتیس چالیس سبق روز پڑھاتے تھے جسمیں علاوہ کاکوری کے باہر کے طلبہ بھی ہوتے تھے آخر زمانہ میں البتہ تعداد طلبہ کم ہوگئی تھی صرف دس بارہ سبق رہگئے تھے آپکے شاگردوں کے نام جسقدر معلوم ہوسکے لکھتا ہوں۔

انمیں پہلے چھ اصحاب وہ ہیں جنھوں نے پوری کتابیں پڑھکر فراغ حاصل کیا اور بقیہ وہ ہیں جنھوں نے یا تو عرصہ تک پڑھا یا متوسطات و ابتدائی تعلیم پائی۔ مولوی کمال الدین اعظم گڈھی مولوی محمد صدیق اعظم گڈھی مولوی محمد یسین چتاروی مولوی نصیر الحق فرنگی محلی مولوی منصب علی مانکپوری مرحوم حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر قدس سرہ۔

منشی محمد وہاج الدین کاکوروی مغفور مولوی منعم الدین عرف عبد القیوم کاکوروی مرحوم مولوی اکبر علی کاکوروی مرحوم شیخ محسن علی علوی کاکوروی مرحوم چودھری عبد المجید کاکوروی مرحوم منشی عبد الوحید نیرنگ علوی کاکوروی منشی امیر بخش ساکن میلارائگنج مرحوم منشی مرتضی علی علوی کاظمی مرحوم حکیم عبد الباسط خاں خالص پوری مرحوم مولوی رکن الدین کاکوروی مرحوم مولوی محمد قاسم و مولوی محمد ہاشم کاکوروی مرحوم مولوی وسیم الدین کاکوروی مرحوم حاجی رشید الدین علوی کاکوروی مرحوم شیخ غفور الدین عرف سجاد علوی کاکوروی مرحوم مولوی سید احمد خلف مفتی عنایت احمد مرحوم منشی عبد القیوم خلف منشی عبد الحی عرشی کاکوروی مرحوم منشی حسن رضا کاکوروی مرحوم منشی یوسف حسن کاکوروی مرحوم میر تفضل احمد مرحوم مولوی عماد الدین خاں کاکوروی مرحوم قاضی شاہ علی خاں کاکوروی مرحوم مولوی منظور الدین خاں کاکوروی مرحوم شیخ علی عباس علوی کاکوروی مرحوم منشی سراج الدین حسین خاں کاکوروی مرحوم

مولوی حافظ محمد یوسف علوی کاکوروی مرحوم منشی سیف علی حکیم ناظم علی کاکوروی مرحوم مولوی عبدالصمد
مولوی حبیب اللہ میر الطاف علی شیخ عنایت اللہ شیخ حسن بخش ساکن میلارا گنج مرحوم حافظ علی حسین مرحوم
ساکن بڑاگانوں مولوی صادق علی و مولوی ناظم علی علوی کاظمی مرحوم حافظ حمید الدین کاکوروی مرحوم
مولوی فرید علی فلک کاکوروی مرحوم منشی یعقوب علی علوی کاکوروی مرحوم منشی محمد اسحاق علی علوی
کاکوروی مرحوم شیخ ریاض الحسن کاکوروی مرحوم حافظ التفات حسین کاکوروی مرحوم عبدالحمید خان
ساکن علوپور محمد اسماعیل خاں خالص پوری مولوی فدا حسین کاکوروی مرحوم منشی نور الحسن علوی کاکوروی
منشی معشوق حسن کاکوروی مرحوم مولوی کمال الدین مرحوم مولوی سدید الدین خاں کاکوروی مرحوم
منشی اصغر حسین و منشی امجد حسین علوی کاکوروی مرحوم منشی فخر الحسن علوی کاکوروی منشی اولاد حسین و
شیخ انعام اللہ ساکن میلارا گنج مرحوم منشی صادق حسین ساکن دیوہ شیخ سید حسن و جعفر حسن کاکوروی مرحوم
مولوی شریف الدین کاکوروی و منشی واحد علی بسمل علوی کاکوروی مرحوم و منشی ولایت علی و منشی واحد علی
علوی کاکوروی مرحوم شیخ محمد شفیع علوی کاظمی منشی ارتضی علی علوی کاظمی مرحوم مولوی مشکور الدین خاں
کاکوروی مرحوم مولوی حسن یاور خاں کاکوروی مرحوم منشی وہاج الدین حسین علوی کاکوروی مرحوم حافظ
شیخ حسن علی مولوی شیدا علی کاکوروی منشی نعیم الدین کاکوروی مرحوم منشی محمد یعقوب برکت اللہ شاہ
ساکن محمدی منشی رضا احمد کاکوروی مرحوم منشی نذیر احمد کاکوروی مرحوم مولوی عبدالغفار ساکن جھنڈ
منشی شفیع الدین کاکوروی مولوی عبدالحکیم واعظ و مصنف دلائل الخلافہ منشی عطا حسین علوی کاکوروی
مرحوم مولوی حکیم وصی علی علوی کاکوروی مرحوم مولوی محمد زاہد اوناہی مولوی محمد الیاس علوی کاکوروی
مرحوم مولوی عبدالعزیز شیخ عظمت علی و عشرت علی جگوری مرحوم شیخ تاج الدین عرف لیسین شاہ
کاکوروی منشی شریف الحسن علوی کاکوروی مرحوم حکیم محبوب حسن کاکوروی مرحوم مولوی احمد عرف
رستم خاں مرحوم شیخ عبداللہ و منشی رحمت اللہ کاکوروی مرحوم محمد ابراہیم خلف مولوی رستم خاں منشی
احمد حسن خلف مولوی مہدی حسن کاکوروی شیخ معشوق حسن علوی کاکوروی مرحوم شیخ احمد علی خلف محمد علی
خادم خاص ارشاد علی ہمشیرزادہ محمد علی منشی محمد عیسی میر امان علی کاکوروی شیخ عبدالغفور کاکوروی شیخ

ممتاز علی علوی کاکوروی مرحوم مولوی فدا حسین لکھنوی مولوی حافظ سخاوت علی کسمنڈوی شیخ معین الدین لکھنوی لالہ منگلے رائے کاکوروی لالہ کامتا پرشاد لالہ بھیروں پرشاد منشی اودھ بہاری لعل کاکوروی لالہ بشیشر دیال پسر لالہ کشن دیال کاکوروی مولوی حافظ اکرام علی کاکوروی حکیم وسیم الدین کاکوروی راقم الحروف بندہ احقر تقی حیدر برادر عزیز مولوی حافظ شاہ علی حیدر سلمہ۔

معمولی علمی مذاکرہ کے اوقات اور غیر معمولی جلسوں میں حاضرین حسب استعداد مختلف علوم کے مسائل دریافت کرتے اور جواب شافی پاتے تھے جس سے آپ کی واقفیت تامہ و تبحر علمی کا اندازہ ہوتا تھا اسکے علاوہ آپکے تصانیف خود آپ کی وسعت نظری کے شاہد عادل ہیں اُس زمانہ کے علماء میں مولوی شاہ سکندر علیخاں و مولوی علی حیدر خاں خالص پوری و مولوی عبد العلی مدراسی و مولوی عبد الحی و مولوی شاہ عبد الوہاب و مولوی محمد اکرم و مولوی محمد ابراہیم و مولوی عبد الغفار فرنگی محلی و مولوی عبد الصمد پنجابی کانپوری وغیرہم آپ کی فضیلت وعلم کے قائل و مداح تھے نیز مذہب امامیہ کے علما و فضلا مولوی سید کمال الدین و مولوی سراج الدین حسن معروف بمولوی فدا حسین لکھنوی و مولوی ظہیر الدین بلگرامی وغیرہ خلوص و نیاز سے حاضر ہوتے اور آپکے فیوض علمی سے مستفیض ہوکر مسرور و محظوظ جاتے تھے اور بعض حضرات مثل مولوی وکیل احمد سکندر پوری و مولوی شاہ عبد القادر بدایونی و مولوی احمد رضا خاں بریلوی و مولوی شاہ عبد الصمد سہسوانی وغیرہ آپسے غائبانہ نیاز رکھتے تھے اور برابر اپنی تصانیف آپکے پاس بھیجتے رہتے اور خطوط میں اظہار نیازمندی کرتے جو طلبہ اُسوقت دور دراز مقامات سے لکھنو آکر معقولات و منقولات کی تکمیل کرتے تھے اُنھیں سے اکثر طلبہ آپ کی شہرت سنکر یہاں آتے اور علمی مذاکرہ سے فیض پاکر محظوظ واپس جاتے بعض تو پہلی دوسری ملاقات میں ایسے مسرور ہوتے تھے کہ دو دو تین تین ہفتہ تک کہیں نہ کہیں کاکوری میں قیام کرتے۔

تحقیقات و تدقیقات علمی کے باوجود احتیاط اسقدر تھی کہ جزئی مسئلہ بھی بغیر کتاب دیکھے نہیں بتاتے تھے فرماتے تھے کہ قرین احتیاط یہی ہے کہ بغیر کتاب دیکھے نہ بتائے اور جب کوئی کسی فتوے پر دستخط کرنے کو عرض کرتا تو فرما دیتے کہ میرے خاندان کا دستور نہیں بلکہ یہاں حضرت

خواجہ عبد الخالق غجدوانی کے اس وصیت پر عمل ہے کہ

ملاے بسر گواہ مشو وقاضی مشو ومفتی مشو و در محکمہ قضا حاضر میا

اگر کبھی کسی کے اصرار پر لکھا بھی تو کتاب سے عبارت نقل کر دی اُسمیں نہ اپنی رسالے لکھتے نہ دستخط کرتے اور فرما دیتے کہ چونکہ اسقدر فعل میں نے اپنے اُستاد حضرت مقتدائے جہاں کا دیکھا ہے لہذا اُسپر عامل ہوں۔

علوم عربیہ کے علاوہ فارسی میں بھی آپ کو مہارت تھی زمانہ طالب علمی میں آپ کو نثر نویسی کا شوق ہوا تو آپنے اسکو منشی احمد حسین دیوی نزیل کاکوری سے حاصل کیا اور تھوڑے عرصہ میں اعلےٰ مہارت پیدا کرلی آپ کی نثاری کے شاہد آپکے اکثر مصنفات تحریر الانور و حوض الکوثر و تفسیر سورہ یوسف وغیرہ ہیں یہ نثاری محض فارسی تک محدود نہ تھی بلکہ اُردو بھی خوب لکھتے تھے چنانچہ آپکے مکاتیب نیز رسالہ گلدستہ نثر پروین معروف بہ ارمغان اسکے شاہد ہیں جسمیں فارسی واُردو نثریں آپکے شاگردوں کی لکھی ہوی اور آپ کی اصلاحی ہیں۔

اُسی زمانہ میں آپ کو شاعری کی طرف بھی میلان ہوا چند شعر موزوں فرماتے تھے اتفاقاً نواب نصیر خاں لکھنوی نے حضرت مقتدائے جہاں سے ذکر کردیا انھوں نے اظہار ناپسندیدگی فرمایا آپنے چھوڑ دیا اُنمیں سے چند شعر یہ ہیں ؎

ساقی وہ دیجیو مجھے بوتل شراب کی ہوں سرنگوں نہ کیسے یہاں شاہ اور گدا	دیگر	پیتے ہی بھولوں راہ عذاب و ثواب کی اکسیر خاک ہے در شاہ تراب کی
کہیں کہنے کو سب ادھر دیکھ لیتے نہ پھرتیں جو ترچھی نگاہیں تو زاہد کنوئیں جھانکتے پھرتے میری طرح سے نہیں آکے وہ تو قیامت ہی آتی		جو ہوتا وہ جن و بشر دیکھ لیتے خدائی کو زیر و زبر دیکھ لیتے وہ اپنی جو نیچی نظر دیکھ لیتے شب ہجر کی ہم سحر دیکھ لیتے

اسیطرح آپ ہندی سے بھی خوب واقف تھے حضرت عارف باللہ کی ٹھمریاں نغمات الاسرار

مشہور ہے سات برس بطور سبق حضرت مقتدائے جہاں سے پڑھی تھیں۔
شباب تک ان امور کی طرف توجہ رہی پھر رفتہ رفتہ کمی ہوتی گئی البتہ مشاغل درس و تدریس و تصنیف و تالیف تو قائم رہے مگر وہ بھی حضرت فخر الکاملین کی حیات تک بعد اُنکے بوجہ فرائض سجادگی اور مشاغل رشد و ارشاد اس مشغلہ سے بھی دستکش ہو گئے صرف مشغلہ تدریس البتہ زمانہ وصال تک قائم رہا۔

آپکے تالیفات بیشتر فارسی و کمتر اُردو میں ہیں پہلی تصنیف حواشی میر زاہد ملا جلال ہیں جو اپنے درس کے زمانہ میں لکھے تھے انمیں حضرت مقتدائے جہاں کے ارشادات بھی ہیں جنکی خود ہی تشریح کی ہے اُن حواشی کو میں نے بطور رسالہ کے مرتب کر دیا ہے۔
رسالہ تحریر الانور فی تفسیر القلندر اسمیں لفظ قلندر کے معانی اور اُسکی تعریف ایسی عمدہ کی ہے جسکو پڑھکر آنکھیں کھُل جاتی ہیں اور اُن بزرگوں کا بھی تذکرہ فرمایا ہے جو اس اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے ہیں آپنے ایک جلسہ ہی حضرت مقتدائے جہاں کے زمانہ میں لکھکر اُنکے ملاحظہ سے گذرانا تھا اور وہ دیکھکر بہت خوش ہوئے تھے یہ رسالہ تقریباً تین جزو کا ہے پہلی مرتبہ اُنکی وفات کے دو ماہ بعد سنہ بارہ سو نوے میں مطبع علوی لکھنو میں چھپا پھر دوبارہ سنہ تیرہ سو تیرہ میں مطبع سرکاری ریاست رامپور میں چھپا۔
تفسیر سورۂ یوسف یہ تفسیر خاص عشق کے بیان میں نہایت دلچسپ اور عمدہ فارسی میں لکھی جا رہی تھی صرف ایک رکوع کی تفسیر تقریباً چھ جزو میں ہے فارسی انشا پردازی کا اعلیٰ نمونہ ہے اگر کہیں پوری سورۃ کی تفسیر اسی طرز پر ہو جاتی تو ایک نادرۂ روزگار کتاب ہوتی مگر افسوس ہیں بوجہ انتقال ہو جانے صاحب فرمایش یعنی منشی حافظ علی عسکری علوی کاکوروی کے جو آپ کے مخصوص احباب میں تھے یہ نا مکمل رہگئی اور سچ تو یہ ہے کہ کیسے پوری ہو پاتی سہ

قصۃ العشق لا انفصام لہا	وصمت ھھنا لسان المقال

رشحات انوری شرح لمعات حضرت فخر الدین عراقی پر یہ ایسے عمدہ حواشی ہیں جن سے

شرح کے مشکل مسایل سمجھنے میں بہت آسانی ہوگئی ہیں تنے انھیں بطور مختصر رسالہ کے مدون کر دیا اور یہ نام رکھ دیا ہے۔

رسالہ جات میلاد شریف اُردو نفح الطیب فی ذکر ولد الحبیب تسلیۃ الفواد عن ذکر خیر العباد شمامۃ العنبر فی میلاد خیر البشر زاد الغریب فی منزل الحبیب یہ چار میلاد شریف یکے بعد دیگرے لکھے گئے انمیں وہی روایات ہیں جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں اور عجیب بات یہ کہ ہر رسالہ کا رنگ باوجود ایک مبحث و موضوع ہونے کے جداگانہ ہے یہ چار در سالے ۱۳۰۰ھ سنہ ۱۳۰۵ھ میں تالیف ہوکر چھپے مگر اب نہیں ملتے انمیں پہلا پانچ جزو کا اور دوسرا ڈھائی جزو کا اور تیسرا چار جزو اور چوتھا ساڑھے پانچ جزو کا ہے۔

شہادت الکونین فی شہادت الحسنین معروف بہ شہادت نامہ کلاں یہ وہی معروف و مشہور شہادت نامہ ہے جسکی مقبولیت کا شہرہ تمام ملک میں ہے اگرچہ واقعہ کربلا کے حالات اوروں نے بھی لکھے ہیں لیکن اُنمیں سے اکثر میں تو وہ مبالغہ آمیز و غلط روایات ہیں جن سے اصلی واقعات کی بالکل جھلک جاتی رہی اور بعض میں ایسی مصنوعی روایات ہیں جو مبصرین کے نزدیک فضول قصوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے آپنے اسمیں وہ معتبر روایات لکھے جو مستند کتابوں سے ثابت ہیں یہ پندرہ جزو کی کتاب ہے اسکا سنہ تالیف تیرہ سو پانچ ہے دو بار چھپ چکا ہے اول بار سنہ تیرہ سو دس میں ڈپٹی مظفر حسین کاکوروی نے اور دوسری بار سنہ تیرہ سو اٹھائیس میں قاضی احترام علیخاں کاکوروی نے چھپوایا مگر اب نہیں ملتا۔

انتصاح عن ذکر اہل الصلاح اس کتاب میں آپنے حضرات مشایخ سلاسل ثمانیہ قلندریہ قادریہ چشتیہ سہروردیہ طیفوریہ مداریہ نقشبندیہ فردوسیہ کے حالات اور بعض مسایل طریقت نہایت تحقیق سے لکھے ہیں اس قسم کی اور بھی کتابیں دیکھی گئیں مگر اسکا رنگ سب سے جدا ہے یہ کتاب پہلی مرتبہ سنہ بارہ سو چورانوے میں چھپی تھی مگر نہایت خراب و غلط اکثر فرماتے تھے کہ میری کتابوں میں کوئی کتاب ایسی غلط نہیں چھپی اُس زمانہ میں اپنی علالت کی وجہ سے اسکی

تصحیح نہ کرسکا اب اگر کبھی فرصت ملی تو اسکی تصحیح کیجاویگی مگر افسوس کہ آپ کو نوبت نہ آئی آپ کی
وفات کے بعد یہ کتاب بہ تصحیح حضرت وارث الانبیاء مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر مع اضافہ تتمہ
موسومہ بہ ایضاح واکثر مضامین وجدول سنین تواریخ ولادت و وفات و مدفن مشائخ کرام سنہ
تیرہ سو شائیس میں حسب فرمایش منشی امیر احمد علوی کاکوروی مطبع اصح المطابع آسی پریس
محمود نگر لکھنؤ میں چھپی جسکو اصحاب علم نے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اپنے مولفات میں اس سے
سند لی پہلی سات جزو کی تھی دوسری بار مع اضافہ چودہ جزو کی ہوی۔

القول الموجہ فی تحقیق من عرف نفسہ فقد عرف ربہ یہ توحید و حقایق کا وہ ذخیرہ ہے
جو طالبین و سالکین کیلئے بہت مفید ہے اسمیں اسی مشہور مقولہ کی تحقیق کی ہے اور اسکے
معانی و مطالب بہت مشرح بیان کئے ہیں نفس انسانی اور اسکی حقیقت نیز خود شناسی میں خدا
شناسی اور خدا شناسی میں خود شناسی کو آئینہ کردیا ہے خطرات و وساوس و ہواجس و الہام
کے اقسام اور تمیز و تعریف و نفس امارہ و لوامہ و ملہمہ و مطمئنہ کا فرق بیان کرکے سب پر نہایت
اچھی بحث فرمائی ہے یہ کتاب بلحاظ اپنی جامعیت کے عمل کرنے والے کو صوفی بنادینے کے لئے
کافی ہے یہ آپ کی اوائل تصانیف سے ہے جو بعد خود بدولت کے نظر ثانی و اضافہ کثیر کے سنہ
تیرہ سو انتیس میں حسب فرمایش منشی امیر احمد علوی مطبع اصح المطابع آسی پریس محمود نگر لکھنؤ میں
چھپی اسکا حجم سولہ جزو کا ہے نظر ثانی سے قبل یہ کتاب ایک مختصر رسالہ کے برابر تھی جو بجائے
خود اس تفصیل کا اجمال تھی جسکا میں نے اردو ترجمہ کرکے ہدیۃ الشرف فی ترجمۃ من عرف
نام رکھا یہ رسالہ بھی سنہ تیرہ سو تینتیس میں مطبع اصح المطابع تھوی ٹولہ لکھنؤ میں چھپا تھا مگر
اب اسکا کوی نسخہ باقی نہیں۔

فیصل التقی فی حل مشکلات ابن العربی یہ رسالہ اُن اعتراضات کے جواب میں ہے جو علماء
ظاہر نے حضرت شیخ اکبر پر کئے ہیں اسمیں اُنکے مابہ الاعتراض کلام کی تشریح کرکے بدلائل و
براہین قویہ جوابات اعتراضات دیئے ہیں نو جزو کا رسالہ ہے آپ کی وفات کے بعد سنہ تیرہ سو تیس

میں حکیم عبدالرحیم خاں رامپوری نے اسے مطبع سرکاری ریاست رامپور میں چھپوایا سنہ تالیف سنہ بارہ سو اکانوے ہے۔

حوض الکوثر تکملہ روض الازہر فی مآثر القلندر حضرت مقتدائے جہاں نے یہ کتاب بطور ملفوظ حضرت غوث ملت کے لکھنا شروع کی تھی اسی ضمن میں بعض مسائل مثل سماع و محبت اہلبیت و ثبوت صحابیت حضرت شیخ عبدالعزیز مکی قلندر وغیرہ ایسے مفصل لکھے جس سے کتاب کا حجم بڑھ گیا ایک روز زمانہ قرب وصال میں اپنے شاگرد رشید مولوی ضامن حسین سندیلی سے فرمایا کہ افسوس یہ کتاب بیان ماہیت عشق و محبت سے خالی رہی جاتی ہے مجکو ابتک لکھنے کی نوبت نہیں آئی انھوں نے عرض کیا کہ پھر کچھ تھوڑا بہت لکھ ہی ڈالئے فرمایا کہ میں بڈھا ہوا مضمون عشق کیا لکھوں اسکی تکمیل ایک نوجوان ہی کریگا اور آپ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ انکو چاہئے کہ میری قبر پر آکر لکھیں چنانچہ آپ انکی وفات کے بعد کاغذ و قلم دوات لیکر انکے مزار پر جاتے تھے منشی حسن رضا صاحب انکے مرید اور آپکے شاگرد بیان کرتے تھے کہ اس تکملہ کی تالیف کا طریقہ عجیب تھا یعنی صبح کو آپ صرف قلم و دوات و کاغذ لیکر انکے مزار پر جاتے تھے اور ایک گھنٹے کے اندر ایک یا سوا جز و لکھ لاتے تھے کوئی کتاب مولف عنہا موجود ہوتی تھی مگر کتابوں کے حوالہ اور انکی عبارات مولفہ تکملہ میں بوضاحت درج ہوتی تھیں یہ ایک نادر کرامت ہے جس سے واقف ہونے کا شرف مجھے اسلئے حاصل ہے کہ روزانہ قلم و دوات و کاغذ میں ہی لے جاتا تھا اور آپ کی واپسی تک درگاہ کے باہر حاضر رہتا تھا خود دیباچہ میں آپ نے اسی طرف یوں اشارہ فرمایا ہے کہ

سرگ بخشایشے بکار رفت

اُسی زمانہ میں ایک روز آپ مسئلہ عشق بیان کر رہے تھے اثناء تقریر میں یہ شعر پڑھا کہ ؎

صد کتاب و صد ورق در نار کن	سینہ را از عشق او گلزار کن

جس سے حاضرین پر جسمیں میں (یعنی منشی حسن رضا) بھی شامل تھا ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی اور نہ اسکے بعد ابتک ہوئی دو گھنٹے ایک قیامت آشوب شورش قائم رہی

آخر حضرت غوث ملت کی درگاہ میں بھیجے گئے وہاں افاقہ وسکون ہوا زیادہ عجیب بات یہ ہوی کہ برادرم منشی یوسف حسن کسی وجہ سے اُسوقت موجود نہ تھے اپنے مکان پر تھے وہاں اُسی وقت اُنکی بھی وہی کیفیت ہوی اس تکملہ میں آپنے علاوہ بیان ماہیت واقسام عشق ومحبت حضرت غوث ملت کا حال ختم کرکے حضرات قطب لافراد ومقتدسلے جہاں کے حالات لکھے جس سے تکملہ کا حجم بھی اصل کتاب کے برابر ہوگیا مگر بعد تالیف کے پھر نظر ثانی کا اتفاق نہوا اور حریفوں نے وہ مبیضہ تلف کردیا اسکا سنہ تالیف بارہ سوا کانوے ہے اور حجم بیس جزو کا اصل کتاب و تکملہ کو حضرت وارث الانبیا مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر رنے بفرمایش منشی حسن رضا صاحب بجو ق الله ماخذات سے مقابلہ کرکے از سر نو مرتب کیا اور فصول و ابواب مدون کئے اور عبارات عربیہ کے ترجمے اور الفاظ مصطلحہ حضرات صوفیہ پر بسیط حواشی لکھے اور شروع میں ایک مقدمہ چار جزو کا لکھا جسمیں مصنف کتاب اور اُنکے اساتذہ و صاحب تکملہ کے حالات مشرح لکھے جس سے اب اسکا مجموعی حجم چون جزو کا ہوگیا یہ کتاب سنہ تیرہ سو چھتیس میں چھپکر شایع ہوی مطبع سرکاری ریاست رامپور میں نصف اور نصف مطبع اصح المطابع لکھنو سے۔

رسالہ احسن الافادۃ لارباب الارادۃ معروف بہ رسالہ بعیت زوجہ بازوج اس میں آپنے اس مسئلہ کی تشریح وعدم استحسان اقوال حضرات مشایخ سے ثابت کیا ہے یہ رسالہ اردو میں صرف ایک جزو کا ہے سنہ تیرہ سواٹھتیس میں یہ چھپا۔

رسالہ فاتح الابصار یہ اُن سوالات کا مجموعہ ہے جو سلسلہ چشتیہ کے ایک بزرگ نے آپ سے کئے تھے جنکے جوابات آپنے ایسے عمدہ دیے ہیں کہ باید وشاید یہ بھی اپنے مضامین کے لحاظ سے بہت مفید ہے اس رسالہ کا ترجمہ میں نے کیا یہ رسالہ مع ترجمہ تین جزو پانچ صفحہ کا ہے سنہ تیرہ سو چالیس میں چھپا۔

الدرۃ البیضا فی تحقیق صداق فاطمۃ الزہرا اردو اسمیں حضرت سیدہ ودیگر ازواج مطہرات وبنات طاہرات کے مہر ودیگر مسایل و فوائد نکاح کی تحقیق فقہ وحدیث سے کی ہے اور آخر میں

سب کے مختصر و مفید حالات لکھے ہیں یہ کتاب تیرہ جزو کی ہے اسے سنہ تیرہ سو چالیس میں چودھری فتح علی صاحب سندیلی مرید حضرت نے چھپوایا۔

کشف الدقایق عن رموز الحقایق یہ بھی مختلف مسایل تصوف کے سوالات و جوابات کا مجموعہ ہے جو ایک رادت مند خاندانی کے استفسار پر لکھا گیا اس رسالہ کا ترجمہ بھی میں نے کیا مع ترجمہ یہ رسالہ ساڑھے چھ جزو کا ہے اور سنہ تیرہ سو اکتالیس میں مطبع سرکاری ریاست رامپور میں چھپا۔

نخبۃ الصوارف فی شرح خطبۃ العوارف اسمیں آپنے خطبہ عوارف حضرت شیخ سہروردی کی مفصل شرح اور ہر ہر فقرہ کی ایسی عمدہ توضیح کی ہے جس سے بیساختہ تعریف کرنے کو دل چاہتا ہے اسکا ترجمہ بھی میں نے کیا ہے مع ترجمہ چار جزو کا رسالہ ہے سنہ تیرہ سو اکتالیس میں چھپا۔

زواہر الافکار شرح جواہر الاسرار شیخ محمد مقیم ہروی نے چند سوال اس نام سے لکھے تھے آپنے جوابات شافی و کافی دیکر عقدہ ہاے لاینحل حل فرماے اسکا ترجمہ بھی میں نے کیا مع ترجمہ یہ رسالہ سوا سات جزو کا ہے سنہ تیرہ سو اکتالیس میں مطبع اصح المطابع تھوی ٹولہ لکھنو میں چھپا۔

الدر الیتیم فی ایمان آباء النبی الکریم بعض حضرات نے اس مبحث کو چھیڑ کر خواہ مخواہ ایمان ابوین آنحضرت صلعم کا انکار کر دیا جس سے آنحضرت صلعم کی ذات اقدس کا ایک گونہ وہن متصور ہے آپنے اس رسالہ میں اقوال قائلین و منکرین لکھکر آخر میں محاکمہ فرمایا ہے اور کف لسان پر زور دیا ہے یہ عربی رسالہ ہے اسکا ترجمہ بھی میں نے کیا مع ترجمہ یہ چار جزو کا ہے سنہ تیرہ سو اکتالیس میں مطبع اصح المطابع میں چھپا۔

قول المختار فی مسئلۃ الجبر والاختیار اسمیں آپنے اس مسئلہ کی خوب تحقیق فرمای ہے اسکا ترجمہ بھی میں نے کیا مع ترجمہ اسکا حجم سوا چار جزو کا ہے سنہ تیرہ سو بیالیس میں مطبع اصح المطابع میں چھپا۔

تصفیہ فی شرح التسویہ تسویہ تصوف میں حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی کی مشکل تصنیف ہے جسکا عام طور پر سمجھنا دشوار ہے یہ اُسی کی ایسی قابل قدر شرح ہے جو کتاب کے دقیق مضامین کو آئینہ کر دیتی ہے اسکا ترجمہ بھی میں نے کیا مع ترجمہ دس جزو کا حجم ہے سنہ تیرہ سو تینتالیس میں مطبع اصح المطابع میں چھپی۔

تنویر الافق فی شرح تبیین الطرق یہ حضرت شیخ علی متقی جونپوری کا بہت عمدہ رسالہ سلوک میں ہے اُسی کی یہ شرح بے نظیر ہے اسکا ترجمہ بھی میں نے کیا مع ترجمہ یہ آٹھ جزو کا رسالہ ہے سنہ تیرہ سو تینتالیس میں مطبع اصح المطابع تھوی ٹولہ لکھنؤ میں چھپا۔

الدر الملتقط فی شرح تحفۃ المرسلہ یہ حضرت شیخ محمد بن فضل اللہ برہانپوری کا بہت عمدہ رسالہ علم حقایق میں ہے آپ نے اسکی شرح ایسی عمدہ فرمائی کہ دریا کو کوزہ میں بھر دیا اسکا ترجمہ برادر عزیز مولوی حافظ شاہ محمد علی حید رسلمہ نے کیا یہ کتاب مع ترجمہ چودہ جزو چھ صفحہ کی ہے سنہ تیرہ سو تینتالیس میں مطبع اصح المطابع تھوی ٹولہ لکھنؤ میں چھپی۔

کتاب مستطاب الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم یہ ضخیم کتاب حضرت سید السادات شیخ الشیوخ محبوب سبحانی سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی کے مفصل و صحیح حالات میں دو جلدوں میں ہے پہلی جلد ستائیس جزو کی ہے اور دوسری جلد اڑتیس جزو کی اسمیں حضرت کے نسب و حضرت کے آبائے کرام و مرشدان عالی مقام اور اولاد و احفاد و شاگرد و خلفا اور حضرت کے علم و فضل و فقر و کرامات کا تذکرہ اور معاصرین کے حالات نہایت شرح و بسط سے لکھے ہیں اور بھی بہت سے مسائل متعلقہ ضروری و مفید درج فرمائے ہیں اس کتاب کا طرز بیان قابل دید اور آپ کی علمی تحقیقات لایق تعریف ہے دیکھنے والا کہہ سکتا ہے کہ یہ لاجواب کتاب کس پایہ کی ہے اور مصنف نے کن کن جواہر آبدار سے اسے مرصع کیا ہے سچ تو یہ ہے کہ ایسی مبسوط کتاب خاص حضرت غوثیت مآب کے حالات میں اُردو کیا فارسی و عربی میں بھی دیکھنے میں نہیں آئی اسکا سنہ تالیف تیرہ سو گیارہ ہے سنہ تیرہ سو چوالیس و پینتالیس میں مطبع اصح المطابع تھوی ٹولہ لکھنؤ میں یہ کتاب چھپی۔

یہ وہ تصانیف ہیں جن سے آپکے تبحر علمی و جامعیت ظاہری و باطنی کا اندازہ ہوتا ہے اُن سے مقصد اصلی آپ کا محض فیض رسانی خلق تھا نہ اور ابنائے زمانہ کی طرح شہرت حاصل کرنا جناب منشی وہاج الدین صاحب نے رسالہ کبریت احمر میں لکھا ہے کہ ایک بار میں نے حضرت قدوۃ قدرت سے عرض کیا کہ حضور مثل حضرت شیخ اکبر و حضرت فرید الدین عطار وغیرہ کے تصانیف اپنے

عرفان ومشاہدہ سے کیوں نہیں فرماتے محض تالیف کیوں فرماتے ہیں ارشاد ہوا کہ ہمارے یہاں کا طریقہ اصلی قلندریہ ہے جسمیں فنا الفنا وصل گمنامی ہے بسبب جامعیت کے یہ طریقہ سجادہ نشینی وجبہ ودستار وتالیف وتعلیم وتعلم اختیار کرلیا گیا ہے تاکہ عامۂ خلایق اس خاندان سے بھی ظاہری امور شرعی واخلاقی میں مستفید ہوں اور باطناً تالیفات کی وجہ سے مذاق صوفیہ سے بے بہرہ نہ رہیں۔

یہ تو آپ کے ظاہری علم وفضل کے مختصر واقعات تھے اب باطنی تعلیم وتکمیل وغیرہ کے بھی کچھ حالات لکھے جاتے ہیں آپ نے تعلیم اشغال واذکار معمولہ خاندانی عموماً اور سلسلہ عالیہ قلندریہ کی خصوصاً حضرت قطب الافراد سے پائی اور اکثر اسمار یا رحیم ویا باسط وغیرہ کی زکوۃ حضرت مقتدائے جہاں کے حکم سے دیں اکثر تذکرۃً فرماتے تھے کہ جب میں نے اسم یا رحیم اور یا باسط کی زکوۃ دی تو انھوں نے مجھے خلوت وصوم وصال کا حکم دیا اکیس روز تک میں نے خلوت کی اور صوم وصال رکھے پہلے روز تو بہت بھوک معلوم ہوئی دوسرے روز خستگی وعضا شکنی زاید ہوئی اور بھوک کم مگر دونوں وحشت وبے اطمینانی بہت رہی لیکن تیسرے روز سے سکون ہوگیا اسقدر جسم سبک ہوگیا کہ بیٹھے بیٹھے معلوم ہوتا تھا کہ اڑا جاتا ہوں اور موکلین اسما سے بیشتر وقت بات چیت رہتی تھی جس سے اور زاید فرحت ہوتی تھی۔

حفظ اوقات وظایف واوراد معمولہ ایسا تھا کہ کبھی فرق نہوا بیشتر وظایف حفظ تھے کتب وظایف کبھی کسی نے آپ کو ہاتھ میں لیکر پڑھتے نہ دیکھا یہ بھی ایک طرح کا کتمان تھا کہ کسی کو اوراد ووظایف کا بھی علم نہوا ایک بار حضرت وارث الانبیا سے مراقبہ اسم ذات کی تعلیم پر فرمایا کہ جسقدر ممکن ہو اسکے ساتھ اسم ذات کا بھی ورد رکھو پوچھا کہ کسقدر فرمایا کہ میرا معمول تو بارہ ہزار کلمے تم سے جسقدر ہوسکے۔

آپ کو اجازت خلافت اولاً حضرت غوث شاہ سے تھی ثانیاً حضرت قطب الافراد سے انھوں نے وقت وفات جب اپنے صاحبزادہ کو خلافت دی تب آپ کو بھی اور وصیت

اعطائے خرقہ فرمائی جس پر حضرت مقتدائے جہاں نے فرمایا کہ

خیر اکبر کیلئے تو جو کچھ آپ فرماتے ہیں اُسکی تعمیل وقت پر کردیجائیگی مگر انور کو میرے لئے چھوڑ دیجئے۔

ثالثاً حضرت مقتدائے جہاں سے انکی عنایت و توجہ آپ پر بہت تھی اکثر فرماتے تھے کہ یوں تو ہمارے سب بزرگ ہم کو چاہتے تھے لیکن چھوٹے دادا کی عنایت بہت زائد تھی اُنکی عنایت کے چند واقعات جو بعض میں نے آپ ہی سے سُنے لکھتا ہوں۔

قرب زمانہ وفات حضرت مقتدائے جہاں میں قاضی احمد علی خاں نے یہ خواب دیکھا کہ ایک چاند وسط آسمان پر نکلا پھر وہ دفعۃً مقام مزار آنحضرت پر گر کر غروب ہوگیا اور بجائے اُسکے آسمان پر ایک ہلال نمایاں ہوا اُنھوں نے متوحش ہو کر یہ خواب لکھ بھیجا اور تعبیر چاہی حضرت مقتدائے جہاں نے جواب میں لکھا کہ

ماہ وجود فقیر است غالباً زمان معین قریب رسیدہ است و مراد از ہلال وجود نور نظرم حافظ علی انور است۔

حضرت مقتدائے جہاں نے اپنی حیات ہی میں خدمت امامت مسجد خانقاہ شریف آپکے سپرد کردی اور اپنا عمامہ عطا کیا جب پہلی بار آپنے نماز عید پڑھائی تو منشی عبدالحی صاحب نے ایک دوشالہ نذر کیا آپنے وہ حضرت مقتدائے جہاں کے خادم خاص میاں ولاور کے لڑکے منشی سیف علی کو اُڑھا دیا وہ بہت خوش ہوے منشی صاحب سے فرمانے لگے کہ تم نے اسکی ہوشیاری دیکھی کہ کس طرح میرے دل میں جگہ کرتا ہے کوئی سیکھتا ہے یہ پہچانتا ہے۔

پھر قریب زمانہ وفات آپ کو خلافت دی اور اپنے ملبوسہ کرتہ کی آستین پر آپ کو اجازت بھی لکھدی اور اکثر آپ سے فرماتے تھے کہ میں یہاں سے خدا تک تمھارے ساتھ ہوں جس کے یہ واقعات شاہد ہیں۔

حافظ حاجی قاسم علی صاحب جو حضرت عارف باللہ کے نواسہ ہوتے تھے آپ کی فضیلت

کمال کے قائل نہ تھے اکثر اعتراضات کیا کرتے تھے ایک روز انھوں نے خواب میں حضرت مقتدائے جہان کو یہ فرماتے سنا کہ کیا تم میاں انور کی فضیلت کے قائل نہیں ہو وہ چپ ہو گئے فرمایا کہ اگر قائل نہیں ہو تو دیکھو اور بہت چھوٹے ہو کر آپ کے منہ میں سما گئے اور اندر سے آواز دیکر فرمایا کہ اب تو قایل ہوئے یا اب بھی نہیں اُس روز سے وہ معتقد ہو گئے۔

حکیم سید مشرف حسین صاحب خیرآبادی نے ایک خط آپ کو بھیجا آپ نے ملاحظہ کر کے وہ خط منشی شکور احمد صاحب میٹھوی کو دیکر فرمایا کہ حکیم صاحب نے جو کچھ لکھا وہ اُنکا حسن ظن ہے ورنہ میری حالت ظاہر ہے ؎

وہ ننگ خلق ہوں کہ یہ کہتی ہے میری خاک	اسکو بنا کے کیوں مری مٹی خراب کی

اُنکے خط میں سرنامہ پر یہ شعر تحریر تھا کہ ؎

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام	بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

پھر یہ واقعہ لکھا تھا کہ مجکو چند شبہات سلوک میں پڑے جنکے حل کیلئے میں اکثر مشایخ حضرت مولانا فضل رحمن مرادآبادی و حضرت شاہ نظام الدین حسین بریلوی و حضرت حاجی وارث علی شاہ وغیرہ کے حضور میں حاضر ہوا مگر کہیں تشفی نہوئی تب میں بہت مضطرب ہوا کہ اب کیا کروں افسوس کہ حضرت پیر و مرشد بھی اس عالم میں نہیں اُسوقت خیال آیا کہ آستانہ لاہرپور شریف پر حاضر ہونا چاہیئے شاید حضرت سید العرفا کے فیض سے یہ شبہات حل ہوجائیں تب میں نے وہاں حاضر ہوکر دو تین روز قیام کیا وہیں ایک روز ایسا خواب دیکھا جو میری حاضری کاکوری شریف کا شعر تھا مگر میں نے خواب وخیال سمجھ کر اعتبار نہ کیا وہاں سے جب مکان آیا تو یہاں پھر یہ خواب دیکھا کہ ایک بڑا میدان ہے جسمیں بہت مجمع ہے اور ایک دربار قائم ہے معلوم ہوا کہ جناب امیر کرم اللہ وجہہ کا دربار ہے جسکے مہتمم حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ تقی علی قلندر ہیں میں خوش ہوا کہ اب کیا غم ہے انہی کے طفیل میں جناب امیر کی بھی زیارت کرونگا یہی خیال کر رہا تھا کہ حضرت پیر و مرشد تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کیا حضرت کی زیارت کروگے میں نے عرض کیا

زسے نصیب فرمایا کہ ہم چلتے ہیں تم آؤ جب میں دربار میں پہونچا تو دیکھا کہ جناب امیر کرم اللہ وجہہ صدر میں رونق افروز ہیں اور انکے داہنے جانب حضرت پیر و مرشد برحق اور بائیں جانب حضرت حافظ صاحب ہیں اور اور بھی بزرگان دین ہیں اتنے میں حضرت پیر و مرشد اٹھے اور حضرت حافظ صاحب کا ہاتھ پکڑ کر جناب امیر کے سامنے لیگئے اور فرمایا کہ یہ میرا نور نظر آپ کی عنایت و توجہ کا امیدوار ہے جناب امیر نے حافظ صاحب کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ یہ میرا بھی نور نظر و دوسی ہے تب حضرت پیر و مرشد نے مجھ سے فرمایا کہ تم ادھر اُدھر حیران و پریشان پھرتے ہو انکے پاس کیوں نہیں جاتے یہ تمہارے شبہات دفع کر دینگے میں یہ سنکر فرط مسرت سے بیدار ہو گیا اسوقت شعر مذکورہ بالا میری زبان پر تھا پھر حکیم صاحب حاضر خدمت ہوے اور آپ نے انکے شبہات حل فرما دئے اسکے بعد سے وہ بالالتزام حاضر ہوتے رہے۔

منشی حسن رضا صاحب بیان کرتے تھے کہ آپ کی سجادہ نشینی کے بعد جو پہلا عرس حضرت عارف باللہ کا ہوا اسکے آخری دن کی محفل سماع میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ مجلس سماع گرم تھی اور تمام عاید کاکوری و حضرات لاہرپور و خیرآباد و لکھنو و سندیلہ وغیرہ حاضر تھے ابتداءً حکیم مشرف حسین صاحب خیرآبادی کو وجد ہوا انھوں نے بچشم ظاہر حضرت ممدوح کو مجلس سماع میں یہ ارشاد فرماتے دیکھا کہ

انور کی سجادہ نشینی کے بعد یہ پہلا عرس ہے اسلئے ے ترا زیبد شہنشاہی در اقلیم دل آرای۔ گوانا چاہیئے۔

انھوں نے تعمیل ارشاد کی قوال نے مصرعہ بالا شروع کیا جس پر سب سے پہلے خان بہادر منشی تاج الدین صاحب کو ایسا وجد ہوا کہ وہ دفعۃً اپنی جگہ سے ے

ایں نفس جان دامنم برتافتہ است	بوے پیراہان یوسف یافتہ است

کہتے اٹھے اور بیہوش ہو کر گر پڑے پھر تمام حاضرین محفل کو بہت رقت و شورش ہوئی خصوصاً ان حضرات کو زیادہ جو زمانہ حال کے وجد کو تواجد سمجھتے تھے غرض عجب کیفیت رہی بعد ختم

مجلس حکیم صاحب نے یہ واقعہ سب سے کہا۔

جناب منشی وہاج الدین صاحب نے رسالہ کبریت احمر میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ علی انور قلندر کا کمال قلندری مجھے یوں معلوم ہوا کہ میرے پیر و مرشد حضرت شاہ تقی علی قلندر آپ کی بہت تعریف کرتے تھے اور ایک واقعہ میں انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر حضرت شاہ حیدر علی قلندر کو دیا انہوں نے میرا ہاتھ لیکر حضرت شاہ علی انور قلندر کو دیا میں انہیں سے فیضیاب ہوا۔ اسی طرح آپ پر اور بزرگوں کی بھی توجہ تھی۔

فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں اذکار و اشغال کی تعلیم اپنے بڑے دادا صاحب سے پاتا تھا ایک رات یہ خواب دیکھا کہ میں حضرت عارف باللہ کے مزار پر حاضر ہوا جب فاتحہ پڑھنا چاہا تو ایک ہاتھ ڈنکے مزار سے نکلا اور اُس نے میری پنڈلی مضبوط پکڑ لی میں نے بہت کوشش کی مگر نہ چھوڑی پھر میری آنکھ کھل گئی میں نے یہ واقعہ حضرت مقتدلے جہاں سے عرض کیا ارشاد ہوا کہ الحمد للہ حضرت صاحب قبلہ کی روح اقدس تم پر بہت متوجہ ہے مزار پر حاضری دے آیا کرو چنانچہ میں حاضر ہوا کرتا تھا۔

اسکے بعد پھر یہ خواب دیکھا کہ میں اپنے باغ پشت خانقاہ میں ہوں اور حضرت غوث ملت و حضرت مقتدلے جہاں بھی ہیں حضرت صاحب ایک کھٹولہ پر تشریف فرما ہیں اور حضرت مقتدلے جہاں درختوں کو سینچ رہے ہیں حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ دیکھو اس باغ کے سرو کے درخت تمہارے برابر ہوئے یا نہیں میں نے ناپا تو وہ میرے کانوں تک تھے پھر فرمایا کہ اس باغ کے دکھن جانب جاؤ حضرت شاہ ولی اللہ محدث آرہے ہیں انکو لے آؤ میں بڑھا دیکھا کہ ایک بزرگ میانہ قد گندم گوں قوی الجثہ عصا ہاتھ میں لئے ایک کتاب بغل میں دابے آرہے ہیں میں انکو لے آیا وہ حضرت صاحب سے بیٹھکر باتیں کرنے لگے کچھ دیر کے بعد انہوں نے ایک کتاب جو فیوض الحرمین تھی نکالکر مجھکو دی اور چلے گئے میں نے یہ واقعہ بھی حضرت مقتدلے جہاں سے عرض کیا فرمایا کہ بیشک وہ عمدہ کتاب ہے اُسے اکثر دیکھا کرو۔

پھر قرب زمانہ وفات حضرت مقتدائے جہاں میں یہ خواب دیکھا کہ میں مکان سے تکیہ آیا دیکھا کہ کمرہ میں حضرت مقتدائے جہان سے مصلے پر ایک بزرگ انھیں کے شکل کے تشریف فرما ہیں اُنکے پاس ایک جھبیا میں لڈو ہیں اور اُسپر ایک رومال بندھا ہے اور حضرت مقتدائے جہاں مودب مصلے کے پاس دوسری طرف بیٹھے ہیں اور دونوں کی صورت و وضع و لباس ایسا ہے کہ غور کرنے سے بھی اسکے سوا کوئی فرق معلوم نہوا کہ مصلے پر تشریف رکھنے والے بزرگ کے کپڑے اُن دوسرے سے زیادہ صاف تھے میں متحیر ہوا کہ یہ کون بزرگ ہیں یہ خطرہ آتے ہی مجھ سے اُن بزرگ نے جو مصلے سے علحدہ بیٹھے تھے فرمایا کہ آپ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ ہیں قدمبوس ہو میں نے قدمبوسی کی اُنھوں نے میری پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور دو لڈو نکالکر دئے اور پوری جھبیا حضرت مقتدائے جہاں کو عنایت کر دی میں نے عرض کیا کہ حضور نے سب لڈو تو اُنکو دئے اور مجکو صرف دو ہی دئے حضرت غوث پاک نے فرمایا کہ یہ بھی ہم نے انکو تمھارے ہی لیے دئے ہیں میں انتہائی مسرت سے رونے لگا آنکھ کھلگئی صبح کو وقت حاضری آپ سے خواب بیان کرنا چاہا قبل عرض کرنے کے آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ اگر کوئی ہم کو حضرت غوث پاک کی صورت پر دیکھے تو کیا تعجب ہم آخر اُنکے غلام ہی ہیں۔

ایک بار خواب میں دیکھا کہ ایک باغ بکلوا باغ کا ایسا ہے اُسمیں ایک خیمہ نصب ہے جسکے باہر کچھ لشکر مجمع ہے وہاں جاکر معلوم ہوا کہ اس خیمہ میں جناب امیر کرم اللہ وجہہ تشریف فرما ہیں میں خیمہ کے دروازہ پر پہونچا دیکھا کہ آپکے قریب ایک بی بی صاحبہ بھی ہیں میں قدمبوس ہوا آپنے نہایت شفقت سے میری پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ تم میرے بیٹے ہو اور علوی ہو میں آپکا ہاتھ دیکھنے لگا تو مجھے انگوٹھے کا ناخن بڑا معلوم ہوا آپنے فرمایا کہ کیا دیکھتے ہو تمھارے انگوٹھے کا ناخن بھی بڑا ہوگا اُسی اثنا میں کسی نے کہا کہ یہ بی بی حضرت سیدہ خاتون جنت ہیں میں نے اُنکی بھی قدمبوسی کی۔

اسی طرح ایک بار حضرت رسالتمآب صلعم کی زیارت کی تمنا ہوئی کہ اگر زیارت ہو تو یہ بیم

عرض کروں آخر ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک میدان میں بہت عمدہ مکان بنا ہے جسکے ہر طرف دروازے ہیں اور ہر طرف سائبان بھی مگر شمالی سمت کے آخری دروازے کے سوا سب بند ہیں اور وہیں سائبان کے باہر حضرت مقتدائے جہاں کھڑے ہیں دروازہ کا ایک پٹ بند اور دوسرا کھلا ہوا ہے مجھ سے فرمایا کہ اگر حضرت سرورانبیا صلعم کی زیارت چاہتے ہو تو اس مکان میں جاؤ میں گیا دیکھا کہ آنحضرت صلعم سیاہ کمل اوڑھے لیٹے ہیں مجھے ہیبت معلوم ہوئی معاً زبان پر یہ کلمات جاری ہو گئے کہ یا حضرت خاتم النبیین رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین انیس الغریبین مراد المشتاقین سید الثقلین وسیلتنا فی الدارین زیب عالم فخر آدم محبوب اللہ مقبول بارگاہ جس سے وہ کیفیت فرو ہو گئی اور ایسا ذوق آیا کہ اسی حالت میں میں نے آنحضرت صلعم کے قدم مبارک پکڑ لئے حضرت اقدس اٹھ بیٹھے اور دیر تک میری پیٹھ پر دست مبارک پھیرا کئے اور کچھ ارشاد بھی فرمایا جو مجکو یاد نہیں رہا پھر میری آنکھ کھل گئی جسقدر ذوق خواب میں تھا ویسا ہی بیداری میں بھی پایا چنانچہ اسی خواب کے بعد جب میں نے رسالہ نفح الطیب فی ذکر مولد الحبیب لکھا تو اسمیں ولادت شریف کے ذکر میں یہی جملے لکھے ہیں

آپ کو علاوہ حضرات غوث ملت وقطب الافراد ومقتدائے جہاں کے حضرت فخر الکاملین مولانا شاہ علی اکبر قلندر و حضرت سید شاہ علی اکبر قلندر باسطی الہ آبادی سے بھی اجازت و خلافت تھی حضرت فخر الکاملین نے وقت وصال آپ سے فرمایا کہ الحمد للہ تم خود کامل ہو اور ہم چیا میاں نے تمہاری تربیت وتعلیم میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا مگر میں بھی تمکو اجازت و خلافت دیتا اور اپنا جانشین کرتا ہوں آپ نے اپنے والد بزرگوار کے زمانہ حیات تک ترک لباس نہیں کیا مرید البتہ کرتے تھے اسکی وجہ یہ ہوئی کہ بعد وصال حضرت مقتدائے جہاں روز سیوم جب آپ نے انکا خرقہ پہنا تو منشی عبد الحی صاحب عمر شی نے اپنے بیٹے اور بھتیجے منشی عبد القیوم و منشی یوسف حسن صاحبان کی بیعت کیلئے بہت اصرار کیا آپ نے انکے شدت اصرار و حضرت فخر الکاملین کے حکم سے انکو مرید فرمایا تب سے یہ سلسلہ جاری ہو گیا اس زمانہ میں شجرہ دینے کی صورت یوں تھی کہ کبھی

حضرت قطب الافراد کے اسم گرامی سے اور کبھی حضرت مقتدائے جہاں کے نام نامی سے ہوتا تھا بعد وصال حضرت فخر الکاملین شجرہ کی یوں ترتیب ہوئی کہ بعد اسم گرامی حضرت فخر الکاملین ایک ہی سطر میں دونوں حضرات کے نام بعد اسکے حضرت غوث ملت کا نام۔

بیعت لینے سے قبل آپ پوچھ لیتے تھے کہ کس سلسلہ میں بیعت منظور ہے جس سلسلہ میں وہ خواہش ظاہر کرتا اُسی میں مرید فرماتے اور اگر وہ آپ کی مرضی پر چھوڑ دیتا تو پھر سلسلہ قادریہ میں مرید کرتے آپ کو اویسی فیض حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی و حضرت مفتی الٰہی بخش کاندہلوی خاتم مثنوی شریف سے بھی تھا ایک بار تذکرۃً فرمایا کہ جس طرح ہمارے چھوٹے دادا کو حضرت سلطان المشائخ سے بلا واسطہ اویسی فیض تھا ہمکو بھی فیض ہے۔

حضرت فخر الکاملین کی حیات تک آپنے اپنی وضع مولویانہ رکھی اُسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک روز آپ طلبہ کو درس دے رہے تھے اتفاقاً حضرت شاہ علی احمد صاحب قلندر خیر آبادی خلیفہ حضرت مقتدائے جہاں آئے اور کئی روز قیام کیا اثناء قیام میں اُنھوں نے آپ کو درس ہی دیتے دیکھا ایک روز انکو خیال آیا کہ شاید انکو فقر سے مس نہیں ہے یہ خیال ایک رات دن قائم رہا دوسرے دن صبح کو آپ پڑھا رہے تھے اتنے میں وہ آئے اور آپ کو دیکھتے ہی جوش میں کہنے لگے کہ اللہ اکبر ابتک میں نے اس ذات کو پہچانا ہی نہ تھا بیشک یہی ذات حضرت عبد العزیز مکی قلندر کی ذات ہے یہی ذات سید خضر رومی قلندر و سید نجم الدین غوث الدہر قلندر کی ذات ہے غرض حضرت مقتدائے جہاں تک تمام پیران شجرہ کے نام لیکر کہنے لگے کہ ان سب تعینات کو میں اس ایک ذات میں دیکھ رہا ہوں افسوس کہ پہلے سے نہ دیکھ پایا آپنے مسکرا کر فرمایا کہ مجھ میں یہ لیاقت کہاں میں تو لڑکے پڑھایا کرتا ہوں کچھ دیر کے بعد جب اُنکی وہ کیفیت فرو ہوئی تب اُنھوں نے کہا کہ الحمد للہ میں نے آپ کو اپنے خیال سے بدرجہا زائد پایا۔

منشی عالم علی شوخی سندیلی کہتے تھے کہ میں جناب قدرت اللہ شاہ صوفی خیر آبادی کی خدمت میں اکثر حاضر ہوا کرتا تھا ایک روز صبح کو حاضر ہوا تو مجھ سے کہنے لگے کہ آپکے حافظ شاہ علی انور قلندر کی

زیارت اگرچہ بظاہر ہم نے نہیں کی ہے لیکن جس شکل وصورت کے وہ ہیں اگر ہم بیان کریں تو آپ کو تعجب ہوگا میں نے کہا ارشاد ہو فرمایا کہ میانہ قد گداز بدن گول چہرہ گندمی رنگ قوی الجثہ فراخ پیشانی بلند بینی باریک ہونٹھ دست کشادہ سرگیں چشم چہرہ پر دو ایک چیچک کے داغ سر منڈا ہوا داڑھی متوسط بقدر رکیشت دو انگشت میں نے عرض کیا عجب ہے مگر آپ نے کہاں دیکھا فرمایا کہ ایک دن واقعہ میں میں نے دیکھا کہ گلبرگہ شریف میں ہوں اور قریب درگاہ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز خیمہ ایستادہ ہے اور ایک چوکی پر حضرت خواجہ بندہ نواز تشریف فرما ہیں اتنے میں خادم نے آکر عرض کیا کہ کاکوری کے صاحب سجادہ تشریف لاتے ہیں خواجہ صاحب اُٹھے اور در خیمہ پر آکر کھڑے ہو گئے میں اُنکی پشت پر تھا اتنے میں گھوڑے پر سوار حافظ صاحب تشریف لائے اور خواجہ صاحب سے مصافحہ فرمایا خواجہ صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ قدرت اللہ شاہ تم جانتے ہو کہ یہ کون ہیں میں نے عرض کیا کہ ارشاد ہو فرمایا کہ صاحب سجادہ حضرات کاکوری ہیں تمام نعماے خاندانی کے حامل ور عالی مرتبہ شخص ہیں ان سے مصافحہ کرو میں نے مصافحہ کیا پھر وہ اُسی چوکی پر خواجہ صاحب کے پہلو میں بیٹھ گئے خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ شخص اپنے وقت کا قطب الاقطاب ہے خدا اسکی عمر میں برکت دے اسکو علاوہ اپنے خاندان کے اور بزرگوں سے بھی نعمتیں ملی ہیں پھر میری آنکھ کھل گئی۔

قطب الاقطاب قطب الارشاد و قطب المدار ایک ہی شخص ہے جو اپنے وقت میں ایک ہی ہوتا ہے جسکا دائرہ اقتدار وسیع ہوتا ہے اور اولیاء زمانہ اُس سے فیضیاب ہوتے ہیں اور وہ بر قلب محمدی صلعم ہوتا ہے اکثر فقرا رصاحب خدمت آپ سے فیضیاب تھے ایک بار آپ لکھنو گئے حضرت مخدوم شاہ مینا قدس سرہ کی درگاہ سے فاتحہ پڑھکر واپس ہوئے تھے کہ ایک صاحب نے آواز دیکر گاڑی رکوائی اور حاضر ہوکر سلام کیا اور کہا کہ میں عرصہ سے ملاقات کا مشتاق تھا اور چند باتیں بھی پوچھنا تھیں پھر دیر تک آہستہ باتیں کیں اور چلے گئے منشی ریاض الدین صاحب نے پوچھا کہ حضور یہ کون تھے آپنے فرمایا کہ یہ یہاں کے صاحب خدمت ہیں انکو سلوک میں کچھ شبہات پیدا

ہو گئے تھے وہ حل کردیئے گئے۔

ایک روز صبح کو حضرت وارث الانبیا قدس سرہ آپ کے حضور میں سبق پڑھنے گئے آپ نے فرمایا کہ آج رات کو تین بجے جب میں اُٹھا دیکھا کہ کوئی پچھواڑے ٹہل رہا ہے معلوم ہوا کہ وہی صاحب خدمت ہیں جو نہر میں قصبہ موہان کے قریب رہتے ہیں اُنھوں نے سلام کیا میں نے حال پوچھا تو نہایت ذوق میں یہ شعر پڑھا کہ ؎

نازنینا ز عشق تو باللہ		عالمے توبہ کرد ما نہ ہنوز	

پھر مجھ سے حال پوچھا میں نے کہا ؎

مستم از بادۂ شبانہ ہنوز		ساقی با نہ رفت خانہ ہنوز	

کہنے لگے سبحان اللہ کیا کہنا اُنھوں نے پوچھا کہ یہ کبھی اور بھی آئے ہیں فرمایا کہ متعدد بار۔

خان بہادر منشی تاج الدین صاحب کہتے تھے کہ میں نے ایک روز حضرت سے عرض کیا کہ اکثر کتابوں میں فقرائے ابدال و صاحب خدمت وغیرہ کے حالات پڑھے ہیں اور حضور سے بھی سُنے مگر کبھی دیکھا نہیں فرمایا کیا ضرورت جو کچھ میں کہتا ہوں یہی وہ بھی کہیں گے عرض کیا کہ یہ درست ہے مگر حضور کا ارشاد دوسروں سے سننے میں زیادہ تسکین و اطمینان ہوگا فرمایا خیر دیکھا جائیگا اُس زمانہ میں میں ہردوئی میں سب جج تھا ایک روز کچہری جانے کے تہیہ میں تھا کہ نوکر نے آکر کہا کہ ایک شاہ صاحب آئے ہیں ملنا چاہتے ہیں میں نے اجازت دی اتنے میں ایک صاحب دراز قد بوڑھے دُبلے پتلے پنجابی وضع آکر بیٹھ گئے میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں کہاں سے آئے اور کیوں آئے ہیں کہا کہ میری جگہ معین نہیں جہاں حکم ہوتا ہے جاتا ہوں تمھارے پاس تمھارے مرشد کا بھیجا ہوا آیا ہوں پھر مختلف باتیں کیں چلتے وقت میں نے دو روپیہ نذر کئے کہا اسکی ضرورت نہیں اگر کوئی لبادہ ہو تو لاؤ میں نے ایک اورکوٹ پیش کیا کہا یہ نہیں بلکہ جو تمھارے صندوق میں رکھا ہے وہ میرے قابل ہے میں نے کہا کہ اسکے سوا اور تو میرے پاس کوئی نہیں ہے کہا کہ ہے اور مجھے معلوم ہے ہر چند میں نے یاد کیا مگر یاد نہ آیا میں نے کہا کہ مجکو یاد نہیں پڑتا

کہا کہ اپنے نوکر کو بلا کر پوچھو میں نے نوکر سے پوچھا اُسنے بھی لاعلمی ظاہر کی نوکر سے کہنے لگے جاؤ تلاش کر لاؤ وہ گیا دیر کے بعد ایک لبادہ جو صندوق میں سب کپڑوں کے نیچے رکھا تھا لے آیا دیکھکر کہنے لگے کہ یہی ہے اور اسی کے لئے میں بار بار کہہ رہا تھا وہ میں نے نذر کر دیا خوش ہو کر اُٹھ کھڑے ہوے اور کہا کہ اب جاتا ہوں جب تم لکھنو تبدیل ہو کر جاؤ گے تو وہاں آؤنگا فی الحال مجھے بہت سے کام ہیں دو تین ماہ کے بعد میں ہردوی سے لکھنؤ آگیا ایک ہی ہفتہ گذرا ہوگا کہ وہی بزرگ تشریف لاے اور دنیاوی امور کی بابتہ چند بشارتیں دیں غرض جس جس ضلع میں بدلکر گیا وہ وہاں آے جب سیتاپور گیا تو وہاں بھی آے مگر عرصہ کے بعد میں نے وجہ پوچھی کہا ان دنوں بہت سے کام میرے سپرد ہو گئے تھے اسلئے مہلت نہیں ملی چلتے وقت میں نے پوچھا کہ اب کب ملاقات ہوگی کہا دیکھا چاہئے کیا ہو اس سال یا تم نہیں یا ہم نہیں مجکو سنکر خلجان ہوا دو تین روز کے بعد ایک تعطیل میں میں حاضر ہوا اور سب بیان کیا فرمایا کہ وہی نہیں رہینگے انکی عمر آخر ہی چنانچہ پھر اُن سے ملاقات نہوی اگرچہ اور فقراسے برابر ملاقات ہوا کی اور جن سے ملاقات ہوی اُن سب نے یہی کہا کہ ہم کو تمہارے حضرت نے تم کو تسکین دینے بھیجا ہے بیشتر ایسا ہوا کہ عالم ظاہر کے متعلق جو کچھ انھوں نے کہا ویسا ہی ہوا اور حضرت نے بھی فرمایا کہ ہم نے ان لوگوں کو تمہاری حفاظت کیلئے مقرر کیا ہے لطف یہ کہ وہ لوگ کبھی تکیہ شریف پر نہیں آے نہ کبھی حضرت سے اُن سے ملاقات بظاہر ہوی انمیں بعض تو صاحب خدمت تھے اور بعض ابدال اور اس جوار کے نہ تھے بلکہ کلیر و اجمیر شریف کے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دائرہ اقتدار کتنا وسیع تھا۔

آپ کے اخلاق ایسے تھے کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ پر یکساں شفقت و توجہ فرماتے ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ آپ سب سے زیادہ مجھ پر مہربان ہیں ہر ایک کے ساتھ بہ شفقت و خلق پیش آنا آپ کے محمدی المشرب ہونے کی دلیل تھی کبھی کسی سے بھی کسی بات میں اپنے کو فوقیت نہیں دی اور نہ تعظیم کے متمنی ہوے امور دنیاوی میں رسالے بہت صائب ہوتی تھی مولوی بدر الحسن صاحب مرحوم خلیفہ حضرت شاہ مظفر علی اکبرآبادی آپ کے متعلق منشی تاج الدین صاحب ضمیر سے کہا کرتے تھے کہ انکا تجربہ و عقل ستر

بڈھوں کے تجربہ وعقل کے برابر ہے تھے باوجود پیرانہ سالی انکے سامنے طفل مکتب ہوں اور محض استفادہ کے لئے کاکوری آتا ہوں ہر امر میں بات ایسی جامع و مانع و مختصر مفید فرماتے تھے جس سے آپ کی جوامع الکلمی ظاہر ہوتی تھی آپ کی محض زیارت ہی سے کچھ ایسی کشش والفت پیدا ہوتی تھی کہ ہٹنے کو جی نہ چاہتا تھا کوئی کتنا ہی غمزدہ وافسردہ خدمت میں حاضر کیوں نہوتا فوراً اُسکا رنج وغم زیارت کرتے ہی جاتا رہتا۔ جذب سے

تردد سیکڑوں دلمیں تفکر یہ کہ کیا چارہ		خیال رُوئے انور بس جواب باصواب اُسکا	

ان سب کے ساتھ نفیس المزاجی بھی بہت بڑھی ہوئی تھی اگر کوئی شخص تحفۃً کوئی چیز لاتا تو کمال خلاق سے اُس چیز کی بہت تعریف کرتے اور پھر کسی اور موقع پر اُسکو ایسی نفیس چیز دیدیتے کہ وہ باغ باغ ہوجاتا تھا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی چیز کی آپ کو خواہش ہوتی اور وہ کثرت سے نہ آجاتی بلکہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ اُس چیز کی کثرت سے آپ اُکتا جاتے تھے بارہا فرمایا کہ میں فقیری میں شہنشاہی کرتا ہوں اور خدا کی اس عنایت کا شکرگذار ہوں کہ کسی چیز کی خواہش مجھے ایسی نہیں ہوئی جو پوری نہوئی ہو اور میرے حوصلہ سے زائد نہ ملی ہو جسقدر چیزیں بطور ہدیہ ونذر آتیں اُنکے علاوہ آپ خرید کر تقسیم کرتے تھے اس داد و دہش کا سلسلہ زمانہ وفات تک وسیع پیمانہ پر جاری رہا اکثر اغیار و معترضین کو گمان ہوتا تھا کہ آپ بہت مالدار ہیں وہ برابر کہا کرتے تھے کہ انکے یہاں فقیری نہیں امارت ہے۔

ایک بار منشی وہاج الدین صاحب نے آپ سے پوچھا کہ ہر ولی کسی نہ کسی اسم الٰہی کا مظہر ہوتا ہے حضور کس اسم کے مظہر ہیں ارشاد ہوا کہ اسم رب کے یہ وہی ربوبیت تھی جس سے آپ ہر ایک کا دل ہاتھ میں لئے رہتے تھے اور یہ جود و بخشش اُسی کا ظہور تھا اور یہ وہی ربوبیت تھی کہ جسکے سبب سے عالم میں ہر شے کی پرورش ہے یہ وہی ربوبیت تھی جسکی بدولت آپکے پاس سے کوئی کبھی محروم نہیں لوٹا۔

ظاہری داد و دہش تو ایسی تھی اب باطنی فیض رسانی کے کچھ واقعات لکھے جاتے ہیں۔

جناب منشی وہاج الدین صاحب کہتے تھے کہ میں کمسنی میں حضرت قدس قدرت مولانا شاہ تقی علی قلندر رح کا مرید ہوا تھا حضرت نے بعد مرید کرنے کے قلب کا نقشہ دکھایا تھا جسمیں لفظ اللہ سنہرا لکھا ہوا تھا

اور پاس انفاس کی تعلیم جیسی عموماً ہر مرید کو اس آستانہ پر کی جاتی ہے فرما دی تھی اور ھو کی مشغولی
بھی بتا دی تھی چنانچہ میں پاس انفاس اور مشغولی کیا کرتا تھا مرید ہونے کے بعد کچھ دنوں نماز کی
پابندی بہت رہی اور اسکے بعد میرے ماموں نواب محمد اکرام اللہ خاں صاحب مغفور ہم تینوں
بھائیوں کو تعلیم انگریزی کیلئے ہردوی لیگئے جب انگریزی کا دور دورہ ہوا تو نماز ناغہ ہونے لگی
اور وہی سلسلہ عرصہ تک جاری رہا مگر مشغولی کبھی ناغہ نہیں ہوئی میں ہردوی میں تھا کہ حضرت پیر
مرشد کے سخت علالت کی خبر پہونچی اور وہی زمانہ میرے امتحان انٹرنس کا تھا دل حاضری کو
چاہتا تھا مگر امتحان کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا اور حضرت کی وفات ہو گئی میں نے بوجہ پریشانی
رات کو کھانا نہیں کھایا سر میں درد ہو کر بخار آگیا شام ہی سے لیٹ کر سو گیا غالباً نصف شب کے
بعد میں نے یہ خواب دیکھا کہ کسی نے کہا کہ رسول اللہ صلعم کا جنازہ تیار ہے جسکو زیارت کرنا ہو کرلے
اور جنازہ اُس طرف کے چبوترہ پر ہے جسکے کمرہ میں ماموں صاحب رہتے تھے میں بہت عجلت سے لپکا
لیکن جب چبوترہ پر پہونچا تو خیال آیا کہ وضو کر لینا چاہئے اپنے کمرہ میں واپس آیا اور پانی لیکر
ہاتھ دھوتے تھے کہ پھر خیال آیا کہ مبادا دیر ہو جانے سے زیارت جاتی رہے فوراً بلا وضو دوڑا
ہوا وہاں پہونچا دیکھا کہ ایک کوچ بچھا ہوا ہے اُسپر آنحضرت صلعم سیاہ کمل سے مُنھ بند کئے
آرام میں ہیں یہ دیکھکر ایک انگریزی باجہ میز پر رکھا تھا میں اُسے بجانے لگا بجاتے ہی بہت سے
گھنٹوں کی آوازیں شدت سے میرے کانوں میں آنے لگیں اور وہ کمرہ زرد نورانی ہو گیا اور ایک
آواز شدید توپ کی ایسی ہوئی جس سے اُس کمرہ کی زمین شق ہو گئی اور اُس سے ایک بزرگ
برآمد ہو کر مودب بیٹھ گئے اور آنحضرت صلعم کوچ سے نیچے اُتر آئے اور میں ڈر کر یا رسول اللہ کہتا
قدموں پر گر پڑا اور رونے لگا آپ نے میری پیٹھ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ بیٹا تو مر گیا پھر میں جاگ
پڑا تکیہ و بستر آنسوؤں سے تر تھا مجھے محسوس ہوا کہ میری زبان پر یا رسول اللہ جاری تھا میں کہ اٹھ
بیٹھا متحیر تھا کہ میں نے یہ کیا دیکھا اور انگریزی باجہ کیوں بجایا اور یہ عظیم الشان ہنگامہ کیسا تھا اور
زمین کیوں پھٹی اور یہ توپ کی آواز کہاں سے آئی اور وہ بزرگ جو زمین سے برآمد ہو کر مودب

بیٹھ گئے تھے اتنا حصہ خواب کا بھول گیا بالجملہ چھ مہینہ تک اس خواب کو سوچتا رہا اور وقتاً فوقتاً ایک نہ ایک بات سمجھ میں آتی گئی پھر یہ ارادہ ہوا کہ اب انگریزی نہ پڑھنا چاہیئے ہم لوگ کاکوری چلے آئے اور آستانہ عالیہ پر حاضر باشی شروع کی چونکہ حضرت پیر و مرشد نے بارہا حضرت حافظ صاحب کی تعریف فرمائی تھی لہذا میں آپ کا ادب احترام کرنے لگا اگرچہ آپ مجھ سے دو ہی تین سال بڑے تھے اور اپنی سمجھ کے مطابق بے تکی و بے قاعدہ طلب اُن سے روزانہ راستہ گلی چلتے کرتا رہا اُسوقت تصوف کی کوئی کتاب میں نے نہیں دیکھی تھی میں بزرگ اُسکو سمجھتا تھا کہ جو متقی و پرہیزگار عالم و فاضل ہو منہیات شرعیہ سے بچتا ہو وہ خدا کا مقبول ہوتا ہے اور جو کچھ وہ خدا سے دعا مانگتا ہے خدا قبول کرتا ہے اور خود اُسکی نجات ہوتی ہے اور اُسکی سفارش سے اُس کے مریدوں کی اور کچھ نہیں جانتا تھا اور چونکہ حضرت نے عرصہ تک کچھ نہیں بتایا لہذا بہت رنجیدہ رہتا تھا زندگی دشوار تھی کھانا پینا کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا تھا چاہتا تھا کہ کچھ ملے نہیں تو موت آجاے ہمارے آستانہ کا دستور ہے کہ صبح سے دوپہر تک تو علوم عقلی و نقلی کا درس دیا جاتا ہے اور سہ پہر کو ظہر سے عصر تک کوئی نہ کوئی تصوف کی کتاب پڑھائی جاتی ہے ظہر کی نماز کے بعد جب تصوف کی کتاب غالباً عوارف المعارف حضرت پڑھتے تھے اور حضرت شاہ علی اکبر قلندر سنتے تھے اور آسمان پر کچھ زردی سی چھائی تھی اُسکو دیکھکر آپ ہی آپ مجھے اپنا خواب یاد آگیا اور پورا یقین ہو گیا کہ وہ بزرگ جو زمین سے برآمد ہو کر بیٹھے تھے وہ یہی حافظ صاحب ہیں تب میری طلب دوبالا ہو گئی اور میں نے قطعی ارادہ کر لیا کہ اب انکا ساتھ نہ چھوڑونگا مجکو ہدایت ہوئی کہ تم کو جو کچھ حاصل ہوگا انھیں سے ہوگا اسکے بعد مجکو دیوانگی نے گھیرا اور میں کسی وقت یہ نہیں چاہتا تھا کہ انکا ساتھ چھوڑوں کاکوری میں دیوانہ و پاگل مشہور ہو گیا دس بارہ سال تک یہی حال رہا ایک روز میں مغرب کے وقت آپ کے ساتھ بستی سے تکیہ شریف جارہا تھا اور طلبہ بھی آپ کے ساتھ تھے میں اپنی حسب عادت راستہ گلی میں بھی طلب حق کرتا جاتا تھا جب حاطہ کے پھاٹک کے قریب پہونچا تو آپ نے پوچھا کہ آخر کیا چاہتے ہو میں نے عرض کیا کہ کچھ دیجیئے فرمایا کہ اللہ اسم ذات ہے

اسکو ہر جگہ حاضر و ناظر جانو اتنا ارشاد فرماتا تھا کہ میں جدھر دیکھتا تھا بجز اللہ اللہ کے کچھ نظر نہیں آتا تھا جاگنے اور سونے میں یہی حالت رہتی تھی یہانتک کہ میں اوبہ گیا چاہتا تھا کہ کسی وقت یہ حالت فرو ہو تو کچھ سکون ہو عرصہ تک یہی حال رہا پھر آہستہ آہستہ اُسکا ظرف آتا گیا۔

ایک دن مجکو سخت انقباض ہوا اور میں زندگی سے تنگ ہوکر سخت غصہ میں اپنی ہلاکت کا طالب ہوا اگر سوچا کہ مرونگا تو کہاں جاؤنگا اور جیونگا تو کیسے جی سکتا ہوں بہرحال حضرت ہی سے فیصلہ کرنا چاہیئے اگر دیں فبہا ورنہ سہ ملک خدا تنگ نیست پائے مرا لنگ نیست ؛ دس روپیہ کی نوکری کیلئے آدمی اپنے وطن سے دور جاکر رہتا ہے خدا کے واسطے اگر میں اپنے تمام اعزہ اور وطن کی جدائی میں گذار دوں کیا مضایقہ ہے اُسیوقت حاضر ہوکر عرض کیا کہ کلام مجید میں یہ آیتیں ہیں یا نہیں کہ بل الانسان علےٰ نفسہ بصیرۃ ولو القیٰ معاذیرہ اور فی انفسکم افلا تبصرون فرمایا ہیں میں نے عرض کیا کہ میں طلب کرتا ہوں پھر مجکو کیوں نہیں ملتا جبکہ میرے انفس میں ہے فرمایا کہ بڑے مجاہدہ و ریاضت کے بعد ملتا ہے میں نے کہا کہ اُن مجاہدوں کے لئے موجود ہوں اور اگر کلام مجید سچا ہے تو میں اپنے نفس کا حال خوب جانتا ہوں آپ جیسا فرمائیے میں اُسکے کرنے کیلئے تیار ہوں آپنے فرمایا کہ قرآن مجید سچا ہے لیکن تم کیوں کافر ہوے جاتے ہو میں نے کہا کہ میں مومن کس دن تھا جو آج کافر ہوا جاتا ہوں یہ تو ماں باپ کا ایمان ہے جسپر میں مسلمان کہا جاتا ہوں اور یہ سب ڈھکوسلا ہے اگر آپ دیتے ہیں تو دیجئے اور اگر آپ میں دینے کی استعداد نہیں ہے تو صاف کہدیجئے اور اگر آپکے علم میں کوئی جاننے والا ہو تو براہ عنایت بتا دیجئے اُسکے پاس جاؤں اور جبتک بذات خاص مجکو خود مشاہدہ نہوگا میرا ایمان ٹھیک نہوگا آپ نے بہت خفا ہونے کے بعد فرمایا کہ کچھ صبر کر سکتے ہو میں نے کہا ہاں اگر وعدہ کیجئے تو برس دو برس صبر کر سکتا ہوں کیونکہ جانتا ہوں کہ کوئی چیز بلا محنت و مشقت کے حاصل نہیں ہوتی فرمایا کہ اچھا آج رات کو دلی نگر اپنے ننہال میں جاکر رہو اور نماز عشا کے بعد اپنے پیر و مرشد کی برزخ قایم کرکے قبلہ رو چپ چاپ بیٹھ جاؤ میں اُسیوقت دلی نگر گیا اور اول وقت نماز عشا بوجہ عجلت

بے دلی سے پڑھکر قبلہ رو دوزانو بیٹھکر پیرو مرشد کی برزخ قایم کرنے لگا کچھ دیر کوشش کی مگر قایم نہوی تب میں نے ایک آہ سرد بھری اور اسی آہ میں سانس کو کھینچا چونکہ مجکو بہت رنج ہوا تھا لہذا ارادہ کر لیا کہ اب سانس اُترنے نہ دونگا اگر اسی طرح پر دم نکل جاے تو اچھا ہے سانس اُترتی تھی اور میں اُسکو بار بار چڑھاتا تھا اسی کوشش میں تین آوازیں توپ کی آواز سے زائد میرے دماغ سے آئیں یہ معلوم ہوا کہ دماغ پھٹ گیا اور اسمیں سے ایک دھواں نکلکر نہ معلوم کہاں چلا گیا اور میں بالکل غائب ہو گیا معلوم نہیں کہ میری یہ حالت کتنی دیر رہی مگر غالباً بہت دیر نہیں رہی اب اُسی بیخودی میں مجھے اس خطرہ کا ہوش ہوا کہ میں کون کہاں گیا اور اس سے سخت اُلجھن و بے چینی پیدا ہو گئی اس بے چینی میں مجھے ہوش آگیا مگر یہ یاد نہیں تھا کہ میں کس ارادہ سے بیٹھا ہوا تھا پھر وہ ارادہ یاد آیا اگرچہ مجکو سخت تکلیف ہوی تھی لیکن ایک نیا واقعہ جو گذر رہا تھا اُس سے خود بخود قلب میں مسرت پیدا ہوی سرور آنا تھا کہ بجلیاں کوندنے لگیں یعنی تجلیات برقی شروع ہو گئیں منٹ منٹ کے بعد ہر رگ و پے میں تجلی ہوتی تھی مجکو باوجود ہوش کے بسبب شدت وجد وجد تھا گھر کے سب لوگ میرے وجد سے مسرور تھے اس حالت میں جس چیز کا خیال آتا تھا وہ فوراً میرے سامنے آجاتی تھی بہشت و دوزخ و ملائکہ کوی چیز پوشیدہ نہ تھی آخر قریب صبح ایک عجیب و غریب تجلی ہوی جس سے میں بے قابو ہو کر شدت مسرت میں رونے لگا صبح کو وہاں سے نہایت خوش مست و سرشار تکیہ شریف آیا اور حضرت سے کہنے لگا کہ اب ہم آپ کو یہاں نہ دیکھا کرینگے اُسی عالم میں دیکھا کرینگے فرمایا کہ پھر روے کیوں میں سمجھا کہ میں نے کچھ بُرا کیا اسکا رنج خفیف سا ہوا رنج ہونا تھا کہ بالکل اندھا دھند ہو گیا اسکے بعد اگرچہ تجلیات بند ہو گئیں مگر عنایت شامل حال اسطرح رہی کہ برقی تجلی کی سعیت وقتاً فوقتاً اپنا اثر دکھاتی رہی۔

ایک بار میں سخت کھانسی و بخار و سوء تنفس میں مبتلا ہو گیا اور حالت ایسی زار ہو گئی کہ اعزہ و اقارب میری زیست سے مایوس ہو گئے اور مجکو خود بھی اپنی زندگی کی امید نہ رہی مگر حضرت کی عنایت سے مجکو جاذبات ایسے گھیرے ہوے تھے جس سے مرنیکی کچھ پرواہ نہ تھی اور اُس زمانہ میں

حضرت کا لاڈلہ بنا ہوا تھا خدا پر بہت بھروسہ تھا میں نے شدت جذبات میں خداوند تعالیٰ کے حضور میں گستاخانہ الفاظ بڑبڑانا شروع کئے گھر کے سب لوگ خوف زدہ تھے کہ آخر وقت میں بجائے کلمہ کے ایسے الفاظ اسکی زبان سے نکل رہے ہیں اسکا انجام کیا ہوگا مگر مجھے کچھ پرواہ نہ تھی میں نے بکنا جھکنا نہیں چھوڑا بیخودی آگئی یا سو گیا دیکھا کہ اول حضرت جلد جلد تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا تم خدا سے ملاقات کرنا چاہتے ہو میں نے کہا کہ اس سے زائد نعمت اور کیا ہے اسی کی تو تمنا ہے آپ واپس گئے اور کچھ دیر کے بعد اُسی مقام پر خداوند تعالیٰ کی حضوری ہوئی حضرت بھی ساتھ تھے مجھ سے حضرت حق نے فرمایا کہ تو اچھا ہو جائیگا میں چونک پڑا تو یہ حالت تھی کہ حلق خشک سانس آنا دشوار شدت سے پیاس جاڑوں کا موسم تھا کھانسی کی شدت تھی ایک بدھنی میں خوب سرد پانی میرے سرہانے رکھا تھا اُسیں سے بہت سا پی گیا اُسیوقت سے سکون شروع ہوا اور ہفتہ عشرہ میں بالکل تندرست ہو گیا۔

ایک روز کا قصہ ہے کہ میں طلب حق میں مستانہ وار حضرت کے ساتھ تو رہتا تھا لیکن نماز پڑھنا کیسا خیال تک نہیں آتا تھا حضرت یونتو نماز پڑھنے کی تاکید روزانہ کرتے تھے مگر اُس روز بہت زیادہ تاکید و تہدید کی کہ میرے دل میں کھٹک پیدا ہو گئی جب شب کو سونے کیلئے لیٹا تو بغیر نماز پڑھے لیٹ رہا دفعۃً اُسی کھٹک کی وجہ سے خیال پیدا ہوا کہ حضرت اسقدر تاکید فرماتے ہیں تو نماز کیوں نہیں پڑھتا ہے اور اپنا محاسبہ شروع کیا کہ خدا کی طلب اور نماز ندارد حضرت کا حکم اور اُسکی تعمیل نہیں استغفار اور لاحول پڑھکر اُٹھا وضو کیا جا نماز بچھا کر نیت کے ارادہ سے کھڑا ہوا کہ لاحول کے معانی نے جلوہ نمائی کی بے اختیاری نے گھیرا نماز نہ پڑھ سکا بیزار دقت پلنگ پر جا کر لیٹ رہا اور اپنے آپ کو ملامت کرتے کرتے سو گیا صبح کو اپنی صورت سے بیزار اُسی طرح سے اُٹھا تکیہ شریف پر حاضر ہوا حضرت نے پھر ترک نماز پر ملامت کی دوپہر کو مکان آکر سو رہا خواب میں دیکھا کہ زینہ کی طرف سے اُسی مقام پر جہاں میں لیٹا تھا حضرت حق نے ایک برقعہ سفید نورانی میں آکر ایک ہاتھ میرے سر پر رکھا اور دوسرا ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ دو نو نظر آتے تھے

مگر قوت لامسہ اُنکے مس کا ادراک نہیں کر سکتی تھی حضرت حق نے مجھ سے فرمایا کہ لیس الصراط الا بالجذبۃ اسکے معنی بعد بیداری مجھے عرصہ تک محفوظ کرتے رہے۔

اسیطرح کا ایک اور واقعہ ہے جو اسکے بعد پیش آیا مجکو حضرت نے پھر سخت ملامت کرنا شروع کی کہ تم مہذب الاوقات کیوں نہیں بنجاتے ہو تو ارشاد کے بعد میں نے اوقات منضبط کئے نماز و وظیفہ پڑھنے اور تلاوت قران و مشغولی کرنے اور دنیا کے کام سرانجام دینے کیلئے ایک ایک وقت مقرر کیا اور علاوہ کتب بینی تصوف کے سہ پہر کو تفسیر کلام مجید حضرت شاہ علی اکبر قلندر سے پڑھنا شروع کی چار پانچ مہینہ تک یہ عملدرآمد رہا ان اعمال حسنہ کے برتنے سے ایسی نورانیت قلب میں آی کہ جب میں کوٹھی میں پلنگ پر لیٹتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ ایک دریاے نور زمین سے آسمان تک ہے جسمیں تیر رہا ہوں اور باوجود آنکھ بند رہنے کے تمام اشیاء موجودہ مکان نظر آتی تھیں اور پھر ترقی ہوی تو باہر احاطہ کی چیزیں بھی نظر آنے لگیں میں بہت مسرور ہوتا تھا اور جب حضرت کے حضور میں حاضر ہوتا تب آپ میرے اعمال کی بہت تعریف فرماتے تھے ایک روز پچھلے دنوں سے زیادہ تعریف کی میں علو ہمت و شان حضرت سے آگاہ تھا مجھے اس تشویش نے گھیرا کہ حضرت کے نزدیک یہ معمولی باتیں ہیں میری اسقدر تعریف کیوں کرتے ہیں ایمیں کوی راز ہے میں سوچنے لگا اور اسی سوچ میں دوپہر کو اپنی کوٹھی میں آکر پلنگ پر سر مغرب کی طرف تھا اور پیر مشرق کی طرف کہ مجکو عین بیداری میں دیدۂ دل سے ایک ابر تیرہ و تار اُٹھتا معلوم ہوا سوچا کہ یہ کیا ہے مگر سمجھ میں نہ آیا مگر اُسکو دیکھتے رہنے سے اسقدر مستی ہوی کہ جیسے کوی بہت سی شراب پی جاے یکایک اُس ابر تیرہ و تار کے بونڈے مثل آندھی کے آنا شروع ہوے اور مجکو اپنے میں لے لیا میں بالکل مدہوش ہوگیا نہ معلوم کتنی دیر بیہوش رہا جب ہوش آیا تو بسبب بے اختیاری اُسوقت ظہر یا عصر کی نماز قضا ہوگئی اور سب حفظ اوقات غائب معلوم ہوا کہ مجکو میکدہ کی حقیقت دکھای گئی اب تکیہ پر جو حاضر ہوا تو ادھر نماز نہیں پڑھی اُدھر تفسیر کا درس موقوف دونوں حضرات نے مجمع عام میں ملامت کی بوچھار کر دی جس سے میں بہت ذلیل ہوا مگر مجھ کو

اسکی پرواہ نہوی کیونکہ میرے سلوک کی چول ٹھکانے پر بیٹھ چکی تھی۔

ایک بار میں حسب معمول حضرت کے ساتھ بستی سے رات کو تکیہ شریف واپس آرہا تھا اور عادت کے موافق طلب حق بھی کرتا جاتا تھا اور حضرت اپنی عادت کے موافق ڈانٹتے بھی جاتے تھے جب تکیہ شریف پر پہونچا اور حضرت اندر تشریف لے جانے لگے تو زینہ کے پاس مجھ سے ایسا سخت فقرہ فرمایا کہ عالم میری نظر میں تاریک ہوگیا اور میں شدت رنج وغم میں بت بنکر رہگیا اور دیر تک اُسی طرح کھڑا رہا آخر بکمال حزن وحسرت گھر آیا اور پلنگ پر بے بس ہوکر پڑگیا گرمیوں کا زمانہ تھا بارہ بجے شب کے بعد مجکو غنودگی سی آئی جسکو خواب نہیں کہہ سکتا میں نے دیکھا کہ ایک آفتاب اسقدر بڑا ہے کہ اعلیٰ علیین سے تحت الثریٰ تک اُس سے بھرا ہوا ہے یہ دیکھکر مجکو شدت سے مستی پیدا ہونا شروع ہوئی اور اسقدر سرور بڑھا کہ قریب تھا میرا دل ودماغ پھٹ جاتا دفعۃً مجکو حضرت کا وہ فقرہ یاد آگیا اور اُسکے ساتھ ہی رنج والم نے اسقدر گھیر لیا کہ میں اس تجلی کی مسرت اور اُس فقرہ کی مصیبت کے درمیان تُل گیا اس اعتدال سے ایک ایسی اعلیٰ کیفیت مجھ میں پیدا ہوئی جسکو میں الفاظ میں نہیں لاسکتا اور مجکو یہ ادراک ہوا کہ حضرت کا وہ فقرہ ارشاد فرمانا آپکے علم بسیط وتصرف وحکمت کا کیسا بدیہی ثبوت تھا کہ اگر اتنا سخت رنج مجکو نہ پیدا ہوتا تو کبھی اس عظیم مسرت کی تاب نہ لاسکتا اور نہ یہ اعتدال حاصل ہوتا جس سے یہ نعمت عظمیٰ حاصل ہوئی۔

حکیم حافظ عبدالحلیم بیان کرتے تھے کہ ایک روز میں حاضر ہوا تو حضور کے پاس ایک لڑکا جسکی عمر سولہ سترہ سال کی ہوگی گیروا لباس پہنے بیٹھا تھا مجکو خطرہ گذرا کہ یہ لڑکا کون ہے اور کیوں آیا ہے جب وہ چلا گیا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ لڑکا بہت مرتاض ہے اور اسکی نسبت مع اللہی بہت اچھی ہے اسکو ایک مقام پر وقوف ہوگیا تھا وہاں سے ہٹتا نہیں تھا الجھاو میں پڑگیا تھا یہاں خبط سے آیا اُسکا الجھاو جاتا رہا اور اُس مقام سے ترقی کرگیا علاوہ بریں اسکو سلطان الاذکار بھی سیکھنا تھا وہ بھی بتادیا گیا۔

ایک مرتبہ ایک بنگالی بابو جو بی اے تھے بابوا ودھ بہاری لعل کے ساتھ حاضر ہوئے اور

بیان کیا کہ میرا باپ جوگیہ سلوگ کا منتہی تھا میں نے اُس سے جوگیہ سلوک کی تکمیل بھی کی ہے لیکن تجلیات میں آجتک بجز ایک شکل آفتابی کے اور کچھ مشہود نہیں ہوا میں نے بارہا اپنے باپ سے کہا کہ مجکو متعدد اشکال آفتابی یا ماہتابی کیوں نظر نہیں آتے اُس نے کہا کہ جہانتک میری سلی تھی وہاں تک میں نے تم کو مشاہدہ کرادیا اب اس سے زیادہ میرے امکان میں نہیں اگر تم کو طلب زیادہ ہے تو کسی مسلمان درویش کامل کے پاس جاوٗ میں اکثر فقرا سے ملا مگر کسی سے مطلب حاصل نہوا اکثر لوگوں نے آپ کو بتایا لہذا آیا ہوں آپ میری یہ خواہش پوری کردیں حضرت نے کئی بار یہ فرماکر ٹالا کہ میں کچھ نہیں جانتا کہیں اور جاوٗ مگر اُنھوں نے نہ مانا آخر ایک روز حضرت نے اُن سے فرمایا کہ اچھا جاوٗ آفتاب دیکھو چنانچہ وہ یہاں سے لکھنوٗ گئے اور خواب میں دیکھا کہ بارہ آفتاب ایک مقام پر جمع ہیں اور اُنکا ایک حلقہ بنا ہوا ہے حضرت نے اُس دائرہ کے اندر سے ظاہر ہوکر فرمایا کہ آفتاب دیکھو جیسے ہی اُنکی نظر آپ کے چہرہ پر پڑی بیہوش ہوگئے افاقہ کے بعد لوگوں سے کہا کہ کاکوری کے میاں صاحب بیشک بڑے کامل ہیں ہم نے آجتک ایسا فقیر نہیں دیکھا پھر اُنھوں نے حاضر ہوکر واقعہ بیان کرنا چاہا آپ نے سُننا پسند نہ فرمایا اور اُسکو کچھ تعلیم فرمادیا مگر اُنھوں نے یہ واقعہ بابو ادھ بہاری لال صاحب وغیرہ سے بیان کیا۔

یہ آپ کی عادت تھی کہ اگر کوئی شخص آپ کی کوئی کرامت یا تصرف بیان کرنا چاہتا تھا تو اُسکو یہ کہکر منع فرمادیتے تھے کہ اپنی کرامت سُنکر خوش ہونا کچھ اچھا نہیں کمال درویشی یہ ہے کہ انسان اپنی ہستی فنا کردے اور فانی فی اللہ ہوکر تسلیم و رضا اختیار کرے اور اپنی نسبت اسقدر مخفی رکھے کہ کسی درویش کو بھی پتہ نہ لگے چنانچہ قرب زمانہ وصال میں ایک بار ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنی نسبت اسقدر مخفی رکھی کہ آجتک کسی درویش کو ٹھیک پتہ نہ لگا۔

منشی شکور احمد صاحب بیان کرتے تھے کہ میں ریاست ملاپور کے باغ میں ایک چھولداری کے اندر دن کو دوپہر کے وقت کتاب کیمیاے سعادت دیکھ رہا تھا دفعۃً چھولداری کی پشت سے جدہر دروازہ نہ تھا آپ تشریف لاے ہاتھ میں ایک بادامی کاغذ کھلا ہوا تھا جسپر سورہ فاتحہ

لکھی تھی مجکو شروع سے اسطرح پڑھایا کہ میرے ساتھ خود بھی پڑھتے گئے ایاک نعبد و ایاک نستعین پر ٹھہر گئے اور شروع سے اُردو ترجمہ فقرہ فقرہ کا فرمانے لگے اسکے معنی یہ فرماے کہ ہم تجھی کو پوجتے اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں اور ان فقرات کی تین مرتبہ مجھ سے تکرار کرای پھر غائب ہو گئے۔

نیز وہ بیان کرتے تھے کہ منشی موہن لال گرامی خیر آبادی کو آپ نے توحید کی مشغولی بتای تھی ایک روز وہ میرے پاس آے اور مجکو اپنے کام میں مصروف دیکھکر واپس گئے دوبارہ ملاقات پر میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ اُسوقت کیا کہنا چاہتے تھے اُنھوں نے کہا کہ حضرت نے جو مشغولی بتای تھی وہ آج جمتی نہیں تھی پریشان ہو کر آپکے پاس آیا تھا کہ شاید کچھ مدد ملے مگر آپ کو فرصت نہ تھی واپس آکر مایوسانہ لیٹ رہا تھا اور سو گیا خواب میں دیکھا کہ اپنے اشعار ایک کاغذ پر لکھے ہوے حضرت کی نذر کر رہا ہوں حضرت نے فرمایا کہ اس کاغذ کو بیچ سے توڑ کر دو کر دو جب میں نے کاغذ کو بیچ سے توڑا تو آپ نے فرمایا کہ پہلے ایک تھا اب دو ہو گئے یہی توحید کی کثرت ہے کوی غیر چیز دو ہونے کیلئے باہر سے نہیں آی میری آنکھ کھل گئی اُسوقت سے گوناگوں مسایل مجھ پر حل ہوتے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ عرس شریف میں میں اور راجہ صاحب ملانپور حاضر تھے حضرت تشریف لاے اور راجہ صاحب سے فرمایا کہ ہم فقیر بے نوا ہیں آپ کو یہ دعا دیتے ہیں کہ حسب خواہش آپ کو کرشن جی کے درشن ہو جائیں اور رخصت کر دیا حالانکہ گذشتہ مرتبہ عرسوں میں حضرت کے والد بزرگوار انکو کوی کپڑا یا مٹھای و میوہ دیکر رخصت کرتے تھے غرض میں اور راجہ صاحب ملانپور روانہ ہوے وہاں پہونچکر چار پانچ روز کے بعد معلوم ہوا کہ راجہ صاحب گھر نہیں جاتے اور پوجا پاٹ کیلئے بھی باہر نہیں نکلتے اپنی کوٹھی کے آرام کمرہ میں لیٹے رہتے ہیں اس حالت سے سب کو تشویش ہوی چنانچہ رانی صاحبہ نے مجکو بلا کر کہا کہ تم جا کر دریافت کرو کہ کیا معاملہ ہے میں گیا اور بعد مزاج پُرسی گوشہ نشینی کی وجہ دریافت کی راجہ صاحب نے کہا کہ نہ میں بیمار ہوں

نہ مجنوں بلکہ حضرت کی ارشاد و توجہ سے مجھکو کرشن کے درشن ہورہے ہیں جتنی صورتوں میں کرشن جی نے لیلا کیا تھا اُن سب کا مشاہدہ ہو رہا ہے جس سے مجھکو ایسی لذت و سرور ہے کہ جسکے سامنے کھانا پینا اُٹھنا بیٹھنا بولنا چالنا سب ہیچ ہے میں یہ سُنکر چلا آیا اور رانی صاحبہ کی تسلی مناسب الفاظ میں کردی۔

آپکے واقعات کرامت و تصرفات اسقدر ہیں کہ اگر وہ سب جو لوگوں نے مجھ سے بیان کئے یا لکھ کر دئے یہاں لکھوں تو کتاب کی ضخامت بڑھ جائے لہٰذا اُنمیں سے چند کرامات لکھتا ہوں بقیہ بصورت کتاب گلشن کرامت چھپ چکے ہیں۔

کرامت جناب منشی وہاج الدین صاحب کہتے تھے کہ ایک دن میں سخت انقباض میں مبتلا تھا بخار الگ چڑھا تھا اور ایک پھوڑا بازو میں علیحدہ نکل آیا تھا یہ جسمانی تکلیفیں تو تھیں ہی مگر روحانی تکلیف کی کوئی حد نہ تھی گرمیوں کی دوپہر میں اپنی کوٹھی میں پلنگ پر پڑا کروٹیں بدل رہا تھا جی میں بار بار یہ آتا تھا کہ جان دیدوں قریب دو بجے کے اُٹھ کھڑا ہوا اور تکیہ شریف کا راستہ لیا شدت کی دھوپ تھی پسینہ سے شرابور چہرہ تمتمایا ہوا تکیہ پر پہونچا حضرت کمرہ میں تشریف فرما تھے میں نے سلام کیا اور برآمدہ میں اپنی جان سے بیزار علیحدہ جا بیٹھا آپ کچھ لکھ رہے تھے فرمایا کہ وہاج الدین تم بہت پریشان ہو پھوڑے کی تکلیف بہت ہے میں نے عرض کیا ایک پھوڑے پر کیا موقوف ہے دین و دنیا سب خراب ہے آپ خاموش ہو رہے چند ہی منٹ گذرے ہونگے کہ مجھے معلوم ہوا کہ اندر سے پھوڑے کو کوئی کھینچ رہا ہے اس تکلیف کو میں اچھی طرح محسوس بھی نہ کرنے پایا تھا کہ دفعۃً پھوڑے کے ٹوٹنے کی آواز آئی اور تمام آستین خون سے سُرخ ہوگئی فوراً میں نے اچکن اُتاری دیکھا تو پھوڑا ٹوٹ گیا خون جاری ہوگیا اور تکلیف میں کمی ہوگئی اُٹھا اور جا کر اچھی طرح سے دھویا تھوڑی دیر میں بخار بھی اُتر گیا پھوڑے کی کوئی تکلیف نہ رہی اور وہ انقباضی حالت بھی جاتی رہی۔

کرامت وہ کہتے تھے کہ ایک مرتبہ میں ذکی علیخاں صاحب کا کوروی کے ساتھ کانپور گیا

وہ ایک روز وہاں ٹھہر گئے علیخاں صاحب نے مجھ سے کہا کہ چلو یہاں ایک بڑے کامل مجذوب شاہ الٰہی بخش صاحب ہیں اُن سے مل آئیں میں نے کہا چلئے چنانچہ ہم تین چار آدمی اُنکے مکان پر گئے وہ باہر تشریف رکھتے تھے ہم لوگوں سے بہت اخلاق سے ملے پان منگائے اور سب کی طرف باری باری سے خاصدان بڑھایا اخیر میں میرا نمبر آیا خاصدان میں دو ہی پان تھے میں نے کہا کہ پہلے آپ نوش کریں پھر مجھے دیں انکو میرا ادب پسند آیا خاصدان سے ایک پان خود کھایا اور ایک مجھے دیا اور جذب میں بڑبڑانے لگے میں نے سر اُٹھایا تو اُنکی آنکھوں پر میری نظر پڑی عجیب حالت تھی معلوم ہوتا تھا کہ ایک شعلہ چکر مار رہا ہے اور میری طرف بڑھا چلا آرہا ہے مجھ پر مستی و سکر کی کیفیت طاری ہونا شروع ہوئی میں سمجھا کہ میں چلا ہنوز پورا بیخود نہوا تھا کہ میں نے حضرت کو دیکھا کہ آپ میرے اور اُن مجذوب کے درمیان حائل ہو گئے پھر وہ میری کیفیت جاتی رہی جب کاکوری آیا تو حضرت نے فرمایا کہ بچ گئے ورنہ مجذوب نے اپنا سا کر لینے میں کسر نہ رکھی تھی۔

کرامت وہ کہتے تھے کہ ابتداء سلوک میں مجھ پر دیوانگی اور مستی کا اسقدر غلبہ تھا کہ میں دنیا کے کسی کام کا نہ تھا میری ملازمت کی اکثر تجویز ہوئی مگر میں نے قبول نہ کی حضرت نے بھی کئی بار فرمایا کہ جاؤ نوکری کر و میں نے عرض کیا کہ اپنی حالت سے مجبور ہوں مجھ سے نوکری نہیں ہوگی یہ بات چیت مجھ سے اور حضرت سے عرصہ تک رہی آخر ایک جگہ سے سربراہکاری کا پروانہ میرے نام آیا حضرت نے فرمایا کہ جاؤ میں نے پھر عرض کیا کہ میں آپ سے علحدہ ایک منٹ بھی زندگی نہیں گذار سکتا فرمایا کہ جاؤ ہم سے علحدہ نہیں ہوگے ہم ہر وقت تمہارے ساتھ ہیں اور اگر نہ جاؤگے تو ہم تمہارے قلب میں دنیا بھر دینگے جس سے ساری کیفیت خاک میں ملجائے گی میں پانؤ و پیٹ جبر کرکے روانہ ہوا ہنوز مستقر پر پہونچنے بھی نہ پایا تھا کہ راستہ ہی میں وحشت نے آگھیرا جیتا بانہ سواری سے اُتر کر زمین پر کھڑا ہو گیا اور جوش میں باآواز بلند کہنے لگا کہ آپ نے مجھ سے ساتھ رہنے کو فرمایا تھا اسوقت کیوں پوشیدہ ہیں یہ کہتے ہی میں نے حضرت کو دیکھا کہ مجھ سے

ایک گز فاصلہ پر کھڑے ہیں یہ میں نے انھیں آنکھوں سے دیکھا بصیرت کی دید کو اس سے تعلق نہ تھا آپ نے فرمایا کہ ہم ہر وقت تمھارے ساتھ ہیں پریشان مت ہو چنانچہ اسکے بعد سے میں جسوقت اور جس حالت میں آپ کی طرف متوجہ ہوا آپ کو بالبداہتہ ہمیشہ اپنے ساتھ پایا۔

کرامت وہ کہتے تھے کہ حضرت کی وفات کے بعد میں اعظم گڈھ میں ڈپٹی کلکٹر تھا کبھی پر بیٹھا مفصلات دورہ کیلئے جارہا تھا راستہ میں آپ کو یاد کیا فوراً ایک تل برابر جگہ میں سے اپنے قلب پر آپ کو بچشم ظاہر متجلی دیکھا لطف یہ کہ اتنی سی جگہ میں آپ بجسمہ کل الکل جلوہ فرما تھے جیسے حلبی شیشہ کی آرسی میں پورا شخص نظر آتا ہے۔

خان بہادر منشی تاج الدین صاحب بیان کرتے تھے کہ میری ملازمت از اول تا آخر محض حضرت ہی کے تصرف و کرامت کا ظہور رہے جسدن سے آپ نے حضرت مرشدنا شاہ تقی علی قلندر کا لباس پہنا مجھ سے کوئی جملہ ایسا نہیں فرمایا جس سے تصرف و کرامت کا ظہور نہوا ہو اور کوئی معاملہ اور کوئی پریشانی ایسی پیش نہیں آئی جو بغیر آپ کی توجہ کے دور ہوئی ہو۔

کرامت میں اوائل عمر میں بتلاش ملازمت سخت سرگرداں رہا کرتا تھا اپنے ماموں نواب یار جنگ اکرام اللہ خاں صاحب مرحوم کے یہاں تعلیم حاصل کرنے پر مجھے امید تھی کہ انھیں کی کوشش سے کہیں کوئی جگہ ملجاے گی چنانچہ وہ مجکو حیدرآباد لیگئے وہاں میں تین ماہ دو سو روپیہ ماہوار پر ملازم رہا مگر ناموافقت آب و ہوا سے سخت علیل ہو کر واپس آیا اب یہاں کوئی کوشش و سفارش کرنے والا بھی نہ تھا ایک روز اسی حالت میں نہایت پریشان حضور میں حاضر ہوا آپ برآمدہ میں بیٹھے کوئی کتاب لکھ رہے تھے دیر تک لکھتے رہے اور مجھ سے خبر نہوے دفعۃً قلم روک لیا اور فرمایا کہ تمھاری پریشانی کا اسوقت ہمکو بہت قلق ہوا اور تمھارے قلب کا عکس ہمارے قلب پر پڑا اچھا ٹھہرو یہ فرما کر بہادر خادم کو بلایا اور دو جلیبیاں منگائیں وہ لاے مجھ سے فرمایا کہ منھ کھولو میں نے منھ کھولا میرے منھ میں ایک جلیبی دی اور فرمایا کہ یہ دین ہے اور پھر دوسری دی اور فرمایا کہ یہ دنیا ہے کہا جاؤ میں کھا گیا فرمایا کہ جاؤ فتح کرو چونکہ یہ ارشاد

تجلی تھا اور ان دو نو عطیات کے حصول کیلئے وقت درکار تھا بلکہ تمام عمر کیلئے یہ دو نو عنایتیں بیک دفعہ ہوئی تھیں لہذا رفع پریشانی میں کچھ دنوں کا عرصہ لگا آخر میں سربراہکار مقرر ہوا بلیر ہسٹ صاحب جج کو جو ماموں صاحب کے ملاقاتیوں میں تھے حضرت نے اپنے تصرف سے کچھ ایسا مہربان کردیا کہ ہر موقع پر انھوں نے میری سفارش کرنا شروع کی بعد ختم قایمقامی سربراہکاری میں پھر بیکار تھا ایک روز خواب میں دیکھا کہ میں گھر سے نکلا لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تمھاری کوٹھی میں حضرت غوث الاعظم تشریف فرما ہیں میں دوڑا ہوا پہنچا کثرت مجمع سے راستہ نہ ملا پشت کوٹھی سے ایک راستہ ہے اُدھر سے گیا راستہ میں کسی نے کہا کہ باطن میں وہ حضرت غوث الاعظم ہیں اور ظاہر میں جج میں جاکر قدمبوس ہوا اور اپنی پریشانی عرض کی اُنھوں نے میرے دین کے متعلق بہت کچھ فرمایا جو میرے حوصلہ خواب خیال سے باہر تھا اور دنیا کے متعلق یہ فرمایا کہ فلاں تاریخ تو منصف ہو جائیگا چنانچہ اسی تاریخ میں قائمقام منصف مقرر ہوا اسکو بھی میں حضرت کا فیض سمجھتا ہوں کیونکہ حضرت غوث پاک نے مجھ پر جو عنایت فرمائی وہ حضرت ہی کی توجہ سے اُس منصفی کی قائم مقامی ختم ہونے پر ایک جگہ خالی ہوئی میں جوڈیشل کمشنر سے ملنے گیا اُنھوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم وکیل ہو میں نے کہا نہیں کہا ڈپٹی کلکٹر ہو میں نے کہا نہیں کہا تحصیلدار ہو کہا نہیں کہنے لگے پھر تمھیں کسی طرح منصفی نہیں مل سکتی میں سخت پریشان و بددل ہوا ایک روز بعد عصر حضرت بستی جارہے تھے میں باقلب پریشان ساتھ تھا فرمایا اب کیا ارادہ ہے میں نے عرض کیا کہ پھر اُسی سربراہکاری کیلئے کوشش کرونگا فرمایا اگر نہ ملی میں نے عرض کیا کہ سمجھ لونگا کہ میں کبھی ملازم ہی نہ ہوا تھا فرمایا شاباش تمھارے استقلال سے بہت دلخوش ہوا اچھا اب درخواست جوڈیشل کمشنر کے نام ڈاک میں رجسٹری کراکے اس مضمون کی بھیجدو کہ میں نے قائم مقامی منصفی کی کی ہے اب جو جگہ خالی ہو وہ مجھے ملے چنانچہ دوسرے روز میں نے درخواست بھیجدی وہاں سے جواب آیا کہ آپ کا نام فہرست امیدواروں میں لکھنے سے سہواً رہگیا اس مرتبہ جو آپ کو جگہ نہیں دیگئی اسکا جوڈیشل کمشنر کو بہت افسوس ہے اب پہلا موقع آپ ہی کو دیا جائیگا کچھ ہی

مدت میں جگہ خالی ہوی اور میں پھر منصف ہو گیا نیا کام شروع کیا تھا مجھ سے پوچھا گیا کہ اس سال امتحان منصفی میں شرکت منظور ہے یا سال آیندہ لوگوں کی رائے ہوی کہ آیندہ سال پر رکھنا چاہیئے میں نے حضرت سے دریافت کیا آپ نے جواب میں لکھا کہ اگر سال آیندہ کسی اور خدا کی خدای ہو جانے کی امید ہو تو ملتوی رکھو ورنہ اسی سال فراغت کر دو میں نے لکھ بھیجا کہ شریک ہونگا مگر حیران تھا کہ کیسے کامیاب ہو سکونگا صرف اُنیس روز مجھے قانون دیکھنے کا موقع ملا کتابیں بکثرت پھر روزانہ کار منصبی کا سلسلہ کام بھی بہت تھا غرض عجب کشمکش سے جیوں تیوں کتابوں کے ورق اُلٹ پلٹ کر ہر کتاب سے صرف دو دو تین تین دفعات یاد ہو سکے محض خدا کے بھروسہ پر امتحان میں شریک ہوا حضرت کے تصرف سے سوال اسی حصہ کے تھے جسقدر میں دیکھ سکا تھا نتیجہ میں ایسا کامیاب ہوا کہ سب ججی کے امتحان والوں کے برابر نمبر آ گئے اور پھر مجھے امتحان سب ججی نہیں دینا پڑا۔

میں قائم مقام منصف تھا اور مستقل ہونے کے لئے امتحان قانون پاس کرنے کی شرط تھی میں امتحان دیکر مکان آیا تھا کہ ایک روز حضرت کے ساتھ لکھنو جانے کا اتفاق ہوا دیگر مسترشدین بھی ہمراہ تھے لکھنو پہونچکر حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ ہم ایک جگہ عیادت کو جاتے ہیں تم اپنے حکام سے مل آو اور واپسی میں داروغہ حیدر بخش کی مسجد میں ہم سے ملنا میں تعمیل ارشاد میں روانہ ہوا چلتے وقت فرمایا کہ اپنی کامیابی امتحان اور مستقلی کی خبر لانا میں متحیر ہوا کہ ابھی امتحان کا نتیجہ کیونکر معلوم ہوگا اور استقلال کا معاملہ تو کچھ سمجھ ہی میں نہ آیا کہ کیونکر ہوگا بہر حال گیا پہلے رجسٹرار صاحب سے ملا اُن سے پوچھا کہ امتحان کی خبر کچھ معلوم ہوی پرچہ لوگوں کے کیسے ہوے اُنھوں نے کہا کہ آپ کو پرچوں سے کیا مطلب آپ تو پاس ہیں مجکو تعجب ہوا میں نے کہ آپ کو میرے پاس ہونے کی اطلاع کیونکر ہوی کہا کہ مجکو سب کے نمبر اور پرچہ دیکھنے کا اتفاق ہوتا ہے آپ تو پاس ہیں مگر یہ معاملہ ہنوز مخفی ہے وقت پر اشاعت ہوگی پھر میں جوڈیشل کمشنر سے ملنے گیا صاحب نے میرے سلام کرنے پر کہا آپ کا نام منشی تاج الدین ہے میں نے کہا جی ہاں کہا کیا آپ مستقل منصف ہیں میں نے کہا جی نہیں ہنوز قائم مقام ہوں صاحب نے کہا کہ مجکو ایسا یاد پڑتا ہے

کہ آپ مستقل ہے میں نے کہا کہ آپ کو دھوکہ ہوا میں ہنوز قایم مقام ہوں اور سردست کوی انتظام بھی درپیش نہیں جسمیں مستقل ہونے کی امید ہو کہنے لگے کہ انتظام کا حال پہلے آپ کو معلوم ہوتا ہے یا ہم کو میں نے کہا آپ کو اسپر صاحب نے سول لسٹ مجکو اٹھا کر دی میں نے دیکھا کہ اسپر اسیوقت سرخی سے لفظ مستقل میرے نام پر لکھا گیا تھا میں نے سلام کیا اور رخصت ہو کر حضرت کے حضور میں حاضر ہوا یہاں سب جمع تھے میرا انتظار ہو رہا تھا حضرت ٹہل رہے تھے مجھے دیکھکر فرمایا کہ خبر لاے میں نے عرض کیا کہ جی ہاں پاس بھی ہو گیا اور مستقل بھی فرمایا کہ شاباش اور مجھ سے معانقہ کر کے کمال عنایت فرمای۔

کرامت ایک بار حضرت کے شاگردان خاص شیخ امیر بخش وحسن بخش واولاد حسین ساکن میلارائگنج ضلع بارہ بنکی کے یہاں شادی تھی میں اُس زمانہ میں فیض آباد میں منصف تھا کاکوری سے حضرت شادی میں تشریف لیگئے اور فیض آباد سے میں آیا میلارائےگنج ریلوے اسٹیشن سے کئی کوس ہے مجھے رخصت ایک ہی دن کی ملی تھی شادی کے دوسرے روز کچہری کرنا تھی لہذا شب کی ریل سے مجبوراً واپس ہونا پڑا اتفاقاً شام سے بشدت بارش شروع ہوی میں متردد ہوا کہ کیا کروں سواری بجز ہاتھی کے کوی اور نہ ملی جب رخصت ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ؎

دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست	تا نہ پنداری کہ تنہا می روی

خدا کرے مع الخیر پہونچو جبتک اسٹیشن پر نہ پہونچ جاوگے ہمکو نیند نہیں آئیگی اس شفقت آمیز ارشاد سے میں فرط مسرت و ذوق میں رونے لگا آخر سوار ہو کر چلا ہاتھی پر صرف تین شخص تھے میں اور ایک ملازم اور فیلبان چھتری وغیرہ بھی نہ تھی اور بارش اسقدر شدید کہ الحفیظ بجلی کی تڑپ اور بادل کی گرج سے کان کے پردے پھٹے جاتے تھے مگر خدا گواہ ہے کہ ہاتھی پر ایک قطرہ بھی پانی نہیں پڑا نہ میں اور نہ میرے ساتھی ذرا بھی بھیگے جب اسٹیشن پر پہونچکر ہاتھی سے اترا اور ٹکٹ لیکر ریل پر بیٹھنے لگا اُسوقت البتہ چند بوندیں مجھ پر پڑیں اور کپڑوں میں کسیقدر نمی آی

کرامت ایک بار تعطیل میں وطن آیا واپسی کے روز رخصت ہونے حاضر ہوا فرمایا کہ

آج جا کر کیا کروگے عرض کیا کہ تعطیل ختم ہے اور مجھے آج کچہری کرنا ہے آپ نے اسکا جواب کچھ نہ دیا اور دیر تک مختلف باتیں کرتے رہے میں نے بار بار رخصت ہونا چاہا ایک ریل کا وقت نکل گیا دوسری ریل میں دو گھنٹہ کی دیر تھی اسپر جانے کیلئے منتظر تھا کہ حضرت رخصت کریں تو جاؤں اور حضرت رخصت ہی نہیں کرتے ہر بار فرماتے کہ ذرا ٹھہر جاؤ میں حیران کہ کیا ماجرا ہے اتنے میں منشی شیدا علی آئے اُن سے معلوم ہوا کہ کوئن وکٹوریہ کے چھوٹے بیٹے کا انتقال ہو گیا ہے لہذا آج کل دفاتر میں تعطیل ہے حضرت نے ہنسکر فرمایا کہ اب کل جانا یہ دیکھنے میں تو ایک معمولی بات تھی مگر اس باخبری و احاطہ علم کو دیکھنا چاہیے۔

میری موجودگی کے صدہا ایسے واقعات ہیں جب کسی کے دل میں کوئی خطرہ آتا اور کسی طرح کا سوء ظن اُسے پیدا ہوتا تو باتوں ہی باتوں میں اُسکے خطرہ کا جواب ایسا دیدیتے تھے کہ اعتراض بیان کرکے پوچھنے کی نوبت نہ آتی اور اپنے امور کے متعلق تو میرا ایمان یہ ہے کہ آپ سے میرا کوئی ظاہری و باطنی معاملہ کبھی پوشیدہ نہیں رہا اور میرا یہ یقین کبھی پورے طور پر قائم نہوتا اگر میں نے بارہا تجربہ نہ کیا ہوتا چنانچہ ایک بار میں بغیر آپ سے رخصت ہوے لکھنو گیا اور آپ کو اطلاع بھی نہ کی جب چوک میں چیزیں خریدنے لگا تو یہ خیال آیا کہ معلوم نہیں حضرت میری اسوقت کی حالت سے باخبر ہیں یا نہیں جب واپس آکر حاضر ہوا تو ہنسکر فرمایا کہ آئیے منشی تاج الدین صاحب آج آپ لکھنو گئے تھے میں نے عرض کیا کہ جی ہاں فرمایا کہ فلاں ضرورت سے (واقعی وہی ضرورت تھی) میں نے مسکرا کر عرض کیا جی ہاں فرمایا کہ فلاں فلاں جگہ بھی گئے تھے اور کھانے میں یہ یہ چیزیں کھائی تھیں اور فلاں فلاں اشخاص کیلئے یہ یہ چیزیں بھی خریدیں غرض تمام دن کا کچا چٹھا بیان فرما دیا میں متحیر جی ہاں جی ہاں کہتا رہا اور اپنے خطرہ پر نادم ہوا اور آپ کی باخبری پر حسب ارشاد حضرت غوث ملت یقین واثق کیا ؎

حاضر و ناظر مرید اسطرح جانے پیر کو	جسطرح احوال بندہ سے خدا آگاہ ہو

کرامت میں زمانہ شباب میں چودہ برس مبتلائے درد گردہ و سنگ مثانہ رہا ہر دورہ میں

امید جانبری مفقود ہوجاتی تھی ایک بار میں ہردوئی میں نیا نیا قائم مقام سب جج ہو کر گیا تھا
وہیں رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت پیر و مرشد شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ تشریف فرما ہیں
میں بھی حاضر ہوں اور میرا جسم علیحدہ ایک طرف پڑا ہے جسے وہ اُلٹ پلٹ کر مجھ سے فرماتے ہیں
کہ تمھاری اصلاح تب ہوگی جب اسطرح بیلے جاؤ گے آنکھ کھلی تو میں سمجھ گیا کہ مبتلاے دردِ گردہ
ہونے والا ہوں چنانچہ اُسی روز درد اُٹھا اور میں رخصت لیکر وطن آیا کئی روز گذر گئے اور افاقہ نہوا
حالت ردی ہوگئی حضرت عیادت کو تشریف لاے بھائی مرحوم یعنی حافظ سراج الدین صاحب
وکیل نے رو کر بسماجت عرض کیا کہ اب دعا و تصرف کیجئے کہ درد دفع ہوجاے آپ پہلے تو تسکین
کے الفاظ فرماتے رہے جب اُنھوں نے زیادہ اصرار کیا تو فرمایا کہ کہو تمھاری خوشامد میں کہدیں کہ یہ درد
دفع ہوا جاتا ہے لیکن اگر سچ پوچھتے ہو تو بالفعل یہ انکی تکلیف دفع ہوجاے گی مگر مرض اُس وقت
تک نہیں جائیگا جبتک کیلئے مقدر ہوا ہے جب مدت معینہ ختم ہوجاے گی تب ایسا دفع ہوجائیگا
کہ معلوم نہیں ہوگا کدھر گیا بلکہ کسی کو یاد بھی نہ آئیگا اس درد سے انکی تعلیم و اصلاح مدنظر ہے بھائی
صاحب نے عرض کیا کہ تعلیم و اصلاح کیا بغیر اسکے ممکن نہیں فرمایا کہ انصاف کرو اچھا کھاتے ہو
اچھا پہنتے ہو عزت سے بسر کرتے ہو ذرہ برابر تو ہین پسند نہیں کرتے کوئی مجاہدہ و ریاضت نفس
نہیں کرتے اسپر خدا کی طلب کرتے ہو قلب کی صفائی باطن کی اصلاح چاہتے ہو پھر یہ بغیر
تکلیف اُٹھاے کیونکر ہو ہم ہی کسر نکال لیتے ہیں اس ارشاد کے بعد ایک مدت تک مجھے بدستور
مرض میں ابتلا رہی اتفاقاً ایک شخص جسے میں جانتا بھی نہ تھا ایک نسخہ بتا گیا اُسکے استعمال سے
خود بخود بالکل صحت ہوگئی پھر کبھی درد گردہ و سنگ مثانہ کی خلش نہ ہوئی۔

کرامت میرے بھائی حافظ سراج الدین صاحب مرحوم وکیل حیدرآباد کا معمول تھا کہ
ہر ماہ میں جسقدر آمدنی اور خرچ اُنکا ہوتا تھا اُسکی میزان سے بذریعہ عریضہ آپ کو اطلاع دیتے
تھے ایک بار منجملہ اخراجات کے ایک خرچ اتفاقاً یہ ہوگیا کہ اُنکے ایک ملاقاتی کی طوائف سلام
کرنے آئی اُنھوں نے بلحاظ دوستانہ مراسم اُسکو پانچ روپیہ انعام دیدیے جب ماہوار آمدنی و خرچ

حسب معمول اطلاع دی تو وہ رقم قصداً اسمیں سے نکال ڈالی حضرت نے جواباً تحریر فرمایا کہ اور سب اخراجات تو بجا ہوئے مگر پانچ روپیہ اس مرتبہ فضول خرچ ہوئے اُنھوں نے آیندہ کیلئے ایسے خرچ سے توبہ کی۔

کرامت ایک بار اُنھوں نے عرس شریف میں حاضری کا ارادہ کیا مگر اپنے دل میں حضرت کی طرف متوجہ ہو کر یہ ضد کی کہ بغیر پانچ ہزار روپیہ لئے نہ جاؤنگا چونکہ حضرت اُنپر مہربان بہت تھے قرب عرس شریف میں ایسے بڑے بڑے مقدمات اُنکے پاس آنا شروع ہوگئے کہ رقم مجتمع ہونے لگی دو سو روپیہ کی کمی رہگئی تھی وہ چل کھڑے ہوئے یہاں عین عرس شریف کے روز پہونچے اور حسب معمول اپنے خیمہ میں جو پہلے سے نصب تھا اُترے اُترتے ہی فوراً کسی موکل کے یہاں سے دو سو روپیہ کا منی آرڈر پہونچا کچھ دیر کے بعد حضرت آئے اور فرمایا کہ سراج الدین ایسی ضد نہ کیا کرو۔

کرامت منشی حسن رضا صاحب بیان کرتے تھے کہ ہائیکورٹ حیدرآباد کی وکالت کا امتحان دیکر میں نے عرض کیا کہ کامیاب اشخاص کی فہرست میں کس نمبر پر میرا نام ہے فرمایا دوم دوسرے دن عزیزی منشی معراج الدین کا خط حیدرآباد سے باطلاع کامیابی امتحان درجہ دوم آیا میں نے عرض کیا کہ میں تو درجہ اول یعنی ہائیکورٹ کی وکالت چاہتا ہوں ارشاد ہوا کہ وہ بھی ملجائیگی چنانچہ چند روز بعد میں وکیل ہائیکورٹ ہوگیا۔

کرامت حیدرآباد سے سات برس کے بعد میں حاضر ہوا مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ آؤ میاں کاظم رضا کے باپ اس ارشاد کے نویں مہینہ گھر میں لڑکی پیدا ہوئی عرض کیا گیا کہ کاظم رضا تو نہ پیدا ہوا فرمایا کہ میں نے یہ کب کہا تھا کہ اسی مرتبہ پیدا ہوگا پھر کئی برس کے بعد حیدرآباد میں کاظم رضا پیدا ہوا اُسی زمانہ میں جب میں حیدرآباد سے وطن آیا ہوا تھا بارہ ربیع الاول کو بعد زیارت موے شریف حضرت نے اپنا گیروا رومال مجھے مرحمت فرمایا اور جب میں حیدرآباد جانے لگا تو ایک کرتہ عنایت کیا اور فرمایا کہ رومال دین کیلئے ہے اور یہ دنیا کیلئے اس واقعہ کے کئی سال بعد بزمانہ قرب ولادت کاظم رضا سلمہ کرتہ کی ضرورت ہوئی کیونکہ ہمارے خاندان میں ہر نو مولود حضرت صاحب ہی کے کرتہ پر لیا جاتا ہے اور یہ یاد نہ آیا کہ آپ کا عطا کیا ہوا کرتہ

موجود ہے آخر اسی تفکر میں بین النوم و الیقظہ حضرت نے فرمایا کہ تم بھول گئے کرتہ تو تمھارے صندوق
میں رکھا ہوا ہے اور اسی سلئے دیا گیا تھا۔

کرامت منشی محمد شفیع صاحب کاظمی کاکوروی بیان کرتے تھے کہ ۱۳۰۵ھ میں میں ملازمت
کیلئے بھوپال گیا وہاں قیام کو کئی ماہ گذر گئے مگر کوئی صورت نہ نکلی آخر بذریعہ عریضہ حضرت کے
حضور میں عرض کیا حکم ہوا کہ وہاں کے صاحب خدمت سے ملو اور حلیہ اُنکا تحریر فرمایا ملازمت
کے آثار تو اُسی روز سے پیدا ہونا شروع ہو گئے صاحب خدمت کی جستجو بغرض ملاقات تھی
آخر ایک روز سر راہ ایک صاحب نظر آئے جنکا حلیہ وہی تھا میں نے سلام کیا کہنے لگے اچھا اثر
ڈالتے ہو اور خوب زور لگاتے ہو جاؤ کام تمھارا تو کر دیا گیا مگر آیندہ ہم سے ملنے کی کوشش نہ کرنا

کرامت ایک بار وطن آرہا تھا جھانسی وبینا اسٹیشن کے درمیان دفعتہً ریل کا انجن
پھٹ گیا جس سے تمام مسافروں کو سخت جھٹکا لگا کسی قدر صدمہ مجکو بھی ہونچا مسافروں کا
اسباب ریل سے اُتار کر باہر پھینک دیا گیا چونکہ رات کا وقت تھا اسلئے قلیوں کو چوری کا
موقع ملگیا میں سخت متردد ہوا چونکہ غیر مقام تھا اور شب کا وقت کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا
کرنا چاہئے قلب کو متوجہ کر کے حضرت سے عرض کیا القا ہوا کہ فلاں مقام پر جو مسافر ہیں اُن سے
اپنا اسباب دریافت کرو میں گیا تو دیکھا کہ بہت لوگ اپنا اپنا اسباب اُٹھا رہے ہیں میں نے
بھی اپنا اسباب تلاش کیا دیکھا کہ ایک قلی میرا اسباب لئے ہوے چلنے پر تیار ہے میں نے پوچھا
کہ یہ اسباب تو نے کس کے حکم سے اُٹھایا اُس نے کہا کہ ایک میاں ابھی آئے تھے اُنھوں نے کہا
کہ اسباب اسطرف ہمارے ساتھ لے آؤ میں نے پوچھا کہ وہ کدھر گئے ہیں کہا کہ اُس پلیٹ فارم
پر جہاں سے کانپور گاڑی جاتی ہے میں نے کہا کہ یہ اسباب تو میرا ہے اسمیں لوٹا اور ناشتہ دان
اور ایک بستر اور چاہئے اُس نے کہا کہ دوسرا قلی یہ سب چیزیں لیکر اُنکے ساتھ گیا ہے مجھے یقین
ہوا اور میں نے باصرار اُس سے پوچھا اُس نے قسم کھائی کہ یہی چیزیں وہ قلی لے گیا ہے چنانچہ
گاڑی کے قریب پہونچنے پر میں نے دیکھا کہ واقعی ایک قلی وہ اسباب لئے موجود ہے اُس نے

مجھ سے کہا کہ یہ اسباب ایک میاں یہ کہکر رکھا گئے ہیں کہ ہمارے ایک ساتھی کا ہے دیدینا میں نے قلی کو دو چند مزدوری دیکر حلیہ دریافت کیا اُس نے وہی بتایا جو حضرت پیر و مرشد کا تھا جب میں وطن پہونچا اور حضرت کے حضور میں حاضر ہوا قبل اسکے کہ واقعہ بیان کروں ارشاد ہوا کہ اگر کوئی واقعہ سفر میں کسی وقت پیش آجاتا ہے تو اسکی مدد منجانب اللہ ہوتی ہے اور حضرت خضر بشکل مرشد مدد کرتے ہیں۔

کرامت ایک بار ایک گاؤں جانے کا اتفاق ہوا راستہ میں جنگل پڑا جو کسی قدر مخدوش تھا میں نے گھوڑے سے اُتر کر نماز پڑھنا چاہی سپاہی پیچھے رہگئے تھے گھوڑے کو اس خیال سے کہ سائیس و سپاہی آتے ہونگے درخت سے باندھ دیا اور نماز مغرب پڑھنے لگا نماز شروع کی تھی کہ گھوڑا لگام توڑا کر بھاگا جب نماز سے فارغ ہوا تو دیکھا کہ سائیس و سپاہی کوئی نہیں آئے اور گھوڑا ادھر اُدھر اُدھر تلاش کیا مگر اندھیرا اتنا تھا کہ جنگل میں کچھ دکھائی نہ دیتا تھا رات کا وقت اور درندوں کا مسکن سخت خوف غالب ہوا ہاتھ پیر پھول گئے اگرچہ بندوق و تلوار موجود تھی مگر حواس غائب تھے پریشان ہو کر حضرت سے رجوع کی کچھ دیر گذری تھی کہ گانوں کے چند لوگ آکر مجھے لیگئے اور گھوڑے کی تلاش کی مگر نہ ملا اندیشہ ہوا کہ کہیں درندوں نے تو نہیں شکار کیا سوتے وقت پھر حضرت کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا اور سو رہا صبح کو جب اُٹھا تو گھوڑا موجود تھا حیرت ہوئی دریافت کیا کہ گھوڑا کیونکر ملا گانوں کے چوکیدار نے بیان کیا کہ شب کو ایک سوار دیگئے سب کو بہت تعجب ہوا کہ بالکل نیا جانور تھا کون سوار ایسے واقف کار تھے جو پہچانکر گھوڑا مکان پر پہونچا گئے مگر مجھے یقین ہو گیا کہ یہ حضرت ہی کا کرشمہ قدرت ہے۔

کرامت منشی شکور احمد صاحب بیان کرتے تھے کہ راجہ منیشر بخش تعلقدار ملانپور ضلع سیتاپور اکثر حاضر آستانہ ہوا کرتے تھے میرے حال پر بھی اُنکی خاص عنایت تھی علاقہ کا چارج بصیغہ کورٹ جب سے میں نے لیا تھا تو بحکم ڈپٹی کمشنر بہت سے گذارے موقوف کئے گئے اور اکثر اراضیات و ٹھیکے منضبط کر لئے گئے اسلئے وہ گذارہ دار مجھ سے ناراض تھے اُنمیں بعض راجہ صاحب کے

عزیز تھے ان لوگوں نے راجہ صاحب کی عنایت میرے حال پر اور حاضری آستانہ شریف کی بنا
پر مخالفانہ مشہور کرنا شروع کیا کہ یہ راجہ صاحب کو مسلمان کرنا چاہتے ہیں آخر اسکی شورش اتنی بڑھی
کہ رانی صاحبہ وغیرہ بھی اسمیں شریک ہو گئیں اور ان لوگوں نے راجہ صاحب مہیوا کو جو ان راجہ
صاحب کے عزیز خاص و دوست تھے اطلاع کی انھوں نے بھی اس بات کو بہت اہمیت دی اور
حکیم محمد عمر کو جو اُنکے نوکر تھے اور اس سے قبل ان راجہ صاحب کے یہاں بھی رہ چکے تھے یہ پیام
دیکر راجہ صاحب کے پاس بھیجا کہ آپ کاکوری زیادہ کیوں جاتے ہیں کیا آپ کے ہندو مذہب میں
علما و فقرا نہیں ہیں اگر آپ کو ایسی ہی طلب ہے تو کاشی اور اجودھیا کیوں نہیں جاتے جسکے جواب میں
راجہ صاحب نے کہا کہ یہ چرچے میں بھی افواہاً سنا کرتا تھا مگر آجتک خود مجھ سے کسی نے نہیں پوچھا اور
مجکو اسی کا انتظار تھا یہ راجہ صاحب مہیوہ کی مہربانی ہے کہ انھوں نے مجھ سے پوچھا پہلے تو یہ
بتائیے کہ کیا میری وضع اور ادای مراسم و پابندی مذہبی میں کوئی فرق آیا ہے حاضرین نے کہا
نہیں کہا رہا یہ کہ میں کاکوری کیوں جاتا ہوں اسکا جواب یہ ہے کہ میں نے اس سے پہلے بہت
فقیروں اور پنڈتوں سے ملاقات کی اور بنارس و اجودھیا و متھرا گیا لیکن جو بات مجکو کاکوری کے
حضرت صاحب سے حاصل ہوئی وہ کہیں نہوی اور اسکے ثبوت میں بہت سے واقعات ہیں جنمیں سے
ایک یہ ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مکان میں کچھ لوگ کرسیوں پر بیٹھے ہیں ان میں
ایک کرسی پر حضرت صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں اور چار کرسیوں پر چار پنڈت بیٹھے ہیں جو
ایک ایک وید کے عالم متبحر ہیں میں نے ایک پنڈت سے کہا کہ آپ توحید کا اشلوک پڑھیے انھوں
نے پڑھا میں نے کہا معنی کہیے انھوں نے کہے میں نے کہا اسکا مطلب سمجھائیے انھوں نے جو
مطلب بیان کیا اُس سے مجکو تسکین نہوی تب میں نے ہر پنڈت سے پوچھا ہر ایک نے کچھ نہ کچھ مطلب
جو الفاظ سے پیدا ہوتا تھا بیان کیا آخر چاروں نے بالاتفاق کہا کہ ہم اسیقدر جانتے ہیں اسکا
اصلی مطلب یہ جانتے ہیں میں حضرت صاحب کی طرف مخاطب ہوا حضرت صاحب نے اُس کے
معنی و مطلب بیان فرمائے جس سے ایسا انشراح قلبی حاصل ہوا کہ میں بیان نہیں کر سکتا جب

بیدار ہوا تو وہی اشلوک مجکو مع اُن معانی و مطالب کے یاد تھا میں نے اس امر کی تصدیق میں کہ در اصل وید میں ہے یا نہیں وید تلاش کئے جو بڑی شکل سے جیپور میں ملے جب چاروں جلدیں ملگئیں تو میں نے ایک کتھا شروع کرائی جسکا سلسلہ چالیس روز رہا اور قریب چار کے پنڈتوں کو جمع کیا اور چاروں وید انکو دئے اور اس توحید کے اشلوک کو پڑھکر معنی پوچھے ہر ایک نے اپنی سمجھ کے مطابق کہے پھر میں نے حضرت صاحب کے بتائے ہوئے معنی کہے جسکو سنکر تمام پنڈت دنگ ہوگئے کہنے لگے کہ یہ معنی آپ کو کسی عارف کامل نے بتلائے ہیں اس سے بہتر معنی و مطلب ہو نہیں سکتے پھر راجہ صاحب نے کہا کہ ایسی بہت سی کرامتیں ہیں جنکے بیان کرنے کو بہت وقت چاہئے مختصر جواب میرا راجہ صاحب کو یہ ہے کہ میں از خود کاکوری نہیں گیا اور نہ جاتا ہوں بلکہ حضرت صاحب کی کشش و عنایت ہے جو مجکو کھینچ لے جاتی ہے اگر آپکے نزدیک کوی ہندو کامل پنڈت ایسا ہے تو اُس سے کہدے کہ وہ مجکو اپنی طرف کھینچ لے میں کاکوری نہ جاوں ؎

بہ میخانہ جامی نہ از خود در رود	مگر ہمت شیخ جامش برد

کرامت بابو اودھ بہاری لال صاحب بیان کرتے تھے کہ میری حاضری کا عجیب و غریب واقعہ ہے میں بچپن سے یہ خیال کرتا تھا کہ میں کیا ہوں اور یہ عالم کیا ہے پیدا ہونا اور پھر مرجانا کیا ہے اور جب اس عالم میں میرا شمار ایک ذرہ کے بھی برابر نہیں تو پھر ایسی عظیم الشان بارگاہ الٰہی میں میرا پتہ کہاں ہوگا یہ خیال آتے ہی بڑا بوجھ قلب پر ہوجاتا تھا اور میں مایوس و افسردہ ہوکر رہجاتا تھا میں اپنے مذہب کے موافق پوجا پاٹ روزانہ کرتا تھا اور جن فقرا سے ملاقات ہوتی اُن سے رجوع کرتا اور انکی خدمت بھی کرتا اور جہاں کسی بزرگ کو سنتا بلاقید مشرب و ملت حاضر ہوتا جس نے جو کچھ بتایا اُسے حتےالمقدور کیا مگر کہیں کشود کار نہوا میں اپنے کنبہ کی اشٹ دیو دیبی جی یعنی شکتی (قدرت کاملہ) کے درشن چاہتا تھا وہ بھی نصیب نہیں ہوتے تھے غرضکہ مطلب کہیں حاصل نہوا مجبور و نا یوس ہوکر میرا دل فقرا سے پھر گیا اور میں اسکو ڈھکوسلہ اور کھانے کمانے کا ڈھنگ سمجھنے لگا یہ وہ زمانہ تھا کہ منشی شکور احمد صاحب سربراہکار ملاپور ضلع سیتاپور

مقرر ہوکر آئے تھے اور میں اُسوقت سر دفتر کورٹ آف وارڈ تھا چونکہ اُنکو اس بارگاہ سے عقیدت ہوچکی تھی لہذا وہ اکثر مجھ سے حضرت کا ذکر کیا کرتے تھے مگر میں اُنکے ذکر کو کاٹ دیا کرتا اور اُنپر ہنسا کرتا تھا کیونکہ تمام فقرا سے مایوس ہوکر بدگمان ہوچکا تھا ایک عرصہ تک میرے اُنکے یہی معاملہ رہا آخر اُنھوں نے مجھ سے ایک دفعہ یہاں کی حاضری کا وعدہ لیا ایک موقع پر میں اور وہ دونوں سرکاری کام سے سیتاپور آئے اور ہنوز کام سے فراغت نہونے پائی تھی کہ ایک دن کی تعطیل پڑگئی ہم لوگ آستانہ شریف پر حاضر ہوے اور صرف چند گھنٹہ ٹھہر سکے سہ پہر کو پہونچے تھے اُسوقت حضرت برآمدہ میں طلبہ کو درس دے رہے تھے اور اور لوگ بھی موجود تھے منشی صاحب نے مجھے میرا نام بتا کر پیش کیا آپنے کچھ دیر کے بعد مجھ سے فرمایا کہ آپ کو کچھ کہنا ہے میں نے عرض کیا کچھ نہیں آپ خاموش ہوگئے کچھ دیر کے بعد پھر یہی ارشاد فرمایا پھر وہی میں نے کہا کیونکہ فی الواقع اُسوقت کوئی دنیاوی خواہش نہ تھی آپنے اوروں سے فرمایا کہ یہ عجیب شخص ہیں جنکو کوئی خواہش نہیں آئے صاحب جو کوئی دنیادار کسی فقیر کے پاس جاتا ہے تو اُسکے کچھ نہ کچھ اغراض ہوا کرتے ہیں اسپر بھی میں نے یہی عرض کیا کہ مجھے کچھ نہیں کہنا ہے میرا یہ خیال تھا کہ اگر کامل ہیں تو انکو خود معلوم ہوگا اسکے بعد آپ میری طرف ایک نظر دیکھکر خاموش ہوگئے پھر ہم لوگ رخصت ہوے منشی صاحب کو معمولاً شیرینی ملی اور مجھے پھل عطا ہوے سب تیسے ہی روانہ ہوے وہی تجلی بھگوتی یعنی شکتی میرے ساتھ تھی اسقدر روہ تجلی برقی روشن وحسین تھی کہ آنکھیں دیکھنے سے چوندھیائی جاتی تھیں میں آنکھ بند کرلیتا تھا تو بھی وہ صورت موجود رہتی تھی اسی حالت میں ہم لوگ گاڑی پر بیٹھے منشی صاحب تو اس اُدھیڑ بُن میں تھے کہ حضرت نے ان سے کچھ ارشاد نہیں فرمایا انکو نہ معلوم کیا خیال ہو لکھنو تک ہم لوگوں میں کوئی بات چیت نہیں ہوئی منشی جی نے اسوجہ سے نہیں پوچھا کہ کہیں ہنسی میں نہ اُڑادیں اور مجھے دید تجلی سے فرصت نہ تھی باتیں کون کرتا آخر ریل پر سوار ہوکر ہم لوگ ایک کمرہ بیچ پر بیٹھ رہے آپ وہ تجلی ختم ہوچکی تھی میں نے منشی جی سے واقعہ بیان کیا مختصراً یہ کہ اُسیوقت سے مجھے عقیدت ہوگئی۔

کرامت مجھے کبھی یہ خطرہ آتا تھا کہ میں ہندو ہوں اور حضرت مسلمان پھر فیض کیسے ہوگا ایک روز میں نے حضرت کو خواب میں دیکھا کہ آپ پنڈت کی شکل میں زرد ریشمی دھوتی جسکو پیتمبر کہتے ہیں باندھے ہوئے ہیں صندل کا ٹیکہ پیشانی پر لگا ہوا ہے اور جنیو (زنار) تین انگل چوڑا جسپر رام رام ہر مقام پر کڑھا ہوا ہے پہنے (یہ جنیو بڑے بڑے رشی منی استعمال کرتے ہیں) اور پوتھی کا بستہ کندھے پر رکھے مرگ چھالہ بغل میں دبائے سنکھ بجا رہے ہیں یہ دیکھکر مجھے یقین ہوا کہ ہر شکل و ہر مقام پر آپ ہیں۔

کرامت مولوی شریف الدین صاحب کاکوروی بیان کرتے تھے کہ میری بیکاری کے زمانہ میں ایک روز حضرت غریب خانہ پر تشریف فرما تھے مستورات نے عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں یہ کہیں نوکر ہوجائیں آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی کہ خدا کرے اگر نوکری ہوتی ہو تو فی الحال ہو عرس قریب ہے بائیس کو عرس ہوجائیگا اور تیئیس کو یہ نوکر ہو کر چلے جائیں چنانچہ تیئیس کو خبر ملی کہ میں بندوبست ضلع باندہ میں پیشکار مقرر ہوا اور اسی روز روانہ ہوگیا۔

کرامت ایک بار پھر زمانہ بیکاری میں خود بخود حضرت نے فرمایا کہ تم عرصہ سے بیکار ہو میرا جی چاہتا ہے کہ جمعرات کے دن نوکر ہوجاؤ چنانچہ میں جمعرات کے دن حاضر تھا کہ چار جگہ سے ملازمت کیلئے طلبی آئی حضرت نے سب سے چھوٹی نوکری جو کورٹ آف وارڈس لکھیم پور کھیری میں تھی پسند فرمائی اور میں نوکر ہو کر روانہ ہوگیا دو ماہ کے بعد ایک انتظام ترقی پیش آیا اگرچہ اور مستحقین موجود تھے مگر میں باوجود ابتدائی ملازمت اور کچھ حق نہونے کے ترقی پاگیا۔

کرامت ایک بار مجھ پر ایک فرضی مقدمہ خیانت مجرمانہ کا بہت سخت قایم ہوگیا تھا حکیم عبدالرحیم خاں و منشی شیدا علی نے حضرت سے عرض کیا کہ کیا شریف الدین جیل چلا جائے گا حضرت نے فرمایا کہ شریف الدین کی بے فکری تم لوگ جانتے ہو اگر نتیجہ مقدمہ سے آگاہی دیدیجائے تو وہ اور بھی پیر پھیلا کر سوئے گا جب تک ہم اس عالم میں موجود ہیں کس کے

منھ میں دانت ہیں کہ اُسکو نقصان پہونچا سکے اسی درمیان میں حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر وحضرت شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہما کا فاتحہ شریفہ ہوا میں مجلس سماع میں حاضر تھا حضرت نے فرمایا کہ شریف الدین تو علانیہ موجود و شریک محفل ہے اور ایک وہ وقت تھا کہ احمد علی خاں باصرار محفل عرس میں لائے گئے تھے مجھ پر وارنٹ گرفتاری جاری تھا اور تعمیل کنندگان وارنٹ تکیہ شریف پر گرفتاری کی فکر میں موجود تھے میں مجلس سماع میں حاضر تھا مگر بتصرف حضرت تعمیل وارنٹ نہوی اور آخر مقدمہ طے ہو کر میں صاف بری ہو گیا۔

کرامت منشی شیدا علی صاحب کاکوروی بی اے بیان کرتے تھے کہ جس زمانہ میں میں لکھنؤ قیصر باغ اخبار اکسپریس کے دفتر کے بالاخانہ پر رہتا تھا اُس سال طاعون کا لکھنؤ میں دوسرا دورہ تھا اور اسقدر لوگ خائف تھے کہ امین آباد و قیصر باغ سب خالی ہو گیا تھا بارہ بجے دنکو جاڑے کے موسم میں قیصر باغ سے امین آباد تک کوی نظر نہ آتا تھا اسکول و کالج سب بند ہو گئے تھے لیکن کچہری کھلی ہوی تھی مجبوراً میں بھی مقیم تھا دریا کو ایک راستہ قیصر باغ سے بھی ہے لہذا گرد و نواح امین آباد کے مردے بارہ بجے شب تک اسی طرف سے گذرتے تھے میں اور میرے ملازم بھی سخت خائف رہتے ایک روز شب کو اپنے پلنگ پر سو رہا تھا بارہ بجے ہونگے کہ دفعۃً رام رام ستے ہے کی بھیانک آواز نے جگا دیا میں گھبرا کر اُٹھ بیٹھا اور لاحول پڑھنے لگا دیر تک مجھے نیند نہ آی صبح ہوتے سو یا دیکھا کہ حضرت کھڑے فرماتے ہیں کہ تم طاعون سے اتنا ڈرتے کیوں ہو اطمینان قلب کے لئے ہر صبح کو شجرہ پڑھ لیا کرو صبح کو جو اُٹھا تو اپنے کو بہت خوش پایا بعد وضو کے سرہانے سے تولیہ جو اُٹھایا تو دیکھا کہ تکیہ کے نیچے ایک لفافہ رکھا ہے میں نے تعجب سے اُٹھا لیا کھولکر جو دیکھتا ہوں تو اسمیں میرا شجرہ رکھا تھا کہ جو وہاں نہ تھا بلکہ ایک بکس میں مقفل تھا اور میں نے اسکو مرید ہونے کے بعد سے دیکھا بھی نہیں تھا اس واقعہ سے مجھے بہت حیرت ہوی میں سمجھا کہ حضرت کا منشا یہ ہے کہ اسے روزانہ پڑھوں اور اپنے اوپر دم کروں چنانچہ اُس روز سے یہ معمول ہو گیا اور پھر مجھے خوف نہ رہا۔

کرامت تقریباً سنہ ۱۹۱۰ء میں مجھے دفعتہً ذات الجنب کی شکایت ہوئی شروع شباب تھا اور بیماری کی حقیقت بھی معلوم نہ تھی اسلئے چنداں پرواہ نہ ہوئی درد ہر وقت سینہ میں دل کے قریب رہتا تھا اور تنفس میں بہت تکلیف ہوتی تھی تاہم کچہری جاتا اور کام کرتا رہا تیسرے روز شدت ہوئی میں نے مجبوراً ایک روز کی رخصت لی حالت یہ تھی کہ بیٹھے لیٹے کسی طرح چین نہ پڑتا تھا دن گذرا رات آئی بے چینی زیادہ بڑھی شب کے بارہ بجگئے تھے کہ میں نے ایک شخص کی آواز سنی اٹھ بیٹھا معلوم ہوا کہ میرے گھر کا پروردہ تیغ علی کاکوری سے آرہا ہے پریشانی ہوئی کہ خدایا کیا معاملہ ہے جب وہ آیا تو معلوم ہوا کہ حضرتؒ نے بعد مغرب ایک تعویذ گلے میں پہننے اور چند پینے کے مکان پر بھیجدیے تھے اور یہ حکم دیا تھا کہ اسی وقت لکھنو بھیجدیے جائیں چونکہ ریل کا وقت نہ تھا لہذا وہ پیدل کاکوری سے آیا میں حضرت کی اس نوازش کا دل میں بہت مشکور ہوا ایک تعویذ اُسیوقت پی لیا اور گلے والا پہن لیا حضرت کی ذرہ نوازی کے قربان کہ مجھے فوراً سکون ہوا بھوک معلوم ہوئی کھانا کھا کر باطمینان سو رہا صبح کو جب اُٹھا تو خفیف سی کھٹک تھی خیال آیا کہ ڈاکٹر کے پاس جانا چاہیئے اُسیوقت ڈاکٹر عبدالرحیم کے پاس گیا اُنھوں نے دیکھکر کہا کہ تم سخت علیل ہوگئے تھے مگر اب کوئی خطرہ نہیں ہے اور دوا دیدی میں نے دو تین روز پی پھر کاکوری حضرتؒ کے حضور میں حاضر ہوا اور لوگ بھی تھے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ تم بچگئے سب نے پوچھا کہ کیا ہوا فرمایا کہ یہ سخت مرض ذات الجنب میں مبتلا ہوگئے تھے وہیں لکھنو میں رہے کسی کو خبر نہ کی تب میں سمجھا کہ سخت علیل ہوگیا تھا اور عین وقت پر خبر لیگئی تعویذ اب تک میرے پاس ہے عرصہ تک یہ رہا کہ جب اُتارتا تھا تو کھٹک ہونے لگتی تھی کئی بار گرگیا کھوگیا اور آدھا آدھا روز کھویا رہا مگر مل گیا۔

کرامت ایک مرتبہ نواب عبدالصمد خاں صاحب رئیس نگرمینہ تحصیل محمدی ضلع کھیری مرید حضرتؒ حاضر ہوئے حضرتؒ نے پوچھا کہ نواب صاحب خیریت تو ہے کیسے بے وقت آئے کوئی مقدمہ تو نہیں ہے نواب صاحب نے کہا کہ حضور پر سب روشن ہے بیشک میرا ایک مقدمہ ہے فرمایا کہ مقدمہ ہے تو وکلا و بیرسٹروں سے مشورہ کیجیے ہم کیا مدد دیسکتے ہیں ہمارا کام دعا کرنا ہے عرض کیا کہ اصل امداد

تو حضور ہی کی چاہیئے پھر وکیل و بیرسٹر ہیں فرمایا مقدمہ کیا ہے عرض کیا کہ میں بائیس ہزار روپیہ کا مقروض ہوں مہاجن نے مع سود کے تیس ہزار کا دعویٰ کر کے مجھ پر سب ججی سے ڈگری لیلی ہے مجکو اُسکے روپیہ سے انکار نہیں مگر اُس نے کل جائداد پر ڈگری لی ہے حالانکہ سوا دو مواضعات کے جو میں نے اپنے خرچ کیلئے رکھے تھے کل جایداد بوقت نکاح اپنی بیوی کے دین مہر میں منتقل کر چکا ہوں جسکی دستاویز اُسی زمانہ کی موجود ہے سب جج نے اُس دستاویز کو ناجائز قرار دیا ہے لہذا یہ چاہتا ہوں کہ مطالبہ مذکور میرے دو نو مواضعات سے وصول کیا جاے مساۃ کی جائداد سے تعرض نہو حضرت نے اول سکوت کیا پھر فرمایا کہ اچھا جائیے ہم آپ کے ساتھ ہیں نواب صاحب کہتے تھے کہ جب میں تکیہ شریف سے چلا تو آپ کی برزخ میرے سامنے قایم ہو گئی تیسرے روز مقدمہ کی تاریخ تھی جو ڈیشنل کمشنر کے اجلاس پر جاتے وقت مجھے خیال آیا کہ حضرت نے ساتھ رہنے کا وعدہ فرمایا ہے برزخ تو ضرور قایم ہے لیکن دیکھنا چاہیئے کہ حضرت خود ساتھ ہوتے ہیں یا نہیں امین آباد کے چورا ہے پر سواری کی فکر میں تھا معلوم ہوا کہ چالیس پچاس قدم کے فاصلہ پر حضرت کھڑے ہیں میں قدمبوسی کیلئے بڑھا حضرت آگے بڑھے میں نے اپنا قدم تیز کیا حضرت بھی تیز بڑھے یہانتک کہ کچہری پہونچگئے راستہ میں کئی بار مجھے خطرہ آیا کہ واقعی حضرت ہیں یا میرا وہم اسکو جانچنے کیلئے میں ٹھہر ٹھہر گیا اور بغور دیکھتا رہا جب میں ٹھہرتا آپ بھی ٹھہر جاتے اور پیچھے پھر کر میری طرف دیکھ لیتے غرض حضرت پہلے کچہری میں پہونچگئے میں جب پہونچا تو دیکھا کہ آپ بلند مقام پر تشریف فرما ہیں اور دونو پاے مبارک جوڈیشنل کمشنر کے کندھوں پر رکھے ہیں میں نے پھر اس خیال سے کہ وہم تو نہیں ہے خوب آنکھیں پھاڑ کر دیکھا جسقدر غور کرتا تھا آنکھوں کی روشنی بڑھتی جاتی اور حضرت کا چہرہ نورانی وصاف نظر آتا تھا کچھ دیر کے بعد دیکھا کہ حضرت کے پس پشت حضرت سے کسی قدر بلند ایک اور بزرگ ہیں اور اُنکے پیچھے یکے بعد دیگرے بہت سے بزرگ نظر آے مجھے تحیر ہوا کہ یہ کون حضرات ہیں معاً حضرت کی طرف سے قلب پر القا ہوا کہ یہ سب میرے پیران شجرہ ہیں اسی اثنا میں مقدمہ پیش ہو کر ختم ہو گیا مجکو خبر نہوی بعد کو معلوم ہوا کہ میرے وکیل نے

معمولی بحث کی جسکا فریق مخالف کی طرف سے بہت مدلل جواب دیا گیا آخر چند نوٹ میرے وکیل سے لکھکر حاکم نے مقدمہ ختم کر دیا اور چوتھے روز وہی حکم سُنا یا جو میری خواہش تھی یعنی ہبہ نامہ جائز قرار دیا اور زر ڈگری کا بار صرف میرے دو مواضعات پر نافذ کیا مزید براں میرا خرچہ عدالت مدعی سے دلایا

کرامت حکیم عبدالرحیم خاں صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک بار آپ کو تپ لرزہ ایسا شدید آیا کہ بسبب ضعف کے شب کو بالاخانہ پر تشریف نہیں لے جا سکتے تھے بلکہ نیچے کمرہ ہی میں آرام فرماتے تھے میں رات دن حاضر رہتا تھا اُسی زمانہ میں مجکو ایک بار خطرہ گذرا کہ حضرت شاہ بو علی قلندر کی نسبت جو یہ واقعہ مشہور ہے کہ جب اُنکا وصال ہوا تو پانی پت اور کرنال والوں میں دفن کے متعلق جھگڑا ہوا آخر ایک معمر شخص کے تصفیہ کرنے پر بعد غسل لوگ دو چارپائیاں بچھا کر کچھ دیر کیلئے ہٹ گئے پھر آکر دیکھا تو اُنکی دو نعشیں دونو چارپائیوں پر موجود تھیں دونو فریق لیگئے اور اپنے اپنے یہاں دفن کر لیں معلوم نہیں یہ صحیح ہے یا غلط اور کیونکر ممکن ہے کئی بار ارادہ ہوا کہ حضرت سے دریافت کروں مگر بخیال ناسازی مزاج مناسب معلوم نہ ہوا بہرحال یہ خطرہ مجھے مکلف تھا ایک روز شب کو دو بجے کے بعد حضرت نے مجھے جگایا اور تہجد کے وضو کیلئے پانی مانگا میں پانی لایا اور خود بدولت نے پلنگ سے اُٹھکر وضو کا قصد فرمایا اور مجھ سے ہنسکر فرمایا کہ دیکھو ہماری چارپائی پر کون لیٹا ہے میں نے دیکھا تو حضرت ہی پلنگ پر لیٹے تھے اور دوسری طرف حضرت ہی وضو کر رہے تھے بدا ہتہً بچشم ظاہر مجکو اُسوقت حضرت ایک ہی شکل وصورت میں دو جسموں میں نظر آئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات اولیا کو سب قدرت دی ہے حضرت شاہ بو علی قلندر کا واقعہ تعجب خیز نہیں ہے۔

آپ قلندر محمدی المشرب قطب ارشاد تھے آپ نے شیخی بلا تشیخ فرمائی اور باوجود باطنی رندی و آزادی کے ظاہری آداب شریعت و طریقت پورے ملحوظ رکھے اور طریقہ فقر و فنا و اخفا و کتمان ایسا اختیار کیا کہ فقرائے صاحب نسبت بھی آپ کی نسبت مع اللہی سے کم واقف ہوئے یہ اکثر ارشاد ہوتا تھا کہ نسبت قلندری اسقدر چھپانا چاہئے کہ کسی فقیر کو پتہ نہ چلے

آخر زمانہ حیات میں ایک بار ایک مسترشد خاص نے عرض کیا کہ شان بے نیازی آجکل بہت بڑھی ہوی ہے فرمایا کہ ہاں سہ

خوشا رندی جدا گر دیدن از خود و پرق ناموسش	دو عالم گر خورد بر ہم نہ جنبد دست افسوسش

آپ کا طریقہ تربیت باطنی عجیب و غریب تھا ہر شخص کی تربیت و تکمیل عین اُسکی مقتضیات میں فرماتے تھے نہ خارجی مجاہدات و ریاضات سے کیونکہ از روے توحید ذاتی جملہ صفات و حالات عالم اطوار حق ہیں جس تعین میں جس اسم و صفت کا غلبہ ہے اُسی اسم و صفت کو انتہا پر پہونچا کر ہستی بشری کو اُسی میں فنا کر دیتے تھے یہاں تک کہ وہ کثرت اسمای و صفاتی سے فنا رتام حاصل کر کے وحدت و احدیت ذات میں فانی ہو جاتا تھا اور یہی مقصود ہے اور یہ سلوک کوی شیخ اپنے مرید کو نہیں کرا سکتا تا وقتیکہ وہ صاحب توحید ذاتی نہو اور ہر لحہ جزئیات و کلیات خطرات و وساوس مسترشد سے مطلع ہو کر عین وقت پر اُنکا علاج مناسب تکالیف و مصائب و عنایات و جاذبات سے نہ کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ آپکے اکثر مسترشدین دنیا داروں کے لباس ہی میں صاحب کمال ہوے اُنہیں سے چند حضرات کے نام لکھے جاتے ہیں۔ منشی عبدالحی عرشی کاکوروی منشی عبدالعزیز کاکوروی مولوی بدرالحسن موہانی منشی حافظ سراج الدین و منشی وہاج الدین و منشی تاج الدین مولوی وسیم الدین مولوی محمد قاسم منشی شکور احمد امیٹھوی مولوی محمد مسعود امیٹھوی حکیم عبدالرحیم خاں رامپوری بابو اودھ بہاری لال مولوی شریف الدین کاکوروی شاہ قلندر بخش خیر آبادی سرگروہ آزادان میاں محمد بخش جنکو حضرت شاہ مہدی عطا سجادہ نشین سلون نے اجازت و خلافت دی یہ مدت تک وہیں رہے پھر مدینہ طیبہ چلے گئے اور وہاں مسجد نبوی کے خادم رہے بابو کیشب دت چند ربنگالی۔

جناب منشی وہاج الدین صاحب کہتے تھے کہ ابتدا میں آپ سے بہتوں کو فیض ہوا عورتوں و مردوں سب ہی نے اپنی استعداد کے موافق کچھ نہ کچھ حاصل کر لیا جتنے لوگ حاضر باش تھے سب صاحب حال و کیفیت تھے میں نے بارہا آپکے والد بزرگوار حضرت شاہ علی اکبر قلندر کو یہ

فرماتے سُنا کہ مفت کی دولت پای ہے لٹاے دیتے ہیں۔

آپ جسے اپنا کر لیتے تھے پھر اُسے بگڑنے نہیں دیتے تھے اگر شان رحیمی سے اصلاح پذیر ہوتا تھا تو ظہور شان رحمانی ہوتا تھا مگر درست فرما کر رہتے تھے فرماتے تھے کہ کامل کا یہ کام نہیں کہ جسے اپنا کر پھر اُسے ناقص چھوڑ دے لطیفہ آپ کی طالب علمی کے زمانہ میں ایک بزرگ حضرت غوث الاعظم کی اولاد سے آے اور مسجد خانقاہ میں ٹھہرے بڑے صاحب جلال تھے جسکی کوی بات ناپسند ہوتی فرماتے کہ تباہ کر دونگا میٹ دونگا اتفاقاً آپ اُسطرف کسی ضرورت سے گئے کسی بات پر آپ سے بھی ناخوش ہوکر کہا کہ میٹ دونگا آپ اُنکے لپٹ گئے اور فرمایا کہ للہ میٹ دیجیے ہماری اتنی عمر اسی تمنا میں گذری آپ کو خدا نے ہمارے میٹنے کیلئے خوب بھیجا بس اب دیر نہ کیجیے وہ نہایت متعجب و متاثر اور آپ کی اس ذہانت و حسن استعداد پر محظوظ ہوے اور اپنے تمام اوراد و وظایف و سلسلہ کی اجازت دینے لگے مگر آپ یہی کہے گئے کہ اسکی مجکو ضرورت نہیں میں تو مٹنا چاہتا ہوں وہ حضرت مقتدا ے جہاں کے پاس آے اور واقعہ بیان کرکے فرمایا کہ اگر آپ کہدیں تو یہ لے لینگے حضرت مقتدا ے جہاں نے آپ سے کہا آپنے پھر وہی کہا وہ ہنسکر خاموش ہوگئے اور پھر وہ بزرگ بھی چپ ہوگئے اُنکے جانے کے بعد حضرت مقتدا ے جہاں نے فرمایا کہ تم نے وظایف کیوں نہ لیلئے اتنے بڑے شخص سے ایک چیز مل رہی تھی کیا حرج تھا آپنے کہا کہ آپکے ہوتے ہوے کسی سے کوی چیز کیوں لوں۔

آپ کے اکثر مکتوبات سے بھی آپکے مشرب کا پتہ چلتا ہے جسقدر مکتوبات اُردو و فارسی مجکو ملے وہ میں نے بفرمایش منشی امیر احمد علوی کاکوروی بنام جواہر المعارف چھپوا دیے ہیں یہاں پر چند ارشادات بغرض استفادہ ارباب ذوق لکھتا ہوں۔

فرماتے تھے کہ انسان کو اپنے معاملہ میں سچا رہنا چاہیے خواہ وہ معاملت بحق ہو یا بہ خلق۔

فرماتے تھے کہ جسقدر ہوسکے ظاہری صفای کا خیال رکھے اسلیئے کہ صفای ظاہر مشعر صفای باطن ہے حضرت عارف باللہ کو جب حضرت کلید عرفاں نے خرقہ خلافت دیا تو یہ بھی

فرمایا تھا کہ ظاہری صفائی کا بہت خیال رکھنا جتنا ظاہر صاف رہیگا اتنا ہی باطن صاف ہوگا۔

فرماتے تھے کہ نفس کا خاصہ ہے کہ وہ انسان کو ایک حال اور ایک خیال پر جمنے نہیں دیتا بجز دو ملکوں کے ایک تو خوبصورت مرد و عورت اور دوسرے کھانے پینے کی چیزیں دیکھکر اُسوقت وہ ان سے باہر نہیں جاتا اور پھیر پھیر کر انھیں کے خیال میں رہتا ہے سالک کو چاہیئے کہ یاد حق کے سوا اُسکو کسی طرف جانے نہ دے اور اسی کی مشق کرنیسے نفس امارہ نفس مطمئنہ ہوجاتا ہے

فرماتے تھے کہ اسکی کوشش کرنا چاہیئے کہ تمام عبادتیں بمنزلہ عادت کے ہوجائیں یعنی ادائے عبادت میں کسی طرح کا ملال و انتشار قلب میں نہ آئے اور کوئی فعل خلاف شرع ہونے پائے حضرت صاحب فرماتے ہیں ؎

تراب از حق ہمیشہ خواہر بحفظ شرع و طریق احمد	غذائے دیدن غذائے گفتن بذکر و فکر غذا آماندن

فرماتے تھے کہ ہمیشہ اسکی کوشش رکھنا چاہیئے کہ حقوق العباد میں سے کوئی حق فوت نہ ہونے پائے جہاں تک ہوسکے اُسکے ادا کرنے میں عجلت کرے اور کسی وقت کا انتظار نہ کرے کہ الوقت سیف قاطع۔

فرماتے تھے کہ زنا و شراب دونو حرام ہیں مگر زنا میں خاص بات یہ ہے کہ یہ قاطع اعمال صالحہ ہے اسلئے کہ فیض تخلیق محرمات الہیہ سے ہے لہذا محرمات میں دست اندازی کرنے سے غیرت حق جوش میں آتی ہے اور اعمال صالحہ محو کر دیتی ہے کیونکہ عورت ناموس الہی ہے اور فقیر کے لئے زنا بمنزلہ کوڑھ کے ہے۔

فرماتے تھے کہ پیر کے ہاتھ میں اپنے کو اسطرح دیدے جیسے مردہ بدست زندہ فقیر ہوئے گویا راکھ ہوتا ہے ایک بزرگ کا قول ہے کہ

درویشی خاکیست بیختہ و آبے بروریختہ نہ پشت پا را ازاں گردے و نہ کف پا را ازوے دردے۔

فرماتے تھے کہ شیخ کی مثال ایسی ہے کہ جیسے آئینہ اچھا آدمی اسمیں اچھا اور برا برا معلوم ہوتا ہے

فرماتے تھے کہ ایک بزرگ گھوڑے پر سوار جارہے تھے ایک نالہ میں پانی تھا اسکو دیکھکر گھوڑا بھڑکنے لگا انھوں نے فرمایا کہ پانی پر تھوڑی خاک ڈالدو جب خاک ڈالی گئی تو گھوڑے کا بھڑکنا موقوف ہوگیا وہ اپنا عکس دیکھکر بھڑکتا تھا جب خود بینی مٹی تو بھڑک جاتی رہی

فرماتے تھے کہ طالب کو کبھی یاد سے غافل نہیں رہنا چاہیے اصل الاصول یہی ہے اگر خطرات بھی آئیں تو آنے دے کچھ پرواہ نہ کرے میں نے ایک روز بڑے حضرت یعنی مولانا شاہ حیدر علی قلندر کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ خطرات و خیالات بہت پریشان کرتے ہیں ہنسکر فرمایا کہ دل خدا کا گھر ہے تمھارا گھر نہیں اسمیں اچھے برے سبھی آتے ہیں آنے دو تم کو اس سے کیا مطلب تمھارا کام صرف یہی ہے کہ اسکو کوڑے سے صاف رکھو اگر پھر کوڑا اڑکر گرے تو تمھارا اسمیں کیا اختیار تم کو چاہیے کہ اسکو صاف کرتے رہو اس ارشاد سے مجکو بہت ذوق ہوا اور کئی روز تک وہ ذوق قایم رہا۔

فرماتے تھے جو امداد حق یا اہل حق سے ہو وہ عین توکل و توحید ہے اور اگر غیر حق سے ہو اور غیریت بھی مرکوز خاطر ہو تو یہ خلاف توکل و توحید ہے اسکو دنیا و غفلت و جہالت سمجھنا چاہیے اور جس محل پر تدبیر امداد مطلقاً خلاف توکل و توحید ہیں بلکہ خیال توکل و توحید بھی حجاب ہے وہ منتہیوں کا مقام ہے جیسا کہ بحوالہ قول حضرت ابراہیم علیہ السلام ارشاد ہے کہ انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض یہ بات بھی سمجھنے کے قابل ہے کہ انسان جس چیز کو شروع کرتا ہے تا وقتیکہ ہمہ تن اسکا عین نہیں ہوجاتا تو بہارت و خیالات فاسدہ اسکے مقتضیات سے ظاہر ہوکر قلب کو پریشان کرتے ہیں انکی اہمیت کو معمولی سمجھ کر عقل تسلیم نہیں کرتی وہ اسی فریب میں غلطاں و پیچاں رہتا ہے بعض اوقات سمجھتا ہے کہ یہ خیالات مفیدہ ہیں حالانکہ حب و اصل کچھ نہیں ہیں تو مفید کیا ہونگے عمدہ طریقہ اسمیں رآنے کا یہ ہے کہ توحید کے خیال میں رہے اور جو خلاف خطرہ آئے اسکی نفی کرے اور یہ سمجھے کہ زمین پر ہر قسم کے درخت ہوتے ہیں پانس وغلیظ وغیرہ بھی زمین ہی پر ڈالے جاتے ہیں زمین سب کو بلا عذر لیتی ہے اور ہر شخص کو بقدر استعداد و ضروریات مستفید کرتی ہے لیکن بذاتہ پاک

اور سب کی نظر میں خاک ہے۔

فرماتے تھے طالب کو چاہیئے کہ وساوس خطرات کو جہانتک ہو سکے دور کرتا رہے اور اگر انکے دفعیہ میں دشواری واقع ہو تو یکسوی اختیار کرے سمجھے کہ یہ سب اصل سے باہر نہیں ہیں جس طور سے ناخن و بول و براز جسم ہی میں ہوتے ہیں حالانکہ انہیں سے کوئی وابستگی کیلئے نہیں ہے ایسے ہی یہ بھی ہیں نہ انکے ضرر کا خیال کرے اور نہ نفع کا جو بائی ہوا کی طرح انکو بھی سمجھے کہ جسم کو احساس ہوا کا ہوتا ہے مگر فائدہ اُس سے کچھ بھی نہیں۔

فرماتے تھے طالب کو صبر و تحمل چاہیئے نہ کہ پریشانی و انتشار اسکا کام نیاز و عبودیت ہے اور مطلوب کا کام ناز و الوہیت عبد کیلئے نیاز اور معبود کیلئے بے نیازی زیبا ہے اس خیال سے جلد وساوس خطرات کو دور کرے اور جانے کہ یہ تمام نیرنگیاں معشوق کی ہیں عاشق کو ان سے کیا واسطہ معشوق جانے اور اسکے افعال وہی فاعل ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے ہمارا کام اسکی یاد اور تضرع و زاری ہے۔

فرماتے تھے اس راہ میں اصل چیز عبودیت ہے دل و زبان و افعال سے تابع و مطیع حق ہونا چاہیئے درستی و نادرستی سے سروکار نہ رکھے برے اخلاق مثل غصہ و غضب و کینہ و حسد وغیرہ دفع کرنے کی کوشش کرنا اور خدا سے اُنکے دفعیہ کی دعا مانگنا چاہیئے کیونکہ ہادی حقیقی وہی ہے اپنے کام سے کام رکھنا چاہیئے شیطان اُسی کے پاس جاتا ہے جو جوان و قوی الباہ ہوتا ہے جو اس قابل ہی نہیں اُس سے سروکار نہیں رکھتا اگر اس حالت میں نسبت توحیدی درست ہو جاے گی تو کامیابی جلد ہو گی ورنہ اگر خامی ہے تو دیر لگے گی کیونکہ یہ مقرر ہے کہ بعد تربیت علم باطن کے اللہ تعالیٰ رسوم علم تعین کو رفع کر دیتا ہے۔

فرماتے تھے طالب کو چاہیئے کہ اپنے کو توحید کا تابع کرے نہ کہ توحید کو اپنا تابع بناے کہ اس سے قلب میں توحش پیدا ہو جاتا ہے حق کے سوا کسی کی پروا نہ رکھے اور اسی خیال میں مستغرق رہے جسقدر نیاز زیادہ عنایت حق زیادہ۔

۴ فرماتے تھے اہل کشف و توحید وجود کو ہویت غیب کہتے ہیں اور یہی حق ہی حقیقۃ الحقائق بھی اسکا نام ہے اور یہی اسما میں مسمی بہ اسم اللہ ہے اس وجود کے ظہورات ہیں کبھی قیود کے لباس میں اور کبھی مجرد قیود و صفات سے کبھی اسکا ظہور قید ایجابی و سلبی میں اور کبھی مجرد قیود سے جب صفات زایدہ سے مجرد ہو کر ذات کا اعتبار کیا جاتا ہے تو اسی کو حضرت احدیت اور عما بھی کہتے اور جب ذات صفات کے ساتھ اعتبار کی جاتی ہے تو حضرت واحدیت کہتے ہیں اور یہی عالم جبروت ہے اہل شہود و تحقیق کے نزدیک وجود مطلق ایک سے زیادہ نہیں اور وہ وجود حق ہے تمام موجودات کا وجود حضرت وجود مطلق ہی پر منتہی ہوتا ہے اور کوئی دوسرا وجود نہیں اور اس وجود کا عوالم مختلفہ میں سے ہر عالم میں ظہور ہے وجود واجب عین ذات ہے جو مفہوم مغایر وجود ہو وہ ممکن ہے

۵ فرماتے تھے طالب کو اپنے کام میں لگا رہنا چاہئے ذوق شوق کی طرف زیادہ رغبت نہ رکھے اگر ہو فبہا نہ ہو کچھ مضائقہ نہیں اسکا خیال بھی ایک بار عظیم ہے کاہلی کو جہانتک ہو دور کرے اس راہ میں چستی و چالاکی نہایت ضروری چیز ہے ذوق شوق کیلئے حسب استعداد کمی بیشی لازمی ہے۔

۶ فرماتے تھے طالب کیلئے ضروری ہے کہ جہانتک ہوسکے اپنے کام میں شاغل رہے اور اس فضول کشاکش میں نہ پڑے کہ فلاں امر ہوا اور فلاں نہوا جو کچھ ہے یا ہوگا وہ سب حقیقت میں موجود ہے نہ کوئی چیز کہیں جاتی ہے اور نہ آتی ہے یہ علم خودی کا ہے جو مبتلا رکھتا ہے ع بر نقش خود است فتنہ نقاش ۔ یا ع خود میکند غرام خود از دست میرود ۔ حضرت مرشد شیخ و شاب مرشدی مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

تراب اسطرح غفلت میں ہے عالم مرنے جینے کا	طرح ہو جیسی حاکم کی تغیری اور بحالی میں

اسکا لحاظ دل سے رکھنا چاہئے کہ ہمارے لئے اپنے کام میں مصروفیت ضروری ہے نہ کہ اوروں کا لحاظ اور اگر کبھی لحاظ آوے تو اسے مثل اپنے جاننا چاہئے اس صورت میں البتہ خلاصی ممکن ہی ورنہ مخمصہ در مخمصہ ہے بعد انصرام امور متعلقہ ضروریہ بقیہ وقت یاد خدا میں صرف کرنا چاہئے وانہ

جو کچھ ہے اُسکا بار اپنے سر پڑیگا ایسا ارشادات کے بعد یہ شعر ہندی کا اکثر پڑھتے تھے ؎

تلسی من کی چاترتی کہ کبھو نہ لیتی چین
آٹھ پہر کا بھٹکنا نہ کچھ لین نہ دین

یعنی خواہشات طبیعت سے کبھی سکون نہیں ہوتا اور سوائے شبانہ روز کی پریشانی قلبی کے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

فرماتے تھے ابتدا میں طالب کو اکثر خواب موحش و پریشان نظر آتے ہیں جس سے اُسکو پریشانی ہوتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ جو خواری و پریشانی عالم پر نازل ہوتی ہے اُسکا عکس صفحا داولیا پر بھی پڑتا ہے جس سے اُنکو بھی حالت میں فتور کا ادراک ہوتا ہے اسکے دفعیہ کیلئے یہ انسب ہے کہ سب کو توحید میں لاکر سوچے کہ وحدت حقیقی اپنے کام میں ہے جو کچھ چاہے کرے ہمکو اُسمیں محویت اور فنا حاصل کرنا چاہئے نہ کہ اپنے خیال کو داخل کرنا ہم کیا اور ہماری خواہش کیا ع خود سکندر خرام و خود از دست میرود۔ جسقدر اسمیں مشغولی زیادہ ہوگی اُتنی ہی وہ باتیں جو فی الحال وہم و فہم میں نہیں آتی ہیں مفہوم و معلوم ہونگی سعی البتہ ضروری ہے ع اندریں راہ کار دارد کار۔ اس سے انتشار و پریشانی دفع ہوجائے گی۔

فرماتے تھے طالب کو چاہئے کہ امور گذشتہ و آئندہ پر اپنے خیال کو متوجہ نہ کرے بلکہ موجود کو غنیمت جانے اور سمجھے کہ ؎

گذشتہ خواب و آیندہ خیال است
ہمیں را بس غنیمت دان کہ حال است

اور اگر ذوق و شوق میں کمی معلوم ہوجانے کہ یہ تغیر و تبدل لوازم نشاء ناسوتی انسانی سے ہے اس سے پرہیز گویا اپنے کو فعل عبث کے خیال میں ڈالنا ہے فطرت نے انسان میں یہ خاصیت رکھی ہے کہ وہ جس طرف متوجہ ہوتا ہے اُسکا رنگ لے لیتا ہے ہمیں سے فرمایا ہے کہ عاقل وہ ہے جو افکار لایعنی کو اپنے میں راہ نہ دے اور ہمیشہ خدا طلبی کی فکر میں رہے ورنہ جس فکر میں مبتلا ہوگا اُسی کا بندہ ہوجائیگا عالم میں بندہ وہی ہے جو گیر و گمیر کا طالب تھا اور نہ کاروبار عالم کی طرف نظر کرے بلکہ ہمیشہ اپنے آپ میں متفکر رہے اور نظر بصیرت اپنے قلب پر رکھے

نہ کہ اہل عالم پر کیونکہ یہ بیرونی نظر کام نہ آئے گی۔

فرماتے تھے حرکت و سکون قلب ہی ہستی و نیستی عالم ہے جب قلب متحرک ہوتا ہے عالم پیدا ہوجاتا ہے جب قلب ساکن ہوتا ہے عالم ناپدید ہوجاتا ہے جسطرح کہ آنکھ کھولنے پر عالم دکھائی دیتا ہے اور جب آنکھ بند کرلی جاتی ہے تو گم ہوجاتا ہے عجیب تماشا ہے کہ ہر چیز میں متعدد شکلیں نظر آتی ہیں اور وہی اپنے لئے حجاب ذاتی ہوجاتی ہیں ذات جسمیں عالم اور یہ صورتیں قائم ہیں قطعاً نظر نہیں آتی تسبیح کے دانوں کو انسان دیکھتا ہے اور ڈورے کو جس میں دانے پروے ہیں نہیں دیکھتا یہ طرفہ بے عقلی ہے خدا محفوظ رکھے۔

فرماتے تھے طالب کو چاہیئے کہ جو کچھ اپنے مرشد سے سُنے حتی الامکان اُسپر عامل رہے تعمیل میں غفلت و سُستی نہ کرے اس خیال میں نہ پڑے کہ میری استعداد ناقص ہے مجھے کچھ حاصل نہوگا ایسے خیال سے نفس و شیطان اُسے اپنی طرف کھینچتے ہیں نہ نقصان استعداد ہے اور نہ نقص کو حق کی دہش میں کوئی دخل ہے بلکہ قابلیت کی شرط بھی داد حق ہے جہانتک ہوسکے دل کو ایسے فضول خیالات سے خالی رکھکر اپنے کام سے کام رکھے کیونکہ انسان ایک حال پر یکساں نہیں رہتا اُسکے حالات میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے اگر یکساں ایک حال پر رہتا تو انسان اور فرشتہ میں پھر کیا فرق رہتا۔

فرماتے تھے توحید میں جو غفلت واقع ہو اُسے بھی عین توحید خیال کرنا چاہیئے اس سے پھر غفلت نہیں آتی اصل یہ ہے کہ دوست جسقدر عزیز ہوتا ہے اُتنا ہی اُسکا غم بھی عزیز ہوتا ہے ؎

ہرچہ آید در دلم غیرے تو نیست	یا توی یا خوے تو یا بوے تو

فرماتے تھے خیال توحید کو اسقدر دل میں مستحکم کرے کہ اُسکا خیال بھی توحید میں گم ہوجائے اہل وحدت کی تفرید در اصل یہی ہے ؎

تو در و گم شو کہ توحید این بود	گم شدن گم کن کہ تفرید این بود

یہاں پر گم گشتگی سے یہ مراد ہے کہ علم الیقین سے جو استفادہ کرتا تھا اُسمیں اپنے کو گم کردینا ع

بقائے علم کے اور بعد اُسکے پھر اُس علم کو عین جاننا غیر نہ سمجھنا تاکہ دوئی خیالی رفع ہوجائے اگر اُسمیں آوجاوبطور حفظ مراتب ہے تو نہایت عمدہ ہے اور اگر ایسا نہیں ہے مراتب مخلوط ہیں تو کچھ نہیں ہے اس سے سوائے کشاکش و پریشانی کے کچھ حاصل نہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کی نگاہ کو ایسی وسعت دی ہے کہ دور تک اشیا کو دیکھتی ہے اور ہر قسم کی اشیاء اُسکی منظور نظر ہوتی ہیں لیکن باوصف اسکے اپنے گوشہ خاص میں رہتی ہے ایسے ہی اگر انسان باوجود باہمہ ہونے کے بے ہمہ رہے تو نہایت اعلیٰ ہے بہر حال فضل و کرم خداوندی سے ایسی ہی توقع رکھنا چاہیئے وہاں دریغ نہیں ہے اگر علم تعین کے رسوم رفع ہوجائیں سبحان اللہ کیونکہ یہی حجابات ہیں حضرت مولانائے رومی کا اسی طرف اشارہ ہے فرماتے ہیں ؎

مرگ تبدیلے کہ در نورے روی	نے چنیں مرگے کہ در گورے شوی

فرماتے تھے طالب کو ہمیشہ اپنا خیال اس شعر کے موافق رکھنا چاہیئے ؎

مقصود من از کعبہ و بتخانہ تو باشی	مقصود تو ئی کعبہ و بتخانہ بہانہ

عالم میں جو کچھ نیک و بد ہوتا ہے اُس سے مقصد غافلین کی تنبیہ ہے جو متنبہ ہوا سبحان اللہ اور جو نہوا گمراہ ہوا باقی نشہ اُسکا عمدہ ہے جسکی حرکات و سکنات سے مستی کا اظہار نہو۔

ٹ فرماتے تھے عشق ایک لطیف و شریف چیز ہے جو نقصانات حالت توحید میں معلوم ہوتے ہیں سب عشق کی بدولت رفع ہوجاتے ہیں نظیری نے خوب کہا ہے ؎

چند از موذن بشنوم توحید شرک آمیز را	کو عشق تا یکسو نہد شرع خلاف انگیز را

غالب نے بھی خوب کہا ہے ؎

درد منت کش دوا نہ ہوا	میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

عشق ایک امر وجدانی ہے جو بیان میں نہیں آسکتا تعریف بھی اُسکی نہایت مشکل ہے ع عشق بے ربطی شیرازہ اجزائے حواس ۔ پس جب حواس ہی بجا نہ رہے تو تعریف اُسکی کون بیان کرے

ٹ فرماتے تھے پریشانی و انتظار طالب کیلئے مذموم نہیں ہے اسکا نتیجہ اکثر یقینی حصول مقصو

ہوتا ہے بدگماں نہونا چاہیئے اگرچہ شریعت میں برے خطرہ پر تا وقتیکہ وہ واقع ہوکر اثر اُس کا فی الخارج مرتب نہو مواخذہ نہیں ہے مگر ایسی بدگمانی سے بہتر یہ ہے کہ نیک گمان رکھے اور جہانتک ہوسکے تعلقات و مقتضیات جسمانی کو تعلقات روحانی کے ساتھ مخلوط نہ کرے اور اپنے کام میں مشغول رہے ذق ذق وبق بق دنیوی کا اندیشہ نہ کرے سعی کرے اور موافق اس مصرع کے اپنا حال رکھے ع اُس بت سے لو رہے دم آخر تلک لگی ۔

۔ فرماتے تھے طالب کو دل بیار و دست بکار رکھنا چاہیئے اس مقولہ کے معنی یوں سمجھے کہ انسان کے تعلقات میں گرفتاری بمقتضائے اُسکے تعین کے ہے بعض ان تعلقات کو اپنے منود و نعمت کا سبب سمجھتے ہیں جو ایسا جانتا ہے وہ عذاب میں ہے بعض اپنے کو مجبور جانتے ہیں کہتے ہیں کہ ہمارے لیئے انمیں آلودہ رہنا لازمی ہے کیا کریں معذور ہیں یہ شخص مغرور ہے کچھ یہ خیال رکھتے ہیں کہ ہم مزدور ہیں جسقدر کام دن میں کرینگے شام کو اُسکی مزدوری پائینگے کھا پی کر سوئینگے آرام پائیں گے یہ لوگ خودی پر ور ہیں مگر سمجھتے نہیں بعض کا خیال ہے کہ کہ ان تعلقات کو اُنکی جگہ پر رکھنا چاہیئے مگر اُنمیں منہمک نہ رہنا چاہیئے انہماک اُسی میں بہتر ہے کہ جسمیں ہیں اور اُسی کے موافق عمل بھی کرے ایسے لوگ فہیم اور عمدہ ہیں اور عارف وہ ہے جو یہ جانے کہ یہ تعلقات حسن ازلی کی شورشیں ہیں ہمکو ان سے اسیقدر تعلق زیبا ہے جتنا کہ عاشق کو اپنے معشوق کے ناز و کرشموں کے ساتھ ہوتا ہے جن سے وہ محظوظ ہوتا اور لطف پاتا ہے مگر باوجود اسکے جسکا عاشق ہوتا ہے اُسی کا طالب رہتا ہے ان تعلقات و حرکات کو معشوق کی حرکات جانتا ہے نہ کہ خود معشوق کیونکہ معشوق موجد ان سب کا ہے خود ذات شریف اور ہے ایسی فہم کو عدل حقیقی کہتے ہیں اور اصل فہم یہی ہے اور سب خطرات و خیالات اُسکے ماتحت ہیں اُنکو اس فہم تک رسائی نہیں ہے اور اگر ہو تو وہ بھی ان سے ملکر اصل ہوجاتے ہیں انمیں اور ان خیالات میں اتنا ہی فرق ہے جسقدر کہ خیالات دلی اور واقعی میں ہوتا ہے ۔

۔ فرماتے تھے طالب کو چاہیئے کہ نماز کی پابندی مستعدی سے کرے اگر کسی وقت قلب

وحشت کرے تو بزور متوجہ کرکے ادا کرے اگر کوئی فتور واقع ہو تو اُسکا دفعیہ کرکے طبیعت کو اُسکا خوگر کرے کاہلی کو راہ نہ دے اگر کاہلی آوے تو اُسکا اثر دل میں نہ لاوے اور ارکان نماز بخوبی ادا کرے علاوہ اسکے دوسرے امور دینی میں بھی تندہی کرے یہ منافی توحید نہیں ہے اشیار مذکورہ تعین کے مقتضیات سے ہیں اپنے وقت پر ہونگے خلقت انسانی بیکار نہیں پیدا کیگئی ہے

فرماتے تھے خلوت در انجمن سے مراد یہ ہے کہ ظاہراً اپنے کو امور دنیا میں مصروف رکھے اور باطناً قلب کو اُسکے انہماک سے باز رکھے اور جہاں تک ہوسکے اپنی جمعی کیفیت میں ترقی کی کوشش رکھے کیونکہ یہی مآل کار ہے۔

فرماتے تھے طالب کو جسقدر خالص محبت اپنے مرشد سے ہوگی اُسیقدر جلد اُسکے ثمرات ظاہر ہونگے کیونکہ یہ نسبت بالخاصہ سریع التاثیر ہے۔

فرماتے تھے طالب کو ابتدا میں اکثر یہ خطرہ آتا ہے کہ میں بالکل ناکارہ ہوں مجھ سے کچھ نہوگا نہیں معلوم میرا انجام کیا ہوگا یہ خیال اسقدر بڑھتا ہے کہ وظایف و طلب سے بھی عاجز ہوجاتا ہے بلکہ اکثر ترک کردیتا ہے اس خیال کو یوں دفع کردینا چاہیئے کہ میں جس طور سے ہوں یار ہوں سب حق سے ہے مجھے اسمیں کیا دخل یہ قاعدہ ہے کہ جو خراب حال رہتا ہے وہی قابل تربیت و تعلیم ہوتا ہے اور جو تربیت یافتہ و صالح ہوتا ہے اُسے تعلیم و تربیت کی حاجت نہیں ہوتی پس سوچے کہ اگرچہ خراب ہوں لیکن اپنے کو ایک مقبل کے دامن سے وابستہ کردیا ہے جسکا یہی کام ہے کہ جسے قبول کرتا ہے اسمیں جس طور سے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے اور مریدی سے مراد یہی ہے کہ اپنے کو مرشد کے ہاتھ میں سپرد کردے اور ظاہراً و باطناً باادب رہے جو کچھ مرشد فرماوے بتوجہ سنے اور اُسکے احکام کی تعمیل کرے نہ مرشد مرید سے مشورہ گیر ہو اور نہ مرید اپنے متعلق مرشد کو رائے دے کہ ایسا یا ویسا کرنا چاہیئے اگر ایسا کیا تو یہ دلیل اُسکی خودی و پندار کی ہے ع کایں دلیل ہستی و ہستی خطا است ؎

روزہا گر رفت گو رو باک نیست	تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست

ظاہری کام جو متعلق ہیں انھیں بھی کرے مگر رابطہ قلبی کو نگاہ رکھے کہ بجز حق کے دوسری طرف نہ جاوے خطرات فاسدہ اگر آویں تو انھیں اس خیال سے دفع کرے کہ یہ موصل الی المقصود نہیں ہیں بلکہ مقصود سے تفرقہ میں ڈالنے والے ہیں جسقدر اسکا علم رہیگا اُسیقدر خطرات دفع ہونگے جہانتک ہوسکے آیہ کریمہ وھو معکم اینما کنتم کا خیال رکھے یہ بہت نافع ہے۔

ؔ فرماتے تھے طالب کو طلب سے کبھی سکون نہ اختیار کرنا چاہئے اور ہر وقت تجسس و تلاش میں رہنا چاہئے اگرچہ وقت معینہ تک کچھ یافت نہیں ہوی مگر ذکر مطلوب کا جاری رکھنا کیا کم ہے اسی ذکر میں ایک روز توحید عشقی اور اُسکی حالت حاصل ہوگی اگر خیال کم استعدادی کا دوران طلب میں آوے تو اُسے یوں دفع کرے کہ استعداد کا نقص بلا توجہ مرشد دفع ہو نہیں سکتا اور یہ اسکی عنایت پر موقوف ہے جو کچھ میرے حق میں مناسب اور مصلحت دیکھے گا کریگا اپنی طباعی کو دخل نہ دے بلکہ سمجھے کہ میں نے اپنے کو کسی کے ہاتھ میں دیدیا ہے وہ جو چاہے کرے ع پیر ما ہر چہ کند عین عنایت باشد۔ ہاے ہاے وافسوس سے اپنے اوپر کرنا لازمہ عبودیت اور ذل وافتقار بشریت ہے۔ طلب کے خلاف نہیں ہے عنایت و کرم خداوندی پر بھروسہ رکھکر راز و نیاز میں سرگرم رہنا چاہئے ؎

	مپرس از کفر وایمان عراقی	کہ ہم کفر و ہم ایمانش تو باشی	

ؔ فرماتے تھے طالب کو اگر کوی خواہش پیش آوے تو اُسے مطلوب کی خواہش کا پرتو جانے دوی کو درمیان سے اُٹھادے ؎

	گہے در کسوت لیلےٰ فرو شد	گہے بر صورت مجنوں بر آمد	

اور اگر ذوق و شوق میں کوی نقص پاوے تو کچھ خیال نہ کرے اپنے کام سے کام رکھے اور جانے کہ معشوق کے یہ سب عشوہ و ناز ہیں گاہے چنیں و گاہے چناں۔

فرماتے تھے طالب کو اگر سلوک کی حالت میں حجابات و تفرقہ واقع ہوں تو کچھ اسکا خیال نہ کرے اور سمجھے کہ یہ سب بمقتضاے غیریت و تعینات اور اُسکے حالات کے ہیں

اور اگر بغور دیکھا جاوے تو حالت طالب صادق کی ایسی ہی ہوتی ہے اسکا دفع ہونا چنداں دشوار نہیں بشرطیکہ واہمہ زیادہ نہو اگر طالب مشیت پر ہے تو اُسے وہی بہتر ہے اسی پر قایم رہے ؎

کونین را چو نعلین انداختیم و رفتیم	دیوانگان شاہیم رند برہنہ پائیم
در طریقت ہر چہ پیش آید گذشتن داشتیم	کعبہ دیدم نقش پائے رہروان نامیدمش

فرماتے تھے طالب کو اگر کسی وقت بُری صورتیں نظر آئیں لاحول چند بار پڑھکر مرشد کی برزخ قایم کرے اسکی برکت سے سب دفع ہو جاینگی بُری صورتوں کے دیکھنے سے پریشان و آشفتہ خاطر نہ ہو بلکہ خیال کرے کہ ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش	من انداز قدت را می شناسم

معشوق کے قد و قامت پر نظر رکھنا چاہیے نہ اُسکے حرکات پر اگرچہ وہ بھی دلفریب ہوتی ہیں

فرماتے تھے طالب کو چاہیے کہ جو کچھ اپنے مرشد سے سُنے اُسی پر کاربند ہو نتیجہ کا طالب نہ رہے کیونکہ نتیجہ دینے والا حق ہے نہ کہ عمل عمل میں مصروفیت ضروری ہے کیونکہ عمل منجملہ اسباب کے ایک سبب ہے اور عالم اسباب میں ہر فعل کیلئے خواہ قلیل ہی کیوں نہو سبب کا ہونا ضروری ہے سبب کی آفرینش بیکار نہیں ہے اسی طور پر اپنی یاد بھی سبب ہے معشوق کی یاد کا جو عاشق کو یاد کرتا ہے حضرت مرشد مرشدنا شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

کر کے دیا اُٹھ بُولا کاظم	جان کے ہوت اناڑی ہو
ہم الگن سُدھ تیری کینھی	تین سُدھ کینی پچھاڑی ہو

یعنی یہ خیال نہ کر کہ میں تیری خبر نہیں لیتا یا تجھے یاد نہیں کرتا بلکہ اولاً میں تجھے یاد کرتا ہوں اُسکے بعد تجھے توفیق میرے یاد کرنے کی ہوتی ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے فاذکرونی اذکرکم اگر بغور دیکھا جاوے تو یاد کی فراموشی ہی یاد کنانندہ ہے کیونکہ اسی سبب دل پریشان ہوتا ہے اُسوقت شکوہ و شکایت کیجاتی ہے پس یہ سب ایک طرح سے یاد دہانندہ ہیں کہ فراموش کنندہ یاد دہ یہ مضمون وجدانی ہے تھوڑے تامل سے اسکا ادراک ہو سکتا ہے۔

فرماتے تھے طالب کو چاہئے کہ ہر حال میں سوائے خدا کے کسی چیز سے خوف وخطرہ نہ لاوے

ناخدا در کشتی ما گر نباشد گو مباش	ما خدا داریم ما را ناخدا در کار نیست

اور جس کام میں دلچسپی ہو اسکی فکر اور تدبیر واجبی ضرور کرنا چاہئے اپنا فرض منصبی اسیقدر ہے باقی فاعل حقیقی حق تعالیٰ ہے جو کچھ کریگا وہی ہوگا۔

فرماتے تھے طالب کیلئے طلب شرط ہے جسقدر طلب میں صدق ہوگا اسیقدر اسکا اثر جلد ظاہر ہوگا عنایات الٰہی و مرشدی اپنے وقت پر ظہور کرینگے اللہ تعالیٰ کسی کی محنت ضایع نہیں فرماتا ہے ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین کارخانہ خدا میں طلب کا بہانہ کافی ہے ع
رحمت حق بہانہ می جوید۔

فرماتے تھے طالب کو اگر سلوک کی حالت میں طبیعت کی بدمزگی اور پہلی حالت سے تنزل معلوم ہو تو اسے کسی اور وجہ سے نہ جانے بلکہ خارجی کیفیات سے جانے اس حالت میں بھی یاد سے غفلت نہ کرے اور نہ نیک و بد سے سروکار رکھے کیونکہ طالب کا کام یاد مطلوب میں رہنا اور ریاضت کی فکر کرنا اور مطلوب کی رضا کا متلاشی رہنا ہے السعی منی والاتمام من اللہ عبودیت کا کام سوال اور شکر ہے دینے والا کریم و رحیم ہے حضرت قطب الارشاد عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر فرماتے ہیں ؎

درشن کا منھ کہاں جو مانگوں	سدے جن اور ہیں ہم سے نیارے
یہی حرص رکھت ہے کاظم	پڑے رہن دوار اپنے دوارے

یہ افتادگی ایسی چیز ہے جو دروازہ سے گھر کے اندر پہونچا دیگی اسمیں کوئی گناہ اور گستاخی نہیں ہے بلکہ یہ سب وفور محبت سے ہے عقل کو اسمیں دخل نہیں ؎

بروائے عقل نامحرم کہ امشب با خیال او	چناں خوش خلوتے دارم کہ من ہم نیستم محرم

فرماتے تھے خیالات اور توہمات فاسدہ اکثر ضعف قلب کی وجہ سے آتے ہیں اسکے دفعیہ کیلئے پاس انفاس مفید ہے مگر پابندی شرط ہے جب عمل پابندی کے ساتھ ہوتا ہے تو

اُسکے نتیجہ کی بھی توقع ہوتی ہے اگر باوجود اسکے حقتعالیٰ نتیجہ بلا عمل دے تو اُسکی عنایت محض ہے

فرماتے تھے خطرات فاسدہ کے دفعیہ کیلئے یہ خیال نہایت عمدہ ہے کہ یہ سب فانی ہیں جسطرح چھ باری ہوا جسوقت چلتی ہے اُسکے مس ہونے سے ایک کیفیت فوری پیدا ہوتی ہے اور پھر ہٹ جاتی ہے اُسیطرح خطرات کی ہوا ایک قلب سے مس ہوتی ہیں بعد کو خود بخود دفع ہو جاتی ہیں اس خیال سے کل خطرات دفع ہو جائیں گے انشاء اللہ تعالےٰ لیکن عمل شرط ہے یہ نہیں کہ ایک مرتبہ خیال کر کے چھوڑ دے۔

فرماتے تھے نماز پنجگانہ کا تقید بھی جو ہر مومن و مسلم پر فرض ہے بُرے خطرات سے محفوظ رہنے کے لئے کافی اثر رکھتا ہے۔

فرماتے تھے طالب کو چاہیے کہ پاس انفاس کا شغل اپنے اوپر لازم رکھے اور نماز بھی پابندی سے ادا کرتا رہے اسمیں بہت حکمت و فوائد مضمر ہیں۔

فرماتے تھے دنیوی تعلقات ازلی ظہور کے جوششوں سے ہیں کہ جو ہم ایسے حباب صفتوں کو اسطرف اور اسطرف گردش دیتے ہیں اگر اس حال پر شکر و صبر کیا جاوے بہتر ہے ؎

دوست دارم گرچہ ہے را کہ بکارم زدہ اند	کیں ہمانست کہ پیوستہ در ابروے تو بود

فرماتے تھے ہر چیز تا وقتیکہ اپنی انتہا کو نہیں پہونچ جاتی اُسکا انتشار لاحق رہتا ہے جب اتمام کو پہونچ جاتی ہے انتشار بھی دفع ہو جاتا ہے یہی حال جملہ آرزو اور اُمیدوں کا ہے اور انسان اسی نادانی میں گرفتار ہے اور اسی کو دنیا داری اور غمخواری و وفاشعاری کا خلاصہ سمجھتا ہے حالانکہ یہ کچھ نہیں ہے ایسی ہیچی میں رہنے کو کائنات انسانی سمجھی گئی ہے یہ فہم سراسر نافہمی ہے اور یہ کل کارروائی بالکل بیکار اور یہی دام خودی ہے جس سے مراد اس مصرعہ میں ہے ع من بدام من اسیرم وہ لے من۔

فرماتے تھے توجہ سے مراد ہے دل میں جوش و خیال کا آنا جو خود بخود آتا ہے اور اسکا سبب معلوم نہیں ہوتا اور وہ بمنزلہ مفہوم کے ہے کہ تمامتر موثر رہتا ہے اور ہرگز سمجھ میں نہیں آتا

کہ کیا ہے دل کو صرف اُس سے ایک تعلق رہتا ہے وہاں تعقل کیا کیا جاے عقل جزوی کی رسائی اسیقدر ہے کہ اُسکے سمجھنے میں حیران و سرگردان رہے اور لذت پاے مگر حقیقت لذت کی نہ سمجھے فہم کا کام امور محدودہ تک ہے اور نہ یہاں حد ہے نہ غایت کون سمجھے اور کون کرے اور کون کہے اور اگر بالفرض کہے تو کیا کہے اور کہا نتک کہے یہ مسئلہ وجدانی و عرفانی ہے یہیں سے کہا ہے من عرف اللہ کل لسانہ جوش قلیل یہ اختیار رکھتا ہے اگر پورا ہو تو اختیار کہاں سے لاے

۔ فرماتے تھے کاہلی بُری چیز ہے جہانتک ہوسکے اُسکو دور کرے بلکہ ہمیشہ اپنے کو کسی کام میں مشغول رکھے اسمیں فوائد ہیں تمام جوارح و قلب اُسی کام میں مصروف رہتے ہیں نیک و بد خطرہ نہیں آتا اور ہر کام کے فراغت کے بعد اضمحلال ہوتا ہے اُس سے یہ فائدہ ہے کہ جب اپنے ذاتی مصلح و درستی جوارح کے کام سے آسائش پاے تب نفس و شیطان کا کوی کام نہیں رہتا زیادہ تر خطرات تنہای و بیکاری میں پیدا ہوتے ہیں۔

۔ فرماتے تھے راضی برضا رہنا بہت اچھا ہے یہی خیال رضا ہے اُسکی رضا جملہ امور کو کافی ہے اصل یہ ہے ؎

دریا بوجود خویش موجے دارد	خس پندارد کہ ایں کشاکش با اوست

۔ فرماتے تھے ایک بار خواب میں ایک شخص نے مجھسے یہ سوال کئے بلا کیا ہے عافیت کیا ہے عارف کسے کہتے ہیں اخلاص کیا ہے میں نے کہا کہ بلا دراصل غفلت ہے مُبلی کی طرف سے اور عافیت کہتے ہیں حق کے ساتھ سکون دلکو اور عارف وہ ہے جسکے دل کو کوی چیز تیرہ نہ کرسکے اور ہر چیز اُس سے روشن ہو اور اخلاص یہ ہے کہ کسی کام کو اپنا کیا ہوا نہ دیکھے اور نہ سمجھے پھر میں نے اُس سے کہا کہ ایک بزرگ نے خوب کہا ہے کہ امر مقدور میں شک کرنا طمع کا باپ ہے اور لوگ تین قسم کے ہیں امرا علما فقرا جب امرا تباہ ہوتے ہیں رعایا کا پیشہ و ہنر و معاش تباہ ہوجاتا ہے اور جب علما تباہ ہوتے ہیں تو طاعت اور روش شریعت تباہ ہوجاتی ہے اور جب فقرا تباہ ہوتے ہیں تو خلایق کے عادات میں خرابی پڑجاتی ہے امرا کی تباہی ظلم سے اور علما کی تباہی

طمع سے اور فقرا کی تباہی ریا سے ہوتی ہے۔

✓ فرماتے تھے آزادی وہ ہے جو کسی حالت کی مقید نہو کیونکہ انقباض و انبساط دونوں کی حالت فانی و وقتی ہے انکیں مقید ہونا نہیں چاہیئے۔

✓ فرماتے تھے کثرت و وحدت میں وہی نسبت ہے جیسا کہ چند امور دلخوش کا وقوع ایک محل پر ہوتا ہے اور باوجود متعدد امور کے انکی مسرت ایک ہی ہوتی ہے پس یہ مسرت توحید ہے جو کثرت و وحدت دونوں سے باہر ہے وحدت اپنے حال پر ہے اور کثرت اپنے حال پر کثرت سے وحدت اس طور سے ہوی اور وحدت سے کثرت اس طور پر وحدت کو وحدت اور کثرت کو کثرت جاننا تفرقہ مراتب ہے اس سے معلوم ہوا کہ اپنے وہم و خیال کا اندازہ صحیح ہے تاقیام تعین ماسوی وحدت کو کثرت میں اور کثرت کو وحدت میں جاننا اور تفرقہ مراتب نگاہ رکھنا ضروری ہے اور اسی سبب سے سلوک سہل ہے ورنہ سخت راہ ہے جو الحاد و زندقہ کی طرف لیجاتی ہے جامی فرماتے ہیں

	ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد	گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی	

✓ فرماتے تھے طالب کو چاہیئے کہ اپنے نفس کا محاسب ہو ہر چیز میں خواہ کھانے پینے کی ہو یا پہننے دیکھنے کی اگر تھوڑا سا تعلق بھی اُس سے ہو تو فوراً دوسرے کو دیدے اور خود کو اُسکے دیکھنے یا زیادہ ذوق سے علیحدہ رکھے کل ما شغلک عن الحق فھو صنمک۔

✓ فرماتے تھے کمی و بے بضاعتی جو باعث قناعت و تقوے ہو نا اہلوں کی کمی و بے بضاعتی سے ممتاز ہے وہ مصداق ہے الفقر فخری کے اور یہ منشا ہے کاد الفقر ان یکون کفرا کا مولانائے رومؒ فرماتے ہیں ؎

	قلتے کاں از قناعت در بقاست	آں ز فقر و علت دوناں جداست	

✓ فرماتے تھے کامل و اصل کی موت موت صوری و جسمی نہیں ہے بلکہ موت باطنی ہے کیونکہ اُس نے مجاہدہ کی تلوار سے نفس امارہ کو قتل کیا ہے نفس کا قتل جہاد اکبر ہے پس جسکا جسم تلوار سے قتل کیا گیا اور نفس امارہ زندہ ہے وہ شہید اکبر نہیں کیونکہ جسم کی موت نفس و

جان کی موت نہیں ہے۔

فرماتے تھے یہ فقرہ جو ہندی میں مشہور ہے آوے انبہ کہ جاوے پیرا انبہ سے مراد عرفان و وصول ہے کیونکہ اس عالم میں معرفت سے زیادہ کوی چیز لذیذ نہیں پیرا اس ڈنڈے کو کہتے ہیں کہ جس سے آم جھوڑتے ہیں اس سے مراد جسم ہے تا وقتیکہ جسم قوت بریاضت و مجاہدہ سے فنا نہ ہوجاوے صورت پرستی سے رہای نہیں مل سکتی اور نہ مقام معرفت تک رسای ہوسکتی ہے مولانا روم فرماتے ہیں ؎

صورت سرکش گدازاں کن برنج	تا بہ بینی زیر آں وحدت چو گنج
گر ز صورت بگذرید اے دوستاں	جنت است و گلستاں در گلستاں
صورت خود را شکستی سوختی	صورت کل را شکست آموختی
بعد ازاں ہر صورتے را بشکنی	ہمچو حیدر باب خیبر برکنی

فرماتے تھے کہ خلافت دینے میں عجلت نہیں کرنا چاہئے بلکہ جنکو خلافت دینا ہو اسکو پہلے کتب تصوف سبقاً سبقاً پڑھاوے اور اذکار و اشغال بھی اپنے سلسلہ کے خوب سکھاوے بعد اُسکے اختیار ہے کیونکہ یہ امور جسقدر قبل خلافت دینے کے درست ہوتے ہیں ویسے بعد کو نہیں ہوسکتے اسلئے کہ پھر اُسکو بوجہ رشد و ارشاد کے بہت کم وقت خالی ملتا ہے اسی لئے بہ نسبت اور بزرگوں کے آپنے بہت کم لوگوں کو اجازت و خلافت دی یا خرقہ عطا فرمایا آپکے خلفا و مجاز و فقرا یہ حضرات ہوے۔

حضرت وارث الانبیا مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر قدس سرہ

بندۂ احقر تقی حیدر

برادر عزیز مولوی حافظ شاہ علی حیدر

جناب منشی محمد رہاج الدین قلندر

انکو آپنے متعدد جلسوں میں سامنے یاران خاص کے خلیفہ فرمایا اور مسترشد کیے

خطوط میں خلیفہ لکھا۔

جناب مولوی شاہ ولایت احمد صاحب سجادہ نشین آستانہ لاہرپور

انکو آپ نے تیئیس شوال ۱۳۲۲ھ میں حسب اصرار جناب مولوی شاہ محمد اسمٰعیل صاحب قلندر سجادہ نشین لاہرپور خرقہ پہنایا اور اجازت سلاسل عطا کی اور مثال بھی لکھدی پھر انکو لباس قلندریہ آزادیہ حسب خواہش انکے حضرت وارث الانبیا قدس سرہ نے عطا فرمایا۔

حکیم شاہ محمد رضا معروف بہ مسافر شاہ مغفور ساکن اٹاوا

انکو بھی آپ نے ۲۴ یا ۲۵ شوال ۱۳۲۳ھ میں انکے حسب خواہش واصرار جناب مولوی حکیم محمد حبیب علی صاحب علوی مرحوم خرقہ فقر پہنایا اور مسافر شاہ نام رکھا اور سلاسل کی اجازت دیکر فارسی میں مثال بھی لکھدی ان کو حضرت فخر الکاملین سے بیعت تھی۔

مولوی حافظ شاہ ظہیر الدین کاکوروی مغفور

انکو آپ نے انکی حسب خواہش روز عرس حضرت عارف باللہ ۱۳۱۸ھ میں صرف اپنا لباس تبرکاً پہنا دیا۔

شاہ فضل علی کاکوروی مرحوم

انکو بیعت بھی آپ سے تھی اور اذکار و اشغال قلندریہ کی تعلیم بھی آپ سے آپ نے انکو لباس پہنا کر سلسلہ قلندریہ کی اجازت دی تھی آپکے بعد انکو حضرت وارث الانبیاء نے بھی اجازت سلاسل قلندریہ وقادریہ و مداریہ مع لباس عطا کی اور فارسی میں اجازت نامہ لکھدیا تھا اور فقرائے آزاد کا سرگروہ کردیا انکو اس سلسلہ کی اجازت حضرت شاہ قلندر بخش خیرآبادی سے بھی تھی انکی وفات بتاریخ ۵ صفر روز چہارشنبہ ۱۳۳۲ ہجری اپنے مکان واقع محلہ مسماۃ گڈھی سے

پیش صحن میں دفن ہوے۔

شاہ عبدالرحیم ساکن بختیارنگر تحصیل ملیح آباد

انکو بھی آپ نے تبرکاً لباس فقر پہنادیا تھا اور اجازت سلاسل نہیں دی تھی۔

ناصر شاہ سندیلوی

انکو بھی آپ نے لباس فقر تبرکاً حسب ارشاد حضرت فخرالکاملین پہنایا تھا۔

غریب شاہ عرف احمد شاہ نقیب فقراو مشائخ لکھنو

انکو بھی آپ نے صرف خرقہ تبرکاً پہنایا تھا۔

آپ بعد وصال حضرت فخرالکاملین انتیس رجب روز جمعہ سنہ تیرہ سو چودہ ترک لباس کر کے وسادہ آرائے خانقاہ کاظمیہ باسطیہ ہوے اپنے زمانہ سجادہ نشینی میں آپ نے مراسم اور دیگر امور متعلقہ خانقاہ میں بہت وسعت دیدی جتنی عمارت خام تھی وہ پختہ کرادی اور ایک سماع خانہ ملحق درگاہ حضرت غوث ملت بنوایا عرس شریف حضرت عارف باللہ کو بہت رونق دیدی مجمع کثیر ہونے لگا علاوہ عرس شریف کے فواتح حضرت قطب الافراد و حضرت مقتدائے جہاں جو آپ کی سجادہ نشینی سے قبل بہت مختصر مجمع کے ساتھ ہوا کرتے تھے اور محافل سماع کبھی ہوتی تھی اور کبھی نہیں آپ نے انکو ایک بڑے پیمانہ پر عرس کی صورت میں کردیا اور باقاعدہ محافل سماع مقرر فرمائیں جس کی وجہ سے بکثرت مجمع ہونے لگا۔

موجودہ حیثیت و رونق خانقاہ سب آپ ہی کی ذات بابرکات کا نتیجہ ہے اگرچہ چرخ دوار سیکڑوں چرخ کرے تو ایسی ذات ہونا مشکل ہے چھ سال آپ نے حضوری حضرت غوث ملت میں اور پندرہ سال خدمت حضرت قطب الافراد و حضرت مقتدائے جہاں میں اور چھبیس سال صحبت حضرت فخرالکاملین میں بسر کئے اور ساڑھے نو سال سجادہ عالیہ کاظمیہ کو اپنے وجود باجود سے نور علیٰ نور رکھکر بقول حضرت غوث ملت ہ

سب جگ پھونک کے ہولی میں کھیلوں	لیہوں تراب کو گروا لگائے	

صحبت معشوق حقیقی بے لوث جسمانیت پسند فرمای آخر زمانہ حیات میں اکثر یہ شعر پڑھکر کہ ؎

تا بکے صرف رضا جوی اعدا باشم		فرصتم باد کزیں پس ہمہ خود را باشم	

فرماتے تھے کہ لوگوں کے آنے جانے سے ایسا عدیم الفرصت رہتا ہوں کہ سر کھجلانے کی مہلت بھی نہیں ملتی لوگ نہ معلوم کیا سمجھکر میرے پاس آتے ہیں آپ بعض وقات وحشت ہوتی ہے مگر بخیال مشیخت چپ رہتا ہوں کبھی کبھی خادمین مخصوصین سے فرماتے کہ گنگا بھی جاتی ہے جسکو لینا ہو لیلے مگر باوجود ایسے ارشادات کے کسی کو اپنے زمانہ قرب وصال کا خیال نہیں ہونے دیتے تھے جناب منشی وہاج الدین صاحب کہتے تھے کہ ایک بار محفل سماع فاتحہ شریفہ رجب ۱۳۲۲ھ میں میں نے دیکھا کہ بحالت تمکن بعالم ہاہوت آپ کو جاذبہ آیا آپ نے اپنی روح قدسی کو جسم سے نکالکر دور کر دیا اور بدستور بیٹھے رہے میں خوف زدہ ہوا کچھ دیر کے بعد پھر بدستور معمولی حالت اختیار فرمای بعد محفل سماع میں نے عرض کیا کہ حضور کے ایسے جاذبات سے مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں حضور وصال نہ فرماجائیں للہ ایسا جذب نہ اختیار فرمایا کیجئے ہنسکر فرمایا کہ جاذبہ بھی واہی ہوا اور ٹال دیا۔

ایک سال وفات سے قبل طبیعت کسلمند رہنے لگی بظاہر بلغم کی زیادتی اور نزلہ کی کثرت معلوم ہوتی تھی جسکا علاج بھی ہوتا تھا مگر غیر مسلسل اگر کوی عرض کرتا تھا کہ حضور مستقل طور پر علاج کر ڈالیں تاکہ طبیعت صاف ہوجائے تو فرماتے تھے کہ ایسا ہرج و مرج مقتضائے قرب مانہ انحطاط ہے کوی پریشانی کی بات نہیں۔

بائیس ربیع الاخر ۱۳۲۳ھ عرس شریف کی صبح کی مجلس میں مخصوصین سے فرمایا کہ آخری محفل ہے اور جناب منشی وہاج الدین صاحب سے فرمایا کہ قریب آکر بیٹھو اسوقت کی محفل نہایت پر لطف تھی ہر ایک پر خاص کیفیت طاری تھی قوال رند کی یہ غزل گا رہا تھا کہ ؎

	حور پہ آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا		سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

منشی وہاج الدین صاحب نہایت ذوق میں تھے اور آپ کو خلاف معمول سکوت تھا مگر آپ کے

ارشاد سے کہ یہ آخری محفل ہے بجز اسکے کہ عرس شریف کے آخری روز کی محفل ہے اور کسی طرف کسی کا خیال نہیں گیا اس غزل کا یہ شعر کہ ؎

ہم مسافر ہیں اتر جائینگے پار اکدم میں	تجکو اے موج مبارک رہے دریا تیرا

بہت پسند ہوا اور اسے اکثر پڑھا کرتے تھے اس واقعہ کے بعد کئی مہینہ تک طبیعت بالکل اچھی رہی ماہ رمضان المبارک میں حسب معمول تراویح میں کلام مجید سنا چکنے کے بعد فرمایا کہ الحمد للہ کلام مجید سے فراغت ہوگئی چونکہ سال گذشتہ میں علالت کی وجہ سے پڑھ نہ سکا تھا تو بہت صدمہ تھا شکر ہے کہ وہ رنج جاتا رہا اسی کی بارہ تاریخ کو شب میں دفعۃً درد قولنج بہت شدید ہوا حکیم عبدالحفیظ کاکوروی کے علاج سے وہ دفع تو ہوگیا مگر کئی روز تک اثر باقی رہا اسکے بعد پھر تولید ریاح کی شکایت پیدا ہوگئی حکیم صاحب نے جوارش کا نسخہ تیار کرایا کچھ دنوں استعمال کیا گیا مگر نفع نہوا آخر ستائیس شوال سے سلسلہ علالت قایم ہوگیا پہلے تپ بلرزہ آیا چار پانچ روز دوا پی گئی جب کچھ فائدہ نہوا تب حکیم صاحب نے تین مسہل دیے جنسے اسوقت تو بخار جاتا رہا مگر ایک ہفتہ کے بعد پھر آنے لگا اس مرتبہ پہلے سے زاید کرب و بےچینی تھی پہلے انھیں حکیم صاحب کا علاج ہوتا رہا جب نفع نہوا تو حکیم عبدالباسط خاں خالص پوری کا علاج شروع کیا گیا اول انھوں نے مبردات دیے جب اس سے نفع نہوا تو مسہل تجویز کیے اسی اثنا میں حکیم عبدالرحیم خاں صاحب بھی علالت سنکر حاضر ہوے اور معالجہ میں شریک ہو گئے عیدالاضحی تک منضجات دیے عید کے روز یہ واقعہ ہوا کہ صبح کو جب دونو حکیم صاحب نبض دیکھنے حاضر ہوے تو آپ چارپای پر بیٹھے کچھ حقایق و معارف بیان فرما رہے تھے نبض دیکھکر دونو دم بخود ہو گئے کچھ دیر کے بعد آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ اچھا اب پھر دیکھو پہلے تمکو نبض نہیں ملی تھی اب ملجاے گی انھوں نے دیکھا تو ملگئی نہایت متعجب ہوے گیارہ تاریخ سے مسہل شروع ہوے چار مسہل ہو چکے تھے چوتھے مسہل میں دوپہر تک تو طبیعت چاق رہی مگر بار بار ضعف کی شکایت فرماتے تھے بعد ظہر چوکی پر گئے وہاں سے واپس ہوتے ہی طبیعت بگڑی رقت طاری ہوگئی آپ نے حضرت

وارث الانبیاء قدس سرہ کو بلایا اور اُن سے فرمایا کہ میں نے تم کو اسلئے بلایا ہے کہ جو کچھ کہوں اُسے بغور سنو۔

اوّل یہ کہ میں تم کو خلافت و اجازت سلاسل ثمانیہ کی با نواحہا و انحاجہا اُسی طرح سے دیتا ہوں جسطرح مجھ کو میرے حضرات مرشدین نے دی ہے اور پانچ نعمتیں جو میں نے بہت محنت و مشقت سے اپنے بزرگوں سے حاصل کی ہیں وہ تمکو مفت دیتا ہوں اور لبس و الباس خرقہ اور بیعت لینے کی بھی اجازت دیتا ہوں۔

دوم یہ کہ اپنے دونو بھائیوں کے محافظ رہنا اور اُنکی تعلیم و تربیت ظاہری و باطنی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھنا اور بعد ختم تعلیم خرقہ پہنا دینا میں ان دونوں کو بھی اجازت و خلافت دیتا ہوں اور آپسمیں نہایت شفقت و محبت و اتفاق سے بسر کرنا۔

سوم یہ کہ نسبت قلندریت حتے الامکان چھپانا اور محافظت شریعت و اختیار تقوی میں کوشاں رہنا اوصیکم بملازمۃ التقوی فی السر والنجوی۔

چہارم یہ کہ جسقدر رخصت میں نے فاتحوں میں مقرر کر دی ہے اُسیقدر رکھنا کم و زاید نہ کرنا ورنہ پریشان ہوگے اسکے علاوہ اور امور میں جو طریقہ میں نے مقرر کر دیا ہے اُسکے پابند رہنا اور بڑے دادا صاحب یعنی حضرت قطب الافراد کے فاتحہ کو میں نے ترقی دی ہے تم بھی اُسکی ترقی میں کوشاں رہنا جسقدر اُسکو ترقی دوگے اُتنا ہی میں زائد خوش ہونگا اسکے علاوہ اگر اور کوئی فاتحہ بڑھے تو اُسمیں تمکو اختیار ہے کروگے تو ہم خوش نہ کروگے تو ہم خوش ہمکو فاتحہ کی پروا نہیں ہے

طمع فاتحہ از خلق نداریم نیاز	عشق من در پس من فاتحہ خوانم با قیمت

ان وصایا کو سنکر وہ بہت پریشان ہوے حکیم صاحب نے یہ کہکر کہ یہ کیفیت تبخیری ہے انار کے دانے کھلائے جس سے کچھ سکون ہوا اس مسہل کے تین روز بعد پھر تپ زور سے آئی تب حکما نے یہ طے کیا کہ اب بجز دوائے مشروب کے کوئی تدبیر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ضعف بہت ہے غرض

مسہل موقوف ہوے صرف دوائے مشروب رہی تئیس چوبیس تاریخ شیخ سعید الدین و منشی وہاج الدین و منشی تاج الدین صاحب شاہ آباد و سلطانپور و لکھیم پور سے عیادت کو حاضر ہوے اُن سے بھی آپ نے پہلے اپنا حال بیان کر کے پھر کلمات وصیت کا اعادہ کیا اور فرمایا کہ بوجہ وصیت کے مشروع ہونیکے میں نے ایسا کیا نیز حضرت عارف باللہ جسکو اجازت وخلافت دیتے تھے تو صرف زبانی اجازت پر اکتفا کرتے تھے اجازت نامہ لکھکر نہیں دیتے تھے بلکہ متعدد جلسوں میں فرمادیتے تھے کہ میں نے فلاں فلاں کو اپنے طریقہ کی اجازت دی ہے اسی لئے میں بھی اپنے مریدین و معتقدین سے اس امر کا اظہار کئے دیتا ہوں کہ میں نے اپنے لڑکوں کو اجازت و خلافت دیگر طالبان حق کی تربیت و تعلیم کیلئے مجاز و ماذون کردیا ہے جسقدر یہ اپنے خاندانی طریقہ پر قایم رہینگے اُتنے ہی کامیاب و بامراد رہینگے منشی صاحبان نے رو کر عرض کیا کہ کیا حضور ہم کو اسی حال میں چھوڑ جائینگے فرمایا کہ پریشان نہو میں اچھا ہو جاؤنگا چونکہ اسکے اظہار کی ضرورت تھی لہذا تم سے بھی کہدیا۔

چھبیس ذیحجہ کو حکیم امجد علی نواب صاحب شاہ آباد کے ہمراہ اور حکیم محمد یحییٰ کاندہلوی منشی شکور احمد صاحب کے ساتھ ریاست پہاسو سے آے اور معالجہ میں شریک ہوے ستائیس ذیحجہ کو پھر شدت سے تپ آئی اُس روز زیادہ ضعف ہوگیا اور بیخودی سی طاری ہوگئی اُس حالت میں جتنی باتیں فرماتے تھے وہ یا تو مشعر رحلت ہوتی تھیں یا سمجھ میں نہ آتی تھیں یہ کیفیت پانچ چھ محرم تک رہی پھر کم ہوگئی اُنتیس ذیحجہ صبح کو جب سب حکما نبض دیکھنے جمع ہوے تو آپ نے حکیم محمد یحییٰ سے اُنکے حالات پوچھے اُنھوں نے کہا کہ میں حضرت مفتی الٰہی بخش خاتم مثنوی شریف کا پر پوتہ ہوں مدت سے حاضری کی تمنا تھی جو منشی صاحب کی عنایت سے اب پوری ہوئی فرمایا کہ میری نسبت محض آپ کا حسن ظن ہے ورنہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں مجھ کو آپ سے ایک خصوصیت البتہ ہے میں آپ کے پردادا مفتی صاحب سے اویسی فیضیاب ہوں جس زمانہ میں میں اپنے بڑے لڑکے کو اختتام مثنوی پڑھاتا تھا تو اُن سے فیض ہوا اور اجازت

روایت ملی یہ فرما کر اُن سے دوبارہ معانقہ کیا۔

دسویں محرم روز عاشورہ کو ایک نئی شکایت حرقۃ البول کی پیدا ہوگئی صبح کو دوا پی پھر استنجا کرنے گئے تھوڑا سا پیشاب ہوا مگر اسقدر سوزش ہوی کہ چہرہ متغیر ہوگیا جسقدر اُسکے دفعیہ کی تدبیریں فوری کیگئیں وہ سب بے سود ہوئیں بعد ظہر کے وہ شکایت رفع ہوی اسی اثنا ءمیں منشی وہاج الدین صاحب جو محرم کی تعطیل میں آے تھے آگئے اُن سے آپ نے کچھ ایسی باتیں کیں جو وہ سمجھ نہ سکے اُنھوں نے پریشان ہوکر عرض کیا کہ حضور کے یہ ارشادات ہماری سمجھ میں نہیں آتے اور نہ ہم سے اب آپ کی یہ تکلیفیں دیکھی جاتی ہیں اللہ اچھے ہوجائیے آپ نے آنکھیں کھولکر فرمایا کہ گھبراو نہیں اب ہم بہت جلد اچھے ہوے جاتے ہیں آجکل ہم پر ہمارے دادا صاحب حضرت قطب الافراد کی عنایت بہت ہے جب سے ہم ہر وقت تجلی شہودی میں مستغرق رہتے ہیں یہ سنکر وہ چپ ہوگئے اور رخصت ہوتے وقت پھر عرض کیا کہ حضور اب اچھے ہوجائیے آپنے کچھ نہ فرمایا وہاں سے اُٹھ کر اُنھوں نے کہا کہ بڑا غضب ہوگیا اب حضرت رُکتے نہیں کاش اگر اس حالت میں حضرت کو توجہ الی المجاز ہوجاتی تو ممکن تھا کہ ٹھہر جاتے کیونکہ اس حالت میں عارف تام المعرفۃ کو اختیار دیدیا جاتا ہے کہ چاہے ناسوت میں ٹھہرے یا نہ ٹھہرے چونکہ حضرت نے توجہ الی المجاز اپنے بزرگوں کی طرح پسند نہ فرمای لہذا اب مایوسی ہے غرض وہ رخصت ہوگئے ایک ماہ سے زاید ان حکیم صاحب کے علاج کو بھی ہوگیا مگر بجز زیادتی ضعف کے کوی صورت فائدہ کی نظر نہ آی چند بار معتقدین خاص نے عرض کیا کہ اگر علاج تبدیل کردیا جاے تو بہتر ہوگا ممکن ہے کہ تشخیص مرض میں ان حکیم صاحب کی راے غلط ہو مگر آپنے منظور نہ فرمایا۔

بابو اودھ بہاری لال صاحب کہتے تھے کہ اُسی زمانہ میں میں ایک روز لکھنو سے شام کو حاضر ہوا آپ لیٹے تھے اور چند احباب حاضر تھے اُن سے کچھ فرما رہے تھے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ بابو جی رام نام ست ہے ست بولو گت ہے یہ سُنکر میری نظر میں دنیا تاریک ہوگئی معاً آپ نے مسکرا کر اور اور باتیں شروع کردیں اور وہ خیال دل سے محو کردیا۔

جناب منشی وہاج الدین صاحب کہتے تھے کہ اُسی زمانہ میں میں سلطانپور سے لکھنؤ آیا شب کو منشی شکور احمد کے مکان پر ٹھہرا جلگئے میں حضرت کی بجسمہٖ زیارت ہوی آپنے میری طرف ھو کہکر اوپر کو پھونک ماری اور غائب ہوگئے مگر افسوس کہ آپنے خود ہی مجھ پر مصداق ع خود یار روادار حجاب است بہ بنیید ء کے ایسا پردہ ڈالدیا تھا کہ میں اسکا مطلب آپ کی وفات کے بعد سمجھا کہ یہ فعل مشعر اطلاع وفات تھا۔

چودھویں محرم صبح کو کسی قدر طبیعت چاق رہی مگر بعد غذا کے قشعریرہ ہوکر تپ پھر آی جسمیں بہ نسبت ایام گذشتہ زاید کرب ہوا حکیم صاحب نے اوویہ مسکنہ دیں مگر فائدہ نہوا تب سب نے تبدیل علاج کیلئے پھر عرض کیا پہلے تو انکار فرمایا جب زاید اصرار کیا گیا تو فرمایا کہ خیر جو تم لوگوں کی مرضی ہو غرض حکیم عبدالعزیز لکھنوی سولہ محرم کو آے آپنے خود اپنا حال مفصل اُن سے بیان کیا حکیم صاحب نے نسخہ لکھا اور کہا کہ یہ استعمال کیا جاے اور تیسرے روز مجھے حال کی اطلاع دیجاے سترھویں سے اُنکا نسخہ دیا جانے لگا اُسی روز سے پھر آپ پر کیفیت سکوت و بیخودی طاری ہوگئی اٹھارہ تاریخ حکیم عبدالرحیم خاں صاحب حال کہنے گئے اُنھوں نے جمعہ کو آنے کا وعدہ کیا اور کہا کہ الحمد للہ میرے نسخہ سے کوی جدید بات نہیں پیدا ہوی بلکہ ایک حال پر طبیعت قایم ہے آپ یہ سُنکر مسکرا ے اور فرمایا کہ خیر مناسب ہے آکر دیکھیں۔

بیس محرم روز جمعہ کو صبح ہی سے نظام نبض بگڑ گیا تھا اُسوقت بندہ احقر اور شیخ تصدق حسین مرید حضرت غوث ملت پیر دبا رہے تھے آپنے پوچھا کہ آج کون تاریخ ہے میں نے عرض کیا کہ بیس اُنھوں نے کہا کہ اکیس فرمایا کہ ٹھیک بتاو میں نے عرض کیا کہ آج بیس ہی تاریخ ہے تب آہستہ فرمایا کہ خیر دن بھی اچھا ہے اور تاریخ بھی اچھی نو بجے مولانا امجد علی صاحب قبلہ آے اُنکے ساتھ شیخ الطاف حسین صاحب بھی تھے اُنھوں نے کہا کہ میں بعد نماز صبح وظیفہ پڑھ رہا تھا کہ اُسی حالت میں درمیان خواب و بیداری میں نے مولانا تقی علی صاحب کی زیارت کی حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ آج جمعہ کا دن ہے میاں انور کی عیادت جاکر کر آو اگرچہ بعد کو بھی جاو گے

آپ یہ سُنکر آبدیدہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ اُنکی بندہ نوازی ہے باقی میرا حال جو کچھ ہے ظاہر ہے مجکو اپنی اولاد کا تعلق بہت ہے جو شخص انکو اذیت و تکلیف دیتا ہے مجکو نہایت اثر ہوتا ہے بلکہ اپنی تکلیف و اذیت سے اتنا متاثر نہیں ہوتا جسقدر انکی تکلیف سے متاثر ہوتا ہوں زیادہ کیا کہوں خدا کے حوالہ کرتا ہوں اسکے بعد کچھ ایسی باتیں فرمائیں جو کسی کی سمجھ میں نہ آئیں دس بجے کے قریب حکیم عبدالرحیم خانصاحب نے غذا کیلئے عرض کیا فرمایا بالکل خواہش نہیں ہے اُن سے سب نے نبض کا حال پوچھا اُنھوں نے کہا کہ آج کی نبض میں بجز زیادتی ضعف کے اور کچھ معلوم نہیں ہوتا ایک بجے کے قریب آپ کو پیشاب معلوم ہوا تھوڑا سا گاڑھا پیشاب ہوا اُس سے اور زیادہ ضعف ہو گیا اُسوقت کئی بار فرمایا کہ نماز جمعہ جلد ہو جانا چاہیئے اور حضرت وارث الانبیاء سے فرمایا کہ جاؤ نماز پڑھا آؤ اور میرا عمامہ باندھ لو جب نماز ہو چکی تو اُن سے فرمایا کہ مجکو اپنی طبیعت اسوقت زیادہ گری معلوم ہوتی ہے شاید اگر کچھ کھالوں تو یہ کیفیت جاتی رہے کچھ ہو تو لے آؤ آشجو تیار کرنے لگ گئے تھے تیاری میں دیر ہوئی تو خلاف معمول بہت عجلت ظاہر کی کئی بار فرمایا کہ جلد لاؤ ورنہ پچھتاؤ گے آخر آشجو لائے گئے آپ نے دو چمچے نوش کر کے فرمایا کہ ہٹاؤ اب نہیں پیونگا یہ فرماتے ہی سانس اُکھڑ گئی قریب چار بجے کے حکیم عبدالعزیز آئے نبض دیکھی تو اُسوقت انکو نبض کہنی کے قریب ملی آپ نے اُسی حالت میں اُن سے سہ شنبہ سے جمعہ تک کا مفصل حال بیان کیا اُنھوں نے لوگوں سے متحیر ہو کر کہا کہ میں نے آجتک کسی مریض کو سقوط نبض کی حالت میں اسقدر باتیں کرتے نہیں دیکھا پھر اُنھوں نے خمیرہ مروارید مع عرق بیدسادہ و زعفران دلوایا مگر اُس سے بھی کچھ سکون نہوا آخر بعد نماز عصر قریب غروب آفتاب آفتاب آفاقی وہ آفتاب ولایت انفسی مغرب احدیت حقیقی میں غروب ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جناب منشی رہاج الدین صاحب کہتے تھے کہ جب آپ نے وفات پائی میں ضلع سلطانپور میں دورہ پر تھا وہیں مجکو غنودگی سی آ گئی میں نے اپنے آپ کو حاضر آستانہ شریف دیکھا اور جہاں آپ تشریف فرما تھے اُسی جگہ آپ کو دیکھا کہ حالت نزع ہے اور دین محمد آپ کو شربت پلا رہا ہے

دفعۃً آپ اپنے جسم کو چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور چارپائی سے اُتر کر تخت پر پھر زمین پر قدم رکھکر کنارہ کے دروازہ پر پہونچے وہاں حضرت شاہ علی اکبر قلندر کھڑے تھے اُنھوں نے آپ سے مصافحہ کیا پھر دونو صاحب غائب ہو گئے میں ڈھونڈھتا لپکا دیکھا کہ صدر دالان تکیہ شریف کی طرح ایک عمارت ہے اور اُسمیں ایک تہ خانہ ہے اُس سے آپ سب بے ریش و بروت نہایت حسین شکل میں گلابی ساڑھی باندھے برآمد ہوے اور نہایت تیزی سے قدم بڑھایا میں شوق سے آپ کی طرف بڑھا آپ نے نہایت عجلت سے فرمایا کہ جائیے جائیے نجات ہو گئی میں سمجھا نہیں دوبارہ فرمایا پھر بھی اسکا مطلب سمجھ میں نہ آیا مگر قلب پر ایسا صدمہ ہوا کہ وہ غنودگی جاتی رہی چونک کر سمجھا کہ یہ جو کچھ پیش آیا عالم واقعہ میں تھا اور اسکی تعبیر یہی ذہن میں آئی کہ آپ نے وفات فرمائی پریشان دورہ پر سے سلطانپور آیا یہاں آکر وطن سے گئے ہوے دو تار ملے جنمیں وفات کی اطلاع تھی۔

بعد وفات شب میں یہ تجویز درپیش ہوی کہ آپ کا مزار کہاں کیا جاے اور آپ نے مزار کی بابتہ کیا فرمایا ہے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ حضرت فخر الکاملین کے روضہ میں دفن ہونگے مگر واقعۃً آپ نے اپنے مزار کی بابتہ کوئی وصیت نہیں کی تھی اور نہ کبھی صاف فرمایا بلکہ چند بار یہی فرمایا کہ ہم اس قابل نہیں کہ کوئی ہم کو بڑی یا چھوٹی درگاہ میں لیجاے بلکہ اس قابل ہیں کہ ٹانگ میں رسی باندھکر گڈھیا میں پھینکدے جائیں اُسوقت حضرت وارث الانبیا کی رائے ہوی کہ جو اراضی حضرت غوث ملت کے روضہ کے شرق جانب پڑی ہے اُسی جگہ مزار کیا جاے۔

مولوی منظور الدین خاں مغفور کاکوروی کہتے تھے کہ اُسوقت میں بھی موجود تھا جب یہ معاملہ صبح پر اُٹھا رکھا گیا تو میں اپنے مکان روانہ ہوا باورچیخانہ خانقاہ سے نکلا اور جب وہاں پہونچا جہاں اب مزار شریف ہے تو دیکھا کہ باوجود شب تار ہونے کے وہاں پر تھوڑی سی چاندنی ہے جیسے شب ماہ میں درختوں کے نیچے ہوتی ہے مجھے خیال ہوا کہ شاید خود حضرت کا منشا یہیں ہے مکان پہونچا تو والدہ صاحبہ نے کہا کہ حضرت نے فرمایا تھا کہ ہماری قبر گڈھیا میں ہوگی صبح کو جب حاضر ہوا تو دیکھا کہ وہیں قبر کھد رہی ہے۔

وفات کے دوسرے روز یعنی اکیس محرم روز شنبہ کو تجہیز و تکفین ہوی پارچہ مغسول آب زمزم جو آپ نے اپنے کفن کیلئے رکھا تھا اُسی کا کفن دیا گیا جیسے جیسے دن چڑھتا گیا خدا جانے کہاں کی خلقت ٹوٹ پڑی حسب دستور خاندانی بگلوا باغ میں حضرت غوث ملت کی درگاہ کے غرب جانب نماز جنازہ ہوی پہلی نماز میں ہزار سے زائد لوگ تھے انیں دو صفیں ایسے حضرات کی تھیں جنکو کسی نے نہ دیکھا تھا اور نہ بعد نماز کے وہ دکھای دئے بعد جماعت اولی علماء فرنگی محل آگئے اُنھوں نے دوبارہ نماز جنازہ باقتدائے جماعت کثیر پڑھی بعد نماز ظہر جسد اقدس سپرد خاک کیا گیا اور ہر شخص خاک بر سر باچشم نمناک و دل صد چاک واپس ہوا۔

قبر شریف نہایت وسیع و کشادہ تھی تختے قبر میں صندل کے دئے گئے بروز دو شنبہ یوم سیوم مسجد خانقاہ عالیہ میں تقریباً بیس قرآن مجید ختم ہوے بہت مجمع تھا ستائیس محرم روز جمعہ کو نواب عبد الکریم خاں تعلقدار باسط نگر و رئیس شاہ آباد ضلع ہردوی نے حریم روضہ شریف کی بنیاد ڈالی گیارہ ذی الحجہ سنہ تیرہ سو ستائیس سے عمارت کا کام شروع ہوا جو سنہ تیرہ سو تینتیس میں انجام کو پہونچا یہ عمارت بلحاظ حسن و خوبی و آرایش اپنی آپ نظیر ہی سچ ہے

بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود	سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

مزار اقدس سنگ مرمر کا جو اپنی وضع خاص کی وجہ سے بے نظیر ہے ریاست جیپور سے شیخ سعید الدین صاحب نے بذریعہ منشی شکور احمد صاحب کے بنوایا اور سنگ مرمر کی مسہری مع تکیہ کے نواب صاحب نے نصب کرای مزار کی سبز مخمل کی کارچوبی چادر بہت نفیس نواب عبد الصمد خاں رئیس نگرینہ نے چڑھای اور مسہری کی چھت سرخ مخمل کی کارچوبی بیش قیمت اُنکے صاحبزادہ نواب عبد الواحد خاں عرف تین صاحب مرحوم نے بنوای روضہ کے اندر نہایت نفیس شیشہ آلات بکثرت نصب ہے جو مختلف اصحاب نے چڑھایا۔

روضہ شریف میں دس دروازے ہیں اندر روضہ کے دروں میں شجرہ قلندریہ منظومہ مولوی شریف الدین کاکوروی منقش ہے اور ان دروں پر کارنس کے نیچے نہایت خوشخط بخط نسخ سورہ رحمٰن

منقش ہے روضہ کے اندر سنگ مرمر و سنگ سیاہ کا فرش ہے اور صحن حریم میں سنگ سرخ کا روضہ کے تین جانب یعنی اتر و پورب و پچھم سنگ سرخ کی سہ دریاں ہیں اور بائیں یعنی دکھن جانب سنگ مرمر کی سہ دری نہایت نفیس منقش و کامدار ہے یہ سہ دری تعمیر روضہ کے کئی سال بعد بننا شروع ہوئی جو تقریباً چار سال میں تیار ہوئی اسکا فرش بھی سنگ مرمر و سنگ سیاہ کا ہے روضہ اور حریم روضہ کے ہر چہار سمت تاریخہائے تعمیر روضہ و حریم روضہ سنگ مرمر کی تختیوں پر کندہ ہیں ایک تاریخ تعمیر روضہ آپکے مزار کے سرہانے تکیہ میں بھی منظومہ جناب خان بہادر منشی تاج الدین صاحب جذب کاکوروی مغفور نصب ہے۔

روضہ شریف کے اندر اب تین مزار ہیں بیچ میں آپ کا مزار ہے اور مغرب کی طرف آپ کی اہلیہ محترمہ کا اور مشرق طرف حضرت وارث الانبیا قدس سرہ کا یہ دونوں مزارات بھی سنگ مرمر کے ہیں اور سنگ مرمر ہی کے چبوتروں پر نصب ہیں جنکے گرد نہایت نفیس جالیوں کا کٹہرہ اور سرہانے تکیے بہت خوشنما ہیں پتھر نہایت صاف و شفاف و بے داغ ہیں آگرہ کے بنے ہوے ہیں آپ کی اہلیہ محترمہ کے مزار کے سرہانے تکیہ میں یہ تاریخ منقوش ہے

قطعہ تاریخ از جناب مولوی محمد عاصم قیس کاکوروی سہ

بیا بہ مشہد خاتون عالم علوی	کہ بود رونق مشکوے شہ علی انور
بخلق بضعۂ شاہ تقی علی علوی	بخلق آئینہ خوے شہ علی انور
مشام او چو پس از سالہاے فراق	شمید نکہت بوے شہ علی انور
بروز بست و یکم از جمادی الآخر	پرید جان و تنش سوے شہ علی انور
پے مسیحی و ہجری اشارتے فرمود	بہ قیس چشم سخنگوے شہ علی انور
بعیش تام درآرامگاہ نزہت قدس	بخواب باد بہ پہلوے شہ علی انور
۱۹ ۲۶	۱۳ ۴۵

تاریخ تعمیر روضہ از جناب مولوی شریف الدین کاکوروی مغفور سہ

چو در الا گہر خان عبدالکریم	رسیدے کہ مشہور و نام آور است

بناکرد این روضۂ دلپذیر	کہ از روضۂ خلد زیبا تر است
چگویم ز قدر رفعت این مزار	کہ بالا ترا از گنبد اخضر است
ہر گوشہ صد قصر جنت عیاں	بہر قصر صد جلوۂ داور است
بگفتا سروشی بگوش شریف	چرا فکر سالش ترا در سر است
بنہ از ادب پاے در بارگاہ	مزار جناب شر انور است

۱۳۲۹

قطعہ تاریخ تعمیر سہ دری مرمریں از مولوی محمد عالم قیصری کاکوروی مرحوم سہ

سہ دری روضۂ انور نگر	ہست گویا روضۂ خلد بریں
قیصری آمد نہ بہر زائراں	امر ربی ادخلوھا خالدین

۱۳۴۲

تاریخ تعمیر حریم روضہ شریفہ از جناب مولوی شریف الدین مغفور کاکوروی سہ

کرد نواب نامدار و امیر	خدمت پیر خود بصرف کثیر
یعنی عبدالکریم خاں فرمود	بعد روضہ حریم را تعمیر
بود معمار سرفراز علی	بہر ایں بارگاہ رفعت گیر
شدہ تیار چوں حریم مزار	فکر تاریخ گشت دامنگیر
بشنید ایں ندا شریف ز غیب	سرفروند بر آستانہ پیر

۱۳۴۲

منشی محمد وہاج الدین کاکوروی

خلف شیخ وحید الدین ابن شیخ غلام نجف از زمرہ شیخزادگان قصبہ بلگرام۔

آپ کی ولادت سنہ بارہ سو اکہتر میں ہوئی نسباً آپ عثمانی تھے آپ کی والدہ مولوی شاہ تقی یاورخاں صاحب خلیفہ حضرت غوث ملت کی بیٹی تھیں جو نسباً صدیقی تھے۔

آپ نہایت خوش رو خوش خلق مہمان نواز وجیہ البشرہ قوی الجثہ دراز قد بلند آواز فصیح البیان با صولت پر جبروت تھے۔

آپ کو تلمذ حضرت مقتدائے جہاں و حضرت فخر الکاملین و حضرت قطب الاقطاب سے تھا عربی و فارسی کی قابلیت اچھی تھی اور خط بہت پاکیزہ تھا مولوی محمد عاصم قیس کاکوروی آپکے بھانجہ کہتے تھے کہ آپنے ایک بار مجھ سے فرمایا کہ میں نے حضرت پیر و مرشد مولانا شاہ تقی علی قلندر سے دینیات میں تفسیر جلالین تک اور منطق میں ملا حسن تک پڑھا ہے ان دینیات میں شاہ ماجد علی صاحب کا ہم سبق تھا۔

ابتدا شعور سے طلب حق تمام باتوں پر غالب تھی خود کہا کرتے تھے کہ مجکو عالم میں کسی سے مناسبت و انس پیدا نہیں ہوتا تاوقتیکہ میں اُسکے دل میں خدا کی یاد نہیں پاتا ہوں اور استعداد فطری خود آپکے اس بیان سے ظاہر ہے کہ میں لڑکپن میں جب آنکھیں بند کرتا تھا تو مجکو نور کے بوندے نظر آتے تھے اور جبتک آنکھیں بند رکھتا تھا برابر دکھای دیتے رہتے تھے میں یہ سمجھتا تھا کہ ہر شخص کو ایسا نظر آتا ہوگا مگر دریافت سے معلوم ہوا کہ میرے ہی ساتھ یہ خاص بات تھی۔

آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت مقتدائے جہاں سے بیعت تھی اور تعلیم و تربیت باطنی حضرت قطب الاقطاب نے کی اگرچہ فیض باطنی حضرت شاہ علی اکبر قلندر و حضرت شاہ تقی علی قلندر و حضرت شاہ حیدر علی قلندر و حضرت شاہ تراب علی قلندر و حضرت شاہ محمد کاظم قلندر و حضرت شاہ باسط علی قلندر و حضرت شاہ فتح قلندر و حضرت شاہ مجا قلندر و جناب امیر کرم اللہ وجہہ و حضرت رسالتمآب صلعم کی ارواح طیبہ سے بھی ہوا لیکن زیادہ تر کشود باطن حضرت قطب الاقطاب ہی کی توجہ سے ہوا اور نعمت خلافت بھی اُن سے ملی وہ آپ کو دیکھکر فرماتے تھے کہ خلیفہ آتا ہے۔

آپ طریقت میں اُنھیں کے قدم پر تھے وہ فرماتے تھے کہ جس جگہ سے میرا قدم آگے بڑھتا ہے وہاج الدین کا قدم وہاں پر آتا ہے اُنکو آپ سے محبت بہت تھی اکثر اوقات فرماتے تھے کہ وہاج الدین مجکو تم سے ایسی ازلی مناسبت ہے کہ اگر میں تم کو چھوڑنا چاہوں تو نہیں چھوڑ سکتا

آپ کی نسبت ذاتی اسقدر قوی تھی کہ کوی بات باطناً دریافت کر لینا کچھ مشکل ہی نہ تھا اکثر کہا کرتے تھے کہ لوگ دفتر کے دفتر مناظرہ وبحث میں سیاہ کر ڈالتے ہیں اور پھر امر مشتبہ طے نہیں ہوتا مجکو تعجب ہوتا ہے کہ جب حضرت حق کو حاضر وناظر جانتے ہیں تو ہر معاملہ کو اُسی سے براہ راست کیوں دریافت نہیں کر لیتے مجکو جب کوی بات پیش آئی میں نے حضرت حق سے عرض کیا فوراً مجھے جواب ملا چنانچہ ایک بار میں تحصیل نگھاسن میں تحصیلدار تھا وہاں کی آب وہوا نہایت خراب تھی اور میں بہت پریشان تھا اسی اثنا میں مجھے دورہ کرنا پڑا ایک شب دورہ پر باطنی قبض میں مبتلا اور بہت پریشان تھا دفعۃً سخت بارش ہوی خیمہ میں پانی بھر گیا آبادی بھی دور تھی اور رات کو کسی طرف جانا ممکن نہ تھا میں نے جب دیکھا کہ کوی تدبیر اس طوفان سے نجات کی نہیں تو اُدھر سے خیال ہٹا لیا اور چادر تانکر باطمینان لیٹ رہا اور خدا سے اپنے قبض باطنی کے بابتہ کہا کہ خدا وند اب مجھے اسوقت کوی راہ نہیں ملتی تو نے ہدایت کا وعدہ کیا ہے اگر تو سچا ہے تو مجھے اپنی راہ بتا پھر مجھے غنودگی آگئی میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ نیند تھی یا بیخودی اُسی حالت میں مجھ سے حضرت حق نے فرمایا کہ دع نفسك وتعال میں چونک پڑا تو دیکھا کہ نہ ابر ہے نہ ہوا نہ گرج تڑپ ہے نہ پانی بلکہ چاندنی نکلی ہوی ہے اور وہ مقام بہت پُرلطف معلوم ہوتا ہی جب حضرت کے حضور میں حاضر ہوا تو واقعہ عرض کیا ارشاد ہوا کہ حقتعالی نے حضرت بایزید بسطامی سے بھی یہی فرمایا تھا مجکو اور زاید انبساط وانشراح ہوا۔

حضرت اقدس نبوی صلعم میں بھی مقبولیت تھی جسکے خود آپکے یہ دو مشاہدے شاہد ہیں اول کہتے تھے کہ ایک بار خواب میں دیکھا کہ تکیہ شریف کی مسجد میں گیا وہاں میں نے آنحضرت صلعم کو دیکھا کہ آپ کنارہ کے در میں نماز عصر پڑھ رہے ہیں میں بھی آپ کی اقتدا میں نماز میں شریک ہوگیا بعد نماز آپ مجھ سے ملے اور مجھے اپنے پیروں کے حلقہ میں لے لیا اور از راہ شفقت میری پیٹھ پر ہاتھ رکھا اور مسکرا کر فرمایا کہ لڑکے تو نماز نہیں پڑھتا ہے میں نے جواب دیا کہ جی نہیں آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ میں تیرے واسطے تین دن سے یہاں ٹھہرا ہوں۔

دوسری بار آنحضرت صلعم کی زیارت ہوی آپ نے مجکو اپنے قریب بلایا اور فرمایا کہ تجکو شک ہے کہ تجھے یقین کامل ہوگا میں نے عرض کیا کہ جی ہاں ابھی تو مجھے شک ہے فرمایا کہ نہیں اور میری پیشانی پر انگلی رکھکر فرمایا کہ پچانوے میں تکمیل ہے۔

زمانہ سلوک کی ہنگامہ آرای ایسی عظیم تھی کہ جس پر نظر پڑی بیخود ہو گیا ایک روز بیٹھے بیٹھے آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

دود آہ سینۂ سوزان من		سوخت ایں افسردگان خام را	

جتنے حاضرین تھے سب بیخود ہو کر تڑپنے لگے منجملہ اُنکے ایک مولوی صاحب نہایت متقشف قصبہ کسمنڈی کے رہنے والے تھے اُنکا یہ حال ہوا کہ دوزانو ہو کر جو مودب بیٹھے تو تین روز تک ایک حالت نہ کھانا نہ پینا نہ کسی طرح کی حرکت و جنبش ہر آرد قت چوتھے روز ہوش میں آے توبھی وحشت و دیوانگی کا تحمل نہ کر سکے کلکتہ کی طرف چلے گئے اٹھارہ برس کے بعد ایک بار لکھنو کے اتفاق سے راستہ میں آپ سے ملاقات ہو گئی معلوم ہوا کہ ابتک وہ دیوانگی قایم ہے۔

باوجود سلوک کی ہنگامہ آرای و شورش کے تمام عمر انگریزی ملازمت میں صرف کی اور دل بیار و دست بکار کا نمونہ سب کے پیش نظر کر دیا جہاں جہاں گئے لوگ گرویدہ ہو گئے اور دو چار شخص ہر جگہ طالب باطن بنا دیے اور اکثر کو سلوک کرا کے صاحب باطن بنا دیا جہاں جس بزرگ سے ملاقات ہوی وہ بزرگ ہمیشہ غیر معمولی طور پر ثنا خواں و معرف پاے گئے مولوی شاہ محمد سلیمان پھلواروی آپ کو بحر الحقایق کہا کرتے تھے اور مولوی شاہ گل حسن خلیفہ حضرت سید غوث علی شاہ قلندر پانی پتی و حاجی سلیمان مجذوب میرٹھی وغیرہ خاص محب و معتقد تھے

تقریر اسقدر اعلی ہوتی تھی کہ تحریر سے باہر ہے اسکا لطف وہی لوگ جانتے ہیں جنھوں نے کبھی آپ کی تقریر سُنی ہے یہ قول آپ نے رسے لکھنے کے قابل ہے کہ ہر شخص کو عالم میں جو کچھ نیک و بد پیش آتا ہے اُسمیں کوی نہ کوی معرفت ضرور مضمر ہوتی ہے کیونکہ عالم کی ہر بات حق کے ارادہ و حکمت سے ہوتی ہے لہذا آدمی کو ہر نیک و بد بات سے معرفت کے سوا اور کچھ حاصل

ذکر کرنا چاہیے کیونکہ آیہ کریمہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون میں لیعبدون کے معنی بقول حضرت ابن عباس لیعرفون ہیں یعنی تخلیق انسانی سے مقصود معرفت ہے اسی لیے آنحضرت صلعم نے شب معراج میں سب چیزوں پر دودھ کو فضیلت دی اور اسکی تعبیر معرفت سے فرمائی توحید کے لحاظ سے وجود فی نفسہ مع اپنے کمال مراتب کے مرتبہ ہے صرف معرفت درکار ہے معرفت حاصل کرکے ہر شے سے اسی معرفت کے لحاظ سے اور اس شے کے تقاضاے ذاتی کے موافق عملدرآمد کرنا یہی وجود کی عبادت ہے اور یہی حقیقی خدمت اور کمال کی شناخت ہے ؎

بود مرد آنکہ از بہر تمامی	کند با خواجگی کار غلامی

دوسرا یہ قول سلوک کیلئے بہت مفید ہے کہ سالک کا حال خون کی طرح ہونا چاہیے کہ جبتک گردش کرتا رہتا ہے اسوقت تک صاف رہتا ہے اور جہاں ساکن ہوگیا تو پھوڑا بنجاتا ہے حضرت مولانا روم کا ارشاد ہے ؎

ہر زماں ہیں می تراش و می خراش	تا دم مردن دمے فارغ مباش

آپ کی تحریر نہایت شستہ و سادی عبارت میں ہوتی تھی تصنیف میں عجیب بات یہ تھی کہ کبھی کسی کتاب سے کوئی مضمون لیکر نہیں لکھا بلکہ اپنے مشاہدہ و عرفان سے لکھا دو تین کتابیں یادگار ہیں

ایک شرح الکہف و الرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

دوسرا رسالہ کبریت احمر فی تحقیق القلندر جسکو آپ نے جلسہ واحد میں لکھا۔

تیسرا رسالہ حروف مقطعات کے حقایق و اسرار کے متعلق مگر افسوس کہ یہ رسالہ پورا نہوا کہ آپ کی وفات ہوگئی یہ کتابیں آپ نے محض میری فرمایش سے لکھیں۔

علاوہ انکے آپ کے ارشادات مختلف مضامین پر ایک ضخیم مجلد میں ہیں۔

اور مثنوی شریف پر حواشی بطور شرح کے تین جلدوں میں ہیں جنکو مولوی احمد احسان نعمانی آپ کے مسترشد خاص نے اپنے زمانہ درس مثنوی میں قلمبند کیا۔

آپ بہت بڑے صاحب تصرف تھے اور خود اپنی ذات پر بھی تصرف کرتے تھے بر نہایت

مشکل ہے چنانچہ ضلع جالون کے زمانہ ڈپٹی کلکٹری میں بخار آیا اور نزلہ قوت سامعہ پر گرا رخصت لیکر وطن آئے اسکا سلسلہ اتنا بڑھا کہ اطبا و ڈاکٹر علاج سے عاجز آگئے ورم جگر بھی پیدا ہو گیا غذا بالکل ترک اور نشست و برخاست سے معذور ہو گئے چھ ماہ تک مرض بڑھتا رہا ایک روز اپنے چھوٹے بھای خان بہادر منشی محمد تاج الدین صاحب کی پریشانی دیکھکر آپ کو قلق ہوا آپنے ارادہ کر لیا کہ اس مرض کو دفع کر دوں اور تندرست ہو جاوں اُسیوقت سے دوا وغیرہ چھوڑ دی اور کوی دقیقہ باسباب ظاہر بد پرہیزی و بے احتیاطی کا اُٹھا نہ رکھا اور محض اپنی مستقل ہمت قایم کی دوسرے ہی روز حکیم صاحب نے نبض دیکھکر تعجب ظاہر کیا کہ ورم نصف رہگیا ہے یہ کسی دوا کی تاثیر سے ایک روز میں اسقدر کم نہیں ہو سکتا تھا اور قوت زائل شدہ بھی عود کر آی ایسا کہ اُسیوقت پیادہ پا مکان سے تکیہ شریف پر حاضر ہوے اور حضرت وارث الانبیا سے سب قصہ بیان کیا اور کچھ دیر کے بعد پھر مکان پیادہ پا واپس گئے پھر کچھ دنوں میں بلا علاج و پرہیز بالکل اچھے ہو گئے اور قوت سامعہ بھی عود کر آی اُسکے بعد عرصہ تک میرٹھ و مظفر نگر میں ڈپٹی کلکٹر رہے۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ شیخ محمد یعقوب جنکا مکان آپکے مکان سے ملحق ہے ایک بار مرض دق میں مبتلا ہوے دوسرے درجہ پر دق پہونچگئی تھی اعزہ کو ہراس تھا اور وہ خود بھی مایوس تھے ایک روز آپ کو بلا بھیجا اور نہایت عاجزی سے کہا کہ میاں وہاج الدین کچھ ہم پر بھی توجہ کرو تم کو خدا نے بڑی ہمت دی ہے اُنکی حالت پر آپ کو قلق ہوا کہتے تھے کہ میں نے اپنی ہمت سے لا الٰہ کہکر مرض معدوم کیا اور الا اللہ سے وجود صحیح قایم کیا اُسی روز سے اُنکو افاقہ شروع ہوا رفتہ رفتہ کچھ عرصہ میں تندرست ہو گئے۔

مولوی عمران احمد صاحب بیان کرتے تھے کہ آپکے زمانہ قیام سلطانپور میں میں مثنوی شریف آپ سے پڑھتا تھا ایک روز یہ شعر پڑھ رہا تھا ؎

	اتصال بے تکیف بے قیاس		ہست رب الناس را با جان ناس	

دفعۃً مجکو پڑھنے میں گرمی معلوم ہوی میں نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو آپ کی آنکھیں انگاروں کی طرح روشن تھیں پھر مجکو معلوم ہوا کہ میں سیدھا اوپر جارہا ہوں اور بہت دور اونچا چلا گیا دیر تک یہ کیفیت رہی پھر یکبارگی نیچے آگیا۔

نیز وہ بیان کرتے تھے کہ کاکوری میں آپ کی کوٹھی کے پچھم جانب کے دالان میں آپ کے پاس حاضر تھا اور حکیم عبدالرحیم خاں بھی تھے اُنھوں نے آپ سے اپنے سلوک کے متعلق پوچھا آپ نے اُنکو اُنکا سلوک بتایا میرے دل میں آیا کہ میں بھی کچھ پوچھوں پوچھا تو فرمایا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کو کیا بتاؤں مگر اسکے ساتھ ہی معاً میرے قلب پر القا کیا کہ میرا سلوک ذاتی ہے اسلئے اسمیں بتانے سمجھانے کی گنجایش نہیں اس سے بیحد انبساط ہوا جسکی وجہ سے مجکو تجلی ضحکی شروع ہوگئی اگرچہ یہ جانتا تھا کہ اس انبساط کیلئے ہنسنا مضر ہے مگر مجبور تھا کئی روز تک وہ حالت رہی

نیز وہ بیان کرتے تھے کہ ایک بار میں نے جاذبہ کے متعلق پوچھا کہ کس طرح آتا ہے فرمایا کہ تم کو خود معلوم ہو جائیگا کچھ دنوں کے بعد ماہ رمضان میں میں تحصیل سندیلہ میں گولر کے درخت کے نیچے سو رہا تھا دفعۃً آنکھ کھلی معلوم ہوا کہ میرے سر کو کسی نے دونو ہاتھوں سے دبایا پھر میں مع چارپائی کے اوپر کو اُٹھا اور اتنا اونچا ہوگیا کہ وہ درخت مجھ سے بہت نیچے رہگیا پھر معلوم معلوم ہوا کہ مجکو ایک چکر دیا گیا اور یہ حالت میری خواب کی نہ تھی بلکہ بیداری کی اسلئے کہ اپنے ملازمین کی ساری گفتگو میں نے اُسی حال میں سنی اور اُن سے تصدیق کی۔

حکیم عبدالرحیم خاں صاحب کہتے تھے کہ ایک بار میں آپ کے ساتھ حضرت پیرو مرشد کی درگاہ کے صحن میں بیٹھا تھا اور اپنے سلوک کے متعلق عرض کر رہا تھا اسی دوران میں میں نے پوچھا کہ آسمانوں کی سیر کیونکر ہوتی ہے آپ نے میری طرف بغور دیکھا دفعۃً مجکو سناٹا معلوم ہوا اور میں مع آپ کے اُڑا آسمانوں کی سیر شروع ہوگئی میں ہر ایک آسمان کے حالات آپ سے کہتا جاتا تھا اور آپ تصدیق کرتے جلتے تھے یہانتک کہ ساتوں آسمانوں کی سیر ہوی اُسکے بعد آپ نے فرمایا کہ بس یہ کہنا تھا کہ سیر ختم ہوگئی۔

نیز وہ بیان کرتے تھے کہ آپ دیگڈھ شریف سے حضرت کلید عرفاں کے مزار کی زیارت کر کے آئے تھے اور بیان کرتے تھے کہ مجکو حضرت کے یہاں سے نعمت بہت عطا ہوی ہیں نے بہت اصلاح سے کہا کہ آپ وہاں سے بہت لیکر آئے ہیں کچھ ہم غریبوں پر بھی عنایت کیجیے آپ نے میری طرف ایک نظر کی معاً مجھے انا الحقیقی حال ہوگئی اور بالکل مست ہوگیا بیخودی میں میری زبان سے بار بار کلمہ سبحان اللہ نکلتا تھا اور اسکے ساتھ ہی یہ ادراک ہوتا تھا کہ لفظ حق نے کہا اس سے اور مستی و بیخودی بڑھتی جاتی تھی اسی حالت میں مجھے آپکے مرتبہ و سلوک کا حال بھی کھلا جسکو الفاظ میں لانا امکان سے باہر ہے مگر زبان سے بیساختہ آفریں نکلتی تھی اور آپ میری ہمت سنبھالنے کیلئے فرماتے تھے کہ واہ پٹھان شاباش ہے اس سے میرا ذوق اور دونا ہوتا تھا لیکن چونکہ فنا اس درجہ کی نہ تھی لہذا وہ حالت رات بھر کے بعد کم ہوگئی۔

نیز وہ بیان کرتے تھے کہ چار روز قبل وصال ایک روز آپ لکھنو گئے مجکو آستانہ شریف سے بلاکر باصرار ہمراہ لیا راستہ میں میں نے کہا کہ آپ کچھ عنایت نہیں کرتے ہیں حالانکہ سب کچھ کر سکتے ہیں ہم پر ترس کھائیے آپنے ایسی توجہ کی کہ دفعۃً مجکو تجلی ذاتی ہوی اور ایسی بسیط کہ انہی آنکھوں سے ہر ہر شے میں جلوۂ حق مشاہدہ کرتا تھا اور نہایت انبساط تھا یہ حال لکھنو ہو چکنے پر بھی قایم رہا اور کئی روز تک محظوظ کرتا رہا۔

آپ کا واقعہ وصال بھی ہمہ تن سوز عشق سے بھرا ہوا ہے ایک روز قبل تک کچھ شکایت نہ تھی تیسری جمادی الاولی سنہ تیرہ سو اکتیس روز جمعہ صبح کے وقت کچھ طبیعت بے کیف ہوی معدہ میں امتلاء و سوء ہضم معلوم ہوا حکیم عبد الرحیم خانصاحب نے ہاضم دوا تجویز کی دوا تیار نہو پای تھی کہ قے ہوی پھر دوا دیگئی کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ اب تکلیف بہت ہے دفعۃً پھر قے ہوی جسمیں اولاً غذا ئیت تھی دوسری بار پانی کاسنی رنگ کا اور تیسری مرتبہ محض خون جس سے کپڑے تر ہوگئے اور ضعف بڑھ گیا دو گھنٹے کے بعد دوپہر کو پھر خون کی قے ہوی جس سے طشت بھر گیا حضرت وارث الانبیا عیادت کو تشریف لیگئے اور مزاج پرسی کی عرض کیا کہ خون کی قے ہوی پہلے

بہت تکلیف تھی اب کم ہے اندر گرمی بہت معلوم ہوتی ہے جی چاہتا ہے سو رہوں حضرت واپس آئے سہ پہر کو لکھنؤ سے حکیم و ڈاکٹر آئے سب نے کہا کہ حالت قابل اطمینان ہے معلوم نہیں خون کس وجہ سے آگیا تھا معدہ و جگر و جملہ اعضا کی حالت اچھی ہے البتہ ضعف ہے وہ جاتا رہیگا شام کے وقت حضرت وارث الانبیا پھر تشریف لیگئے تو چاق پایا اسوقت نہایت ذوق و شوق سے حقایق و معارف بیان کر رہے تھے حضرت سے عرض کیا کہ میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ صف اول حضور حق فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر میں جو کاملین ہیں انھیں کا ہر شخص ہر شخص ہے یعنی ایک دوسرا اور دوسرا پہلا ہو جاتا ہے وہاں یہ تمیز نہیں ہوتی کہ حضرت شاہ حبیب حیدر کون ہیں اور وہاج الدین کون پھر نواب صاحب شاہ آباد آگئے انکے ساتھ ایک صاحب تھے جو کچھ گانا بھی جانتے تھے اُن سے آپنے ہولی کی فرمایش کی وہ حضرت غوث ملت کی یہ ہولی گانے لگے کہ رنگ پھاگ رچیوں اکیلی پیا سنگ اسپر بہت ذوق ہوا کئی بار فرمایا کہ اعلی علیین سے تحت الثری تک دھول اُڑا دی تب اعزہ مطمئن ہو گئے دفعۃً آٹھ بجے رات میں پھر خون کی قے ہوی اُسکے بعد سے برابر خون کا سلسلہ جاری رہا اور خون کے ساتھ دل و جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر گرتے تھے زبان پر اللہ بس باقی ہوس جاری تھا یہانتک کہ بوقت دو بجے شب کے آپنے بعمر ساٹھ سال فضاے عالم قدس کو اپنا آرامگاہ بنایا۔

چوتھی جمادی الاولی روز شنبہ بعد نماز ظہر حریم روضہ حضرت قطب الاقطاب میں جانب مشرق دفن ہوے آپ کا مزار سنگ مرمر کا ہے سرہانے تکیہ میں یہ تاریخ وفات طبعزاد مولوی محمد عاصم قیس کاکوروی کی نصب ہے ؎

وہاج الدین قلندر رند ہشیار	دلش کز بادۂ خمار شد مست
دل او حین تن آمد ازیں رو	تنش از صحبت دلدار شد مست
ازاں مے مست آمد او کزاں مے	جنید و شبلی و عطار شد مست
بہوش آمد چو شمس الدین تبریز	چو مُلّا بر سر بازار شد مست

سبک خون دل و لخت جگر ریخت
بآب خنجر طرار شد مست

بہ بیں حالش مجو سال وصالش
کہ قیس او سبے سر و دستار شد مست

ز جام و بادہ و مل درگذشتہ
انا الحق می زد و بردار شد مست

۱۳۸ — تخرجہ — ۱۳-۳۱

باقی مفصل حالات زندگی آپکے ملفوظ عیون المعارف من شیون العارف مولفہ مولوی محمد عالم قیصری مرحوم کاکوروی آپکے بھانجہ ومسترشد خاص میں موجود ہیں یہ کتاب کافی ضخیم ہے اور نہایت عمدہ ومفید ہے سنہ تیرہ سو چالیس میں لکھی گئی اور سنہ ۱۳۴۱ھ میں مطبع اصح المطابع تھوی ٹولہ میں چھپی۔



نفحہ ہفتدہم

ذکر حضرت وارث الانبیا مولانا و مرشدنا مولوی شاہ محمد حبیب حیدر قلندر قدس سرہ الاطہر

آپ کی ولادت باسعادت سترہ ماہ شوال المکرم روز پنجشنبہ سنہ بارہ سو ننانوے ہجری میں ہوئی
آپ کی ولادت سے قبل جنابہ نانی صاحبہ مغفورہ اہلیہ جناب مولانا حامد علی صاحب مغفور خلف اصغر حضرت مقتدائے جہاں نے خواب میں دیکھا کہ اُنکے پاس ایک لڑکا بیٹھا ہے اور حضرت مقتدائے جہاں اُن سے فرماتے ہیں کہ اسکو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے نذر کر دو اُنھوں نے بیدار ہوکر یہ خواب حضرت فخر الکاملین قدس سرہ سے بیان کیا خوش ہوکر فرمایا کہ بہتر ہے چنانچہ جب آپ پیدا ہوئے تو اُنھوں نے آپ کا نام نامی غلام قادر رکھا۔

نیز اعزہ میں والدہ منشی ناظم حسین صاحب مرحوم نے جو رشتہ میں آپ کی نانی ہوتی تھیں جب آپ شکم مادر میں تھے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خواب میں دیکھا کہ آپ کی والدہ صاحبہ کا نام لے کر ارشاد فرما رہی ہیں کہ یہ انار اُنکو دیدو۔

حضرت فخر الکاملین بوجہ ان بشارات کے آپ کو بہت چاہتے تھے اور اکثر فرماتے تھے کہ میں نے اسکو اپنا لڑکا بنایا ہے کئی بار اپنی ٹوپی اور تاج آزادی بھی پہنایا اور وفات سے چار پانچ روز قبل جب حضرت قطب الاقطاب کو اجازت و خلافت دی تو آپ کو بھی اجازت عطا کی اور فرمایا کہ اب دنیا سے کوئی تمنا مجکو سوائے تمھارے باقی نہیں ہے۔

زمانہ طفولیت سے سن شعور تک آپ اپنی نانی صاحبہ مغفورہ کے زیر تربیت رہے جناب منشی شیدا علی صاحب بیان کرتے تھے کہ میری عمر تقریباً تیرہ چودہ سال کی تھی جب میں

حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں صبح سے دس بجے تک پڑھنے جاتا تھا پھر ایک بجے دن کو گھر سے فارسی میں کوی رقعہ یا مضمون لکھکر بغرض اصلاح محلسرا کے کمرہ میں جہاں حضرت تشریف رکھتے تھے لیجاتا تھا اُس زمانہ میں آپ کی عمر تقریباً چھ ماہ سے زاید نہوگی آپ نہا بچہ پر حضرت پیر و مرشد کے پاس لیٹے ہوتے تھے پیشاب و پاخانہ کے وقت بھی دایہ نہیں بلای جاتی تھی بلکہ حضرت پیر و مرشد خود ہی اپنے پیروں پر بٹھا لیتے تھے اور طہارت کرا دیتے تھے اپنی کم عمری کی وجہ سے میں اس طرز عمل کو انتہای شفقت و محبت پدری پر محمول کرتا تھا مگر بعد کو مجھے حضرت محترم منشی تاج الدین صاحب قبلہ کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت پیر و مرشد نے اُسی زمانہ شیر خوارگی سے آپ کی روحانی تعلیم و تربیت شروع کر دی تھی ع قیاس کن ز گلستان من بہار مرا۔ جسنے عالم شیر خوارگی سے ایک قطب الاقطاب کی گود میں پرورش پای ہو اور اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر انوار و تجلیات ربانی مشاہدہ کیئے ہوں اُسکا شباب کس پایہ کا ہوگا۔

چار سال کی عمر میں آپ پڑھنے بٹھائے گئے ابتدا سے انتہا تک جملہ علوم معقول و منقول کی تعلیم حضرت قطب الاقطاب سے پای وہ ہر وقت آپ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے اور ہر طرح سے قولاً و فعلاً و عملاً تعلیم دیتے تھے بچپن ہی سے آثار سعادت و سیادت چہرہ تاباں سے نمایاں تھے جو آپ کو دیکھتا وہ نقش حیرت بنجاتا اللہ جمیل و یحب الجمال کا نقشہ پیش نظر ہوجاتا ہے

تیری صورت سے کسی کی نہیں ملتی صورت	ہم جہاں میں تری تصویر لئے پھرتے ہیں

اُنیس سال کی عمر میں تمام علوم پڑھکر فراغت حاصل کی۔

سولہ سترہ سال کی عمر میں ورزش و فن سپہ گری کے حصول کا شوق ہوا جسے آپنے حافظ ظہیر الدین صاحب پہلوان کاکوروی اور حکیم عبدالرحیم خاں رامپوری سے سیکھا مولوی منصب علی صاحب ساکن تا لنگاون تلمیذ حضرت قطب الاقطاب جسطرح درسیات میں آپکے ہم سبق و شریک تھے اُسیطرح ان فنون میں بھی رہے جب وہ اپنے مکان چلے گئے تو صرف سلسلہ ورزش قرب زمانہ وفات تک قایم رہا حضرت قطب الاقطاب کے زمانہ حیات میں زیادہ کرتے تھے اُنکے بعد

بوجہ مصروفیت مشاغل رشد وارشاد اسمیں کمی ہوگئی مگر پھر بھی مدۃ العمر پابند رہے روزانہ صبح کو بالاخانہ سے اتر کر پہلے مزارات مقدسہ پر فاتحہ پڑھتے پھر ورزش سے فارغ ہوکر درس و تدریس میں مشغول ہوتے تھے ایسے پابند تھے کہ ماہ رمضان المبارک میں بھی خواہ وہ کسی موسم میں ہو ورزش نہیں چھوڑتے تھے۔

سترہ رجب المرجب سنہ تیرہ سو انیس ہجری یوم فاتحہ حضرت مقتدر سلے جہاں و حضرت فخر الکاملین آپ نے حضرت قطب الاقطاب سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں بیعت کی اور اجازت و خلافت پائی اور تمامتر تعلیم باطنی بھی انھیں سے پائی نماز مغرب کے بعد گرمیوں میں مسجد کی چھت پر اور جاڑوں میں مسجد کے اندر عشا کے وقت تک اذکار و اشغال میں مصروف رہتے تھے حضرت قطب الاقطاب آپ کے متعلق اپنے مخصوصین سے فرمایا کرتے تھے کہ الحمد للہ میرا بیٹا پہلوان ہے اور کبھی فرماتے کہ میں نے حبیب کو ایسا بنا دیا ہے کہ لوگ تماشہ دیکھیں گے اور اپنے زمانہ علالت میں شیخ تجمل حسین صاحب کاکوروی عزیز خاص سے (جبکہ انھوں نے یہ کہا کہ آپ اچھے ہو جائیے ابھی آپ کے لڑکے بہت چھوٹے ہیں صرف حبیب میاں ہوشیار ہیں مگر پھر بھی کمسن وہ کیا کرینگے) فرمایا کہ تجمل چچا حبیب کی طرف سے اطمینان رکھئے وہ سب بار اٹھا لیگا آپ نے اپنے حسن خدمت و اطاعت سے انکو ایسا گرویدہ کر لیا تھا کہ وہ اکثر فرماتے تھے کہ یہ میرے ہاتھ پیر ہیں انکے بغیر مجھکو سخت تکلیف ہوتی ہے جب کبھی سندیلہ یا لکھنؤ دو چار روز کیلئے تشریف لیجاتے تھے تو کل کام آپ کے سپرد کر جاتے خطوط کے جوابات اور شجروں پر دستخط آپ ہی کیا کرتے تھے آپ کی تعلیم اذکار و اشغال کے زمانہ میں خانقاہ میں متعدد حضرات ذاکر و شاغل تھے ایک مرتبہ حکیم عبد الرحیم خاں صاحب رامپوری نے حضرت سے عرض کیا کہ اتنا عرصہ مجھے فلاں شغل کرتے ہوئے ہوگیا اور یہی شغل مولانا بھی کرتے ہیں انکو فائدہ ہے مگر مجھکو کچھ بھی نہیں ارشاد ہوا کہ حبیب کا تمھارا کیا مقابلہ وہ اگر بجائے اللہ اللہ کے املی املی کہیگا تو اسکو اتنا فائدہ ہوگا جتنا تمکو مدتوں اللہ اللہ کرنے سے نہ ہوگا۔

سنہ تیرہ سو بائیس میں زمانہ درس بخاری شریف ایک روز صبح کو جب آپ حضرت قطب الاقطاب کی خدمت میں سبق پڑھنے گئے تو انھوں نے فرمایا کہ آج شب کو میں نے حضرت مقتدائے جہاں کی زیارت کی مجھ سے ارشاد ہوا کہ تمھارا لڑکا آجکل کس سلسلہ اذکار و اشغال سلسلہ قلندریہ میں مشغول ہے اُسے ذکر مجرد ھو بتا دو یہ بہت نافع ہوگا لہذا تم کو یہ ذکر بتاتا ہوں پھر اسکا طریقہ تعلیم فرمایا۔

منشی تقی حیدر عرف ابن صاحب کاکوروی بیان کرتے تھے کہ تین چار مسترشدین پر آپ کی خاص عنایت تھی اور اُنھیں کے سامنے بزمانہ ابتدا سلوک اپنا کوئی مکاشفہ یا نتیجہ ذکر و شغل بیان فرما دیتے تھے لیکن ایسا اتفاق کمتر ہی ہوا کرتا تھا اور اسکے بعد تو کتمان اس حد کو پہونچ گیا کہ بعض اہل کاکوری بھی سمجھ نہ سکے کہ آپ صاحب باطن یا ولی کامل ہیں۔

عنفوان شباب میں بعد مغرب مسجد تکیہ شریف میں مشغولی کیا کرتے تھے اور جناب رسالتمآب صلعم کی زیارت سے بچشم ظاہر مشرف ہوا کرتے تھے پہلی مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ نے دیکھا کہ آنحضرت صلعم تشریف لائے اور حضرت حافظ صاحب ہمراہ تھے آپ کے دل میں خیال آیا کہ شاید واہمہ ہو معاً حضرت حافظ صاحب نے اپنے دہن مبارک پر انگلی رکھ کر اشارہ فرمایا کہ یہ خطرہ دل سے نکال دو یہ واقعہ آپ نے مجھ سے اور اخوی منشی معراج الدین و محمد حسن صاحبان سے بیان فرمایا تھا۔

زمانہ علالت حضرت قطب الاقطاب میں خان بہادر منشی تاج الدین صاحب مغفور نے خواب میں دیکھا کہ آستانہ شریف کے صحن میں املی کے نیچے بہت مجمع ہے حضرت مقتدائے جہاں اُس مجمع میں ایک بلند چبوترہ پر کھڑے وعظ و نصایح فرما رہے ہیں بعد ختم وعظ مجھ سے فرمایا کہ تاج الدین کیا کریں کوئی سننے والا نہیں یہ فرما کر نظر سے غائب ہوگئے میں حضرت کو ڈھونڈھتا ہوا خانقاہ میں پہونچا معلوم ہوا کہ آپ درگاہ شریف والے مکان میں ہیں میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک بہت ضخیم کتاب کھلی رکھی ہے جسے آپ شاہ حبیب حیدر

صاحب کو جو بہت چھوٹے ہیں پڑھا رہے ہیں مجھے دیکھتے ہی نوازش و توجہ فرمائی و بشارتیں دیں پھر وہ جاگ پڑے اور یہ خواب حضرت قطب الاقطاب سے بیان کیا اُنھوں نے فرمایا کہ خواب بہت اچھا ہے اور تمھاری مقبولیت کی دلیل ہے لیکن میرے لڑکے کو کتاب پڑھانا یہ سمجھ میں نہیں آتا اسلئے کہ میں خود ہی اُسکو پڑھا رہا ہوں اُنھوں نے کیوں پڑھایا ممکن ہے کہ چونکہ یہ لڑکا اُنکے محبوب ترین صاحبزادہ کا نواسہ ہے اسلئے ایسی شفقت فرمائی یہ کہکر چپ ہو گئے

سنہ تیرہ سو بائیس میں آپ کو سند حدیث و وظایف وغیرہ حضرت مولانا سید علی ظاہر وتری محدث مدنی شیخ الحدیث حرم نبوی صلعم نے بلا کسی تحریک و خواہش کے جناب مولوی عبد الباری مغفور فرنگی محلی کے ذریعہ عنایت فرمائی جسکا واقعہ یہ ہے کہ جب وہ حج کیلئے گئے اور حضرت سید علی ظاہر سے حدیث پڑھکر سند لی تو واپس آکر بیان کیا کہ ایک روز حرم میں میں اُنکے حلقہ درس میں حاضر تھا وہ اپنے استاد حضرت شاہ عبد الغنی محدث مہاجر کے واقعات بیان کر رہے تھے اثنائے گفتگو میں مجھ سے کہنے لگے کہ میرے اُستاد بیان کرتے تھے کہ مضافات لکھنؤ میں ایک قصبہ کاکوری ہے اور وہاں دو بزرگ عظیم المرتبت شاہ محمد کاظم قلندر و شاہ تراب علی قلندر قدس سرہما صاحب علم و فضل و فقر تھے تو اب بھی اُنکی اولاد میں کوئی ہے میں نے عرض کیا کہ ہاں حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر اُنکی اولاد میں موجود ہیں جو بہت بڑے مدرس و عالم صاحب تصانیف کثیرہ اور شیخ وقت ہیں اور اُنکے تین صاحبزادے ہیں بڑے صاحبزادے فارغ التحصیل ہیں اور دو چھوٹے ہیں جو ابھی پڑھ رہے ہیں جب دوسرے روز میں گیا تو اُنھوں نے مجھے اجازت نامہ دیکر کہا کہ اسے لو جب وطن جانا تو میری طرف سے اسے کاکوری بھیجدینا مجھے تعجب ہوا اسلئے کہ میں اُنکی عادت سے واقف تھا کہ کسی کو وہ بغیر پڑھائے اجازت نہیں دیتے تھے سولہ جمادی الاولی سنہ تیرہ سو بائیس میں اجازت نامہ دیا اور اُنتیس جمادی الاولی کو اُنکی وفات ہو گئی یہ اجازت

نامہ مع جملہ اسناد آپ نے اپنے رسالہ الکلمۃ الباقیہ فی الاسانید المسلسلات العالیہ میں نقل فرمایا ہے اس اجازت نامہ میں علاوہ کتب حدیث تمام اوراد و احزاب و اعمال و سلاسل حضرات

صوفیہ کی اجازت سے ماہ رجب المرجب سنہ تیرہ سو چھبیس میں جناب مولانا فریدالدین خاں محدث کاکوروی نے اولاً دلائل الخیرات کی پھر ماہ شعبان میں حصن حصین وجملہ کتب حدیث وغیرہ کی تحریری اجازت مرحمت فرمائی یہ اجازت نامے بھی الکلمۃ الباقیہ میں مندرج ہیں۔

آپ نے سلسلہ درس تدریس حضرت قطب الاقطاب کے سامنے ہی سے شروع کر دیا تھا جو کم وبیش زمانہ وفات تک قایم رہا جن لوگوں نے آپ سے تھوڑا یا بہت پڑھا اُنکے جسقدر نام مجھکو یاد ہیں لکھتا ہوں۔

بندۂ احقر تقی حیدر میں نے شرح جامی سے آخر تک آپ سے پڑھا چنانچہ آپ نے جو مجھے اجازت نامہ عطا فرمایا اُسمیں تحریر فرماتے ہیں کہ قرأ کتب الفارسیۃ ومختصرات الصرف والنحو والمنطق من حضرت شیخی واستادی ثم لما مرض المسلم فی مرض فاته امر ھذہ العبید المجروح الی تعلیمہ وتدریسہ فعلمت الاخ الموصوف من الفوائد الضیائیۃ ما بقی من الکتب الدرسیۃ الخ

برادر عزیز مولوی حافظ شاہ علی حیدر انھوں نے گلستاں سے لیکر آخر تک آپ ہی سے پڑھا چنانچہ انکو جو آپ نے اجازت نامہ دیا اُسمیں تحریر فرماتے ہیں لما اشتغل فی حفظ القران المجید شرع معہ ایضاً درس بعض مختصرات الابتدائیۃ الفارسیۃ بحضرت والدہ العلام فقد بلغ الی قرأۃ مصنفات الشیخ سعدی الشیرازی الی ان مرض شیخی فی مرض الوصال واوصانی بتعلیمہ وتدریسہ فعلمت الاخ الموصوف من الکتب الفارسیۃ جمیع الکتب الدرسیۃ العربیۃ۔

مولوی حافظ شاہ اکرام علی علوی کاظمی انھوں نے ملاحسن سے صدرا وشمس بازغہ تک سب آپ سے پڑھا مولوی محمد عاصم متخلص بہ قیس کاکوروی ومرزا حکیم عبدالشکور کاکوروی ان دونوں نے ملاحسن تک آپ سے پڑھا اور میرے ہم سبق رہے حکیم احمد علی کاکوروی انھوں نے شرح وقایہ تک آپ سے پڑھا مولوی محمد عالم تیصری کاکوروی مولوی عبدالرحمن

علوی کاکوروی شیخ محمد نعیم بن شیخ محمد سلیم کاکوروی شیخ قیام الدین مرحوم ردولوی مولوی عبدالودود
ابن مولوی عبدالحکیم لکھنوی محمد ایوب بیگ ساکن ٹیرا ضلع بہرائچ چودھری فرحت علی سندیلوی
مولوی احمد خاں عرف رستم خاں مرحوم کاکوروی حافظ بقر عیدی کاکوروی ان لوگوں نے آپ سے
کتب درسیہ عربیہ مختصرات و متوسطات پڑھیں نواب حسین نواز جنگ منشی معراج الدین خسرو
کاکوروی مغفور مولوی محمد حسن عباسی و مولوی نظام الدین حیدر عباسی کاکوروی منشی تقی حیدر
عرف ابن صاحب کاکوروی منشی وصی الحسن و منشی رضی الحسن علوی کاکوروی مرحوم میر احتشام علی
کاکوروی منشی حبیب الدین مرحوم و منشی مقیم الدین ملک زادہ کاکوروی شیخ محمد نعیم و شیخ عبدالکریم
علوی کاظمی کاکوروی شیخ عبدالباقی و شیخ عبدالبشیر و شیخ عبدالغفور انصاری کاکوروی مرحوم
میر امتیاز علی کاکوروی منشی وصی حسن مرحوم و منشی ولی حسن ملک زادہ کاکوروی خواجہ عزیز احمد
علوی کاکوروی حافظ غلام محمد مرحوم کاکوروی منشی لطیف حسن کاکوروی منشی محمد ایوب وکیل
کاکوروی شیخ عبدالقدوس کاکوروی عظمت علیخاں حسرت کاکوروی ثم اللکھنوی منشی عبدالقیوم
کاکوروی حافظ حبیب علی کاکوروی سید اشتیاق حسین مرحوم سندیلوی شیخ دلدار حسین مرحوم ساکن
دیوہ قاضی اقتدار علیخاں مرحوم کاکوروی منشی مودود علی مرحوم کاکوروی شیخ اظہار الحسن کاکوری
منشی احتشام الدین و حافظ احترام الدین ملک زادہ کاکوروی منشی شمیم الدین و نسیم الدین قسیم الدین
مرحوم ملک زادہ کاکوروی قاضی ولی حیدر خاں عباسی کاکوروی منشی علی اختر و منشی عبدالرؤف
عباسی کاکوروی شیخ آغا حسین کاکوروی مولوی محمد ناظم مرحوم کاکوروی مولوی نیاز احمد و مولوی
نثار احمد وکیل سیتاپوری منشی عبدالاحد فتحپوری برخوردار مصطفےٰ حیدر عرف احسن سلمہ۔

تیئیس محرم الحرام روز دوشنبہ سنہ تیرہ سو چوبیس ہجری روز سیوم حضرت قطب الاقطاب
آپ نے ترک لباس کر کے خرقہ پہنا اور سجادہ نشین خانقاہ کاظمیہ ہو کر نام و نشان حضرات مرشدین
روشن فرما کر تیس سال عالم کو اپنے فیوض و برکات سے مالامال کرتے رہے اور باوجود کثرت
مشاغل ارشاد و درس و تدریس انکے مصنفات اور دیگر کتب کی تصحیح و ترتیب میں اپنا قیمتی وقت

صرف فرمایا کیے۔

سب سے پہلے جناب مولانا محمد نعیم فرنگی محلی کے فتاوے کی ایک جلد کی تہذیب و ترتیب کی اسکے بعد کتاب انتصاح کی تہذیب و تصحیح کی اور اسکا تتمہ موسومہ بہ ایضاح لکھا جسکے سبب تالیف میں لکھتے ہیں کہ

ماہ جمادی الاخر سنہ تیرہ سو پچیس میں ایک روز خیال آیا کہ کتاب انتصاح کی خدمت کروں لہذا مستعد ہو کر تصحیح شروع کی چونکہ علاوہ اغلاط کتابت کے اُسکے بعض بیانات میں اختصار مخل واقع ہو گیا تھا لہذا حتے المقدور اسکو دفع کیا اور چونکہ یہ کتاب سلاسل عالیہ خاندانی کے حالات میں تھی لہذا اسکی ضرورت محسوس ہوی کہ حضرت مولف کے والد ماجد کے کچھ حالات نیز بعض اور لوگوں کے حالات کہ جن سے اس خاندان میں سلاسل سبعہ کی اجازت ہے مثلاً حضرت شاہ عبداللہ قلندر برادر زادہ وخلیفہ حضرت شاہ عبدالرحمن قلندر لاہرپوری و حضرت شاہ خدابخش قلندر خلف و خلیفہ حضرت کلید عرفاں الہ آبادی و حضرت شاہ علی مظہر قلندر الہ آبادی و حضرت خواجہ حسن چشتی لکھنوی و خود حضرت مولف کتاب کے حالات لکھدیے جائیں تاکہ یہ بجاے خود ایک مستقل کتاب ہو جائے لہذا ان حضرات کے حالات لکھکر آخر میں ایک جدول مشعر بر تاریخ و سنین ولادت و وفات و مدت عمر و مدفن پیران سلاسل ثمانیہ اضافہ کر کے بطور تتمہ شامل کیے اور ایضاح فی تتمۃ الانتصاح نام رکھا۔

پونے دو جزو کا یہ تتمہ ہے اور سنہ تیرہ سو ستائیس میں مع کتاب چھپ چکا ہے۔

پھر ماہ محرم الحرام سنہ تیرہ سو چھبیس میں حضرت خواجہ حسن چشتی مودودی لکھنوی کے مکاتیب جمع فرما کر بصورت رسالہ مرتب فرمائے اور مکاتیب حسنیہ نام رکھا یہ پینتالیس مکتوبات ہیں جو مختلف مسائل طریقت و معرفت پر حاوی ہیں اور انکے آخر میں تیرہ مکتوبات حضرت شاہ مسعود علی قلندر و حضرت شاہ علی اکبر قلندر و حضرت شاہ خدابخش قلندر و حضرت شاہ حاتم علی الہ آبادی

وحضرت شاہ عبداللہ قلندر لاہرپوری وحضرت شاہ فقیر احمد ردولوی وحضرت شاہ نجات اللہ کرسوی قدست اسرارہم بنام حضرت غوث ملت بڑھا دئے ہیں اسکا حجم ساڑھے چار جزو کا ہے

پھر نسب نامہ حضرت سید العرفا شاہ محبا قلندر مولفہ حضرت شیخ محمد افضل لاہرپوری کی تہذیب وتصحیح کی چنانچہ اسکے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ

اسکو حضرت شاہ رکن الدین قلندر لاہرپوری حضرت مصنف کے کتب خانہ میں بصورت اوراق منتشر پایا بعض اجزا تلف ہوگئے تھے اسکو از سر نو بنفس نفیس مرتب کیا چونکہ مولوی صاحب اور میرے دادا حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر سے بہت ربط واتحاد تھا اسلئے اس نسخہ کی نقل یہاں بھی آئی میں نے اسی ماہ صفر سنہ تیرہ سو چھبیس میں دیکھا تو بوجہ جہالت کاتب غلطیوں سے بھرا ہوا پایا خیال آیا کہ اسکی تصحیح کرڈالوں لہذا اپنے کتبخانہ کے نسخہ کو ماخذات سے صحیح کیا اور بعض بیانات قابل حذف کو خارج کردیا اور ایک جدول ولادت ووفات ومدت عمر ومدفن بزرگان مذکورین نسب نامہ نیز فہرست مضامین مرتب کرکے داخل کتاب کردیں اور اس کام سے ربیع الآخر سنہ مذکور میں فراغت پائی۔

پھر سنہ تیرہ سو اٹھائیس میں مکاتیب حضرت عارف باللہ وحضرت غوث ملت قدس سرہما مدون ومرتب کرکے مفاوضات تاریخی نام رکھا۔

پھر سنہ تیرہ سو انتیس میں کتاب مستطاب فصول مسعودیہ مولفہ حضرت قطب الوقت سیدنا شاہ مسعود علی قلندر الہ آبادی کی تصحیح کی اور ایک مقدمہ موسومہ بہ فیوض مسعودیہ لکھا اسکے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ

میری عرصے سے خواہش تھی کہ اگر یہ کتاب چھپ جاتی تو بہت اچھا ہوتا آخر حضرت شاہ ولایت احمد قلندر کو اسکے چھپوانے کا خیال ہوا انھوں نے اسکی تصحیح وکاپی وپروف دیکھنے کا کام میرے سپرد کیا اور یہ فرمایا کہ اگر حضرت مصنف

اور اُنکے شیخ طریقت اور حضرات صاحبزادگان اور اُنکی اولاد امجاد کے حالات بھی
بطور مقدمہ لکھ دیے جائیں تو بہت مفید و مناسب ہوگا لہذا میں نے اصول المقصود
اور دیگر کتابوں سے حالات یکجا کرکے فیوض مسعودیہ نام رکھا اور اسکو پانچ فیض
اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا فیض اول حضرت شاہ مسعود علی قلندر کے حال میں فیض
دوم حضرت شاہ عبدالرحمن قلندر ثانی کے حال میں فیض سوم حضرت شاہ علی مظہر
قلندر کے حال میں فیض چہارم حضرت شاہ علی اکبر قلندر کے حال میں فیض پنجم حضرت
شاہ قطب اعظم قلندر کے حال میں خاتمہ مختصر حالات اولاد امجاد مرشدنا حضرت
شاہ باسط علی قلندر کے حال میں۔

یہ مقدمہ پونے دو جزو کا ہے۔

پھر شجرۂ خلفائیہ مرتبہ جناب مولوی شمس الدین ہرگامی مرتب فرمایا اُسمیں جابجا اکثر خلفاء کے نام رہ گئے تھے اور بہت بوسیدہ ہوگیا تھا حضرت شاہ ولایت احمد صاحب نے آپ سے اسکی تکمیل و ترتیب کی فرمایش کی لہذا آپ نے اُسکو مکمل فرمایا اور تاریخ و سنہ وفات و مدفن بھی لکھیں اور آخر میں شجرہ خانوادہ باسطیہ جو خانوادہ مجتبویہ کا مشہور تر شعبہ ہے اضافہ کیا ماہ ربیع الاولی ۱۳۲۹ھ میں یہ مرتب ہوا۔

پھر رجب سنہ تیرہ سو تیس میں کتاب مستطاب روض الازہر مع تکملہ حوض الکوثر کی تصحیح و تہذیب کی طرف توجہ فرمائی اور عبارتوں کے ماخذات سے تطابق میں بہت جانفشانی فرمائی اور تمام عربی عبارتوں کا ترجمہ بھی فرمایا اور جہاں جہاں اصطلاحات حدیث و تصوف آئے اُنپر حواشی لکھے اور ان دونوں کا ایک مقدمہ موسومہ بہ مواہب القلندر لمن یطالع الروض الازہر و الحوض الکوثر لکھا اور اسے چار موہبت پر مرتب کیا موہبت اول مصنف کتاب کے اساتذہ کے ذکر میں موہبت دوم مصنف کتاب کے حال میں موہبت سوم مصنف تکملہ یعنی صاحب حوض الکوثر کے حالات میں موہبت چہارم بیان کیفیت تصحیح کتاب مع تکملہ

وحل مشکلات واشارات وکیفیت استمداد بر ارواح طیبات یہ مقدمہ چار جزو کا ہے سترہ رجب
سنہ تیرہ سو تینتیس میں اسکے لکھنے سے فراغت پائی حق یہ ہے کہ جسقدر محنت و عرق ریزی
اسکی تصحیح و درستی میں آپ نے فرمائی اتنی کوئی اور کر نہیں سکتا علم تفسیر وحدیث وفقہ مع اصول
وسیر واسمار الرجال وتصوف واخلاق وملفوظات وتاریخ ودیوان ومثنویات کی تقریباً ڈیڑھ
کتابیں آپ کی زیر نظر رہیں خطبہ مواہب القلندریں ان سب کے نام بطور براعت الاستھلال
آپ لائے ہیں تقریباً چھ سال میں یہ کتاب مرتب تیار ہو کر مطبع سے چھپکر نکلی مولوی ضیاء الدین
صاحب بیان کرتے تھے کہ جب روض الازہر چھپکر آئی تو حضرت نے چند جلدیں مجکو بھوپال کے
چیدہ علماء ومشائخ کو دینے کیلئے عطا کی وہاں مولانا ذوالفقار احمد صاحب نے اسکا مقدمہ دیکھکر فرمایا
کہ میں نہیں جانتا تھا کہ ہندوستان میں اب بھی ایسے علماء ہیں جو صنعت براعۃ الاستھلال میں
ایسا نفیس خطبہ کتاب لکھ لیں اور بے انتہا پسندیدگی کا اظہار کتاب کے باب کیا مفتی عنایت اللہ
علیگڈھی نے بھی بہت تعریف کی اور پیر ابو محمد صاحب فاروقی مجددی نقشبندی کتاب کے
مضامین سے نہایت متاثر ہوئے اور اپنے صاحبزادہ سے فرمایا کہ اس کتاب کو پڑھو اسپر ایک نگاہ
ڈالنا سو برس کی عبادت کے برابر ہے۔

اسکے بعد رسالہ الدرۃ البیضاء فی تحقیق مصداق فاطمۃ الزہراء کی ترتیب تہذیب
کی اور اسمیں بہت سے مضامین مفیدہ بڑھا کر ۱۳۳۵ھ میں چھپوایا۔

پھر کتاب مستطاب الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم کی تہذیب ترتیب کی طرف متوجہ
ہوئے اسمیں بھی آپ کو روض الازہر سے کم محنت کرنا نہیں پڑی اسلئے کہ اسکے بھی فصول ابواب
مدون نہ تھے مختلف منتشر اجزاء کی صورت میں یہ کتاب تھی تین چار سال اسکی تہذیب وتکمیل
میں صرف ہوئے سنہ تیرہ سو چنتالیس میں یہ کتاب چھپی۔

اسکے علاوہ خود بھی مستقل تصانیف فرمائیں سب سے پہلی تصنیف رسالہ شریفہ ارمغان آزادی
ہے اسکا سبب تالیف یہ ہوا کہ حضرت قطب الاقطاب قدس سرہ نے جب حضرت شاہ ولایت احمد صاحب

کو خرقہ پہنایا اور اجازت سلاسل دی تو اُن سے فرمایا کہ ہم نے ایک رسالہ میں مسائل متعلقہ بخرقہ پوشی و آزادی لکھے ہیں تم اُسکی نقل لے لینا چنانچہ اُنکے وصال کے بعد جب اُنھوں نے آپ سے وہ رسالہ مانگا آپنے ڈھونڈھا مگر اتفاق سے نہ ملا تب خود یہ رسالہ تحریر فرمایا تحریر کر چکنے کے بارہ سال کے بعد جب رسالہ کشف الدقایق کا میں نے ترجمہ کیا تو اُسکے آخر میں کچھ ایسے مسایل ملے اُسوقت آپنے دیکھکر فرمایا کہ ابا کی مراد غالباً اسی رسالہ سے تھی اُسوقت اسپر نظر نہ پڑی خیر یہ رسالہ ایک مقدمہ اور چھ فصلوں اور خاتمہ پر مرتب ہے مقدمہ شرایط شیخی و معانی شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت و عارف کے بیان میں فصل اول معانی فقر و مراتب و مقامات کے بیان میں فصل دوم اصلیت و مسنونیت خرقہ کے بیان میں مع اقسام خلافت مشایخ فصل سوم حقیقت معراض و حلق و قصر کے بیان میں فصل چہارم اقسام خرقہ و کلاہ کے بیان میں فصل پنجم حضرات قلندریہ کے لباس کے بیان میں فصل ششم آزادوں کو طریق دینے کے بیان میں مع آیات قرآنی متعلقہ و تنت طریق و طریقہ بعیت خاتمہ سوالات و جوابات مختلف میں پانچ جزو کا یہ رسالہ ہے بائیس ربیع الاولی روز جمعہ سنہ تیرہ سو انتیس کو یہ مکمل ہوا یہ میرا لکھا ہوا ہے اسمیں پہلے صفحہ پر شروع میں آپنے مجکو اور برادر عزیز سلمہ کو اجازت و خلافت اپنے دست و قلم سے تحریر فرمای ہے اور اس رسالہ کی اجازت بھی دی ہے۔

کتاب الکلمۃ الباقیۃ فی الاسانید المسلسلات العالیۃ اسمیں اپنے شیوخ سے جن جن علوم کی سند پای ہے وہ لکھی ہے جسکی مختصر تفصیل یہ ہے سند کلام مجید سند صحاح ستہ و سند مسانید و سند اوراد و وظایف و سند علوم درسیہ سند مثنوی شریف و عوارف و مسلسلات و مصافحہ و سلاسل نقشبندیہ و قادریہ۔ تقریباً دس جزو کا یہ رسالہ عربی ہے۔

رسالہ تنویر الہیاکل بذکر اسناد الاوراد والسلاسل عربی اس رسالہ میں آپنے اپنے شیوخ سے جن جن اوراد و اذکار و اشغال و مراقبات و سلاسل کی اجازت پای ہے اُسکی تفصیل تحریر فرمایا ہے جسکی مختصر فہرست یہ ہے کہ سلاسل ثمانیہ خاندانی و سلسلہ عیدروسیہ

وشاذلیہ وشطاریہ ومداریہ وقشیریہ وکبرویہ ورفاعیہ واویسیہ خضریہ وسند خرقہ وسبحہ ومصافحہ
واوراد ووظایف واعمال وادعیہ واسماء واذکار واشغال وغیرہ یہ بھی تقریباً دس جزو کا رسالہ ہے
یہ دونوں رسالے آپنے ہم دونوں کے اصرار و فرمایش سے لکھے جیسا کہ انکے خطبوں میں بضمن
سبب تالیف ذکر فرمایا ہے ان سب کی اجازت بھی آپنے ہم دونوں کو عطا فرمائی یہ دونوں
رسالے قلمی میرے ہاتھ کے لکھے ہوسے ہیں۔

کتاب شجرات المشایخ موسومہ بہ مناہج الطریقت فی ذکر سلاسل المعرفت اُردو یہ کتاب
آپنے بفرمایش جناب مولوی عبدالباری فرنگی محلی لکھی اسکی مختصر فہرست مضامین یہ ہے مقدمہ
فقر ودرویشی کے معانی وتعریف میں اور اسمیں چار فصلیں ہیں فصل اول آداب اہل فقر وحضرات
مشایخ کا مریدین کو شجرہ طریقت دینے کے بیان میں فصل دوم بلفظ خانوادہ اور طبقہ کی تحقیق
اور کثرت خانوادوں کے بیان میں فصل سوم چار پیر وچاردہ خانوادہ وخانوادہ ہاے اصول
وفروع کے بیان میں فصل چہارم سلسلۃ الذہب کے بیان میں باب اول خانوادہ علیہ قلندریہ
علویہ مکیہ کے بیان میں باب دوم خانوادہ عالیہ جنیدیہ کے بیان میں باب سوم خانوادہ عالیہ
چشتیہ کے بیان میں باب چہارم خانوادہ عالیہ اویسیہ کے بیان میں خاتمہ اُن امور کے بیان
میں جنکی رعایت وپابندی اہل فقر پر لازمی ہے۔

اس کتاب کے زمانہ تالیف میں اٹھانوے کتابیں آپکے زیر نظر رہیں جن سب کو آپنے
نام بنام خطبہ سبب تالیف کتاب میں ذکر کیا ہے حق یہ ہے کہ اُردو میں ایسی مفصل ومشرح کتاب
متعلق شجرات وسلاسل مشایخ غالباً نہ لکھی گئی ہوگی تقریباً چالیس جزو کی کتاب ہے سنہ تیرہ سو
تینتالیس میں اسے آپنے لکھنا شروع کیا دس سال کی محنت وعرقریزی کے بعد اسے سنہ
تیرہ سو ترپن میں تمام فرمادیا اس کتاب کو اول سے آخر تک میں نے ہی لکھا جب مجھے نزول الماء
کی شکایت ہوئی اور میں لکھنے سے معذور ہوگیا تو آپنے اسکو ختم کردیا ورنہ اور زائد تحریر فرماتے

رسالہ الشرف المبین بذکر معراج سید المرسلین اُردو اس رسالہ کا سبب تالیف یہ ہے

کہ جناب منشی وزیر احمد علوی کاکوروی ہرسال رجبی شریف کا جلسہ نہایت حوصلہ واولوالعزمی سے کرتے تھے اور آپ ہی سے ذکر معراج شریف پڑھواتے تھے ایک بار انھوں نے اصرار کیا کہ حضور اس موضوع پر خاص رسالہ لکھیں اور اُسی کو ہر سال جلسہ رجبی شریف میں پڑھا کریں چنانچہ آپ نے تحریر فرمایا جسے انھوں نے چھپوایا یہ تقریباً پانچ جزو کا رسالہ ہے۔

رسالہ تسکین الفوا و بذکر عید المیلاد اردو۔ آپ نے بڑی مسجد کاکوری میں شب دوازدہم ربیع الاول کو چندہ سے عید میلاد کا جلسہ قایم کرایا اور اُسکی ترقی میں برابر کوشاں رہے اُسی میں پڑھنے کیلئے یہ مولود شریف تالیف فرمایا اور کئی سال اسے پڑھا آپ کی وفات کے بعد اسے منشی عبدالرؤف عباسی اڈیٹر حق نے چھاپا یہ پانچ جزو کا رسالہ ہے آپ کے تمام تالیفات کا کاتب میں ہی رہا چنانچہ میری ہی لکھی ہوی یہ سب کتابیں کتب خانہ انوریہ میں موجود ہیں۔

انشاے حیدری یہ آپ کے اُن فارسی خطوط کا مجموعہ ہے جو آپ نے بزمانہ مشق تحریر فارسی حضرت قطب الاقطاب کو دکھاے اور اصلاح لی۔

انکے علاوہ آپ کے مکتوبات اردو مشتمل بر تعلیم و تلقین مریدین و مسترشدین ہیں جن کو میں نے بصورت کتاب جمع کیا ہے اگر خدا کو منظور ہے تو چھپ کر بصیرت افروز ناظرین ہونگے

آپ ہمہ تن کان صدق وصفا جان مروت و وفا مجمع اوصاف حمیدہ و خصائل پسندیدہ بالخصوص نہایت متحمل مزاج و بردبار و متقی و متورع تھے چودھری صابر علی صاحب سندیلی کہتے تھے کہ اتفاقاً یہ منظر میری نظر سے گذرا کہ ایک بار بعد ختم عرس شریف ایک تنبولی کشتی میں کچھ پان چاندی کے ورق لگے ہوے آپ کے حضور میں لایا آپ نے فرمایا کہ میں تمھارے پان خوشی سے لے لیتا مگر چونکہ تم نے میری زمین پر دوکان لگای تھی یہ کرایہ زمین میں محسوب ہونگے اسلئے نہ لونگا اُس نے بہت منت و سماجت کی مگر آپ نے نہیں لیے۔

آپکی خوش خلقی و حلم کے سب لوگ مداح تھے مولانا امجد علی صاحب مغفور علوی سے سنے

مجھ سے خود بارہا فرمایا کہ مولوی حبیب حیدر میں یہ صفت حلم ایسی ہے جو یہاں کے کسی بزرگ میں میں نے اتنی نہیں دیکھی انکی بزرگی کیلئے یہی ایک بات بہت ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ کاد الحلیم ان یکون نبیًا۔

منشی شیدا علی صاحب کہتے تھے کہ آپ مجسم تحمل و بردباری کی مثال تھے اور اپنے مریدین و معتقدین کو بھی اسی کی تعلیم فرماتے تھے اکثر ایسے موقعوں پر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

بدی را بدی سہل باشد جزا	اگر مردی احسن الی من اسا

میں نے خود کئی بار اُن روحانی اذیتوں کی شکایت آپ سے کی جو مجھے اپنے اعزا کے ہاتھوں پیش آئیں لیکن ہر بار یہی ارشاد ہوا کہ مولوی صاحب دنیا میں ایسا ہی ہوتا ہے اپنے اوپر لیجئے یہی نہیں صبر کیجئے چنانچہ پھر میں نے کبھی اس قسم کا درد دل نہ حضرت سے عرض کیا نہ کسی اور سے میں جب حسب معمول مہینہ میں دو ایک بار حاضر ہوتا تو مجھ سے ہر وہ واقعہ جسکا اثر بلحاظ بشریت آپ کو ہوتا اور میری غیر حاضری میں پیش آتا بکمال مکرمت بیان فرماتے اور اکثر مشورہ طلب امور میں مجھ سے رائے لیجاتی چنانچہ ایک بار کسی شخص کی چیرہ دستیوں کے متعلق آپ نے مجھ سے تذکرہ فرمایا میں اور عزیزی مولوی ضیاءالدین اسوقت حاضر تھے میں نے عرض کیا کہ ضیاءالدین اُسے بُلاکر تنبیہ کردیں ٹھیک ہو جائیگا آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ میں نے مولوی ضیاءالدین کی خودی توڑنے کیلئے انھیں تکیہ پر رکھا ہے نہ کہ اس قسم کے واقعات پر کوئی عملی قدم اُٹھانے کیلئے آپ کے اس ارشاد سے مجھے بجائے خود ندامت ہوئی اور تنبیہ بھی کہ میں اس تذکرہ کو کیوں متعلق بہ اصلاح نفس نہ سمجھا۔

خدا کا خوف اور اُسکی اطاعت کا ذوق جیسا کہ آپ میں تھا وہ سب دیکھنے والے جانتے ہیں اور جس نے آپ کی زیارت نہیں کی وہ سمجھ لے کہ حضرات سلف صالحین کی کیا روش تھی پابند شریعت بدرجہ کمال تھے اُسکی حدود و قیام شعائر کی حفاظت اسقدر مدنظر تھی کہ آج لاکوری کی چھوٹی بڑی مسجدیں آپ ہی کی وجہ سے آباد پائی جاتی ہیں اسکا خاص اہتمام تھا کہ

رمضان شریف میں کوی ایسی مسجد نہ رہجاے کہ جسمیں ختم قران اور تراویح نہو۔

سلامتی قلب اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتی ہے کہ زمانہ سجادہ نشینی سے لیکر مرض الوصال تک تیس سال کوی مہینہ کوی ہفتہ ایسا نہیں گذرا جسمیں آپکے متعلقین کی علالت نہوتی اور علاج و معالجہ کے جھگڑوں سے چھٹکارا ہوتا اسپر مستزاد مراسم دنیاداری اور درویشانہ رکھ رکھاو کی خاندانی پابندیاں جب آپ سجادہ نشین ہوے تو ایکروز جناب منشی وہاج الدین صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت حافظ صاحب اپنے مریدین میں سے جس کی اصلاح باطن کیلئے جو طریقہ تجویز فرما لیتے تھے اُس سے سر مو ہٹتے نہ تھے چاہے دنیاوی تکلیف و افلاس کے ہاتھوں اُسپر کچھ بھی کیوں نہ گذرجاے وہ اتنا توڑا جاتا تھا کہ اپنی بیچارگی کا ہر موقع پر اُسے احساس ہونے لگتا اور جو کچھ پندار ہوتا وہ سب تشریف لے جاتا مگر ان حضرت میں یہ بات نہیں انکے مزاج میں نرمی بہت ہے انکے مریدین کو اسطرح کی تکالیف زائد نہونگی چنانچہ واقعی آپکے بیشتر مریدین اچھی حالت میں ہیں مگر آپ ہمیشہ حضرت پیر و مرشد کے مریدین کے اخلاص کے معترف رہے اکثر فرماتے کہ اباکے مریدوں کا ایسا خلوص و نیازمندی ہمارے مریدوں میں اگرچہ تعداد میں زیادہ ہیں نہیں ہے۔ اظہار مشیخت سے نہایت متنفر تھے طبیعت میں تواضع بہت تھا اور ہر وقت ہشاش رہتے تھے صدمات و تکلیفات میں کبھی چیں بہ جبیں نہوے تقریباً چار پانچ سال حضرت قطب الاقطاب کے ظل عاطفت میں متاہل زندگی بسر کی اس عرصہ میں دو صاحبزادے پیدا ہوے بڑے جنکا نام نور الحمید رکھا انکے انتقال میں حضرت قطب الاقطاب بہت متاثر و محزون تھے مگر آپ پر بظاہر اثر نہ تھا کہا جا سکتا ہے کہ عنفوان شباب میں بچوں کا گذرنا چنداں الم انگیز نہیں ہوتا مگر اسکا کیا جواب کہ انکے بعد سات صاحبزادے و صاحبزادیاں در فوت ہوں مگر آپ کا قدم جادہ صبر و استقلال سے نہ ہٹا حالانکہ اسوقت آپ کی عمر سینتالیس سال کی تھی انکسار و خاکساری مزاج میں اسقدر تھی کہ جب کوی باہر کا مرید ہونے کیلئے حاضر ہوتا

توآپ یہی فرماتے کہ فلاں فلاں بزرگ فلاں فلاں جگہ موجود ہیں اُنکے جاکر مرید ہوجاؤ ہم فقیر نہیں ہیں ہمارے بزرگ البتہ تھے اس فرمانے پربھی اگر اُسکا اصرار قایم رہتا تو ارشاد ہوتا کہ دو چار دفعہ تکیہ پر آؤ ہمارا رنگ ڈھنگ دیکھو کسی کے کہنے پر نہ جاؤ پھر بھی اگر جی چاہے تو مرید ہوجانا ہمارا تو کام ہی یہی ہے اکثر ایسا ہوتا کہ دو ایک مہینہ کے بعد مرید فرماتے

اوضاع خاندانی کے بہت پابند تھے کبھی کسی جلسہ یا تحریک میں کوی حصہ نہیں لیا الکشن ممبری کونسل کے موقع پر بعض امیدواروں نے استدعاے اعانت کی اور اکثر نے بمنت وسماجت عرض کیا مگر آپ نے صاف فرمادیا کہ ان امور سے دلچسپی میرے خاندانی وضع وطریقہ کے خلاف ہے حالانکہ اگر آپ چاہتے تو اپنے اثر سے سیکڑوں ووٹ لاسکتے تھے

باوضع ایسے تھے کہ جو برتاؤ جسکے ساتھ ایک بار فرمایا اُسمیں آخر تک فرق نہ آیا جسکو جو چیز دیتے وہ اُسکا مقررہ حق ہوجاتا تھا جس سے بوقت حاضری یا رخصتی کھڑے ہو کر بغلگیر ہوتے تھے اُسکے ساتھ وہی طریقہ قایم رہتا بوقت سماع محافل عرس وفواتح میں پانچ چھ گھنٹہ ایک انداز اور جلسہ سے تشریف فرما رہتے اور بعد ختم محافل کسل کا اثر چہرہ پر نہوتا

عرس شریف اور فاتحوں میں مریدین ومعتقدین وعوام کے علاوہ فقرا ومشایخ وصاحب سجادگاں بھی آتے تھے جنکی مہمانداری میں کوی تخصیص نہیں ہوتی تھی وہ لوگ دسترخوان پر آپ کے ساتھ کھانا کھاتے جو معمولاً دو بجے دن کو اور اسیطرح شب کو ہوتا تھا یا اپنے جاے قیام پر منگوا کر کھا لیتے تھے محافل سماع میں سجادہ نشینوں کو اپنے قریب بٹھالیتے تھے اور اپنے حسب استعداد سب فیضیاب ہوتے۔

جناب منشی شیدا علی صاحب بیان کرتے تھے کہ آپ کے وصال سے ڈیڑھ سال قبل ایک نوجوان درویش یوسف شاہ ساکن بلہرہ ایک فاتحہ شریف میں تین چار لوگوں کے ساتھ حاضر ہوے صورت سے درویش نہیں معلوم ہوتے تھے ڈاڑھی منڈاتے اور کپڑے اچھے پہنتے مرید نہیں کرتے مگر معتقدین اُنکے لکھنو وبارہ بنکی میں بہت ہیں جب وہ آے تو حضرت کھانا

تقسیم فرما رہے تھے اور لوگوں سے جو انکے ساتھ تھے آپ نے مصافحہ کیا اور مزاج پوچھا اسلئے کہ وہ سب حاضر ہوتے رہتے تھے مگر یہ جو سب سے آگے تھے اور اس خیال میں غلطاں وپیچاں کہ آخر حضرت صاحب مجھ سے مخاطب کیوں نہیں ہوتے ان سے مصافحہ سب کے بعد کیا گیا اور انکے خطرہ پر مشرف ہو کر مسکرا کر فرمایا کہ بھئی دیکھتے ہو کھانا تقسیم کر رہے ہیں وہ اس ارشاد سے مطمئن ہو گئے اور ادھر اُدھر ٹہلتے رہے جب آپ تقسیم سے فارغ ہوئے تو انکو اشارہ سے بلایا اور کچھ دیر اُن سے باتیں کیں اور یہ فرما کر اُٹھے کہ کھانا کھا کر جانا چنانچہ دسترخوان پر حضرت نے فرمایا کہ دیکھو یوسف شاہ ہیں یا چلے گئے کسی نے کہا کہ وہ چلے گئے یہ واقعہ خود یوسف شاہ نے مجھ سے لکھنو میں بیان کیا اور حضرت کی بہت تعریف کرتے رہے میں نے انکی گفتگو سے اخذ کیا کہ یہ بھی فیضیاب ہوئے۔

مزاج میں اخفا و کتمان حد درجہ تھا لوگ ہر قسم کی مرادیں لیکر آتے اور اپنی حاجتیں عرض کرتے آپ یہی فرماتے کہ بھئی تعویذ لیجاؤ اللہ چاہیگا تو مطلب پورا ہو جاوے گا ہمارا کام دعا کرنا ہے دعوے سے جیسا کہ بعض فقرا کا دستور ہے کبھی کچھ نہ فرماتے۔

حکیم مرزا عبدالشکور کاکوروی آپکے شاگرد و مرید خاص بیان کرتے تھے کہ ماہ شوال سنہ تیرہ سو بائیس میں میرے والد مرزا غفور بیگ صاحب مرحوم نے پہلے مجکو حضرت حافظ صاحب قبلہ کے حضور میں پیش کیا بعد قدمبوسی پیر حضرت خداوند نعمت مرشد برحق کی خدمت میں لیگئے آپ اُسوقت برآمدہ قدیم میں درس دے رہے تھے والد مرحوم کے معروضات سنکر فرمایا کہ آپ تو ہمیشہ سے ہمارے خاندانی ججمان ہیں سوا ہمارے انکو پڑھانے کا اور کس کو حق ہو سکتا ہے بسم اللہ ضرور بھیجئے چنانچہ دوسرے روز حاضر ہو کر میں نے کتاب منشعب شروع کی اور سات سال مسلسل حاضر خدمت رہکر حسب استعداد خود کسب علوم میں مصروف اور حضور کے الطاف بزرگانہ اور مراحم خسروانہ سے سرفراز اور روز وصال تک سال میں کبھی کبھی ماہ شرف یاب خدمت ہوتا رہا اوقات حضوری میں ارشادات و بشارات سرور افزا

قلب و روح ہوتے رہے اور ہدایت کسب سعادت کرتے رہے مگر افسوس کہ کبھی اُنکی تحریر کا خیال نہ آیا چند ارشادات و واقعات پر اکتفا کرتا ہوں۔

حضور کے مزاج میں نفاست و لطافت بہت تھی ہر چیز کو خوشنما انداز اور خوبی سے مرتب دیکھنا پسند کرتے تھے اور اسکے خلاف سخت تکدر روا نزجار ہوتا مگر اسکا اظہار نرم الفاظ میں فرماتے بسا اوقات احقر کو کتب خانہ یا دوسرے دالان سے کسی کتاب لانے کا حکم فرماتے پھر بعد ملاحظہ اُسی جگہ رکھدینے کو فرماتے اگر رکھنے میں وہ کتاب یا کوئی چیز بھی کج یا ناہموار رہجاتی تو مسکرا کر فرماتے کہ تم نے عاشقی نہیں کی اسی لئے تم کو کسی کام کی خوش اسلوبی اور کسی چیز کی موزونیت پر موقوف نہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ ہر چیز نظر فریب و دل آویز کیونکر ہو سکتی ہے اور حضور کو راحت نہوتی جبتک خود اپنے دست مبارک سے اُسکو درست فرما دیتے زجر اور درشتی کے مواقع پر بھی آپ ہمیشہ اُس سے محترز رہتے ہیں اور حضرت مخدومی و محترمی جناب مولانا شاہ تقی حیدر قلندر مدظلہ مولف کتاب ہذا تقریباً چھ سال تک کتب درسیہ میں ہم سبق رہے بعض اوقات بعض کتب کے کسی سبق میں کئی کئی روز گذر جاتے اور بیشتر وقت حضور کا مطالب سمجھانے ہی میں صرف ہوتا مگر جب تک خود حضور کو ہم لوگوں کے مطالب ذہن نشین ہو جانے کا یقین نہو جاتا اُسوقت تک بس نہ فرماتے اور ہمارے بیجا شبہات اور بے موقع سوالات پر صرف یہی فرماتے کہ کیا کہیں عاشق ہو گئے ہو جو عقل و فہم اور ہوش و حواس کھو بیٹھے ہو کہ کوئی بات تمھاری سمجھ ہی میں نہیں آتی بوقت تصحیح کتاب انتصاح اُسکے صاف کرنے کی خدمت حضور نے میرے سپرد فرمائی اور ایک جزو کاغذ پر اپنے دست مبارک سے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور ایک سطر عبارت کتاب لکھکر مجکو عنایت فرمایا کہ اسطرح لکھو چنانچہ روزانہ میں قبل و بعد سبق کے کتابت میں مصروف رہتا اور نسخہ میرا لکھا ہوا کتبخانہ میں موجود ہے کبھی کسی روز اگر مجھسے تحریر میں تعویق ہو جاتی اور اُس روز جزو کے جلد صاف ہونے کی ضرورت ہوتی تب بھی صرف یہی فرماتے کہ آجکل کیا کہیں دل لگ گیا ہے جسکی وجہ سے لکھنے میں دل نہیں لگتا۔

عفو و درگذر کا یہ عالم تھا کہ کوئی شخص اگر کسی کے نامناسب کہنے کو حضور کے متعلق ذکر کرتا تو آپ اُسکی تاویل کرکے فرمادیتے کہ اُسکے کہنے کا یہ مطلب ہوگا اور کبھی فرماتے کہ ہم پر ان باتوں سے کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ جب کسی کی تعریف و توہین سے ہم میں کسی بات کی کمی و بیشی نہیں ہوتی تو ہم کو نہ کسی قسم کی فرحت و مسرت ہوتی ہے اور نہ ملالت و کلفت بہرحال ہم خوش اور سب کے دعاگو ہیں ؎

ہر کہ مارا رنجہ دارد راحتش بسیار باد	ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد بے خار باد

حضور کے جود و سخا کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی سائل کو محروم نہ رکھتے اگر کوئی کہتا کہ یہ سائل تو غیر حاجتمند اور مستطیع معلوم ہوتا ہے تو ارشاد فرماتے کہ ممکن ہے اُسکی دولت اُسکی ضرورت کو کافی نہ ہو لہذا حاجتمند ہی سمجھنا چاہیئے اور فرماتے کہ داد و دہش و عطا و بخشش مستحق و غیر مستحق سب کیلئے عام رکھنا چاہیئے تاکہ رزاق حقیقی کے نوال رحمت سے خود بھی بلا استحقاق ہمیشہ بہرہ یاب رہے۔

حضور اکثر ارشاد فرماتے کہ ارادت و طاعت خدمت و عقیدت بغیر نیازمندی کے کبھی مفید نہیں ہوتی اصل چیز نیازمندی ہی ہے ؎

آنجا نہ پذیرند نماز و ورع و زہد	آں چیز کہ آنجا بپذیرند نیاز است

اور خالص ادب و نیاز بغیر حقیقی موانست اور قلبی محبت کے میسر نہیں ہوتا۔

اور حضور ارشاد فرماتے کہ طالب کا بحالت قصور خدمت عذرات صحیح کو بھی بدلائل و براہین حضور شیخ میں معذرتاً کہنا خلاف ادب و باعث غیض و غضب اور اقرار قصور و خطا سبب صد عفو و عطا ہے ابلیس نے متکبرانہ سبب انکار سجدہ کو لطافت نار اور کثافت خاک سے مبرہن کیا مردود ہوا اور عتاب و علیک لعنتی الی یوم الدین سے معاتب ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام نے خاکسارانہ اقرار جرم کرلیا یہ فعل اُنکا مقبول ہوا۔

حضور ارشاد فرماتے کہ ادب و اطاعت شیخ و اُستاد یہ ہے کہ مرید و شاگرد سے کوئی بات خلاف مرضی اُنکے واقع نہ ہو اور احیاناً اگر ایسا ہوجائے خواہ اس امر میں یہ بالکل بے قصور ہی

کیوں نہو ہر حال میں اپنے ہی قصور کا اعتراف چاہئے یہ حق ادب و اطاعت سے خود حضور کے ادب و اطاعت کے متعدد واقعات اپنے زمانہ طالب علمی کے مجکو یاد ہیں جنمیں سے یہ ہے کہ ایکروز حضور مع حکیم عبدالرحیم خانصاحب مرحوم رامپوری کے برآمدہ میں تشریف فرما تھے اور میں بھی حاضر خدمت تھا اور حضرت حافظ صاحب قبلہ قدس سرہ بڑے دالان میں رونق افروز تھے کسی ضرورت سے بذریعہ خادم آپ کو طلب فرمایا وہ ابھی صحن خانقاہ میں تھا اور حضور تک پہونچا نہ تھا کہ حضرت حافظ صاحب نے آپ کو خود آواز دی کہ ابھی تک نہیں آئے جلد آؤ آواز سُنتے ہی آپ نے انگرکھا پہنا اور بند باندھتے ہوے سرعت سے حاضری کیلئے بڑے بڑے دالان کے قریب پہونچتے ہی تاخیر ہوجانے پر بہت اظہار ناخوشی ہوا حضور جھکائے اپنی تقصیر تاخیر کی معذرت کیا کئے حالانکہ آپ یہ عرض کر سکتے تھے کہ آدمی مجھ تک پہونچا بھی نہیں آپ کی آواز سُنکر میں فوراً حاضر ہوگیا مگر اسکو بھی آپ گستاخی و بے ادبی سمجھتے تھے۔

حضرت حافظ صاحب قبلہ کے زمانہ میں علاوہ اور خدمات کے خانقاہ شریف کے کتبخانہ کی نگرانی بھی آپ ہی کے سپرد تھی اور اُسکی ترتیب و تہذیب و ترقی میں حضور کو خاص انہماک تھا لیکن نہ ایسا کہ دیگر معمولات میں سرمو بھی تجاوز ہوجاتا اگر کسی ضرورت کیلئے حضرت حافظ صاحب آپ کو یاد فرماتے اور آپ اسوقت کتب خانہ میں ہوتے تو یہ ارشاد ہوتا کہ کتب خانہ کے سوا تم کو کسی کام سے مطلب نہیں رہا اور اگر کبھی کتب خانہ میں تشریف لے جاکر کوئی بات خلاف مرضی ملاحظہ کرتے تو فرماتے کہ کتب خانہ کی طرف تم کچھ توجہ نہیں کرتے ہمارے بعد شاید یہ سب کتابیں ضایع ہوجائینگی ایسے متناقض ارشادات پر بھی آپ ہمیشہ اپنے ہی قصور کا اعتراف کرتے۔

ایک بار بعض ایسے ہی ارشادات سُنکر جناب منشی وہاج الدین صاحب قبلہ مغفور نے حضرت حافظ صاحب قبلہ سے عرض کیا کہ حضور کے حسن تربیت سے بھیا صاحب ماشاء اللہ اب عالم فاضل و عارف کامل ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ حضور اُنکو بہت ڈانٹتے رہتے ہیں آپ نے اسپر

ارشاد ہوا کہ پیرزادوں کی تہذیب نفس بہت مشکل سے ہوتی ہے تم نے دیکھا ہوگا کہ سونے کو خالص بنانے کیلئے سُنار کو بہت سے تاو دینا پڑتے ہیں جب کہیں وہ خالص بنتا ہے انکو طلاء خالص بنانا ہے اسلئے جاو بیجا یہ سب تشدد ہے۔

حضور کی قوت حافظہ ایسی تھی کہ حضرت شاہ قلندر بخش کے صاحبزادہ شاہ مقبول احمد صاحب نے خیرآباد سے آپ کے حضور میں عریضہ بدست آدم خاص بھیجا جسمیں عرض کیا تھا کہ حضور تشریف لاکر اپنے دست مبارک سے حسب طریقہ پیران عظام مجکو لباس آزادیہ پہنا دیں حضور نے قبول فرمایا اور دوسرے روز عازم خیرآباد ہوئے یہ حقیر اور دیگر خدام ہمرکاب تھے وہاں پہونچکر بعد فاتحہ سیوم مجمع عام میں انکو خرقہ پہنایا اور سہ پہر کو وہاں سے قصد لاہرپور شریف کا کیا قبل اسکے بعمر ہفت سالگی صرف ایک بار آپ اور وہاں حاضر ہوئے تھے تقریباً بیس سال کے بعد اب یہ اتفاق ہوا تھا اثناء راہ میں آپ نے فرمایا کہ لاہرپور شریف کی آبادی شروع ہونے سے قبل ایک باغ ہے جسکے گرد بانس کے درخت ہیں اُسمیں حضرت مخدوم علاء الدین چرمینہ پوش کا مزار ہے وہاں سے ہم پیادہ چلیں گے چنانچہ دور ہی سے اُس مقام کو پہچان کر سواری سے اُترے اور مزار پر فاتحہ پڑھا اور بستی کی طرف روانہ ہوئے جتنے مزارات تھے آپ ہم سب کو نام بنام بتاتے گئے دوسرے روز وہاں کے تبرکات کی زیارت کرائی گئی ہر چیز کو آپ نے پہچانا اور جس بزرگ کی وہ تھی اُنکا صحیح اسم مبارک بتایا وہاں کے دیرینہ حاضر باشوں کو آپ کے اس قوت حفظ و یادداشت پر بہت حیرت ہوی۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ مکرمی مولوی حاجی حافظ محمد یعقوب انیق جونپوری جو ذاکر و شاغل و خوش اوقات بزرگ تھے اکثر ناگپور تشریف لایا کرتے تھے اور بیشتر اوقات میرے ہی یہاں رہتے تھے اور حضور ہی کے ذکر سے ہم دونوں مسرور رہا کرتے تھے حافظ صاحب بجان و دل مشتاق زیارت تھے فرماتے تھے کہ حضور کے جد محترم قدس سرہ کے زمانہ میں ایکبار میں حاضر آستانہ شریف ہوا ہوں اور اُسکو اتنا زائد زمانہ گذر چکا ہے کہ اب مجکو کچھ بھی یاد

نہیں ہے اُسی دوران میں وہ حاضر آستانہ شریف ہوئے گرمی کا موسم تھا اور بعد مغرب کا وقت
حضور صحن خانقاہ میں بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے وہ سلام کرکے قدمبوس ہوئے اور اپنا تعارف
کرانے کی غرض سے عرض کیا کہ کمترین کا وطن جونپور ہے اور اسوقت ناگپور سے آرہا ہوں
صرف اتنا کہا تھا کہ حضور نے فرمایا کہ آپ تو اس سے قبل ہمارے دادا صاحب کے وقت
میں بھی یہاں آچکے ہیں آپ کے ساتھ مولوی مدنی صاحب بھی تھے اور شیخ ناظم حسین صاحب کے
مکان پر آپ لوگ ٹھہرے تھے وہ بیان کرتے تھے کہ مجکو آپ کی اس یادداشت پر بہت
حیرت ہوی کیونکہ جب میں حاضر ہوا تھا اسوقت آپ بہت صغیر السن ہونگے اور مجکو یہ بھی
نہیں یاد ہے کہ اُسوقت آپ اپنے جد محترم کے پاس موجود تھے یا نہیں مجکو صرف اپنی تنہا
چند گھنٹوں کی حاضری یاد تھی مولوی مدنی صاحب کی معیت اور شیخ صاحب کے مکان پر قیام
بالکل بھول چکا تھا سالہا سال کے بعد حضور کے ارشاد سے یاد آیا کہ شیخ صاحب سے اور
مجھ سے حیدرآباد کے مراسم تھے اس بنا پر اُنکے مکان پر مقیم ہوا تھا اور مولوی مدنی صاحب
میرے اُستاد تھے لکھنؤ سے اُنکا ساتھ ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے سیرت باطنی کے ساتھ صباحت و ملاحت صوری و وجاہت ظاہری ایسی
عطا فرمای تھی کہ سبحان اللہ ؎

تیری صورت سے کسی کی نہیں ملتی صورت	ہم جہاں میں تری تصویر لئے پھرتے ہیں

حلیہ شریف آپ کا یہ تھا کہ گورا رنگ متوسط قد نہ دراز نہ کوتاہ جسکی کرامت یہ تھی کہ کسی
مجمع میں قامت موزوں کسی سے دبتا ہوا معلوم نہوتا تھا ؎

نخل قدش کہ از چمن جاں برآمدہ	شاخ گلے بصورت انساں برآمدہ

چھریرے پن کے ساتھ پُر گوشت چہرہ نہایت خوبصورت تھا آنکھیں بڑی بڑی بادامی
پیشانی چوڑی ناک بلند سوتواں رخسار کم گوشت داہنے رخسار پر ایک بڑا تل سیاہ مائل
بسبز رنگ تھا جسکو دیکھکر حکیم عبدالرحیم خانصاحب حافظ کا یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے ؎

اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دل ما را	بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

مولوی حاجی سعد الدین از نبایر ملا حمید الدین محدث کاکوروی کہتے تھے کہ حضرت سیدنا امام حسن علیہ السلام کے بھی ایسا ہی تل داہنے رخسار پر تھا اسلئے میں آپ کا معتقد ہوں لبہائے مبارک نہایت نازک اور پتلے تھے دہن اقدس تنگ اور دندان مبارک خوشنما و آبدار تھے وفات سے چھ سات سال قبل آپ کے دانت گرنا شروع ہوگئے تھے جس سے آخر آخر سخت تکلیف رہتی تھی مصنوعی دانت سامنے کے بنوائے بھی مگر کھانا کھاتے وقت اُنکو نکال لیتے تھے دانتوں کی تکلیف کی وجہ سے غذا کم ہوگئی تھی اچھی طرح کھایا نہ جاتا تھا اکثر بھوکے رہجاتے تھے مسواک و منجن کے ہمیشہ پابند رہے پان نوش کرتے تھے مگر تمبا کو کبھی نہیں کھای البتہ حقہ زیادہ پیتے تھے وہ بھی بہت تلخ سینہ مبارک چوڑا و کشادہ تھا اُسپر بالوں کا ایک باریک خط نمایاں تھا سر بڑا اور گول تھا ہر پنجشنبہ کو حلق کرانے کے پابند تھے البتہ آخر زمانہ میں جاڑوں کے موسم میں پندرھویں روز بوجہ حکیم معالج کے کہنے کے حلق کراتے تھے ریش مبارک گنجان و طویل نہ تھی اُسمیں ایک خاص زیبای اور چہرہ کے ساتھ تناسب تھا آخر زمانہ حیات میں نصف کے قریب بال سفید ہوگئے تھے روزانہ صبح کو بعد فراغت از وظائف داڑھی میں کنگھی اور آنکھوں میں سرمہ لگانے کے پابند تھے اور شب کو سوتے وقت بھی سرمہ لگاتے تھے داہنی آنکھ میں چار اور بائیں میں تین سلای نظر آپ کی دوربین نہ تھی ایک بار زمانہ حیات حضرت قطب الاقطاب آپ کو ۲۹ تاریخ چاند نہ دکھای دیا تو اُنھوں نے اپنی عینک آپ کو دی تب آپنے چاند دیکھا اُسوقت سے برابر عینک کا استعمال رہا عجیب بات یہ تھی کہ حضرت غوث ملت و حضرات قطب الافراد و مقتدی جہاں و حضرت فخر الکاملین کی عینکیں بھی آپکے ویسے ہی لگتی تھیں جیسی اپنے والد ماجد کی عینک غرض ہر ہر عضو نور کے سانچے میں ڈھلا ہوا اور اللہ جمیل و یحب الجمال کا آئینہ تھا چہرہ کی ساخت حضرت فخر الکاملین سے فی الجملہ مشابہ تھی جامہ زیبی صفت خاص تھی حضرت قطب الاقطاب کی حیات میں دو پلڑی ٹوپی اور کرتہ

وانگرکھا پہنتے تھے انگرکھے ہر طرح کے کپڑے کے ہوتے تھے اور ٹوپی تنزیب و چکن کی پاجامے مارکین کے اُنکے بعد جب خرقہ پوش ہوئے تو گرمیوں میں تنزیب کی گیروی ٹوپی اور تنزیب کا کرتہ اور گاڑھے کا پائجامہ اور جاڑوں میں نین سکھ کی اور دوہری خفیف روئیدار کتھری بنی ہوئی گیروی ٹوپی اور روئیدار انبوہ کا ٹوپ اور نین سکھ کا کرتہ اور سفید فلالین اور گاڑھے کی دوھری مرزائی یا انبوہ کی روئیدار اور انبوہ کا لبادہ تنزیب کا کرتہ چند سال پہنا پھر نین سکھ ہی کا کرتہ ہر موسم میں پہنا کئے مگر دونوں طرح کے لباس جسم پر پھوٹ نکلتے تھے بستی میں کہیں تشریف لے جاتے تو تنزیب کا گیروا دوپٹہ گلے میں ڈالتے اور نماز جمعہ و عیدین و اعراس و فواتح میں نماز پڑھانے کیلئے اُسیکا عمامہ باندھتے۔

مزاج میں صفائی اسقدر تھی کہ ہفتہ میں دو بار سہ شنبہ و جمعہ کو تبدیل لباس فرماتے ہمیشہ لباس صاف جسم اقدس پر رہتا مجال نہ تھی کہ کوئی دھبہ خفیف سا بھی کرتہ پر رہجائے پان کھانے میں اگر کوئی چھینٹ اتفاقیہ طور پر پڑ جاتی تو وہ فوراً دُھلوائی جاتی جناب مولوی شیدا علی صاحب کہتے ہیں کہ حضرت اسقدر حسین و جمیل و جامہ زیب تھے کہ جو ملبوس بھی زیب تن فرماتے وہی پھوٹ نکلتا اللہ غنی میری نظروں میں سجادہ نشینی کے وقت قلندری لباس میں حضرت کا ملبوس ہونا اور درگاہوں پر فقراے آزاد کے جھرمٹ میں جانا اور نقیب کا قلندری کی توصیف میں اشعار پڑھنا اسوقت بھی پھر رہا ہے۔

جملہ مکانات تکیہ شریف جو دور تک چلے گئے ہیں سب ہمیشہ صاف و سپید رہتے تھے۔
تعمیر سے خاص دلچسپی تھی خانقاہ شریف کی جسقدر درستی اور رونق آپنے کی وہ ظاہر ہے کتبخانہ انوریہ کی جدید عمارت آپ ہی کی توجہ سے بنی اور اُسمیں بہت کتابوں کا اضافہ ہوا تقریباً دس بارہ ہزار کتب مطبوعہ و قلمی موجود ہیں جنمیں اکثر کتب قلمی نہایت بیش بہا و نادر الوجود ہیں اس کتب خانہ کا تاریخی نام کتبخانہ انور رکھا قدیم کتب خانہ جو خستہ حال تھا اسکو از سر نو بصرف زر کثیر درست کیا اور اُسمیں بھی بہت سی کتابوں کا اضافہ کیا عرس و فواتح وغیرہ کی پخت

کیلئے بارہ چخانہ کی بہت بڑی عمارت بنوائی جو مکانات حضرت قطب الاقطاب کے زمانہ میں بنے
تھے اُنکی چھتیں آپ نے پختہ کرا دیں خانقاہ کے چبوتروں اور صحن میں سنگ سُرخ اور اینٹوں کا فرش
کرایا خانقاہ کا قدیم کمرہ و برآمدہ جو قدیمی نشستگاہ تھا پہلے چھوٹا اور معمولی حیثیت کا تین در کا
تھا آپ نے اُسے نہایت نفیس پانچ در کا پختہ ڈاٹ دار کرا دیا اسیطرح برآمدہ بھی کہ اُسکے پانچ
در مع کھنبوں کے سنگی خوشنما بنوا دیئے اور اُنمیں نہایت خوبصورت لوہے کے جنگلے لگوا دیے
اُسی کے ساتھ بارہ چخانہ قدیم وسیع و پختہ بنوایا عرس شریف میں جو فقرائے آزاد جمع ہوتے ہیں
اُنکے لئے ایک خاص وسیع عمارت تعمیر کرائی اور اُسکا تاریخی نام قصر خاکساران آزاد رکھا حضرت
مقتدائے جہاں کا حجرہ متصل درگاہ حضرت عارف باللہ جو نہایت بوسیدہ ہوگیا تھا اُسکو از سرِ نو
پختہ بنوایا یہ حجرہ ایک دالان اور ایک کمرہ پر مشتمل ہے اُسی سے ملحق پاخانہ و غسل خانہ پختہ بنوایا
صحن مسجد وسیع کر دیا اور اُسی سے ملحق جانب مغرب و شمال دو بڑے اور چھوٹے کمرے بنوائے
بارہ دری کی غلام گردش کی چھتیں پختہ کر دیں حضرت غوث ملت کی پشت درگاہ پر دونوں
جانب پختہ صحنچیاں کر دیں جنمیں روشنی کا سامان رکھا جاتا ہے اور عرس شریف میں مہمان ٹھہرتے
ہیں آپ کی تعمیرات میں سب سے بڑھکر حضرت قطب الاقطاب کا روضہ شریف ہے عرس شریف
کے میلہ کے بازار میں دوکانداروں سے اگرچہ کرایہ یا کوئی معاوضہ نہیں لیا جاتا تاہم آپ نے
بازار کی رونق اور دوکانداروں کے آرام کیلئے بڑے بڑے چبوترے بنوائے محفل سماع کے
شامیانہ اور مارکی کیلئے بہت وسیع و پختہ چبوترہ بنوایا بزرگان خاندانی کے قبور پر چار بڑی
درگاہیں اور سولہ چھوٹی درگاہیں اور اسیقدر مقابر بکلوا باغ میں سنگ مرمر کے کتبے لگائے

تیس سال آپ رونق بخش سجادہ عالیہ کاظمیہ رہے پہلا اور دوسرا دور ہر حیثیت سے خانقاہ
کاظمیہ کے عروج و ترقیات کا زمانہ تھا اس بیس سال میں آپ نے جسقدر تکیہ شریف کی ظاہری
رونق اور اعراس و فواتح و دیگر تقریبات کو اعلےٰ پیمانہ پر پہونچایا اور با لطف و پرکیف بنایا
وہ کسی پر مخفی نہیں ساتھ ہی اسکے اس مدت میں جسقدر آپنے فیوض و برکات ظاہری و باطنی سے

وابستگان دامن دولت کو خصوصاً اور ہر طالب سالک کو عموماً مستفیض فرمایا وہ اظہر من الشمس ہے حضرت قطب الاقطاب سے اکثر مسترشدین کی تکمیل فرمائی جنکے اسمائے گرامی یہ ہیں جناب منشی وہاج الدین و جناب منشی تاج الدین صاحبان جناب مولوی وسیم الدین صاحب جناب منشی شکور احمد صاحب جناب مولوی شریف الدین صاحب کاکوروی حکیم عبدالرحیم خاں صاحب اسپوری بابو اودھ بہاری لال صاحب مولوی عمران احمد صاحب سیتاپوری کوتوال محمد نذیر صاحب شہزاد پوری مولوی حکیم وصی علی و مولوی رضی علی و مولوی سمی علی صاحبان علوی کاکوروی۔

جناب منشی وہاج الدین صاحب منشی معراج الدین صاحب سے فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگوں میں سے جس جس کو جو کچھ لینا یا حاصل کرنا ہو وہ ان حضرت سے فوراً حاصل کرلے اور اپنا چلتا دھندھا کرے کیونکہ ایک زمانہ ایسا آنیوالا ہے کہ جب حضرت ایسا اخفاء و کتمان اور ایسی ملامت اختیار فرمائیں گے جسمیں ہم لوگوں کا ٹھہرنا دشوار ہوگا انہیں تم ہی لوگ ٹھہر سکتے ہو۔

علاوہ حضرت قطب الاقطاب کے مسترشدین کے خود آپ کے مسترشدین میں یہ اصحاب تھے جنکی تعلیم باطنی آپنے فرمائی جناب منشی معراج الدین خسرو کاکوروی جناب مولوی ضیاء الدین و مولوی محمد حسن و مولوی نظام الدین عباسی کاکوروی منشی تقی حیدر عرف ابن صاحب کاکوروی منشی جمیل احمد صاحب کاکوروی منشی محمد عابد و ڈاکٹر محمد صغر صاحبان نواب عبدالکریم خاں صاحب تعلقدار نواب عبدالمجید خاں رئیس نگرینہ منشی امیر احمد علوی کاکوروی ماسٹر عبدالوحید خاں جونپوری منشی عبدالحکیم علیگڈھی منشی صفدر حسین برادر زادہ منشی محمد نذیر صاحب شہزاد پوری مولوی محمد عاصم و مولوی محمد عالم قیصری کاکوروی حکیم مرزا عبدالشکور کاکوروی حافظ محمد یعقوب انیق جونپوری انہی زمانہ میں آپ سے تصرفات و کرامات کا صدور بھی بہت ہوا آخری دور میں تو آپنے ایسا اخفاء و کتمان و طریقہ ملامت اختیار کیا کہ باید و شاید منشی معراج الدین صاحب کہا کرتے تھے کہ حضرت اب وہ پہلے سے حضرت نہیں رہے اب انکی آنکھیں گول ہوگئیں مروت کسی کی نہیں رہی سوا اسکے کہ جسکو یہ خود سنبھالے رہیں اسکے قدم

ٹک سکتے ہیں ورنہ اب ہر ایک کا ٹھہرنا دشوار ہے۔

چند واقعات تصرف وکرامت مشتے نمونہ از خروارے و دستے از انبارے بخیال استفادۂ ناظرین متلاشی کرامت لکھے جاتے ہیں ورنہ سالکین حقیقت بیں کے نزدیک آپ کی جلالت شان اس سے کہیں عالی اور ذات اقدس بوجہ نمونہ کمالات الٰہی وخلاصہ صفات نبوی ہونے کے متعالی ہے۔

کرامت شیخ محمد شفیع علوی کاکوروی بیان کرتے ہیں کہ والد مرحوم کے انتقال کے بعد میں پانچ بار بغرض کوشش ملازمت بلرامپور گیا اور ہر بار ناکام واپس آیا ایک روز صبح کو پنجشنبہ کے دن تکیہ شریف پر حاضر ہوا اور حضرت پیر و مرشد کے مزار پر فاتحہ پڑھکر عرض کیا کہ حضور والا کے بعد اب ہم لوگوں کا سرپرست اور پرسان حال کوئی نہیں اور میں اسقدر پریشان ہوں کہ کیا عرض کروں اب پھر بلرامپور جا رہا ہوں اگر اس مرتبہ کامیابی نہوئی تو مجبوراً مجھے کوئی اور آستانہ ڈھونڈھنا پڑیگا اور آیندہ تکیہ شریف پر حاضر نہونگا یہ عرض معروض مزار سے متصل کھڑا ہوا بچشم تر کر رہا تھا عرض کر کے چند قدم ہٹا تھا کہ آپ تشریف لائے اور تقدیم سلام کر کے مجھ سے فرمایا کہ چچا شکایت کر چکے میں چونکہ اسوقت بہت پریشان تھا لہذا آپ سے بھی وہی عرض کیا فرمایا بس اتنی سی بات اچھا جائیے آپ نوکر ہوگئے جسوقت آپ بلرامپور پہنچیں گے اسی روز آپ کو پروانہ ملجائیگا اگر نہ ملے نہ آئیے گا میں اسیوقت کاکوری سے روانہ ہو کر بلرامپور پہونچا اور سید صفا خان بہادر منشی برکت اللہ صاحب کی کوٹھی پر گیا ملاقات ہوئی پوچھا کب آئے میں نے کہا کہ ابھی چلا آ رہا ہوں کہنے لگے خوب آگئے ہم تم کو تار دینے والے تھے تمہارا تقرر ہوگیا میں نے پوچھا کب کہنے لگے کل صبح کو میں نے پوچھا کے بجے کہا قریب ساڑھے سات بجے کے ٹھہرو ہم امور ضروریہ سے فارغ ہو جائیں تو پروانہ تم کو دیدیں مسل یقین ہے مہاراجہ صاحب کے اجلاس سے آتی ہوگی دو گھنٹہ کے بعد مسل آگئی اسوقت پروانہ تقرری لکھوا کر انھوں نے مجھے دیدیا اور کہا کہ گونڈہ جا کر اپنے والد کے دفتر کا چارج لیلو

آب میں سنے جو حساب وقت کا لگایا تو بعینہ وہی وقت تھا جس وقت کاکوری میں آپ نے فرمایا تھا۔

کرامت نیز وہ بیان کرتے تھے کہ ۲۶ صفر ۱۳۴۲ھ کو میں تکیہ شریف پر حاضر ہوا چونکہ یہ زمانہ محض بیکاری کا دوسال سے گذر رہا تھا اور آپ بوجہ علالت شدید و ضعف نشست و برخاست سے معذور تھے صبح کو مزاج پرسی کیلئے حاضر ہوا آپ خاموش لیٹے تھے میں نے پیر دابنا شروع کئے اگرچہ آپ نے منع کیا مگر میں نے نہ مانا اُسی حالت میں خیال آیا کہ جب میں نے آپکے پیر دابے تو مشکل رفع ہو گئی کیا تعجب ہے کہ اسوقت پیر دابنے سے حضرت میری طرف متوجہ ہوں تھوڑی دیر کے بعد آپ دوا پینے اُٹھے میں سلام کرکے چلا آیا دوسرے روز ایک ضرورت سے لکھنؤ گیا تو خان بہادر عبدالسمیع صاحب نے کہا کہ تم ابتک مکان پر ہو ایک بار بارہ بنکی ہو آؤ کیونکہ مہتمم بندوبست سے میں تمہارے متعلق یاددہانی کر چکا ہوں میں نے کہا بہتر ہے اُس روز میں کاکوری واپس چلا آیا جس روز میں نے پیر دابے تھے اُسی روز میرا تقرر بندوبست میں ہوا تھا دوسرے روز حکم جاری ہوا تیسرے روز حکم تقرری لکھنؤ میں ڈپٹی صاحب کے پاس پہونچا اُسی روز اُنھوں نے میرے پاس کاکوری بھیجدیا میں حکم ملتے ہی دوسرے روز بارہ بنکی روانہ ہو گیا اور وہاں جاکر نوکر ہو گیا۔

کرامت جناب مولوی شیدا علی صاحب بیان کرتے تھے کہ میرا بڑا لڑکا علی اختر عرف نوشاہ علی ایف اے پاس کرکے تھرڈ ایر یعنی بی اے کے پہلے سال میں پڑھ رہا تھا ۱۹۱۸ء کا یہ واقعہ ہے اثناء تذکرہ میں ایک روز حضرت نے فرمایا کہ کیوں آپ بی اے پاس کرانے کے خیال میں ہیں کانپور کے زراعتی کالج میں بھیجدیجئے وہاں سے جب پاس کرکے نکلیں گے تو کوئی معقول جگہ اُسی محکمہ میں ملجائے گی اور ترقی کرتے رہیں گے میں نے عرض کیا کہ تعلیمی مصارف کانپور میں قیام سے طعام و قیام کے اخراجات ملاکر اور بڑھ جائیں گے لہذا میں تو یہ ارادہ کر چکا ہوں کہ تعلیم کی تکمیل کرا دوں اب حضور کا یہ حکم ہے اگر اسی دوران میں وہ نائب تحصیلدار ہو جائے تو کالج کو خیرباد کراتے ہوئے بھی اچھا معلوم ہو حضرت مسکرا کر خاموش ہو گئے اور میں دو ایک روز رہکر لکھنؤ چلا آیا ایک ہفتہ بھی نہیں گذرا تھا کہ معلوم ہوا کہ نائب تحصیلداری کے امیدوار لیئے

جارہے ہیں ڈپٹی کمشنر لکھنو نے کاکوری کے ایک صاحب کو جو گریجویٹ بھی تھے نامزد کیا تھا لیکن اُنھوں نے ڈپٹی کلکٹری میں نامزدگی کی درخواست دی تھی رٹلیج صاحب قایم مقام ڈپٹی کمشنر تھے نوشاہ سلمہ میری حسب خواہش اُن سے ملے اور اپنی درخواست پیش کی اُنھوں نے کہا کہ مستقل ڈپٹی کمشنر ایک شخص کو نامزد کر چکے ہیں میں تم کو کیسے کر سکتا ہوں میں دریافت کرتا ہوں اگر وہ نہ گئے تو میں تم کو نامزد کر دونگا اسلئے کہ تمھارے پروفیسر مسٹر براؤن نے تمھاری تعریف لکھی ہے دریافت کرنے کے بعد اُنھوں نے نوشاہ کو نامزد کر دیا اور ڈاکٹری سرٹیفکیٹ اور گھوڑے کی سواری کا سرٹیفکیٹ داخل کرنے کا حکم دیا پہلا سرٹیفکیٹ تو بلا غل وغش ملگیا دوسرے کے متعلق البتہ خدشہ تھا اسلئے کہ سواری جانتے نہ تھے دو تین روز کے بعد سواری کا امتحان دینے کی بھی تاریخ آگئی اور سٹی مجسٹریٹ کے بنگلہ پر ایک گھوڑے پر سوار حاضر ہوے اور بھی کئی امیدوار تھے جب انکی باری آئی تو اُسنے پویی چلانے کو کہا یہ پوی کیا جانیں دو ایک چابک مار دیئے وہ سرپٹ لیکر بھاگا دو فرلانگ جانے کے بعد واپس لاے سواری کا سرٹیفکیٹ ملگیا نامزدگی کے کاغذات مع سرٹیفکیٹ نینی تال لیکر معائنہ کیلئے گئے وہاں سے بھی کامیاب آئے چونکہ چند نائب تحصیلداروں کی ضرورت تھی فوراً تقرر بھی ہو گیا۔

کرامت نیز وہ بیان کرتے تھے کہ ایک بار برسات کے موسم میں بوجہ بارش کے شب کو تکیہ شریف پر میں زیادہ دیر تک بیٹھا پانی جب برس کر نکل گیا میں نے رخصت ہونا چاہا حضرت نے فرمایا کہ ابھی ذرا دیر اور بیٹھ جایئے میں نے تعمیل ارشاد کی آپ کچھ لکھ رہے تھے چند منٹ کے بعد سر اُٹھا کر فرمایا کہ اب جایئے میں سلام کر کے چلا ملازم لالٹین لئے ساتھ تھا تکیہ شریف سے تقریباً چار فرلانگ کے فاصلہ پر لب سڑک ایک پختہ مکان کی دیوار چند منٹ قبل گری تھی اور سڑک پر اسکی اینٹیں پھیلی ہوی تھیں یہ دیکھکر میں سمجھا کہ حضرت نے مجھے یقیناً اسی وجہ سے چند منٹ روک لیا تھا۔

کرامت ایک مرتبہ اور تکیہ شریف سے واپسی میں ملازم کے انتظار میں مجھے شب کو بہت دیر ہو گئی دس بج چکے تھے اور اندھیری رات تھی جب میں اُٹھنے کا ارادہ کرتا آپ فرماتے

کہ تھوڑا اور انتظار کر لیجئے اندھیرا بہت ہے شاید آدمی آتا ہو جب کوئی نہ آیا تو فرمایا کہ اچھا جائیے خدا حافظ میں سلام کرکے رخصت ہوا پُرانے تھانہ تک جو تکیہ شریف سے دو فرلانگ ہوگا کسی نہ کسی طرح چلا آیا وہاں سے کٹرہ بازار کی طرف سے ایک خوانچہ والا جسکے خوانچہ پر چراغ باوجود تیز ہوا کے جل رہا تھا میرے آگے ہو لیا اور اُسی رفتار سے چلتا رہا جو میری رفتار تھی اُس نے قاضی گڑھی تک مجھے پہونچا دیا اسکے بعد وہ دوسری طرف چلا گیا اور معاً ایک تیز ہوا کے جھونکے نے اسکا چراغ بھی بجھا دیا۔

کرامت جس سال آپ کی وفات ہوئی اُسی سال کا واقعہ ہے کہ میرا چھوٹا لڑکا عبدالرؤف عرف ستو ایک فاتحہ شریف میں قریب مغرب موٹر پر بغرض شرکت حاضر ہوا اور بعد ختم محفل سماع بغیر اطلاع حضرت کے وہ اور اسکے ساتھی لکھنؤ روانہ ہو گئے دسترخوان چُنا جا رہا تھا اور حضرت صحن میں بیٹھے حقہ پی رہے تھے دفعتاً مجھ سے پوچھا کہ کیا ستو چلے گئے میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا کہ اگر نہ گئے ہوں تو روک لیجئے میں نے عرض کیا کہ موٹر گئے ہوئے دیر ہوئی آپ خاموش ہو گئے چونکہ دفعتاً مجھ سے سوال کیا گیا تھا اسلئے تردد ہوا دل میں سوچتا رہا کہ خدا خیر کرے معلوم نہیں کیا بات ہے دوسرے روز لکھنؤ پہونچکر میں نے ستو سے پوچھا کہ شب کو تم بخیریت پہونچ گئے تھے راستہ میں کوئی واقعہ تو نہیں پیش آیا انھوں نے کہا کہ راستہ میں ایک زبردست بھیڑئیے نے موٹر پر حملہ کیا تھا جست کرکے موٹر پر آنا چاہتا تھا مگر یہ سمجھ میں نہ آیا کہ وہ موٹر کے نیچے کیونکر چلا گیا میں نے خیال کیا تو ٹھیک وہی وقت تھا جب حضرت نے مجھ سے ستو کی روانگی کے متعلق پوچھا تھا دوبارہ جب میں حاضر ہوا تو میں نے حضرت سے پوچھا کہ اگر مرید کو کوئی ناگہانی آفت پیش آنے والی ہوتی ہے تو پیر کو خبر کیونکر ہوتی ہے آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ اسکو یوں سمجھئے کہ مچھر جب سوتے ہوئے آدمی کے جسم میں کاٹتا ہے تو اسکا بےخبری میں اُسی مقام پر ہاتھ پڑتا ہے کہ جہاں مچھر ہوتا ہے میں نے عرض کیا کہ اب میری سمجھ میں آ گیا اُسکے بعد آپ نے وجہ سوال پوچھی میں نے ستو کا واقعہ عرض کر دیا آپ مسکرا کر خاموش ہو گئے

یہ وہ واقعات ہیں جو مجھ پر گذرے اور جنکو میں اپنی افتادِ طبیعت کے باوجود اتفاقات کے زمرہ میں نہ لاسکا میرا یہ ایمان ہے کہ آپ ولی کامل تھے خطرات پر مشرف ہوکر اُنکا جواب فوراً دینا یہ تو معمولی بات تھی آسیب زدہ مکان کا بھی علم آپ کو فوراً ہوجاتا تھا چنانچہ ایک بار کا ذکر ہے کہ آپ دورانِ علالت اپنی اہلیہ محترمہ میں لکھنؤ تشریف لائے منشی اطہر علی مرحوم کی کوٹھی میں جو اُسوقت راجہ گنگوارہ کے ملک میں تھی قیام تھا مجھے علم ہوا تو میں بھی قدمبوسی کیلئے حاضر ہوا اور باصرار عرض کیا کہ میرے مکان پر تشریف لے چلئے دوسرے دن صبح کو مع دو تین اعزہ کے حضرت نے قدم رنجہ فرمایا مکان بڑا تھا اور شاہی زمانہ کا بنا ہوا تھا برآمدہ میں آپ نے تشریف رکھی ادھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں اسی اثنا میں آپ نے ایک مرتبہ سامنے کے غربی دریہ کمرہ کی طرف نظر اُٹھائی اور فرمایا کہ مولویصاحب اس کمرہ کی چھت پر آپ روزانہ مغرب کے وقت اذان دلوا دیا کیجئے میں نے کہا بہتر ہے بعد کو معلوم ہوا کہ وہ مکان آسیب زدہ تھا اسی لئے کم کرایہ پر مجھے ملگیا تھا میں نے چند روز قبل نقل مکان کیا تھا تقریباً ڈھائی سال میں اُسمیں رہا اور تجربہ سے مجھے اُسکے متعلق جو شہرہ تھا اُسکا علم ہوا۔

کرامت میں نے اپنے دونوں لڑکوں کو بچپن ہی میں مرید کرادیا تھا اسلئے کہ میرا عقیدہ ہے کہ پیر اپنے مریدوں کے ظاہر و باطن کا حاضر و غائب نگران رہتا ہے یہ دونو انگریزی تعلیم لکھنؤ میں پاتے تھے نوشاہ علی ریاضی میں دل نہیں لگاتے تھے اسوجہ سے بہت کمزور تھے جب پہلی مرتبہ انٹرنس کے امتحان میں شریک ہوئے تو ریاضی میں فیل ہوگئے دوسرے سال اسی مضمون کی خامی دور کرنے کیلئے ایک ہندو ماسٹر میں نے مقرر کردیا پھر بھی عدم توجہی کا یہ عالم تھا کہ گھنٹہ بھر تو ماسٹر کے سامنے طوعاً و کرہاً ضرور سوالات کرتے تھے مگر بعد کو نہیں اسمرتبہ بھی مجھے انکی کامیابی کے متعلق خدشہ تھا امتحان کا زمانہ آیا حضرت سے میں نے ملتجیانہ عرض کیا آپ کی توجہ سے کامیاب ہوجاتے آپ نے فرمایا کہ ہوجائیں گے گھبرانے کی بات نہیں امتحان شروع ہوا انگریزی کا پرچہ حسب معمول اچھا کرآئے دوسرے دن ریاضی تھی پرچہ دیکھا تو بہت

مشکل مگر جوابات صحیح ہونے لگے کہتے تھے کہ حضرت میرے سامنے کھڑے تھے اور بتلاتے جاتے تھے کہ یوں کہو یوں کرو جوابات بھی پرچہ سوالات پر لکھ لائے تھے جو بالکل صحیح تھے میں خوش ہوا اور سمجھا کہ اس مرتبہ یہ ضرور پاس ہو جائینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ابتدا زمانہ نائب تحصیلداری میں جب نوشاہ رانچی میں قایم مقامی کر رہے تھے ایک تحقیقات کی غرض سے کسی گانوں کو جسکا راستہ نہایت دشوار گذار تھا جانا پڑا ایک جانب پہاڑ کا نہایت عمیق کھڈ تھا اور دوسری طرف کتھہ کا جنگل بیچ میں ایک پگڈنڈی تھی جسپر یہ گھوڑے پر سوار گذر رہے تھے کافی مسافت طے کرنے کے بعد گھوڑا بھڑکا اور کانپ کر رک گیا پھر ایک دم سے سرپٹ اُسی پگڈنڈی پر بھاگا اسلئے کہ اُس نے ایک شیر کو دیکھ لیا تھا جو ایک گائے کا خون پی کر قریب ہی سے نکلا تھا یہ اپنے حواس قایم کئے بیٹھے رہے مگر اسکا اندیشہ لگا تھا کہ گھوڑے کا ایک قدم بھی غلط پڑا یا تو کھڈ میں لے گریگا یا کتھہ کے جنگل میں اور دونو جگہ موت کا سامنا تھا آگے چلکر وہ پگڈنڈی کتھہ کے جنگل کی طرف مڑی تھی جو گانوں کا راستہ تھا یہ مقام ایسی حالت میں کہ جب گھوڑا سرپٹ جارہا ہو نہایت پرخطر تھا جگہ کم جانور بے قابو دل ہی دل میں حضرت سے طالب استعانت ہوئے دفعتہ موڑ کے قریب حضرت کو کتھہ کے جنگل کے اندر سے آتے ہوئے دیکھا آپ آئے اور جیسے گھوڑا سرپٹ مقام خطرہ پر پہونچا آپ نے اُسکی لگام پکڑ کر جنگل کی طرف موڑ دیا وہ اُدھر ہو لیا اور اسکی رفتار بھی دھیمی ہو گئی نوشاہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت کی زیارت اُس جنگل میں اسطرح کی کہ نعلین مبارک پر جو گرد پڑی ہوی تھی وہ تک مجھے صاف نظر آتی تھی پھر آناً فاناً اُسی جنگل میں غائب ہو گئے۔

کرامت میرے چھوٹے لڑکے عبدالرؤف عباسی نے امتحان انٹرنس دینے کے بعد نتیجہ آنے سے قبل حیدرآباد کا سفر کیا اور وہاں چھ سات ماہ اپنے ماموں سید امیر الدین فخر الدین کے پاس رہے اسلئے بعد واپسی بلا ارادہ سلسلہ تعلیم ٹوٹ گیا اور اسکی فکر ہوی کہ ملازمت سرکاری کسی دفتر میں ملجائے کوآپریٹو سوسائٹی کے دفتر میں جسکے رجسٹرار ایک بنگالی مسٹر چیٹرجی تھے

ایک مسلمان انسپکٹر کی ضرورت کا اشتہار دیا گیا تھا حضرت سے میں نے عرض کیا کہ اگر سنو کو یہ جگہ ملجاے تو بہت اچھا ہو آپ نے فرمایا کہ درخواست لواد یجئے خدا نے چاہا تو ملجاے گی چنانچہ درخواست بھیجدی گئی ایک ہفتہ کے اندر ہی رجسٹرار کا حکم آیا کہ فلاں تاریخ معائنہ کیلئے دفتر میں حاضر ہو تاریخ معینہ پر گئے مگر نہایت مرعوب کوٹھے پر دفتر تھا اطلاع کر کے برآندہ میں بیٹھ گئے اور طلبی کا انتظار کرنے لگے بوجہ پریشانی پیر کی برزخ سامنے تھی اور آیۃ الکرسی زبان پر دفعۃً انکو معلوم ہوا کہ رجسٹرار کے کمرہ کا دروازہ کھلا اور حضرت مسکراتے ہوے برآمد ہوے "ایں" انکی زبان سے نکلا اور یہ سرو قد تعظیم کیلئے کھڑے ہو گئے حضرت نے فرمایا کہ گھبرانے کی کونسی بات ہے خدا پر نظر رکھو جاو ملو قبل اسکے کہ یہ کچھ عرض کریں حضرت زینہ کی طرف مڑے اور ادہر انکی طلبی میں رجسٹرار کا اردلی آگیا اب یہ اور ہی دھن میں تھے اور اس خیال میں غلطاں و پیچاں کہ حضرت یہاں کیونکر تشریف لاے اور رجسٹرار کے کمرہ میں کیا میری سفارش کرنے گئے تھے رعب و داب سب فوچکر ہو گیا اور یہ نہایت اطمینان سے صاحب سے ملے وہ بھی نہایت مہربانی سے پیش آیا دو چار سوال کئے جنکا جواب شافی اُنھوں نے دیا غرض رجسٹرار نے اپنے تحریری حکم کے ساتھ سنو کو ہیڈ اسسٹنٹ کے پاس ہندی میں امتحان لینے کیلئے بھیجدیا اُسنے ایک ہندی کی مسل پڑھنے کیلئے سامنے رکھدی اب کیا کریں مسل ادھر اُدھر پلٹی اور کہنے لگے کہ میں ہندی جانتا تو ضرور ہوں مگر اتنا مشاق نہیں کہ شکست پڑھ سکوں اُنھوں نے جواب سلپ پر لکھکر رجسٹرار کے پاس انکو بھیجدیا اُسنے سلپ پڑھکر کہا کہ میں دورہ پر جاتا ہوں اگر تم ہندی جانتے ہوتے تو میں ابھی تقرر کر دیتا اب مہینہ ڈیڑھ مہینہ کے بعد واپس ہونگا اس عرصہ میں ہندی پڑھ لو تمہارا تقرر ہو جائیگا سنو نے مجھ سے تمام واقعات آکر بیان کئے میں دل میں اس عنایت پر عشعش کرتا رہا اُسی روز سے یہ ہندی سیکھنے لگے دورہ سے واپسی پر رجسٹرار کا حکم بھی طلبی میں آیا مگر بعض وجوہ سے سنو نہ جانا تھا نہ گئے۔

کرامت منشی سلامت علی صاحب بیان کرتے تھے کہ جس زمانہ میں حضرت قدر قدرت

پیر و مرشد برحق کمرۂ بیرونی مجلس میں رونق افروز ہوا کرتے تھے غلام حاضر حضور ہوا صبح کو حضرت کے ساتھ تکیہ شریف پر حاضر ہوا حضرت نے ایک قلم کلک دست مبارک سے بنا کر عطا فرمایا اور تبرک شیرینی مرحمت فرما کر حضور سے فرمایا کہ جا کر بستر وغیرہ کمرہ سے دے دو چنانچہ حضور نے محل تشریف لے جا کر قفل کمرہ کا کھولدیا غلام نے اپنا سامان لیا حضور نے رخصت کرتے وقت فرمایا کہ جاؤ تمھاری ترقی ہوگئی اسوقت سن اقدس بارہ تیرہ سال کا ہوگا غلام مستقل ملازم ہوگیا اور تنخواہ دس روپیہ سے پندرہ روپیہ ماہوار ہوگئی۔

کرامت حضرت پیر و مرشد کے وصال پر ایک کہرام عظیم برپا تھا اور کلیجہ نکلا پڑتا تھا باوجودیکہ وفور غم سے حضور زار زار رو رہے تھے لیکن مریدین وخادمین کی تسلی وتشفی فرماتے جاتے تھے فاتحہ سیوم کے بعد جب زینت آرائے مسند سجادگی ہوئے تو پھر وہی رونق دربار جو حضرت پیر و مرشد کے زمانہ میں تھی بدستور ظاہر ہوگئی غلام کو ایک پیسہ اور چند دانہ جو عطا فرمائے جسکی برکت سے بہت فلاح رہی لیکن افسوس کہ شامت اعمال سے وہ تعویذ بازو کپڑے اُتار کر نہانے میں گم ہوگیا اُسی روز سے اپنے برادران ناہالی کے خلاف انفکاک رہن کا سلطانپور میں مقدمہ دائر کرنا تھا مقدمہ تو دائر کردیا مگر گمشدگی تعویذ و تبرکات ناکامی مقدمہ کی فال ٹھہری مقدمہ دائر ہوجانے پر تمام گانوں دشمن ہوگیا گھر میں چوروں نے نقب لگائی جاگ ہوگئی کچھ نقصان نہیں ہوا تمام گانوں حضرت شاہ عبداللطیف صاحب کا مرید تھا سب نے اُن سے شکایت کی غلام کو بجائے خود اندیشہ ہوا حضور سے عرض کیا ارشاد ہوا کہ تمھارا کوئی کچھ نہیں کرسکتا مقدمہ ہار جانے کے بعد پھر آپسمیں میل ملاپ ہوگیا از انجملہ منشی سلامت علی ضلعدار جو فریق مخالف کے سرگروہ و پیروکار تھے حضور کے مرید ہوئے اور مجھ سے وہ اور اُنکے والد کمال محبت وشفقت کا برتاؤ کرنے لگے یہ حضور ہی کی کرامت تھی اسی مقدمہ کی پیشی اپیل کے روز حکیم عبدالرحیم خانصاحب نے حضور سے نہایت زوردار سفارش کی حضور نے سکوت کے سوا کچھ بھی نہ فرمایا غلام آستانہ شریف ہی پر تھا اپیل خارج ہوگئی۔

کرامت قیام لکھیم پور میں پنتیس روپیہ ماہوار تک اکثر ہر ماہ میں کچھ قرض ہو جایا کرتا تھا اور تکلیف سے بسر ہوتی تھی حضور کے زمانہ میں برابر ترقی پر ترقی ہوتی رہی اور کوی تکلیف اخراجات روزمرہ و ضروریات لاحقہ میں پیش نہیں آی ہم عطا پیش از سوال کا مضمون رہا۔

کرامت لڑکی کی شادی میں یہ ارادہ ہوا کہ کل سامان شادی کشتی کے ذریعہ سے اپنے ساتھ فیض آباد تک لے جایا جاے اور وہاں سے گھر قریب ہے بیل گاڑی پر چلا جاوے گا بتانے والوں نے کہا تھا کہ زیادہ سے زیادہ چار یوم میں کشتی فیض آباد پہونچے گی روانگی کے بعد مخالفت ہوا سے کسی روز تین میل طے ہوتے کسی روز چار میل چودہ یوم دریا میں شب و روز پڑے رہنے کے بعد جب شادی میں صرف دو یوم رہگئے آخر منزل تھی دریاے گھاگھرا کے بیچ میں جب کشتی پہونچی تو ایک طوفانی آندھی آگئی قریب تھا کہ کشتی مع سامان ڈوب جاے ملاحوں نے واویلا مچایا نور الحسن و عبد الرؤف و راحت علی تینوں اپنے ماں باپ کے اکیلے لڑکے اسوقت حضرت پیرو مرشد کے سوا کچھ یاد نہیں آتا تھا حضرت نے امداد فرمای یعنی ملاح نے جو بہت ہوشیار تھا ایک ملاح کو دریا میں کودوا دیا اور خود ترچھی کشتی کرکے بانس ڈالا تو ذرا سا لگ گیا کشتی رک گئی مگر دیر تک ڈگمگاتی رہی جب ہوا کا زور کم ہوا تو ببرکت و تصرف حضور کشتی کنارہ لگی عرصہ کے بعد حضور نے کیفیت سفر دریا دریافت کی جو واقعہ گذرا تھا عرض کیا حضور نے تبسم فرمایا۔

کرامت ایک مرتبہ لکھیم پور میں بعارضہ تپ محرقہ مبتلا ہو کر عرصہ تک بیمار رہا مولوی فدا حسین نجھوری تیماردار اور حکیم احمد علی کاکوروی معالج تھے شدت مرض میں حضرت پیرو مرشد کے اسم گرامی اور حضور کے ذکر سے بیحد تسکین ہو جاتی مولوی صاحب نیز اُنکے صاحبزادہ حکیم محمد اسحاق مرحوم کو حضور سے نہایت عقیدت تھی خرچ کی ضرورت پیش آی عریضہ حضور میں روانہ کیا اُسی روز دُرگا ملازم ریاست نے آکر مبلغ ساٹھ روپیہ دے

کرامت مسٹر سنڈیلینڈس منیجر کورٹ آف وارڈ بحصول رخصت تین ماہ ولایت

جارہے تھے اُنکے قایم مقام بابو درگا پرشاد منیجر آئے اُنھوں نے عملہ کے حالات صاحب سے دریافت کئے ہیڈ اکاونٹنٹ کو پوچھا صاحب نے مجکو بتایا بابو درگا پرشاد نے کہا کہ یہ تو انگریزی نہیں جانتے صاحب نے فرمایا کہ ہمکو اُنکے کام پر اطمینان تھا کوئی حرج کام میں نہیں ہوا بابو مرواری لال ڈپٹی کلکٹر جو قایم مقام ڈپٹی کمشنر بھی رہ چکے تھے بابو درگا پرشاد کے عزیز تھے اُنکا لڑکا اسسٹنٹ اکاونٹنٹ تھا روز اول سے بابو درگا پرشاد نے ارادہ کر لیا کہ سلامت علی کو عہدہ ہیڈ اکاونٹنٹی سے ہٹا کر ڈپٹی صاحب کے لڑکے کو ترقی دیدیں قبل اسکے کہ کچھ کام دیکھیں روزانہ شکایت اور اظہار خفگی شروع کر دیا مسٹر فریٹل صاحب ڈپٹی کمشنر تھے اُنکو شکایت کے ساتھ مجوزہ انتظام کی رپورٹ پیش کی ڈپٹی کمشنر نے کہا کہ مستقل منیجر کا اطمینان اسکے کام پر تھا اور آپ ابھی قایم مقام ہیں عملہ میں ردوبدل کرنے کی ضرورت نہیں ہے کچہری آکر بابو صاحب نے خود ہی کہا کہ ہم تمکو ہٹا تو نہیں سکتے لیکن روز اپنے سر رشتہ کے کاغذات خود پیش کیا کرو اور نقشہ ماہواری ہمارے سامنے بنایا کرو چنانچہ بتوجہ حضور دلیری سے سب کام انجام ہوتا رہا اور تین ماہ کے بعد بابو صاحب چلے گئے۔

کرامت سنہ ٹیلیڈس صاحب منیجر کو بمقام سیتاپور ہیضہ ہوا یا فالج گرا دفعۃً فوت ہو گئے اُنکے بجائے ہاسکنس صاحب منیجر آئے عملہ موجودہ سے اظہار ناخوشی کیا اور کورٹ بارہ بنکی کے لوگوں کو بلانا اور جگہ دینا شروع کیا میری جگہ پر ایک شخص بابو نرنجن بخش کو مقرر کر دیا میری بابتہ نہ تو کسی دوسری جگہ کے تقرر کا حکم ہوا نہ علیحدگی کا سخت اُلجھن تھی حضور سے عرض حال کیا ارشاد ہوا کہ ہرگز نہ گھبراؤ دو ایک روز میں خود معلوم ہو جائیگا چنانچہ دو تین یوم کے بعد منیجر صاحب میرے کمرہ میں آکر باہر بلا لیگئے اور باتیں کرتے ہوئے اپنے بنگلہ کی طرف لے چلے اور فرمایا کہ پانچ روپیہ ترقی کے ساتھ تم کو اردو دفتر کا سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا کام ہوشیاری سے ہونا چاہیئے ضروری کاغذات خود لاکر پیش کیا کرو دفتر کا معائنہ کیا کرو شکریہ کا سلام کر کے گھر آیا اول تو جگہ ملنا پھر ترقی کے ساتھ پھر اسپر کیا

منیجر صاحب کا لطف و عنایت سے پیش آنا سب خلاف امید تھا محض کرشمہ قدرت تھا۔

کرامت ہاسکنس صاحب منیجر چھ ماہ کی رخصت لیکر ولایت جا رہے تھے اُنکے جانے سے پہلے منشی تجمل حسین پیشکار پر فالج گرا اور قضا کر گئے اسوقت مجکو پچاس ماہوار ملتے تھے اور پیشکاری کی جگہ اسی ماہوار کی تھی اور دفتر میں قاعدہ سے یہ جگہ مجکو ملنا چاہئے تھی منشی سعید الدین صاحب کا کورروی لعہ ماہوار کے ہیڈ اکاونٹنٹ تھے اُنکی بابتہ خیال بھی نہ تھا کہ اس جگہ کے خواہشمند ہونگے عریضہ جو حضور کی خدمت میں باستدعاے عہدہ پیشکاری روانہ کیا وہ منشی سعید الدین کے علم میں بلکہ انھیں کے مشورہ سے ارسال کیا حضور نے درخواست منظور فرمائی جو والا نامہ صادر ہوا اُسکو بھی مانگ کر منشی صاحب نے دیکھا معلوم ہوا کہ اُنکے با اختیار احباب اُنکو مشورہ دے رہے ہیں کہ پیشکاری کر لو اور اسکا انتظام بھی مولوی عبد الکریم اسسٹنٹ منیجر نے ہاسکنس صاحب سے منظور کرا لیا منشی محمد حسین نے منشی سعید الدین سے پوچھا کہ پیشکاری کا کیا انتظام ہوا اُنھوں نے کہا کہ منیجر صاحب نے تو مجکو پیشکار کیا ہے اور حضرت صاحب نے سلامت علی کو دیکھیں کام کون کرتا ہے یہ کیفیت بھی حضور میں عرض کر دیگئی ہاسکنس صاحب تو رخصت پر چلے گئے ینگ صاحب نے چارج لیا منشی سعید الدین نے بھی رخصت لی پیشی کا کام محمد نعیم اسسٹنٹ پیشکار کرتے رہے اور بوجہ مرض دق میں مبتلا ہو جانے کے منشی سعید الدین پھر واپس نہ آسکے اور ینگ صاحب کے سامنے انتظام پیش ہوا دو منیجر مقرر ہوے منیجر اول کے پیشکار گونڈہ سے سید مصطفے حسین آئے اور دیگر علاقہ جات کے منیجر کا پیشکار غلام ہوا بجز کرشمہ قدرت مرشدی کے نہ کوئی ذاتی کوشش تھی اور نہ کوئی سفارش تھا ارشاد حضور پورا ہوا۔

کرامت پیشکاری کے زمانہ میں ہاتھوں کا رعشہ اسقدر بڑھگیا تھا کہ قلم ہاتھ سے چھوٹ جاتا تھا لوگوں کا خیال تھا کہ کام نہ چلے گا اور بستہ رکھوا لیا جائیگا لیکن کرامات مرشدی کی حد نہیں جسطرح جگہ دلوائی اُس سے زائد تصرف سے کام چلایا یہاں تک کہ پنڈت

رام سرن اسسٹنٹ منیجر اور پنڈت امرناتھ چوب سربراہکار نے منیجر صاحب اور ڈپٹی کمشنر سے شکایت کی کہ کل احکام خود لکھدیا کرتے ہیں مسلیں سُنائی نہیں جاتیں منیجر صاحب نے اسسٹنٹ منیجر کو حکم دیا جو ایسی مسلیں ہوں انکو آپ لاکر پیش کیجیے اور اُسپر جو حکم لکھا ہو ہم سے نہ بتانا جو حکم ہمارا دیا ہوا ہوگا ہمکو یاد پڑجائے گا اور اگر پیشکار نے خود لکھ لیا ہوگا تو ہم بتادینگے چنانچہ بہت اسلہ اجلاس پر آئیں اسسٹنٹ صاحب نے پیش کیا منیجر صاحب نے جو احکام لکھائے تھے وہی بیان کئے ڈپٹی کمشنر سے خود منیجر صاحب نے کہا کہ امرناتھ ہماری پیشی میں کردیے جائیں اور سلامت علی سربراہکار کردیا جائے تنخواہ اپنی اپنی پائینگے یہ انتظام منظور ہوگیا رام سرن دوسرے اسسٹنٹ منیجر بھی چلے گئے اور پنڈت امرناتھ نے بھی استعفا دیدیا۔

کرامت منشی شرف الدین الہام ساکن قصبہ تھولینڈی ضلع رسالے بریلی مکرمی منشی شکور احمد صاحب قبلہ کے عزیز نہایت ذہین اور قابل اور حضرت پیر و مرشد و حضور کے نہایت عقیدتمند سے لکھیم پور میں وہ اور خاکسار ایک ساتھ رہتے تھے حضرت نے اپنے چودہ کرم سے رسیوری علاقہ مہیوا میں ملازم کرادیا سینڈر لینڈس صاحب منیجر رسیور تھے انکی محنت و قابلیت سے ہیڈ اکاونٹنٹ اور ہیڈ کلرک اور پیشکار سب کام انھیں سے لیتے انکے ماتحتوں نے ایک معقول رقم خورد برد کردی اور عرصہ کے بعد جب انکو علم ہوا تو نہ رپورٹ کرتے بنتا تھا نہ کوئی طریقہ درستی حساب کا تھا رسیوری واگذار ہوگئی تعلقدار صاحب نے سب جج صاحب سیتاپور کے یہاں حساب فہمی کی درخواست سینڈر لینڈس صاحب کے خلاف دیدی سمن آنے پر منیجر صاحب نے انکو اور انکے اسسٹنٹ کو تیاری حساب کا حکم دیا مذکورہ بالا پیشی کے خیال سے انکو تمام رات نیند نہ پڑتی حضور میں عرض کیا حکم ہوا اللہ رحم فرمائیگا اور رفت گذشت معاملہ ہوجائیگا دو چار پیشیوں کے بعد تعلقدار صاحب کا انتقال ہوگیا عرصہ تک کوئی جانشین نہیں بنایا گیا اسی اثنا میں دفعۃً سینڈر لینڈس صاحب قضا کرگئے کاغذات اہلکاران ریاست نے واپس لے لئے قصہ ختم ہوگیا۔

کرامت بچپن سالگی کا نقشہ کمشنری جارہا تھا حضور میں عرض کیا ارشاد ہوا کہ ابھی تم کو کام کرنا ہے نوکری نہ چھوٹے گی بغیر اپنی درخواست یا زبانی کہنے کے سید علی ضامن منیجر نے دفتر سے نقشہ منگا کر توسیع کی سفارش کی اور باوجود سفارش توسیع کے متعلق سخت احکام ہونے کے چار توسیعیں ملتی رہیں جو کسی کو نہیں ملیں۔

کرامت گلیڈون صاحب منیجر کے بعد مسٹر مکار تھی منیجر آئے یہ نہایت سخت مزاج تھے ہر شخص خائف تھا حضور سے عرض کیا ارشاد ہوا کہ تمھارے لئے سخت نہیں رہینگے ایسا ہی ہوا کہ سینیر سربراہکار کے لقب سے یاد کرتے اسی روپیہ ماہوار سے ایک سو روپیہ ماہوار اور پندرہ روپیہ سے بیس روپیہ الاونس منظور کر دیا کام سے خوش اور عزت کی نگاہ سے دیکھا کئے۔

کرامت منشی عبدالعزیز سابق منیجر علیئے نگر کو ایک سو روپیہ ماہوار تنخواہ اسکے بعد پچاس روپیہ ماہوار پنشن ملتی تھی اُنکی وفات کے وقت اُنکا لڑکا حبیب احمد بہت کم عمر اور ایک لڑکی شادی کرنے کو تھی حبیب احمد کی والدہ منشی شکور احمد صاحب قبلہ کی بڑی بیٹی ہیں اسی خصوصیت سے ناچیز پر بھی اُنکی شفقت مثل اپنے بھائی کے تھی حضرت کو اُنکی عسرت و مصیبت پر بہت قلق ہوا اور اُنکی کفالت کا خاص لحاظ فرماتے ہوئے مجھ سے ارشاد ہوا کہ اُنکی پنشن کورٹ سے مقرر ہوجانا چاہئے آپ تحریک و کوشش کیجئے میں نے تعمیل ارشاد کی لیکن قوی امید نہ تھی کہ منیجر صاحب و حکام بالا منظور کرینگے کامل کا ارشاد اور مرضی لکھیم پور پہونچکر سید علی ضامن منیجر سے عرض کیا نہایت کشادہ پیشانی سے درخواست مانگی اور سفارش کی پندرہ روپیہ ماہوار بورڈ سے بھی پنشن منظور ہوگئی اور واگذاری علاقہ کے بعد تعلقدار صاحب نے بھی پنشن بحال رکھی جو ابتک مل رہی ہے اور باوجود بہت ہی معمولی تعلیم کے حبیب احمد کو بھی پندرہ روپیہ ماہوار کی جگہ ریاست میں ملگئی اور لڑکی کا عقد بھی حضرت کے کرم سے ہوگیا۔

کرامت قتل دلوبی صاحب ڈپٹی کمشنر کے روز لکھیم پور میں نہایت تلاطم اور سراسیمگی طاری تھی ہینگ صاحب بہادر منیجر نے بلوایا اُسوقت تک قاتل گرفتار نہیں ہوا تھا مجھ سے

پوچھا کہ کچھ پتہ قاتل کا لگا یا نہیں اور یہ بہت گہری سیاسی سازش معلوم ہوتی ہے آپ کا کیا خیال ہے میں نے عرض کیا کہ سیاسیات سے تو مجکو کچھ واقفیت نہیں کیونکہ نہ میں کسی جلسہ میں شریک ہوتا ہوں نہ کسی کے یہاں آمد و رفت رکھتا ہوں یہ سنتا ہوں کہ میرے بنگلے کے شاگرد پیشہ کے سامنے سے تین آدمی بھاگتے ہوے گئے جنکے ہاتھ میں تلواریں تھیں سائیسوں کی عورتوں نے دیکھا کوتوال و انسپکٹر تلاش کر رہے ہیں امید ہے کہ جلد گرفتار ہو جائیں ابھی لکھیم پور سے باہر نہیں گئے چنانچہ اُسی روز موچی گرفتار ہو گیا دوسرے روز سے اہلکاران کورٹ اور پولیس کا تبادلہ دیگر اضلاع کا شروع ہو گیا جہاں سے سب مجبوراً استعفادے دیکر چلے آے اپنی بابتہ اندیشہ تھا حضور میں عرض کیا ارشاد ہوا کہ تم کہیں نہیں جاؤ گے ایسا ہی ہوا کہ ریٹائر ہونیکے بعد بھی لکھیم پور کا سلسلہ نہیں ٹوٹا۔

کرامت ریٹائر ہونے کے بعد بیکاری کا خیال کسی قدر متکلف تھا حضرت کے کرم سے پندرہ روپیہ ماہوار پنشن پانچ برس تک کے لئے کورٹ آف وارڈ سے منظور ہو گئی لیکن علاقہ اندر پانچ سال واگذار ہو گیا راجہ پرتاب بہادر سنگھ تعلقدار علیسے نگر نے تیس روپیہ کی جگہ سینیر مختاری کی منظور کی علالت و ضعف کے باعث صرف پندرہ روپیہ ماہوار پنشن کے طور پر قایم کئے

کرامت منشی سراج احمد بدایونی بیان کرتے تھے کہ جب سے میں حضرت صاحب قبلہ کی غلامی میں داخل ہوا اُسوقت سے جو کوئی بھی ضرورت خفیف سے خفیف یا سخت مشکل پیش آئی حضور سے عرض کرنے پر وہ سب کام درست ہو گئے بوجہ ایجنسیاں ٹوٹ جانے کے محکمہ پولیس میں کمی کیگئی اور میں بھی بوجہ ملازمت سنی سالہ فہرست تخفیف میں سب سے اوپر تھا نصف تنخواہ پنشن ہو گئی جسکی وجہ سے لڑکوں کو تعلیم نہیں دلا سکتا تھا پنشن ہوتے ہی فوراً ایک ریاست میں ملازمت ملگئی اور عرصہ چھ سال تک ریاست میں ملازم رہا حالانکہ ریاست کے جملہ اہلکاران و ذمہ دار افسران اسکے خلاف تھے کہ میں ریاست میں اسقدر بڑے اور ذمہ داری کے عہدہ پر کیوں ہوں اور پھر بیرون ریاست کا باشندہ بھی تھا مگر یہ سب حضور ہی کی توجہ خاص تھی

کہ اسقدر عرصہ تک بڑی عزت و حکومت کے ساتھ ریاست میں نوکری کی اور لڑکوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی اور ابتک بھی یہ خاص کرم ہے کہ حضور کی طرف متوجہ ہو کر جو عرض کیا وہ کام ہوا ہو گیا

کرامت مولوی ضیاء الدین حید ر صاحب کہتے تھے کہ سنہ ۱۹۱۰ء میں میں پوسہ تبدیل ہو کر گیا تھا اور وہاں سرکاری کالج زراعتی کی تعمیر ہو رہی تھی جمعہ کی نماز کیلئے ایک مسلمان ٹھیکہ دار نے ایک چھپر مخصوص کر دیا تھا جب کالج کی تعمیر ختم ہونے کو تھی وہاں کے مسلمانوں نے حکام متعلقہ سے درخواست کی کہ ایک مسجد بنانے کی اجازت دیجاوے جہاں جمعہ و جماعت کے فرائض ادا ہو سکیں مگر یہ درخواست اس بنا پر نامنظور ہوگئی کہ یہ زمین ملکیت سرکار ہے اگر اسپر ایک دفعہ مسجد بنگئی تو مسلمان پھر اُسکو ہٹانے نہ دینگے اگرچہ کیسی ہی ضرورت شدید کیلئے سرکار کو پھر درکار ہو میں نے حضرت صاحب کے حضور میں عریضہ کے ذریعہ سے کل حال لکھا اور استدعا کی کہ وہاں کے ضروریات کے لحاظ سے مسلمانوں کو مسجد بنانے کی اجازت ملجاوے جسکے جواب میں مکرر کوشش کرنے کا ایما فرمایا گیا چنانچہ جب وہاں گورنمنٹ ہند کے سکریٹری دورہ پر آئے تو اُن سے جا کر کل حال بیان کر کے مسجد کیلئے جگہ دئے جانے کی استدعا کیگئی معروضات سننے کے بعد اُنھوں نے کہا کہ سرکاری زمین پر مسجد بنانے کی اجازت نہیں دیجا سکتی کیونکہ مسلمان اس معاملہ میں بہت سخت ہوتے ہیں اور وہ سرکاری ضرورت کے وقت مسجد کے دوسری جگہ منتقل کرنے کی اجازت ہی نہ دینگے اور مجکو اسکا سابقہ تجربہ ہے بہرحال یہاں کے ڈائرکٹر کا ونٹری صاحب آپ لوگوں کو ممکنہ امداد دینگے آپ اُن سے طے کر لیجئے گا اور سرکاری اراضی کے باہر کہیں بنا لیجئے گا اُنکے جواب سے بھی مایوسی ہوی کہ اگر سرکاری اراضی کے باہر ہی بنانا ہو تو ضرورت کیا ہے کیونکہ موضع پوسہ میں ایک قدیم مسجد پیشتر سے موجود ہے مگر وہ زراعتی کالج سے فاصلہ پر ہے یہ واقعہ پھر حضرت صاحب کی خدمت میں گذارش کیا اور التجا کی کہ مسجد کیلئے اجازت ملجاوے جواباً ارشاد ہوا کہ اطمینان رکھنا چاہیئے ضرور اجازت ملیگی عرصہ کے بعد ایک روز مجکو وہاں کے افسروں کے ساتھ میں گشت میں تھا کہ ڈائرکٹر

صاحب نے مجھے بلایا اور تفصیل سب واقعات جو کہ مسجد کیلئے درخواستیں دیتے اور انکی نامنظوری کے ہوتے تھے اپنی زبان سے بیان کئے اور کہا کہ باوجود اس سب کے میں جانتا ہوں کہ مسلمانوں کیلئے مسجد کا ہونا ضروری ہے وہاں کے افسر زراعت مسٹر شرست تم ملکر گفتگو کرلو اور مناسب مقام طے کر کے مسجد بنالو یہ کہکر ڈاکٹر صاحب چلے گئے اور میں متحیر رہگیا کہ خداوندا یہ کون کہہ رہا ہے یعنی باوجود اسقدر انکار کے اب خود ہی اجازت دے رہے ہیں اسکے بعد میں نے جن لوگوں سے یہ قصہ بیان کیا انکو نہایت تعجب کے ساتھ مسرت ہوی اور پوچھتے تھے کہ یہ کیسے ہوا میں نے کہا کہ ہمارے حضرت صاحب کی توجہ سے ہوا چنانچہ وہ مسجد بنگئی اور اسمیں جمعہ و جماعت و تراویح سالہا سال ہوتی رہی بعض لوگوں نے مخالفت بھی کی مگر کچھ شنوای نہوی تقریباً بیس سال بعد جب میں میرٹھ میں تعینات تھا پوسہ کی ایک تحریر سے معلوم ہوا کہ اُس زمانہ کے حکام نے اس مسجد پر یہ اعتراض کیا کہ گورنمنٹ کا کوی حکم اس مسجد کی تعمیر کے بابتہ موجود نہیں ہے لہذا اسکو سرکاری اراضی پر قایم نہ رہنا چاہیئے یہ ہٹادیجاے میں نے یہ کل واقعہ حضرت کے حضور میں گذارش کر دیا ارشاد ہوا کہ وہ مسجد اسیطرح قایم رہیگی آپ اطمینان رکھئے چنانچہ مسجد ابتک بفضلہ موجود ہے۔

کرامت مولوی محمد حسن عباسی کاکوروی بیان کرتے تھے کہ ۱۹۲۱ء میں جب میں گھاٹم پور ضلع کانپور میں متعین تھا کھانسی اور تنفس کی بیماری میں مبتلا ہوا اور حسب ہدایت ڈاکٹر معالج گرمیوں کا زمانہ گذارنے کیلئے دیرہ دون گیا ایک ماہ کی رخصت باقی رہی تھی کہ وہیں ایک روز میرے پاس اسسٹنٹ کمشنر صاحب کانپور کے پاس سے ایک حکم پہونچا کہ میرا تبادلہ بعد ختم رخصت گھاٹم پور سے ضلع آگرہ کا کیا گیا چونکہ آگرہ وطن سے بہت دور ہے اور غالباً تحصیل باہ کی تعیناتی تھی جہاں اُسوقت تک ریل بھی نہیں تھی ایک گونہ وحشت پیدا ہوی دیرہ دون میں میرے ساتھ میرے عنایت فرما سید بشیر علی صاحب زمیندار لال پور ضلع کانپور مع اپنے صاحبزادہ میاں مشتاق علی کے بھی بغرض تفریح و تبدیل

آب و ہوا سے گئے تھے انکو بھی اس تبادلہ کا قلق وافسوس تھا آسی روز شام کو سید صاحب نے مجھ سے کہا کہ اس تبادلہ کے متعلق حضرت صاحب کو لکھئے تو بے ساختہ میری زبان سے نکلا کہ کیا حضرت صاحب جانتے نہیں ہیں اس جواب پر وہ خاموش ہوگئے دوسرے ہی روز دوسرا حکم آیا کہ محمد حسن سے دریافت کیا جاے کہ اگر موہن لال گنج ضلع لکھنؤ کا تبادلہ کیا جاے تو وہ بقیہ رخصت منسوخ کرادینگے اس حکم میں خود اسسٹنٹ کمشنر کے قلم کی اضافہ کی ہوی تحریر تھی کہ وہ لکھے دیتے ہیں کہ مجھے منظور ہے چنانچہ میں نے بھی ضابطہ کی رضامندی لکھکر بھیجدی اور روزانہ انتظار میں رہا کہ موہن لال گنج کے تبادلہ کا حکم آجاے لیکن کئی روز گذر گئے اور کوی اطلاع نہ آی تو ڈیڑہ دون سے کاکوری واپس آیا کہ ممکن ہے بذریعہ تار حکم آے تو جلد پہونچنے میں سہولت ہوگی آخر جب صرف ایک ہفتہ ختم رخصت میں باقی رہا تو حکم آیا کہ بعد اختتام رخصت میرا تبادلہ ملیح آباد ضلع لکھنؤ کا کیا گیا۔

کرامت نواب حسین نواز جنگ منشی معراج الدین صاحب خسرو کاکوروی جب اول تعلقدار گلبرگہ دکن مقرر ہوکر کاکوری آے اسوقت ایک قرض کے مقدمہ کی وجہ سے بہت پریشان تھے جو انپر ایک پارسی سیٹھ شاپورجی نے دائر کیا تھا تقریبا ستر اسی ہزار کا دعوے تھا ایک روز جب بہت عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ ؎

شنیدم کہ شاپور دم درکشید	چو خسرو بر اَمَش قلم درکشید

دوسرے ہی روز اطلاع آی کہ شاپورجی سیٹھ مرگیا۔

کرامت مولوی نظام الدین حیدر عباسی کاکوروی بیان کرتے تھے کہ ایک زمانہ میں مجھے نیند بہت کم آتی تھی عرصہ گذر گیا کہ میں راتوں کو سویا نہ تھا ایک روز حضرت نے از خود حال پوچھا میں نے بیان کیا فرمایا کہ اچھا جاؤ سو رہو میں کوٹھے پر سے اُترکر کچے مکان میں گیا اور ایک پلنگ پر لیٹتے ہی سوگیا ایک مرتبہ جاگا تو گھبرایا کہ یہ صبح کے وقت میں کیسے سویا اُٹھکر حضرت کے حضور میں حاضر ہوا آپ اس اثنا میں کوٹھے سے اُتر آے اور دالان

خانقاہ میں تشریف رکھتے تھے میں بیٹھ گیا اور فوراً اونگھنے لگا حضرت نے دیکھکر فرمایا کہ پھر سوتے کیوں نہیں ہو میں اُٹھکر پیچھے مکان میں چلا گیا اور لیٹ کر سو یا دیر کے بعد جگا پھر حضرت کے پاس حاضر ہوا تھوڑی دیر میں پھر اونگھنے لگا حضرت نے فرمایا کہ نیند ہے تو سوتے کیوں نہیں جاؤ سو رہو میں پھر جا کر سو گیا اُس روز بار بار یہی ہوا میں بہت سویا نیند ایسی سوار تھی کہ ٹالے ٹلتی نہ تھی اسکے بعد سے راتوں کو مجھے خوب نیند آنے لگی اور عرصہ تک نیند کا ایسا غلبہ رہا کہ اس سے قبل نہیں یاد ہے کہ عمر میں کبھی رہا ہو۔

کرامت میں کانپور میں فارم سپرنٹنڈنٹ تھا اور میری تنخواہ ایک سو پچانوے تھی ایک اخبار میں گورنمنٹ ریاست حیدرآباد دکن کی طرف سے شایع کیا ہوا اشتہار دیکھا جسمیں یہ تھا کہ گورنمنٹ حیدرآباد کو اپنے محکمہ زراعت کیلئے دو ڈپٹی ڈائرکٹروں کی جگہ کیلئے ایسے اشخاص مطلوب ہیں جنکو فارم کے کام کا تجربہ ہو میں نے حضرت کو عریضہ لکھا کہ بڑے بھائی صاحب اسکے لئے درخواست بھیجیں اور اگر وہ نہ بھیجیں تو میں بھیجوں جیسا حضور کا ارشاد ہو بھائی صاحب اُس زمانہ میں میرٹھ میں تھے ادھر حضرت صاحب نے تحریر فرمایا کہ تم درخواست بھیجدو اُدھر بھائی صاحب نے لکھا کہ میں درخواست نہیں بھیجنا چاہتا ہوں تم ہی بھیجو میں نے درخواست بھیجدی کانپور میں لوگوں کو میری اس حرکت پر تعجب تھا کہ انھوں نے اتنی بڑی جگہ کیلئے جسکی تنخواہ پانچسو سے ساڑھے سات سو تک ہے کیوں درخواست دی ہے ان کو اتنی بڑی جگہ کیسے مل سکتی ہے مجھے ان لوگوں کے خیالات پر ہنسی آتی تھی کیونکہ میرے دل میں ہر وقت کوئی یہ کہتا تھا کہ حیدرآباد والوں نے یہ اشتہار تیرے لئے دیا ہے درخواست وہاں بھیجدی گئی میں معائنہ کیلئے بلایا گیا بعد معاینہ کانپور واپس آیا پندرہ روز کے بعد وہاں سے تقرری کا حکم آگیا کانپور سے چارج دیکر میں کاکوری گیا اور حضرت کے حضور میں حاضر ہوا فرمایا کہ تم دور جا رہے ہو تم سے کچھ باتیں کہدیں وہاں لوگ تم سے مخالفت کرینگے مگر گھبرانا نہیں کام تمھارا بہت اچھا چلیگا میں نے حیدرآباد پہنچکر چارج لیا مخالفت شروع ہوئی

لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ میں کام نہیں کر سکتا بعض دقات میں پریشان ہوا مگر حضرت کا ارشاد یاد تھا منتشر نہیں ہوا ایک سال کے اندر ہی وہ مخالفت ناکام ہوی گورنمنٹ نے میرے کام کی خوبی تسلیم کی اور عوام میں میرے کام کی تعریف ہونے لگی حیدرآباد آے ہوے ڈیڑھ ہی سال ہوا تھا کہ بلا علم و اطلاع میرے میرا تقرر ڈائرکٹر کی جگہ پر کر دیا گیا اس شرط سے کہ میں دونوں کام کروں یعنی ڈائرکٹر و ڈپٹی ڈائرکٹر کا میں نے ایک سال دونوں کام کئے اسکے بعد نائب ناظم دوسرا مقرر ہوگیا اور میں ناظم رہگیا تنخواہ ایکہزار حالی رہی میں کانپور سے پانچ سال کے لئے مستعار الخدمت حیدرآباد آیا تھا ختم مدت پر بلا میری اظہار خواہش کے حکام نے تحریک کی کہ ریاست مجھے مستقل طور سے رکھ لے اعلحضرت کے یہاں سے حکم ہوا کہ دو سال کی توسیع دیجاتی ہے اب تنخواہ بارہ سو روپیہ حالی ہوگئی میں نے یہ سب واقعات حضرت صاحب کو لکھ بھیجے جواب آیا کہ ابھی تین سال کی توسیع اور ہونا چاہیے جو تحریک یہاں استقلال کیلئے ہوی تھی اُسکے بارہ میں حضرت صاحب نے کچھ تحریر نہیں فرمایا اس خط کے بعد جب ذکر آیا یہی فرمایا کہ تین سال کی توسیع اور ہونا چاہیئے وہ دو سال توسیع کے ختم ہونے پر حیدرآباد کے حکام نے تحریک کی کہ تین سال کی توسیع منظور کی جاے تین ہی سال کی توسیع منظور ہوی اسکے لئے بھی حکام نے از خود تحریک کی میں نے کوی اظہار خواہش نہیں کیا نہ کسی اور طریقہ سے کوی کوشش کی باوجودیکہ حیدرآباد میں بعض لوگوں نے جو با اثر تھے بہت مخالفت کی کہ توسیع اب منظور نہو مگر مجھے کوی فکر نہ تھی کیونکہ میں جانتا تھا جو حضرت صاحب ارشاد فرما چکے تھے۔

کرامت منشی تقی حیدر عرف ابن انوری کاکوروی بیان کرتے تھے کہ عرصہ ہوا جب میں فوج باقاعدہ سرکار نظام میں ملازم تھا ایک بار بحصول رخصت کاکوری گیا اور وہاں دو مہینے قیام کرنے کے بعد حیدرآباد واپس آنے لگا میری ہمشیرہ صاحبہ کو حسب معمول میری روانگی کا قلق ہوا اسی اثنا میں حضرت صاحب تشریف لاے ہمشیر نے عرض کیا کہ یہ حیدرآباد جا رہے ہیں اب نہ معلوم کب آئینگے ارشاد ہوا کہ اس مرتبہ یہ بہت جلد آئینگے ہمشیر نے کہا کہ کوی امید تو نہیں

معلوم ہوتی تو مسکرا کر فرمایا کہ کیا اب ہم اپنی سب باتیں بتا دیا کریں غرض میں حیدرآباد پہونچا تو یہ معلوم ہوا کہ چند افسران فوج بغرض انتظام کیمپ شاہی دہلی بھیجے جا رہے ہیں کرنل سر افسر الملک مرحوم نے مجکو بھی بغیر میری درخواست کے دہلی بھجوا دیا وہاں بزمانہ دربار آٹھ ماہ میرا قیام رہا اس عرصہ میں کئی بار کاکوری گیا۔

کرامت چند سال ہوے میری ہمشیرہ صاحبہ کاکوری سے حیدرآباد آرہی تھیں حضرت صاحب اُنکو رخصت کرنے کیلئے تشریف لاے اور فرمایا کہ آپ کا وظیفہ آپ کو حیدرآباد لیے جا رہا ہے چونکہ اُسوقت وظیفہ کا وہم وگمان بھی نہ تھا اور نہ کوئی درخواست پیش کیگئی تھی ہمشیر کو بہت تعجب ہوا لیکن جب وہ اُس سفر سے کاکوری واپس گئیں تو اُنکا وظیفہ حیدرآباد سے مقرر ہو چکا تھا۔

کرامت میں نے ایک مرتبہ خواب میں حضرت پیر و مرشد حافظ صاحب قبلہ کو مع آپ کے دیکھا مجھے یہ معلوم ہوا کہ حضرت پیر و مرشد حضرت صاحب کے جسم مبارک میں حلول کرتے جاتے ہیں چنانچہ کچھ دیر کے بعد صرف حضرت صاحب رہ گئے اُسی زمانہ میں اخوی مولوی محمد حسن عرف محو میاں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک روز محفل سماع میں حضرت صاحب کی طرف میں نے دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ حضرت پیر و مرشد حافظ صاحب قبلہ تشریف فرما ہیں حضرت صاحب نہیں ہیں کچھ دیر کے بعد یہ کیفیت جاتی رہی اور حضرت صاحب اپنی صورت میں نظر آنے لگے۔

کرامت جس زمانہ میں وصی حسن مرحوم پولیس ٹریننگ میں کامیاب ہو گئے تھے اور اُنکو جگہ نہیں مل رہی تھی اُسی زمانہ میں اُنھوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت صاحب تشریف لاے اور اُن سے فرمایا کہ میرے ساتھ چلو چنانچہ ایک بہت بڑے دفتر میں لگئے جہاں بہت سے لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے ایک جگہ کچھ کاغذات بھی رکھے ہوے تھے اُنھیں کاغذات میں سے ایک کاغذ حضرت صاحب نے تلاش کر کے نکالا اور وصی حسن مرحوم کو دیدیا اُنھوں نے اُسکو پڑھا تو اُنکی تقرری کا حکم تھا چنانچہ دوسرے ہی دن وہ کسی عہدہ پر مقرر ہو گئے

کرامت منشی شکور احمد صاحب مرحوم نے ایک گانوں ریاست ناپارہ کا ٹھیکہ پر لیا تھا حضرت صاحب سے عرض کیا کہ روپیہ کی بہت ضرورت ہے اس مرتبہ گانوں کی آمدنی سے کتنی بچت ہو گی ارشاد ہوا کہ نو ہزار منشی صاحب کہتے تھے کہ جب حساب لگایا گیا تو پورے نو ہزار کی بچت ہوی۔

کرامت ایک مرتبہ سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں مجھے شدید بخار آیا اور چیچک نکل آی جسکی تکلیف ناقابل برداشت تھی کئی روز تک غذا بالکل ترک رہی کیونکہ حلق میں بھی دانے تھے کھانا پینا بہت دشوار ہو گیا تھا حضرت صاحب شدت مرض میں مجھے دیکھنے آے اور اپنے ہاتھ سے ایک لقمہ روٹی وکباب کا مجھے کھلایا اسکو کھاتے وقت اور اسکے بعد پھر مجھے کوی تکلیف کھانے پینے میں مطلق محسوس نہوی اور صحت شروع ہو گئی۔

کرامت حکیم مرزا عبدالشکور کاکوروی بیان کرتے تھے کہ ایک روز سہ پہر کو میں حاضر خدمت تھا کہ جناب مولوی وسیم الدین صاحب مرحوم کے یہاں سے میلاد شریف پڑھنے کیلئے آپ کی تشریف آوری کی درخواست کیگئی بعد نماز عصر حضور نے قصد فرمایا اور مجکو حکم دیا کہ ہماری واپسی تک تم یہیں حاضر رہنا مجھے خیال گذرا کہ اگر میں بھی ہمراہ ہو لیتا تو بعد فراغ میلاد شریف عرض کرتا کہ جناب والد دو تین ماہ سے درد عرق النسا میں مبتلا اور نشست و برخاست سے معذور ہیں حضور انکو دیکھتے چلیں لیکن بحکم المامور معذور کچھ عرض نہ کرسکا قریب مغرب جب وہاں سے حضور واپس آئے تو مجھ سے فرمایا کہ ہم تمھارے والد کو بھی دیکھ آئے بیچارے بہت ضعیف و نحیف ہو گئے ہیں اور مسکرا کر مجھ سے فرمایا کہ شاید تم کہتے کہ میں ہمراہ ہوتا تو اپنے یہاں لے جاتا لہذا ہم خود ہی ہو آئے میں شکر ذرہ نوازی بجالایا اور اپنے گھر واپس آیا والد مرحوم نے فرمایا کہ حضور تشریف لائے تھے میرے حال پر بہت نوازش فرمای اور حکم دے گئے ہیں کہ اب علاج و پرہیز آپ سب ترک کر دیجئے اور ندی کا پانی منگوا کر ہمارے پاس بھیجئے ہم اسپر کچھ پڑھ کر دم کر دینگے اسی سے غسل کر ڈالئے اور دعا تکبیر عاشقان پڑھنے کی ہدایت اور اس

مداومت کی تاکید فرمائی چنانچہ دوسرے روز حسب الحکم حضور کے دم کئے ہوئے پانی سے غسل کیا گیا اُسی روز شام تک اتنی تخفیف درد میں ہوگئی کہ کئی ماہ کے بعد کچھ قدرت نشست پر ہوئی اور تھوڑی دیر بسہولت بیٹھ سکے صبح سے دعائے تکبیر عاشقاں بھی شروع کر دی جس سے بسرعت مرض میں خفت شروع ہوئی ایسا کہ پانچویں روز بلا تکلیف وہ ایک میل پیادہ چلکر حضور کے سلام اور ادائے شکریہ کی غرض سے تکیہ شریف پر حاضر ہوئے حالانکہ عرصہ سے صاحب فراش و معذور تھے اور ہر بہتر سے بہتر علاج سے بجز مرض میں اضافہ کے کوئی افاقہ نہ ہوتا تھا محض بتوجہ و تصرف حضور صحت و شفاء کاملہ نصیب ہوئی۔

کرامت میں جب مدرسہ تکمیل الطب لکھنؤ میں داخل ہوا تھا اُسوقت سالانہ امتحان کے صرف دو ماہ باقی تھے اُنمیں بھی چند روز تعطیل کے شامل تھے میں نے حضور سے آکر عرض کیا کہ کوئی طبی کتاب اس سے قبل میں نے پڑھی نہیں اتنی قلیل مدت میں امتحان کیلئے کیسے تیار ہو سکونگا حضور نے فرمایا کہ کتابیں جہانتک نصاب میں داخل ہیں ایک بار غور سے دیکھ ڈالو اور جو مقام سمجھ میں نہ آئے وہ اساتذہ سے سمجھ لو پھر خدا کے بھروسہ پر امتحان دیدو میں نے تعمیل ارشاد کی اور بتوجہ حضور کامیاب بھی ہوگیا حالانکہ میری طبی واقفیت کا اُسوقت یہ حال تھا کہ امتحان میں مفردات سدیدی کا ایک سوال یہ تھا کہ کزبرہ (دھنیا) محلل ورام ہے کہ نہیں اور ہے تو داخلاً ہے یا خارجاً میں یہی نہ جانتا تھا کہ کزبرہ ہے کیا چیز لیکن باوجود عدم واقفیت کے جواب یہی لکھا کہ کزبرہ داخلاً محلل ورام ہے اور یہی بالکل صحیح تھا یونہی ہر سال بتصرف حضور کامیابی ہوتی رہی ۱۳۱۹ھ میں جب مجکو سند ملی حضور کی خدمت میں لاکر پیش کی حضور نے نہایت مسرت سے اُسے ملاحظہ فرمایا اور بصد شفقت فرمایا کہ دست شفا ہم تجھ وادم حضور کے اس ارشاد کا ظہور بیشتر مواقع پر میں اب دیکھتا رہتا ہوں کہ سخت امراض میں بھی تدابیر مجوزہ حقیر اکثر موثر ثابت ہوتی ہیں اور یہ محض اثر توجہ حضور ہے ورنہ میری حالت ظاہر ہے۔

کرامت جب میں نے بغرض افتتاح مطب قصد ناگپور ملک متوسط کا کیا تو بوقت

رخصت حضور نے فرمایا کہ غربت و مسافرت سے پریشان خاطر نہونا ہر جگہ ہر حال میں ہم تمھارے ساتھ ہیں مرجعیت و فتوحات کی تم کو کمی نہ رہیگی بروقت ضرورت انشاءاللہ تمھارے حسب بخواہ سب کچھ تم کو ملتا رہیگا اور اسکے ہم ذمہ دار ہیں اس ارشاد سے بڑی ہمت اور قوت پیدا ہوگی اور میں بعزم ناگپور وطن سے روانہ ہوگیا وہاں پہونچتے ہی آثار کامیابی نظر آنے لگے حالانکہ میرے لئے یہ بالکل نئی جگہ تھی اور میں کبھی وطن سے اتنا دور نہ گیا تھا یہاں نہ کسی سے ذاتی شناسائی تھی نہ کوئی ذریعہ نہ کسی سے سابقہ رابطہ چند ہی ماہ گذرنے پر کچھ ایسے موثر ذرایع و وسایل بتوجہات حضور پیدا ہوگئے کہ وہی بظاہر سبب حصول مقصد ہوئے اور بتوجہ حضور مجکو وہ کامیابی ہوئی اور ہے جو میری استعداد اور لیاقت سے کہیں زائد ہے ہاں با اقتضاے بشریت اکثر اوقات یکشت بیک وقت زائد رقم کی ضرورت پڑا گر پریشانی بھی لاحق ہوئی تو جہاں حضور کا یہ ارشاد یاد آیا کہ بروقت ضرورت تم کو سب کچھ ملجاے گا بس فوراً یہ خیال رافع ملال ہوا اور بے وہم و گمان حسب ضرورت ہزاروں روپیہ بروقت فراہم ہوگئے اکثر اسکا مشاہدہ مجکو ہوچکا ہے اور ہوتا رہتا ہے۔

کرامت بزمان طالب علمی احقر کے خدمات کو شرف قبولیت بخشتے ہوے متعدد بار ارشاد ہوا کہ من خدم خدم تم نے جیسی ہماری خدمتیں کی ہیں تمھاری خدمت کیلئے بھی ہمیشہ کوئی نہ کوئی مستعد اور ستعد رہیگا یہ ارشاد بھی عرصہ چوبیس سال سے برابر صادق آرہا ہے اور بتصرف حضور ہر زمانہ اور ہر وقت میں کوئی نہ کوئی بندہ خدا ایسا ضرور موجود رہتا ہے جو حسبۃً للہ بلا کسی مزد و اجرت کے مخلصانہ خدمات میں ایسا مصروف رہتا ہے کہ دو آدمی محنتی و مستعد و متدین اگر میں رکھوں تو بھی شاید میرے جملہ ضروریات اس خوبی سے سرانجام نہ پاسکیں اور اگر وہ شخص عرصہ کے بعد اپنی ضروریات میں مصروفیت کے سبب میرے یہاں کی حاضر باشی سے معذور رہے تو فوراً کوئی دوسرا شخص اسی محبت و خلوص کے ساتھ موجود ہوجاتا ہے۔

کرامت میرے ماموں زاد بھائی عبدالسمیع بیگ کو دماغی شکایت تھی اُسی شوریدہ سری میں وہ اپنے گھر سے بلا اطلاع فرار ہوگئے اُنکے والدین اور اعزہ سخت پریشان تھے قرب و جوار میں کسی سے بھی باوجود بجد و دادوش کے کہیں اُنکا پتہ نہ چلتا تھا اُنکی والدہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بہ الحاح وزاری عرض کیا حضور نے فرمایا کہ چھاؤنی میں کسی کو بھیجو پتہ چل جائیگا چنانچہ دہلی میں جاکر پتہ چلا کہ رسالہ میں بھرتی ہوکر جبلپور چلے گئے ہیں وہاں جانے پر معلوم ہوا کہ اب تو باقاعدہ اُنکا داخلہ ہوچکا ہے بلا کسی عذر معقول کے نام خارج نہیں کیا جاسکتا پھر اُنکی والدہ نے دوبارہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ حضور اب ایسی توجہ فرمائیں کہ نام اُنکا خارج کردیا جاے اور وہ بخیریت اپنے مکان آجائیں حضور چند ساعت آنکھیں بند کئے خاموش رہے پھر آنکھیں کھولکر فرمایا کہ جاو نام کٹ گیا اور وہ دو تین روز میں اپنے مکان آجائینگے اطمینان رکھو چنانچہ تیسرے روز عزیز مذکور اپنے مکان پہونچگئے اور اُن سے معلوم ہوا کہ جس روز اور جسوقت حضور نے یہاں فرمایا تھا اُسی روز اور اُسی وقت وہاں اُنکا نام خارج کیا گیا۔

کرامت کئی سال کے بعد پھر عزیز مذکور مفرور ہوے اب کی عرصہ دراز تک کہیں پتہ نہ چلا پھر اُنکی والدہ نے حاضر ہوکر حضور کے قدم پکڑ لئے اور عرض کیا کہ اب تو میری پہلے کی ایسی حالت اور استطاعت نہیں رہی جو تلاش و جستجو وغیرہ میں روپیہ صرف کرسکوں بس حضور ہی کا سہارا ہے آپنے فرمایا کہ پریشان نہو اور اطمینان سے اپنے گھر میں بیٹھو خود ہی وہ واپس آجائیں گے سات ماہ سے زائد جب اُنکی مفقود الخبری کو گذر گئے اور کہیں پتہ نہ چلا تو ستائیس رمضان المبارک سنہ تیرہ سو ترپن کی شب کو میری اہلیہ کہ عزیز موصوف کی بہن اور حضور کی مریدہ ہیں بہت پریشان ہوئیں اور حضور کی طرف دل سے متوجہ ہوکر بہت کچھ گستاخانہ عرض کیا کہ بہت دن گذر گئے ابتک کہیں میرے بھائی کا پتہ نہ چلا اور نہ وہ آے حالانکہ حضور نے فرمایا تھا کہ از خود واپس آجائیں گے حضور کا قوی تصرف دیکھئے

کہ اُسی شب ستائیس رمضان المبارک کو عزیز مذکور نے کہ ضلع بانس بریلی میں ایک زمیندار کے یہاں مقیم تھے خواب میں دیکھا کہ حضور تشریف لائے اور نہایت غصہ سے فرمایا کہ تم نے ہمکو کیوں پریشان کر رکھا ہے اور اپنے مکان کیوں واپس نہیں جاتے فوراً وہ خواب سے بیدار ہوگئے اور وہاں سے انکو سخت وحشت پیدا ہوئی اُسی روز عازم وطن ہوئے اور سات ماہ غائب رہنے کے بعد شب اٹھائیس رمضان المبارک کو از خود اپنے مکان پہونچ گئے اور بغیر کچھ ذکر سُنے اپنے سبب واپسی میں خواب مذکور کو بیان کیا۔

کرامت محمد حیات خاں صاحب خالص پوری ثم الکاکوروی آپکے مرید بیان کرتے تھے کہ میں کانپور میں چھاونی میں بعہدہ کنسیوٹر یعنی چیچک کا ٹیکہ لگانے کے تعینات تھا اور وہیں لکھنو اسٹیشن پر میری ڈیوٹی تھی وہاں میرے درد اٹھا ڈاکٹر شام لال گپتا نے اپنی موٹر پر مجکو میرے مکان پر پہونچا دیا ایک ہفتہ تک میں گاؤتکیہ کے سہارے دن رات بیٹھا رہا درد کی تکلیف و اذیت سے ہر وقت چیختا تھا جب ایک ہفتہ یوں ہی گذرا تو تمام ڈاکٹروں اور طبیبوں نے کہدیا کہ یہ اب جانبر نہیں ہوسکتے میری بیوی کو کہ وہ بھی حضور کی مریدہ ہیں جب یہ حال معلوم ہوا تو اُنھوں نے بے اختیار زار و قطار رونا اور اُسی حال میں یہ کہنا شروع کیا کہ یا حضرت پیر و مرشد برحق میری خبر لیجئے اور انکو اچھا کردیجئے میں کاکوری سے سہاگن آئی ہوں کیا خدانخواستہ یہاں سے بیوہ ہوکر جاؤنگی آخر سب تیماردار گیارہ بجے رات کو سو گئے اور میری بھی ایک ہفتہ کے بعد خود بخود آنکھ بند ہوگئی سویا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹا رہا ہے میں نے پوچھا کہ کون صاحب ہیں جواب ملا حبیب حیدر فوراً میں نے لڑکے کو آواز دی کہ کواڑ کھولدے اُس نے دروازہ کھولدیا حضرت صاحب اندر تشریف لائے ایک ہاتھ میں جریب تھی اور دوسرے ہاتھ میں ایک سفید چینی کا پیالہ جسمیں اودے رنگ کا شربت بھرا تھا مجھ سے ارشاد ہوا کہ محمد حیات خاں اسے پی جاؤ میں فوراً پی گیا جو وقت شربت حلق سے اُترا تو یہ خیال پیدا ہوا کہ تو لیٹا ہے اور حضرت کھڑے ہیں

اُٹھکر بیٹھ گیا آنکھ کھلگئی تو درد بالکل ندارد تھا اور شیرینی میرے ہونٹوں میں بھری تھی میں نے
آواز دی سب لوگ اُٹھے میں نے کہا کہ ابھی حضرت تشریف لائے تھے مجکو اچھا کر گئے پانی
رکھو میں نہاکر کاکوری جاونگا چنانچہ نہاکر کپڑے بدلے اور نماز فجر پڑھکر اُسیوقت کی ریل سے
کاکوری آستانہ شریف پر حضرت پیر و مرشد برحق کے حضور میں پہونچکر قدمبوس ہوا فرمایا کہ
اب اچھے ہو خیریت ہے میں نے دست بستہ سارا واقعہ عرض کیا ارشاد ہوا کہ ہم نہونگے کوی
اور ہوگا میں نے کہا کہ نہیں حضور ہی تھے فرمایا کہ اب کسی سے نہ کہنا میں بعد قدمبوسی ملازمت پر
واپس آیا ڈاکٹر و حکیموں نے پوچھا کیسے ہو میں نے کہا اچھا ہوں اُسی رات کو میری بیوی نے بھی
خواب دیکھا کہ حضرت صاحب نے تشریف لاکر مجکو شربت پلایا اور اچھا کر دیا۔

کرامت چودھری صابر علی صاحب سندیلوی بیان کرتے تھے کہ ایکبار مجکو خواب میں حضرت
حافظ صاحب قبلہ قدس سرہ کی زیارت ہوی دیکھا کہ آپ کی ریش مبارک منڈی ہوی ہے مجکو
نہایت تعجب ہوا میں اس خواب کی تعبیر اور اس عقدہ کے حل کرنے کے خیال سے حضرت کی
خدمت میں حاضر ہوا میرا قصد تھا کہ تنہای میں عرض کرونگا دو دن منتظر رہا لیکن بوجہ کثرت آیند
و روند اسکا موقع نہ ملا ایک روز رات کو بہت دیر تک پیر دباتا رہا حضرت باربار سوجاتے تھے
اور پھر جاگ پڑتے تھے ایک مرتبہ جب بیدار ہوے تو میں نے عرض کیا کہ ایک خواب دیکھا ہے
فرمایا رات کو خواب نہیں بیان کرنا چاہئیے میں نے قصد کیا کہ بلا خواب بیان کئے چلا جاونگا
چنانچہ دوسرے روز جب اجازت رخصت لینے گیا تو منن میاں سے فرمایا کہ کتاب وصول لازم
کی ایک جلد چودھری صاحب کو دیدو چنانچہ وہ کتاب مجکو عطا ہوی اور میں سندیلہ چلا آیا پوری
کتاب تو میں نے آجتک نہیں دیکھی لیکن کبھی کبھی جابجا سے دیکھتا ہوں چنانچہ پہلی مرتبہ جب
ایک جگہ سے دیکھنے لگا تو اُسی مقام پر میرے خواب کی تعبیر اور اُس معمہ کا حل موجود تھا یعنی
لکھا تھا کہ اس سلسلہ میں جو حضرات قلندر بیشتر گذرے ہیں وہ چار ابرو کا صفایا کرتے تھے اس
عبارت کو دیکھتے ہی مجھے اپنا خواب یاد آگیا اور وہ معمہ حل ہو گیا میں سمجھ گیا کہ حضرت حافظ صاحب

قلندریہ صورت میں مجکو نظر آے تھے واضح ہو کہ اس سے قبل یا بعد حضرت نے کبھی کوی کتاب مجھے عطا نہیں کی تھی۔

کرامت میری اہلخانہ و دختر عرصہ کے بعد حاضر آستانہ ہویں میں ہمراہ گیا تھا دو تین روز کے بعد جب میں نے اجازت واپسی حضرت کی والدہ ماجدہ سے چاہی تو ارشاد ہوا کہ بہت عرصہ کے بعد آی ہیں کم از کم پندرہ روز انھیں جانے نہیں دیا جائیگا میں سندیلہ واپس گیا جسدن وہ رخصت ہونے لگیں تو دیر بہت ہوگئی تھی ریل کا وقت بالکل آگیا اسٹیشن دو میل تھا مجھے گاڑی ملنے سے گونہ مایوسی تھی اُسپر طرہ یہ ہوا کہ جب وہ سوار ہو چکیں تو حضرت کی والدہ ماجدہ نے میرے پاس کہلا بھیجا کہ اول انکو تکیہ پرسے جاو وہاں سے اجازت رخصتی و تبرک عطا ہونے کے بعد یہ جا سکتی ہیں چنانچہ تکیہ شریف پر حضرت حافظ صاحب قبلہ کی درگاہ اقدس میں انکو اتار کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مستورات بغرض حصول اجازت رخصت حاضر ہوی ہیں اور گاڑی کا وقت آچکا ہے حضور دعا کریں کہ ملجاے حضرت کچھ دیر کے بعد درگاہ میں تشریف لیگئے اور مستورات سے باتیں کرتے رہے اور تبرک عطا فرمایا ایک گھنٹہ سے زائد اسمیں صرف ہوگیا اب گاڑی ملنے کی جو امید موہوم تھی وہ بھی میرے دل سے جاتی رہی بعد انتظار بسیار حضرت درگاہ سے تشریف لاے اور مستورات سوار ہویں تو مجکو کچھ دیر تبرک دینے کیلئے روکا تبرک دیکر فرمایا کہ چودھری صاحب آپ کو گاڑی ملجاے گی میں ایسا خوش عقیدہ نہ تھا کہ اس ارشاد سے مطمئن ہوجاتا جبکہ گاڑی کا وقت گذرے ہوے عرصہ ہوچکا تھا اور اسٹیشن دو میل تھا لیکن میں روانہ ہوا اسٹیشن پہونچکر معلوم ہوا کہ گاڑی آج ڈھای گھنٹہ لیٹ ہے اور اب دس پندرہ منٹ بعد آے گی۔

کرامت ایک مرتبہ مجکو استغفراللہ یہ خیال گذرا کہ حضرت میں کوی کمال باطنی نہیں ہے رجوع خلق محض اتفاقیہ اور معتقدین کی سادہ لوحی اور حضرت کی خوش قسمتی سے ہے دو ہی تین روز کے بعد میں نے یہ خواب دیکھا کہ میں کاکوری گیا اور در دولت پر حاضر ہوا حضرت

اندر محلسرات سے تشریف لائے اور تکیہ شریف روانہ ہوئے میں نے قصد ہمراہی کیا جب قدم اُٹھانے کا ارادہ کیا تو معلوم ہوا کہ قوت رفتار بالکل زائل ہو گئی ہے خیال آیا کہ لیٹ جاؤں اور کیڑوں کی طرح رینگتا ہوا حضرتؒ کے پیچھے پیچھے جاؤں مگر یہ بھی ممکن نہ ہوا پیٹ کے بھل لیٹ تو گیا لیکن رینگ بھی نہ سکا تب خیال آیا کہ اگر حضرت میں کوئی کمال باطنی ہو تو توجہ فرما کر مجھے قوت رفتار عطا کر سکتے ہیں ورنہ میں یونہی رہا حضرت اس درمیان میں تیس چالیس قدم آگے بڑھ گئے تھے مگر نظر آتے تھے جیسے مجھے یہ خیال آیا حضرتؒ نے منھ پھیر کر ہاتھ سے اشارہ کر کے مجھ سے فرمایا کہ چلے بھی آؤ یہ سنتے ہی مجھ میں توانائی و قوت رفتار آ گئی میں اُٹھکر لپکا اور حضرتؒ کے ساتھ ہو لیا اور آپ کے کمال کا معترف ہو گیا۔

کرامت میر لطافت علیصاحب آپکے مرید بیان کرتے تھے کہ شروع زمانہ ملازمت میں بعمر ۲۳ یا ۲۴ سال شکم کے ایک مہلک عارضہ میں غلام مبتلا ہو گیا تھا مسلسل دو سال کی بیماری سے الہ آباد ریلوے اسپتال کے ڈاکٹر علاج سے عاجز ہو گئے درد قولنج کی طرح سخت تکلیف دہ درد دوسرے تیسرے ماہ ہوا کرتا تھا چنانچہ ڈاکٹر صاحبان نے ایک ماہ کی رخصت دلوا کر کلکتہ مڈیکل کالج میں اپریشن کرانے کی ہدایت کی اور کہا کہ یہ بغیر اپریشن کے اچھا نہو گا اُنکی اس تجویز سے بھائی برکت علیصاحب کو غلام نے مطلع کیا بھائی صاحبؒ نے اختلاف کرتے ہوئے لکھنؤ مڈیکل کالج میں علاج کی صلاح دی اور غلام کو وہاں لیجا کر وطن یعنی قنوج کے ایک صاحب جنکا نام مجھے یاد نہیں وہ بعہدہ ہوس سرجن وہاں تعینات تھے میرا حال کہا اور انھیں کے مکان پر قیام بھی کیا صاحب موصوفؒ نے دوسرے روز اور ڈاکٹروں سے تبادلہ خیالات کر کے الہ آباد کے ڈاکٹروں کی تجویز سے اتفاق کیا کہ بغیر اپریشن کے اچھا نہو گا بھائی صاحبؒ نے بادل ناخواستہ غلام کو کالج میں داخل کرا دیا اور خود کانپور چلے گئے مجھکو ہدایت کر دی کہ میری واپسی کے قبل اپریشن نہ کرانا تیسرے روز بھائی صاحبؒ نے واپس آ کر کہا کہ حضرت صاحب کا حکم اپریشن کرانے کا نہیں ہے فرمایا ہے کہ یونہی اچھا ہو جائیگا مجھکو اعتقاد ہے آئندہ تم مختار ہو

غلام کو بھی بھائی صاحب کے اعتقاد پر اعتماد ہو گیا چوتھے روز کالج کے افسر اعلیٰ معہ چند طلبہ آئے اور دو گھنٹہ تک بیماری کے متعلق لکچر دیکر فرمایا کہ اپریشن کیلئے تیار ہو میں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ کوئی خارجی علاج ممکن ہو تو کر دیجئے یہ سنکر انھوں نے کہا کہ اسکا واحد علاج اپریشن ہی چنانچہ غلام وہاں سے نام خارج کرا کے باقی ایام رخصت مکان پر گذار کر ملازمت پر واپس چلا گیا قریب دو سال کا عرصہ ہو گیا کہ خداوند کریم نے ببرکت دعائے پیر و مرشد اس مہلک عارضہ سے نجات بخشی اور پھر مجکو کوئی شکایت اس قسم کی پیدا نہیں ہوئی۔

کرامت بہ نیت بیعت جب میرا حاضری کا قصد ہوا تو ایک صاحب دربھی میرے ساتھ بغرض تفریح ہو گئے مجھے کاکوری جانے کا پہلا اتفاق تھا پختہ سڑک سے تکیہ شریف جا رہا تھا حضرت صاحب قبلہ مع دو صاحبوں کے درخت املی کے سایہ میں قریب ۱۰ بجے کے ایک چارپائی پر بیٹھے حقہ نوش فرما رہے تھے کچھ فاصلہ سے میری نظر پڑی تو میں نے اپنے ہمراہی سے کہا کہ غالباً سجادہ نشین یہی بزرگ ہیں جو حقہ نوش فرما رہے ہیں حضرت کی حقہ نوشی سے اُنکے دل میں خیال فاسد پیدا ہوا جسکا اظہار اُنھوں نے مجھ سے کیا میں نے کہا کہ شرعی ممانعت حقہ نوشی کی نہیں ہے اور اگر ہو تو ہم کو بمصداق خطائے بزرگاں گرفتن خطا است اپنا اعتقاد خراب نہ کرنا چاہیئے اس درمیان میں حضرت صاحب کی سرسری نظر ہم لوگوں پر پڑ گئی میں نے قصد کیا کہ اسیوقت قدمبوس ہوں مگر میرے ہمراہی نے کہا کہ شام کو عبدالمجید صاحب انصاری کے ساتھ آکر قدمبوس ہونا بہتر ہو گا چنانچہ انصاری صاحب کے مکان کا پتہ دریافت کر کے ہم لوگ وہاں چلے گئے اور غلام کو مکرمی منشی ظہور احمد صاحب کے ہمراہ حاضر ہوئے حضرت نے میری نذر قبول کر لی اور میرے ہمراہی کی نذر پیش کرنے پر فرمایا کہ کیا میں اس قابل ہوں اُنکو اپنے خیال فاسد پر تنبیہ ہوا اور معافی مانگنا پڑی۔

کرامت منشی عبدالمجید انصاری بیان کرتے تھے کہ غالباً ۱۹۱۹ء کا واقعہ ہے کہ میری اہلیہ مرحومہ کے یہاں ولادت ہونے والی تھی اسپتال لکھنؤ میں جانے کیلئے رخصت ہونے کو

حضرت پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ اسپتال جانے میں مجکو خوف و گھبراہٹ معلوم ہوتی ہے حضور نے اُنکو تسلی دی اور فرمایا کہ اگر کوئی واقعہ تم کو پیش آئے میرا خیال کر لینا چنانچہ اسپتال میں لڑکا پیدا ہوا اُسی روز رات کے بارہ بجے وہ لیٹی ہوئی تھیں اور اُنکے برابر اُنکی والدہ کا پلنگ تھا اُنھوں نے دیکھا کہ ایک سیاہ فام قدآور شخص کھڑکی سے داخل ہوا اور کہنے لگا کہ لڑکا ہمکو دیدو اُنپر خوف و دہشت غالب ہوا معاً حضرت کا خیال کیا تو دیکھا کہ حضور ڈنڈا لئے کھڑے ہیں اور وہ بھاگا چلا جاتا ہے جب اُنکو اطمینان ہوا تو اپنی والدہ کو جگا کر سارا واقعہ بیان کیا اُنھوں نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا۔

کرامت منشی راج مل بھوپالی مرید حضرت بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں بحصول رخصت دس یوم فاتحہ شریفہ ماہ شوال میں حاضر ہوا ختم رخصت پر جبکہ صرف ایک یوم باقی تھا اجازت چاہی فرمایا کہ رات کو رخصت کریں گے رات کو جب عرض کیا تو فرمایا کہ صبح کو رخصت کریں گے اب یہ دن میرے بھوپال پہونچکر دفتر کی حاضری کا تھا میری پریشانی بڑھنا شروع ہوئی کیونکہ ملازمت کا معاملہ تھا جب صبح رخصت ہونے حاضر ہوا تو فرمایا کہ بھائی آج جمعرات ہے کل نماز جمعہ کے بعد رخصت کرینگے اب تو میری پریشانی کی حد نہ رہی خدا خدا کرکے وہ دن گذرا جب دوسرے دن بعد نماز حاضر ہوا تو فرمایا کہ رات کو رخصت کرینگے جب رات کو حاضر ہوا تو فرمایا کہ منشی راجمل آپ مانتے ہی نہیں اچھا آئیے رخصت کردیں اس فقرہ سے میں ڈر گیا کہ کہیں ہمیشہ کے لئے یہ رخصتی نہو میں نے عرض کیا کہ خدا نہ ہمیشہ کیلئے رخصت نہ کر دیجئے گا ہنسکر فرمایا نہیں نہیں چنانچہ میں بھوپال آیا جب الد صاحب سے عرض کیا کہ چار روز کی غیر حاضری ہوگئی بہت مشکل سے اجازت ملی تو انھوں نے کہا کہ تم ناحق آئے یہاں تو پندرہ دن کی چھٹی ہوگئی ہے سرکار عالیہ نے پلیگ کی وجہ سے عام تعطیل دیدی ہے مجھے نہایت حسرت ہوئی کہ ناحق میں چلا آیا اتنے دن وہیں رہتا تو بہتر تھا

کرامت میری شادی کو پانچ سال ہوگئے تھے کوئی اولاد نہوئی تھی والدہ کو میری

اولاد کی بڑی تمنا تھی اور اسیطرح خوشدامن کو بھی ایک مرتبہ جب حاضر ہوا تو حضور صحن تکیہ شریف میں بعد مغرب چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور حضرت پتن میاں صاحب و مولوی ضیاء الدین صاحب موجود تھے مولوی صاحب قبلہ نے حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضور راجمل کے کوئی اولاد نہیں ہے لڑکا عطا ہو ہنوز حضرت صاحب نے کچھ ارشاد نہیں فرمایا تھا کہ حافظ صاحب نے فرمایا کہ لڑکی ہوگی مولوی صاحب نے کہا کہ حضور لڑکا ہو حضرت صاحب ہنسکر خاموش ہوگئے کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ دعا کرونگا راجمل کے یہاں لڑکا ہو چند روز کے بعد جب میری بیوی کو سات آٹھ مہینہ کا حمل تھا سخت بیماری لاحق ہوئی ڈاکٹری علاج کیا گیا اسی دوران میں حمل ساقط ہوگیا جو لڑکی تھی اسکے ایک سال بعد میرے یہاں لڑکا ہوا جسکا نام مولوی محمد حسن صاحب نے حسب پسند حضرت صاحب تاج مل رکھا جو اسوقت سترہ اٹھارہ سال کا ہے اور درجہ دہم میں پڑھتا اور تکیہ شریف پر حاضر ہو چکا ہے۔

کرامت ایکبار یاد نہیں کہ عرس شریف کا زمانہ تھا یا کسی فاتحہ شریف کا میں رخصت لیکر کاکوری شریف جانے کو تیار ہوا سامان تانگہ پر رکھکر اسٹیشن روانہ ہوا جب اتوارہ روڈ بھوپال پر عجائب خانہ کی عمارت کے پاس پہونچا تو دیکھا کہ ایک ہندو فقیر اسٹیشن کی طرف سے آرہے ہیں میرے دل نے کہا کہ یہ اچھے آدمی معلوم ہوتے ہیں میں نے تانگہ رکوایا اور اترکر سلام کیا دعا دیکر فرمایا کہ نانا (مارواڑی زبان میں چھوٹے بچہ کو کہتے ہیں) کہاں جاتے ہو میں نے کہا کاکوری کہنے لگے آج مت جاؤ مجھے بہت ناگوار ہوا اور اپنے کئے پر پچھتایا کہ ناحق اترا اور سلام کیا ایک منٹ کے بعد میں نے کہا کہ میں اپنی روانگی کی اطلاع بھیج چکا ہوں بارش کے دن ہیں اور شب کو ۹ بجے میں کاکوری پہونچونگا وہاں میرے لئے سواری آئے گی کہنے لگے کہ ہم منع کرتے ہیں نہ جاؤ میں نے کہا کہ میں تو ارادہ کر چکا ہوں جاؤنگا کہنے لگے کہ میں تمھارے پیر و مرشد کے حکم سے تم کو منع کرتا ہوں میں مجبور ہوکر گھر واپس گیا دوسرے روز کاکوری روانہ ہوا جب لکھنؤ اسٹیشن پر پہونچا تو معلوم ہوا کہ کل شام کی ریل پر ڈکیتی ہوئی اور

کچھ لوگ مارے گئے اُسوقت میری سمجھ میں آیا کہ مجھے کیوں روکا گیا تھا۔

کرامت ایک بار کسی فاتحہ شریف کا موقع تھا میں جناب مولوی ضیاء الدین صاحب اسسٹنٹ ڈائرکٹر زراعت ریاست بھوپال کی خدمت میں بمقام نبی باغ حاضر ہوا اُس زمانہ میں نمایش زراعتی کا کام ہو رہا تھا اور اتفاق سے وہی تاریخیں فاتحہ شریف کی پڑتی تھیں میں نے مولویصاحب سے عرض کیا کہ مجھے تو رخصت ملگئی ہے آپ کو رخصت ملنا دشوار ہے چنانچہ مولویصاحب نے حضرت صاحب کو عریضہ لکھا اور میں نے بھی کہ مجھے رخصت ملگئی ہے مگر مولوی صاحب کو ایسے موقع پر رخصت نہیں ملسکتی حضرت صاحب نے جواب میں تحریر فرمایا کہ مولوی صاحب درخواست رخصت دیدیں روانگی کاکوری سے ایک روز قبل حکم آیا کہ چند وجوہ سے نمایش پندرہ دن بڑھا دیگئی چنانچہ میں خوشی خوشی مولویصاحب کے ساتھ کاکوری حاضر ہوا۔

کرامت میں اپنی ملازمت کے زمانہ میں اس امر کی کوشش کرتا رہتا تھا کہ جسقدر رخصت رعایتی یا اتفاقیہ حاصل کروں وہ حاضری آستانہ پر صرف کروں رخصت میری صرف کاکوری ہی کیلئے وقف رہتی تھی اپنی خانگی ضروریات میں بھی حتی الامکان رخصت نہ لیتا تھا گویا مجھے حاضری کا جنون تھا اور میں نے بارہا ارادہ کیا کہ اگر مجھے گھر کی طرف سے اطمینان ہو اور میری ضروریات کا انتظام ہو جاوے تو میں تکیہ شریف ہی پر قیام کروں اور جسقدر بھی وقت میرا گذرے وہ حضرت ہی کے حضور میں گذرے مگر میں اپنے اس ارادہ میں کامیاب نہو سکا میری اس حالت کو دیکھ کر میرے والد کو پریشانی ہوی اور نیز میری ہر بار کی روانگی کاکوری سے برادری کے اور لوگ بھی میری طرف سے مشتبہ ہوے اور انھوں نے بھی میرے والد سے کہا کہ راجل کا بار بار کاکوری جانا اچھا نہیں ہے چنانچہ والد نے مجھے منع کیا میں نے اُن سے عرض کیا کہ حضرت صاحب کے نزدیک مسلمان اور ہندو کا کوی فرق نہیں ہے اُنکا راستہ تو پریم کا راستہ ہے وہاں سب ایک ہیں آپ صرف ایک بار وہاں چلکر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجئے اُسوقت آپ کو میرے کہنے کا یقین ہوگا جنھوں نے وہاں کی شکایت کی ہے اُسکی تردید میں کرنا نہیں چاہتا اور یہ تمام

واقعات ذریعہ عریضہ حضرت کو لکھ بھیجے حضور نے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ تم نے اپنے والد سے کہا مناسب کہا کچھ دنوں کے بعد عرس شریف کا زمانہ آگیا میں نے والد سے کہا کہ عرس شریف کا زمانہ ہے میں ضرور جاؤنگا اگر آپ بھی چلیں تو بہتر ہے بچشم خود ملاحظہ کرلیں گے چنانچہ وہ بھی حاضر ہوئے اور ایک ہفتہ کے بعد واپس آئے اور بہت مطمئن آئے۔

کرامت منشی مکرم احمد علوی کاکوروی بیان کرتے تھے کہ بھائی جان مولوی رضی علی اضگر جب رامپور میں ناظم صاحب کے پیشکار تھے ایک بار حضرت حافظ صاحب کے فاتحہ شریف میں گئے اور لکھنؤ سے کچھ قلم واسطے حضرت کیلئے لیگئے حضرت نے اپنے قلمدان سے دو قلم انکو دئے اور فرمایا کہ لیجئے یہ پیشکاری کے قلم ہیں انکو خیال آیا کہ پیشکار تو میں ہوں معاً ارشاد ہوا کہ یہ اور پیشکاری ہے جب وہ رامپور واپس آئے تو معلوم ہوا کہ ریونیو سکریٹری نے انکو اپنی پیشکاری میں لے لیا ہے اسی سال یعنی ۱۳۲۲ھ میں اُن سے ارشاد ہوا کہ آپ کے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا اسکا نقی علی نام رکھئے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

کرامت اسی سال ذیقعدہ میں میرے والد جناب مولوی حکیم حبیب علی صاحب مرحوم کے پہلے فاتحہ میں شرکت کی ضرورت سے برادر صاحب قبلہ مولوی نبی علی صاحب درخواست رخصت سامنے دفتر میں بمقام لکھنؤ بھیجکر اٹاوہ چلے گئے اور انتظار رخصت کی منظوری کا بوجہ ضیق وقت نہ کرسکے اُنکے افسر نے رخصت نامنظور کردی جسکی اطلاع ملنے پر انکو تار دیکر واپس بلوایا گیا انھوں نے برادرم حکیم محمد احمد صاحب کے ذریعہ اس معاملہ کو حضرت صاحب کے حضور میں عرض کرایا ارشاد ہوا کہ فکر کی بات نہیں سب طے ہوجائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور افسر نے اُنکی رخصت منظور کرلی۔

کرامت ۱۳۲۳ھ میں جب میں رامپور میں تھا میرے کثرت سے چیچک نکلی جس سے سخت تکلیف تھی بظاہر زیست کی امید نہ تھی شب کو میں نے خواب دیکھا کہ میں مرگیا ہوں سب انتظام ہوچکا ہے دو شخص میرا جنازہ اُٹھاکر لے جانا چاہتے ہیں اتنے میں حضرت صاحب

تشریف لائے میں قدموں پر گر پڑا کہ حضور مجھے بچائیے آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں اور جنازہ اٹھانے والوں سے کہا کہ مت لیجاؤ ہم نے خدا سے مانگ لیا ہے اور اپنا گیروا رومال میرے قلب پر رکھکر فرمایا اٹھو میں اٹھ کھڑا ہوا پھر میری آنکھ کھلگئی میں نے حضرت کو عریضہ لکھا اور سرمہ مانگا کیونکہ آنکھوں میں چیچک کے دانوں کی وجہ سے بہت تکلیف تھی حضرت نے سرمہ بھیجدیا جس کے استعمال سے روز بروز فائدہ ہوتا گیا اور میرے چہرہ پر چیچک کا ایک داغ بھی نہ پڑا۔

کرامت منشی رضی الحسن کاکوروی بیان کرتے تھے کہ جناب مولوی محمد ہاشم صاحب جو میری پھوپھی کے حقیقی ماموں تھے فالج میں مبتلا ہوئے میری پھوپھی نے پوچھا کہ صاحب کیا ہوگا فرمایا اس سال تو کچھ نہوگا اس ارشاد سے سب کو اطمینان ہوگیا کہ کم سے کم سلسلہ علالت سال بھر قائم رہیگا اسکے بعد جو کچھ ہو اس ارشاد کے پندرہ روز بعد انکا انتقال ہوگیا پھر جب حضرت تشریف لائے تو میری پھوپھی نے کہا کہ حضور نے فرمایا تھا کہ اس سال کچھ نہوگا یہ کیا ہوا فرمایا کہ وہاں کا سال شب برات کے دن سے شروع ہوتا ہے وہ سال کا پہلا دن ہے سب تمام حسابات ختم ہوتے ہیں میں نے یہی کہا تھا کہ اس سال کچھ نہوگا چنانچہ بعد شب برات انتقال ہوا یعنی دوسرے سال یہاں سال محرم سے شروع ہوتا ہے اسلئے یہ ارشاد سمجھ میں نہیں آیا تھا جس روز مولوی صاحب کا انتقال ہونے والا تھا اس روز جب طبیعت زائد بگڑی تو حضرت کو اطلاع کرکے زحمت تشریف آوری دیگئی آپ انکے پاس جاکر تشریف فرما ہوئے میں اور میری پھوپھی بھی وہیں پہونچگئیں گو جمعہ کا دن تھا مگر حضرت تشریف رکھے رہے اور تکیہ شریف پر جناب منن میاں صاحب کے پاس کہلا بھیجا کہ تم نماز جمعہ پڑھا دو میں نہیں آؤں گا دوپہر کے بعد حضرت صاحب میری پھوپھی سے بار بار پوچھتے تھے کہ چار بجگئے یا نہیں میری پھوپھی متحیر تھیں کہ یہ کیوں پوچھا جا رہا ہے ادھر گھڑی میں چار بجے ادھر انکا انتقال ہوگیا تب معلوم ہوا کہ اسلئے پوچھا جا رہا تھا۔

کرامت رابعہ صاحب منکاپور کے ایک ہی لڑکا تھا جسکو وہ بہت چاہتے تھے

اُسکو دو مہینہ سے بخار آرہا تھا ہزاروں روپیے خرچ کئے مگر کوی فائدہ نہوا راجہ صاحب حضرت صاحب کا نام سُنکر حاضر ہوے اور بجد اصرار کرکے اپنے ساتھ قیصر باغ میں اپنے مکان پر لیگئے اور عرض کیا کہ اچھا کر دیجیئے آپ نے فرمایا کہ کل سے بخار میں تخفیف ہو جاے گی اور انشاء اللہ پانچ روز میں بخار جاتا رہیگا ایکدم سے بخار اُترنا بھی اچھا نہیں چنانچہ دوسرے روز سے تخفیف شروع ہوی اور پانچویں دن بخار اُتر گیا۔

کرامت میرے بڑے بھای منشی وصی حسن صاحب مرحوم انسپکٹر خفیہ پولیس ضلع سیتاپور میں تھے وہاں کے بہت سے جرائم پیشہ لوگ اُنکے دشمن جانی ہوگئے ہر وقت جان کا خطرہ تھا اُنکے چند احباب اُن سے پوشیدہ طور پر ایک فقیر صاحب کے پاس گئے جو وہیں رہتے تھے اور بڑے بزرگ مانے جاتے تھے اُن سے کہا کہ للہ اُنکی حفاظت کیجیئے کہیں اُنکی جان کو نقصان نہ پہونچ جاے اُنھوں نے ہنسکر کہا کہ بھای یہ سارا خطہ اُنکے پیرو مرشد کے زیر حکومت ہے وہ خود ہی حفاظت کرتے ہیں اُنکا بال بیکا نہوگا میرے بڑے بھای نے سیکڑوں مسلح ڈاکو گرفتار کئے اور اُنکو کوی نقصان نہ پہونچا۔

کرامت میری چچی صاحبہ دق میں مبتلا تھیں جب حالت زیادہ ردی ہوی تو ایک روز اُنھوں نے حضرت صاحب کو خواب میں یہ فرماتے دیکھا کہ فلان دن تم بالکل اچھی ہو جاوگی بیدار ہوکر اُنھوں نے یہ خواب سب سے بیان کیا جسکو سُنکر سب کو یقین ہوگیا کہ اُس روز انتقال ہو جاے گا اور ہمیشہ کیلئے آرام پا جاینگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

کرامت ایک بار میری پھوپھی کو روپیہ کی سخت ضرورت تھی حضرت سے عرض کیا کہ کہیں سے ملجاے ارشاد ہوا کہ کس طرح ملجاے عرض کیا کہ نہ کسی سے قرض لینا پڑے اور نہ مانگنا پڑے خود کوی دیجاے فرمایا اچھا اسیطرح ملجائیگا چند گھنٹے کے بعد ایک عورت آی اور ایک تھیلی میں سوا سو روپیہ لاکر رکھ دیئے اور کہا کہ اسکو اپنے پاس رکھ لیجیے جب ضرورت ہوگی لے لونگی اگر آپ کو ضرورت ہو تو خرچ کیجیے پھر وقت پر مجکو دیدیجیے گا۔

کرامت ایک صاحب حضرت کے بیحد مخالف تھے ہر ملاقات میں مخالفانہ بحث کرتے ایک روز میرے گھر پر آئے اور گفتگو کی بحث نے اتنا طول کھینچا کہ سخت کلامی کی نوبت آگئی دیر اتنی ہوگئی کہ میرا آستانہ پر حاضری کا وقت آگیا میں چلا آیا حضرت تنہا کمرہ میں تھے میں سلام کرکے بیٹھ گیا مسکرا کر فرمایا کہ ہماری برائیوں پر تم سے لوگوں سے بحث ہوا کرتی ہے یہ واہیات بات ہے جو کوئی برا کہے کہنے دو آج سے جس مجمع میں ہماری برائیاں ہوں وہاں سے اُٹھکر چلے آیا کرو اُس روز سے میرا یقین ہے کہ حضرت کو ہماری تمام حرکات و سکنات و گفتگو کا خواہ ہم کہیں کیوں نہوں ویسا ہی علم ہے جیسا کہ رو برو۔

کرامت ایک میرے عزیز کا انتقال ہوگیا میں بہت رنجیدہ تھا اور میرے دلمیں دنیا کی بے ثباتی کے خیالات موجزن تھے اسی حالت میں حاضر ہوا اور خاموش اپنی جگہ پر بیٹھ گیا حاضرین سے ایک صاحب بولے کہ آج آپ بہت چپ ہیں بیشتر اسکے کہ میں کچھ کہوں حضرت نے فرمایا کہ اسوقت انکے دل میں دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ کھنچ رہا ہے اور اُن تمام خیالات کا اظہار فرما دیا جو میرے دل میں تھے۔

کرامت مولوی حنیف الدین صاحب ایک بار قصبہ پھلری ضلع اورنگ آباد سے کسی موضع کو جا رہے تھے کہ راستہ بھول گئے سخت پریشان تھے فوراً انھوں نے حضرت کو یاد کیا دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت کچھ فاصلہ پر انکے سامنے چلے جا رہے ہیں کچھ دور یہ حضرت کے پیچھے لپکے حضرت تو غائب ہوگئے اور یہ صحیح راستہ پر پہونچگئے۔

کرامت منشی عبدالاحد فتحپوری نے کسی کتاب میں دیکھا تھا کہ بزرگ کی پہچان یہ ہے کہ اگر راستہ میں کوئی کنکری بھی پڑی ہو تو وہ اسکو ہٹادے اور اگر اُسکے پیچھے کوئی کلمہ پڑھے تو منہ پھیر کر دیکھ لیگا چند روز بعد ایک روز حضرت قصبہ تشریف لئے جا رہے تھے یہ بھی ہمراہ تھے ایک جگہ راستہ میں ڈھیلا پڑا تھا حضرت نے اُسکو پیر سے ہٹا دیا تب انکو خیال آیا کہ میں نے کتاب میں بزرگ کی پہچان میں یہ بات دیکھی تھی اُنھوں نے پیچھے سے دلمیں کلمہ پڑھا

معاً حضرت نے اُنکی طرف گھور کر دیکھا اُنپر خوف طاری ہوگیا تکیہ شریف پر پہونچکر مجھ سے بیان کیا

کرامت بمبئی کے ایک پارسی نوشیرواں جی کے دل میں خود بخود حضرت سے عقیدت پیدا ہوی آستانہ پر حاضر ہوکر مرید ہوے اور عرض کیا کہ میں ایک جھاڑ درگاہ پر چڑھانے کیلئے لایا ہوں آج ہی کل میں پارسل آجائیگا جسکو بمبئی سے روانہ کرکے روانہ ہوا ہوں فرمایا کہ کاش پیازی رنگ کا ہوتا تو درگاہ کی سہ دری کیلئے موزوں تھا دو روز کے بعد پارسل آگیا جب کھولا گیا تو خدا کی قدرت اور حضرت کی بیّن کرامت کہ جھاڑ اُسی رنگ کا نکلا پارسی کو حیرت تھی کہ میں نے اپنے ہاتھ سے سرخ جھاڑ رکھا تھا یہ پیازی کیسے ہوگیا

کرامت میری پھوپھی صاحبہ بیان کرتی تھیں کہ حیدرآباد کے سفر میں حضرت برابر میرے ساتھ تھے اور میں اپنی آنکھ سے دیکھتی تھی کہ آپ ریل کے ساتھ ساتھ اُڑتے چل رہے ہیں علیم الدین میرے ساتھ تھے ایک اسٹیشن پر مجکو بہت بھوک معلوم ہوی علیم الدین اپنے درجہ میں تھے وہ آئے نہیں جنسے کچھ منگا کر کھا لیتی بھوک سے بیتاب تھی اتنے میں خود بخود کوی چند کباب اور پراٹھے ہاتھ اندر کرکے دے گیا اور چلا گیا گاڑی چھوٹنے کے وقت دام لینے آیا میں نے پوچھا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ مجکو اسکی ضرورت ہے کہنے لگا کہ مجھ سے اس وضع و قطع کے ایک صاحب نے کہا کہ فلاں درجہ میں جا کر دے آو میں دیگیا جو وضع و قطع اُسنے بیان کی بعینہ حضرت صاحب کی تھی جو سایہ کی طرح ہمراہ تھے۔

کرامت منشی علی احمد کاکوروی بیان کرتے تھے کہ آپ کی نگرانی کا یہ حال تھا کہ میں اگر کہیں اعزہ سے ملنے جاتا تھا تو محض اسلئے کہ میں تمہاری ہر نقل و حرکت سے آگاہ ہوں وقت حاضری مجھ سے فرما دیتے تھے کہ آج تم فلاں جگہ گئے تھے فلاں کا کیا حال ہے جس سے بعض وقت میں گھبرا جاتا تھا پھر رفتہ رفتہ مجھے یقین ہوگیا کہ میں کہیں بھی جاوں حضرت کو پوری آگاہی رہتی ہے ایک مرتبہ میں لکھنو گیا اور اکثر اعزہ کے یہاں گیا صرف ایک جگہ نہیں گیا وہاں مجھے خیال آیا کہ کاکوری میں تو حضرت مجھے ہر جگہ دیکھتے رہتے ہیں لکھنو اتنی دور ہے

یہاں سے کیا واقف ہونگے کہ میں کہاں گیا اور کہاں نہیں گیا جب شام کو واپس آکر حاضر ہوا تو خود ہی ہر جگہ کے متعلق فرمانے لگے کہ تم فلاں فلاں جگہ گئے تھے اور جہاں نہیں گیا تھا وہاں کا نام لیکر فرمایا کہ اُنکے یہاں کیوں نہیں گئے اُسوقت سے پورا یقین ہوگیا کہ خواہ میں سات پردوں میں چھپوں یا کوسوں دور رہوں حضرت سے چھپ نہیں سکتا۔

کرامت والدہ کے انتقال کے بعد میرا دل کسی طرح پڑھنے میں نہیں لگتا تھا اسکول سے چھٹی کے بعد رات تک سارا وقت حاضری میں گذرتا تھا یہانتک کہ سالانہ امتحان سر پر آگیا اور اب بھی میں پڑھنے سے قاصر تھا ایک روز عصر کا وضو کرا رہا تھا کہ عرض کیا کہ امتحان آگیا اور میرا دل مطلق پڑھنے میں نہیں لگتا کیسے پاس ہونگا فرمایا کہ اگر دل نہیں لگتا چھوڑ دو نہ پڑھو اور نگمتے کو ٹھیلتے کا بہانہ بہت میں نے کتابیں بالائے طاق رکھدیں امتحان سے دو روز قبل خود بخود مجھے کل پرچے معلوم ہوگئے اور میں نے امتحان بہت آسانی سے دیکر اول نمبر کامیابی حاصل کرلی۔

کرامت ایک بار حضرت کو بخار آیا اُس زمانہ میں میں قبل مغرب تکیہ شریف سے چلا آتا تھا مگر حضرت کی علالت کی وجہ سے ٹھہر گیا عشا کی نماز کے وقت بخار بہت تیز ہوگیا بلکہ غفلت بھی تھی میں تلوے سہلا رہا تھا یکایک پسینہ جاری ہوا اور مجھے کچھ خوشبو محسوس ہوئی میں نے ہاتھوں کو سونگھا تو اُنمیں مشک کی خوشبو آرہی تھی۔

کرامت میرے چچا حکیم مسعود احمد صاحب جو حضرت حاجی صاحب کے خاص مرید و نظر یافتہ تھے اور ہمارے حضرت سے اُنکو خاص عقیدت تھی اپنے چھوٹوں سے فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگ جانتے ہو کہ میں کیوں حضرت کی دست بوسی کرتا ہوں صرف اسلئے کہ میں حضرت کی انگلیوں میں سے نور نکلتے دیکھتا ہوں۔

کرامت ایک مرتبہ مجھے خیال آیا کہ اکثر اولیاء اللہ کے متعلق سُنا ہے کہ تمام علوم سے واقف ہوتے تھے ہمارے حضور بھی ہر زبان سے واقف ہونگے مگر ایسی کوئی بات دیکھنے

خیال تھا ایک روز منشی تقی احمد آئے انکے ہاتھ میں ایک انگریزی کتاب تھی وہ اُس زمانہ میں بی اے کے امتحان کی تیاری کر رہے تھے جب دوپہر کو حضرت آرام کرنے کیلئے لیٹے تو ہم سب لوگ حاضر تھے حضرتؒ نے تقی احمد سے فرمایا کہ تمہارے انگریزی بولنے کا لہجہ ہمکو پسند ہے یہ کتاب جو تمہارے پاس ہے پڑھو انھوں نے پڑھنا شروع کی تھوڑا پڑھوا کر حضور نے اُنسے معنی کہلوائے اُتنے حصہ میں جہاں کہیں وہ معنی سوچنے لگتے تو حضرت خود اُس جملہ کے فصیح معنی فرما دیتے تھے اور یہ صرف میرے خیال کیلئے کیا گیا ورنہ بالعموم آپ کے سامنے اگر گفتگو میں کوئی انگریزی الفاظ بولتا تھا تو آپ ناپسند فرماتے تھے۔

کرامت ایک مرتبہ حسب معمول میں صبحکو حاضر ہوا تو حضور کوٹھے سے اُتر کر کمرہ میں سجادہ پر تشریف رکھتے تھے ایک کبوتر سرہانے کی کارنس پر آکر بیٹھا اُسپر کلام اللہ وغیرہ رکھے ہوئے تھے حضرتؒ نے مجھ سے اُسکے اُڑانے کیلئے اشارہ فرمایا میں نے اُڑا دیا چند منٹ کے بعد پھر وہ آکر بیٹھ گیا میں نے پھر اُڑا دیا پھر وہ آکر بیٹھ گیا اسیطرح تھوڑی دیر میں دس بارہ مرتبہ ایسا ہوا آخر حضرتؒ نے فرمایا رہنے دو کہانتک اُڑاوگے وہ نہیں مانیگا ہمارے یہاں اسی کا ایسا بیجا ہو تو آوے یعنی اگر اُسکو ہزار بار بھی ناکامی ہو تو بھی منھ نہ موڑے اور نا اُمید نہو۔

کرامت ایک مرتبہ میں لکھنؤ سے دس بجے دن والی گاڑی سے کاکوری آرہا تھا اتفاقاً غلط گاڑی میں بیٹھ گیا درجہ خالی ہونے کی وجہ سے کسی سے کچھ پوچھ بھی نہ سکا میرے بیٹھنے پر ریل فوراً چھوٹ گئی چونکہ ڈاک تھی اسلئے اسکا موقع بھی نہ ملا کہ اگلے اسٹیشن پر اُتر جاتا وہ سیدھی رائے بریلی جا کر رُکی بدقت تمام اسٹیشن والوں سے بچکر باہر نکل گیا اب سخت پریشان تھا کہ کیا کروں اور کہاں جاؤں کبھی وہاں گیا نہ تھا واپسی اسلئے دشوار تھی کہ صرف تین آنہ پیسے جیب میں تھے سوچتے سوچتے ایک سب انسپکٹر صاحب کا خیال آیا کہ شاید یہاں ہوں تھانہ پر گیا معلوم ہوا کہ وہ سلون میں ہیں ناچار وہاں جانے کا ارادہ کیا اور شام کو ایک کانسٹبل کے ساتھ یکہ پر سلون روانہ ہوا بیس میل کا سفر کچھ دور پر رات ہوگئی ایک جگہ

ایسا راستہ تھا کہ سڑک کے دونو طرف کم از کم تیس فٹ گہرائی ہوگی ٹھیک اُسی جگہ پیچھے سے موٹر کی آمد سے گھوڑا الف ہوگیا اور نشیب کی طرف یکہ کو پیچھے ڈھکیلنا شروع کیا یہ حال دیکھکر میں تو اُتر کر علحدہ کھڑا ہوگیا اور یکہ والا اور کانسٹبل دونو یکہ کے پہیوں کو پکڑ کر سڑک کی طرف کھینچنے لگے اب میں دیکھ رہا ہوں کہ گھوڑا یکہ کو بالکل نشیب کے کنارہ لے آیا ہے اور پھر بھی دونو آدمی زور آزمائی میں منہمک ہیں میرے ہوشیار کرنے پر بھی وہ ہوشیار نہوے نتیجہ یہ ہوا کہ دونو آدمی مع یکہ وگھوڑے کے نشیب میں گر گئے دونوں پر یکہ وگھوڑا ہوا اور وہ اُسکے نیچے کچلے اور بیہوش پڑے ہیں نشیب اتنا سیدھا تھا کہ میں کسی طرح اُنکی مدد کو پہونچ نہ سکتا تھا میرے زور زور پکارنے پر کوئی جواب نہ ملا اب میری پریشانی کی کوئی حد نہ رہی سنسان مقام جہاں خلافت کے زمانہ میں بقول کانسٹبل گولیاں چلی تھیں اور اکثر ڈاکے بھی پڑے تھے ایک گھنٹہ سکوت محض ہونیکے باعث مجھے یقین ہوگیا کہ یکہ سے دیگر دونو مر گئے اور عجب نہیں کہ گھوڑا بھی ختم ہوگیا ہو اپنی بیکسی پر مضطربانہ میں نے حضرت صاحب کی طرف متوجہ ہوکر عرض کرنا شروع کیا کہ حضور میری دستگیری فرمایئے کچھ دیر کے بعد یکہ کے نیچے سے کراہنے کی آواز معلوم ہوئی بہت پکارنے پر معلوم ہوا کہ یکہ والا ہے اور وہ ہائے مر گئے کہتا ہوا بدقت یکہ کے نیچے سے نکلا میرے ہر سوال پر وہ ہائے مر گئے کہتا رہا آخر میں نے جھلاکر کہا کہ اگر تم مر گئے ہوتے تو بولتا کون میاں ذرا اپنے ساتھی کو دیکھو اسکو نکالو بڑی ہمتیں دلانے پر اُسنے اُسکو یکہ کے نیچے سے کھینچا وہ بھی مر گئے مر گئے کہتے ہوے کھڑے ہوگئے جب دونو کی طرف سے مجھے اطمینان ہوا تو میں نے دونو کو گھوڑے کی طرف متوجہ کیا تو یکہ والے نے چیخ ماری کہ ہائے گھوڑا مر گیا میں نے ابھی تین روز ہوے ڈھائی سو کا خریدا تھا میں نے حضرت کے بھروسہ پر کہا کہ جب تم دونو زندہ ہوگئے تو گھوڑا کیسے مرسکتا ہے اسکو اٹھاؤ تو یکہ والا رو رہا تھا کانسٹبل نے اُسکو ہلایا تو کچھ جنبش اُسنے کی آخر دونوں نے گھوڑے کو کھڑا کیا اب یہ فکر ہوئی کہ یہ اوپر سڑک کے کیونکر آئے غرضکہ بہزار دقت وخرابی دونوں آدمی یکہ وگھوڑے کو لئے ہوے تقریباً ایک میل پیچھے

چلے اور میں اوپر سڑک کے اُنکا ساتھ دیتا رہا ایک مقام پر نشیب کم تھا تو ہم تینوں نے ملکر گھوڑے یکہ کو سڑک پر کھینچا اور یکہ والے سے چلنے کو کہا تو اُسنے گھوڑے کے چوٹیل ہونے کا عذر کیا مگر میرے بہت کہنے پر اُسنے چلایا تو یہ کہیں نہیں معلوم ہوتا تھا کہ اسکو کوی صدمہ پہونچا تھا پہلے سے زیادہ تیز چلا یہ حضرت کا تصرف تھا کہ اتنے بڑے حادثہ میں سب محفوظ رہے تین بجے رات کو یکہ سلون پہونچا اور میں تھانہ دار صاحب کے گھر پر ایک ہفتہ مہمان رہکر اپنے اُسی ٹکٹ پر جو لکھنو سے کاکوری تک کا لیا تھا رائے بریلی سے کاکوری پہونچگیا کسی نے کچھ نہ پوچھا اور یہ پورا سفر تین آنہ میں ہو گیا میں نے حاضر ہو کر سارا ماجرا عرض کیا جسپر اکثر ہنسی ہوا کرتی

کرامت میں فیض آباد میں تھا مجھے آرزو ہوی کہ آنحضرت صلعم کی زیارت مریدی سے پیشتر کی طرح مجھے پھر نصیب ہو مگر عجب اتفاق تھا کہ جب دعا مانگتا تھا اور زیادتی درود شریف کی کرتا تو بجاے آنحضرت صلعم کے حضرت ہی کی زیارت ہوتی تھی آخر میری سمجھ میں آیا کہ حضرت پیر و مرشد عین ذات رسول صلعم ہیں بغیر آپ سے وابستگی حاصل کیے آنحضرت صلعم سے استفادہ نہیں ہو سکتا جب میں فیض آباد سے حاضر ہوا تو ارشاد ہوا کہ ہمکو جناب حاجی صاحب کا یہ مقولہ بہت پسند ہے کہ ایک صورت کو پکڑ لو وہی دنیا میں پیر آخرت میں رسول حشر میں خدا ہے اور یہ مقولہ حضرت اکثر فرمایا کرتے تھے علاوہ بریں کئی بار یہ بھی فرمایا کہ مرید جبتک پیر کو عین حق نہ سمجھے گا کبھی مستفید نہیں ہو سکتا۔

کرامت ایک روز صبحکو میں حسب معمول حاضر ہوا تو حضور کہیں تشریف لیئے جا رہے تھے مجھکو دیکھکر فرمایا کہ کیا بتائیں آج ہمکو بہت قلق و افسوس ہے کہ بھای ظہور کی جوان لڑکی کو سخت نمونیہ ہوا تھا آج ڈاکٹر نے جواب دیدیا وہ کہتے ہیں کہ صرف ایک گھنٹہ کی مہمان ہے اور اُنکی بیوی بھی بہت بیمار ہیں اُنکو بھی نمونیہ ہوا ہے انھیں کو دیکھنے چودھری محلے جا رہا ہوں میں نے عرض کیا کہ میں بھی حضور کے ساتھ چلتا ہوں فرمایا چلو میں ہمراہ ہو لیا راستہ میں میں نے عرض کیا کہ ظہور بھای کی لڑکی و بیوی اچھی ہو جائیں ورنہ اُنکا گھر تباہ

ہوجائیگا فرمایا کہ دعا تو اسی کی ہے اب وہاں پہونچکر حال معلوم ہوگا جب پہونچے تو ظہور بھای سے
معلوم ہوا کہ لڑکی کی نبض بگڑ چکی ہے کچھ دیر کی مہمان ہے یہی ڈاکٹر کہہ گئے ہیں حضرت اندر
تشریف لیگئے اور مجھ سے فرمایا کہ تم حکیم عبدالحلیم صاحب کو بلا لاؤ میں بلالایا اُنکی بھی وہی رائے
ہوی جو ڈاکٹر صاحب کی تھی کچھ دیر اندر ٹھہر کر حضرت تشریف لائے اور بھای ظہور سے فرمایا
کہ گھبراؤ نہیں اچھی ہوجائیگی وہاں سے آپ اپنی سسرال تشریف لاے میں بھی ساتھ تھا کیونکہ
اُس زمانہ میں میں وہیں رہتا تھا مجھ سے یہ فرماکر کہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد خبر لیتے رہنا اندر تشریف
لیگئے میں گھنٹہ بھر کے بعد پھر گیا تو بھای ظہور سے معلوم ہوا کہ نبض کی حالت پہلے سے بہتر
معلوم ہوتی ہے پھر ایک گھنٹہ کے بعد گیا تو اور زائد قابل اطمینان حالت معلوم ہوی جب دوپہر کو
حضرت اندر سے برآمد ہوکر تکیہ شریف جانے لگے تو میں نے قابل اطمینان حالت بیان کی
مسکراکر تشریف لیگئے میں پھر وہاں گیا تو سہ پہر کو ڈاکٹر صاحب نے دیکھکر بہت تعجب ظاہر کیا اور
رفع کمزوری کے انجکشن شروع کردے چند روز میں دونوں اچھی ہوگئیں۔

کرامت اسیطرح ایک بار کاکوری میں ہیضہ پھیلا میں منشی نورالدین صاحب کے یہاں
رہتا تھا اُنکی رعایا میں ایک کاسہ گرن جسکا لڑکا میرے پاس ملازم تھا مبتلاے ہیضہ ہوگئی اُسکے
چھوٹے بچوں کا خیال کرکے مجھے نہایت قلق تھا میں مستعدی سے اُسکے علاج میں مصروف
تھا ڈاکٹری علاج سے فائدہ ہونے لگا تھا دو چار روز کے بعد خدا معلوم کیا بے احتیاطی ہوی
کہ وہ یکایک پلٹ گئی اور رات بھر میں نزعی کیفیت پیدا ہوگئی صبحکو اُسکے اعزا دیکھنے آے
نبض بے حرکت اور آنکھوں کی پتلیاں خراب اور جسم بے حس دیکھکر اُسکے ہاتھ پیر سیدھے کردئے
مجھے اُسکی اسیطرح قریب المرگ ہونے پر رنج تھا ایک تو اُسکے گھر کی تباہی اور دوسرے اپنی
جانفشانی پر قلق تھا اُسیوقت حضرت صاحب تشریف لاے اور اندر جانے لگے میں نے اُسکی
حالت بیان کی فرمایا کہ تم نے اُسکو دوا بھی دی میں نے عرض کیا کہ دانت بند ہیں کوشش کی مگر
بے سود ہوی فرمایا کہ اُسکا منھ زبردستی کھولکر دوا حلق میں اُنڈیل دو میں نے حسب ارشاد دیا ہی

گیا کچھ دیر کے بعد اسکی نبض ٹھیک ہو گئی اور پھر بے حس ہاتھوں پیروں میں حرکت شروع ہو گئی اور آنکھیں کھولکر اُسنے باتیں کیں اور دو چار روز میں بالکل اچھی ہو گئی اور ابتک زندہ ہے۔

کرامت ایک مرتبہ میرے ماموں قاضی احترام علیخاں صاحب کو نمونیہ ہو گیا ڈاکٹری علاج تھا سینہ پر مالش کیلئے ایک دوا اسپتال سے آئی جو بہت زہریلی تھی جسکو ٹنچر ایکونائٹ کہتے ہیں، اتفاق سے پینے کی دوا کے دھوکے غلطی سے وہ پلا دیگئی پیتے ہی اسکی سمیت جسم میں پھیل گئی اور سخت تشنج و کرب شروع ہو گیا زیست سے مایوسی ہو چکی تھی کاکوری کے ڈاکٹر نہایت مایوسی سے انجکشن پر انجکشن دے رہے تھے ڈاکٹر صاحب ملیح آباد و لکھنو نے بھی دیکھکر حالت بہت مخدوش بتائی اور کہا کہ مڈیکل کالج لکھنو میں لیجاؤ مگر حالت ایسی ہو رہی تھی کہ لیجانا دشوار تھا کاکوری کے ڈاکٹر اُنسے کہتے تھے کہ آپ لوگ اپنی ذمہ داری پر مریض کو لیجا سکتے ہیں اسپر وہ تیار نہوتے تھے حضرت صاحب قبلہ اُنکو دیکھنے گئے اور اُن سے فرمایا کہ قاضی صاحب گھبرائیے نہیں آپ ابھی مرینگے نہیں اس ارشاد سے قاضی صاحب کا چہرہ بشاش ہو گیا اور پھر گھڑی پر گھڑی سکون ہوتا گیا کچھ روز میں بالکل اچھے ہو گئے اسکے بعد اُنکو حضرت صاحب سے خاص عقیدت ہو گئی حضرت صاحب کے وصال کا صدمہ قاضی صاحب کو بہت تھا اور بیعت نہ کرنے پر افسوس کیا کرتے تھے حضرت کے بعد تقریباً ایک سال زندہ رہے پھر بعارضہ دبہی بار دانتقال کیا۔

کرامت ایک مرتبہ میرے خالہ زاد بھائی منشی مبین علی صاحب کی بیوی بحالت زچگی سخت بیمار ہوئیں تین ماہ مسلسل بخار آئیسے ڈاکٹروں نے دق تجویز کی لاغری کا یہ عالم تھا کہ بلا اعانت کروٹ نہیں لے سکتی تھیں ڈاکٹر رحمت الٰہی معالج تھے مگر مایوس ایک روز بھاوج نے مجھ سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ اگر میں تکیہ شریف ہو آؤں تو اچھی ہو جاؤنگی میں نے کہا کہ آپ جنبش نہیں کر سکتی ہیں کس طرح جائینگی مگر وہ بجد بضد ہوئیں آخر میں نے حاضر ہو کر حضرت صاحب سے عرض کیا ارشاد ہوا کہ آئیں چنانچہ وہ آئیں اور بمشکل ڈولی سے دو آدمیوں کی

اعانت سے اُتریں اور فرش پر لٹا دی گئیں کچھ دیر کے بعد حضرت صاحب تشریف لیگئے وہ دیکھتے ہی از خود اُٹھکر بیٹھ گئیں کچھ دیر حضرت صاحب نے تشریف رکھی اور تسلی دیکر فرمایا کہ سب گناہوں پر ہوکر گھر واپس جانا اب یا تو دو آدمیوں نے ڈولی سے اُتارا تھا یا بلا کسی کی مدد کے وہ از خود ڈولی پر بیٹھ گئیں اور سب درگاہوں پر حاضر ہوکر واپس گھر گئیں سوا معمولی اضمحلال کے کوئی شکایت معلوم نہوتی تھی شام کو جب ڈاکٹر حسب معمول دیکھنے آئے تو اُنکو حیرت ہوئی اُنھوں نے کہا کہ انپر تو گویا تکیہ شریف پر جادو ہوا کہ اب وہ حالت ہی نہیں اور بھی سب نے اظہار تعجب کیا چند روز میں بالکل اچھی ہوگئیں۔

حضور کی ذات ایسی رحمت عام تھی کہ مرید اور غیر مرید سب کیلئے یکساں نجات و بخشش کا باعث تھی اسکے متعلق بھی بہت سے واقعات ہیں دو ایک بیان کرتا ہوں۔

کرامت منشی رئیس احمد مرحوم اڈیٹر حقیقت کے بڑے بھائی ہمیشہ سے بزرگان دین سے بد عقیدہ تھے نہ کبھی ایسی صحبت یا جلسہ میں جاتے وہابی عقیدہ کے تھے جب وہ دق میں مبتلا ہوے تو میں اُنکو دیکھنے میڈیکل کالج لکھنؤ میں گیا مجھے دیکھکر رونے لگے پھر مجھ سے کہا کہ تم تکیہ شریف پر جاکر حضرت صاحب سے میرا دست بستہ سلام عرض کرنا اور کہنا کہ میں بہت نالائق تھا جو کبھی تکیہ شریف پر حاضر نہوا اور نہ حضور کا مرید ہوا اب سخت تکلیف میں ہوں خدا معلوم میرا انجام کیا ہوگا مرید بھی نہیں جو مرشد برحق سے دستگیری کی امید کروں حضور میری نالائقیوں کا خیال نہ فرمائیں اور اپنی عنایت سے محروم نہ رکھیں تاکہ میرا انجام بخیر ہو مکرر سہ کرر مجھ سے کہا کہ جاکر ضرور عرض کرنا مجھ پر ان باتوں کا بہت اثر ہوا راستہ بھر میرے آنسو جاری رہے جب حاضر خدمت ہوا اور اُنکا پیام عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ عنایت صرف مرید ہونے پر موقوف نہیں خیال انسان کا درست ہونا چاہیے انشاء اللہ اُنکا خاتمہ بخیر ہوگا اس ارشاد کے بعد سے اُنکا یہ حال ہوا کہ ہر وقت حضرت صاحب کا نام اُنکے ورد زبان تھا ایک ہفتہ تک یہی کیفیت رہی اور اللہ اللہ کہتے دنیا کو چھوڑا اس واقعہ کا اثر ایسا اُنکے گھر بھر پر ہوا کہ سب حضرت صاحب کے

معتقد ہو گئے اور اُنکی چھوٹی بہن مرید ہو گئیں بالکل ایسا ہی واقعہ میرے خالہ زاد بھائی منشی لیسین علی مرحوم کا ہے اُنکو کنٹھ مالا تھا اور آخر میں دق ہو گئی تھی ایک روز رات کو جب میں تکیہ شریف سے واپس ہوا سردی بہت تھی لحاف اوڑھکر سو رہا کیا دیکھتا ہوں کہ انکی حالت اخیر ہے وہ اپنے مکان کی ڈیوڑھی میں لیٹے ہیں روح پرواز کرنے کو ہے یہ دیکھکر لحاف اُلٹ کر بغیر شیروانی پہنے اُتنی رات کو دروازہ کھول سیدھا برگدتلہ گیا دیکھا کہ واقعی وہ ڈیوڑھی میں لیٹے تھے اور حالت نازک تھی میں اُنکے پاس بیٹھ گیا اور صبح تک بیٹھا رہا صبح کو وہ کچھ سنبھلے مجھ سے کہنے لگے کہ میری حالت اس درجہ خراب ہے اور میں مرید بھی نہیں ہوں میری نجات کیسے ہوگی تم حضرت صاحب سے جا کر میرے لئے عرض کرو میں اُسیوقت حاضر ہوا اور واقعہ بیان کیا فرمایا گھبراؤ نہیں انشاء اللہ خاتمہ بخیر ہوگا پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ اب جاؤ جیسے میں واپس آیا ویسے اُنکا انتقال ہو گیا

کرامت منشی ممتاز احمد صاحب جولوناواں درگاہ ضلع گونڈہ کے باشندہ اور رئیس و پیرزادہ اور آپکے مرید تھے عیاشی کی طرف متوجہ ہو گئے آپ کو اسکا علم ہوا بہت ناگوار ہوا مگر خود اُن سے کچھ نہیں فرمایا اُنکے احباب سے فرمایا کہ تم لوگ سمجھاؤ یہ بہت بُری بات ہے لوگوں نے سمجھایا تو اُنھوں نے جواب دیا کہ میں تو نہیں چھوڑونگا جسمیں طاقت ہو چھڑا دے آپنے اُنکا فقرہ سُنکر فرمایا کہ بہتر اس بات کو کچھ عرصہ گذرا اس درمیان میں معلوم ہوا کہ اُنھوں نے ایک گاؤں فروخت کر ڈالا اور روپیہ نہایت زور شور سے طوائف پر صرف ہو رہا ہے ایک روز رمضان شریف کا زمانہ تھا اور لو کی تیزی کی وجہ سے حضرت صاحب بڑے دالان میں آرام فرما رہے تھے پردے پڑے ہوئے تھے کہ ایک صاحب نہایت بدحواس بلا اجازت و اطلاع اندر داخل ہوئے اور بیتابانہ حضور کے قدموں پر گر کے عرض کرنے لگے کہ مجھے ممتاز نے بھیجا ہے انھوں نے طوائف اور اُسکی لڑکی اور اُسکے ماموں کو گولی ماردی اور خود گرفتار ہو گئے ہیں اب ان تین خونوں کے بدلے میں اُنکو پھانسی ہو گی مجھے آپکے پاس بغرض اطلاع بھیجا ہے اور وجہ یہ بیان کی کہ روپیہ قریب الختم تھا اور اُن لوگوں کے برتاؤ میں فرق ہوا اُسکے ماموں نے انکو سخت

گالیاں دیں جسپر اُنھوں نے سب کا خاتمہ کر دیا آپ نے سارا واقعہ سُنکر اُن سے فرمایا کہ ممتاز سے کہدیجئے گا کہ شاباش تم نے بڑی ہمت کی گھبراؤ نہیں تم کو پھانسی نہیں ہوگی یہ فرماکر اُنکو رخصت کر دیا جب وہ چلے گئے تو فرمایا کہ اب کہو جسمیں طاقت ہو وہ چھڑا دے اتنے فراغت ہوگئی طوائف کی ماں کی طرف سے استغاثہ دائر ہوا کئی پیشیوں کے بعد صرف تین سال کی سزا ہوی اور ممتاز صاحب ڈسٹرکٹ جیل لکھنو میں بہرائچ سے بھیجے گئے یہاں وہ بہت آرام سے رہے اُن سے صرف کچھ لکھنے پڑھنے کا کام لیا جاتا تھا کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوی اسی دوران میں اُنکے والد نے اُس گانوں کیلئے جو اُنھوں نے فروخت کیا تھا اُنکی والدہ کی طرف سے مقدمہ دائر کیا کہ گانوں چونکہ ماں کے نام تھا اسلئے ممتاز کو اُسکی بیع کا حق نہ تھا چنانچہ فیصلہ اُنھیں کے موافق ہوا اور گیا ہوا گانوں واپس ملگیا۔

کرامت ایک بار ایک عورت بہت پریشاں حال کہیں سے آی اور حضرت شاہ تراب علی قلندر کی درگاہ میں جاکر بیٹھ گئی اور نہایت دردناک آواز میں اے آو کی صدا لگا رہی تھی میں حسب معمول صبحکو حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا منشی شکور احمد صاحب مغفور اور مولوی شمیم الدین صاحب حاضر تھے حضرت صاحب جب وظیفہ سے فارغ ہوکر حقہ لگانے بیٹھے تو اُسکی آواز سنکر مولوی شمیم الدین سے فرمایا کہ دیکھو یہ کون ہے اُنھوں نے واپس آکر بیان کیا کہ ایک سڑن عورت چھوٹی درگاہ میں بیٹھی چلا رہی ہے حضرت نے سُنکر سکوت فرمایا منشی جی نے کہا کہ اچھا لوگن کا بلاے بلاے سڑن بناوت ہو یہ سڑن ہے اسکا بھی حضرت صاحب نے کوی جواب نہ دیا وہ عورت کئی روز تکیہ شریف پر کبھی اس درگاہ میں اور کبھی دوسری درگاہ میں جاکر چیختی رہی مگر حضرت صاحب کا سامنا نہیں ہوا آخر ایک روز حضور ظہر کی نماز کیلئے مسجد تشریف لیگئے تو وہی عورت مسجد میں جھاڑو دے رہی تھی حضرت کو دیکھتے ہی سجدہ میں گر پڑی اور کہنے لگی کہ آج میں نے مرشد برحق کو پایا حضور نماز پڑھکر واپس آئے اسکا کام ایک نگاہ ہی میں ہوگیا کئی روز کے بعد وہ مجھے خوش خرم

راستہ میں ملی اور کہنے لگی کہ مجھے ٹکیٹ گنج کی مسجد میں جیتہ کے پل پر رہنے کا حکم ہوا ہے میں نے اُس سے پوچھا کہ اب تم تکیہ شریف پر نہیں جاتیں مسکرا کر کہنے لگی کہ میرا کام ہوگیا جب تک وہ مسجد میں رہی اکثر بستی میں آنے پر مجھے ملی اب کئی سال سے پتہ نہیں۔

کرامت ایک مرتبہ حضور عصر کی نماز پڑھکر مسجد سے تشریف لاے تو ایک عورت کو بنچ پر بیٹھا پایا پوچھا کون ہو کیا کام ہے اُسنے کہا کہ میں اللہ کیلئے آی ہوں مجھے وہ چاہئے اور ابھی عنایت کی نظر کردو کہ سب کھلجاے حضور نے فرمایا کہ اچھا جو کچھ بتاؤں وہ کروگی کہنے لگی کہ میں کچھ کرنے کو نہیں آی ہوں میں تو خدا کو لینے آی ہوں تب حضرت نے ذرا زور دیکر فرمایا کہ یوں تو کچھ نہیں ہوسکتا یہ سُنکر وہ گالیاں دینے لگی اب جو کوی اُسکو وہاں سے اٹھاتا ہے تو کسی طرح اُٹھتی نہیں تب حضرت صاحب نے جھلا کر خادموں سے فرمایا کہ اسکو لیجا کر باہر آزاد خانہ والے کمرہ میں بند کردو چنانچہ وہ بند کر دیگئی کمرہ میں اور بھی دروازے تھے جنمیں اندر زنجیریں تھیں اگر وہ چاہتی تو نکل سکتی تھی مگر وہ کمرہ میں بالکل ساکت ہو کر بیٹھ گئی رات کو اُس سے کھانے کو کہا گیا مگر اُسنے مطلق نہ کھایا اور رات بھر سکوت میں بیٹھی رہی صبحکو نہایت بشاش کمرہ سے نکلکر چلی گئی پھر معلوم نہوا کہ وہ کہاں گئی اور کہاں سے آی تھی۔

کرامت ایک مرتبہ ایک پنجابی عالم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوے اُنکے بیان سے معلوم ہوا کہ حضرت پیران پیر قدس سرہ کے حکم سے وہ حاضر ہوے ہیں اور ایک صاحب اور جو حکیم بھی تھے اورنگ آباد دکن سے اسی ارادہ سے آے حضرت نے دونو کو مسجد کے حجرہ میں ٹھہرایا دو تین روز کے بعد حضرت نے منجھلے میاں سے فرمایا کہ یہ بیچارے پنجاب سے آے ہیں انکو کچھ دینا چاہئے اُس روز رجب کی ۲۶ تاریخ تھی اور شب کو منشی وزیر احمد صاحب تحصیلدار کے یہاں رجبی شریف تھی مغرب کی نماز حضرت صاحب پڑھا رہے تھے وہ عالم صاحب بھی مقتدی میں تھے یکایک اُنپر سخت رقت طاری ہوی ختم نماز کے بعد حضرت صاحب کی اُنھوں نے ایک مدہوشانہ حالت میں بہت تعریف کی جب وہ کیفیت فرو ہوی تب حضرت صاحب کے

حضور میں حاضر ہوئے اور آپ کے ساتھ رجبی شریف میں گئے دو تین روز کے بعد جب رخصت ہونے لگے تو حضرت صاحب سے ملکر رونے لگے حضرت صاحب نے فرمایا کہ گھبرائیے نہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں آپ کو کسی جگہ رکاوٹ نہوگی انھوں نے کہا کہ حضور نے مجھ پر وہ کرم فرمایا کہ جس سے میں ہمیشہ حضور کا غلام رہونگا پھر دعائیں دیتے چلے گئے دوسرے صاحب کو اذکار و اشغال کا شوق تھا کئی مہینہ رہے پھر اورنگ آباد واپس گئے۔

کرامت ایک بار حضور دوپہر کو سجادہ پر آرام فرماتے تھے اور ایک کتاب ملاحظہ میں تھی یکایک یہ فرماتے ہوئے کہ چھٹی ہوگئی اُٹھکر بیٹھ گئے چھوٹے میاں نے پوچھا کہ کیا ہوا فرمایا کہ اسمیں لکھا ہے کہ نزع کی تکلیف بہ نسبت اوروں کے قطب کو زیادہ ہوتی ہے اسلئے کہ جب تک اسکی جسمانیت روحانیت میں منتقل نہیں ہوجاتی وہ اس عالم سے نہیں جاتا یہ فرماکر ساکت ہوگئے قرب زمانہ وصال میں آپکے بدن میں درد بہت ہوتا تھا اکثر فرماتے تھے کہ جوڑ جوڑ میں درد ہے اسکی وجہ یہی خیال میں آتی ہے کہ حضور کی جسمانیت روحانیت میں منتقل ہورہی تھی جسکا مجھے احساس ہوکر حضور کی مفارقت کے خیال سے بہت غم ہوتا تھا۔

کرامت مریدین میں ایک مرتبہ ایک صاحب اپنی بے روزگاری سے سخت پریشان تھے نوبت بفاقہ پہونچگئی تھی رمضان کا زمانہ تھا انھوں نے حضور سے عرض کیا کہ حضور توجہ فرمائیں مجکو ملازمت ملجائے اب پریشانی برداشت سے باہر ہے حضور نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں رمضان شریف میں ملازم ہوجاؤگے میں حاضر تھا مجھے خیال آیا کہ ابھی تو نوکری ملتی نہیں معلوم ہوتی مگر یہ یقین تھا کہ جو کچھ ارشاد ہوا ہے وہ ضرور ہوگا چنانچہ میں نے اس بات کا خیال رکھا وہ مہینہ رمضان کا گذر گیا اور پورا سال گذرا مگر ملازمت نہ ملی جب دوسرا رمضان آیا تو انھیں تاریخوں میں جنمیں حضور نے فرمایا تھا وہ ملازم ہوگئے اگر حضور اُن سے فرماتے کہ تم سال بھر ابھی بیکار رہوگے تو خدا معلوم اُنپر کیا اثر پڑتا۔

کرامت منشی شکور احمد صاحب مغفور نے اپنے پوتہ نور احمد کی تقریب ختنہ بہت دھوم

سے کی اور میلاد شریف بھی کیا جسمیں عام و خاص سب کو لڈو تقسیم کئے ایک کمرہ میں لڈو رکھے ہوئے تھے کئی ہزار آدمیوں کا مجمع تھا منشی جی کو خیال ہوا کہ کہیں لڈو کم نہ پڑیں اُنھوں نے حضرت صاحب سے عرض کیا حضور جہاں لڈو رکھے تھے گئے اور منشی جی سے فرمایا کہ گھبرائیے نہیں خوب دل کھولکر تقسیم کیجیے کمی نہیں پڑیگی چنانچہ ببرکت ارشاد حضرت صاحب بعد میلاد شریف سب کو لڈو تقسیم کئے گئے اور بعد کو بستی بھر میں اور اسکے علاوہ لکھنو بارہ بنکی سندیلہ باندہ جہاں جہاں اُنکے اعزا و احباب تھے سب کو بھیجے گئے مگر لڈو جتنے کہ کمرہ میں تھے اُتنے کے اُتنے بھرے رہے جب کئی روز گذرے اور اُنمیں پھپھوندی لگ گئی تب منشی جی نے عاجز آکر گڈھا کھدوا کر لڈو دفن کرا دے۔

کرامت ایک مرتبہ صبحکو میں حاضر ہوا تو حضور منشی جی سے فرما رہے تھے کہ رات کو ہم نے سونا بای کے پیغام دینے والے کو دیکھا وہ تو بوڑھا آدمی ہے ہماری رائے نہیں کہ سونا بای اُس سے شادی کرے اگرچہ وہ بہت امیر ہے جب سونا بای عرصہ کے بعد حاضر ہویں تو اُنھوں نے بیان کیا کہ واقعی ایک بوڑھے آدمی نے جو بہت امیر تھا اُن کو پیغام شادی دیا مگر اُنھوں نے انکار کر دیا۔

کرامت مس سونا بای پارسی ساکن بمبئی بیان کرتی تھیں کہ میری عمر تخمیناً بیس بائیس سال کی تھی میں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ میں ایک بیابان سنسان میں ایک درخت کے نیچے لیٹی ہوں اُس درخت پر ایک جوڑا پرندجانور کا بیٹھا ہے نر نے مادہ سے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں اس لڑکی کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی لاکر دیدوں مادہ نے منع کیا کہ ہرگز ایسا نہ کر نر نے مادہ کا کہنا نہ مانا اور ایک سمت اُڑکر چلا مادہ بھی غضبناک ہوکر اُسکے پیچھے چلی میں یہ تماشہ دیکھ رہی تھی میرے دل پر تنہای کی وجہ سے بہت خوف طاری تھا مجھے تعجب تھا کہ اس ویرانہ میں میرا پلنگ کون لایا اتنے میں دو سپاہی حبشی آئے اور کہنے لگے چلو تم کو ہمارے بادشاہ نے بلایا ہے میں نے جانے سے انکار کیا

انھوں نے نہ مانا اور بجبر مجکو لیگئے اور ایک نورانی چہرہ بزرگ کے روبرو لیجا کر کھڑا کر دیا وہ بزرگ بہت بلند تخت پر رونق افروز تھے اُنکے داہنے بائیں نہایت خوبصورت چند لڑکیاں دست بستہ کھڑی تھیں مجھ سے بیٹھنے کو اشارہ کیا میں اُس تخت کی ایک سیڑھی پر بیٹھ گئی اُن بزرگ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ میں حضرت علی ہوں تم دُرومت تم کو رانی بناؤنگا میں نے عرض کیا کہ حضور مجھ گنہگار کی قسمت ایسی کہاں فرمایا کہ اللہ کی مہربانی سے بڑی بات نہیں تم یہاں رہو میں تم کو بیحد دولت دیکر مالا مال کر دونگا پھر سپاہیوں سے فرمایا کہ وہ دو عدد مرتبان بلور کے جو جواہرات سے بھرے ہوئے ہیں لے آو وہ فوراً لے آئے اور میرے رُوبرو رکھدئے فرمایا کہ یہ تمھارے نصیب کے ہیں میں نے اُنکو لینا چاہا تو فرمایا ابھی ٹھہرو ہنوز کچھ مدت باقی ہے اتنے میں سپاہی نے آکر عرض کیا کہ حضور ریڈرس کے موضع میں آگ لگی ہے وہ بزرگ آگ بجھانے تشریف لیگئے اُنکے پیچھے وہ سب لڑکیاں بھی گئیں میں اکیلی رہگئی میں نے سوچا کہ یہ مرتبان جب میرے نصیب کے ہیں تو میں کیوں چھوڑدوں چنانچہ اُنکو اُٹھانا چاہا تو وہ بہت وزنی معلوم ہوے غرض بدقت اٹھاے اور لیکر چلی خدا کی قدرت سے جس دروازہ کے پاس جاتی تھی دروازہ بند ہوتا جاتا تھا اسیطرح سب دروازے بند ہوگئے میں خواب سے بیدار ہوگئی اس خواب کے واقعہ کو سات سال گذر گئے کہ میں کاکوری شریف گئی جب تکیہ شریف پر داخل ہوی تب میرے اُس خواب کا منظر جسکو سات سال دیکھے ہوے گذرے تھے پیش نظر ہوا میں دل میں سوچتی تھی کہ الہی یہ کیا معاملہ ہے قدرے آگے بڑھی تو وہی درخت جسکے نیچے میں نے تمام واقعات خواب میں دیکھے تھے میرے روبرو ہوا جب حضرت صاحب قبلہ کی جاکر قدمبوسی ہوی اور آپکے چہرہ منور کو غور سے دیکھا تو انھیں بزرگ کا ایسا پایا جنکو خواب میں دیکھا تھا لیجا نکر بیحد خوش ہوی حضرت صاحب بھی بار بار مجکو غور سے دیکھتے تھے میرا قیام وہاں ایک ہفتہ رہا اور روزانہ حضرت صاحب کی قدمبوسی حاصل ہوتی رہی جو جو خیالات میرے دلمیں آتے تھے بروقت حاضری حضرت صاحب اُسکا اظہار فرمادیتے تھے میں عقیدت میں پختہ ہوتی جاتی تھی

آخر وہاں سے بمبئی واپس آئی۔

چند ماہ کے بعد دوبارہ پھر قدمبوسی نصیب ہوئی میں نے خواہش بیعت کی حضرت صاحب نے مرید فرمالیا بعد مرید ہونے کے میں نے یہ خواب دیکھا کہ میں ایک ضعیف العمر قرابتدار کے ساتھ ایک یکہ پر جو صندوق کی طرح چاروں طرف سے بند ہے کہیں جارہی ہوں کچھ دیر کے بعد ایسے شہر میں پہونچی جسمیں کوئی عورت نہ تھی سب مرد اور وہ بھی فقیر تھے وہاں یکہ والا اُن عزیز نے مجھ سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو میں کچھ خرید کر آتا ہوں میں اپنی تنہائی سے گھبرائی استنے میں کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سمت سے ایک بزرگ پاکیزہ لباس پہنے سبز رومال کندھے پر ڈالے تشریف لائے اُنکا چہرہ ایسا نورانی تھا کہ بیان سے باہر یکہ کے پاس آکر اُنھوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا میں خوف زدہ ہوئی فرمایا ڈرو مت میرا نام حضرت علی ہے تم مجکو یاد کرتی رہو میں تمھاری ہر مشکل میں مدد کرونگا اور تمھارے ساتھ رہونگا میں خواب سے جاگی تو سوچنے لگی کہ کس طرح یاد کروں اسی خیال میں تھی کہ ایک روز پھر آنحضرت کو خواب میں دیکھا مجھ سے فرمایا کہ یاد کرنے کیلئے تم ایک چراغ میرے نام کا ہر وقت روشن رکھو پھر خود اپنے ہاتھ میں ایک روشن چراغ لائے اور فرمایا کہ اسطرح روشن کرتی رہو یہی میری یاد کا ذریعہ ہے چند ماہ بعد میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنا خواب عرض کیا ارشاد ہوا کہ تم ایک پاک مقام پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام سے ایک چراغ روشن کرو اور ہمیشہ روشن کرتی رہو میں نے مکان پر آکر چراغ روشن کیا رفتہ رفتہ میری حالت غربت کی ایسی ہوگئی کہ ایک ایک پیسہ کو محتاج ہوگئی حتے کہ بعض بعض وقت کھانا نصیب نہوتا تھا بہت دفعہ فاقہ کشی کی نوبت آگئی اسی غربت میں میری چھوٹی بہن ایسی سخت علیل ہوئی جسکے معالجہ میں اسقدر مقروض ہوگئی کہ کیا بیان کروں لیکن جس تاریخ سے چراغ روشن کیا ناغہ نہیں کیا علاوہ ازیں بڑی بڑی تکلیفیں و مصیبتیں پیش آئیں مگر چراغ سے غافل نہیں ہوئی اُسی زمانہ مصیبت میں ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تم حضرت پیران پیر کے اس کلام کا ورد رکھو تمھاری مصیبت دور ہوجائیگی میں نے اُس کلام پاک کا

ورد کیا تو خواب میں ایسی شکل کے بزرگ کو دیکھا جو کسی نے نہ دیکھی ہوگی نور کا یہ عالم کہ آنکھ نہ ٹھہرے
لیکن آنکھیں منحرف کئے میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ تم کیا پڑھتی ہو میں نے عرض کیا
فرمایا کہ میں تمھارے پیرو مرشد کا بڑا بھائی ہوں میرا ہی نام پیران پیر ہے تم اپنے پیرو مرشد سے
دریافت کرکے پڑھا کرو مجکو اسی مصیبت میں کئی ماہ گذرے ایک روز پھر خواب میں دیکھا کہ میں
اپنی خالہ کے ساتھ کہیں جارہی ہوں ایک شہر میں پہونچی جسکا دروازہ بہت بلند زمانہ سابق کا تعمیر
شدہ تھا لوہے کے کواڑ بہت مضبوط تھے اُسکے اندر گئی تو ایک عالیشان محل قدیم تعمیر شدہ دیکھا
اُسکے اندر چند بیبیاں آراستہ و پیراستہ بیٹھی تھیں انمیں سے ایک بولیں کہ تم نے بڑا غضب کیا
یہاں کیوں آئیں تم کو معلوم نہیں کہ یہ مکان حضرت بی بی فاطمہ زہرا کا ہے تم نے بڑی بے ادبی
کی میں نے کہا مجکو معلوم نہ تھا معاف فرمایئے کہا ذرا اسطرف دیکھو تو میں نے دیکھا تو ایک بی بی
نہایت حسین لباس فاخرہ زرتار پہنے کھڑی ہیں اور اُنکے داہنے بائیں دو لڑکے صغیر السن قریب
بارہ تیرہ سال کے رونق افروز تھے اُن بیوی صاحب نے مجکو ڈانٹا میں نے ڈرکر معافی مانگی اور
خاموش مودب کھڑی ہوگئی میری خاموشی پر اُنکو رحم آیا نزدیک آکر مجکو پیار سے بغلگیر فرمایا اور
کہا چلو ہم اپنے مکانات کی تم کو سیر کرادیں وہ جس مکان کو کھولکر دکھاتیں اسمیں ایک مزار
اور ایک چراغ روشن دیکھتی اسی اثنا میں میری نظر ایک سمت گئی دیکھا کہ انگور کا خوشہ بہت
بڑا لٹک رہا ہے میرا دل انگور کھانے کو چاہا اُن بیوی صاحب نے کشف سے میری خواہش معلوم
کرکے پوچھا کہ تم انگور کھاوگی میں نے کہا ہاں چند انگور عنایت کئے میں نے کھائے غرضکہ ہر مکان
دکھایا بعد کو ایک بہت بڑا کنواں دکھادیا فرمایا یہ میرا مکان ہے چلو دیکھو میں اسکو دور سے
دیکھکر ڈرنے لگی بیوی صاحب نے کلمات تسلی کہے اور اپنا مکان دکھانے کا اصرار کیا میں نے
بصد مشکل اُس کنویں میں جو نظر ڈالی تو اُسکی روشنی کو کیا بیان کروں نگاہ خیرگی کرتی تھی جب
خواب سے جاگی تو کچھ نہ تھا جب میری بہن کی حالت زیادہ خراب ہوئی تو بسبب خوف تنہائی
ایک سن رسیدہ قرابتدار کو اپنی امداد کیلئے رکھ لیا ایک شب کا ذکر ہے کہ میں بہن کے قریب

لیٹی ہوئی تھی اور وہ دونوں جاگ رہی تھیں دو بجے شب کا واقعہ ہے کہ دونوں چارپائیوں کے درمیان سے بلند آواز سے تلاوت قرآن کی آواز معلوم ہوئی میں سنکر متعجب ہوئی کہ الٰہی یہ کیا معاملہ ہے میری بہن نے مجھ سے کہا کہ بہن یہ کون پڑھ رہا ہے کچھ دیر کے بعد وہ آواز بند ہوگئی چند روز کے بعد میری بہن کا انتقال ہوگیا انتقال کے چوتھے روز میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب میرے سر پہ ہاتھ پھیر رہے ہیں جس سے میرے قلب کو تسکین ہوئی۔

اس درمیان میں گذر اوقات کیلئے مضامین لکھا کرتی تھی ایک روز دو بجے شب کو لکھتے لکھتے خیال آیا کہ ہائے افسوس میرا کوئی مربی نہ رہا اور نہ ہمشیرہ ہی جس سے کچھ دل بہلاتی میں نے اپنا سر میز پر رکھدیا دیکھا کہ حضرت صاحب میرے سر پہ ہاتھ پھیر کر فرماتے ہیں کہ کیوں اسقدر گھبراتی ہو اگر کوئی نہیں تو ہم تو ہیں میں نے سر اُٹھایا اور بغور دیکھا کہ حضرت صاحب کھڑے مسکرا رہے ہیں پھر جب میں کاکوری حاضر ہوئی اور تمام واقعات آپ سے عرض کئے تو آپ مسکرا کر خاموش ہوگئے میں نے عرض کیا کہ حضور ایسی دعا فرمائیے کہ میں کسی کی محتاج و دست نگر نہوں ایک وقت ایسا تھا کہ میرے والدین بے انتہا دولت چھوڑ کر مرے تھے مگر مجکو اسکی بھی فکر نہوئی اب میرے اوپر ایسا وقت ہے کہ میں ایک ایک پیسہ کی محتاج ہوں لیکن آجتک میں نے کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا ہے اسپر حضرت صاحب نے فرمایا کہ تم کیوں گھبراتی ہو تمہارے پاس دولت و عزت و مکان و سواری وغیرہ سب ہوگی میں نے کہا حضور یہ سب کچھ کہاں سے ہوگا مجکو بظاہر کوئی امید نہیں میرا کوئی سرپرست نہیں دو بھائی ہیں وہ بھی مجھ سے چھوٹے ہیں مجکو کیسے عروج ہوگا فرمایا کہ تم کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے سب کچھ دیگا میں خاموش ہوگئی لیکن اس بُرے حال میں بھی چراغ سے غافل نہوتی اور چراغ کے روبرو کھڑے ہو کر اپنے پیر و مرشد کا تصور کر کے عرض کرتی کہ جب آپ و حضرت علی ایسی بڑی ہستیاں میرے سر پہ موجود ہوں تب بھی میری مدد نہ فرمائی جاسے اس عرض کے بعد ایسا سہارا ملجاتا کہ تھوڑی تھوڑی مصیبت دفع ہوجاتی کبھی کبھی خواب میں حضرت صاحب کلمات تسلی فرمادیتے ورنہ

میری جان جانے میں کچھ شک نہ تھا کیونکہ اول تو ان مصیبتوں سے تنگ آکر خودکشی کا قصد کرنے لگی تھی دوسرے یہ کہ چند مستورات میری عزیزا ایسے ایسے کلمات طعن آمیز کہتی تھیں جسکے سننے کی تاب نہیں لاتی تھی وہ یہ کہ تمہارے پیر تمہاری مدد کیوں نہیں کرتے میں سب کچھ سنتی لیکن میرا عقیدہ اُنکے بہکانیسے ہرگز کم نہوتا تھا کیونکہ کرامتوں کا ظہور ہوتا تھا اور چراغ کے سامنے عرض حال کرنے سے میری مشکل حل ہوکر سامان راحت نظر آنے لگتا تھا جب کچھ فلاح ہوئی اور چراغ کے سامنے عرض کرنے سے حاجت برآری ہونے لگی تو خوشی میں میں نے اسکا اظہار اپنے اعزا سے کیا وہ یہ کرامت سُنکر اپنے اپنے مطلب کیلئے چراغ کے پاس آئے اور خدا کے فضل سے اُنکے کام بننے لگے اسطرح بتدریج پبلک میں چراغ کی شہرت ہونے لگی ہر شخص اپنے مطلب برآری کیلئے آنے لگا قدرت الٰہی اور حضرت صاحب کی دعا سے میرا وقت سنبھلنے لگا یعنی آثار فلاح نظر آنے لگے چند روز کے بعد میں جاکر حضرت صاحب کی قدمبوس ہوئی حضرت صاحب نے فرمایا کہو اب تو تمہاری مصیبت دور ہونے لگی اور اب تمہارا امتحان بھی پورا ہوگیا ایک سال سے تم کو فلاح ہورہی ہے میں نے کہا بیشک میں ایک سال سے خوشحال ہوں فرمایا کہ میں نے ایک سال ہوا جب تم کو دل سے دعا دی تھی اور اب تمہارے دروازہ پر بڑے بڑے لوگ راجہ مہاراجہ آوینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ تمام امرا چراغ کے پاس آتے ہیں اور اللہ تعالی اُنکی مراد پوری کرتا ہے اور دمبدم چراغ کی شہرت بڑھتی جاتی ہے حضرت صاحب نے جو جو میری بابتہ فرمایا وہ سب ہوا۔

ایک بار میں نے عرض کیا کہ حضور ایسی دعا فرمائیے کہ ایک سال میں دو بار قدمبوسی کیلئے حاضر ہوا کروں فرمایا کہ دو بار کیسا انشاءاللہ سال میں چار بار آوگی چنانچہ ایک سال میں پانچ بار میں نے قدمبوسی حاصل کی ایک بار روانگی سے قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت صاحب عبادت میں مشغول ہیں میں روبرو جاکر کھڑی ہوگئی آپکے پاس لوٹے میں پانی رکھا تھا آپ نے اسمیں سے تھوڑا لیکر میرے مُنھ پر چھینٹا مارا تو مجھے ایسی تجلی نورانی ہوئی جسکو میں اپنا

معبود حقیقی سمجھ کر باآواز بلند پکارنے لگی کہ یا خدا یا خدا تب آپنے فرمایا کہ خبردار خاموشی کا وقت ہے بالکل خاموش ہوجاو اسکا ذکر کسی سے نہ کرنا پھر میں جاگ پڑی تین دن کے بعد کاکوری روانہ ہوی اور پہونچکر قدمبوسی حاصل کی آپنے خود ہی فرمایا کہ دیکھو اس چراغ کے ذریعہ تم کو خدا بھی ملیگا اور جو جو خواب میں تمنے دیکھے تھے اُن سب کا اظہار حضور نے اشارہ میں فرمادیا میں سُنکر بہت متعجب ہوی بعد اسکے میرا خیال ہوا کہ میں اپنے چھوٹے بھای کو بھی حضور کا مرید کرادوں لیکن میرے بھای کو اسطرف بالکل توجہ نہ تھی میرے کہنے سے بھی اُسکے دل پر اثر نہوا حضور کشف سے میری اس خواہش کو سمجھ گئے فرمایا کہ اب کی بار اپنے چھوٹے بھای کو بھی لانا میں رخصت ہوکر بمبئی واپس آی اور پھر چند ماہ کے بعد جب حاضری کا ارادہ کیا تو چلنے سے ایک روز پہلے میرے بھای نے خواب میں حضرت صاحب کی زیارت کی صبح کو اُٹھکر اُسنے مجھ سے کہا کہ ہم بھی چلینگے میں یہ سُنکر بہت خوش ہوی اور اپنے ساتھ لے گئی اور اُسکی بیعت کے واسطے عرض کیا آپنے اُسے مرید کر لیا۔

کرامت منشی غوث الدین کاکوروی بیان کرتے ہیں کہ قبل مرید ہونے کے آخر اکتوبر ۱۹۲۳ء میں جبکہ میری عمر سولہ سال کی تھی عصر کے وقت حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا چونکہ مجھے اُسیوقت شام کی گاڑی سے واپس لکھنؤ جانا تھا لہذا کچھ دیر ٹھہر کر اجازت مانگی کچھ جواب نہ ملا تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ عرض کیا تو دوسری طرف مخاطب ہوکر کچھ فرمانے لگے مجھے کچھ جواب نہ ملا ریل کا وقت قریب آرہا تھا کچھ دیر کے بعد عرض کیا کہ ریل کا وقت قریب ہے اجازت چاہتا ہوں فرمایا ابھی جاکر کیا کروگے بیٹھو اس جواب سے اور ریل کا وقت قریب ہونے سے اپنے دل میں پریشان ہورہا تھا بپاس ادب کچھ عرض نہ کرسکتا تھا اسی اثنا میں باوجود مطلع صاف ہونے کے پہلے بہت تیز طوفانی ہوا چلی پھر بڑی گرج و چمک کے ساتھ پانی برسا ایسا کہ پندرہ بیس منٹ میں تکیہ شریف پر گھٹنوں گھٹنوں پانی بھر گیا جب مغرب کے وقت پانی رُکا تو حضرت نے فرمایا کہ اب جاو بازار کٹرہ تک پہونچکر بمشکل ایک یکہ اسٹیشن تک کیا ریل کا وقت

گذر چکا تھا خیال تھا کہ شاید کوی سواری لکھنو لے جانیوالی اسٹیشن پر ملجاے وہاں پہونچکر معلوم ہوا کہ ٹرین دو گھنٹہ لیٹ ہے چنانچہ بآرام لکھنو پہونچگیا۔

کرامت میاں نیمو ساکن کاکوری بیان کرتے تھے کہ میں شدید بیمار ہوا درد گردہ اٹھا تھا حضرت صاحب مجکو برابر دیکھنے جاتے تھے ایک روز میری حالت بہت خراب ہوی آپ تشریف لیگئے اور حال پوچھا میں نے رو کر کہا کہ حالت اچھی نہیں ہے فرمایا گھبراو نہیں ابھی تمھارا وقت نہیں آیا ہے اسیوقت سے میری طبیعت ٹھہر گئی اور روز بروز حالت سنبھلنے لگی پھر بالکل اچھا ہوگیا میری حالت ایسی ہوگئی تھی کہ سب میری زندگی سے ناامید و مایوس ہوگئے تھے

کرامت ایک مرتبہ میرے سالے خدا بخش ملیح آباد سے اچھے خاصے آے اور دفعتہً انکے درد گردہ اٹھا اور آدھ گھنٹہ کے اندر انکی حالت بدتر ہوگئی میرے بڑے بھای نے کہا کہ حضرت صاحب کے پاس جاکر عرض کرو کہ حضور ذرا دیر کیلئے تشریف لے آویں میں حاضر ہوا آپ عصر کا وضو کر رہے تھے میں نے حال عرض کیا فرمایا کہ تم چلو میں نماز پڑھکر آتا ہوں میں مکان گیا کچھ دیر کے بعد آپ تشریف لاے اور انکو دیکھکر فرمایا کہ نماز مغرب کا وقت قریب ہے بعد نماز آو تو میں تعویذ دیدوں میں بعد مغرب حاضر ہوا چند لوگ بیٹھے تھے ایک صاحب نے پوچھا کہ کیا بیمار ہوگئے فرمایا کہ وہ بیمار کیا ہوے بلکہ لیٹ ہی گئے میں سمجھ گیا کہ وہ بچ نہیں سکتے تعویذ بھیجا کہ پلاے رات بھر وہ یہاں لے ہے صبحکو پالکی پر انکو ملیح آباد لیگئے جہاں دوسرے دن انکا انتقال ہوگیا۔

علما و مشائخ ہمعصر آپ کے جمال ظاہر و کمال باطن و اتباع سنت نبوی صلعم و تبع اوضاع خاندانی ہونے کے قایل و مداح تھے اور بوقت ملاقات نہایت خلوص و نیاز سے پیش آتے تھے اور غائبانہ تحریر خطوط میں تعظیمی الفاظ سے مخاطب کرتے تھے جن حضرات سے آپ سے مراسم و ملاقات تھی انمیں سے بیشتر یہ حضرات کبھی کبھی اعراس فواتح میں بھی تشریف لاتے تھے مثلاً حضرت شاہ غلام جیلانی صاحب مغفور بانسوی سید شاہ ممتاز احمد صاحب بانسوی

جناب مولانا عبدالباری مغفور فرنگی محلی جناب مولوی محمد اسلم فرنگی محلی سید محمد ابراہیم صاحب مغفور سجادہ نشین دیوہ شاہ عبدالرشید پانی پتی شاہ عبدالرزاق گورکھپوری مرحوم شاہ دانش علی سجادہ نشین بھگواں شریف مولوی شاہ محمد سلیمان پھلواروی مغفور حضرت شاہ بدرالدین مغفور سجادہ نشین پھلواری شریف حضرت شاہ حبیب الحق سجادہ نشین خانقاہ پٹنہ شاہ محمد حسن مداری مغفور مکنپوری شاہ امیر حسن مغفور مداری مکنپوری شاہ علی حسین و شاہ اشرف حسین کچھوچھوی مغفور مولوی عبدالاحد کسمنڈوی مغفور شاہ وارث حسین مغفور ساکن کوڑہ جہان آباد مولوی اشرف علی تھانوی حاجی سلیمان مجذوب میرٹھی شاہزادہ غلام احمد دہلوی مرحوم بربادشاہ وارثی بیدم شاہ وارثی مغفور بدکو شاہ مجذوب لکھنوی مولوی شاہ ظہیر احمد بدایونی نوشہ میاں بدایونی سلارمی شاہ وارثی معروف شاہ مرحوم وارثی گلزار شاہ مرحوم سندیلوی محبت شاہ مرحوم ساکن اٹاوا شاہ محمد ادریس مرحوم سندیلوی الیسین شاہ سجادہ نشین چونسہ ضلع آرہ حافظ شاہ سراج الیقین مرحوم کرسوی عاشق شاہ جلالپوری مرحوم مولانا حسرت موہانی حاجی سید شاہ ظہورالحسن اجمیری مفتی ابوذر سنبھلی۔

آپ نے اس مدت سجادہ نشینی میں علاوہ سندیلہ و لکھنؤ کے کہ جہاں متعدد بار بضرورت تہنیت و تعزیت معتقدین خاص خاندانی حسب وضع آبائے کرام تشریف لیگئے چند مختصر سفر کئے

پہلا سفر ۱۳۳۲ھ میں جب حضرت شاہ قلندر بخش خیرآبادی سرگروہ آزاداں کا انتقال ہوا تو اُنکے صاحبزادہ مولوی شاہ مقبول احمد نے بغرض شرکت سیوم و خرقہ پوشی خود آپ کو بلایا آپ تشریف لے گئے اور اُنکو خرقہ پہنایا پھر وہاں سے لاہرپور شریف بہ تعزیت و فاتحہ خوانی جناب مولوی شاہ محمد اسماعیل قلندر مغفور تشریف لے گئے اور دونوں جگہ ملاکر چار یا پانچ روز رہے۔

پھر اُسی زمانہ میں منشی امیر بخش و حسن بخش شاگردان خاص حضرت قطب الاقطاب کے اصرار پر سیلارا گنج اُنکے لڑکوں کی شادی میں تشریف لیگئے اور چار پانچ روز قیام فرمایا

وہیں سے بانسہ شریف بھی بغرض فاتحہ خوانی حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی تشریف لیگئے تھے۔

پھر ایک مرتبہ قصبہ دیوہ ضلع بارہ بنکی بغرض تعزیت جناب شیخ محمد حسین صاحب ساکن دیوہ برادر خالہ زاد حضرت فخر الکاملین تشریف لے گئے اور سید ابراہیم صاحب سے ملے انھوں نے آپ کی دعوت بھی کی۔

ایک بار موضع پلڑی توابع قصبہ کرسی ضلع بارہ بنکی میں میاں عباد علی زمیندار مرید حضرت قطب الاقطاب کے یہاں اُنکے اصرار پر گئے وہیں حافظ شاہ سراج الیقین صاحب سے ملاقات ہوئی اُنھوں نے اپنی مصنفات آپ کو دئے اور بہت محبت وخلوص سے ملے۔

سنہ تیرہ سو بتیس میں نواب گنج ضلع بارہ بنکی منشی عبدالعزیز مرحوم خویش منشی شکور احمد صاحب کی لڑکیوں کی شادی میں تشریف لیگئے وہاں دوبار آپ تشریف لیگئے۔

ایک بار شہر اناؤ بغرض شرکت عقد منشی منیر احمد کاکوروی تشریف لیگئے اور وہاں سے چند گھنٹوں کیلئے کانپور بھی بنا بر استدعا واصرار مولوی ضیاء الدین ومولوی محمد حسن صاحبان تشریف لے گئے۔

پھر قصبہ شاہ آباد ضلع ہردوی نواب عبدالکریم خانصاحب تعلقدار باسط نگر کی لڑکی کے عقد میں اُنکے انتہائی اصرار پر تشریف لیگئے اور چار روز قیام فرمایا۔

پھر ۱۳۴۳ھ میں ہرگام ضلع سیتاپور بغرض شرکت عقد عزیزی اصطفا علی علوی تشریف لیگئے اور وہاں سے چند گھنٹہ کیلئے بغرض فاتحہ خوانی حضرت سید العرفا لاہرپور شریف بسواری موٹر تشریف لے گئے۔

پھر سنہ تیرہ سو پینتالیس میں حسب اصرار بلیغ مکرمی منشی محمد نذیر صاحب شہزادپوری اُنکے لڑکے منشی محمد سعید کی رخصتی میں شہزادپور تشریف لیگئے اور وہیں سے دوسرے یا تیسرے روز جونپور شریف بغرض فاتحہ خوانی وحاضری مزار حضرات مرشدین چند گھنٹوں کیلئے تشریف لیگئے فرماتے تھے کہ ایسی بے ساختہ کشش ان حضرات کی ہوئی کہ میں جونپور جانے پر آمادہ

ہوگیا اُس زمانہ میں وہاں منشی محمد مثنی صاحب ڈپٹی کمشنر اور شاہ فخر عالم ڈپٹی کلکٹر آپ کے مریدین متعین تھے آپ نے دونوں صاحبوں کو حضرت قطب صاحب کے حظیرہ کی درستی اور مزارات پر کتبے لگائے جانے کا حکم دیا چنانچہ انکی کوشش سے نہایت خوشنما آہنی جنگلہ چبوترہ حظیرہ پر اور مزارات پر کتبے مشتمل بر تاریخہائے وفات نصب ہو گئے۔

پہلے میں لکھ چکا ہوں کہ آپ ابتدا میں بیعت لینے میں بہت کش مکش فرماتے تھے لیکن آخر زمانہ میں بلا تامل مرید فرما لیتے تھے چنانچہ مرض الوصال میں وفات سے چار روز قبل ایک بیوی بدایوں سے مرید ہونے آئیں آپ نے وقت مقرر کر دیا برادر عزیز سلمہ نے عرض کیا کہ کس طرح مرید کرینگے شدت بخار اور زخموں کی تکلیف کی وجہ سے آپ سے بیٹھا تو جاتا نہیں اسوقت یہ واپس جائیں پھر جب آپ اچھے ہو جائیں اُسوقت آ کر مرید ہو لینگی ارشاد ہوا کہ نہیں بیچاری دور سے آئی ہیں تم میری پیٹھ کے پیچھے بڑا تکیہ لگا دو اور میرے پاس بیٹھ جاؤ اور ارکان بیعت میں جہاں مجھ سے سہو ہوتے دیکھو ٹوک دو یہ نہ سمجھنا کہ مجکو مرید کرنے کا شوق ہے کہ اس حالت میں بھی باز نہیں آتا بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کسی نے اُنکے برہنہ پائی کی وجہ پوچھی تو ارشاد ہوا کہ شاید میرا قدم کسی صدیق کے نقش قدم پر پڑ جائے اور اُسکے طفیل میں میری نجات ہو جائے اسیطرح میں بھی خیال کرتا ہوں کہ شاید کسی مرید کی توبہ قبول ہو اور اُسکے ساتھ میری توبہ بھی قبول ہو جائے۔

خلفا و مجاز و فقرا آپ کے یہ حضرات ہوئے جناب منشی وہاج الدین صاحب مغفور بندۂ احقر تقی حیدر برادر عزیز مولوی حافظ شاہ علی حیدر سلمہ جناب مولوی حکیم محمد وصی علی علوی مرحوم شاہ فضل علی مرحوم سرگروہ آزادان مولوی اسد اللہ شاہ ساکن اٹاوا مولوی شاہ مقبول احمد خیر آبادی شاہ محمد یسین قلندر پوری از اولاد حضرت رئیس العارفین خادم علی شاہ مرحوم بابو شاہ مجاور درگاہ حضرت کلید عرفاں۔

آپ کی وفات قیامت آیات مرض الوصال سے دس سال قبل محرم ۱۳۲۴ھ میں آپ کو

میعادی بخار آیا جسکا سلسلہ کم و بیش ایک ماہ تک رہا وہ بخار ایسا تھا کہ جسمیں بعض بعض روز آپ کو بیہوشی ہوجاتی تھی کسی کو پہچانتے نہ تھے نماز پڑھتے تھے تو رکعتوں کا کوی شمار نہوتا تھا غذا بالکل ترک ہوگئی تھی ضعف اسقدر بڑھگیا تھا کہ بظاہر کوی امید زیست نہ رہی تھی اُس زمانہ میں جنابہ والدہ صاحبہ مغفورہ حیات تھیں اُنھوں نے انتہای اضطرار و پریشانی میں حضرت والد ماجد قدس سرہ کے مزار پر جاکر کہا کہ بھیا اچھے ہوجائیں اور مجھے اب کوی صدمہ دیکھنا نہ پڑے نیز جنابہ بھاوج صاحبہ مدظلہا نے اُسی زمانہ میں حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کی خواب میں زیارت کی اور قدموں پر گر کے رو رو کر آپ کی صحت کیلئے عرض کیا ارشاد ہوا کہ اچھا ہم نے دس برس عمر اور عطا کی چنانچہ اسی کی برکت سے پھر آپ کو یونانی علاج سے صحت ہوگئی مگر اس علالت کے بعد سے زمانہ وفات تک آپ کے جسم کی لاغری نہ گئی اسی کے بعد سے آپ کو مرض ذیابیطس لاحق ہوگیا اور برابر بڑھتا رہا آپنے اس مرض کے دفعیہ کیلئے کوی علاج نہ کیا بلکہ ظاہر بھی نہ فرمایا جاڑوں میں آپ پیشاب جو کرتے تھے تو اُسکا اکثر حصہ شورہ کی طرح جم جاتا تھا اتفاقیہ میں نے دیکھ لیا اور باصرار اُسکے معالجہ کیلئے عرض کیا حکیم عبدالمجید صاحب لکھنوی جو آپکے معالج تھے اُن سے کہا گیا اور قارورہ دکھایا گیا مگر افسوس کہ اُنکی سمجھ میں نہ آیا اُنھوں نے صرف یہ وجہ اُسکی بیان کی کہ چونکہ میں جاڑوں میں ماءاللحم استعمال کرتا ہوں اُسی کی وجہ سے یہ رطوبات فضلیہ بلغمیہ خارج ہوتی ہیں زیادہ پرواہ اُنھوں نے بھی نہ کی اور مرض اندر اندر اپنا کام کرتا رہا اور آپکے جسم کا ہزال و لاغری بڑھتی گئی جو کوی اسکے متعلق کہتا تھا تو فرما دیتے تھے کہ اب عمر قریب چوّن سال کے پہونچی یہ زمانہ ضعف پیری ہی کا تو ہوتا ہے پریشان ہونے کی کوی بات نہیں آخر وقت تک آپنے کوی جملہ یا کلمہ صریحی متعلق بوصال نہیں فرمایا بلکہ جو کوی ایسے خواب و واقعات دیکھتا تھا یا آپ کی لاغری دیکھکر پریشان ہوتا تھا اُسکی تسلی و تشفی ایسی کردیتے تھے کہ وہ خیال جاتا رہتا تھا چنانچہ یہ واقعات اسکے شاہد ہیں

مولوی نظام الدین حیدر صاحب بیان کرتے تھے کہ حضرت صاحب کے وصال سے

تقریباً دس سال قبل میں کانپور میں تھا وہاں میں نے یہ خواب دیکھا کہ میں تکیہ شریف پر ہوں حضرت صاحب کا وصال ہو گیا ہے بہت مجمع ہے تجہیز و تکفین و تدفین ہوئی حضرت مولانا تقی حیدر سجادہ نشین ہوئے اس خواب کے دیکھنے سے میں پریشان ہوا اور مولانا ئے موصوف کی خدمت میں تار روانہ کیا تار کا مضمون صرف اسقدر تھا کہ خیریت سے اطلاع دیجئے میری درخواست کے مطابق تار کا جواب آیا کہ خیریت ہے مجکو اطمینان ہو گیا کچھ عرصہ کے بعد کاکوری جانے کا اتفاق ہوا حضرت صاحب نے خود تو کوئی ذکر نہ فرمایا البتہ حضرت مولانا نے فرمایا کہ بیٹھے بیٹھے تم نے یہ کیا حرکت کی کہ خواہ مخواہ دریافت خیریت کا تار دیدیا میں نے خواب میں جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا تب اُنھوں نے فرمایا کہ جب تمہارا تار آیا اور پڑھواکر اُسکو میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت صاحب مسکرائے اور فرمایا کہ کچھ نہیں کوئی خواب دیکھا ہوگا اچھا جواب دیدو کہ خیریت ہے ظاہر ہے کہ یہ خواب حضرت صاحب نے خود مجھے دکھایا محض تماشہ کیلئے نہیں دکھایا حضرت صاحب کا کوئی فعل بیکار نہیں ہوتا تھا اس خواب کے علاوہ متعدد مرتبہ مختلف طریقوں سے حضرت صاحب نے مجھے مولانا ئے موصوف کے حال سے آگاہ فرمایا اور اُنکی خدمت میں نیازمند رہنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

پھر جب آپ کا وصال ہو گیا تو جو صدمہ قلب کو ہوا اُس سے ایک طرح کی پستی اور اداسی رہتی تھی تقریباً ایک سال بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ کا وصال ہو رہا ہے میں رونے لگا آپ کا وصال ہوا تجہیز و تکفین ہوئی میں یہ دیکھ دیکھ کر روتا رہا جسد مبارک دفن کیا گیا میں بیقرار ہو کر روتا رہا مزار مبارک کے پاس پہونچا آپ مزار سے برآمد ہوئے اور فرمایا کہ دو باتوں میں سے ایک بات یا رونا ہی اختیار کر دیا اپنے مقصد اور کام میں لگے رہو یہ خواب دیکھ کر مجھے پہلا خواب یاد آگیا۔

منشی تقی حیدر عرف اُتن صاحب بیان کرتے تھے کہ حضرت صاحب کے وصال سے ایک سال قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت تکیہ شریف پر ہیں اور تنہا ہیں لیکن نہایت

نہایت شاداں و فرحاں میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ میاں ابن تم کو ایک خوشخبری سنائیں میں نے عرض کیا کہ ارشاد ہو فرمایا کہ اس مرتبہ حضرت غوث الاعظم نے ہمارا ہی انتخاب فرمایا ہے اسکے بعد آنکھ کھل گئی میں نے اس خواب کی تعبیر اپنے ذہن میں یہ دی تھی کہ حضرت کے مراتب باطنی میں ترقی ہو گی میں یہ نہ سمجھ سکا کہ یہ وصال کی خبر ہے۔

مس سونا بائی پارسی بیان کرتی تھیں کہ حضرت صاحب کے وصال سے کچھ عرصہ قبل ایک بار میں نے قدمبوسی کے ارادہ سے فقد روانگی کیا جس روز روانہ ہونے والی تھی صبح کو پانچ بجے بحالت بیداری پلنگ پر لیٹی ہوی تھی دیکھا کہ حضرت صاحب میرے سامنے کھڑے ہیں میں بہت خوش ہوی لیکن اپنی آنکھیں اس خیال سے بند نہ کیں کہ مبادا حضرت صاحب تشریف لے جائیں نیچی نظروں سے دیکھتی رہی پھر میں نے عرض کیا کہ حضور اسقدر دُبلے کیوں ہیں فرمایا کہ اب ہمارا وقت قریب آگیا ہے تم گھبرانا نہیں میں یہ سُنکر پریشان ہوی اور گھبرا کر قدم پکڑ لئے اور رو کر عرض کیا کہ یہ آپ کیا فرماتے ایسا نہ فرمایئے آپ نے مجھ کو پلنگ پر لٹا دیا اور نظر سے غائب ہو گئے میں نے یہ واقعہ اپنے ہمراہیوں سے بیان کیا سب نے میرے دل سے یہ شک نکالنے کیلئے بہت کچھ مجھ کو سمجھایا لیکن میری حالت ایسی ہو گئی کہ کسی کے سمجھانے سے تسکین نہ ہوی غرضکہ میں مع ہمراہیاں حاضر خدمت اقدس ہوی جسطرح خواب میں میں نے دیکھا تھا سر مو فرق نہ پایا میرے ہمراہی کہنے لگے کہ تمہارا خواب سچا تھا اسوقت میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت صاحب نے جو فرمایا تھا کہ اب ہمارا وقت قریب ہے کہیں ایسا نہو جاے یہ خیال آتے ہی میری وحشت و پریشانی بڑھ گئی دو روز متواتر سخت پریشان رہی حضرت صاحب کو کشف سے میری پریشانی معلوم ہو گئی تیسرے روز جو حضرت صاحب تشریف لاے تو نہایت صحیح و تندرست تھے مجھے دیکھکر بہت تعجب ہوا کہ الہی یہ کیا معاملہ ہے پہلے روز تو ہم سب نے آپ کو بہت نحیف و لاغر دیکھا تھا اور آج بالکل توانا و تندرست دیکھ رہے ہیں میری ہمراہیوں کو بھی بہت تعجب

ہوا کہ خدایا یہ کیا راز ہے لیکن میں پھر یہ خیال کرنے لگی کہ محض میری تسکین کیلئے آپ نے ایسا کیا ہے معاً حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ دیکھو بزرگان دین مرتے نہیں ہیں بظاہر دنیا والوں سے پردہ کرلیتے ہیں انکو مردہ نہ سمجھنا چند بار ایسے کلمات فرما کر مجھ سے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہر وقت رہونگا علاوہ اسکے ایسی تسلی بخش باتیں کیں کہ جو میرے دل میں وہم تھے وہ سب نکل گئے پھر میں رخصت ہوکر بمبئی واپس آئی چھ ماہ کے بعد پھر حاضر خدمت ہوئی تو آپ کو بالکل توانا و تندرست پایا مگر وقتاً فوقتاً ایسی باتیں معلوم ہوئیں کہ جیسے انسان تارک الدنیا ہوکر آخری منازل طے کرلیتا ہے اور دنیا والوں سے قطع تعلق کرلیتا ہے جب بمبئی واپس ہونے لگی تو عرض کیا کہ حضور بضرورت چند امور ایک ماہ کے بعد پھر حاضر ہونگی فرمایا کہ بہتر ہے چنانچہ ایک ماہ کے بعد پھر حاضر ہوئی جیسے ہی اپنی کوٹھی میں اتری تو حضرت پتن میاں صاحب یعنی حضرت صاحب کے چھوٹے بھائی صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ حضرت صاحب علیل ہیں یہ سنکر میں ایسی بدحواس ہوگئی کہ آنکھوں کے نیچے اندھیرا چھا گیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روح پرواز کرجائے گی اُسی بدحواسی میں افتاں و خیزاں جاکر قدمبوسی کی چند منٹ حاضر رہکر اپنے قیامگاہ پر واپس آئی اور پھر وقتاً فوقتاً مزاج پرسی کیلئے حاضری ہوتی رہی حضرت صاحب گاہے غافل ہوگاہے ہوشیار ہونے تھے ہوشیاری کے وقت میری تسلی کیلئے کچھ فرمادیتے تھے لیکن میرا دل سقدر بیقرار رہا کہ چار یوم مجھ سے کھایا پیا نہ گیا اسکی وجہ یہ اور بھی تھی کہ حضرت صاحب کے انتقال سے ہفتہ عشرہ قبل میں نے اپنی قیامگاہ میں رات کو خواب میں دیکھا تھا کہ بہت زور سے آندھی آئی جس سے تکیہ شریف کی ایک دیوار جڑ سے گرگئی بدیں وجہ کسی کے سمجھانے سے مجکو قرار نہ آتا تھا بلکہ یقین ہوگیا کہ اس مرتبہ کی علالت سے حضرت صاحب جانبر نہونگے پھر حضرت صاحب نے اپنی وفات سے تین روز پہلے مجکو رخصت کردیا فرمایا کہ تم جاؤ اپنا مکان سنبھالو حاجتمند لوگ تمہارے مکان پر آکر پلٹ جاتے ہیں اگرچہ میرا دل ایسی حالت میں وہاں سے ہٹنے کو نہ چاہتا تھا مگر تعمیل ارشاد کے

خیال سے بمبئی روانہ ہوئی حضرت صاحب نے بروقت رخصت آبدیدہ ہو کر مجھ کو رخصت
کیا اور فرمایا کہ گھبراو مت میں نے تم کو اللہ پاک کے حوالہ کیا خبردار گھبرانا نہیں میں اچھا
ہو جاونگا غرض میں بمبئی واپس آئی اور یہاں چراغ کے سامنے کھڑے ہو کر جناب امیر
علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا کہ یا حضرت علی میرے حضرت صاحب اچھے ہو جائیں
فوراً ہی آنحضرت تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم کیا کریں تمہارے حضرت صاحب کو خود ہی
اب اس دنیا میں رہنا منظور نہیں ہے یہ سنکر میں بالکل مایوس ہو گئی اسی کے تیسرے روز
میرے پاس تار پہونچا کہ حضرت صاحب کا وصال ہو گیا۔

محرم ۱۳۵۴ھ شروع ہوتے ہی میرے قلب میں عجیب اُلجھن و پریشانی پیدا ہو گئی کیونکہ
اس چار کے عدد سے میں بہت متوہم تھا حضرت قطب الافراد کا وصال ۱۲۹۴ھ میں ہوا حضرت
فخر الکاملین کا وصال ۱۳۱۴ھ میں حضرت قطب الاقطاب کا وصال ۱۳۲۴ھ میں خود آپ ۱۳۴۴ھ
میں شدید علیل ہوئے اسلئے ۵۴ھ شروع ہوتے ہی مجھے خود بخود پریشانی پیدا ہو گئی میں
اُس زمانہ میں میڈیکل کالج لکھنؤ میں بغرض علاج چشم مقیم تھا ساتویں محرم کو آپ مجھے دیکھنے
تشریف لیگئے سہ پہر کو مولوی ضیاء الدین صاحب سے فرمانے لگے کہ چلئے امام باڑہ کی سیر
کرآئیں اور مجھ سے فرمایا کہ چلو گے میں نے کہا ضرور اثنا سیر میں مولوی صاحب سے فرمایا کہ
کبھی آپ نے اسکی بھول بھلیاں بھی دیکھی ہے اُنھوں نے کہا نہیں فرمایا چلئے دکھا دیں
مجھے تعجب ہوا کہ آج کیا ہے اس سے قبل اکثر مواقع پر میں نے عرض کیا مگر آپ نے انکار کر دیا غرض
اسکی سیر کرکے قریب مغرب واپس ہوئے اور نماز پڑھی دین محمد نے کہا کہ حضور اب چلیں
دیر ہو رہی ہے راستہ مخدوش ہے فرمایا ٹھہرو جلدی کیا ہے چاندنی رات ہے چلینگے غرض کئی بار
لوگوں کے عرض کرنے پر اُٹھے اور پیادہ چلے میں ساتھ تھا وارڈ سے بڑی سڑک تک پیدل
تشریف لیگئے اُسوقت مہندی اُٹھی تھی فرنگی محل کے پل پر کثیر مجمع تھا فرمایا کہ چلئے مولویصاحب
آپ کو مہندی دکھا دیں آنکو اور مجکو سخت حیرت اور تعجب ہوا کہ آج یہ نئی بات کیا ہے

فرنگی محل کے نیز شہر کے لوگ دیکھکر کیا کہیں گے میں نے دبی زبان سے راستہ میں کئی بار کہا بھی مگر آپ نے اعتنا نہ کی اور مجمع کے اندر ایسی جگہ پر جا کر کھڑے ہو گئے کہ سب آپ کو دیکھیں غرض آٹھ بجے شب تک ٹھہرے رہے جب پورا جلوس گذر گیا تب کاکوری تشریف لیگئے۔

بیس صفر کو دفعۃً جناب منشی معراج الدین مخاطب بہ نواب حسین نواز جنگ متخلص بہ خسرو لکھنؤ جو آپکے اخص خاص رفیق دمسترشد تھے انتقال ہو گیا جسکا بہت سخت صدمہ آپ کو ہوا تین روز متواتر آپ تکیہ شریف سے ولی نگر تشریف لے گئے اس آمد و رفت میں آپ کے بائیں پیر میں گٹھ کے قریب ایک آبلہ پڑ گیا۔

چوبیس صفر روز پنجشنبہ کو آپ نے حجامت بنوائی پیر متورم ہو گیا تھا حجام نے جو جراح بھی تھا آبلہ دیکھ کر کہا کہ میں اسے کاٹ دوں پانی نکلجائیگا اور ورم اُتر جائیگا آپ نے منظور نہ فرمایا جب لوگوں نے اصرار کیا تو خاموش ہو گئے اُس نے چھالا کاٹ دیا اُسوقت تو فوری سکون ہو گیا مگر کچھ دیر کے بعد ورم اور بڑھگیا اور زخم سے پانی بہنے لگا اور حرارت بھی ہو آئی جمعہ کے روز آپ نے برادر عزیز سلمہ سے فرمایا کہ نماز پڑھا دو میرے پیر میں زخم ہے اس سے پانی نکلتا ہے اگر نماز میں ایسا ہوا تو سب کی نماز میرے ساتھ فاسد ہو گی آپ کے نماز نہ پڑھا سکنے سے آپ کی نادرستی مزاج کی خبر تمام قصبہ میں پھیل گئی لوگ مزاج پرسی کو آنے لگے آپ سب سے فرما دیتے کہ خیریت ہے کوئی گھبرانے کی بات نہیں اور بڑا ہو چلا پھرا کئے زخم وآماس بڑھگیا اُسی کے ساتھ بخار بھی آگیا میں نے حکیم عبدالمجید صاحب لکھنوی کو بلایا انھوں نے دیکھکر نسخہ لکھا آپ نے اُن سے فرمایا کہ حکیم صاحب مجکو بھوک بالکل نہیں ہے خشکی بہت ہے پیاس کا غلبہ ہے نیز بوجہ دانتوں کی تکلیف کے روٹی کھائی نہیں جاتی اُنھوں نے کہا کہ آپ خربزہ نوش فرمائیں اس سے تسکین ہوگی چنانچہ دوپہر کے کھانے پر آپ نے اُسکے ساتھ خربزے نوش کیئے اور فرمایا کہ اسکی شیرینی و ٹھنڈک سے آنکھیں کھل گئیں سہ پہر کو حکیم صاحب واپس گئے مغرب کے بعد آپ کو بخار تیز ہو گیا یعنی ایک سو چار ڈگری پر پہونچگیا

اور پیر کا زخم و آماس زاید بڑھ گیا علاج جراح کا تھا ایک ہفتہ تک اُسکا علاج رہا جب فائدہ نظر نہ آیا اور بخار میں بھی زیادتی ہوی تب ڈاکٹر منصور حسین بلاے گئے اُنھوں نے لکھنوے جانے کے بابتہ کہا مگر آپ نے فرما دیا تھا کہ مجھے لکھنو نہ لے جایا جاے اُسوقت حکیم عبد المجید صاحب نے ڈاکٹر حکیم عبد العلی کو بلا کر اپنے ساتھ علاج میں شریک کیا اُنھوں نے زخم کی حالت خراب دیکھکر حافظ مبین لکھنوی کا مرہم لگانا تجویز کیا چنانچہ دوسرے روز وہ بلاے گئے انھوں نے آکر دیکھا اور پہلے روز خود مرہم لگاکر آئندہ کیلئے جراح کو ہدایت کر گئے چنانچہ اُنکا لیپ لگایا جانے لگا ڈاکٹر عبد العلی نے پیشاب جچوایا تو اُسمیں شکر کا حصہ زائد نکلا یعنی مرض ذیابطیس کی زیادتی معلوم ہوی چنانچہ اُسکا علاج بھی ہونے لگا تقریباً دس روز حافظ مبین کا مرہم لگتا اور حکیم عبد المجید و شفاء الملک حکیم عبد الحمید و ڈاکٹر عبد العلی کا علاج ہوتا رہا مگر زخم اور بخار بڑھتا رہا اس حالت میں بھی آپ چھڑی پکڑ کر پیشاب و پاخانہ کیلئے جاتے رہے غذا بالکل موقوف ہوگئی اور ضعف کو ترقی ہونے لگی غذا صرف آشجو ہوتی تھی پیر کے زخم کے علاوہ داہنے ہاتھ میں بازو پر ایک دانہ نکلا جو بڑھکر پھوڑا ہوگیا اُس سے تو مواد خوب نکلتا تھا مگر پیر کے زخم سے کم نکلتا تھا سیاہی اور زخم بڑھتا جاتا تب ڈاکٹر عبد الرحمن بلاے گئے اُنھوں نے بھی لکھنو میڈیکل کالج میں لے چلنے کیلئے کہا مگر آپ کا ضعف دیکھکر قصد نہیں کیا گیا ڈاکٹر عبد الرحمن نے کہا کہ پیر میں اندر مواد بہت بھر ہوا ہے اور سمیت اندر ہی اندر اثر کرتی جاتی ہے لھذا اپریشن کر کے سارا مواد نکالدینا چاہئے چنانچہ تیرہ یا چودہ ربیع الاول کو اپریشن ہوا مگر مواد کافی خارج نہ ہوا اتنا سخت اپریشن ہوا مگر آپ نے اُف نہ کی ڈاکٹر صاحب کو آپکے ضبط و استقلال پر بہت تعجب ہوا ضعف کی حالت یہ تھی کہ بغیر سہارے آپ بیٹھ نہ سکتے تھے اور بخار اتنا تیز کہ روزانہ ایک سو چار یا پانچ ڈگری رہتا تھا اس حالت میں بھی آپ تکیہ کی پر کھٹولے پر بیٹھ کر جاتے تھے اور آیندو روند سب سے باتیں کرتے اور اپنا حال بیان فرماتے تھے ڈاکٹر کی سخت ممانعت تھی کہ آپ زیادہ بولنے نہ پائیں اور نہ آپکے پاس مجمع ہو مگر اسمیں تیمار داروں کو کامیابی نہوتی تھی چنانچہ

دوران علالت کا واقعہ ہے کہ ایک روز بہت سی بیبیاں آپ کو دیکھنے آئیں مجھے معلوم ہوا تو میں نے پردہ کرا یا اور سب سے کہا کہ آپ لوگ ننگے پیر وہاں چلئے اگر آنکھ کھولے ہوں تو سلام کیجئے ورنہ خاموش بیٹھ جائیے تھوڑی دیر بیٹھ کر دوسرے مکان میں چلی آئیے گا میں سب حال بیان کردونگا چنانچہ وہ سب گئیں آپ آنکھ بند کئے ہوئے تھے جیسے وہ سب پہونچیں آپ نے آنکھیں کھولدیں سب نے مزاج پوچھا آپ نے الحمد للہ کہکر آنکھیں بند کرلیں کچھ دیر کے بعد سب اُٹھکر دوسرے مکان میں چلی گئیں اور سوار ہونے لگیں بعض بیبیاں اُنمیں ایسی تھیں جنکو رخصت کرتے وقت آپ تبرک مٹھائی دیا کرتے تھے جب وہ سوار ہونے لگیں تو آپ نے آنکھ کھول کر مجھ سے پوچھا کہ فلاں فلاں بیبیاں جو ہم کو دیکھنے آئی تھیں کیا سوار ہوگئیں میں نے کہا کہ ابھی ہیں فرمایا کہ بغیر تشتری میں مٹھائی دے ہوئے اُن کو نہ جانے دو میں نے تعمیل ارشاد کی وہ بیبیاں اس پابندی وضع پر ایسی حالت میں دنگ ہوگئیں۔

مولوی ضیاء الدین صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک روز خانقاہ شریف کے اندر کے دالان میں حضور جلوہ افروز تھے جناب حافظ صاحب نے عرض کیا کہ بھائی صاحب آپ کی علالت کو اتنے روز ہوگئے آپ کے چپ رہنے سے سب پریشان ہیں کچھ ہنستے بولتے نہیں ہیں آپ کی تکلیف تو اب بہت بڑھ گئی ہے اسپر ارشاد ہوا کہ ع بہ بازار حسنش بہاے ندارد۔ اسپر سب حاضرین ساکت رہگئے پورا شعر یہ ہے ؎

متاع دل پاک عشاق مسکیں	بہ بازار حسنش بہاے نہ دارد

اسکے چند روز کے بعد یعنی وصال سے چار پانچ روز قبل جب ضعف و نقاہت بڑھ چکی تھی اور کھٹولہ پر حوائج ضروریہ کیلئے بکدرہ میں چوکی پہ بے جایا جاتا تھا کیونکہ خانقاہ کے ادب کے لحاظ سے حضور نے چوکی نہیں لگانے دی، بکدرہ سے واپسی پر دیر تک کروٹ سے لیٹے رہے اور پشت مبارک کے پاس بندہ اسی پلنگ پر بیٹھا تھا بندہ نے پوچھا کہ اسوقت مزاج کیسا ہے تو میری طرف مُنھ پھیر کر فرمایا کہ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد یہ فرماکر اُسطرف

پھر منھ پھیرے لیٹے رہے اسپر مجھ کو خیال ہوا کہ یہ تو ترک اضافات کا مقام ہے اسپر فائز ہونے کے بعد پھر کیا مگر اپنی طبیعت کو میں نے یوں سمجھا یا کہ حضور کے علو مقامات میں سے یہ مقام بھی ہے کہ جس سے خبر دیگئی حالانکہ اسکا موقع ویسا ہی تھا جیسا نزول آیت شریف الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی کا۔

بارہ ربیع الاول کو زیارت موے مبارک آنحضرت صلعم کا روز تھا آپنے فرمایا کہ آج ہم زیارت تو کرا سکتے نہیں میاں تمہیں زیارت کرا دینگے البتہ کھٹولہ پر بیٹھ کر وہاں جائیں گے میں نے عرض کیا کہ اسقدر تو ضعف آپ کو ہے دس منٹ بیٹھا نہیں جاتا وہاں اگر آپ جائیں گے تو تا وقتیکہ زیارت برآمد نہو گی تشریف رکھیں گے گھنٹہ دو گھنٹہ کیسے بیٹھا جاے گا فرمایا کہ تو پھر کیا نہ جائیں میں نے عرض کیا کہ بہتر تو یہی معلوم ہوتا ہے مجمع بہت زائد ہوتا ہے ہجوم میں آپ کو اور زائد تکلیف ہوگی آپ خاموش ہو رہے جتنی دیر میں زیارت ہوی آپ برابر دریافت فرماتے رہے بعد ختم زیارت و تقسیم شیرینی جو حصص بستی میں تقسیم ہوتے تھے انھیں کچھ آپنے تقسیم فرمایا باقی کیلئے ارشاد ہوا کہ اب کل دیکھا جائیگا اسی روز آپکے بائیں کلہ پر کان کے قریب بہت سا ورم ہو گیا اور اسمیں درد پیدا ہو گیا جس سے اور بھی آپ کی تکلیف اور ہم سب کی تشویش بڑھ گئی دوسرے روز ڈاکٹر صاحب نے دیکھ کر کہا کہ مادہ سمی جسم میں پھیلتا جا رہا ہے اور اسی کی وجہ سے یہ صورتیں پیدا ہو رہی ہیں میں کوشش تو کر رہا ہوں مگر مجھے امید صحت کم ہے غرض انھوں نے تدابیر کیئے جس سے وہ ورم تو تحلیل ہو گیا مگر بخار اور غفلت میں زیادتی ہو گئی

تیرہ ربیع الاول روز یکشنبہ کو سب کی رائے ہوی کہ اس خلط مبحث علاج سے کوی فائدہ اب تک نہیں ہوا لھذا علاج یونانی ترک کر کے محض ڈاکٹری علاج کیا جاے چنانچہ حکیم عبد المجید و حکیم عبد العلی صاحبان کا مشروب نسخہ ترک کر دیا گیا۔

چودہ ربیع الاول روز دوشنبہ کو نواب عبد الکریم خانصاحب نے ڈاکٹر ہر گوبند سہاے

و ڈاکٹر عبدالرحمن کو بلایا دونوں نے دیکھ کر کہا کہ حالت بہت مخدوش ہے سارا خون جسم کا بوجہ سمیت کے پانی ہو گیا ہے امید کم ہے ہم کوشش کرتے ہیں چنانچہ اُنھوں نے نسخہ لکھا اور اُسیوقت انگور کی شکر کا شربت پلوایا جس سے فی الوقت کچھ تسکین ہوئی چودھری صابر علی سندیلوی بیان کرتے تھے کہ انتقال سے دو تین روز قبل میں و بعض دیگر حضرات سندیلہ بغرض عیادت حاضر ہوئے تکیہ شریف کے صدر دالان میں آپ پلنگ پر لیٹے تھے تن اقدس نہایت نزار اور روے انور زعفران زار تھا آنکھیں فرط ضعف سے بند تھیں حضرت منجھلے میاں صاحب نے میرا اور چودھری حبیب حسن و نور چشم عبدالسمیع کا نام لے کر کہا کہ یہ لوگ سندیلہ سے آئے ہیں ایک لمحہ کیلئے نگاہ شفقت آلود سے ہم لوگوں کی طرف دیکھا پھر آنکھیں بند کرلیں باوجود تکلیف شدید جو بوجہ متعدد اپریشنوں اور تیز بخار کے لاحق تھیں کوئی اضطراب و بیقراری کی کیفیت نہ تھی بلکہ سکون و سکوت تھا کچھ دیر کے بعد اللہ کہتے تھے اور کبھی کبھی لفظ اللہ تو یہ پانی وغیرہ خود نہیں مانگتے تھے تیمار دار کچھ کچھ دیر کے بعد پانی یا دوا یا دودھ پیش کرتے تھے اُسکو دوسروں کے سہارے سے اٹھ کر نوش فرما لیتے تھے ایک بار میری موجودگی میں استنجہ کی ضرورت ہوئی تو ایک کھٹولا لایا گیا جس پر بیٹھ کر دالان سے ملحق یکدرہ میں گئے میں نے ایک صاحب سے پوچھا کہ یہیں آبخورہ میں کیوں پیشاب نہیں کرا لیا جاتا ایسی نازک حالت میں تو یہ صورت بہت تکلیف دہ و مضرت رساں ہے انھوں نے کہا کہ متعدد بار عرض کیا گیا مگر یہی ارشاد ہوا کہ یہ دالان خانقاہ کا ایسا متبرک ہے جس میں بیس سال نماز جمعہ و جماعت و عیدین بزمانہ حضرت عارف باللہ ہوئی یہاں پیشاب کرنا بے ادبی سمجھتا ہوں شام کی گاڑی سے ہم سب واپس ہوئے تیسرے روز سندیلہ میں آپ کی خبر وصال مشتہر ہوئی۔

منشی غوث الدین کاکوروی بیان کرتے تھے کہ مرض الوصال میں جب آپ

علیل ہوئے تو میں بھی بیمار تھا اور بغرض علاج لکھنؤ میں مقیم تھا ہر چند چاہا کہ عیادت کو جاؤں مگر بوجہ کمزوری ہمت نہ پڑی حال برابر معلوم ہوتا رہتا تھا وصال سے دو روز قبل صبح ہوتے میں نے خواب دیکھا کہ تکیہ شریف کی زمین پر بارہ دری کے سامنے تھوڑے رقبہ میں ایک نہایت پر فضا باغیچہ ہے سبز گھانس پر حضرت کا بچھونا بچھا ہے اور آپ اسپر لیٹے ہیں آپ کے چاروں طرف گلاب کے پھولے ہوئے درخت ہیں صبح کو اٹھا تو سب دنوں سے زائد اپنی طبیعت خراب پائی لیکن کشش بے حد تھی بے اختیار دل چاہتا تھا کہ کاکوری جاکر زیارت کروں اور دل میں یہ بات جمگئی تھی کہ حضرت اچھے نہیں ہیں نہ معلوم ہوں بھی یا نہیں قصد کیا سب نے منع کیا کہ طبیعت زیادہ بگڑ جائے گی مجبوراً اپنے چچا زاد بھائی عظیم الدین سلمہ کو بدریافت خیریت بھیجا معلوم ہوا کہ حضرت کی حالت قابل اطمینان نہیں ہے تیسرے روز حضرت نے وصال کیا۔

دوران علالت میں ایک روز بعد نماز ظہر میں سرہانے بیٹھا تھا مجھ سے فرمایا کہ جتنی دیر میرے پاس بیٹھا کرو تو علیماً علیقاً بلا حرکت زبان پڑھا کرو میں نے تعمیل ارشاد کی۔

مولوی ضیاء الدین صاحب کہتے تھے کہ مولوی عنایت اللہ فرنگی محلی مرید و شاگرد وخلیفہ جناب مولوی عبدالباری صاحب نے بیان کیا کہ سترہ ربیع الاول کو میں حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر کی عیادت کیلئے کاکوری گیا اور بوجہ علالت حضرت کو میں نے بہت نحیف پایا مگر میرے خیال میں ایسی حالت نہ تھی کہ وقت رحلت قریب معلوم ہوتا لکھنؤ واپس جاکر رات کو سورہا صبح ہوتے خواب میں دیکھا کہ جناب مولانا عبدالباری صاحب ایک جگہ کھڑے ہیں اور بہت غمگین و پریشان و آبدیدہ ہیں میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ حضرت شاہ حبیب حیدر صاحب کا وصال ہوگیا میں نے عرض کیا کہ ایسا تو نہیں ہے میں تو خود دیکھ کر آیا ہوں اسپر فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں انکا وصال ہوگیا ہے میں نے

اتنا دیکھا تھا کہ میرے لڑکے نے مجھ کو جگا کر بتایا کہ ابھی کاکوری سے یہی خبر لے کر آدمی آیا ہے۔

سترہ ربیع الاول روز چارشنبہ کو بعد ظہر سے نظام نبض خراب ہو گیا تھا بعد ظہر میں حاضر خدمت تھا پلنگ کے پاس چوکی پر بیٹھا تھا آپ نے اشارہ سے مجھے پاس بلایا جب میں مُنھ کے قریب جھکا تو مجھ سے فرمایا کہ دیکھو ہمارا طریقہ رضویہ ہے اس کو قایم رکھنا میں پریشان ہوا کہ یہ کیا فرماتے ہیں میرے سکوت کو دیکھ کر فرمایا کہ کیوں جو کچھ ہم نے کہا کیا تم نے سنا نہیں میں نے عرض کیا کہ سنا فرمایا کہ اچھا کہو ہم نے کیا کہا اور تم نے کیا سنا میں نے آپ کا ارشاد دُھرایا فرمایا ٹھیک ہے پھر سکوت اختیار فرمایا اُس وقت سے وقت وفات تک پھر کچھ کسی سے نہ فرمایا بعد عصر کے دالان سے صحن میں پلنگ پر لائے گئے بعد مغرب کے پیٹ میں نفخ معلوم ہوا اُسکی وجہ سے کرب تھا خیال ہوا کہ دن بھر آج پیشاب نہیں ہوا ہے اُسی کی وجہ سے یہ کرب ہے چونکہ لکھنؤ ڈاکٹر کے پاس آدمی بھیجنے اور اُسکے واپس آنے میں دشواری معلوم ہوئی لہذا مقامی ڈاکٹر بلائے گئے انھوں نے کہا کہ پیشاب مثانہ میں رکا ہوا ہے اُسی کی وجہ سے کرب ہے میں دوا بھیجتا ہوں لگائی جائے پیشاب ہو جائے گا اُنکے جانے کے بعد مختلف تدابیر کی گئیں مگر پیشاب نہوا آخر اسی حالت میں پونے گیارہ بجے شب کو آپ نے وصال فرمایا اور ہم سب کو پریشان و مضطر و بے یار و یاور چھوڑ کر مقام قدس کو آرامگاہ بنایا آہ صد آہ۔ شب بھر نالہ و زاری میں گذری صبح کو تجہیز و تکفین و تدفین کا سامان ہونے لگا آپ کی وصال کی خبر بجلی کی طرح شب ہی میں قصبہ میں پھیل گئی صبح سے دس بجے تک قرآن خوانی ہوتی رہی گیارہ بجے کے بعد دالان خانقاہ میں جہاں سب حضرات کو غسل دیا گیا تھا غسل دیا گیا جسمیں مولوی ضیاءالدین و مولوی محمد حسن وہاب اور عزیز سلمہ دین محمد شریک تھے اُسوقت تک مواد زخموں سے جاری تھا پارچہ مغسولہ آب زمزم کا کفن دیا گیا بعد نماز ظہر بگلوا باغ میں نماز جنازہ

برادر عزیز سلمہ نے پڑھای اتنا ہجوم تھا کہ نعش مبارک کو کندھا دینا دشوار تھا تقریباً نصف گھنٹہ میں بجلوا باغ سے حضرت قطب الاقطاب کے روضہ میں جو تقریباً دو سو قدم ہے نعش مبارک لای گئی اور کثرت مجمع کو دیکھکر مجبوراً درگاہ کے دروازے بند کرلئے گئے حضرت قطب الاقطاب کے پہلو میں جانب مشرق مدفون ہوے سہ

آں نورِ خدا درو نہادند	گویا جگر زمیں کشادند

حضرات فرنگی محل وجناب شاہ نعیم عطا سجادہ نشین سلون ضلع رسلے بریلی وغیرہ تدفین میں شریک تھے۔

بروز شنبہ بیس ربیع الاول کو سیوم ہوا جسمیں چالیس سے زاید ختم کلام مجید ہوے مجمع اُس روز بھی اسقدر تھا کہ مسجد وصحن مسجد میں جگہ نہ تھی۔

مولوی ضیاء الدین صاحب کہتے تھے کہ عزیزی مولوی قطب الدین عبد الوالی برادر زادہ وشاگرد ومرید وخلیفہ جناب مولوی عبد الباری صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا مکان اس طرح پر آراستہ کیا ہوا ہے کہ جیسے بلدہ ماہ ربیع الاول کو بیان میلاد شریف کیلئے کیا جاتا ہے صحن میں چوکی بلند بچھی ہے اُسپر حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر تشریف فرما ہیں اور کپڑے نہایت نفیس پہنے ہیں مجھے خواب ہی میں خیال آیا کہ ایسے کپڑے پہنے میں نے اُنکو پہلے کبھی نہیں دیکھا اور صورت ایسی حسین ومسحور کن ہے کہ آنکھ ہٹانے کو دل نہیں چاہتا یکبارگی میری نظر جناب مولانا عبد الرزاقؒ کی کوٹھری کی طرف اُٹھ گئی تو دیکھا کہ جناب عم محترم کھڑے ہیں مجکو بلاکر اُنھوں نے ایک کنجی دی کہ کوٹھری کھولو میں نے کوشش کی تو قفل نہ کھلا اور کنجی ٹوٹ گئی پھر اُنھوں نے دوسری کنجی دی اُس سے قفل کھل گیا اسپر وہ بہت مسرور ہوے اور پیٹھ ٹھونک کر شاباشی دی پھر جو میں پھر تو دیکھا کہ حضرت شاہ صاحب ہی تشریف فرما ہیں میں جاکر اُنکے قریب بیٹھ گیا اور اب مجھے یاد آیا کہ اُنکا وصال ہوگیا ہے میں نے عرض کیا کہ آپ کی وفات سے مجھے بہت

بہت صدمہ ہے میری تقویت جاتی رہی عرض کرتے وقت میں رو رہا تھا یہ سنکر حضرت شاہ صاحب کو بھی رقت ہوی اور فرمایا کہ مجکو بھی بہت رنج ہے کہ میرے دونوں بازو شل ہوگئے اُسکے بعد سیدھے بیٹھکر فرمایا کہ ہم لوگ مرنے سے مرتے نہیں۔

مولوی عبدالقادر ولد مولوی عبدالعزیز فرنگی محلی شاگرد و مرید وخلیفہ جناب مولوی عبدالباری صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جناب مولانا عبدالباری صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ آو مدینہ منورہ چلیں چنانچہ میں ساتھ ہولیا چلتے چلتے ایک مزار کے قریب پہونچے مزار کے سامنے کھڑے ہوکر جناب مولانا نے درود وسلام پڑھنا شروع کیا اور کچھ دیر پڑھتے رہے یکایک مزار شق ہوا اُسکے اندر ایک بزرگ سے لیٹے ہوے دکھای دیے پھر وہ اُٹھکر بیٹھ گئے اور ذرا دیر کے بعد آدھے دھڑ سے قبر کے باہر نکلے تو اُنکی صورت حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر کی تھی اُنھوں نے جُھک کر تھوکنا چاہا تو میں نے دونوں ہاتھ سامنے کردیے اُنپر اُنھوں نے پان کی پیک بھی تھوک دی جو میں نے کھالی مجھے آنحضرت صلعم کی زیارت حضرت شاہ صاحب کی صورت میں ہوی

مس سونا بای بیان کرتی تھیں کہ حضرت صاحب کے وصال کے بعد جب میں بہت پریشان ہوی تو ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آواز میرے کان میں آی فرمایا کہ تم نہ گھبراو اپنے پیر ومرشد کو ضرور دیکھوگی اور وہ تمھارے نزدیک ہیں یہ سنکر کچھ تسکین ہوی اُسی شب کا واقعہ ہے کہ میں بحالت بیداری پلنگ پر لیٹی تھی مجکو ایسا معلوم ہوا کہ میری پیٹھ پر کسی نے آہستہ سے ہاتھ پھیرا میں نے پلٹ کر دیکھا تو مجکو حضرت صاحب کی پرچھائیں نظر پڑی اور کچھ دیر میں غائب ہوگئی مجکو سکون ہوگیا۔

آپکے وصال کے بعد جب میری سالگرہ کا دن آیا تو اُس روز جملہ سامان عیش مہیا تھے لیکن حضرت صاحب کی وفات سے میں نہایت پژمردہ تھی اور بار بار یہ جملہ ورد زباں تھا کہ افسوس آج حضور ہوتے تو میں کسقدر خوش ہوتی اسی رنج میں سو گئی شب کو خواب میں

زیارت ہوئی میں قدمبوسی کو جھکی آپ نے روک دیا میں نے دست بوسی کی آپ نے میرا سر سینہ سے لگالیا اور فرمایا کہ مجکو اپنے پاس سمجھتی رہو میں ہر دم تمہارے پاس موجود ہوں۔

منشی علی احمد کاکوروی بیان کرتے تھے کہ حضرت کے وصال کے بعد ایک شب میں تکیہ شریف پر سو رہا تھا کہ حضور اقدس کی زیارت ہوئی میں نے دیکھا کہ حضور میرے پاس تشریف فرما ہیں اور حضور نے میرے سینہ پر تین مرتبہ انگلی مار کر فرمایا کہ خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیئے اور یہ آیہ کریمہ پڑھی کہ وانذر عشیرتک الاقربین واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین سبحان اللہ کسقدر جامع طور پر میری تربیت فرمائی گئی اُسکے بعد ہر طرح کی ناامیدی مجھ سے دور ہو گئی اور خداوند عالم کی رحمت کا یقین کامل ہو گیا۔

نیز وہ کہتے تھے کہ منشی حسین احمد مرحوم جو حضور کے مخلص مرید تھے اور حضور کے وصال سے نہایت شکستہ خاطر رہتے تھے مجھ سے بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں فاتحہ پڑھنے مزار شریف پر حاضر ہوا بعد فاتحہ خوانی جناب منشی وہاج الدین صاحب مغفور کی قبر کی طرف گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور سامنے ایک سیاہ چادر اوڑھے کھڑے ہیں اور میری طرف غور سے دیکھ رہے ہیں میرے تمام بدن میں رعشہ پڑ گیا کچھ دیر تک یہی حالت رہی پھر آپ نظر سے غائب ہو گئے۔

ایک مرتبہ میں نے اپنے گھر میں ایک تصویر لگائی کچھ روز کے بعد خواب میں دیکھا کہ حضور میری صحنچی میں کھڑے اور تصویر کی طرف دیکھ کر مجھ سے بہ ناگواری فرما رہے ہیں کہ اس کو یہاں لگانے سے کیا فائدہ چھوڑا ہے پر لگا دو جو کچھ پیسے بھی ملجا یا کریں میں نے صبح کو تصویر اُتار ڈالی اور پھر اُسکے لگانے کی جرأت نہیں کی۔

مجھ سے دختر شاہ نصاحت علی صاحب مریدۂ آنحضرت بیان کرتی تھیں کہ وہ حیدرآباد میں اپنے شوہر حسیب الرحمن صاحب قدوائی کے ہمراہ سینما دیکھنے گئیں اور

اوپر کی گیلری میں تھیں یکایک بجلی سے تمام سینما خصوصاً اوپر کے حصہ میں آگ لگ گئی اور چند منٹ میں شعلے بھڑکنے لگے گیلری جسمیں سب عورتیں تھیں جلنے لگی سب بھاگیں مگر اُسکا دروازہ باہر سے بند تھا دروازہ کی محافظ میم اُسکو بند کرکے چلی گئی تھی اب سخت پریشانی ہوی شعلے بھڑک بھڑک کر لوگوں کو جلا رہے تھے دختر مذکورنے زندگی سے مایوس ہوکر بیتابانہ حضرت صاحب قبلہ کو زور زور سے پکارنا شروع کیا کہ یا حضرت صاحب مجکو بچا لیجئے اُسی حال میں اُنھوں نے دیکھا کہ ایک شخص گیلری کے نیچے آیا اور اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر ان سے کہنے لگا کہ فوراً کود پڑو بلندی بہت کافی تھی مگر یہ بے اختیار کود پڑیں اُس نے اپنے دونوں ہاتھوں پر روک کر انکو آہستہ سے زمین پر کھڑا کردیا اُسوقت انکو سات مہینہ کا حمل بھی تھا مگر کسی طرح کی تکلیف نہوی پھر وہ شخص غائب ہوگیا اگرچہ بچانے والوں میں انعام اور پروانۂ خوشنودی نظام کے دینے کیلئے وہ شخص بہت تلاش کیا گیا مگر کہیں پتہ نہ لگا اُس گیلری میں بہت عورتیں جل گئیں جیسا کہ اخباروں میں چھپ چکا ہے مگر انکو کوی صدمہ نہ پہونچا اس خبر گیری و محافظت کا کیا کہنا۔

نیز وہ بیان کرتی تھیں کہ حضرت کے وصال سے میں اور میری والدہ وخالہ وغیرہ سب بہت مضطرب تھے اور کسی طرح سکون نہوتا تھا ایک روز خواب میں دیکھا کہ حضرت صاحب قبلہ تشریف لائے اور فرمایا کہ تم لوگ ہمارے انتقال سے بہت رنجیدہ ہو اور یہ فرماکر پانی منگوایا اور دم کرکے فرمایا کہ سب لوگ پی لو سکون ہوجائیگا وہ پانی سب نے پی لیا سکون ہوگیا۔

اہلیہ شاہ نصاحت علی صاحب مریدہ حضور بیان کرتی تھیں کہ ایک بار وہ لکھنؤ میں گلے کے ایک سخت مرض میں مبتلا ہوگئیں ڈاکٹروں نے کہا کہ بہت خطرناک پھوڑا ہے امید زیست مفقود تھی ایک رات انھوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت صاحب قبلہ تشریف لائے اور میرے پلنگ پر بیٹھ گئے اور پیٹھ پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ گھبراؤ نہیں اچھی ہوجاوگی چنانچہ جب میں خواب سے بیدار ہوی تو بہت خوش تھی چند روز میں بالکل اچھی ہوگئی۔

نیز وہ بیان کرتی تھیں کہ ایک بار میری آنکھوں سے بالکل کم دکھائی دینے لگا ایسا کہ کچھ پڑھ لکھ نہیں پاتی تھی میں اس سے بہت پریشان ہوئی ایک روز خواب میں دیکھا کہ حضور تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ تم اپنی آنکھوں کیلئے بہت پریشان ہو اور لعاب دہن لگاکر فرمایا کہ اب بینائی کم نہ ہوگی جب میں بیدار ہوئی تو اپنی آنکھوں کو اچھا خاصہ پایا لکھنے پڑھنے وغیرہ میں آجتک پھر مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

آپ کی عمر اپنے والد بزرگوار کے برابر چون سال چار ماہ کی ہوئی تاریخہائے وفات اکثروں نے لکھیں جنمیں سے کچھ یہاں لکھی جاتی ہیں قطعہ تاریخ وفات از جناب شاہ نعیم عطا سجادہ نشین سلون ضلع رائے بریلی سے

عارف حق حبیب حیدر بود	یافت آرامگاہ باغ بہشت
خامہ ام بہر سال ترحیلش	خفت سلطان دلہا در لحد بنوشت
	۱۳۵۴

دیگر از مولوی محمد عاصم صاحب قیس کاکوری سے

حبیب حیدر شاہ حبیباں	حبیب لیس یعدلہ حبیب
جمال او سراپا حسن ذاتی	وما السواہ فی قلبی نصیب
ربیع الاول ثامن عشر لیل	لقد اسری بہ رب مجیب
بروز پنجشنبہ شد بمدفن	لہ من خلوۃ فیہا نصیب
چو جستم قیس از عام وصالش	فاید انی لہ الرب الحسیب
کلام فاتح باب ولایت	کلام موجز حسن غریب
ز ادلی مصرعش کل دادم از دست	کہ فی کل لنا یجلو الحسیب
بہ ثانی ہم بہم شد سر وحدت	فہذا الشعر معراج عجیب
حبیب غاب عن عینی وجسمی	وعن قلبی حبیب لا یغیب
۱۳۵۴ ۱۳۵۹	۱۳۵۴ – ۱ – ۱۳۵۳

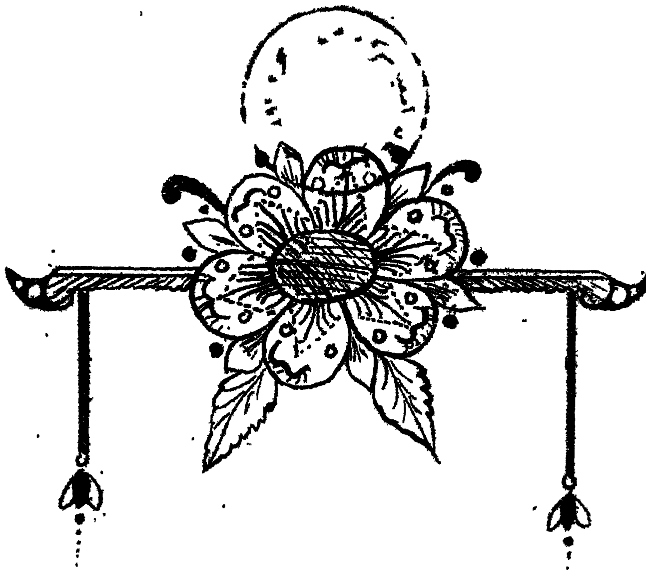
دیگر از مولوی مکرم احمد علوی متخلص بہ درد کاکوروی سے

فغاں کہ رحلت نمود ناگہ سلالۂ مرشدان اطہر	جناب کاظم تراب و حیدر تقی و اکبر علی انور
بفکر سال وصال بودم سروش گفتہ بگو مکرم	وصال شاہ حبیب حیدر وصال شاہ حبیب حیدر ۱۳۵۴

ایضاً از منشی محمد صدیق پولیس ٹیچر شہر اناوہ

ہادی ما زما جدا شدہ آہ	حق نما بود شد فنا فی اللہ
گفت صدیق از پئے تاریخ	خلد مسکن حبیب حیدر شاہ ۱۳۵۴

مزار شریف سنگ مرمر کا نواب عبدالکریم خانصاحب نے آگرہ سے بنوایا اور حظیرہ مع تکیہ مرمریں منشی امام الدین حیدر ڈپٹی کلکٹر اور مسماۃ حباً دای لکھنوی آپ کی مریدہ نے بنوایا اُسی سال عرس شریف ماہ ربیع الآخر میں منشی محمد حسین عرف ننھو خاں رامپوری نے مخملی کارچوبی چادر مزار پر چڑھای اور دوسرے سال مولوی ضیاء الدین حیدر صاحب عباسی کاکوروی و مس سونا بای نے مخملی کارچوبی چادریں چڑھائیں یزاد و یتبرک بہ ۔



خاتمہ در جدول تواریخ و سنین ولادت و وفات و عمر و مدفن حضرات قلندران کرام معہ خلفا

نمبر شمار	اسمائے شریفہ	سنہ و تاریخ و ماہ ولادت	تاریخ و ماہ و سنہ وفات	مدت عمر	مدفن	اختلاف
۱	حضرت شیخ عبدالعزیز مکی معروف بعبداللہ علمبردار قلندر		۱۳ ذی الحجہ	۶۰۰ سال و بقولے زائد از آں	پاکپٹن ملتان	
۲	حضرت سید خضر رومی قلندر	آغاز صدی پنجم	۱۸ رجب سنہ ۷۵۰	۲۵۰ سال	دہلی	
۳	حضرت قطب الدین بختیار کاکی	شب دوشنبہ سنہ ۵۸۲	۱۴ ربیع الاول شب دوشنبہ سنہ ۶۳۳	۵۲ سال	دہلی	
۴	حضرت شاہ بو علی قلندر	سنہ ۶۳۰	۱۳ رمضان پنجشنبہ سنہ ۷۲۴	۹۴ سال	پانی پت	
۵	حضرت سید نجم الدین قلندر غوث الدہر	سنہ ۶۳۷	۲۰ ذی الحجہ چہارشنبہ سنہ ۸۲۳	۲۰۰ سال	اگرہ ماندو مالوہ	
۶	حضرت شیخ ادہن بن بہاء الدین جونپوری		سنہ ۹۷۰	۱۵۰ سال زائد از آں	جونپور	نزد بعضے سنہ ۹۷۶
۷	حضرت مخدوم قطب الدین بینا دل قلندر سرانداز غوثی جونپوری	۲۹ شعبان سنہ ۷۷۶	۲۵ شعبان سنہ ۹۲۵	۱۴۹ سال و بقولے ۲۰۰ سال	جونپور قریب جیلخانہ	
۸	حضرت شاہ نصیر الحق قلندر		۲۵ جمادی الاولیٰ سنہ ۹۱۵		قصبہ ننگو ضلع جونپور	
۹	حضرت شاہ نور الحق قلندر		۲۲ صفر سنہ ۹۶۳		ظفر آباد متصل جونپور ضلع فیض آباد	
۱۰	حضرت شیخ محمد قطب قلندر	تخمیناً سنہ ۸۴۰	۹ ذیقعدہ سنہ ۹۳۰	۹۰ سال	جونپور	
۱۱	حضرت شاہ عبدالسلام قلندر	سنہ ۸۶۱	۱۵ ذیقعدہ دوشنبہ سنہ ۹۷۶	۱۱۵ سال	جونپور	
۱۲	حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی	سنہ ۸۶۰	۲۳ جمادی الاخریٰ سہ شنبہ سنہ ۹۴۵	۸۵ سال	گنگوہ	
۱۳	حضرت شیخ عبدالرزاق امیٹھوی		۲۸ ذیقعدہ سنہ [illegible]		امیٹھی ضلع لکھنؤ	
۱۴	حضرت سلطان محمود جونپوری	سنہ ۹۲۷	۱۵ شعبان سنہ ۹۹۷	۷۰ سال	جہانگیر پور محلہ جونپور	
۱۵	حضرت شیخ محمود قلندر لکھنوی	سنہ ۸۸۶	۲۱ شعبان سنہ ۹۸۶	۱۰۰ سال	لکھنؤ بنگالی باغ	
۱۶	حضرت امام عبدالرحمن جانباز قلندر	سنہ ۸۶۱	۱۲ ذی الحجہ سنہ ۹۷۶	۱۱۵ سال	لاہرپور ضلع سیتاپور	
۱۷	حضرت شاہ عبدالسمیع قلندر	سنہ ۹۴۶	۱۲ رجب سنہ ۱۰۱۶	۷۰ سال	لاہرپور	

نمبر شمار	اسمائے شریفہ	تاریخ و ماہ و سنہ ولادت	تاریخ و ماہ و سنہ وفات	مدت عمر	مدفن	اختلاف
۱۸	حضرت شیخ محمد قلندر		۲۴ جمادی الآخر سنہ ۱۰۱۹		لاہور	
۱۹	حضرت شیخ غلام محمد قلندر		سنہ ۱۰۷۹		″	
۲۰	حضرت حاجی عبداللطیف قلندر	سنہ ۹۴۹	غرہ ربیع الاول سنہ ۱۰۴۹	۱۰۰ سال	″	
۲۱	حضرت سید خضر ہرگامی	سنہ ۹۱۹	روز عاشورہ محرم سنہ ۹۹۳	۷۴ سال	ہرگام ضلع سیتاپور	
۲۲	حضرت شیخ عبدالقدوس قلندر جونپوری	سنہ ۹۴۲	۱۲ شوال روز یکشنبہ سنہ ۱۰۵۲	۱۱۰ سال	جونپور	
۲۳	حضرت حاجی سید احمد مانکپوری		۱۵ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۰۴۰		مانکپور	
۲۴	حضرت ملا عطاء اللہ		۵ ربیع الآخر سنہ ۱۰۶۳		لکھنو	
۲۵	حضرت شیخ ابوسعید لاہوری		۹ شعبان شب جمعہ سنہ ۱۰۳۹		لاہور	
۲۶	حضرت دیوان عبدالرشید جونپوری	۱۰ ذیقعدہ سنہ ۱۰۰۰	۹ رمضان جمعہ سنہ ۱۰۸۳	۸۲ سال ۱۰ ماہ	جونپور محلہ رشید آباد	
۲۷	حضرت شیخ محمد ارشد جونپوری	سنہ ۱۰۴۰	۲۴ جمادی الآخر سنہ ۱۱۱۳	۷۲ سال	″	
۲۸	حضرت شاہ غلام رشید	۸ ربیع الاول شنبہ سنہ ۱۰۹۶	۵ صفر سنہ ۱۱۶۷	۷۰ سال ۱۱ ماہ	″	
۲۹	حضرت شاہ فصیح الدین		۲۶ شعبان سنہ ۱۲۰۶		″	
۳۰	حضرت شاہ حیدر بخش	سنہ ۱۱۵۴	۲۵ شوال دوشنبہ سنہ ۱۲۲۴	۷۰ سال	پھن بارہ تکیہ حیدری ضلع سارن	
۳۱	حضرت شاہ امیر الدین		۹ محرم سنہ ۱۲۲۵		جونپور محلہ رشید آباد	
۳۲	حضرت شاہ امید علی		۱۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۰۰		پھن بارہ تکیہ حیدری ضلع سارن	
۳۳	حضرت شاہ عبدالعلیم آسی	۱۹ شعبان سنہ ۱۲۵۰	۲ جمادی الاولیٰ یکشنبہ سنہ ۱۳۳۵	۸۵ سال	غازیپور	
۳۴	حضرت شاہ مجا قلندر لاہوری	سنہ ۱۰۲۱	۱۵ ربیع الآخر جمعہ سنہ ۱۰۸۴	۶۳ سال	لاہور	
۳۵	حضرت شاہ عبدالرسول قلندر کھجندی		۲۸ ذی الحجہ		راجگیر متصل روضہ مخدوم اخی جمشید	

نمبر شمار	اسمائے شریفہ	تاریخ و ماہ و سنہ ولادت	تاریخ و ماہ و سنہ وفات	مدت عمر	مدفن	اختلاف
۳۶	حضرت شاہ یحییٰ قلندر لاہرپوری		۷ صفر سنہ ۱۱۴۲ھ		لاہرپور	
۳۷	حضرت شاہ نجم الدین قلندر	سنہ ۱۱ھ	۱۹ ذیقعدہ سنہ ۱۱۹۱ھ	۸۰ سال	بسواں ضلع سیتاپور	
۳۸	حضرت سید درگاہی بلگرامی		سنہ ۱۱۳۰ھ		بلگرام ضلع ہردوئی	
۳۹	حضرت شاہ محمد فاضل قلندر		۹ رمضان شب پنجشنبہ سنہ ۱۱۰۲ھ		شاہ ڈھوڑھ ضلع انبالہ	
۴۰	حضرت خواجہ عماد الدین قلندر	سنہ ۱۰۷۵ھ	۲ جمادی الاولیٰ یکشنبہ سنہ ۱۱۲۴ھ	۴۹ سال	پھلواری ضلع پٹنہ	
۴۱	حضرت شاہ محب اللہ قلندر	۱۱ ربیع الآخر جمعہ سنہ ۱۰۹۸ھ	۲۰ جمادی الآخر سہ شنبہ سنہ ۱۱۹۱ھ	۹۳ سال	〃	
۴۲	حضرت شاہ نعمت اللہ قلندر	۴ محرم دوشنبہ سنہ ۱۱۹۰ھ	۲۹ شعبان پنجشنبہ سنہ ۱۲۴۷ھ	۵۶ سال ۸ ماہ	〃	
۴۳	حضرت شاہ ابوالحسن فرد	۱۰ رجب پنجشنبہ سنہ ۱۱۹۱ھ	۱۴ محرم پنجشنبہ سنہ ۱۲۶۵ھ	۷۳ سال ۷ ماہ	〃	
۴۴	حضرت شاہ نور العین	۱۱ ذی الحجہ سنہ ۱۲۳۶ھ	۲۶ ربیع الآخر سنہ ۱۲۶۸ھ	۳۲ سال ۴ ماہ	〃	
۴۵	حضرت شاہ علی حبیب نصر	۵ رمضان چہارشنبہ سنہ ۱۲۴۹ھ	۲۷ ربیع الاول دوشنبہ سنہ ۱۲۹۵ھ	۴۵ سال ۷ ماہ	〃	
۴۶	حضرت شاہ عبد الحق	غرہ شوال پنجشنبہ سنہ ۱۲۸۳ھ	۵ صفر دوشنبہ سنہ ۱۳۰۲ھ	۱۸ سال ۷ ماہ	〃	
۴۷	حضرت شاہ بدر الدین		۱۶ صفر سنہ ۱۳۴۷ھ		〃	
۴۸	حضرت شاہ نور الحق تپاں قلندر	جمادی الآخر سنہ ۱۱۵۶ھ	۴ شعبان سہ شنبہ سنہ ۱۲۲۳ھ	۶۶ سال ۲ ماہ	〃	
۴۹	حضرت شاہ ظہور الحق قلندر	۲۷ محرم دوشنبہ سنہ ۱۱۸۵ھ	۱۶ ذیقعدہ سہ شنبہ سنہ ۱۲۲۴ھ	۳۹ سال ۱۰ ماہ	〃	
۵۰	حضرت شاہ نصیر الحق قلندر	۲ جمادی الآخر سنہ ۱۲۱۹ھ	۲۸ شوال سنہ ۱۲۶۰ھ	۴۱ سال ۵ ماہ	〃	
۵۱	حضرت شاہ امیر الحق قلندر	۲ ذیقعدہ چہارشنبہ سنہ ۱۲۴۶ھ	۱۵ محرم سہ شنبہ سنہ ۱۳۰۲ھ	۵۵ سال ۲ ماہ	〃	
۵۲	حضرت شاہ رشید الحق قلندر	۲۷ جمادی الآخر سنہ ۱۲۶۹ھ	۲۲ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۳۹ھ	۷۰ سال	〃	
۵۳	حضرت قاضی مینا قلندر مہونوی	سنہ ۱۰۳۳ھ	۱۴ ربیع الآخر یکشنبہ سنہ ۱۱۲۹ھ	۹۶ سال	مہونہ ضلع لکھنؤ	
۵۴	حضرت قاضی محمد تقی قلندر	سنہ ۱۰۷۲ھ	۷ ذی الحجہ روز شنبہ سنہ ۱۱۷۴ھ	۱۰۲ سال	〃	
۵۵	حضرت شاہ حمایت اللہ قلندر		۲۲ رمضان سنہ ۱۱۰۲ھ		نیوتنی ضلع اناؤ	

نمبر شمار	اسمائے شریفہ	تاریخ و ماہ و سنہ ولادت	تاریخ و ماہ و سنہ وفات	مدت عمر	مدفن	اختلاف
۵۶	حضرت شاہ بدیع اللہ قلندر		سنہ ۱۲۱۳		لکھنو کٹرہ بزن بیگ	
۵۷	حضرت شاہ غلام علی قلندر		سنہ ۱۲۴۳		″	
۵۸	حضرت شاہ عبدالعزیز لکھنوی		۷ رمضان دوشنبہ سنہ ۱۲۴۸		″	
۵۹	حضرت شاہ محمد علی لکھنوی	سنہ ۱۲۲۲	سلخ شوال سنہ ۱۲۶۷	۴۵ سال	″	
۶۰	حضرت شاہ رحمت اللہ بجنوری	ماہ صفر سنہ ۱۰۶۰	۱۹ ذیقعدہ جمعہ سنہ ۱۱۳۰	۷۰ سال	قصبہ بجنور ضلع لکھنو	
۶۱	حضرت شاہ محمد عاشق قلندر		۱۲ محرم سنہ ۱۰۹۳		لاہرپور حریم روضہ حضرت سید العرفا	
۶۲	حضرت شاہ محمد باہ قلندر لاہرپوری	سنہ ۱۰۵۷	۲۶ رجب سنہ ۱۱۲۰	۶۳ سال	لاہرپور	
۶۳	حضرت شاہ رحم رحمن قلندر	سنہ ۱۱۰۱	۲۶ شوال سنہ ۱۱۹۱	۹۰ سال	بسواں ضلع سیتاپور	
۶۴	حضرت شاہ محمد فضل اللہ لاہرپوری	سنہ ۱۲۰۱	۲۳ رمضان سنہ ۱۲۷۶	۷۵ سال	لاہرپور	
۶۵	حضرت شاہ شکر اللہ قلندر		۲۴ ذیقعدہ یکشنبہ سنہ ۱۱۴۹		دہلی	
۶۶	حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر	سنہ ۱۱۳۷	۱۳ محرم سنہ ۱۲۱۱	۷۴ سال	کاکوری محلہ شیخ سعدی	
۶۷	حضرت شاہ میر محمد قلندر	۵ رجب چہارشنبہ سنہ ۱۱۹۶	۸ جمادی الاول دوشنبہ سنہ ۱۲۴۴	۴۷ سال ۱۰ ماہ	کاکوری بر روضہ حضرت عارف باللہ	
۶۸	مولانا حسین بخش شہید	سنہ ۱۲۰۳	۹ جمادی الاولی سنہ ۱۲۵۸	۵۵ سال	اٹاوہ	
۶۹	مولانا حسن بخش علوی	۲۳ صفر سنہ ۱۲۲۲	۹ جمادی الاولے سہ شنبہ سنہ ۱۳۰۱	۸۰ سال	عیگہ مین پوری	
۷۰	جناب مولوی محمد محسن علوی	سنہ ۱۲۴۲	۲۸ صفر دوشنبہ سنہ ۱۳۲۳	۸۱ سال	″	
۷۱	جناب مولوی محمد احسن علوی	یکم ذیحجہ سنہ ۱۲۵۱	۵ ربیع الاخر سنہ ۱۳۰۹	۶۰ سال	کاکوری	
۷۲	حضرت شاہ کرامت علی قلندر		۴ جمادی الاخر دوشنبہ سنہ ۱۲۶۴		کاکوری محلہ شیخ سعدی	
۷۳	شاہ منصب علی کاکوروی		یکم ذیقعدہ پنجشنبہ	۸۱ سال	کاکوری محلہ سامی گڈھی	
۷۴	حضرت شاہ ابو نجیب قلندر امیٹھوی		۲۸ جمادی الاخر سنہ ۱۱۰۸		امیٹھی ضلع لکھنو	
۷۵	حضرت شاہ یوسف قلندر امیٹھوی		۱۳ ذیقعدہ چہارشنبہ سنہ ۱۱۰۵			وبقولے سنہ ۱۱۰۶

نمبر شمار	اسمائے شریفہ	تاریخ وماہ وسنہ ولادت	تاریخ وماہ وسنہ وفات	مدت عمر	مدفن	اختلاف
٧٦	حضرت شاہ محمد ماہ قلندر الہ آبادی	سنہ ١٠١٥	٢٦ رمضان دوشنبہ سنہ ١١٤٠	١٢٥ سال	بڑگاؤں ضلع الہ آباد	
٧٧	حضرت شاہ فتح قلندر جونپوری	تخمیناً سنہ ١٠٣٠	٢٢ شعبان جمعہ سنہ ١١١٨	٨٨ سال	قلندرپور تحصیل ظفرآباد ضلع اعظم گڈھ	
٧٨	حضرت شاہ بہاء اللہ قلندر		٧ رمضان سنہ ١١٢٥		ایضاً	
٧٩	حضرت شاہ پیر محمد قلندر	سنہ ١٠٨١	١٢ ربیع الاول سنہ ١١٢٩	٤٨ سال	ایضاً	
٨٠	حضرت شاہ محمد واصل قلندر	سنہ ١٠٩٦	٢ شعبان سنہ ١١٦٣	٦٧ سال	ایضاً	
٨١	حضرت شاہ علیم اللہ قلندر	سنہ ١٠٩٨	سنہ ١١٥٣	٥٥ سال	ایضاً	
٨٢	حضرت سید محمد آصف قلندر		سنہ ١١٤٢		ایضاً	
٨٣	حضرت شاہ شیر علی قلندر دہلوی		رجب سنہ ١٢٠١		لکھنو	
٨٤	حضرت شاہ ریاض الدین قلندر کاکوروی		یکم شوال		بمبئی	
٨٥	حضرت شاہ الہدیہ احمد قلندر لاہرپوری	تخمیناً سنہ ١٠٨٥	٢٢ ذی الحجہ دوشنبہ سنہ ١١٤٧	٦٢ سال	لاہرپور کے حضرت سید العرفا	
٨٦	حضرت شاہ عبدالرحمن قلندر ثانی	سنہ ١١١٧	٢٥ محرم پنجشنبہ سنہ ١١٩٩	٨٢ سال	ایضاً	
٨٧	حضرت شاہ سلطان مہدی قلندر		١٢ جمادی الاخر		ایضاً	
٨٨	حضرت شاہ علاء الدین قلندر	سنہ ١١٩٧	١٥ جمادی الاخر سنہ ١٢٢٢	٢٥ سال	ایضاً	
٨٩	حضرت شاہ عبدالرحمن قلندر ثالث		٨ ذیقعدہ دوشنبہ سنہ ١٢٤٢		ایضاً	
٩٠	حضرت شاہ عبداللہ قلندر		١٧ ذیقعدہ شنبہ سنہ ١٢٥٠		ایضاً	
٩١	حضرت شاہ عبداللطیف قلندر		٨ شعبان چہارشنبہ سنہ ١٢٣٤		ایضاً	
٩٢	حضرت سید حامد ہرگامی	ماہ صفر سنہ ١١٦٨	٨ ذی الحجہ جمعہ سنہ ١٢٤١	٧٣ سال	اندر احاطہ درگاہ سید العرفا	
٩٣	حضرت شاہ عبدالواحد قلندر	سنہ ١١١٥	٥ رجب سنہ ١١٨٥	٧٠ سال	لکھنو دائرہ حضرت شاہ پیر محمد	

نمبر شمار	اسمائے شریفہ	تاریخ و ماہ و سنہ ولادت	تاریخ و ماہ و سنہ وفات	مدت عمر	مدفن	اختلاف
۹۴	حضرت سید الہدیہ ہرگامی	سنہ ۱۰۹۴ھ	۱۹ شوال سنہ ۱۱۵۵ھ	۶۱ سال	دہلی	
۹۵	حضرت قاضی مبارک گوپامئوی		۵ شوال سنہ ۱۱۶۲ھ		گوپامئو	
۹۶	حضرت شاہ کرڑک مجذوب		۱۹ ذیحجہ سنہ ۱۱۳۰ھ		قطب نگر	
۹۷	حضرت سید شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی	سنہ ۱۱۱۴ھ	۱۷ ذیحجہ سہ شنبہ سنہ ۱۱۹۶ھ	۸۲ سال	دمگڈھ ضلع الہ آباد	
۹۸	حضرت سید محمد وارث قلندر		غرہ رمضان سنہ ۱۱۷۱ھ		〃	
۹۹	حضرت سید محمد وصل عرف شاہ شاہنشاہ		۲۳ ذیحجہ چہارشنبہ سنہ ۱۱۸۰ھ		〃	
۱۰۰	حضرت شاہ عطا علی قلندر	۱۴ ذیحجہ شنبہ سنہ ۱۱۵۲ھ	۲۵ ذیحجہ یکشنبہ سنہ ۱۱۹۱ھ	۳۹ سال	〃	
۱۰۱	حضرت سیدنا شاہ مسعود علی قلندر	۲۳ محرم یکشنبہ سنہ ۱۱۶۵ھ	۲۵ جمادی الاولیٰ دوشنبہ سنہ ۱۲۲۱ھ	۵۵ سال ۵ ماہ	〃	
۱۰۲	حضرت شاہ خدابخش قلندر		۱۹ ربیع الاول دوشنبہ سنہ ۱۲۳۷ھ		〃	
۱۰۳	حضرت سید شاہ علی مظہر قلندر	سنہ ۱۱۹۰ھ	۲۰ رجب چہارشنبہ سنہ ۱۲۶۷ھ	۷۷ سال	بڈگانوں ضلع الہ آباد	
۱۰۴	حضرت سید شاہ علی اکبر قلندر	سنہ ۱۲۱۵ھ	۲۶ ذیقعدہ سنہ ۱۲۹۷ھ	۸۲ سال	دمگڈھ ضلع الہ آباد	
۱۰۵	حضرت شاہ قطب اعظم	سنہ ۱۲۸۷ھ	۷ ذیحجہ سنہ ۱۳۰۹ھ	۲۲ سال	〃	
۱۰۶	سید شاہ علی ظفر صاحب	سنہ ۱۳۰۳ھ	۱۰ رجب دوشنبہ سنہ ۱۳۲۸ھ	۲۵ سال	قلندرپور	
۱۰۷	حضرت شاہ عبدالقادر قلندر جونپوری	سنہ ۱۱۴۰ھ	سنہ ۱۲۰۲ھ	۶۲ سال	سوگھرپور ضلع جونپور	
۱۰۸	حضرت شاہ محمد کاظم قلندر	۱۷ رجب دوشنبہ سنہ ۱۱۵۸ھ	۲۰ ربیع الآخر سہ شنبہ سنہ ۱۲۲۱ھ	۶۳ سال ۹ ماہ	کاکوری	
۱۰۹	حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر	سنہ ۱۱۸۵ھ	۵ رجب جمعہ سنہ ۱۲۳۶ھ	۵۱ سال	〃	
۱۱۰	حضرت شاہ حکیم باسط قلندر	تقریباً سنہ ۱۲۰۲ھ	۲۳ صفر چہارشنبہ سنہ ۱۲۳۵ھ	۳۳ سال	〃	
۱۱۱	حضرت شاہ رحیم باسط قلندر		۲۷ جمادی الاخریٰ شنبہ سنہ ۱۲۳۱ھ		〃	

نمبر شمار	اسمائے شریف	تاریخ و ماہ و سنہ ولادت	تاریخ و ماہ و سنہ وفات	مدت عمر	مدفن	اختلاف
۱۱۲	حضرت شاہ بہرام علی قلندر		۱۵ ربیع الاول دوشنبہ سنہ ۱۲۵۶ھ		کاکوری	
۱۱۳	حضرت شاہ نظام علی قلندر		۱۹ ربیع الاول دوشنبہ سنہ ۱۲۷۹ھ		〃	
۱۱۴	جناب مولوی منصب علی	۱۰ ذیقعدہ سہ شنبہ سنہ ۱۲۲۰ھ	۴ جمادی الاول سنہ ۱۲۶۳ھ	۴۳ سال	〃	
۱۱۵	حضرت شاہ عاشق اللہ قلندر		۴ رمضان یکشنبہ سنہ ۱۲۷۱ھ		〃	
۱۱۶	حضرت شاہ انشاء اللہ قلندر		۵ رجب یکشنبہ سنہ ۱۲۵۱ھ		〃	
۱۱۷	حضرت مولوی شاہ احمدی کرسوی	سنہ ۱۷۶۰ء	سنہ ۱۸۲۷ء	۶۷ سال	کرسی ضلع بارہ بنکی	
۱۱۸	شیخ طفیل علی علوی کاکوروی		۷ ربیع الاول چہارشنبہ سنہ ۱۲۴۲ھ		کاکوری	
۱۱۹	مولوی شفاعت علی کاکوروی	سنہ ۱۱۸۵ھ	۹ ربیع الآخر سنہ ۱۲۵۰ھ	۶۵ سال	گورکھپور	
۱۲۰	حضرت شاہ تراب علی قلندر	سنہ ۱۱۸۱ھ	۵ جمادی الاولیٰ یکشنبہ سنہ ۱۲۷۵ھ	۹۴ سال	کاکوری	
۱۲۱	مولوی شاہ تقی یار خاں کاکوروی		۶ ربیع الآخر شب شنبہ سنہ ۱۲۸۰ھ		کاکوری محلہ دلی نحو	
۱۲۲	مولوی حافظ وجیہ الدین کاکوروی	سنہ ۱۲۳۳ھ	یکم ربیع الاول پنجشنبہ سنہ ۱۳۰۵ھ	۷۳ سال	کاکوری حظیرہ بزرگان خود	
۱۲۳	مولوی شاہ جمیل الدین سندیلوی	سنہ ۱۲۲۰ھ	۱۲ شعبان دوشنبہ سنہ ۱۲۵۵ھ	۳۵ سال	سندیلہ ضلع ہردوئی	
۱۲۴	مرزا شاہ یار علی بیگ قلندر		سنہ ۱۲۵۶ھ		جوار روضہ حضرت غوث ملت	
۱۲۵	شاہ محمد قلندر		سنہ ۱۲۸۸ھ	زاید از صد سال	کاکوری	
۱۲۶	شاہ غلام مرتضےٰ قلندر	سنہ ۱۲۲۲ھ	۱۹ ربیع الآخر یکشنبہ سنہ ۱۲۸۵ھ	۶۳ سال	جھینبرہ ضلع باندہ	
۱۲۷	مولوی ہادی علی ہفت قلم	سنہ ۱۲۱۴ھ	۱۵ رجب شب جمعہ سنہ ۱۲۹۲ھ	۷۴ سال	کاکوری تکیہ شریف	
۱۲۸	حضرت شاہ حیدر علی قلندر	۸ شعبان سنہ ۱۲۰۵ھ	۲۰ شوال شب شنبہ سنہ ۱۲۸۴ھ	۷۹ سال ۳ ماہ	کاکوری	
۱۲۹	حضرت شاہ تقی علی قلندر کاکوروی	۱۷ رجب سنہ ۱۲۱۳ھ	۱۷ رجب چہارشنبہ سنہ ۱۲۹۰ھ	۷۷ سال	〃	

نمبر شمار	اسمائے شریفہ	تاریخ و ماہ و سنہ ولادت	تاریخ و ماہ و سنہ وفات	مدت عمر	مدفن	اختلاف
۱۳۰	قاضی خواجہ محمد ملکا پوری	سنہ ۱۲۲۳ھ	۲۳ جمادی الاخر سنہ ۱۲۹۳ھ	۷۰ سال	ملکا پور ملک برار	
۱۳۱	مولوی شاہ رکن الدین قلندر	غرہ محرم دوشنبہ سنہ ۱۲۴۴ھ	۱۹ شعبان شنبہ سنہ ۱۳۰۶ھ	۶۱ سال	لاہرپور	
۱۳۲	حضرت شاہ واجد علی قلندر	سنہ ۱۲۴۲ھ	۳ جمادی الاول جمعہ سنہ ۱۳۱۱ھ	۶۹ سال	کاکوری	
۱۳۳	مولوی شاہ محمد اسماعیل قلندر	۹ شعبان شنبہ سنہ ۱۲۷۲ھ	۱۲ شعبان چارشنبہ سنہ ۱۳۲۰ھ	۴۸ سال ۱۱ ماہ	لاہرپور	
۱۳۴	حضرت شاہ علی اکبر قلندر	۱۱ ربیع الاول دوشنبہ سنہ ۱۲۴۹ھ	۱۷ رجب چارشنبہ سنہ ۱۳۱۴ھ	۶۴ سال ۵ ماہ	کاکوری	
۱۳۵	مولوی حکیم محمد حبیب علی کاکوروی	۵ جمادی الاخر چارشنبہ سنہ ۱۲۶۴ھ	۲۵ ذیقعدہ سہ شنبہ سنہ ۱۳۳۰ھ	۶۵ سال ۵ ماہ	اٹاوہ	
۱۳۶	مولوی شاہ سکندر علی خاں	۵ رجب شنبہ سنہ ۱۲۶۳ھ	۱۷ شعبان سنہ ۱۳۱۴ھ	۵۱ سال یک ماہ	بمبئی	
۱۳۷	مولوی شاہ فضل علی کاکوروی	سنہ ۱۲۳۵ھ	۶ صفر شنبہ سنہ ۱۳۱۱ھ	۷۶ سال	کاکوری	
۱۳۸	مولوی شاہ سلیم الدین کاکوروی		۱۷ جمادی الاخر سنہ ۱۳۱۳ھ		کاکوری	
۱۳۹	شاہ ارادت اللہ	سنہ ۱۲۲۰ھ	۱۰ جمادی الاخر پنجشنبہ سنہ ۱۳۳۲ھ	۱۱۲ سال	مجہدی ضلع کھیری	
۱۴۰	حضرت شاہ علی انور قلندر	۱۱ ربیع الاخر جمعہ سنہ ۱۲۶۹ھ	۲۰ محرم جمعہ سنہ ۱۳۲۴ھ	۵۴ سال ۹ ماہ	کاکوری	
۱۴۱	منشی محمد وہاج الدین کاکوروی	سنہ ۱۲۷۱ھ	۳ جمادی الاول شب شنبہ سنہ ۱۳۳۱ھ	۶۰ سال	اندرون حریم روضہ حضرت قطب الاقطاب	
۱۴۲	حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر	۱۷ شوال پنجشنبہ سنہ ۱۲۹۹ھ	۱۷ ربیع الاول چارشنبہ سنہ ۱۳۵۴ھ	۵۴ سال ۵ ماہ	"	

صحت نامہ کتاب اذکار الابرار مشہور بہ نفحات العنبریہ من نفاس القلندریہ مطبوعہ شاہی پریس لکھنؤ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
١	٧	حوانات	حیوانات	٣٩	١٥	توقی	توفی	٧٢	٥	اکھی	لکھی
٢	١١	مشکل کو	تشکل کو	٤٠	٧	سنہ ٥٠٨٢	سنہ ٥٨٢	٧٦	٨	سے ہی	ہی سے
٣	١٣	سرترے	سِرّے	٤١	٢	دوبارہ	دوبار	٧٧	١١	سرا	سوا
٥	٦	حلایق	علایق	〃	٥	اس	ادس	〃	١٩	ہو	ہوا
〃	١٠	اسی	اُسی	٤٣	١٤	عاشق خدا	ابدال	٨٠	٤	جس ناخوش	جس سے ناخوش
〃	١٤	اس	اُس	〃	١٦	امام الدین	شہاب الدین	٨٢	٢١	ر	تر
〃	١٦	القلندر	القلندریہ	〃	٢٠	انھیں	اُنھیں	٨٣	١٩	دنن	دفن
٧	١٧	انہون	اُنہون	٤٤	١٦	وجہہ	وجہ	٨٥	١١	قبروں	قبرون
١٢	١٥	صورکے	صورکی	٤٧	٥	عدث	محدث	٨٩	١١	کمبہ	کنبہ
١٤	فٹ نوٹ ١٧	کیونکہ	کیونکہ	〃	١٠	رالدہ	والدہ	٩٠	٣	اکہ	آنکہ
١٦	٩	اُن کی	اُن کے	٤٩	٤	بکھو	دیکھو	〃	٨	اہل	ماہل
١٨	فٹ نوٹ ١٧	نکی	نکی	〃	٥	ست	سے	٩١	٣	اگل	اُنگل
٢١	٨	فیس	قیس	〃	٦	سے	سنے	〃	١١	بد	بُد
〃	٩	اُن کو	اِن کو	〃	٨	ذلك	ذالك	٩٣	٣	اشتعال	اشتغال
〃	〃	اُن کی	اِن کی	〃	٩	بغادی	بغدادی	〃	١٦	اعظمگڈہ	اعظمگڈہ
٢٦	٢٠	مزوزی	مرڈوڑی	〃	١٠	کرام کے	کرام کی	٩٤	٢٠	لعہ	تعہ
٢٧	١٤	ای	الہی	〃	١٤	معصد	مقصد	٩٦	١٧	عقیدتاکشائیں	عقیدتاگشائیں
٢٨	٢	ہرا	ہوا	〃	〃	قلندرہ	قلندریہ	〃	١٨	ب	آپ
٣٠	فٹ نوٹ ١٨	عباوت	عبارت	٥٠	١٤	ٮ ہا	سالہا	٩٧	٧	بہار	بہار
〃	٢٠ 〃	بنبادل	بنیادل	٥١	〃	الوداء	الوداع	〃	١٢	صحب	صاحب
٣١	٦	ستور شکر	ستو و شکر	٥٣	٤	وار	سوار	٩٨	٦	قادریہ فردوسیہ	قادریہ و فردوسیہ
〃	١٧	تیلیان	تہیلیان	٥٥	١٧	پنج	پہونچ	〃	٦	بالہاجہا	بانہاجہا
〃	١٨	نقرا	نفقرا	〃	٢١	گر	اگر	〃	١١	مشایح	مشائخ
٣٢	٩ فٹ نوٹ	طبقات کبری	طبقات اکبری	٥٦	٨	اک	ایک	〃	١٢	کوگوں	لوگوں
〃	١١ 〃	چس	جس	٥٧	٢٠	اسی	اُسی	٩٩	١١	زانہ	زمانہ
〃	١٣ 〃	خسرو حسن	خسرو و حسن	٥٨	٣	انھوں	اُنھوں	〃	١٨	زار	ازار
٣٣	٢١ 〃	رہے ١٢	رہے اور عیالدار	٥٩	٦	کسوقت	کسوت	〃	٢١	بہنے	پہننے
			نہیں ہوے اور	٦٠	فٹ نوٹ ١٨	ذرسہ	ذکر سر	١٠٠	٢	لڑی	پلڑی
			اسی حالت میں	〃	〃	اورر	اور	〃	١٩	حسب صیت	حسب و صیت
			وفات پای ١٢	٦٣	١٢	چشتیہ و قطبیہ	چشتیہ و قطبیہ	١٠٢	١٠	ہے بینا	ہی بینا ے
٣٦	١١	چشتہ	چشتیہ	٦٤	١	ممشاو	ممشاد	١٠٥	٤	گہ	کہ
〃	〃	زوی	رومی	〃	٢	ادھم	ادھم	〃	١٧	بہوش	بیہوش
〃	١٩	اخبارالاخبا	اخبار الاخیار	〃	١٩	اُس سرکے	اُسکے سرکے	١٠٦	١	قدسی	قدوسی
٣٨	١٨	ب	آپ	٧٠	١-٢	من لنفس	من نفس	〃	٨	〃	〃

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۹	۲	رہے	ہے
۱۱۱	۱۸	شاد	شاہ
۱۱۳	۱۶	آپ بلاکر	آپ کو بلاکر
〃	۱۷	نمار	نماز
〃	۶	وذ	وہ
۱۱۶	۷	پائیں ہے	پائیں ہیں
〃	۱۲	دما	فرما
۱۱۸	۱۹	زاہد	زائد
۱۲۱	۱۶	تصب	قطب
۱۲۲	۹	کہوکہ	کہو
۱۲۳	۱	سے	سسے
۱۲۶	۲	اوراپی	اور پانی
۱۲۸	۲	جلبہ	جملہ
۱۲۹	۶	سلے	لئے
〃	۱۵	سیخ	شیخ
۱۳۳	۳	کو	تو
〃	۲۰	یہ سایل	یہ رسایل
۱۳۴	۶	مدراری	مداری
۱۳۵	۲	پھیں	پڑھیں
〃	۵	ذاہ	شاہ
۱۳۷	۶	آوازا	آواز
〃	۱۴	آانحضرت	آنحضرت
۱۳۹	۱۱	ممبرپوش	سبزپوش
۱۴۱	۱۳	شاد	شاہ
〃	۱۴	اظم	کاظم
〃	۱۵	صحبزادی	صاحبزادی
۱۴۴	۹	دکیونکہ	ہواکیونکہ
۱۴۹	۱۴	حجہ	حجتہ
۱۵۶	۱۶	بھے	تھے
۱۵۸	۳	حسب وعادت	حسب عادت
۱۵۹	۱۷	تن	تین
۱۶۳	۸	بن خواجہ بن	بن خواجہ
〃	۱۴	بعیت اجازت	بیعت اجازت
۱۶۴	۵	جانبتی	جبلتی
۱۶۵	۱۶	بلاد	میلاد
۱۶۶	۸	بیعت تعلیم وطریقت	بیعت وتعلیم طریقت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۶	۱۵	پلو	پہلو
۱۶۹	۱۳	تلازہ	تلامذہ
۱۷۲	۴	لوک	لوگ
〃	۱۹	آب	مآب
۱۷۷	۲۰	قلند	قلندر
۱۷۸	〃	فراتے	فرماتے
۱۷۹	۱۱	سو	سو
〃	۱۶	محمد تقی	محمد نقی
۱۸۵	۱۵	احمد رسا	احمد علی رسا
۱۸۸	۶	انے	نے اپنے
〃	۱۵	کالمین	کاملین
۱۸۹	۵	دکھے	دیکھے
〃	۷	عارف کامل	عارف کامل
۱۹۰	۳	بزگوار	بزرگوار
〃	۱۵	وصاباو	وصایاو
〃	۱۸	سید محمد	سید محمد حامد
۱۹۵	۱۲	زملے	نہ ملے
۱۹۷	۷	زانہ	زمانہ
۱۹۹	۵	ز	روز
۲۰۰	۱	گیارہ میں	گیارہ سو میں
〃	۱۱	نقاں	خانقاہ میں
۲۰۱	۸	قلندو	قلندر
۲۰۳	۵	پلہ	چلہ
۲۰۹	۱۶	یادداشت	یادداست
۲۱۰	۵	اہ	ماہ
۲۱۵	۱۸	مقلس	مفلس
۲۲۲	〃	مں	میں
۲۲۵	۹	لگیا	ملگیا
〃	۱۰	یب	زیب
۲۲۶	۱۲	ئین	نہیں
۲۳۱	۲۰	اکبہ آبادی	اکبرآبادی
۲۳۵	۴	یک	ایک
〃	۱۴	لو	تو
۲۴۲	۳	بترہبت	بترتیب
〃	۹	ظہورمرا	ظہور مراتب
۲۴۴	۶	الکملت	الکملت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴۶	۸	وودل	دردل
۲۴۷	۱۳	ولٹہ	ولہ
۲۴۸	۱۳	جزئتت	جزئیت
〃	۲۱	ی	ڈی
۲۴۹	۲۰	سے	کے
۲۵۰	۱۰	کو	انکو
۲۵۳	۱۲	ریارضت	ریاضت
〃	۱۹	ھڑی	چھڑی
〃	۲۰	وگی	ہوگی
〃	۲۱	کہنے	کہتے
۲۶۴	۱۸	رہیں	رئیس
۲۶۶	۱	لعد	بعہد
۲۸۰		۳۸۰	۲۸۰
〃	۱۸	زبانی	ربانی
۲۷۲	۱۹	مں	میں
〃	۲۰	متصنل	متصل
۲۸۶	۱۱	انہوں	اُنھوں
۲۸۹	۱	قیام	قیام
۲۹۴	۱۹	انہوں	اُنہوں
〃	۲۱	با	بار
۲۹۵	۱۴	ہوکہ	ہواکہ
۲۹۶	۱۲	کومیں	کوس
۳۰۱	۱۹	نجاجبت	سجاجبت
۳۰۵	۲۰	للہ	للہ
۳۰۸	۱۴	مزاررن	مزاروں
〃	۱۸	کیید	کلید
۳۱۲	۱۳	نہ	سنہ
۳۱۶	۱۴	مں	میں
۳۱۹	۲۰	سعد	سعید
۳۲۱	۲	ا	ابن
〃	۸	نہ کی	نہ کی بائیسویں
			سال سات
			ذیحجہ سنہ تیرہ سو نو
			میں وفات پائی
			اور اپنے ناناکے
			پائیں دفن ہوئے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۲۶	۸	دیوادین	دیواریں	۳۷۹	۱۹	امہ	راجہ	۴۲۵	۱۴	پاک	پاک
۳۲۷	۵	لک پوپ	لک پوت	۳۸۰	۳	او	اور	〃	۲۱	مرمر	مقرر
۳۲۸	۲۱	اور	اور	〃	۱۸	اے	رائے	۴۲۶	۴	لوزنکم	لوزقلم
۳۳۰	۶	اُنگے	اَنگے	〃	۱۹	اکلمے	اُنکے	〃	〃	خماسا	خماسا
۳۳۴	〃	رگر	اگر	۳۸۱	۲۰	دتر	روز	〃	۵	بار	یاد
۳۳۷	۱۸	للہ	اللہ	〃	۲۱	دازے	دروازے	〃	۷	لت	ملت
۳۴۰	۷	حقوں	حقوق	۳۸۳	۳	سے	تھے	〃	۱۰	غرث	غوث
〃	۹	کرمہ	کریمہ	۳۸۷	۸	باربا	بارہا	〃	۱۴		
〃	۱۵	مربط	مربوط	〃	۲۰	ہے ہیں	رہے ہیں	۴۲۷	۳	نہ گرنا	نہ گرتا
۳۴۳	۳	مندرج	مندمج	۳۸۹	۹	بھنا یا	پہنایا	〃	۱۹		
〃	۹	بط	دبی	۳۹۱	۷	فرماں	فرمائیں	۴۲۸	۲۱	دوزخ کے	دوزخ کی
۳۴۶	۱۳	ورں	درس	۳۹۷	۱۵	امو	امور	۴۳۰	۴	متومہ	متوجہ
۳۴۹	۲	موحزن	موجزن	〃	۱۲	نہ پندارند	پندارند	〃	۲۰	سحر	تحیر
〃	۴	بندۂ	بندہ	۳۹۹	۴	عرضیہ	عریضہ	۴۳۱	۴	سقدر	جسقدر
〃	۱۷	چاہتے	چاہیے	۴۰۰	۷	ب کی	اب کی	〃	۱۰	ور	اور
۳۵۴	۶	ہت	بہت	۴۰۲	۸	کیگئے	لیگئے	〃	۱۱	سرر	سرمد
۳۵۶	۲۱	لہ آباد	الہ آباد	۴۰۵	۱۰	لمی	علمی	〃	۱۵	ن	میں
۳۶۱	۱۷	وتے	روتے	۴۱۱	۱۷	این	ابن	۴۳۳	۹	دامل	داخل
۳۶۲	۱۲	غوت	غوث	〃	۱۹	یہانپہ	×	۴۴۷	۱۴	ارول	قدموں
۳۶۳	۱	پوچھتی	حال پوچھتی	۴۱۴	۱۸	ملال	حلال	۴۴۹	۱۹	استا	استاد
〃	۳	پاتی	پانی	۴۱۷	۱۶	ترب	تراب	〃	۲۰	ملب	ملت
۳۶۵	۲	مید	امید	۴۱۸	۱	وو	وہ	۴۵۰	۷	ھی	تھی
〃	۳	سدہ	شدہ	۴۱۹	۹	پہ	پر	۴۵۱	۶	رح	روح
۳۶۷	۴	انر	اثر	〃	۱۹	اظہا	اظہار	۴۵۶	۱۸	رخصت ہوں	رخصت ہوتا ہوں
۳۷۰	۲۱	رنت	رنت	۴۲۱	۳	بزگوار	بزرگوار	〃	۲۱	دلادری	دلاور
۳۷۲	۷	مۃ	یمۃ	۴۲۲	۱	زاہ	زادہ	۴۵۷	۱۷	پیدا ہوا	پیدا ہو
〃	۲۱	ربع	رابع	〃	۳	برگوار	بزرگوار	۴۵۸	۲۱	بڑھ گئے	بڑھ گئے
۳۷۳	۱۴	آکھ	آنکھ	〃	۴	ونگر	ودیگر	۴۵۹	۹	جا	کا
〃	۲۰	جاما	جاہا	〃	۵	سلسہ	سلسلہ	〃	۲۰	پڑاایک	پڑا ایک
۳۷۵	۳	نھوں	اُنھوں	〃	〃	بفرزز	بفرزند	۴۶۰	۱۴	لرز	لرزہ
۳۷۶	۲۰	نالی	خالی	〃	۶	شانید	پوشانید	〃	〃	جسعدر	جسقدر
۳۷۷	۴-۵	ایک ایک	ایک	۴۲۳	۱۸	رمردود	ومردود	〃	۲۱	ربرو	روبرو
۳۷۸	۱۵	ور	اور	۴۲۴	۱۰	معوم	معلوم	۴۶۴	۱۰	ترمی	تیری
〃	۱۶	اکر	پاکر	〃	۱۱	فرتے	فرماتے	۴۶۵	۶	اوراو	اوراد
۳۷۹	۱۳	بجاز	مجاز	〃	۱۳	زماز	زمانہ	۴۶۶	۴	لے جا	لے چلنا
〃	۱۶	تھے	رہتے	۴۲۵	۱۲	لفیس	نفیس	〃	۶	چاریان	چارپائی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۶۶	۱۸	مقتدرسالے	مقتدرسالے	۴۸۸	۱۸	ب	عرب	۵۶۹	۴	نوری	نوری
۴۶۷	۵	فایح	فالج	۴۹۰	۱۳	پرلپیٹ	میں لپیٹ	۵۷۰	۲	رف	طرف
۴۶۸	۴	منسق	منطق	۴۹۷	۴	کرتنے	کرتے	۵۷۳	۱۰	ہرزری	ہرزدی
۴۶۹	۱	نی	فی	۴۹۹	۳	ولد	مولد	۵۷۹	۱۶	نہوںکا	نہوسکا
۴۷۱	۱۲	اوفات	اوقات	〃	۵	رہی	وہی	۵۸۱	۱۳-۱۴	معلوم معلوم	معلوم
〃	۱۴	رکھنے	رکھتے	۵۰۰	۴	شائیس	ستائیس	۵۸۲	۲	بیان	بیابان
〃	۲۰	وقعہ	واقعہ	۵۰۲	۹	خواشی	حواشی	۵۸۳	۳	ریگا	رہیگا
۴۷۲	۴	سی	کسی	〃	۱۰	مشرج	مشرح	〃	۴	روق وق	ذوق وشوق
〃	۱۱	کتمان ملامت	کتمان و ملامت	〃	۱۷	اید	باید	۵۸۵	۱۴	رفات	وفات
〃	۱۲	جد	بعد	〃	۱۸	کیبا	کیا	۵۹۲	۱۳	کھنوی	لکھنوی
۴۷۳	۱	مجھ	مجھے	۵۰۳	۵	بہ	یہ	۵۹۷	۱۸	سے	اُس سے
〃	۲	لفت	تشریف	۵۰۴	۲۱	عزض	عرض	۵۹۹	۱۶	ور	اور
〃	۵	صدر	صدر،	۵۰۵	۳	ونحص	ومحض	۶۰۱	۱۶	بٹھا لیئے	بٹھا لیتے
〃	۶	دیئے	دیتے	〃	۶	ونیرہ	وغیرہ	۶۰۳	۸	موقوف	وقوف
۴۷۴	۱۹			۵۰۷	۱۶	کاشعر	کامشعر	۶۰۴	۲۱	قصوری	قصوری ہی
۴۷۵	۱	اسکی	اسیکی	۵۰۹	۸	چابا	چاہا	۶۰۶	۱	ہے ہوتی	سے ہوتی
〃	۱۱	بجھے	مجھے	۵۱۰	۲	فیلے	فیصلے	۶۰۷	۱۶	گولا	گورا
〃	۲۰	ترود	تیرہ سو	۵۱۱	۱۹	عمرشی	عرشی	۶۰۹	۱	کپرے	کپڑے
〃	۲۱	سکارا	پکارا	۵۱۴	۲۰	او تو	اور تو	〃	۴	دومری	دوھری
۴۷۶	۱۸	منوہ	منورہ	۵۱۵	۱	س	ہیں	〃	۱۰	لسا	سا
۴۷۹	۱۴	ھے	تھے	〃	۹	سنکر	یہ سنکر	۶۱۸	۱۵	لسلب	سلب
〃	۱۶	کاویاب	کامیاب	۵۱۷	۱۸	بیٹھ	پیٹھ	۶۲۵	۸	نھا	تھا
۴۸۰	۵	ور	اور	۵۱۹	۱۶	اس	پاس	۶۵۴	۲۱	مشکل	بمشکل
〃	۱۱	الدن	الدین	۵۲۰	۳	ایھا	اچھا	۶۵۸	۱۰	ھی	بھی
〃	۲۰	س سے	اس سے	۵۲۵	۱	پڑ ھتے	پڑھتے	۶۵۹	۵	ہے پھرونگ	ہے پھر اورنگ
۴۸۱	۱۸	کھتے	رکھتے	۵۲۶	۱۶	برآمد	برآمدہ			آباد	آباد
۴۸۲	۵	انتے	اتنے	۵۳۰	〃	میں نے کہ	میں نے کہا کہ	〃	۹	سمانیت	جسمانیت
〃	۸	سب	شب	۵۳۷	۳	وگوں	لوگوں	〃	۱۹	گر	اگر
〃	۹	رجعون	راجعون	۵۳۸	۵	نگ	دنگ	۶۶۸	۹	سلادی	سلاری
〃	۱۸	انب	جانب	〃	۱۸	کنہ	کنبہ	۶۷۴	۱۹	ھر	پھر
۴۸۴	۶	نکو	انکو	۵۴۰	۲۰	شریف لدین	شریف الدین	۶۷۹	۴	البوم	الیوم
〃	۱۶	وجواب	وجوب	۵۵۱	۷	نپی	اپنی	۶۸۳	۱۲	بلدہ	بارہ
〃	۱۷	ہل	اہل	۵۵۴	〃	انسان کے	انسان کی	〃	۲۰	پھر تو دکھا	پھر اسے دیکھا
〃	۲۰	باحق	باخلق	〃	۱۱-۱۲	کہ کہ	کہ	〃	۲۱	مجھے بہت بہت	مجھے بہت
۴۸۵	۴	جران	جہاں	۵۶۴	۱۴	تھی	تھیں				
۴۸۸	۱۱	پانی	پٰی	۵۶۵	〃	جہکا	جسکا				

تمت

نمبر شمار	نام کتاب مع خلاصہ مضمون	قیمت
(۶)	الفیض التقی فی حل مشکلات ابن العربی (فارسی) حضرت محی الدین ابن عربی پر علمائے ظاہر کے اعتراضات کے جوابات ہیں۔	۸ر
(۷)	القول الموجہہ فی تحقیق من عرف نفسہ فقد عرف ربہ (فارسی)، اسمیں اس مقولہ کی بہت مفصل شرح بیان کیگئی ہے۔	۱۲ر
(۸)	فاتح الابصار (فارسی مع ترجمہ اردو) سلسلہ چشتیہ کے ایک بزرگ کے سوالات کے جوابات ہیں۔	۴ر
(۹)	کشف الدقایق عن رموز الحقائق (فارسی مع ترجمہ اردو) یہ مختلف مسائل مشکلہ تصوف کے سوالات وجوابات کا مجموعہ ہے	۸ر
(۱۰)	القول المختار فی مسئلۃ الجبر والاختیار (فارسی مع ترجمہ اردو) مسئلہ جبر و اختیار کی بہت مفصل شرح ہے۔	۴ر
(۱۱)	جواہر الافکار شرح جواہر الاسرار (فارسی مع ترجمہ اردو) جواہر الاسرار شیخ محمد مقیم ہروی کے چند سوالات کا مجموعہ ہے اسکے جوابات میں وہ عقدے حل فرمائے گئے ہیں جو لاینحل سمجھے جاتے تھے۔	۸ر
(۱۲)	نخبۃ الصوارف فی شرح خطبۃ العوارف (فارسی مع ترجمہ اردو) یہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی مشہور کتاب عوارف المعارف کے خطبہ کی بہت مفصل اور فصیح و بلیغ شرح ہے۔	۴ر
(۱۳)	الدر الملتقط فی شرح تحفۃ المرسلہ (فارسی مع ترجمہ اردو) تحفہ مرسلہ حضرت شیخ محمد ابن فضل اللہ کا بہت عمدہ رسالہ علم حقایق میں ہے جسکی نہایت نفیس شرح کیگئی ہے۔	۲ر
(۱۴)	تنویر الافق شرح تبیین الطرق (فارسی مع ترجمہ اردو) یہ حضرت شیخ علی متقی جونپوری کے رسالہ کی شرح ہے جو سلوک میں ہے۔	۱۲ر

قیمت	نام کتاب مع خلاصہ مضمون	نمبر شمار
۱۲ر	تصفیہ شرح تسویہ (فارسی مع ترجمہ اردو) شاہ محب اللہ الہ آبادی کا ایک نہایت مشکل رسالہ تصوف میں ہی جسکا نام تسویہ ہے اور یہ اسکی ایک لاجواب شرح ہے۔	(۱۵)
۴ر	الدر الیتیم فی بیان ایمان آباء النبی الکریم (عربی مع ترجمہ اردو) حضرت رسول اللہ صلعم کے والدین کے ایمان کے بیان میں ہے۔	(۱۶)
صہ ر	الدر المنظم فی مناقب غوث الاعظم (اردو) دو جلد نہایت بسیط اور مفصل کتاب ہے ہر دو جلد	(۱۷)
عہر	الدرۃ البیضا فی تحقیق صداق فاطمۃ الزہرا (اردو) اسمیں علاوہ تحقیق مہر کے حضرت سیدہ و دیگر بنات طاہرات اور کل ازواج مطہرات کے مختصر و جامع حالات بھی ہیں	(۱۸)
	حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر قدس سرہ	
	الشرف المبین فی ذکر معراج سید المرسلین (اردو) مختصر رسالہ ہے لیکن معراج شریف کی اصلیت خوب بیان کی گئی ہے	(۱۹)
۴ر	تسکین الفواد بذکر عید المیلاد (اردو) اس مختصر رسالہ میں میلاد شریف کے سلسلہ میں حقایق کا بیان ہے۔	(۲۰)
	حضرت مولانا شاہ تقی حیدر قلندر مدظلہ	
۶ر	فیوض العارفین (فارسی) یعنے مکاتیب فارسی حضرات پیران سلسلۂ قلندریہ	(۲۱)
۲ر	تحفۂ نظامیہ۔ حضرت مخدوم شیخ بھیکہ کاکوروی قدس سرہ کا تصوف میں ایک رسالہ فارسی میں ہے اسکا یہ اردو ترجمہ ہے۔	(۲۲)
۸ر	مجموعہ ہفت رسائل قلندریہ یعنی ترجمہ اردو (۱) بیعت الرضوان از حضرت شاہ باسط علی قلندر و (۲) عقد الاولیا از حضرت شاہ عبد الرحمن قلندر ثانی و (۳) شہود المقربین از حضرت مجعوت و (۴) رسالہ مراقبۃ الوجود از حضرت سید فضل علی ہرگامی (۵و۶) دو دیگر رسائل از حضرت سید محمد حامد ہرگامی	(۲۳)
عمر	تعلیمات قلندریہ یعنی مکتوبات حضرات پیران عظام	(۲۴)

ملنے کا پتہ :- مہتمم کتب خانہ انوریہ تکیہ شریفہ کاظمیہ قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ